UNIVERSAL
LIBRARY
OU_226490
UNIVERSAL
LIBRARY

PAGES MISSING WITHIN THE BOOK ONLY

مذاق العارفین

ترجمہ جلد دوم

احیاء علوم الدین

نسخہ واقع زلل صوری رافع علل معنوی متن تصنیف مشہور علامہ زمان فخر کبرائے اہل اسلام محی مراسم دین متین حضرت زین الانام برگزیدۂ اولیائے کرام مقتدائے اداونی واعالی امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ العلی زبان عربی مین مستند اکابر واصاغر طبقۂ اسلام کی کوشش بلیغ وسعی فراوان سے پہلے مقام مصر مین طبع ہوا تھا اور بوجہ گرانی دسنے کے دو مرتبہ اُسی عربی مطبوعہ کی نقل اس مطبع مین طبع ہوئی جب اہل اسلام ہند نے اُس نسخہ جلیلہ مخزن دینی کا حال سنا تو بدرجۂ غایت اُسکے ترجمہ کے شائق ہوئے چنانچہ اکمل الفضلا افضل العلما فی زمان لوذعی دوران مقبول زمن حاجی مولوی محمد احسن صاحب صدیقی نانوتوی مدرس اول عربی بلی کالج نے بہ صحت احادیث علی الخصوص تخریجات عراقی سے ہر حدیث کے مخرج کا حوالہ باسناد بیمہ حاشیہ پر کردیا ہے الحق کہ مترجم ممدوح نے اسکے ترجمہ مین جو عرق ریزی وکوشش وتلاش شایان تھی بمزید کاہش فرمائی اسکی قدردانی کا حضرات اسلام پر انصاف ہے

ماہ اپریل ۱۸۸۶ع

مطبع نامی منشی نولکشور مقام لکھنؤ مین چھپا

حق تالیف بحق مطبع کے محفوظ ہے

فہرست مطالب مذاق العارفین ترجمۂ احیاء علوم الدین جلد دوم

خلاصۂ مطالب	صفحہ
	۲
ب اول کھانے کے آداب مین	۳
ل اول اُن آداب کے بیان مین جو تنہا والون کو ضرور ہین۔	″
اول اُن آداب کے ذکر مین جو کھانے سے پیشتر رنے چاہئین۔	۷
دوم اُن آداب کے ذکر مین جو کھانے کے ب چاہئین۔	۸
ن آداب کے ذکر مین کہ کھانے کے بعد مین ب مین۔	۹
ل دوم اُن آداب کے ذکر مین جو مجمع مین دوسرون کے یل ہوکر کھانے سے زائد ہوجاتے ہین۔	۱۰
ل سوم اُسکے آداب مین جو ملاقات کو آوے سکے سامنے کھانا کھنے مین۔	۱۳
چہارم ضیافت کے آداب کے ذکر مین۔	۲۰
اول ضیافت کی فضیلت مین۔	″
دوم دعوت کے قبول کرنے مین۔	۲۲
سوم دعوت کھانے کے لیے حاضر ہونے کے بیان مین	۲۶
چہارم کھانا لانے کے آداب مین۔	۲۸
پنجم دعوت سے لوٹنے کے بیان مین	۳۲
طبی اور شرعی آداب اور مناہی ہین۔	۳۴
دوم آداب نکاح کے بیان مین	۳۸
ل اول نکاح کی ترغیب اور اغراض کے ذکر مین۔	″

خلاصۂ مطالب	صفحہ
بیان اول نکاح کی ترغیب کے ذکر مین۔	۳۸
بیان دوم نکاح سے اعراض کرنے کی وجہون کے ذکر مین	۴۳
بیان سوم نکاح کے فوائد کے ذکر مین۔	۴۴
بیان چہارم نکاح کی آفتون مین۔	۶۱
فصل دوم اس بات کے ذکر مین کہ عقد کے وقت کن کے احوال اور عقد کی شرطون مین سے کس کا لحاظ چاہئے	۶۸
بیان اول عقد کی شرطون مین سے جو متعلق ہوتا ہی اور عورت مرد پر حلال ہوجاتی ہی۔	″
بیان دوم منکوحہ کے حالات کے ذکر مین	۶۹
فصل سوم آداب معاشرت کے ذکر مین اور اُن امور کے بیان مین جو نکاح کے باقی رہنے مین زن و شوہر کو برتنے چاہئین۔	۷۹
بیان اول اُن حقوق کے ذکر مین جو شوہر کو عورت کے کرنے چاہئین۔	″
بیان دوم اُن حقوق کے ذکر مین جو عورت پر ہونے چاہئین۔	۱۰۶
باب سوم کسب اور معاش کے آداب مین	۱۱۲
فصل اول معاش کے پیدا کرنے کی فضیلت اور اُسکی ترغیب کے بیان مین۔	۱۱۳
فصل سوم بیع اور سودا اور بدتی اور ٹھیکہ اور مضاربت اور شرکت سے کمانے کی کیفیت۔	۱۱۹
بیان اول بیع کے ذکر مین۔	۱۲۰
رکن اول عاقد ہی یعنے معاملہ کرنے والا۔	″
رکن دوم بیع کا وہ چیز ہی جسکا معاملہ ہوتا ہی۔	۱۲۱

خلاصہ مطالب	صفحہ
رکن سوم بیع کا لفظ عقد ہے۔	۱۲۴
بیان دوم سود کے معاملہ کے ذکر مین۔	۱۲۹
بیان سوم سلم یعنے بدتا کے ذکر مین۔	۱۳۲
بیان چہارم معاملہ اجارہ کے بیان مین جسکو ذکری اور مزدوری اور کرایہ اور ٹھیکہ کہتے ہین۔	۱۳۴
بیان پنجم معاملہ مضاربت کے ذکر مین۔	۱۳۶
بیان ششم معاملہ مشارکت کے ذکر مین۔	۱۳۹
فصل سوم معاملہ کے عدل کرنے اور ظلم سے احتراز کرنے کے بیان مین۔	۱۳۹
فصل چہارم معاملہ مین احسان کرنے کے بیان مین	۱۵۴
فصل پنجم اس بات کے بیان مین کہ دواتین تجار کے لیے ہین۔	۱۶۱
باب چہارم حلال اور حرام کے بیان مین	۱۷۱
فصل اول حلال کی فضیلت اور حرام کی مذمت اور اُنکے اقسام اور درجات کے ذکر مین۔	〃
بیان اول حلال کی فضیلت اور حرام کی مذمت مین	〃
بیان دوم حلال اور حرام کے اقسام اور مداخل کے ذکر مین۔	۱۷۷
بیان سوم حلال اور حرام کے درجون کے ذکر مین۔	۱۸۱
فصل دوم شبہون کے مرتبون اور اُنکے پیدا ہونے کے مقامات مین اور حلال و حرام سے اُنکے جدا ہونے کے ذکر مین	۱۸۹
مقام اول سبب حلت اور حرمت مین شک ہونا۔	۱۹۱
مقام دوم شبہہ کے پیدا ہونے کا خلط ہے۔	۱۹۹
مقام سوم شبہہ کے پیدا ہونے کا سبب۔	۲۱۸
مقام چہارم شبہہ کے اُٹھنے کا دلیلون مین اختلاف ہے۔	۲۲۹
فصل سوم اس بات کے بیان مین کہ جو مال آدمی کے سامنے آوے اُسکی تفتیش اور تلاش کرے۔	۲۳۶

خلاصہ مطالب	ص
بیان اول مالک کی حالات مین۔	۲۴۷
بیان دوم اس صورت کے ذکر مین جسمین شک متعلق مال ہوتا ہے نہ مالک کے احوال سے۔	۲۵۳
فصل چہارم اس امر کے بیان مین کہ توبہ کرنے والا حقوق مالی سے کب خارج ہوتا ہے۔	۲۵۹، ۲۶۰
بیان اول مال حرام کی تمیز اور علیحدہ کرنے کی کیفیت مین	۲۶۰
بیان دوم مال حرام کے صرف کرنے کے ذکر مین۔	۲۶۷
فصل پنجم اس ذکر مین کہ بادشاہون کے وظیفہ اور انعامات مین سے کون سے حلال ہین اور کون سے حرام	۲۷۷
بیان اول بادشاہون کی آمدنی کے مدات کے ذکر مین۔	۲۸۶
بیان دوم ماخوذ کی مقدار اور اُسکے لینے والے کی صفت کے ذکر مین۔	۲۸۹
فصل ششم اس ذکر مین کہ ظالم سلاطین سے اختلاط کرنے کا کیا حکم ہے اور کونسا حلال ہے اور کونسا حرام اور اُنکے دربار مین جانے اور اُنکی تعظیم کرنے کے حالات۔	۲۹۲
فصل ہفتم مسائل متفرقہ کے ذکر مین جنکی ضرورت بہت ہوتی ہے اور اُنکے استفتا پوچھے گئے ہین۔	۳۱۵
باب پنجم دوستی اور محبت کے آداب مین	۳۲۳
فصل اول الفت اور اخوت کی فضیلت مین	۳۲۴
بیان اول الفت اور اخوت کی فضیلت مین۔	〃
بیان دوم اس ذکر مین کہ اخوت فی اللہ کے کیا معنی ہین اور اُسمین اور دنیا کی اخوت مین کیا فرق ہے۔	۳۲۹
بیان سوم بغض فی اللہ کے ذکر مین۔	۳۴۶
بیان چہارم ان لوگون کے مراتب کے ذکر مین جو فی اللہ بغض کرتے ہین اور اُنکے معاملہ کی کیفیت مین۔	۳۴۷، ۳۴۸
بیان پنجم اس ذکر مین کہ جس شخص سے صحبت اختیار	۳۴۸

خلاصہ مطالب	صفحہ
لیجاوے اسمین کون کون صفتین ہونی ضرور چاہئین	
فصل دوم اخوت اور صحبت کے حقوق کے ذکر مین	۳۵۴
فصل سوم مسلمانون ہمسایگانون اور ہمسایون اور لونڈی غلامون کے حق اور آنسے پیش آنے کی کیفیت کے بیان مین۔	۳۹۲
بیان اول مسلمانون کے حقوق مین۔	۳۹۳
بیان دوم ہمسایہ کے حقوق کے ذکر مین۔	۴۱۸
بیان سوم اقارب کے حقوق کے ذکر مین۔	۴۲۱
بیان چہارم مملوک کے حق کے ذکر مین۔	۴۲۵
باب ششم عزلت کے آداب کے بیان مین	۴۲۸
فصل اول اس ذکر مین کہ لوگون کے ملنا جلنا اقوال اس باب مین ظاہر مین اور عزلت کے دلائل کیا	″
بیان اول اُن لوگون کی جنہون نے اختلاط کی طرف مائل ہین اور اُنکے ضعف کی وجہ۔	۴۳۰
بیان دوم اُن لوگون کے دلائل کے ذکر مین جو عزلت کی تفضیل کی طرف مائل ہین۔	۴۳۲
فصل دوم خلوت کے فوائد اور آفات مین اور اسکی فضیلت کے باب مین احق کی توضیح۔	۴۳۴
باب ہفتم سفر کے آداب مین	۴۶۴
فصل اول شروع سفر سے پہلے تمنا کے آداب مین	۴۶۵
بیان اول سفر کے فوائد اور فضیلت ماورنیت کے ذکر مین	″
بیان دوم سفر کے آداب مین شروع ارادہ سفر سے عود واپس آنے تک۔	۴۷۶
فصل دوم سفر کی خصتون اور قبلہ اور وقتون کی تفصیلون کے ذکر مین۔	۴۸۵
قسم اول سفر کی خصتون کے معلوم کرنے کے بیان مین	″
قسم دوم وہ ہی کہ سفر کے سبب سے خوف فتنہ مین مبتلا ہو جاتے ہین۔	۴۹۵
باب ہشتم سماع اور وجد کے آداب مین	۵۰۲
فصل اول راگ کے مباح ہونے مین۔	۵۰۳
بیان اول علما اور صوفیون کے اقوال راگ کی حلت اور حرمت مین۔	″
بیان دوم سماع کے مباح ہونے کی دلیل مین	۵۰۶
بیان سوم عوارض راگ کی حرمت مین۔	۵۲۱
بیان چہارم اُن لوگون کی دلیلون کے ذکر مین جو [illegible] کے قائل ہین اور اُنکے جواب مین۔	۵۲۸
فصل دوم سماع کے آثار اور آداب کے بیان مین	۵۳۳
مقام اول سمجھنے کے ذکر مین۔	″
مقام دوم وجد ہے جو سمجھنے اور بڑھنے کے بعد ہوتا ہے	۵۴۰
مقام سوم سماع کے آداب ظاہری اور باطنی کے ذکر مین	۵۵۸
باب نہم امر معروف اور نہی منکر کے ذکر مین	۵۶۶
فصل اول امر بالمعروف اور نہی منکر کے واجب ہونے اور اسکی فضیلت کے ذکر مین۔	″
فصل دوم امر معروف اور نہی منکر کے ارکان اور شروط کے ذکر مین۔	۵۷۴
رکن اول محتسب ہے۔	۵۸۵
رکن دوم حسبت کا وہ شی ہے جسمین حسبت ہو۔	۵۹۸
رکن سوم حسبت کا محتسب علیہ ہے۔	۶۰۴
رکن چہارم خود احتساب ہے۔	۶۰۸
محتسب کے آداب کا بیان۔	۶۱۶
فصل سوم اُن منکرات کے ذکر مین جنکی عادت ہو رہی ہے	۶۲۰
منکرات مساجد۔	۶۲۱

خلاصۂ مطالب	صفحہ
منکرات حمام۔	۶۲۷
منکرات ضیافت۔	۶۲۹
منکرات عامہ۔	۶۳۲
فصل چہارم امرا اور سلاطین کو امر بالمعروف اور نہی منکر کرنے کے بیان میں۔	۶۳۳
باب دہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آداب اور اخلاق میں	۶۶۲
بیان اول اس ذکر میں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی تادیب قرآن مجید سے فرمائی۔	۶۶۳
بیان دوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن اخلاق میں۔	۶۶۶
بیان سوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب و اخلاق میں جو منجملہ مرویات ابوالجنۃ ہی ہیں۔	۶۶۸
بیان چہارم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خندہ و خندہ کے ذکر میں	۶۷۰
بیان پنجم کھانے کے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و آداب کے ذکر میں۔	۶۷۲
بیان ششم لباس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے	۶۷۵

خلاصۂ مطالب	صفحہ
و آداب و اخلاق کے ذکر میں۔	
بیان ہفتم اس ذکر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود قدرت کے جرم کا اور معاف فرماتے۔	۶۷۷
بیان ہشتم اس ذکر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو باتیں بری معلوم ہوتیں انکو دیکھکر چشم پوشی فرماتے۔	۶۷۹
بیان نہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جود و سخاوت کے ذکر میں۔	۶۸۰
بیان دہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت کے ذکر میں۔	۶۹۱
بیان یازدہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کے ذکر میں۔	۶۹۲
بیان دوازدہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا کے ذکر میں۔	۶۹۳
بیان سیزدہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں سے آپ کا اصدق معلوم ہوتا ہے۔	۶۹۸
قطعہ تاریخ ترجمہ از تصنیف مترجم۔	۶۹۱

قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ اٰمَنُوا هُدًى وَّشِفَآءٌ

هادیٔ حق شافیٔ مطلق کا احسان کہ نسخہ دافع زلل معنوی نافع علل معنوی نافع مومنین

جلد دوم

تذکرۃ الاعمال

مصنفہ

اکمل ما ان افضل دوران عالم الحقی فاضل لوذعی مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی ادام اللہ العلی القوی

مطبع نامی منشی نولکشور لکھنؤ طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قطعہ

یا الٰہی نظر لطف سے تو کر قبول	احسن خستہ جو در پر ترے مانگے ہے دعا
جلد اول کا ہوا ترجمہ جسطرح سے ختم	[illegible]

ترجمہ

سب تعریفین اُس خدا کو ہین جسنے اچھی طرح کائنات کو [illegible]
پیدا کیا اور ابر بہاری سے شیرین پانی برسایا پھر اُس سے غلہ اور سبزہ اگایا اور رنگون
اور غذاؤن کو اندازسے رکھ کر باکمالات سے حیوانون کی قوتون کی حفاظت کی اور حلال
غذا کھانے سے طاعات اور نیک اعمال پر اعانت فرمائی - اور درود وسلام بے انتہا
سالار انبیا صاحب معجزات علیا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آنکی آل مجتبیٰ اور اصحاب
ائمہ ہدیٰ پر اسطرح نازل ہو کہ جون جون اوقات گذرتے جاوین اور ساعات ایک
دوسرے کے پیچھے آوین اُسی قدر درود وسلام بے شمار ان سب کو شامل ہو بعد
حمد وصلوٰۃ کے واضح ہو کہ اہل عقل کا مقصود یہ ہے کہ جنت مین دیدار الٰہی سے مشرف
ہون اور دیدار الٰہی تک پہنچنے کی کوئی سبیل بجز علم اور عمل کے نہین اور ان دونون پر
مداومت کرنی بدون بدن کی سلامتی کے غیر ممکن ہے اور بدن کی سلامتی اچھی طرح
جب ہوتی ہے کہ غذا اور کھانا بھوک کے وقت حاجت کے موافق کھاتے رہین اور
اسی وجہ سے کسی اگلے نیکبخت کا قول ہے کہ کھانا بھی دین مین سے ہے اور پرہیزگار

عالم نے بھی اس مضمون پر آگاہ کیا ہو چنانچہ ارشاد ہی کُلُوا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا
پس جو شخص کھانے پر اس غرض سے جرأت کرے کہ اُسکے باعث علم و عمل پر
مدد اور تقوی پر قدرت حاصل ہو تو چاہیے کہ اپنے نفس کو بیکار اور مہمل نہ رکھے اور
اپنے نفس کو غذا مین اسطرح نہ چھوڑ دے جیسے چوپائے چراگاہ مین چھوٹے رہتے ہین
کیونکہ جو غذا دین کا ذریعہ ہی اُسمین دین کے انوار ظاہر ہونے چاہئین اور دین کے
انوار اُسکی سنتین اور آداب ہین جنکی مہار مین بندہ ناتھا جاتا ہی اور متقی کو اُنکا لگام
دیا جاتا ہی تاکہ کھانے کی بھوک کو شریعت کی میزان سے تول کر کھانے پر اقدام کرین یا اُس سے
ہاتھ کھینچین اور اس وجہ سے گناہ کو بھی اپنے اوپر سے ٹالین اور ثواب بھی حاصل کرین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ آدمی کو ثواب دیا جاتا ہی یہان تک کہ لقمہ مین جسکو اپنے
منہ کی طرف اٹھاوے خواہ اپنی بی بی کے منہ کی طرف لیجاوے۔ اور یہ ثواب اُس
صورت مین ہی کہ لقمہ کا اٹھانا دین کی وجہ سے اور دین ہی کے واسطے ہو اور اُسکے
آداب اور وظائف کی [illegible] نظر سے کھانے کے فرائض اور سنتین

[illegible] کے آداب ہین اور اسمین چار فصلین اور ایک خاتمہ ہی رباعی

اگر کیسا ہی پیدا کرو طاعت مین کمال	دن رات رہے ذکر و عبادت کا خیال
کچھ فائدہ احسن نہو اس محنت سے	کھانے کے لیے اگر نہو مال حلال

واضح ہو کہ کھانے کی چار صورتین ہین ایک یہ کہ تنہا کھاوے دوسرے یہ کہ مجمع کے ساتھ کھاوے
تیسرے یہ کہ کھانا اپنے ملنے والون کے سامنے لاکر رکھا جاوے کہ اُنکو دعوت اور مہمانی وغیرہ
کی خصوصیت ہو جاوے یہ تینون کا لحاظ انکو چار فصلون مین لکھا جاتا ہی

پہلی فصل اُن آداب کے بیان مین جو تنہا کھانے والے کو ضرور ہین ایسے آداب تین
طرح کے ہین کچھ کھانے سے پیشتر ہوتے ہین اور کچھ کھانے کے اثنا مین اور کچھ کھانے کے
بعد ان تینون کو ہم تین بیانون مین لکھتے ہین

بیان اول اُن آداب کے ذکر مین جو کھانے سے پیشتر ملحوظ ہونے چاہیین وہ
سات باتین ہین **اول** یہ کہ کھانا بذات خود حلال ہونے کے بعد کمائی کی جہت سے بھی پاک
اور طیب ہو اور طریق سنت اور پرہیزگاری کے موافق ہو کسی ایسی وجہ سے حاصل نہوا ہو

جو شریعت مین بری ہو اور نہ خواہش نفس کے موجب اور دین کی مذمت سے پیدا ہوا ہو بلکہ جسطرح باب حلال اور حرام مین طیب مطلق کا ذکر کیا جاویگا اسطرح کا کھانا ہو۔ اور اللہ تعالی نے طیب غذا کھانے کا حکم فرمایا ہی جو مال حلال ہی اور باطل طور پر کھانے کو قتل کی ممانعت سے پیشتر منع فرمایا تاکہ مال حرام کو نہایت برا اور حلال کو بہت برا جانا جاوے چنانچہ ارشاد فرمایا یا ایھا الذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ولا تقتلوا انفسکم غرض کہ کھانے مین اصل یہی ہی کہ طیب ہو اور یہ امر دین کے فرائض اور اصول مین سے ہی دوم ہاتھون کا دھونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین یجلو الوضوء قبل الطعام ینفی الفقر وبعدہ ینفی الہم اور ایک روایت مین یون ہی کہ ہاتھون کا دھونا کھانے سے پہلے اور پیچھے مفلسی کو دور کرتا ہی۔ اور ایک وجہ یہ ہی کہ کاروبار کرنے سے ہاتھون پر کچھ نہ کچھ لگا رہتا ہی اسلیے انکا دھو لینا نظافت کے شایان ہی اور ایک وجہ ہی کہ کھانا دین پر مدد حاصل کرنے کے ارادہ سے عبادت ہی تو مناسب ہی کہ اسکے پیشتر بھی کوئی بات ایسی ہی ہو جیسے [illegible]

کے فعل

زمین پر رکھنے۔ غرض کہ یہ صورت فروتنی کے قریب تر ہی اگر یہ نہو سکے تو دسترخوان ہی پر رکھے جسکو سفرہ کہتے ہین اور اسپر رکھنے سے یہ غرض ہی کہ اس سے سفر یاد آتا ہی اور سفر سے سفر آخرت اور زاد تقوی کی یاد ہوتی ہی اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کبھی خوان پر اور کشتی مین نہین کھایا انسے کسی نے پوچھا کہ پھر کس چیز پر تم کھانا کھایا کرتے تھے فرمایا کہ دسترخوان پر۔ اور بعض کا قول ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چار چیزین نئی پیدا ہوئی ہین ایک اونچے خوان دوسرے چپنیان تیسرے اشنان چوتھے شکم سیری۔ اور واضح رہے کہ ہم نے اگرچہ یہ کہا ہی کہ کھانا کھانا دسترخوانون پر بہتر ہی مگر ہم یہ نہین کہتے کہ اونچے دسترخوان پر کھانا مکروہ یا حرام ہی کیونکہ اس باب مین ممانعت ثابت نہین۔ اور یہ جو کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ ایجاد ہوا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ ہر ایک نو ایجاد بدعت کی ممانعت نہین ہی بلکہ اسی بدعت کی ہی جسکے مقابل کوئی سنت قائم ہو اور باوجود کسی امر شریعت

موجود رہنے کے اس امر کو دور کرے بلکہ بعض احوال مین جب اسباب بدل جاوین بدعت کا ایجاد واجب ہو جاتا ہو اور اونچے دسترخوان مین صرف اتنا ہی ہو کہ کھانے کو زمین سے بلند کیا جاتا ہو تاکہ کھانے مین آسانی ہو اور اس جیسے امور ایسے ہین کہ انمین کراہت نہین چنانچہ وہ چار چیزین جو نو ایجاد بدعت ہین وہ سب یکسان نہین انمین اشنان بہتر ہو کہ لطافت پائی جاتی ہو اسلیے کہ ہاتھون کا دھونا لطافت کے لیے ہو اور اشنان سے لطافت اچھی طرح ہوتی ہو اور اول زمانے کے لوگ جو اسکا استعمال نہ کرتے تھے تو غالبًا اس جہت سے ہوگا کہ انکو اسکی عادت نہ تھی یا ملتا نہوگا یا لطافت مین مبالغہ کرنے کی نسبت کرزیادہ تر اہم کامون مین مشغول رہتے تھے کہ بعض اوقات ہاتھ بھی نہ دھوتے تھے اور رومال کی جگہ پاتون کے تلوون سے صاف کر لیتے تھے اور یہ امر ہاتھ دھونے کا مانع نہین اور چھاننے سے غرض غذا کا صاف کرنا ہو اور یہ بھی بہاح ہو بشرطیکہ زیادہ آسائش طلبی کی نوبت نہ پہونچے - اور اونچا دسترخوان کھانے کی آسانی کے لیے ہو انمین اگر نوبت تکبر اور شیخی کی نہو تو مباح ہو - باقی رہا پیٹ بھرنا یہ ان چارون مین سخت تر بدعت ہو کہ اس سے بڑی بڑی شہوتین پیدا ہوتی ہین اور بدن مین رگون کو جنبش ہوتی ہو اسلیے ان چارون مین فرق معلوم کر لینا ضرور ہو چہارم یہ کہ ابتدا مین دسترخوان پر جسطرح بیٹھے آخر تک اسی ہیئت پر بیٹھا رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات دوزانو ہوکر اپنے دونون پاتون کی پشت پر بیٹھتے اور کھانا تناول فرماتے اور کبھی دہنی ٹانگ کھڑی کر لیتے اور بائین پانون پر بیٹھتے اور فرماتے کہ مین تکیہ لگاکر نہین کھاتا مین تو ایک بندہ ہون اسی طرح کھاتا ہون جیسے بندہ کھاتا ہو اور ایسے ہی بیٹھتا ہون جیسے بندہ بیٹھتا ہو - اور تکیہ لگاکر پانی پینا معدہ کو بھی مضر ہو اور کھانا کھانا لیٹ کر اور تکیہ لگاکر مکروہ ہو مگر چنے وغیرہ جو نقل کے طور کھاتے ہین انکو اسطرح کھانا مکروہ نہین چنانچہ مروی ہو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے چت لیٹ کر کاک کو ڈھال پر رکھ کر کھایا ہو اور کہتے ہین کہ پیٹ کے بل لیٹ کر کھایا ہو اور عرب کے لوگ کبھی ایسا کرتے ہین پنجم یہ کہ غذا کھانے مین یہ نیت کرے کہ اس سے طاعت الٰہی مین قدرت حاصل ہوگی تاکہ اس کھانے مین بھی اطاعت کا مضمون بنا رہے اور کھانے مین نیت لذت اور آرام طلبی کی نہ کرے - ابراہیم بن شیبان کا قول ہو کہ مین نے اپنی ہوس سے کوئی چیز اپنی خواہش کے

فصل دوم کھانے کے آداب مین جسمین سات فصل ہین اول کھانے سے پہلے کی آداب

فصل سوم کھانے کے وقت کے آداب مین جسمین سات فصل ہین

فصل چہارم کھانے کے وقت کے آداب مین جسمین سات فصل ہین

فصل پنجم کھانے کے بعد کے آداب مین جسمین سات فصل ہین

فصل ششم کھانے کے بعد کے آداب مین جسمین سات فصل ہین

فصل ہفتم کھانے کے بعد کے آداب مین جسمین سات فصل ہین

سبب سے نہیں کھاتا اور اس نیت سے ساتھ ہی کم غذا کھانے کا پختہ ارادہ کرے اسلیے کہ جب غذا کھانے میں نیت عبادت پر قوت ہونے کی ہوگی تو نیت اُسی وقت سچی ہوگی کہ شکم سیری سے کم کھاوے کیونکہ شکم سیری تو عبادت کی مانع ہے اُس سے قوت عبادت نہیں ہوتی اسی وجہ سے اس نیت کو لازم ہے کہ شہوت کو توڑے اور بہت کی نسبت کر تھوڑے پر قناعت کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَا مَلَأَ آدَمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنِهِ حَسْبُ ابْنِ آدَمَ لُقَيْمَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهُ وَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ فَثُلُثٌ طَعَامٌ وَثُلُثٌ شَرَابٌ وَثُلُثٌ لِلنَّفَسِ اور نیت مذکور میں یہ ضرور ہے کہ ہاتھ کھانے پر اسی وقت بڑھاوے کہ جب بھوکا ہو یعنی بھوک کا ہونا اُن باتوں میں سے ہووے جو کھانے سے پیشتر ہونی چاہیں پھر شکم کے سیر ہونے سے پیشتر کھانے سے ہاتھ کھینچ لے اور جو شخص ایسا کریگا وہ طبیب کا محتاج نہ ہوگا اور کم کھانے کے فوائد اور رفتہ رفتہ غذا کم کرنے کی کیفیت جلد سوم کے باب کسر شہوت طعام میں آویگی۔

ششم یہ کہ جو رزق موجود ہو اُسپر راضی ہو اور مزہ داری اور زیادہ طلبی اور سالن کے انتظار میں محنت نہ اٹھاوے بلکہ روٹی کی تعظیم ہی ہے کہ اُسکے ہوتے ہوئے سالن کا انتظار نہ ہو حالانکہ حکم بھی روٹی کی تعظیم کا حدیث میں آچکا ہے غرض کہ جو کھانا ایسا ہو کہ اُس سے جان بنی رہے اور عبادت پر قوت حاصل ہو اُسمیں بہت برکت ہے اُسکو حقیر نہ جاننا چاہیے بلکہ روٹی کے سامنے نماز کا انتظار بھی نہ کیا جاوے گو نماز کا وقت ہو جاوے بشرطیکہ وقت میں گنجائش ہو آنحضرت نے فرمایا ہے اِذَا حَضَرَ الْعَشَاءُ وَالْعِشَاءُ فَابْدَءُوا بِالْعَشَاءِ اور حضرت ابن عمر بعض اوقات امام کی قرأت کی آواز سنتے اور اپنے رات کے کھانے سے نہ اُٹھتے اور جس صورت میں کہ نفس کو زیادہ رغبت کھانے کی نہو اور دیر کر کھانے میں کچھ نقصان بھی نہو تو بہتر یہی ہے کہ نماز کو پیشتر ادا کیا جاوے مگر جس صورت میں کہ کھانا آگیا ہو اور نماز کی تکبیر ہو جاوے اور دیر کر کھانے سے کھانا ٹھنڈا ہو جاویگا یا اور کچھ تردد اُسمیں ہو تو پہلے کھا لینا مستحب ہے بشرطیکہ وقت میں گنجائش ہو خواہ نفس کو رغبت ہو یا نہو کیونکہ حدیث عام ہے اُسمیں فیہ رغبت وغیرہ کی نہیں اور ایک وجہ یہ ہے کہ دل کو رکھے ہوئے کھانے کی طرف کچھ نہ کچھ دھیان ہوتا ہے گو بھوک غالب نہو ہفتم یہ کہ کھانے پر بہت سے ہاتھ ہونے میں کوشش کرے گو اپنے زن و فرزند ہی ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِجْتَمِعُوا عَلَى طَعَامِكُمْ يُبَارَكْ لَكُمْ فِيهِ اور حضرت انس رضی سے مروی ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ کھانا تنہا نہ کھاتے تھے۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ بہتر کھانا وہ ہی جسپر بہت ہاتھ ہون

دوسرا بیان۔ ان آداب کے ذکر مین جو عین کھانے کی حالت مین ہونے چاہین وہ یہ ہین کہ بسم اللہ کھانے کے شروع مین اور الحمد للہ اسکے آخر مین کہے اور اگر ہر لقمہ کے ساتھ بسم اللہ کہے تو بہتر ہی تاکہ کھانے کی حرص خدا تعالی کے ذکر سے نہ بھلا دے۔ اور اول لقمہ پر بسم اللہ کہے اور دوسرے پر بسم اللہ الرحمن اور تیسرے پر بسم اللہ الرحمن الرحیم اور پکار کر کہے تاکہ دوسرے کو یاد آجاوے۔ اور داہنے ہاتھ سے کھاوے۔ اور نمک سے شروع کرے اور اسی پر ختم کرے۔ اور لقمہ چھوٹا لیکر خوب چباوے اور جب تک اسکو نگل نہ جاوے تب تک دوسرے لقمہ کی طرف ہاتھ نہ بڑھاوے کہ یہ جلد کھانے مین داخل ہی۔ اور کسی کھانے کی مذمت نہ کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی کھانے مین عیب نہ لگاتے تھے بلکہ یہ دستور تھا کہ اگر اچھا معلوم ہوا تو کھالیا ورنہ چھوڑ دیا اور میوہ کے سوا اور کھانے مین اسی طرف سے کھاوے جو اپنے قریب ہو مگر میوہ مین اور طرف سے بھی ہاتھ ڈالنے کا مضائقہ نہین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اس طرف سے کھاؤ جو تمہارے قریب ہی مگر آپ میوہ پر اپنا دست مبارک اور طرف سے بھی ڈالتے لوگون نے اس باب مین آپ کی خدمت مین عرض کیا آپ نے فرمایا کہ میوہ سب ایک طرح کا نہین۔ اور پیالہ کے گرد سے نہ کھاوے اور نہ کھانے کے درمیان سے مثلاً روٹی کا بیچ کھالے اور کنارہ چھوڑ دے بلکہ مع کنارہ روٹی کو کھاوے۔ اور اگر روٹی کم ہو تو ٹکڑا توڑ لے لیکن چھری سے نہ کاٹے اور نہ گوشت کو چھری سے کاٹے کہ حدیث مین اس سے ممانعت ہی اور حکم ہی کہ دانت سے گوشت کو جدا کرو۔ اور روٹی پر پیالہ وغیرہ نہ رکھے اور اگر سالن رکھے تو مضائقہ نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ روٹی کی تعظیم کرو کہ خدا تعالی نے اسکو آسمان کی برکتون سے اتارا ہی۔ اور روٹی سے ہاتھ نہ پونچھے کہ بے ادبی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جب تم مین سے کسی کا لقمہ گر پڑے تو اسکو اٹھالے اور جو کچھ اسپر لگ گیا ہو اسکو دور کردے اور اس لقمہ کو شیطان کے لیے چھوڑ رہنے دے اور جب تک کھانے کے بعد انگلیان نہ چاٹ لے تب تک رومال سے ہاتھ نہ پونچھے کیونکہ کیا معلوم کہ برکت کس کھانے مین ہی اور گرم کھانے مین پھونک نہ مارے کہ

اسکی ممانعت ہو بلکہ اتنا صبر کرے کہ اسکا کھانا سہل ہو جاوے اور خرما طاق کھاوے سات یا گیارہ یا اکیس یا جتنے کھائے جاوین اور طباق مین خرما اور گٹھلی اکٹھی نہ کرے اور نہ ہاتھ مین جمع کرے بلکہ گٹھلی کو منھ سے نکال کر ہتھیلی کی پشت پر رکھے پھر ڈال دے اور جن چیزون مین گٹھلی یا آخور ہو سب کا یہی حال ہے۔ اور جس کھانے کی چیز کو برا سمجھے اسکو پیالہ مین نہ چھوڑے بلکہ چوکٹ کے ساتھ رکھ دے تاکہ کسی دوسرے کو دھوکا نہو اور وہ نہ کھا جاوے۔ اور عین کھانا کھانے مین پانی بہت نہ پیوے لیکن جس صورت مین کہ گلے مین ٹکڑا پھنسے یا پیاس سچی ہو کہ بعض لوگون نے ارشاد فرمایا ہے کہ طب مین یہ مستحب ہے اور معدہ کا استحکام اس سے ہوتا ہے۔ اور پانی پینے کے آداب یہ ہین کہ آبخورے کو دہنے ہاتھ مین لے اور بسم اللہ کہکر پیوے اور چوسنے کی طرح یعنی پتلے گھونٹ سے آہستہ آہستہ پیوے بڑے گھونٹ سے جلد نہ پیوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پانی کو چوس کر پیو بڑے گھونٹون سے پیا مت پیو کہ اس سے جگر کی بیماری ہوتی ہے اور کھڑے ہوکر اور لیٹ کر پانی نہ پیوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر پانی پینے سے منع فرمایا ہے اور یہ جو مروی ہے کہ آپ نے کھڑے ہوکر پانی پیا ہے تو شاید کسی عذر سے ہوگا اور آبخورہ کے نیچے کا لحاظ رکھے کہ پانی اوپر نہ ٹپکے اور پینے سے پیشتر آبخورہ مین دیکھ لے کہ کوئی مضر چیز نہو اور پانی پینے مین دکار اور سانس نہ لے بلکہ اسوقت آبخورہ کو منھ سے علیحدہ کر دے اور الحمد للہ کہے اور پھر بسم اللہ کہکر منھ سے لگا دے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پینے کے بعد یہ کلمات فرمائے ہین الحمد للہ الذی جعلہ عذبا فراتا برحمتہ ولم یجعلہ ملحا اجاجا بذنوبنا اور آبخورہ کا جب دو رہبت سے لوگون مین ہو تو دہنی طرف کو ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکبار دودھ پیا اور حضرت ابوبکر رض آپ کی بائین جانب تھے اور ایک اعرابی دہنی جانب اور حضرت عمر رض ایک طرف کو تھے حضرت عمر رض نے عرض کیا کہ حضرت ابوبکر رض کو دیجیے آپ نے اعرابی کو مرحمت فرمایا اور فرمایا کہ دہنا مستحق ہے پھر جو اسکے دہنی طرف ہو۔ اور پانی تین سانسون مین پیوے سب کے آخر مین الحمد للہ کہے اور سب سے پہلے بسم اللہ اور بہتر یہ ہے کہ بسم اللہ کہکر شروع کرے اور جب اول سانس لے تو الحمد للہ کہے اور دوسری سانس مین الحمد للہ رب العالمین اور تیسری مین الحمد للہ رب العالمین

الرحمن الرحیم کہے غرض کہ کھانے اور پینے کی حالت میں یہ بیس آداب کے قریب ہیں جنمیں
اخبار اور آثار دلالت کرتے ہیں

تیسرا بیان - اُن آداب میں کہ کھانے کے بعد مستحب ہیں - اور وہ یہ ہیں کہ شکم سیری سے پیشتر ہاتھ روک لے اور اپنی انگلیاں چاٹ کر رومال سے پونچھے پھر ہاتھ دھووے اور دسترخوان پر سے رہنے سہنے کھانے کو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص گرا ہوا کھانا دسترخوان پر سے کھاوے وہ وسعت میں زندگی کریگا اور اُسکی اولاد تندرست رہیگی - اور خلال کرے اور خلال کے ساتھ جو کچھ دانتوں میں سے نکلے اُسکو نگل نہ جاوے بلکہ پھینک دے بان زبان کی نوک پر جو دانتوں کی جڑوں میں سے کچھ آجاوے اُسکے کھا جانے کا مضائقہ نہیں - اور بعد خلال کے کلی کرے کہ اس باب میں اہل بیت علیہم السلام سے ایک قول مروی ہے - اور پیالہ کو چاٹے اور اُسکا پانی پی جاوے اور کہتے ہیں کہ جو کوئی پیالہ چاٹے اور اُسکا دھوون پی لے اُسکو ایک بردہ کے آزاد کرنے کا ثواب ہوتا ہے اور کھانے کے برتنوں کا چٹنا حوران جنت کا مہر ہے - اور دل میں خدا تعالیٰ کا شکر اس کھانا کھلانے پر کرے یعنی اُسکی نعمت جانے اور شکور رہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلّٰهِ اور جب غذائے حلال کھاوے تو یہ دعا پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي بِنِعْمَتِهِ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَتَنْزِلُ الْبَرَكَاتُ اَللّٰهُمَّ طَعِمْنَا وَاسْقِنَا صَالِحًا اور اگر شبہہ کی غذا کھاوے تو یوں پڑھنا چاہیے - اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ قُوَّةً لَنَا عَلٰى مَعْصِيَتِكَ اور کھانے کے بعد قل ہو اللہ احد اور لایلاف قریش پڑھے اور دسترخوان پر سے نہ اٹھے جب تک کہ اول دسترخوان نہ پڑھا لیا جاوے اور اگر دوسرے شخص کا کھانا کھاوے تو اُسکے لیے دعا مانگے اَللّٰهُمَّ اَنْتَ خَيْرُ مَنْ اُكِلَ عِنْدَهُ وَبَارِكْ لَهُ فِيمَا رَزَقْتَهُ وَتَيَسَّرْ لَهُ اَنْ يَفْعَلَ فِيهِ خَيْرًا وَنِعْمَ مَا اَعْطَيْتَهُ وَاجْعَلْنَا وَاِيَّاهُ مِنَ الشَّاكِرِينَ اور کسی کے یہاں روزہ افطار کرے تو یوں کہے اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُونَ وَاَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اور جب شبہہ کا مال کھا جاوے تو چاہیے کہ بہت سا استغفار اور غم کرے تاکہ آنسوؤں اور غم کے پانی سے اُس آگ کی گرمی فرو ہو جاوے جو ایسا مال کھانے سے پیش ہوگی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنْ حَرَامٍ فَالنَّارُ اَوْلٰى بِهٖ اور جو شخص کھاکر گریہ کرے اُسکا حال اُس شخص کا سا نہیں کہ کھاوے اور کھیلے یعنی

اپنے فعل پر نادم ہونا اچھا ہی۔ اور اگر دودھ پیوے تو کہے اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْمَا رَزَقْتَنَا وَزِدْنَا مِنْہُ اور دودھ کے سوا اور چیز کھاوے تو زِدْنَا منہ کی جگہ وَارْزُقْنَا خَیْرًا منہ کہے کیونکہ یہ دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ ہی کے لیے خاص کر دی ہی اسلیے کہ اسکا نفع عام ہی۔ اور کھانے کے بعد یہ کہنا بھی مستحب ہی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَکَفَانَا وَاٰوَانَا فَکَمْ مِمَّنْ لَا کَافِیَ لَہٗ وَلَا مُؤْوِیَ لَہٗ اَطْعَمْتَ مِنْ جُوْعٍ وَاٰمَنْتَ مِنْ خَوْفٍ فَلَکَ الْحَمْدُ اَوَیْتَ مَنْ یَّتَمَ ھَدَیْتَ مَنْ ضَلَّ وَاَغْنَیْتَ مَنْ عَیَّلَ فَلَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ کَمَا اَنْتَ اَھْلُہٗ وَمُسْتَحِقُّہٗ اَللّٰھُمَّ اَطْعَمْتَنَا فَاسْتَعْمِلْنَا صَالِحًا وَاجْعَلْہُ عَوْنًا لَّنَا عَلٰی طَاعَتِکَ وَنَعُوْذُ بِکَ اَنْ نَّسْتَعِیْنَ بِنِعَمِکَ عَلٰی مَعْصِیَتِکَ اور شنان سے ہاتھ دھونے کی کیفیت یہ ہی کہ اشنان کو بائین ہاتھ مین لیوے اور پہلے اپنے دہنے ہاتھ کی تین انگلیان دھووے اور انکو خشک اشنان پر لگاوے اور انسے اپنے ہونٹ پونچھے پھر انگلی سے اچھی طرح منہ دھووے اور دانتون کو اوپر نیچے سے اور زبان اور تالو کو انگلی سے ملے پھر پانی سے انگلیان دھوڈالے اور باقی اشنان خشک اپنی انگلیون کے اوپر نیچے مل لے اور اب دوبارہ منہ کے ملنے اور دھونے کی حاجت نہین

دوسری فصل آن آداب کے ذکر مین جو مجمع مین دوسرون کے شریک ہوکر کھانے سے زائد ہو جاتے ہین اور وہ سات چیزین ہین **اول** یہ کہ جس صورت مین کوئی شخص مجمع مین عمر کی زیادتی یا کثرت فضیلت کی جہت سے تقدیم کا مستحق ہو تو اپنے آپ اول شروع نہ کرے لیکن جب خود پیشوا اور مقتدا ہو تو جب کھانے والے جمع ہوچکین اور مستعد ہو جاوین تو انکو زیادہ انتظار مین نہ رکھے **دوم** یہ کہ کھانے کے وقت خاموش نہ رہین کہ یہ مجوسیون کی عادت ہی بلکہ عمدہ گفتگو اور کھانے کے باب مین صلحا کی حکایتین وغیرہ کہتے رہین۔

سوم یہ کہ پیالہ مین اپنے رفیق کے ساتھ نرمی برتے یعنی یہ قصد نہ کرے کہ جسقدر وہ کھاوے اُس سے زیادہ کھا جاوے کیونکہ جس صورت مین کھانا مشترک ہو اور رفیق کی مرضی نہو کہ دوسرا زیادہ کھالے تو پھر زیادہ کھا جانا حرام ہی بلکہ یہ چاہیے کہ اپنے ساتھی کو اپنے اوپر ترجیح دیوے اور ایک بار مین دو خرمانہ کھاوے لیکن اگر سب ایسا ہی کرین یا اُسنے پوچھکر کھاوے تو مضائقہ نہین۔ اور اگر رفیق کمتر کھاوے تو اسکو کھانے کی ترغیب دیوے اور سکے کہ اور کھائے اور تین مرتبے سے زیادہ نہ کہے ورنہ اصرار اور ایذا مین

داخل ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین جب کسی امر کے لیئے تین بار کہا جاتا تھا تو تیسری دفعہ کے بعد اور کچھ سوال نہ کرتے تھے اور آپ کا دستور تھا کہ تقریر کو تین بار فرمایا کرتے تھے غرض کہ تین بار سے زیادہ کہنا مستحب نہین اور کھانے کے لیئے قسم دینے کی ممانعت ہے چنانچہ حضرت امام حسن رضہ نے فرمایا ہے کہ کھانا اس بات سے سہل زیادہ ہے کہ اُسپر قسم دی جاوے۔ چہارم یہ کہ ایسی طرح کھاوے کہ رفیق کو یہ کہنے کی ضرورت نہو کہ کھاؤ۔ بعض ادبا فرماتے ہین کہ کھانے والون مین بہتر وہ ہے جسکے ساتھی کو ضرورت نہ پڑے کہ کھانے کے باب مین اُسکا جویا ہے اور ساتھ والے سے مشقت کہنے کی اُٹھاوے اور یہ بھی نہ چاہیے کہ دوسرے کے اپنی طرف دیکھنے سے جسکی خواہش ہو اُس چیز کو چھوڑ دے کہ یہ ایک طرح کا تکلف ہے بلکہ مجمع مین وہی چال اختیار کرے جسکی تنہائی مین عادت ہو اسلیے ضرور ہے کہ تنہائی مین بھی ایسے آداب کا عادی ہو کہ مجمع مین تکلف کا محتاج نہ ہووے ہان اگر غذا مجمع مین اسلیے کم کھاوے کہ اور بھائی زیادہ کھاوین یا اُنکو کھانے کی حاجت جان کر ترس کرے اور کم کھاوے تو بہتر ہے اسی طرح اگر اور لوگون کے ساتھ دینے کی نیت سے اور اُنکو کھانے کی رغبت زیادہ ہونے کے ارادہ سے زائد کھالیوے تو کچھ مضائقہ نہین بلکہ اچھا ہے۔ حضرت ابن مبارک رح کا دستور تھا کہ عمدہ خرما اپنے یارون کے سامنے رکھتے جاتے اور فرماتے کہ جو زیادہ کھاویگا اُسکو ہر گٹھلی پیچھے ایک درم دونگا پھر گٹھلیان گنتے جسکی گٹھلیان جتنی زیادہ ہوتین اُسکو اُتنے ہی درم دیتے اور یہ امر حیا کے دور کرنے کو اور انبساط مین خوب سرور حاصل کرنے کو کرتے تھے اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میرے یارون مین سے سب سے زیادہ مجکو وہ اچھا اور محبوب ہے جو سب مین زیادہ کھاوے اور بڑے بڑے لقمے لے۔ اور سب سے بھاری مجھپر وہ شخص ہے کہ کھانے کے باب مین مجکو اس بات کی ضرورت ڈالے کہ اُسکا خبر گیر ان رہون اور یہ سب باتین اسی پر اشارہ کرتی ہین کہ اپنی عادت کے موافق کام کرے اور بناوٹ کو چھوڑ دے۔ اور یہ بھی اُنھین کا ارشاد ہے کہ آدمی کی محبت دوسرے شخص سے اچھی طرح جب معلوم ہوتی ہے کہ جب اُسکے گھر جاکر اچھی طرح کھانا کھاوے پنجم۔ یہ کہ ہاتھون کے طشت مین دھونے کا کچھ مضائقہ نہین اور اگر تنہا کھاوے تو آستین تھوکنے کا اختیار ہے مگر مجمع مین ایسا نہ کرنا چاہیے۔ اور جب

کوئی شخص طشت کو اسکے سامنے تعظیم کی جہت سے کردے تو قبول کرلے حضرت انس ابن مالک اور ثابت بنانی رضہ ایک بار ایک کھانے پر اکٹھے ہوئے جب طشت ہاتھ دھونے کے لیے آیا تو حضرت انس رضہ نے حضرت ثابت رضہ کی طرف کو کردیا وہ ہاتھ دھونے سے رکے حضرت انس رضہ نے فرمایا کہ جب تمھارا بھائی تمھاری تعظیم کرے تو اسکو منظور کرو اور انکار مت کرو کیونکہ تعظیم اللہ تعالی کرتا ہی۔ اور مروی ہی کہ ہارون رشید نے ابو معاویہ نابینا کی دعوت کی اور انکے ہاتھ خود دھلائے جب ہاتھ دھلا چکے تو کہا کہ آپ کو معلوم ہی کہ ہاتھ کسنے دھلائے انھون نے کہا کہ نہین کہا کہ امیر المومنین نے ہاتھ دھلائے انھون نے فرمایا کہ اے امیر المومنین تمنے علم کی تعظیم و توقیر کی خدا تعالی تمھاری بھی ایسی ہی تعظیم و توقیر کرے جیسے تمنے علم اور اہل علم کا اکرام کیا۔ اور اگر طشت مین چند شخص ایک ہی بار اکٹھے ہاتھ دھولین تو کچھ مضائقہ نہین کہ یہ امر فروتنی کے قریب تر ہی اور زیادہ انتظار بھی نہین کرنا پڑتا اور اگر اسطرح نہ کرین تو یہ نہ چاہیے کہ ایک کے ہاتھ دھلائے اور پانی پھینک دیا پھر دوسرے کے دھلائے اور پھینک دیا بلکہ پانی طشت مین اکٹھا ہونے دین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ تجمعوا وضوءکم یجمع اللہ شملکم یعنی اپنے وضو کا پانی اکٹھا کرو خدا تعالی تمھاری ابتری کو اکٹھا کردیگا۔ بعض محدثین نے وضو کے پانی سے مراد یہی لی ہی کہ کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کے پانی سے غرض ہی کہ ایک جگہ جمع رہے۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضہ نے اپنے عاملون کو لکھا کہ لوگون کے سامنے سے طشت اسوقت اٹھایا جاوے کہ پانی سے لبریز ہوجاوے اور عجم کی مشابہت ہرگز مت کرنا۔ اور حضرت ابن مسعود رضہ نے فرمایا ہی کہ ایک طشت مین سب مل کر ہاتھ دھویا کرو اور عجم کی عادت اختیار نہ کرو۔ اور جو خادم کہ ہاتھون پر پانی ڈالے بعضون نے اسکا کھڑا ہونا مکروہ کہا ہی بیٹھکر پانی ڈالنے کو اچھا سمجھا ہی کہ تواضع سے قریب بھی ہی اور بعضون نے اسکے بیٹھنے کو برا اور مکروہ کہا ہی چنانچہ مروی ہی کہ کسی بزرگ کے ہاتھ ایک خادم نے بیٹھکر دھلائے وہ بزرگ کھڑے ہوگئے اسسے کسی نے پوچھا کہ آپ کھڑے کیون ہوئے فرمایا کہ ہم دونون مین سے ایک کو کھڑا ہونا ضرور چاہیے۔ اور ہمارے نزدیک پانی ڈالنے والے کا کھڑا ہونا بہتر ہی کہ اس سے ہاتھ دھلانے مین آسانی ہی اور

دھلانے والے کی تواضع نکلتی ہی۔ اور جب اُسکی نیت بھی ہاتھ دھلانے مین تواضع کی ہو تو اِس خدمت کے دینے مین کچھ تکبر نہین کہ اِسکی عادت ہو رہی ہی۔ غرض کہ سنت مین اب سات آداب ہوے اول اُسمین نہ تھوکنا۔ دوم پیشوا کے سامنے کر دینا لیکن اگر کوئی تعظیماً دوسرے کے سامنے کر دے تو منظور کر لینا تیسرے دہنی طرف کو دور کرنا چوتھے کئی آدمیون کا ہاتھ دھونا پانچوین اُسمین پانی کا اکٹھا کرنا چھٹے ہاتھ دھلانے والے کا کھڑا ہونا ساتوین کلی اور ہاتھون کے پانی کو آہستہ اُسمین ڈالنا کہ فرش پر اور دوسرے شخصون پر نہ گرے۔ اور چاہیے کہ مہمان کے ہاتھ خود میزبان ہی دھلاوے کہ حضرت امام مالک رضہ نے حضرت امام شافعی رضہ کے ساتھ جس وقت آپ اول دفعہ امام مالک کے یہان گئے تھے ایسا ہی کیا تھا اور فرمایا تھا کہ یہ جو مین نے کام کیا اس سے تم گھبرانا مت اسلیے کہ مہمان کی خدمت فرض ہی ششم یہ کہ ساتھ کے کھانے والون کی طرف نہ تاکے اور نہ اُنکے کھانے کو دیکھے تاکہ ایسا نہو کہ وہ شرما جاوین بلکہ اُنکی طرف سے آنکھ نیچی رکھے اور اپنے کھانے مین مشغول رہے اور ساتھ کھانے والون سے پیشتر اپنا ہاتھ نہ روکے جس صورت مین کہ وہ اُسکے بعد کھانے مین تامل کرین بلکہ اُنکا ساتھ دینے کو تھوڑا تھوڑا کھاتا رہے یہان تک کہ وہ شکم سیر ہو جاوین اور اگر کم خوراک ہو تو چاہیے کہ ابتدا مین توقف کرے اور تھوڑا تھوڑا کھاوے یہان تک کہ جب لوگ خوب کھا چکین تو اخیر مین اُنکے ساتھ بقدر سیر کھا لیوے کہ بہت سے اصحاب رضہ نے ایسا ہی کیا ہی۔ اور اگر کسی وجہ سے نہ کھا سکے تو لوگون سے عذر کر دے تاکہ وہ کھانے نہ شرماوین۔ ہفتم یہ کہ جو بات دوسرے کو بُری معلوم ہو اُسکو نہ کرے مثلاً پیالہ مین ہاتھ نہ بھاڑے اور نہ لقمہ لیتے وقت اُسپر اپنا مُنہ جھکا دے اور جب مُنہ سے کوئی چیز نکالنی ہو تو کھانے کی طرف سے مُنہ پھیر کر بائین ہاتھ مین نکالے اور چکنائی کا لقمہ سرکہ مین اور نہ سرکہ کا چکنائی مین کہ یہ بھی بعض لوگ بُرا جانتے ہین اور جو ٹکڑا دانت سے کترا ہو اُسکو شوربا مین اور سرکہ مین نہ ڈالے اور نہ ایسی باتین کرے جنسے گھن آوے

تیسری فصل ۔ اُن آداب کے ذکر مین جو ملاقات کو آنے والون کے سامنے کھانا رکھنے مین چاہیین۔ واضح ہو کہ اپنے بھائی مسلمانون کے سامنے کھانا پیش کرنے کا بہت ثواب ہی حضرت امام جعفر صادق رضہ فرماتے ہین کہ جب تم بھائیون کے ساتھ

دسترخوان پر بیٹھیو تو زیادہ دیر تک بیٹھے رہو کیونکہ یہ ایسی ساعت ہی کہ تمہاری عمر ون میں سے اسکا حساب نہ لیا جاویگا۔ اور حضرت حسن بصری رح نے فرمایا ہی کہ آدمی جو نفقہ اپنے اوپر اور اپنے ماباپ وغیرہ رشتہ داروں پر کرتا ہی اُسکا حساب یقیناً لیا جاویگا مگر جو نفقہ کہ برادران دینی پر کھانے مین اُٹھاتا ہی اُسکا حساب نہوگا کہ خدا تعالیٰ اس امر کا حساب لینے سے شرم کرتا ہی۔ اور کھانا کھلانے کے باب مین احادیث وارد ہین۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے تم مین سے ایک شخص پر ہمیشہ دعائے رحمت کرتے رہتے ہین جب تک کہ اُسکے سامنے اسکا دسترخوان بچھا رہے اور اٹھا نہ جاوے اور بعض علماء خراسان کے حال مین لکھتے ہین کہ وہ اپنے ملنے والون کے سامنے بہت سا کھانا پیش کرتے تھے کہ سب سے کھایا نہ جاتا تھا اور فرمایا کرتے کہ ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت پہونچی ہی کہ آپ رح نے فرمایا کہ جب کوئی مجمع کھانے سے اپنے ہاتھ اُٹھالے تو جو شخص اُنکا بچا ہوا کھانا کھا لیگا اُس سے اُسکی باز پرس نہوگی اسی نظر سے مجکو یہ اچھا معلوم ہوتا ہی کہ جو چیز تمہارے سامنے کردن وہ بہت سی ہوتا کہ بچی ہوئی ہم کھا دین۔ اور ایک رح حدیث مین ہی کہ آدمی جو بھائیون کے ساتھ کھانا کھاتا ہی اُسکا حساب اُس سے نہین ہوتا اور اسی وجہ سے بعض اکابر مجمع کے ساتھ مین تو زیادہ کھاتے تھے اور تنہائی مین کم۔ اور ایک رح حدیث مین ہی کہ تین باتون کا حساب بندہ سے نہ لیا جاویگا ایک سحر دن کا کھانا دوسرے افطار کی چیز تیسرے جو ساتھیون کے ہمراہی مین کھاوے۔ اور حضرت علی رض فرماتے ہین کہ اگر مین اپنے بھائیون کو ایک صاع کھانے پر اکٹھا کرون تو یہ امر میرے نزدیک اس سے بہتر ہی کہ ایک بردہ آزاد کرون۔ اور حضرت ابن عمر رض فرمایا کرتے تھے کہ سفر مین عمدہ توشے کا ہونا اور اپنے یارون کے لیے خرچ کرنا آدمی کے کرم مین سے ہی۔ اور صحابہ رض فرمایا کرتے تھے کہ کھانے پر اکٹھا ہونا مکارم اخلاق مین سے ہی۔ اور یہ بھی دستور تھا کہ قرآن کی تلاوت کے لیے اکٹھے ہوتے اور جب جدے ہوتے تو کچھ چکھ کر جدے ہوتے۔ اور کہتے ہین کہ بھائیون کا کفایت کے طور پر اکٹھا ہونا اور اُنس والفت کے ساتھ جمع ہونا دنیا مین سے نہین ہی بلکہ دین مین سے ہی۔ اور ایک رح حدیث مین ہی کہ اللہ تعالیٰ بندہ کو قیامت کے روز فرماویگا کہ اے ابن آدم مین بھوکا ہوا تو نے مجھے کھانا نہ دیا

ح جوانی درد و سعد بروایت عائشہ رض بسند ضعیف ۱۲

ح جو اتی نے کہا کہ مجکو اسکی اصل نہین ملی ۱۲ ح اسکی سند نہین ملی ۱۲ ح ابن آدمی ۱۲

ح بروایت ابن عباس رض بسند ضعیف ۱۲

ح بروایت ابن عباس رض بسند ضعیف ۱۲

کیگا کہ الٰہی تو تو رب العالمین ہی مین تجھکو کیسے کھانا دیتا ارشاد کریگا کہ تیرا بھائی مسلمان بھوکھا تھا تونے اُسکو نہ کھلایا اگر تو اُسکو کھلاتا تو گویا مجھکو کھلاتا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جب تمھارے پاس کوئی ملنے کو آوے تو اُسکی تعظیم کرو۔ اور فرمایا کہ جنت مین ایسے صاف دریچے ہین کہ اُنکے باہر سے اندر کی چیز اور اندر سے باہر کی چیز سوجھتی ہی اور وہ اُن لوگون کے لیے ہین کہ گفتگو نرم کرین اور کھانا کھلا دین اور رات کو نماز پڑھین جسوقت لوگ سوتے ہون۔ اور فرمایا کہ تم مین سے بہتر وہ ہی جو کھانا کھلاوے۔ اور فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کو اتنا کھانا کھلاوے کہ اُسکا پیٹ بھرے اور پانی پلادے یہانتک کہ اُسکی پیاس جاتی رہے تو اللہ تعالیٰ اُسکو دوزخ سے سات خندقین دور کردیگا جنمین سے دو خندقون کے درمیان کا فاصلہ پانسو برس کی راہ ہوگی۔ اور آداب ملنے اور کھانا پیش کرنے کے کچھ تو آنے کے باب مین ہین اور کچھ کھانا پیش کرنے مین۔ آنے کے باب مین یہ مسنون نہین کہ کسی کے پاس آوے تو کھانے کا وقت تاک کر آوے کہ جب وہ کھانا کھانے لگے اُسوقت موجود ہوجاوے اسلیے کہ یہ اچانک آجانے مین داخل ہی اور اسکی ممانعت ہوگئی ہی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ یعنی کھانے کے وقت اور پکنے کا انتظار نہ کرو۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ جو شخص ایسے کھانے کی طرف جاوے کہ اُسکے لیے بُلایا نہ گیا ہو تو جانے کی حالت مین فاسق ہوگا اور حرام کھاویگا ولیکن اگر کوئی شخص بدون کھانے کی تاک کے چلا آیا اور اتفاقاً کھانے کے وقت پہونچا تو اُسکو مناسب یہ ہی کہ جب تک گھر والا اجازت نہ دے کھانا نہ کھاوے۔ اور اگر مالک مکان کھانے کو کہے تو تامل کرے اگر یہ جانے کہ تواضع براہ محبت کرتا ہی اور ساتھ کھلانا دل سے چاہتا ہی تب تو شریک ہوجاوے اور اگر شرم کے باعث تواضع ہوئی ہو تو کھانا نہ چاہیے کچھ عذر کردینا چاہیے۔ اور جس صورت مین کہ بھوکا ہو اور اپنے کسی بھائی کے پاس اسی غرض سے جاوے کہ وہ کھانا کھلاویگا اور اُسکے کھانے کے وقت کا منتظر نہ رہے تو اسکا کچھ مضائقہ نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھوکے تھے پس آپ نے متفق ہوکر ابی الہیثم ابن التیہان اور ابو ایوب انصاری کے مکان پر تشریف لے گئے کہ کچھ وہان کھاوین اور ایسی حالت مین دوسرے کے یہان جانا

اسکی مدد کھانا کھلانے کے ثواب لینے میں کرتی ہے اکابر سلف کی عادت یہی تھی —
عون بن عبد اللہ مسعودی کے تین سو ساٹھ دوست تھے سال بھر میں سب کے پاس
ایک ایک روز رہتے تھے اور کسی دوسرے بزرگ کے تیس دوست تھے کہ ایک مہینے میں
ہر ایک کے یہاں ہو آتے تھے اور ایک اور بزرگ کے سات دوست تھے کہ ہفتہ میں سب کے
پاس پھیرا کرتے تھے اور ان بزرگوار دن کے دوستوں کی آمدنی ہاتھ کی کمائی ہوتی تھی اور
انکو ان اکابر کی خدمت کرنی تبرک کی نیت سے عبادت میں داخل تھی — پس اگر
اپنے دوست کے مکان پر آوے اور اسکو مکان پر نہ پاوے اور اسکی دوستی پر وثوق
رکھتا ہو اور جانتا ہو کہ اگر میں اسکے یہاں سے کچھ کھاؤں گا تو وہ میرے کھانے سے خوش
ہوگا تو اسکو اختیار ہے کہ بدون اسکی اجازت کے کھالیوے کیونکہ اجازت سے مقصود
راضی ہونا ہے خصوصاً کھانے کی چیزوں میں اور انکا معاملہ وسعت پر مبنی ہے کہ بہت
سے شخص صریح اجازت دے دیتے ہیں اور قسم دیا کرتے ہیں مگر راضی نہیں ہوتے ایسے
شخصوں کا کھانا کھانا باوجود اجازت کے مکروہ ہے اور کچھ ایسے ہیں کہ وہاں موجود نہیں ہوتے
اور اجازت نہیں دیتے مگر انکا کھانا کھالینا اچھا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ دوستوں کے
یہاں سے کھانے کے لیے ارشاد فرماتا ہے او صدیقکم یعنی خواہ اپنے دوستوں کے
یہاں سے کھاؤ تو کچھ گناہ نہیں — اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے
مکان پر تشریف لیگئے وہاں وقت موجود نہ تھیں اور کھانا خیرات کا موجود تھا اسمیں سے
آپ نے تناول فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ صدقہ اپنے ٹھکانے لگا اور اسکی وجہ یہ تھی کہ
آپ کو معلوم تھا کہ وہ ہمارے کھانے سے خوش ہونگی — اور اسی لحاظ سے جسکو معلوم ہو
کہ صاحب مکان مجھکو ضرور اجازت دیگا اسکو پوچھکر اندر جانے کی ضرورت نہیں بدون
پوچھے گھس جاوے اور اگر یہ معلوم نہو تو پہلے پوچھے پھر اندر جاوے — اور محمد بن واسع
اور انکے ساتھی حضرت حسن بصری رح کے گھر میں جاتے اور جو پاتے بدون اجازت
کھا جاتے اور اگر اسوقت حسن رح آتے اور یہ حال دیکھتے تو فرماتے کہ ہم ایسے ہی
رہا کرتے تھے — اور مروی ہے کہ حضرت حسن رح بازار میں میوہ فروش کی دکان پر
کھڑے ہوئے اسکا مال کھا رہے تھے کبھی اس ٹھلیا میں سے خشک خرما نکالتے اور
کبھی اسمیں سے ہشام نے آپ سے کہا کہ اے ابو سعید ورع کے باب میں اب آپ کو

کیا سوجھتا ہو کہ اس شخص کو مال بدون اُسکی اجازت کے کھاتے ہین آپ نے فرمایا کہ ذرا میرے سامنے کھانے کے باب مین آیت تو پڑھو ہشام نے سورۂ نور کی آیت اوصدیقکم تک پڑھی اور کہا کہ صدیق سے غرض کیا ہو آپ نے فرمایا کہ جس سے نفس کو راحت ملے اور دل کا اطمینان اُسکی طرف ہو۔ اور کچھ لوگ حضرت سفیان ثوری کے مکان پر گئے اُنکو موجود نہ پایا دروازہ مکان کا کھول کر دسترخوان آتار لیا اور کھانے لگے اتنے مین سفیان ثوری آگئے اور کہنے لگے کہ تمنے مجھکو اگلے لوگون کی عادات یاد دلادین وہ لوگ بھی یون ہی کرتے تھے۔ اور کچھ لوگ ایک تابعی کی زیارت کو گئے اُسوقت اُنکے پاس کچھ نہ تھا کہ اُسکو اُنکے سامنے رکھتے پس آپ اپنے کسی دوست کے مکان پر گئے وہ گھر پر نہ تھے آپ نے اندر جاکر جو دیکھا تو ہنڈیا پکی ہوئی جدا رکھی اور روٹی وغیرہ مہیا ہو آپ سب اُٹھالائے اور ملنے والون کے سامنے لاکر رکھدیا کہ کھاؤ جب اُنکا دوست اپنے مکان پر آیا تو کھانا کچھ نہ پایا لوگون نے اُس سے کہا کہ فلان شخص لے گیا ہو اُسنے کہا کہ خوب کیا اور جب اُنسے ملاقات ہوئی تو کہا کہ بھائی اگر تمھارے پاس یہ لوگ پھر آوین تو تم پھر جو کچھ پاؤ بھیجدینا۔ غرضکہ آنے کے آداب تو سن چکے اب کھانا پیش کرنے کے آداب معلوم کرو اُنمین سے اول یہ ہو کہ تکلف نہ کرے اور جو کچھ حاضر ہو سامنے کردے اور اگر کچھ نہو اور نہ پیسا پاس ہو تو اُسکے لیے قرض نہ لیوے کہ نفس کو تردد مین ڈالے اور اگر کھانا موجود ہو مگر اپنی غذا کی قدر ہو اور اُسکو پیش کرنے کو جی نہ چاہے تو پیش نہ کرے۔ کوئی بزرگ کسی زاہد کے پاس گئے وہ اُسوقت کھانا کھاتے تھے فرمانے لگے کہ اگر مین نے یہ کھانا قرض نہ لیا ہوتا تو تمکو بھی اسمین سے کھلاتا۔ اور بعض اکابر نے تکلف کے معنی یہ بیان کیے ہین کہ اپنے ملنے والے کو وہ چیز کھلاوے جو آپ نہ کھاوے یعنی اپنی غذا سے عمدہ اور قیمتی اُسکو کھلاوے۔ اور فضیل رح فرمایا کرتے کہ لوگون نے آپس کا ملنا تکلف کے باعث چھوڑ دیا ایک شخص اپنے بھائی کی دعوت کرتا ہو اور اُسکے لیے تکلف کرتا ہو اسی وجہ سے وہ دوبارہ اُسکے پاس نہین آتا۔ اور کسی بزرگ کا قول ہو کہ میرے دوستون مین سے جو کوئی میرے پاس آتا ہو مجکو کچھ دقت نہین ہوتی اسلیے کہ مین اُسکے لیے تکلف نہین کرتا جو میرے پاس ہوتا ہو اُسکے سامنے رکھدیتا ہون اور اگر مین تکلف کرون تو اُسکے یہ معنی ہون کہ

اور اسکے کھانے کو برا سمجھون اور اوس سے اکتا جاؤن - اور کسی بزرگ نے فرمایا ہے
کہ مین اپنے ایک دوست کے پاس جایا کرتا تھا مین نے اوس سے کہا کہ نہ تو اکیلا ایسا
کھانا کھاوے اور نہ مین ایسا کھاتا ہون تو پھر کیا بات ہے کہ اکٹھا کھانے مین یہ صورت ہو
اب یا تو اس تکلف کو تو چھوڑ دے یا مین آنا موقوف کرون دو باتون سے ایک ہونی چاہیے
اوسنے تکلف ترک کردیا اور اس بے تکلفی کی جہت سے ہم ہمیشہ اکٹھے رہتے تھے - اور یہ بھی تکلف
مین داخل ہے کہ جو کچھ اپنے پاس ہو سب کا سب سامنے لا رکھے اور اپنے عیال کیواسطے کچھ
نہ چھوڑے اور اونکے دلون کو آزار دے - مروی ہے کہ کسی شخص نے حضرت علی رضہ کی دعوت
کی آپ نے فرمایا کہ مین تین شرطون پر تیری دعوت مانتا ہون ایک یہ کہ بازار مین سے
میرے لیے کچھ نہ لانا دوسرے یہ کہ جو کچھ گھر مین ہو اوسے اوٹھا مت رکھنا تیسرے یہ کہ ایسا
مت کرنا کہ اپنے عیال کے لیے کچھ نہ چھوڑے - اور بعض اکابر گھر مین جتنے اقسام کھانے
کے ہوتے ہین سب مین سے تھوڑا تھوڑا لا رکھتے - اور کسی بزرگ نے فرمایا ہے کہ
ہم جابر بن عبد اللہ کے پاس گئے اونھون نے روٹی اور سرکہ ہمارے سامنے لا رکھا
اور فرمایا کہ اگر ہمکو ممانعت تکلف کی نہوتی تو مین تمھارے واسطے تکلف کرتا - اور کسی بزرگ
نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی تیرے یہان آپ سے ملنے آوے تو جو چیز تیرے یہان موجود ہو
پیش کردے اور اگر تو خود اپنی خواہش سے کسی کو بلاوے تو جو کچھ تجھ سے ہوسکے اوسمین
دقیقہ باقی نرکھ - اور حضرت سلمان رضہ نے فرمایا ہے کہ ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
حکم کیا ہے کہ مہمان کے لیے ایسی چیز کا تکلف نکرین جو ہمارے پاس نہو اور جو چیز موجود ہو
وہ اوسکے سامنے رکھدین - اور حضرت یونس علیہ السلام کے حال مین ہے کہ اونکے
بھائی بند اونسے ملنے آئے آپ نے روٹی کے ٹکڑے اونکے سامنے رکھدیے اور ساگ
جو آپ بویا کرتے تھے اونکے واسطے کاٹ لائے پھر فرمایا کہ کھاؤ اگر خدا تعالی نے تکلف
کرنیوالون کو لعنت نہ کی ہوتی تو مین تمھارے لیے تکلف کرتا - اور حضرت انس بن مالک رضہ
اور اونکے سوا دوسرے اصحاب رضہ سے مروی ہے کہ اون لوگون کا دستور تھا کہ مہمانون
کے سامنے خشک روٹی کے ٹکڑے اور خشک خرما رکھدیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمکو معلوم
نہین کہ دو شخصون مین سے زیادہ گناہگار کونسا ہے آیا وہ ہے کہ جو کچھ اوسکے سامنے
پیش ہوا اوسکو حقیر جانے یا وہ ہے کہ جو کچھ اپنے پاس رکھتا ہے اوسکو سامنے کرنا حقیر جانے

دوسرا ادب آنے والے کے واسطے یہ ہے کہ میزبان پر کچھ معین کھانے کی فرمایش اور زبردستی نہ کرے کہ بعض اوقات اوسکو اوس چیز کے موجود کرنے مین دقت ہوتی ہے اور اگر میزبان اوسکو دو کھانون مین اختیار دیدے تو دونون مین سے جو سا میزبان سے بآسانی بن سکے اوسکو اختیار کرے کہ طریق سنت یہی ہے چنانچہ حدیث مین آیا ہے کہ جب کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزون مین اختیار دیا گیا ہے تو آپ نے ایسی ہی چیز کو اختیار کیا ہے جو بآسانی ہو سکے۔ اور اعمش ابی وائل سے کرتے ہین کہ اونھون نے فرمایا کہ مین اپنے ایک دوست کے ساتھ حضرت سلمان کے ملنے کو گیا اونھون نے ہمارے سامنے جو کی روٹی اور کچھ بے مزہ نمک رکھدیا میرے ساتھی نے کہا کہ اگر اس نمک مین پودینہ ہوتا تو خوب ہو جاتا حضرت سلمان باہر گئے اور اپنا وضو کا لوٹا گرو کرکے پودینہ لائے جب ہم کھانا کھا چکے تو میرے ساتھی نے کہا کہ شکر ہے اوس خدا کا جس نے ہمکو قناعت دی اوس چیز پر کہ ہمکو روزی کی حضرت سلمان رضہ نے فرمایا کہ اگر جو کچھ روزی ہوا تھا اوسپر تم قناعت کرتے تو میرا لوٹا گرو نہ ہوتا۔ یہ فرمایش نکرنے کی صورت اوسوقت مین ہے کہ مہمان کو معلوم ہو جاوے کہ میزبان پر اسکا بہم پہونچانا دشوار ہوگا یا اوسکو فرمایش کرنا بُرا معلوم ہوگا اور اگر یہ جانے کہ فرمایش سے وہ خوش ہوگا اور اوسکو اوس چیز کا بہم پہونچنا آسان ہے تو اس صورت مین فرمایش مکروہ نہین۔ حضرت امام شافعی رضہ نے جسوقت کہ بغداد مین زعفرانی کے پاس فروکش تھے ایسا کیا تھا زعفرانی کا دستور تھا کہ جتنے اقسام کھانے کے پکتے تھے اونکی فہرست لکھکر لونڈی کو دیدیتے کسی روز وہ فہرست امام شافعی نے لیکر اپنے قلم سے ایک قسم کھانے کی زیادہ کردی جب زعفرانی نے وہ قسم دسترخوان پر دیکھی تو کہا کہ اسکی مین نے اجازت نہین دی پھر وہ فہرست پیش ہوئی جسمین امام شافعی نے کچھ بڑھا دیا تھا جب زعفرانی کی نگاہ آپ کے خط پر پڑی نہایت خوش ہوئے اور لونڈی کو اسی شی کے مارے آزاد کردیا کہ امام شافعی رضہ نے ہمارے فرمایش کی اور ابو بکر کتانی کہتے ہین کہ مین سری سقطی کے پاس گیا وہ کچھ ٹکڑے اوٹھا لائے اور اونمین سے آدھے پیالہ مین گھولنے لگے مین نے کہا کہ یہ آپ کیا کرتے ہین مین تو ایک دفعہ مین سب پی جاؤنگا آپ ہنس پڑے اور فرمایا کہ محبت کرنے کی نسبت کریہ تمھارے لیے بہتر ہے جو مین کرتا ہون۔ اور کسی بزرگ نے کہا ہے کہ کھانا تین طرح پر ہے

فقیرون کے ساتھ مین تو اُنکو اپنے نفس پر ترجیح دینا چاہیے اور بھائی بندون کے ساتھ کھیل کھیل کر کھانا چاہیے اور دنیا دارون کے ساتھ مین ادب کے ساتھ تیسرا ادب یہ ہی کہ میزبان اپنے بھائی مہمان سے التماس فرمایش کرے بشرطیکہ اُسکی فرمایش بجالانے کو جی بھی چاہتا ہو کہ یہ بات اچھی ہی اور اسمین ثواب اور فضیلت بہت ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو شخص اپنے بھائی کی خواہش کو پورا کردے اُسکی مغفرت ہوگی اور جو شخص اپنے بھائی مسلمان کو خوش کرے اُسنے گویا خدا تعالی کو خوش کیا - اور حضرت جابر رضہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کو وہ چیز کھلا دے جو وہ چاہتا ہی تو اللہ تعالے اُسکے لیے دس لاکھ نیکیان لکھتا ہی اور دس لاکھ برائیان اُسکے نامۂ اعمال سے دور کرتا ہی اور دس لاکھ درجے اُسکے بلند کرتا ہی اور اُسکو تین جنتون سے کھانا کھلاتا ہی یعنی فردوس اور عدن اور خلد سے چوتھا ادب یہ ہی کہ آنے والے سے یہ نہ کہے کہ آپ کے واسطے کھانا لاؤن بلکہ کھانا اگر موجود ہو تو بن پوچھے سامنے رکھ دے - ثوری رح فرماتے ہین کہ جب تمھارا بھائی تمسے ملنے آوے تو اُس سے یہ نہ کہو کہ کچھ کھاؤ گے یا کھانا لاؤن بلکہ بلا استفسار کھانا سامنے رکھ دو اگر کھالے فبہا والا اُٹھالو - اور اگر ملنے والون کو کھانا کھلانا منظور نہ ہو تو نہ چاہیے کہ کھانے کو اُنپر ظاہر کرے یا اُنکے سامنے اُسکا بیان کرے - حضرت سفیان ثوری کا قول ہی کہ جب آدمی کو یہ منظور ہو کہ اپنے عیال کو اپنی خوراک مین سے نہ کھلا دے تو چاہیے کہ اُنکے سامنے اُسکا ذکر نہ کرے اور نہ اُنکو دکھاوے اور بعض صوفیون کا قول ہی کہ جب فقیر تمسے ملنے آوین تو اُنکے سامنے کھانا رکھ دو اور اگر فقیہ آوین تو اُنسے کوئی مسئلہ پوچھو اور اگر قاری آوین تو اُنکو جانماز بتادو

چوتھی فصل - ضیافت کے آداب کے ذکر مین - چونکہ ضیافت مین چھ چیزین آداب کی جگہین ہین اول دعوت کرنا دوم قبول کرنا سوم کھانے کے لیے آنا چہارم کھانا پیش کرنا پنجم کھانا ششم بعد کھانے کے لوٹ جانا اسلیے اس فصل کو چھ بیانون مین لکھینگے -

پہلا بیان - ضیافت کی فضیلت مین - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مہمان کے لیے تکلف مت کرو کہ تکلف سے اُسکو برا جانوگے اور جو شخص مہمان کو برا جانتا ہی

رح ۱۲ طبرانی ۱۲ ابن ابی الدنیا ۱۲ ابو درداء ۱۲ ابن عدی ۱۲ ابن نجار ۱۲ کنا ۱۲ موضوع ہی ۱۲ ابن جوزی ۱۲ کنا ۱۲ موضوع کنا ۱۲ رح ۱۲ ابو بکر بن ابی الدنیا ۱۲ ابو سعید خدری ۱۲ اور اسمین ۱۲ ابو ہریرہ ۱۲ بن عدی کنا ۱۲ ضعیف ہی

وہ اللہ کو بہت جانتا ہی اور جو اللہ تعالے کو بہت جانتا ہی اللہ تعالے اُسکو بہت چاہتا ہی اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ہی کہ جو شخص مہمان کی ضیافت نہ کرے اُسمین کچھ خیر نہین - اور ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس تشریف لیگئے جسکے یہان اونٹ اور گائین بہت تھین اُسنے آپ کی ضیافت نہ کی اور ایک عورت کے پاس تشریف لیگئے کہ اُسکے یہان چند بکریان تھین اُسنے بکری آپ کے لیے ذبح کی آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ ان دونون کے حال کو دیکھو یہ اخلاق خدا تعالی کے قبضہ مین ہین جسکو نیک عادت دینی چاہتا ہی دے دیتا ہی - اور ابو رافع آپ کا مولی راوی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہان ایک مہمان اُترا آپ نے مجکو ارشاد فرمایا کہ فلان یہودی سے کہو کہ میرے یہان ایک مہمان آگیا ہی مجکو تھوڑا آٹا جب تک قرض دیدے یہودی نے کہا کہ واللہ مین بدون کوئی چیز گرو رکھے نہ دونگا مین نے آپ کی خدمت مین ماجرا عرض کیا آپ نے فرمایا کہ بیشک مین امین آسمان مین امین ہون اور زمین مین امین ہون اگر وہ مجکو قرض دیتا بیشک مین ادا کرتا اب میری زرہ لیجاؤ اور اُسکے پاس گرو رکھدو - اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جب کھانا چاہتے تو ایک یا دو کوس باہر جاتے کہ کوئی ساتھ کھانے والا ملے اور اسی وجہ سے اُنکی کنیت ابو الضیفان ہوگئی تھی اور چونکہ ضیافت مین آپ کی نیت سچی تھی اسی وجہ سے آج تک ضیافت کی رسم آپ کے مقام مین جاری ہی کہ کوئی رات ایسی نہین گذرتی کہ اُس جگہ پر تین سے لیکر دس اور سو آدمیون تک کھانا نہین کھاتے اور اُس مقام کے منتظمون کا قول ہی کہ اب تک کوئی شب مہمان سے خالی نہین گذری - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا کہ ایمان کیا چیز ہی آپ نے فرمایا کہ کھانا کھلانا اور سلام کا افشا کرنا - اور کفارات اور درجات مین آپ نے ارشاد فرمایا ہی کہ کھانا کھلانا اور رات کے وقت لوگون کے سونے کی حالت مین نماز پڑھنا ہی - اور کسی شخص نے آپ سے حج مقبول کا حال پوچھا تو فرمایا کہ کھانا کھلانا اور اچھا ہو - اور حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ جس گھر مین مہمان نہین آتا اُسمین فرشتے داخل نہین ہوتے - اور چونکہ ضیافت اور کھانا کھلانے کی فضیلت مین اخبار بیشمار وارد ہین لہذا اُنمین سے اسی قدر پر اکتفا کرکے ضیافت کے آداب ذکر کرتے ہین - اول یہ کہ ضیافت کرنے والا

متقیون کی دعوت کرے نہ بدکارون کی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو کسی نے دعوت کی تھی تو اُسکے لیے آپ نے دعا مانگی کہ تیرا کھانا نیک بندے کھاوین ۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ بجز متقی کے اور کسی کا کھانا مت کھانا اور نہ تیرا کھانا متقی کے سوا اور کوئی کھاوے ۔ دوسرے یہ کہ فقرا کی دعوت کرے تو انگرون کو خاص نہ کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ سب کھانون مین بُرا اُس ولیمہ کا کھانا ہی جسمین تو انگرون کی دعوت ہو فقیرون کی نہو ۔ تیسرے یہ کہ دعوت مین اپنے اقارب کو نہ چھوڑے کہ اُنکے چھوڑ دینے مین اُنکو وحشت مین ڈالنا اور قرابت کو توڑنا ہی اسی طرح اپنے دوستون اور آشناؤن کی دعوت مین ترہیت کا لحاظ رکھے کہ بعض کی خصوصیت کرنے سے اورون کے دل کو وحشت مین ڈالنا ہی ۔ چوتھے یہ کہ دعوت سے فخر اور شیخی کی نیت نہ کرے بلکہ بھائیون کے دلون کو اپنی طرف مائل کرنا اور کھانا کھلانے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر چلنا اور ایماندارون کے دلون مین خوشی پہونچانی مدنظر رکھے ۔ پانچوین یہ کہ ایسے شخص کی دعوت نہ کرے کہ جسکو جانے کہ قبول کرنے مین اُسکو دشواری ہوگی اور جب آویگا تو حاضرین سے کسی سبب سے ایذا پاویگا ۔ چھٹے یہ کہ دعوت اُسی شخص کی کرے جسکا قبول کرنا اچھا معلوم ہو حضرت سفیان رح فرماتے ہین کہ جو شخص کسی کی دعوت کرے اور دل سے اُسکا قبول کرنا بُرا جانتا ہو تو دعوت کرنے والے پر ایک گناہ ہی اور دوسرا شخص اگر اُسکی دعوت منظور کرے تو اس صورت مین اُسپر دو گناہ ہین کیونکہ اس شخص نے دوسرے کو باوجود بُرا جاننے کے کھانے پر آمادہ کر دیا اگر وہ جانتا کہ میرا کھانا اُسکو بُرا معلوم ہوتا ہی تو کبھی نہ کھاتا ۔ اور متقی کو کھانا کھانے مین یہ فائدہ ہی کہ تقوی پر مدد ہوتی ہی اور بدکار کو کھلانے سے بدکاری پر قوت دیتا ہی ۔ ایک درزی نے حضرت ابن مبارک رح سے پوچھا کہ مین بادشاہون کے کپڑے سیتا ہون تو تمکو یہ خوف تو نہین کہ مین ظالمون کا مددگار ہون آپ نے فرمایا کہ ظالمون کے مددگار تو وہ ہین جو تیرے ہاتھ سوئی دھاگا بیچتے ہین تو تو خود ظالم ہی مددگار ہونے کو کیا پوچھتا ہی

دوسرا بیان ۔ دعوت کے قبول کرنے مین ۔ دعوت کا منظور کرنا سنت موکدہ ہی اور بعض جگہون مین لوگ اُسکو واجب بھی کہتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی

ابوداؤد کی روایت

الخ

کی

باب

جلد

کی

کی

لَوْ دُعِيتُ إِلَى كُرَاعٍ لَأَجَبْتُ وَلَوْ أُهْدِيَ إِلَيَّ ذِرَاعٌ لَقَبِلْتُ اور اجابت کے لیے پانچ ادب ہین۔
اول یہ کہ تونگر اور مفلس مین اس بات مین فرق نہ کرے کہ تونگر کے یہان ہو تو قبول کرے
اور فقیر کے یہان ہو تو نہ مانے اسلیے کہ ایسا کرنا تکبر ہی اور اسکی ممانعت ہی اور اسی تکبر کی
جہت سے بعض لوگون نے سرکے سے دعوت کا قبول کرنا ہی چھوڑ دیا اور کہتے ہین
کہ شوربا کا انتظار کرنا ایک ذلت ہی اور دوسرے نے کہا ہی کہ جب میرا ہاتھ دوسرے کے
پیالہ مین پڑا تو اسکے لیے میری گردن جھک گئی اور بعض متکبر تونگرون کی دعوت
قبول کرتے ہین فقیرون کی نہین کرتے یہ بھی سنت کے خلاف ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم غلام اور مسکین سب کی دعوت قبول فرماتے تھے۔ اور ایک بار حضرت امام حسنؓ
کچھ مسکینون کے پاس کو گذرے جو سڑک پر لوگون سے سوال کرتے تھے انھون نے
اسوقت روٹی کے ٹکڑے زمین کی ریت پر پھیلا رکھے تھے اور سب بیٹھے کھا رہے تھے
اور آپ اپنے خچر پر سوار تھے انھون نے آپ سے کہا کہ ای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
نواسے آیئے کھانا کھایئے آپ نے فرمایا بہتر اللہ تعالیٰ متکبرون کو نہین چاہتا یہ کہکر
خچر پر سے اتر پڑے اور انکے ساتھ زمین پر بیٹھ کر تناول فرمایا پھر سلام کرکے سوار ہوئے
اور فرمایا کہ مین نے تمھاری دعوت منظور کی تم بھی میری دعوت منظور کرو انھون نے
کہا بسر و چشم آپ نے انکو ایک وقت معین کر دیا جب وہ آئے تو خوب عمدہ کھانا
انکے سامنے لائے اور آپ بھی انکے ساتھ کھانے کو بیٹھ گئے۔ اور یہ جو کسی کا قول اوپر
گذرا ہی کہ جب میرا ہاتھ دوسرے کے پیالہ مین پڑا تو اسکے لیے میری گردن جھک گئی
تو اسکے جواب مین بعضون نے فرمایا ہی کہ یہ قول خلاف سنت ہی اور واقع مین ایسا نہین
کیونکہ دعوت کا منظور کرنا ذلت اس صورت مین ہی کہ دعوت کرنے والا دعوت کے
قبول کرنے سے خوش اور منت کش نہو بلکہ اپنی دعوت کرنے کو دوسرے پر
احسان جانے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو دعوت مین تشریف لیجاتے تھے تو
یہی وجہ تھی کہ آپ کو معلوم تھا کہ دعوت کرنے والا احسان مانیگا اور ہمارے جانے کو
دارین مین اپنا فخر اور شرف سمجھیگا۔ غرض کہ دعوت کا قبول کرنا احوال کے اختلاف سے
مختلف حکم رکھتا ہی اگر کسی کو یہ گمان ہو کہ دعوت کرنے والا کھانا کھلانے کو گران جانتا ہی
اور دعوت صرف فخریہ اور تکلف کے طور پر کرتا ہی تو اسکی دعوت کا قبول کرنا

X بخاری و مسلم کی روایت مین ہی کہ حضرت عمرؓ کی دعوت مین ایک مسکین آیا اور کھانے کے پاس بیٹھ گیا اور ایک لقمہ مین کھا گیا تب آپ نے فرمایا کہ اس نے شیطان کے ساتھ کھایا پھر وہ گیا اور ایک لونڈی کو لیکر آیا اور اسکے ساتھ کھانے کو بیٹھ گیا اور کہا کہ اے امیر المومنین اس لونڈی کو بھی کچھ دیجیے اسنے بھی کچھ نہین کھایا ہی آپ نے فرمایا کہ اس نے بھی شیطان کے ساتھ کھایا ہی پھر وہ گیا اور ایک اونٹ لیکر آیا اور اسکے ساتھ کھانے کو بیٹھ گیا اور کہا کہ اے امیر المومنین اس اونٹ کو بھی کچھ دیجیے اسنے بھی کچھ نہین کھایا ہی آپ نے فرمایا کہ اس نے بھی شیطان کے ساتھ کھایا ہی پھر وہ گیا اور ایک بکری لیکر آیا اور اسکے ساتھ کھانے کو بیٹھ گیا اور کہا کہ اے امیر المومنین اس بکری

مسنون نہین بلکہ جیسا کہ دینا بہتر ہی اور اُسی لیے کسی صوفی نے ارشاد فرمایا ہی کہ دعوت ایسے ہی آدمیون کی کھاؤ جو یہ سمجھے کہ تم اپنا رزق کھاتے ہو اور جو تمھاری امانت اُسکے پاس تھی اُسکو تمھارے حوالے کرتا ہی اور تمھاری اس امانت کے لینے سے ممنون ہوتا ہی - اور سری سقطی رح فرماتے ہین کہ مین ایسے لقمہ کا طالب ہون کہ اسمین خدا تعالیٰ کا گناہ کوئی مجھ پر نہو اور نہ کسی مخلوق کی منت پس جس صورت مین کہ مدعو کو معلوم ہو کہ اس دعوت مین منت نہین تو اسکو رد نہ کرنا چاہیے - اور ابو تراب نخشبی فرماتے ہین کہ ایک بار میرے سامنے کھانا آیا مین نے نہ کھایا اور انکار کر دیا پھر چودہ روز مین بھوک مین مبتلا ہوا اور جانا کہ یہ اُس کھانے سے انکار کرنے کی سزا ہی - اور حضرت معروف کرخی رح سے کسی نے کہا کہ آپ کی دعوت جو کوئی کرتا ہی آپ چلے جاتے ہین فرمایا کہ مین مہمان ہون جہان مجھے اُتارتے ہین وہان اُترتا ہون - دوم یہ کہ فاصلے کے دور ہونے کی جہت سے دعوت سے انکار نہ کرے جیسے اُس صورت مین انکار نہ چاہیے کہ دعوت کنندہ مفلس ہو اور وجاہت نہ رکھتا ہو بلکہ جو فاصلہ اتنا ہو کہ اُسکی برداشت عادت ہو تو پھر دوری کے عذر سے انکار نہ کرے - کہتے ہین کہ توریت مین یا کسی دوسری کتاب آسمانی مین ہی کہ ایک کوس چل مریض کو پوچھ دو کوس چل جنازہ کے ہمراہ ہو تین کوس چل دعوت کو منظور کر چار کوس چل ایسے بھائی کی ملاقات کر جو بھائی چارہ فی اللہ رکھتا ہو - دعوت کے منظور کرنے اور بھائی کی ملاقات کو اسلیے فضیلت ہوئی کہ اُسمین زندہ کے حق کا ادا کرنا جو مردہ کے نسبت کرا دے ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری کوئی دعوت کراع الغمیم مین کرے تو قبول کر لون - اور کراع الغمیم ایک جگہ ہی مدینہ منورہ سے چند کوس پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان مین جب اُس جگہ پہونچے تھے تو روزہ افطار کیا تھا اور آپ نے سفر مین اُسی جگہ نماز کا قصر فرمایا تھا - تیسرے یہ کہ روزہ دار ہونے کی جہت سے دعوت سے انکار نہ کرے بلکہ دعوت مین جاوے اگر صاحب دعوت کی خوشی اپنے افطار کرنے مین جانے تو افطار کرے اور مسلمان کے دل خوش کرنے کے ارادہ سے افطار مین بھی اُسی ثواب کا خواہان ہو جو روزہ سے ہوتا - اور یہ بات نفل روزہ مین ہی اور اگر صاحب دعوت کی دل کی خوشی ثابت نہو تو اُسکے ظاہر حال ہی کو سچا کر دے اور افطار کر لے لیکن جس صورت مین کہ ثابت ہو کہ وہ تکلف کرتا ہی تو بہانہ

کردیوے اور افطار نہ کرے - اور ایک شخص نے جو روزہ کے عذر سے کھانے سے انکار کیا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو ارشاد فرمایا کہ تیرے بھائی نے تیرے واسطے محنت اٹھائی اور تو کہتا ہے کہ مین روزہ دار ہون - اور حضرت ابن عباس رضہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے ہمنشینون کی خاطر سے افطار کر لینا بہت عمدہ حسنات مین سے ہے پس اس نیت سے افطار کرنا عبادت اور خوش خلقی ہے تو اسکا ثواب روزہ کے ثواب سے زیادہ ہے اور جس صورت مین کہ افطار نہ کرے تو خوشبو اور انگیٹھی اور عمدہ گفتگو اسکی ضیافت ہے اور کہتے بھی ہین کہ سرمہ اور تیل بھی دو دعوتون مین سے ایک ہے - چوتھے یہ کہ اگر کھانا شبہہ کا ہو یا جگہ خواہ فرش حلال کا نہو یا اس مقام مین کسی طرح کی بری بات ہو مثلاً ریشمی فرش ہو یا چاندی کے برتن خواہ جانداروں کی تصویر چھت یا دیوارون مین لگی ہون یا کچھ ستار بانسری وغیرہ اور لہو ولعب کی چیزین اور ڈھول تاشے یا منہیات اور غیبت اور چغلی اور بہتان اور جھوٹ وفریب کے سننے مین مشغول ہونا پڑے یا اور کوئی اسی قسم کی بدعت ہو تو انکے باعث دعوت کو نہ مانے اور ایسی صورتون مین قبول دعوت مستحب نہین رہتا بلکہ یہ امور اسکی حرمت اور کراہت کے موجب ہوتے ہین اور یہی حال ہے اگر صاحب دعوت ظالم یا بدعتی یا فاسق یا شریر ہو یا فخر وشیخی کے طور پر دعوت ہو تکلف کرتا ہو - پانچوین یہ کہ دعوت کے قبول کرنے سے یہ قصد نہ کرے کہ ایک وقت پیٹ بھر جاویگا اور نہ یہ عمل ریا کے لیے ہوگا بلکہ نیت کو قبول کرنے مین درست رکھے تاکہ آخرت کے لیے عامل ہو اور اسکی یہ صورت ہے کہ قبول دعوت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کی پیروی کا قصد کرے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ لو دعیت الی کراع لاجبت اور یہ نیت کرے کہ اگر دعوت کو منظور کرونگا تو خدا تعالی کی نافرمانی سے بچونگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّاعِيَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور یہ نیت کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بموجب مَنْ اَكْرَمَ اَخَاهُ الْمُؤْمِنَ فَكَاَنَّمَا اَكْرَمَ اللّٰهَ اپنے بھائی مومن کا اکرام کرتا ہون اور نیز یہ نیت ہو کہ بفحوای حدیث شریف مَنْ سَرَّ مُؤْمِنًا فَقَدْ سَرَّ اللّٰهَ ایک مومن کے دل کو سرور پہنچاتا ہون - اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی نیت کرے کہ صاحب دعوت کی ملاقات کو جاتا ہون اس نیت سے یہ فائدہ ہے کہ نیت کرنے والا ان لوگون مین سے ہو جاویگا جو آپس مین محبت فی اللہ رکھتے ہین اسلیے کہ ہر شخص کی محبت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالی کے واسطے ایک دوسرے کے پاس جانا اور آپس مین ایک دوسرے پر خرچ کرنا شرط کیا ہے پس جب صاحب دعوت کے

خرچ کیا تو مدعو کی طرف سے ملاقات کو جانا ہو جاویگا - اور یہ نیت کرے کہ دعوت قبول کرنے سے کوئی میری طرف سے بدگمان نہوگا اور یہ طعنہ زبان زد نہ کریگا کہ تکبر یا بد خلقی یا مسلمان کو حقیر جان کر دعوت قبول نہ کی غرض کہ دعوت کے قبول کرنے مین یہ چھ نیتین ایسی ہین کہ اگر ایک بھی آدمی کرے تو قبول دعوت موجب قربت ہوگا اور اگر سب نیتین کوئی کرے تو پھر کیسے باعث قربت نہونگی - اور سلف کے ایک بزرگ کہا کرتے تھے کہ مین یہ چاہتا ہون کہ میرے ہر عمل مین ایک نیت ہو یہانتک کہ کھانے اور پینے وغیرہ مین بھی نیت ہوا کرے اور اسی جی سے نیت کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِکُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُھَا اَوِ امْرَاَۃٍ یَنْکِحُھَا فَھِجْرَتُہٗ اِلٰی مَا ھَاجَرَ اِلَیْہِ اور نسبت صرف مباح اور طاعت کی چیزون مین اثر کرتی ہے ممنوع چیزون مین تاثیر نہین کرتی مثلاً اگر ساتھیون کی خوشی کے لیے شراب پیوے خواہ اور کسی حرام کا مرتکب ہو اور نیت کرے کہ مسلمانون کی خوشی کرتا ہون تو یہ نیت مفید نہوگی اور نہ یہ کہنا درست ہوگا کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے بلکہ جہاد جو طاعت ہے اگر اس سے بھی نیت فخر کی یا مال حاصل کرنے کی کریگا تو طاعت نہ رہیگی یہی حال مباح کا ہے کہ جو چیز خیرات مین بھی مل سکتی ہو اور غیر خیرات مین بھی وہ نیت سے خیرات مین لاحق ہو جاتی ہے پس نیت کا اثر نہین دو قسمون مین ہوتا ہے کسی تیسری قسم مین نہین ہوتا

تیسرا بیان - دعوت کھانے کے لیے حاضر ہونے کے بیان مین - اسکے آداب یہ ہین کہ جب مکان مین آوے تو صدر مقام مین نہ بیٹھے بلکہ فروتنی کرے - دوسرے یہ کہ بہت دیر نہ لگاوے کہ لوگ منتظر رہین اور نہ اتنا جلدی جاوے کہ ابھی صاحب دعوت سامان بھی درست کرنے پاوے اور جا موجود ہو - تیسرے یہ کہ بھیڑ کے وقت ایسی طرح نہ بیٹھے کہ دوسرون کو تنگی ہو بلکہ اگر مالک مکان کسی جگہ بیٹھنے کا اشارہ کرے تو اسکے خلاف ہرگز نہ کرے کیونکہ بعض اوقات صاحب مکان اپنے دل مین ہر ایک شخص کی جگہ تجویز کر لیتا ہے تو اسکے خلاف کرنے مین اسکی ترتیب ٹوٹ جاویگی اور تردد ہوگا اور اگر بعض حاضرین اسکی تعظیم کے لیے کوئی اونچی جگہ بتا دین تو اسوقت تواضع کرنی چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اِنَّ مِنَ التَّوَاضُعِ لِلّٰہِ الرِّضَاءُ بِالدُّوْنِ مِنَ الْمَجْلِسِ چوتھے یہ کہ جس کوٹھری مین عورتین ہون اور پردہ پڑا ہو اوسکے دروازہ کے سامنے

نہ بیٹھے - پانچوین یہ کہ جس جگہ کھانا اترتا ہو وہان بہت نہ تاکے کہ یہ دلیل حرص اور بے صبری کی ہے - چھٹے یہ کہ جب بیٹھے تو جو شخص پاس ہو اُس سے سلام علیک اور پرسش احوال کرے - اور جب مہمان میزبان کے یہان آوے تو میزبان کو چاہیے کہ اُسکو قبلہ کی سمت اور پاخانہ اور وضو کی جگہ بتاوے حضرت امام مالک رح نے حضرت امام شافعی رح کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا اور حضرت امام مالک رح نے کھانے سے پیشتر ہاتھ دھونے مین لوگون سے پہلے خود دھوئے اور فرمایا کہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے اول مالک مکان کو چاہیے اسلیے کہ وہ لوگون کو اپنے کرم کی طرف بلاتا ہے تو مناسب یہ ہے کہ ہاتھ پہلے دھووے اور کھانے کے بعد سب سے پیچھے ہاتھ دھووے کہ شاید اگر کوئی کھانے والا رہ گیا ہو اور وہ آجاوے تو اُسکے ساتھ کھاوے - ساتوین یہ کہ جب دعوت کی جگہ پہونچ کر کوئی بُری بات دیکھے تو اگر اُسکے دور کرنے پر قادر ہو تو دور کرے ورنہ زبانی اُسکی برائی بیان کرکے لوٹ جاوے اور بُری باتین یہ ہین کہ فرش ریشمی کا ہونا یا چاندی سونے کے برتنون کا استعمال یا تصویرون کا دیوارون پر ہونا یا باجے گاجے ستار وغیرہ کا سننا یا عورتون کا منہ کھلے وہان موجود ہونا یا اور کوئی حرام چیز کا پایا جانا - یہان تک کہ امام احمد رح نے فرمایا ہے کہ جب سرمہ دانی ایسی دیکھے جسکے سر پر چاندی لگی ہو تو نکل جانا چاہیے اور اُس مجلس مین بیٹھنے کی اجازت نہین دی صحن مین بیٹھنے کو فرمایا اور جب کوئی شخص باریک پردہ مچھروں کے بچاؤ کا دیکھے تب بھی یہی کہا ہے کہ وہان سے چلا آوے کہ بیفائدہ کا تکلف ہے نہ اُس سے گرمی جاوے نہ سردی نہ کوئی شے اسکے سبب سے چھپ سکے اور اسی طرح جب گھر کی دیوارون کو ریشمی کپڑے سے کعبہ کی طرح مڑھا ہوا دیکھے وہان بھی نہ بیٹھنا چاہیے - اور یہ بھی اُنکا قول ہے کہ جب کوئی شخص ایک مکان کرایہ لے جس مین تصویر ہو یا حمام مین جاوے اور اُسمین تصویر پاوے تو چاہیے کہ اُس تصویر کو اگر قدرت ہو تو دور کردے اور اگر قابو نہو تو اُسمین سے نکل آوے اور جتنی باتین آپ نے فرمائی ہین سب درست ہین لیکن پردہ مسہری کا دیکھنا اور دیوار پر ریشمی کپڑے زینت کے لیے لگانے داخل حرمت نہین کیونکہ حریر کا پہننا مردون کو حرام ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے هٰذَانِ حَرَامٌ عَلٰى ذُكُوْرِ اُمَّتِيْ حِلٌّ لِاِنَاثِهَا اور جو دیوارون پر کپڑے ہین وہ مردون کی طرف منسوب نہین اور اگر بالفرض دیوارون کے

ح یہ مضمون حدیث کا ہے جسکی اصل ابن ماجہ مین ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے اور ابو داؤد و نسائی و حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور حاکم نے اسکو صحیح کہا ہے اور ذہبی نے بھی اسکو صحیح کہا ہے اور ابو رافع سے بھی مروی ہے

ریشمی کپڑا دانا حرام ہوتا تو کعبہ شریفہ کی زینت بھی حرام ہوتی بلکہ بہتر یہ ہے کہ اسطرح کی زینت مباح میں داخل رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ خصوص ایسی صورت میں کہ اس فعل سے زینت مقصود ہو اور فخر کے لیے عادت نہ ٹھہرالی ہو گو یہ بات سچ ہو کہ لوگوں کو اسکے دیکھنے سے نفع ہوگا اسلیے کہ مردوں کو حریر کی طرف دیکھنا حرام نہیں جس صورت میں کہ لونڈیاں اور عورتیں اسکو پہنے ہوئے ہوں تو دیواروں پر پڑا ہوا دیکھنا بھی ایسا ہی ہے کہ اُن میں بھی مردیت کا وصف نہیں

چوتھا بیان - کھانا لانے کے آداب میں اور وہ پانچ ہیں **اول** کھانا جلد پیش کرنا کہ اس میں مہمان کی تعظیم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں حج مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ اور جس صورت میں کہ اکثر لوگ آگئے ہوں اور ایک یا دو وقت مقرری پر نہ آئے ہوں تو حاضرین کی خاطر سے جلد کھانا پیش کرنا اس سے بہتر ہے کہ غیر حاضرین کی خاطر سے کھانا کھلانے میں دیر کی جاوے ہاں جس صورت میں کہ غیر حاضر فقیر ہو یا پیچھے رہ جانے میں اُسکی دل شکنی متصور ہو تو اُسکا انتظار کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس قول میں هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ایک معنی یہ بھی کہے ہیں کہ انکی تعظیم یہ کی گئی تھی کہ کھانا انکو جلد کھلایا گیا تھا چنانچہ دوسری آیت اسپر دلیل ہے کہ ارشاد فرمایا فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ اور ایک جا فرمایا فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ اور روغان کے معنی جلد جانے کے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ خفیہ جانے کے معنی ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم ایک ران گوشت کی لائے تھے اور اُسکا نام عجل اسلیے رکھا کہ عجلت کے ساتھ لائے اور دیر نہ کی - حاتم اصم رح فرماتے ہیں کہ جلدی کرنا پانچ باتوں کے شیطان کی طرف سے ہے اور اُن پانچ امور میں سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے یعنی مہمان کو کھانا کھلانا اور مردہ کو تجہیز و تکفین کرنا اور کنواری عورت کو بیاہ دینا اور قرض ادا کرنا اور گناہ سے توبہ کرنا - اور ولیمہ میں بھی جلدی کرنا مستحب ہے اور کہتے ہیں کہ اول روز کا ولیمہ سنت ہے اور دوسرے روز کا معروف یعنی سلوک کے طور پر ہے اور تیسرے روز کا نمود ہے - **دوم** کھانوں کو ترتیب وار پیش کرنا یعنی اگر فاکہہ ہو تو اول اُسکو پیش کرے اسلیے کہ طب کے رو سے یہ اسلیے کہ فاکہہ جلد ہضم ہوتا ہے اسلیے معدہ میں سب سے نیچے اُسکا ہونا اچھا ہے اور

قرآن مجید مین بھی تنبیہ ہی کہ فاکہہ کو اول پیش کرنا چاہیے چنانچہ ارشاد ہی وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ پھر فرمایا وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ پھر بعد فاکہہ کے پیش کرنا گوشت اور فرید کا افضل اور ثرید اُس کھانے کو کہتے ہین کہ شوربا مین روٹی توڑ دی جاوے اور یہ کھانا عرب مین افضل ہوتا ہی چنانچہ حدیث شریف مین ارشاد ہی کہ حضرت عائشہ کو اور عورتون پر ایسا فضل ہی جیسا ثرید کو اور کھانون پر ہی اور اگر کھانے کے بعد کچھ شیرینی بھی ہو تو سب عمدہ چیزین جمع ہوگئین - اور گوشت سے اکرام کے ہونے پر یہ آیت دلالت کرتی ہی جو ابراہیم علیہ السلام کے مہمانون کی شان مین ہی فَمَا لَبِثَ أَن جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ اور حنیذ اُس گوشت کو کہتے ہین کہ خوب پکا ہو اس سے معلوم ہوا کہ بہتیر گوشت لانے مین بھی اکرام کی صورت ہی اور عمدہ چیزون کے باب مین ارشاد فرمایا وَأَنزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ اسمین من کے معنی شہد کے ہین اور سلوی سے مقصود گوشت ہی اور گوشت کو سلوی اسلیے فرمایا کہ اُسکے ہوتے ہوئے اور سالنون سے نسلی ہوجاتی ہی اور دوسری کوئی چیز اُسکے قائم مقام نہین اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ سَيِّدُ الْإِدَامِ اللَّحْمُ یعنی گوشت سالنون کا سردار ہی پھر من وسلوی کے ذکر کے بعد خدا تعالی نے ارشاد فرمایا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ اس سے معلوم ہوا کہ شیرینی اور گوشت دونون عمدہ غذاون مین سے ہین - ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ طیب چیزون کا کھانا رضاء الٰہی کا موجب ہوتا ہی اور یہ طیب چیزین ٹھنڈا پانی پینے اور ہاتھ دھونے کے وقت گنگنا پانی ہاتھون پر ڈالنے سے پوری ہوجاتی ہین سامون نے کہا ہی کہ برف کا بجھا پانی شکر کو خالص کردیتا ہی یعنی یہ لمعت شکر کی چاہتی ہی - اور بعض ادبا کا قول ہی کہ جس صورت مین تم نے اپنے بھائی کی دعوت کی اور انکو بادام کا حلوا اور بورانی کھلا کے اور ٹھنڈا پانی پلایا تو دعوت کامل کی - اور کسی شخص نے ضیافت مین بہت سے روپیہ لگائے پس ایک حکیم نے کہا کہ تم کو اس خرچ کرنے کی ضرورت نہ تھی بشرطیکہ روٹی عمدہ اور پانی ٹھنڈا اور سرکہ چاشنی دار تمھارے پاس موجود ہوتا اسلیے کہ یہی چیزین ضیافت کو کافی تھین - اور بعض حکما کا یہ قول ہی کہ کھانے کے بعد شیرینی کا ہونا بہت قسم کے کھانے تیار کرنے سے بہتر ہی اور دسترخوان پر سب کو کھانا پہونچ جانا اس سے بہتر ہے کہ کئی قسم کا کھانا ہو اور کسی کے سامنے کچھ ہو اور کسی کے سامنے کچھ

اور کہتے ہین کہ جس دستر خوان پر بقولات ہوتے ہین اُسپر فرشتے آتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ انکا رکھنا بھی دستر خوان پر مستحب ہی اور اُسمین سبز چیزون سے ایک طرح کی زینت بھی ہی اور حدیث مین ہی کہ جو دستر خوان بنی اسرائیل پر اُترا تھا اُسمین گندنا کے سوا سب بقولات تھے اور ایک مچھلی تھی کہ جسکے سر کے پاس سرکہ اور دم کے پاس نمک تھا اور سات روٹیان تھین اور ہر ایک روٹی پر روغن زیتون اور دانہ انار رکھا تھا تو اگر یہ سب چیزین ضیافت مین جمع کی جاوین تو اُس دستر خوان کے مطابق ہونے کے اعتبار سے بہتر ہونگی - سوم - یہ کہ کھانون کے اقسام مین سے جو زیادہ لطیف ہو اُسکو پہلے پیش کردے تاکہ جسکو منظور ہو وہ اُسی کو بھر پور کھالیوے اُسکے بعد اور کھانون کو بہت نہ کھاوے اور عادت اہل رفاہیت کی یون ہی کہ اول کثیف تر غذا پیش کرتے ہین تاکہ اُسکے بعد لطیف سامنے آوے تو رگ شہوت جنبش کرے اور یہ امر سنت کے خلاف ہی کیونکہ بہت کھانا کھانا ایک جملہ ہی اور پہلے لوگون کا طریق یہ تھا کہ کھانے کے سب اقسام کو ایک ہی دفعہ لا رکھتے تھے اور پیاز کا بیان کھانون کی دستر خوان پر چن دیتے تھے تاکہ ہر شخص جس چیز کی رغبت رکھتا ہو اُسمین سے کھا دے اور اگر صاحب خانہ کے یہان ایک قسم کے سوا دوسرا کھانا نہوتا تھا تو اُسکو ذکر کر دیتا تھا تاکہ لوگ اُسی کو شکم سیر ہوکر کھالین اُس سے بہتر کا انتظار نہ کرین - اور بعض اہل مروت کا حال منقول ہی کہ وہ ایک پرچہ پر جتنے اقسام کھانے کے لانے منظور ہوتے لکھ کر اول مہمانون کے سامنے پیش کر دیا کرتے تھے - اور ایک شیخ فرماتے ہین کہ میرے ساتھ شام کے بعض مشائخ نے ایک کھانا پیش کیا مین نے کہا ہمارے یہان عراق مین یہ کھانا سب کے بعد پیش ہوتا ہی اُسنے کہا کہ ہمارے یہان بھی شام مین یہی دستور ہی اور اُس کھانے کے سوا دوسرا [illegible] کر تیدسنے تیار نہ کرائی تھی مجکو اُس سے نہایت شرمندگی ہوئی اور کسی دوسرے کا قول ہی کہ ہم چند لوگ ایک ضیافت مین تھے صاحب خانہ نے بکرے کے سر بھنے ہوئے اور شوربادار ہمارے سامنے لا رکھے ہم نے اُنکو اس انتظار مین کہ اور کوئی کھانا یا گوشت آویگا نہ کھایا آخر کو صاحب خانہ نے ہمارے سامنے طشت لا رکھا اور کچھ پیش نہ کیا تب ہم ایک دوسرے کے منھ دیکھنے لگے ایک صاحب جو ظریف تھے اُنھون نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو قدرت ہی کہ بدون بدنون کے سر پیدا کر دیوے راوی کہتا ہی کہ اُس رات ہم بھوکے رہے اور صبح تک روٹی کے طالب - اسی لحاظ سے مستحب ہی کہ سب اقسام

پیش کردے یا جو اپنے پاس ہو اُسکی اطلاع کردے تاکہ پھر مہمان انتظار نہ کرین - چہارم
یہ کہ جب تک کھانے کے اقسام سے اچھی طرح نہ کھالیوین اور ہاتھ نہ کھینچ لین تب تک
اُنکو اُٹھانا نہ چاہیے کیونکہ شاید بعضے لوگ ایسے ہونگے کہ جو قسم سب سے بعد آئی ہوگی وہ پہلے
کے اقسام کی نسبت کرانکو زیادہ مرغوب ہوگی یا ابھی شکم سیر نہ ہوئے ہونگے تو برتن
بڑھانے سے اُنکا حرج ہوگا اور دسترخوان پر تمکن کو جو دو رنگ کے کھانون سے بہتر
کہتے ہین اُسکے یہی معنی ہین کہ برتن جلد نہ اُٹھائے جاوین اور یا یہ معنی ہین کہ جگہ فراخ
ہو - سفیری جو ظریف صوفی تھے اُنکے حال مین لکھا ہے کہ کسی دنیادار کے یہان ضیافت
کھانے گئے ایک بکرا بھنا ہوا اُنکے سامنے آیا اور یہ شخص بخیل تھا لوگون نے جو اُس
بکرے کو چیر پھاڑ کر بوٹی کیا تو وہ گھبرایا اور غلام سے کہا کہ یہ بکرا لڑکون کے لیئے اٹھا لیجا
غلام نے اُسکو اُٹھا اندر جانے کا قصد کیا سفیری اُسکے پیچھے دوڑے کسی نے اُنسے
کہا کہ کہان جاتے ہو کہا کہ لڑکون کے ساتھ کھاؤنگا تب تو صاحب خانہ شرمایا اور اُس
بکرے کو واپس منگایا اور اسی ادب کے متعلق یہ ہے کہ ضیافت کرنے والا لوگون سے
پیشتر اپنا ہاتھ نہ کھینچے کہ وہ جیا کرینگے بلکہ یون چاہیے کہ سب کے بعد خود موقوف کرے -
بعض اہل سخاوت کا دستور تھا کہ لوگون سے سب کھانون کے اقسام ذکر کردیتے اور اُنکو
کھانے دیتے جب لوگ قریب شکم سیری کے ہوتے تو خود دو زانو ہوکر کھانے پر بسم اللہ کہکر ہاتھ
بڑھاتے اور کہتے کہ میرا ساتھ دو خدا تم مین اور تم پر برکت کرے اور اگلے لوگ اُنکی اس عادت
کو اچھا جانتے تھے پنجم یہ کہ کھانے کی مقدار اتنی ہو کہ کھانے والون کو کافی ہوجاوے
اسلیے کہ مقدار کفایت سے کم کرنے مین تو مروت مین بٹا لگیگا اور اُس سے زیادہ کرنے مین
بناوٹ اور نمود ہے خصوصاً ایسی صورت مین کہ دل پر گوارا نہو کہ سب کھا جاوین ہان اگر بہت کھانا
اسطرح رکھے کہ اگر سب کھا جاوین تو بھی خوش ہو اور اگر چھوڑ دین تو اُنکے اوپر کوئی بات برگزشت جائے
تو کچھ مضائقہ نہین کیونکہ حدیث مین ہے کہ اس کھانے پر حساب نہین ہوتا حضرت ابراہیم
بن ادہم نے اپنے دسترخوان پر بہت سا کھانا حاضر کیا اُنکو سفیان ثوری رح نے کہا کہ
اے ابو اسحق تم کو خوف نہین کہ یہ کثرت فضول خرچی نہو جاوے اُنھون نے فرمایا کہ
کھانے مین فضول خرچی نہین ہے غرض کہ اگر کثرت اس نیت سے نہو تو بیشک تکلف ہے
حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ ہم کو منع کیا گیا ہے اس سے کہ ایسے شخص کی دعوت

قبول کرین جو اپنے کھانے سے فخر کرتا ہو اور صحابہ رضہ مین سے بہت سے لوگون نے مباہات کے کھانے کو مکروہ جانا ہو اور قدر کیفیت پیش کرنے ہی کی وجہ سے کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے بچا ہوا کھانا نہین اٹھایا گیا اسواسطے کہ اصحاب رضہ مقدار حاجت سے زائد پیش نہ کرتے تھے اور خوب پیٹ بھر کر نہ کھاتے تھے اس صورت مین مقدار کفایت بہت تھوڑی ہوتی تھی اور نوبت بچ رہنے کی نہ آتی تھی - اور چاہیے کہ اول گھر والون کا حصہ علیحدہ کردے ایسا نہو کہ آنکو مہمانون کے پاس سے کچھ بچنے کا انتظار ہو اور جس صورت مین کہ شاید نہ بچے تو وہ دل تنگ ہون اور مہمانون کو صلواتہ سنائین تو آنکو ایسا کھانا کھلانا کیا ضرور ہی جس سے اور لوگ برا مانین یہ امر آنکے حق مین خیانت ہی - اور کھانا اگر کچھ بچ رہے تو مہمان کو اسکو لینا نہ چاہیے اور یہ وہ کھانا ہی جسکو صوفی نزلہ کہتے ہین ہان جس صورت مین کہ صاحب خانہ لطیب خاطر اس امر کی اجازت دے دے یا حال کے قرینہ سے اسکا خوش ہونا معلوم ہو تو لینے کا مضائقہ نہین لیکن اگر یہ معلوم ہو کہ میزبان برا مانیگا تو اس صورت مین لینا نہ چاہیے اور اسکی رضامندی کی صورت مین بھی عدل و انصاف کی رعایت رفیقون کے ساتھ ملحوظ چاہیے یعنی ہر ایک شخص وہی کھانا لیوے جو اپنے سامنے بچا ہو یا اپنے ساتھی کے سامنے کا بشرطیکہ وہ بخوشی خاطر اسکے لینے پر راضی ہو اور حیا کے سبب سے راضی نہو گیا ہو -

پانچوان بیان - لوٹنے کے آداب مین اور وہ تین ہین - اول یہ کہ مہمان کے ساتھ مکان کے دروازہ تک نکلے کہ یہ امر مسنون ہی اور مہمان کی تعظیم اس سے ہوتی ہی اور اسکی تعظیم کا حکم ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو شخص اللہ تعالی اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی تعظیم کرے - اور فرمایا کہ مہمان کی پاسداری یہ ہی کہ گھر کے دروازہ تک اسکی ہمراہی کی جاوے - حضرت ابو قتادہ رضہ فرماتے ہین کہ نجاشی بادشاہ حبشہ کے قاصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئے آپ خود بہ نفس نفیس انکی خدمت کو اٹھے اصحاب رضنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہم انکی خدمت بجا لاوینگے آپ تکلیف نہ فرماوین آپ نے فرمایا کہ ایسا نہین ہو سکتا انہون نے میرے اصحاب کی تعظیم کی تھی مین چاہتا ہون کہ انکی مکافات کرون - اور پوری تعظیم یہ ہی کہ کشادہ پیشانی رہنا اور آنے اور جانے کے اوقات مین

اور دسترخوان پر اچھی طرح انسے کلام کرنا چاہیے اور داعی حج سے کسی نے کہا کہ مہمان کی تعظیم کیا ہی فرمایا کہ کشادہ رو اور عمدہ گفتگو سے پیش آنا۔ اور یزید بن ابی زیاد کہتے ہین کہ ہم جب کبھی عبدالرحمن بن ابی لیلی کے پاس آئے تو انھون نے ہم سے گفتگو بھی اچھی ہی کی اور کھانا بھی اچھا ہی کھلایا۔ دوم۔ یہ ہی کہ مہمان کو چاہیے کہ میزبان کے پاس سے خوشدل جاوے اگرچہ اسکی خاطرداری مین کوتاہی ہوئی ہو اسلیے کہ یہ امر خوش خلقی اور تواضع مین ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ آدمی اپنی خوش خلقی سے روزہ دار شب بیدار کا مرتبہ حاصل کرلیتا ہی۔ پہلے زمانہ کے اکابرین سے کسی کے پاس ایک شخص نے آدمی بھیجا کہ کھانا کھانے کو بلا لاوے وہ بزرگ گھر پر نہ ملے جب آنھون نے سنا کہ فلان شخص نے بلوایا تھا تو اسکے یہان گئے اس وقت لوگ کھانا کھا کر چلے گئے تھے صاحب مکان انکے پاس آیا اور کہا کہ اب تو لوگ کھا کر چلے گئے پوچھا کہ کچھ بچا ہی اسنے کہا کہ نہین کہا کہ ایک آدھ ٹکڑا روٹی کا ہو تو لے آؤ اسنے کہا کہ کوئی نہین کہا کہ ہانڈی لے آؤ کہ اسی کو پونچھ لون اسنے کہا کہ وہ مین نے دھو ڈالی پس شکر خدا کرتے ہوے وہان سے اپنے مکان کو چلے آئے لوگون نے انسے کہا کہ یہ کیا بات ہی کہ تم کو کچھ کھلایا بھی نہین اور تم اس شخص سے راضی اور خوش ہو فرمایا کہ اسنے بہر حال اچھا کیا کہ ایک نیت صاف سے ہم کو بلایا اور ویسی ہی صاف نیت سے ہم کو جواب دے دیا پس تواضع اور خوش خلقی اسی کا نام ہی اور کہتے ہین کہ استاد ابوالقاسم جنید کو چار بار ایک لڑکا بلا لیگیا کہ میرا باپ تمھین کھانا کھلانے کو بلاتا ہی اور چار دن دفعہ مین اسکے باپ نے انکو جواب صاف دیا مگر وہ ہر دفعہ بلانے پر چلے آتے تھے کہ اس لڑکے کا بھی دل خوش ہو جاوے کہ میرا کہنا مانا اور اسکا باپ بھی راضی رہے کہ اسکے جواب دے دینے سے چلے گئے یہ نفوس قدسیہ ہین کہ اللہ تعالی کے لیے تواضع کرنے مین دب گئے ہین اور توحید سے اطمینان انکو حاصل ہی اور ہر ایک رد و قبول مین بجز اپنے خالق کے اور کی طرف نظر نہین کرتے نہ کسی کے ذلیل سمجھنے سے شکستہ دل ہون اور نہ کسی کی تعظیم سے خوشدل بلکہ ہر ایک بات کو واحد قہار کی طرف سے سمجھتے ہین اور اسی وجہ سے کسی بزرگ نے کہا ہی کہ مین دعوت کو اسلیے منظور کرتا ہون کہ اسکے سبب سے مجکو جنت کا کھانا یاد ہوتا ہی یعنی وہ کھانا بھی ایسا ہی عمدہ ہوگا کہ ہم کو اسمین کچھ محنت و مشقت نہوگی اور نہ اسکا حساب ہم سے لیا جاویگا

سوم - یہ کہ بدون رضا اور اجازت میزبان کے اُسکے یہان سے نہ آوے ٹھہرنے کی مقدار مین اُسکے دل کی رعایت رکھے اور جب مہمان ہوکر فروکش ہو تو تین دن سے زیادہ نہ بڑھاوے کہ عجب نہین کہ میزبان اُکتا جاوے اور چلے جانے کے لیے کہنے کی ضرورت پڑے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی الضیافۃ ثلثۃ ایام فما زاد فصدقۃ ان اگر صاحب خانہ خالص دل سے ٹھہرنے کا اصرار کرے تو ٹھہرنا جائز ہی اور صاحب خانہ کے پاس ایک بچھونا مہمان کے لیے رہنا چاہیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ ایک بچھونا خود مرد کے لیے ہی اور ایک عورت کے لیے اور ایک مہمان کے لیے اور چوتھا شیطان کے لیے

خاتمہ - طبی اور شرعی آداب و مناہی متفرقہ کے بیان مین - اور وہ نو ہین - اول یہ ہی کہ ابراہیم نخعی رح سے منقول ہی کہ فرمایا بازار مین کھانا کمینگی ہی اور اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہی اور اسکی سند غریب ہی اور اسکے خلاف پر ایک روایت حضرت ابن عمر رض سے منقول ہی کہ انھون نے فرمایا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین چلتے پھرتے کھا پی لیا کرتے تھے - اور بعض شخصون نے کسی معروف صوفی کو بازار مین کھاتے دیکھا اور اُنسے اسکی وجہ پوچھی انھون نے کہا کہ کیا خوب مجکو بھوک لگی بازار مین اور کھانا کھاؤن گھر پہ سائل نے کہا کہ تو آپ مسجد مین چلے جاتے فرمایا کہ مجھے شرم آتی ہی کہ خدا تعالی کے گھر مین کھانے کے واسطے جاؤن - اور ان دونون باتون کے مطابق کرنے کی صورت یہ ہی کہ بازار مین کھانا بعض لوگون کے اعتبار سے تواضع اور بے تکلفی ہی اس صورت مین بازار مین کھا لینا اچھا ہی اور بعض اشخاص کے لحاظ سے بے غیرتی ہی اُنکے حق مین مکروہ ہی پس یہ امر شدون کی عادتون اور لوگون کی حالتون کے اختلاف سے مختلف طور پر ہوگا یعنی اگر کسی شخص کے سب اعمال ایسے نہونگے تو بازار مین کھانا اُسکے حق مین بے غیرتی اور زیادتی حرص پہ دال ہوگا اور گواہی مقبول ہونے کا مانع متصور ہوگا اور جس شخص کے سب اعمال اسی کے مناسب ہونگے اور ہر حال مین بے تکلفی ٹپکتی ہوگی اُسکا بازار مین کھانا تواضع شمار کیا جاویگا دوم - حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہی کہ جو شخص صبح کا کھانا نمک سے شروع کرے اللہ تعالی ستر قسم کی بلا اُسپر سے ٹال دیتا ہی اور جو کوئی ایک سوزمین سات

عجوہ کھجورین کھالے تو اُسکے پیٹ کے کیڑے دن کو مار ڈالینگی اور جو کوئی ہر روز اکیس مغز تخم شمش کھالیوے وہ اپنے بدن مین ایسی چیز نہ دیکھیگا جو اُسکو بُری معلوم ہو اور گوشت کھانا گوشت زیادہ کرتا ہی اور ثرید عرب کی غذا ہی اور حلوے کھانے سے پیٹ بڑھتا ہی اور خصیے لٹک جاتے ہین اور گاے کا گوشت مرض ہی اور اُسکا دودھ شفا ہی اور اُسکا گھی دوا ہی اور چربی اپنے برابر روگ بدن سے باہر کردیتی ہی اور نفاس والی عورت کو خرما تر سے بہتر کسی چیز سے شفا نہین ہوتی اور مچھلی سے جسم گچھل جاتا ہی اور قرآن مجید کی تلاوت اور مسواک کرنا بلغم دور کرتی ہین اور جو شخص بقا یعنی دیر پائی چاہے حالانکہ بقا ہو نہین سکتی اُسکو چاہیے کہ صبح کا کھانا سویرے کھاوے اور شام کو کم کھاوے اور جوتا پہنے اور آدمیون کے حق مین نمک سے بہتر کوئی علاج نہین اور عورتون سے اختلاط کم کرے اور جتنی چادر دیکھے اتنے پانون پھیلاوے یعنی قرض اپنے ذمہ نہ کرے سوم حجاج نے کسی طبیب سے کہا کہ مجھے ایسی بات بتاؤ کہ اُسکو عمل مین لاؤن اور اُس سے عدول یا تجاوز نہ کرون اُسنے کہا کہ عورتون مین سے جوان کے سوا کسی سے شادی مت کرنا اور گوشت سواے جوان جوان کے مت کھانا اور پکی چیز جب تک خوب نہ پک لے مت کھانا اور بدون مرض کے دوا مت پینا اور میوہ مین سے خوب پکا ہوا کھانا اور جو غذا کھاوے اُسکو اچھی طرح چبانا اور غذا وہ کھانا جسکو دل چاہتا ہو اور اُسپر پانی مت پینا اور پانی جب پی چکو تو پھر کچھ مت کھانا اور بول و براز کو مت روکنا اور جب دن کی غذا کھانا تو سو رہنا اور رات کی غذا کے بعد سونے سے پیشتر چہل قدمی کرنا گر سو قدم ہی چلو اور عرب والے بھی یہی مضمون کہتے ہین تَغَدَّ تَمَدَّ تَعَشَّ تَمَشَّ یعنی دن کی غذا کھاکر لمبی تانو اور رات کا کھانا کھاؤ تو چلو پھرو۔ اور کہتے ہین کہ پیشاب کا بند رکھنا بدن مین خرابی پیدا کرتا ہی جیسے چلتی نہر کو روک دو تو اُسکے گرد کی چیزین خراب ہوجاتی ہین۔ چہارم کہتے ہین کہ رگون کا تانتا مرض لاتا ہی اور رات کو نہ کھانا بوڑھا کرتا ہی اور عرب والون کا قول ہی کہ صبح کا کھانا چھوڑ دینا سرین کی چربی دور کردیتا ہی اور کسی حکیم نے اپنے لڑکے سے کہا کہ جب تک اپنی عقل ساتھ نہ لے تب تک گھر سے مت نکلنا یعنی بدون کچھ کھاے صبح کو مت نکلو اور اسکو عقل اسلیے کہا کہ عقل کھانے ہی سے ٹھکانے رہتی ہی اور اُسی سے طیش دور ہوتا ہی اور ایک یہ فائدہ ہی کہ شکم سیری پر بانار کی چیزون پر

نیت کم بھٹکتی ہی - اور ایک حکیم نے کسی موٹے آدمی کو کہا کہ تیری ڈاڑھون کی کمارگاہ کا بنا ہوا
کپڑا تیرے بدن پر معلوم ہوتا ہی کیسی یہ صورت ہوئی اُسنے کہا کہ مین گیہون کا بھدا
اور حلوان کا گوشت کھاتا ہون اور بنفشہ کا تیل ملتا ہون اور ریشمی کپڑا پہنتا ہون - پنجم
یہ کہ پرہیز تندرست کو ایسا مضر ہی جیسے بدپرہیزی بیمار کو - اور بعضون کا قول ہی کہ جو پرہیز
کرتا ہی اُسکو بیماری کا یقین اور تندرستی کا شک ہی اور صحت کے حال مین ایسا حال ہونا
اچھا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صہیب رومی رض کو دیکھا کہ خرما کھاتے تھے اور
اُنکی ایک آنکھ پر آشوب تھی فرمایا کہ تمھاری آنکھ دکھتی ہی اور خرما کھاتے ہو عرض کیا کہ
یارسول اللہ مین دوسری ڈاڑھ کی طرف سے کھاتا ہون آپ یہ سُنکر ہنس پڑے
ششم - یہ کہ میت والون کے لیے کھانا بھیجنا مستحب ہی چنانچہ جب خبر مرگ حضرت جعفر
بن ابی طالب کی آئی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جعفر کے کنبے والے میت
کے شغل مین کھانا نہ تیار کر سکینگے اُنکے پاس کچھ کھانے کو بھیجو دو اسی لیے یہ امر مسنون ہی
اور جب اس قسم کا کھانا مجمع مین آوے تو اُسکو کھالینا جائز ہی لیکن اگر نوحہ کرنے والیون
اور واویلا کرنے پر مدد کرنے والیون کے لیے ہو تو اُسمین سے کھانا نہ چاہیے ہفتم ظالم
شخص کے کھانے کو کھانے نہ جاوے اور اگر کوئی زبردستی کرے تو تھوڑا کھاوے اور جو
کھانا بہت عمدہ ہو اُسپر ہاتھ نہ ڈالے کسی مزکی نے ایسے شخص کی گواہی نہ قبول کی جسنے
ظالم بادشاہ کی دعوت کھائی تھی اُسنے کہا کہ مین دعوت کھانے مین مجبور تھا مزکی نے کہا
کہ مین دیکھتا تھا کہ تو عمدہ ہی کھانے کی طرف جھکتا تھا اور بڑے بڑے لقمے کھاتا تھا
اسمین تو کسی کا جبر سمجھ نہ تھا اور کہتے ہین کہ بادشاہ مذکور نے اس مزکی کو بھی جبراً کھانے کو
کہا تھا مگر اُسنے جواب دیا کہ اگر مین کھانا کھاؤنگا تو گواہون کا تزکیہ نہ کرونگا اور اگر تزکیہ کرونگا
تو کھانا نہ کھاؤنگا اور چونکہ اِسکے تزکیہ کے بدون بہت ہرج تھا اسلیے اُسکا عذر بادشاہ نے مان لیا
اور کہتے ہین کہ ذوالنون مصری رح مقید ہو گئے چند روز قید خانہ مین کھانا نہ کھایا اُنکی ایک
دینی بہن تھی اُسنے اپنا سوت کات کر داروغہ محبس کے ہاتھ کھانا پکا کر بھیجا اُنھون نے
اُسکو بھی نہ کھایا رہائی کے بعد اُس عورت نے اُس سے شکایت کی فرمایا کہ کھانا حلال تھا مگر ظالم کے
برتن اور ہاتھ مین آیا تھا اسلیے مین نے نہ کھایا یعنی داروغہ محبس کی معرفت اگر نہ آتا تو کھاتا
اور یہ نہایت درجہ کا تقوی ہی ہشتم - فتح موصلی کے حال مین لکھتے ہین کہ وہ بشر حافی کے

ع ۱۲

یہان بطور ملاقات تشریف لائے بشر نے کچھ درہم نکال کر احمد جلاء کو دیے اور فرمایا کہ انکا عمدہ کھانا اور اچھا سالن لے آؤ احمد کہتے ہین کہ مین نے بہت سستہری روٹی مول لی اور پھر اپنے دل مین کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کے سوا اور کسی چیز کے لیے نہین فرمایا اللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْہِ وَزِدْنَا مِنْہُ اسی نظر سے کچھ دودھ اور کچھ عمدہ چھوہارے مول لیے اور ان سب کو لاکر فتح موصلی رح کے سامنے رکھدیے انھون نے کھانا کھایا اور باقی اپنے ساتھ لیگئے بشر حافی رح نے ہم کو فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ مین نے عمدہ کھانا مول لینے کو کس لیے کہا تھا اسکی وجہ یہ تھی کہ اچھا کھانا موجب شکر خالص کرنے کا ہوا کرتا ہی اور تم کو یہ معلوم ہی کہ فتح رح نے مجھسے کیون نہ کہا کہ کھاؤ اسکا یہ سبب ہی کہ مہمان کے لیے ضرور نہین کہ میزبان کو کہے کہ آؤ کھاؤ اور تم جانتے ہو کہ باقی بچا ہوا کھانا ساتھ کیون لیگئے اسکی وجہ یہ تھی کہ جب توکل صحیح ہوتا ہی تو ترشہ کا لینا ضرر نہین کرتا ان افعال سے یہ مسائل گویا تم کو تعلیم کیے۔ اور ابو علی رودباری رح نے ایک شخص کا حال نقل کیا ہی کہ انھون نے فضیلت کی اور اسمین ہزار چراغ جلائے کسی نے انپر اعتراض کیا کہ تنے اسراف کیا انھون نے کہا کہ اندر جاکر جو چراغ مین نے خدا کے لیے روشن نہ کیا ہو اسکو گل کردو وہ شخص اندر گیا اور بہت کوشش کی مگر کوئی چراغ گل نہوا آخر کو قائل ہوگیا۔ اور ابو علی رودباری نے بہت سے پتے شکر کے لیے اور حلوائیون سے کہکر شکر کی دیوار مع کنگرون اور محرابون کے تیار کرالی اور اسمین مچھلی نقش گھوائے کہ سب شکر کے تھے پھر صوفیون کو بلاکر انسے اسکے کھانے کو کہا سب نے اسکو گرا کر توڑ لیا انہم۔ یہ کہ کھانا امام شافعی رض کے قول کے بموجب چار طرح پر ہی اول ایک انگلی سے کھانا اور یہ موجب خدا تعالی کی خفگی کا ہی دوم دو انگلیون سے کھانا داخل تکبر ہی سوم تین انگلیون سے کھانا یہ طریقہ مسنون ہی چوتھے پانچون انگلیون سے کھانا یہ شدت حرص پر دال ہی۔ اور چار چیزین بدن کی مقوی ہین گوشت کھانا اور خوشبو سونگھنا اور بدون صحبت کے بہت نہانا اور کتان کا پہننا۔ اور چار چیزین بدن کو سست کرتی ہین بہت صحبت کرنا اور بہت رنج کرنا اور نہار منہ اکثر پانی پینا اور کثرت سے ترشی کا کھانا۔ اور چار چیزین بینائی کو قوت دیتی ہین قبلہ رخ بیٹھنا اور سونے کے وقت سرمہ لگانا اور سبزہ کو دیکھنا اور لباس صاف رکھنا۔ اور چار چیزین بینائی کو سست کرتی ہین نجاست کا دیکھنا اور رسوا دیے ہوئے کو دیکھنا اور عورت کی شرمگاہ کو

دیکھنا اور قبلہ کو پیٹھ کرکے بیٹھنا۔ اور چار چیزین تقوی باہ مین چڑیون کا کھانا اور اطریفل الکبد کا کھانا اور پیتہ کا کھانا اور ترہ تیزک کا کھانا۔ اور سونا چار طرح پر ہی چت لیٹنا انبیا کا سونا ہی کہ آسمان و زمین کی پیدایش مین فکر کرتے ہین اور دہنی کروٹ پر علما اور عابد سوتے ہین او۔ بائین کروٹ پر بادشاہ سوتے ہین کہ کھانا ہضم ہو اور منہ کے بل سونا شیطانون کا ہے اور چار چیزین عقل بڑھاتی ہین کلام لغو کو منہ سے نہ نکالنا اور مسواک کرنی اور علما کے پاس بیٹھنا اور صلحا کی ہمنشینی کرنی۔ اور چار چیزین داخل عبادت ہین وضو کرکے پینا اور کثرت سجدہ کرنا اور مسجدون مین بیٹھا رہنا اور اکثر قرآن مجید پڑھنا۔ اور یہ بھی امام شافعی رض کا قول ہی کہ مجھکو تعجب ہی کہ جو شخص نہار منہ حمام مین نہاوے اور نکلنے کے بعد کھانا دیر کرکھاوے وہ مرتا کیون نہین اور مجھکو تعجب ہی کہ جو پخنے لگوا وے اور اسی وقت جلدی سے کھالیوے وہ کیون نہین مرتا۔ اور فرمایا کہ وبا مین کوئی چیز اس سے زیادہ مفید مین نے نہین دیکھی کہ بنفشہ کا تیل ملنے اور پینے مین مستعمل ہووے واللہ اعلم وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین وللہ الحمد اولا وآخرا

دوسرا باب آداب نکاح کے بیان مین

رہا یہ کہ سنت ہی نکاح اور ہی دین پہ معین	اس امر کا منکر جو ہووہ ہی بد دین
قصہ ان مین وانکحوا الایامی کو دیکھو	کردل پہ حدیث سنتی نقش و نگین

واضح ہو کہ نکاح دین پر مددگار اور شیطانون کا ذلیل کنندہ اور آنکے مکرون سے بچنے کو ایک مضبوط حصار ہی اور باعث امت کے بہت ہونے کا ہی جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور نبیون پر فخر کرینگے اس لحاظ سے آسکے اسباب کی جستجو اور سنتون کی یادداشت اور آداب کی گفتگو نہایت زیبا ہی اور ہم اسکے مقاصد اور اقسام اور ضروری احکام کو تین فصلون مین بیان کرتے ہین

فصل اول - نکاح کی ترغیب اور اعراض کے ذکر مین۔ واضح ہو کہ نکاح کی فضیلت مین علمانے اختلاف کیا ہی بعضون نے اسکی فضیلت یہان تک بیان کی ہی کہ کہا ہی کہ نکاح کرنا عبادت الٰہی کے لیے تنہائی اختیار کرنے سے بہتر ہی اور بعضے فضیلت کے مقر ہین مگر عبادت الٰہی کے واسطے تنہائی کو اس سے بڑھکر سمجھتے ہین بشرطیکہ نفس مین اتنا جوش نہو جس سے حال پریشان ہو اور صحبت کا خواہان اور کچھ لوگون نے یہ کہا ہی

کہ اس ہمارے زمانہ مین نکاح کا نہ کرنا ہی بہتر ہی اور اس مین فضیلت اگلے وقتون مین تھی کہ کمائیون کے طریقے حرام اور ممنوع نہ تھے اور عورتون کی عادتین بری نہ تھین - یہ قول علما کے ہین اور امر واقع اور صحیح جب ہی معلوم ہوگا کہ اول اخبار اور آثار نکاح کی ترغیب اور اعراض کے باب مین بیان کیے جاوین پھر نکاح کے فوائد اور آفات کی شرح کرین تاکہ اسکے بعد جس شخص کے حق مین کہ اسکی آفتون سے محفوظ ہو اسکی فضیلت ظاہر ہو اور جو ایسا نہو اسکے حق مین اسکا نہ کرنا مناسب ٹھہرے اسلیے اس فصل کو ہم چار بیانون مین منحصر کرتے ہین

بیان اول - نکاح کی ترغیب کے ذکر مین - آیتین اس باب مین یہ ہین کہ اللہ تعالی فرماتا ہی وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ یہ بصیغہ امر ارشاد ہوا ہی جو مفید وجوب ہی اور فرمایا فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اسمین روک اور باز رکھنے سے ممانعت اور نہی فرمائی اور رسولون کی مدح وثنا مین ارشاد فرمایا وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً اس امر کو منت جتانے کے اور فضل ظاہر کرنے کے مقام مین بیان فرمایا - اور اپنے اولیا کی مدح یہی فرمائی کہ ہم سے اولاد کی درخواست کرتے ہین چنانچہ فرمایا وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا اور کہتے ہین کہ خدا تعالی نے اپنی کتاب مجید مین انھین انبیا کا ذکر فرمایا ہی جو بال بچوں والے ہین ہان دو پیغمبر حضرت یحیی اور حضرت عیسی علیہ السلام اس سے مستثنی ہوئے جاتے ہین تو انکے لیے یہ کہا ہی کہ حضرت یحیی نے شادی کی تھی اور اتفاق صحبت نہین ہوا اور شادی کا کرنا صرف فضیلت نکاح کے حاصل کرنے اور طریق نکاح کے قائم رکھنے کے لیے تھا اور بعض کہتے ہین کہ آنکھین نیچی رکھنے کے لیے کی تھی اور حضرت عیسی علیہ السلام کا حال یہ ہی کہ وہ جب زمین پر تشریف لاوینگے اسوقت نکاح کرینگے اور اولاد بھی ہوگی - اور اخبار اسکی فضیلت مین یہ ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلنِّكَاحُ سُنَّتِيْ فَمَنْ رَّغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَقَدْ رَغِبَ عَنِّيْ اور فرمایا اَلنِّكَاحُ سُنَّتِيْ فَمَنْ اَحَبَّ فِطْرَتِيْ فَلْيَسْتَنَّ بِسُنَّتِيْ اور فرمایا تَنَاكَحُوْا تَكَاثَرُوْا فَاِنِّيْ اُبَاهِيْ بِكُمُ الْاُمَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى بِالسِّقْطِ اور فرمایا وَمَنْ رَّغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَاِنَّ مِنْ سُنَّتِيْ النِّكَاحَ فَمَنْ اَحَبَّنِيْ فَلْيَسْتَنَّ بِسُنَّتِيْ اور فرمایا کہ جو کوئی مفلسی کے خوف سے نکاح کو ترک کرے وہ ہم مین سے نہین ہی - اس حدیث مین نکاح سے رکنے کی وجہ کی برائی ارشاد فرمائی

اصل نکاح کے ترک کی مذمت نہین فرمائی اور فرمایا کہ جو شخص قدرت رکھتا ہو اُسکو چاہیے کہ نکاح کرلے۔ اور فرمایا من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج ومن لا فلیصم فان الصوم لہ وجاء اس سے معلوم ہوتا ہی کہ نکاح کی ترغیب کی وجہ آنکھ اور شرمگاہ کے خراب ہونے کا خوف ہی اور وجاء لغت مین نر کے خصیے ملنے کو کہتے ہین کہ اُسکا نر ہونا جاتا رہے اور یہان روزہ کے باعث قوت جماع کے کم ہوجانے سے غرض ہی اور فرمایا کہ جب کوئی تمھارے پاس ایسا شخص آوے جسکی دیانت و امانت سے تم خوش ہو تو اُسکا نکاح کردو اور اگر ایسا نہ کروگے تو زمین مین فتنہ اور بڑا فساد ہوگا۔ اسمین بھی ترغیب کی علت فساد کے خوف کو بیان فرمایا۔ اور فرمایا کہ جو شخص خدا کے واسطے اپنا نکاح کرے یا دوسرے کا نکاح کردے وہ اللہ تعالی کی ولایت کا مستحق ہوتا ہی۔ اور فرمایا کہ جو شخص نکاح کرے وہ اپنا آدھا دین لے چکا اب چاہیے کہ دوسرے آدھے مین خدا تعالی سے ڈرے۔ اسمین بھی اسی کی طرف اشارہ ہی کہ نکاح کی فضیلت مخالفت سے بچنے اور فساد سے علیحدہ رہنے کے باعث ہی اسلیے کہ آدمی کے دین کو فساد کرنے والی چیزین اکثر شرمگاہ اور پیٹ ہی ہوتی ہین اور شادی کرنے سے ایک کی آفت سے بچ جاتا ہی اور فرمایا کہ آدمی کا ہر ایک عمل منقطع ہوجاتا ہی مگر تین چیزین باقی رہتی ہین ایک نیک بخت لڑکا جو اُسکے لیے دعا مانگے آخر حدیث تک اور ظاہر ہی کہ لڑکے کے ہونے کا ذریعہ بجز نکاح کے اور کچھ نہین۔ اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ حضرت عمر فاروق رضؓ فرماتے ہین کہ نکاح سے صرف دو چیزین روکتی ہین یا عاجز ہونا یا بدکار ہونا اسمین آپ نے بیان فرمادیا کہ دینداری مانع نکاح نہین اور اُسکے مانع کو دو بری باتون مین منحصر کردیا اور حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ عابد کی عبادت پوری نہین ہوتی جب تک کہ شادی نہ کرلے اس سے غرض یہ بھی ہوتی ہی کہ نکاح عبادت کا تتمہ ہی مگر ظاہر یہ معلوم ہوتا ہی کہ آپ کی غرض اس سے یہ ہی کہ غلبۂ شہوت کے باعث سے دل کی سلامتی بدون نکاح کے متصور نہین اور عبادت بدون فراغ دل کے نہین ہوسکتی اور اسی وجہ سے اپنے غلامون حضرت عکرمہ اور کریب وغیرہما کو بالغ ہونے کے بعد آپ نے اکٹھا کیا اور فرمایا کہ اگر تم نکاح کرنا چاہتے ہو تو مین تمھارا نکاح کردون کیونکہ بندہ جب زنا کرتا ہی تو ایمان اُسکے دل مین سے نکال لیا جاتا ہی۔ اور حضرت ابن مسعود رضؓ فرمایا کرتے کہ اگر بالفرض میری عمر مین سے صرف

دس روز رہ گئے ہون تو مجھے یہی اچھا معلوم ہوتا ہی کہ نکاح کرلون تاکہ خدائے تعالی کے سامنے مجرد نہ جاؤن اور حضرت معاذ بن جبل رضہ کی دو بیبیان وبا طاعون مین مرگئی تھین اور خود بھی مرض وبائی مین مبتلا تھے مگر فرمایا کہ میرا نکاح کردو کہ مجھے برا معلوم ہوتا ہی کہ اللہ تعالی سے مجرد ملون ان دونون اثرون سے معلوم ہوتا ہی کہ ان دونون صاحبون کے نزدیک شہوت کے دفعیہ سے بچنے کے سوا نفس نکاح مین فضیلت تھی - اور حضرت عمر فاروق رضہ نکاح بہت کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مین صرف اولاد کے لیے نکاح کرتا ہون اور ایک صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتے اور رات کو بھی آپ کے پاس ہی رہتے کہ شاید کوئی ضرورت ہو آپ نے انکو فرمایا کہ تم شادی نہین کرلیتے انھون نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ایک تو مین مفلس ہون کچھ مایہ نہین رکھتا دوسرے آپ کی خدمت سے علیحدہ ہوجاؤنگا آپ نے سکوت فرمایا پھر آنسے دوبارہ اسی طرح ارشاد فرمایا اور انھون نے وہی جواب عرض کیا پھر انھون نے اپنے دل مین سوچا کہ بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے فائدہ کو مجھسے زیادہ سمجھتے ہین جو بات میرے لیے دین و دنیا مین مناسب ہی اور اللہ تعالی سے قریب کریگی اسکو زیادہ جانتے ہین اگر تیسری بار مجھسے ارشاد فرمادینگے تو مین نکاح کرونگا آپ نے انکو تیسری بار ارشاد فرمایا کہ تم نکاح نہین کرلیتے انھون نے عرض کیا کہ آپ میرا نکاح کرادیجیے فرمایا کہ فلان قبیلہ مین جاؤ اور کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو حکم فرماتے ہین کہ تم اپنی لڑکی سے میرا نکاح کردو انھون نے عرض کیا کہ حضور میرے پاس کچھ نہین آپ نے اصحاب رضہ سے فرمایا کہ اپنے بھائی کے لیے ایک گٹھلی کے برابر سونا جمع کردو لوگون نے جمع کردیا اور ان صحابی کو ان لوگون کے پاس لیگئے انھون نے انکا نکاح کردیا لوگون نے آنسے ولیمہ کو کہا اور ایک بکری ولیمہ کے لیے سب نے مل کر انکو دے دی اس حدیث مین مکرر آپ کا ارشاد فرمانا اسی بات پر دلالت کرتا ہی کہ نفس نکاح مین فضیلت ہی اور یہ بھی ہوسکتا ہی کہ آپ نے انکے اندر کوئی بات نکاح کے حاجت کی معلوم فرمائی ہو - اور کہتے ہین کہ پہلی امتون مین سے ایک عابد عبادت مین اپنے اقران و ہم عصرون پر فائق تھا اسکا ذکر اس وقت کے پیغمبر کے سامنے ہوا انھون نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص خوب تھا بشرطیکہ ایک سنت کو نہ چھوڑتا عابد نے جو پیغمبر کا ارشاد سنا رنجیدہ ہوا اور پیغمبر کی خدمت مین حاضر ہوکر پوچھا

مین کونسی سنت کا تارک ہون انھون نے فرمایا کہ تو نکاح کا تارک ہی عابد نے عرض کیا کہ
مین نے اسکو اپنے اوپر حرام نہین کیا ہی مگر مین مفلس ہون اور اپنا خرچ لوگون پر رکھتا ہون
اس وجہ سے کوئی اپنی لڑکی مجھے نہین دیتا پیغمبر نے فرمایا کہ تجکو مین اپنی لڑکی دیتا ہون
چنانچہ اسکے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا۔ اور بشر بن حارث رح نے فرمایا کہ تین باتون سے
احمد بن حنبل مجھپر فضیلت رکھتے ہین اول یہ کہ حلال روزی اپنے لیے اور غیر کے لیے
تلاش کرتے ہین اور مین فقط اپنے ہی لیے طالب ہون دوسرے یہ کہ انکو نکاح کی
گنجایش ہی مجکو اس امر مین تنگی ہی تیسرے یہ کہ وہ عوام کے لیے امام ہین اور کہتے ہین
کہ امام احمد رح کی بی بی یعنی عبد اللہ کی ماں کا جس روز انتقال ہوا تھا تو آپ نے
اسکے دوسرے روز نکاح کر لیا اور فرمایا کہ مجھے برا معلوم ہوتا ہی کہ رات کو مجرد رہون
اور بشر رح کا حال یہ ہی کہ لوگون نے جب اُنسے کہا کہ آدمی آپ پر اعتراض کرتے ہین
کہ آپ سنت نکاح کے تارک ہین تو آپ نے فرمایا کہ معترضون سے کہدو کہ مین فرض کے
باعث سنت سے رکا ہوا ہون اور دوبارہ اُنسے جو کسی نے نکاح پر اعتراض کیا تو فرمایا
کہ مجھے تو نکاح سے صرف یہ آیت روکتی ہی وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ
یہ امر امام احمد رح کے سامنے ذکر کیا گیا آپ نے فرمایا کہ بشر جیسا آدمی ہو تو لے وہ ایک بال
کی نوک پر بیٹھا ہوا ہی اور باوجود اسکے یہ بھی مردی ہی کہ بشر رح کو مرنے کے بعد کسی نے
خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا فرمایا کہ جنت مین میرے
مراتب بلند ہوئے اور انبیا کے مقامات تک مجکو جھکا دیے مگر نکاح والون کے درجہ کو نہین
پہونچا۔ اور ایک روایت یہ ہی کہ بشر رح سے یہ جواب دیا کہ مجکو یہ ارشاد ہوا کہ ہم کو یہ پسند
نہ تھا کہ تو ہمارے سامنے مجرد آویگا راوی کہتا ہی کہ مین نے بشر رح سے پوچھا کہ ابو نصر
تمار کا کیا حال ہی فرمایا کہ مجھسے ستر درجے زیادہ انکو دیے گئے مین نے پوچھا کہ اسکی
کیا وجہ دنیا مین تو ہم آپ کو اُنسے زیادہ دیکھتے تھے فرمایا کہ اسکی وجہ یہ ہوئی کہ انھون نے
اپنی لڑکیون اور عیال پر صبر کیا تھا۔ اور سفیان بن عیینہ کہتے ہین کہ بیبیون کی کثرت
دنیا مین سے نہین اسلیے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اصحاب رض کی نسبت کہ زیادہ زاہد تھے
حالانکہ آپ کی چار بیبیان اور نو حرم تھین۔ حاصل یہ کہ نکاح ایک پہلی سنت اور انبیا کی
عادتون مین سے ایک عادت ہی۔ اور ایک شخص نے حضرت ابراہیم بن ادہم رح سے کہا

کہ خوشحال ہو تم کو کہ تجرد کے باعث سے تم عبادت ہی کے لیے ہو رہے ہو آپ نے فرمایا کہ تمھارے عیال کے ہوتے ہوئے ایک طلب میری سب حالتون سے بہتر ہی اُسنے کہا کہ پھر کون چیز آپ کو نکاح سے مانع ہی فرمایا کہ مجھکو عورت کی حاجت نہین اور نہ یہ منظور ہی کہ کسی عورت کو اپنی طرف منسوب کرون اور کہتے ہین کہ نکاح والے کی فضیلت مجرد پر ایسی ہی جیسے جہاد کرنے والے کو نہ جانے والے پر ہی اور بی بی والے کی ایک رکعت مجرد کی ستر رکعتون سے بہتر ہو

دوسرا بیان - نکاح سے اعراض کرنے کی وجہون کے ذکر مین - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ دو سو برس کے بعد لوگون مین سے بہتر وہ ہوگا جو مایہ اور عیال کم رکھتا ہو اور اُسکے نہ بی بی ہو نہ بچہ - اور فرمایا لوگون پر ایک ایسا زمانہ آویگا کہ آدمی کی تباہی اُسکی بی بی اور ماں باپ اور اولاد کے ہاتھ ہوگی وہ اُسکو مفلسی کا ننگ، دلاوینگے اور اُسکو ایسی بات کی تکلیف دینگے جسپر اُسکا قابو نہو اسی وجہ سے وہ ایسی راہون مین گھسیگا جنمین اُسکا دین جاتا رہے اور اسلیے تباہ ہوگا - اور حدیث مین ہی کہ عیال کا کم ہونا بھی دو توانگریون مین سے ایک ہی اور کنبہ کا زیادہ ہونا دو مفلسیون مین سے ایک ہی - ابو سلیمان دارانی رح سے جو کسی نے نکاح کا حال پوچھا تو فرمایا کہ عورتون سے صبر کرنا اس سے بہتر ہی کہ اُنکی حرکات پر صبر کیا جاوے اور اُنکی حرکات پر صبر کرنا آگ پر صبر کرنے سے بہتر ہی اور یہ بھی اُنھین کا قول ہی کہ تنہا آدمی کو عمل کا مزہ اور دل کا فراغ اُس قدر حاصل ہوتا ہی کہ بی بی والے کو نہین ہوتا - اور یہ بھی وہی فرماتے ہین کہ ہم نے اپنے یارون مین سے کسی کو ایسا نہین پایا کہ نکاح کرنے کے بعد اپنے پہلے مرتبہ پر ثابت رہا ہو اور یہ بھی فرمایا ہی کہ تین باتین ایسی ہین کہ جس نے اُنکو تلاش کیا اُسنے دنیا کی طرف میل کیا اول یہ کہ معاش کا طالب ہوا دوم کسی عورت سے نکاح کیا سوم یہ کہ حدیث کو لکھا - اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جب اللہ تعالی کسی بندہ سے بہتری کیا چاہتا ہی تو اُسکو مال اور زن و فرزند مین مشغول نہین کرتا اور ابن ابی الحواری کہتے ہین کہ ایک جماعت نے اس قول مین مناظرہ کیا آخر کو اُنکی رائے اسپر ٹھہری کہ اسکے یہ معنی نہین کہ مال اہل آدمی بالکل نہ رکھتا ہو بلکہ یہ مراد ہی کہ ہو دین تو سہی مگر اُسکو اللہ تعالی سے روک نہ دین اور یہی بات ابو سلیمان دارانی رح کے اس قول مین پائی جاتی ہی کہ جو چیز تجکو اللہ تعالی سے

روک دے خواہ مال ہو یا زن و فرزند وہ تجھپر منحوس ہی۔ حاصل یہ کہ نکاح سے اعراض کرنے کو جو کسی نے اکابر سلف سے فرمایا ہی تو مطلق نہین فرمایا بلکہ ایک شرط کے ساتھ فرمایا ہی اور نکاح کی ترغیب مطلق بھی مذکور ہی اور شرط کے ساتھ بھی ہی اسلیے ہم کو ضرور ہوا کہ نکاح کی آفتون اور فوائد کا حصر کرکے اسکی تشریح اچھی طرح کرین

تیسرا بیان۔ نکاح کے فوائد کے ذکر مین۔ جاننا چاہیے کہ نکاح کے فائدے مجملاً پانچ ہین اولاً اولاد کا ہونا دوم شہوت کا توڑنا سوم گھر کا انتظام کرنا چہارم اپنے جتھے کا زیادہ ہونا پنجم عورتون کے ساتھ رہنے مین نفس پر مجاہدہ کرنا اب انکو مفصل سننا چاہیے کہ فائدہ اول یعنی اولاد کا ہونا یہ سب مین اصل ہی اور نکاح اسی کے لیے موضوع ہوا ہی اور نسل کا باقی رکھنا اس سے مقصود ہی کہ جنس انسان سے عالم خالی نہو جاوے اور شہوت جو مرد و عورت مین رکھدی گئی ہی یہ ایک لطیف تدبیر اولاد کے ہونے کی ہی جیسے جانور کو جال کے اندر پھنسانے کے واسطے دانہ پھیلا دیا جاتا ہی کہ اسکی چاہ مین جال مین آجاوے اسی طرح خواہش جماع مرد و عورت کو ذریعہ حصول اولاد کر دیا گیا ہی قدرت ازلی آدمیون کو بدون ان بکھیڑون کے بھی ابتداً پیدا کر سکتی تھی مگر حکمت الٰہی اسی بات کی مقتضی ہوئی کہ مسببات کا وجود اس بات پر منحصر کیا جاوے گو اسکی حاجت اسکو نہ تھی مگر اپنی قدرت کے ظاہر کرنے اور عجائب صنعت کے پورا کرنے اور جس طور پر پہلے مسیت ہو چکی ہی اور حکم ہو گیا ہی اور قلم لکھ چکا ہی اس طرح پر موجود کرنے کو ایسا ہی سامان اسکے لیے فرمایا اور جس صورت مین کہ شہوت کے شبہات سے امن ہو تو نکاح کا ذریعہ ولد ہونا چار طرح سے موجب ثواب ہی جو ترغیب کے باب مین اصل ہین حتی کہ اکابر نے انھین کے باعث پسند نہین کیا کہ خدا تعالیٰ کے سامنے مجرد جائیے **اول** یہ کہ اولاد ہونے مین سعی کرنے سے باعتبار بقاء جنس انسانی اللہ تعالیٰ کی مرضی کی موافقت ہوتی ہی دوسرے یہ کہ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پائی جاتی ہی کہ جنکی کثرت سے آپ فخر فرماوینگے انکی کثرت مین سعی کی جاوے تیسرے یہ کہ بعد اپنے مرنے کے نیک بخت لڑکے کی دعا کی توقع ہی چوتھے یہ کہ لڑکا اگر صغر سنی مین مر جاویگا تو اسکے سفارشی ہونے کی توقع ہی ان چارون وجہون مین سے وجہ اول سب سے باریک اور عوام کی سمجھ سے دور تر ہی حالانکہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی عجیب مصنوعات اور مجاری احکامات مین بصیرت رکھتے ہین انکے نزدیک

سب سے زیادہ درست اور قوی اول ہی وجہ ہو اور اسکی دلیل یہ ہو کہ اگر کوئی آقا اپنے غلام کو بیج اور کھیتی کے اوزار سپرد کرے اور اسکے لیے زمین کھیتی کے لیے تیار کردے اور غلام مذکور کھیتی پر قادر ہو اور آقا اسپر ایک گماشتہ معین کردے کہ اسکو کھیتی کے لیے تقاضا کرتا رہے تو اس صورت مین اگر غلام سستی کرے اور کھیتی کا سامان بیکار رہنے دے اور بیج کو ضائع ہونے دے یہان تک کہ خراب ہوجاوے اور گماشتہ کو اپنے اوپر سے کسی بہانہ سے ٹال دے تو ظاہر ہو کہ یہ غلام مستوجب آقا کی خفگی اور عتاب کا ہوگا اب دیکھنا چاہیے کہ اللہ تعالی نے آدمی کو جو پیدا بنایا اور مرد کے لیے آلہ تناسل اور خصیے خاص کیے اور نطفہ کو پشت کی ہڈی مین پیدا کرکے انثیین مین اسکے رگ و پے تیار کیے اور عورت کے رحم کو نطفہ کے ٹھہرنے اور رکھنے کی جگہ ٹھہرایا اور مرد و عورت دونون پر شہوت کو مسلط کیا تو یہ سب افعال اور سامان زبان فصیح خالق کی مراد پر شہادت دیتے ہین اور عقل والون کو بتاتے ہین کہ ہم کو اس غرض سے بنایا گیا ہو اور یہ بھی اس صورت مین ہو کہ خداوند کریم نے اپنے رسول مقبول کی زبانی اپنے مقصود کو ارشاد نہ فرمایا ہو اور جس صورت مین کہ آپ کی زبان مبارک سے اپنا مقصود بھی ظاہر کردیا ہو جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا تَنَاکَحُوا تَنَاسَلُوا تب تو جو شخص کہ نکاح سے رکیگا وہ کھیتی سے روگردان اور بیج کا تلف کرنے والا اور اللہ تعالی کے سامان کو بیکار رکھنے والا ہوگا اور فطرت کے مقصود اور اس حکمت کے خلاف کریگا جو خلق کے مشاہدہ سے سمجھ مین آتی ہو اور ان اعضا پر خط تقدیر سے لکھی ہوئی ہو جسمین نقوش اور حروف اور آواز کو دخل نہین اسکو وہی پڑھتا ہو جسکی بصیرت خداداد حکمت ازلی کے دقائق کے سمجھنے مین چلتی ہو اور یہی وجہ ہو کہ شریعت نے اولاد کے قتل کرنے اور زندہ درگور کرنے مین سخت ممانعت فرمائی اسلیے کہ یہ صورت بھی وجود کے پورا ہونے کی مانع ہو اور اسی کی طرف اشارہ ہو کسی کے اس قول مین کہ صحبت مین انزال کے وقت آلہ تناسل کو بخوف حمل رہ جانے کے باہر نکالنا بھی ایک قسم کا زندہ درگور کرنا ہو۔ حاصل یہ کہ نکاح کرنے والا اس چیز کے کامل کرنے مین کوشش کرتا ہو جسکا پورا ہونا خدا تعالی کو محبوب ہو اور نکاح سے اعراض کرنے والا اس چیز کو ضائع اور بیکار کرتا ہو جسکا تلف کرنا اللہ تعالی کو ناپسند ہو اور یہ ہمین وجہ کہ خدا تعالی کو جانون کا باقی رکھنا محبوب ہو کھانا کھلانے کو حکم فرمایا اور اسپر ترغیب دی اور اسکو قرض دینے سے تعبیر فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا اب اگر یہ کہو کہ تمھارے اس کہنے سے کہ نسل اور جان کا باقی رکھنا خدا تعالیٰ کو محبوب ہی یہ شبہہ ہوتا ہی کہ انکا فنا ہونا خدا تعالیٰ کو برا معلوم ہوتا ہو اور اس سے یہ لازم آتا ہی کہ خدا تعالیٰ کے ارادہ کے لحاظ سے موت اور حیات مین کچھ فرق ہو حالانکہ یہ صاف ظاہر ہی کہ سب چیزین خدا تعالیٰ کی خواہش سے ہین اور خدا تعالیٰ عالم کے لوگون سے غنی ہی اسکے نزدیک انکی موت اور حیات اور بقا اور فنا مین کچھ فرق نہین ہوسکتا تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہ تقریر تو ظاہرا ٹھیک ہی مگر اسکی مراد باطل ہی اسلیے کہ جو کچھ ہم نے کہا ہی وہ اسکے منافی نہین کہ دنیا کی سب چیزین یعنی خیر و شر اور نفع اور ضرر خدا تعالیٰ کے ارادہ سے منسوب ہون بلکہ محبت اور کراہت آپس مین ایک دوسرے کی ضد ہین یہ نہین کہ ارادہ کی ضد ہون کیونکہ بعض اوقات ارادہ کی چیز مکروہ ہوتی ہی اور بعض مرتبہ محبوب ہوتی ہی مثلاً معاصی مکروہ ہین مگر باوجود اسکے ارادہ سے ہوتے ہین اور طاعات بھی ارادہ سے ہوتی ہین لیکن اسکے ساتھ ہی محبوب اور پسند ہین اور کفر اور شرک کو ہم پسند اور محبوب نہین کہتے بلکہ یہ کہتے ہین کہ ارادہ سے ہوتے ہین اور انکے ناپسند ہونے کو خود خدا تعالیٰ فرماتا ہی وَلَا یَرْضٰی لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ پس کیسے ہوسکتا ہی کہ محبت اور کراہت کے لحاظ سے فنا اور بقا خدا تعالیٰ کے نزدیک ایک سی ہون تو وہ حدیث قدسی مین فرماتا ہی کہ مجکو کسی چیز مین اتنا تردد نہین ہوتا جتنا اپنے بندۂ فرمانبردار کی جان قبض کرنے مین ہوتا ہی کہ وہ موت کو برا جانتا ہی اور مجکو اسکی برائی ناپسند ہی اور موت اسکو ضروری ہی پس موت کا ضروری ہونا جو ارشاد فرمایا اس سے اشارۃً معلوم ہوتا ہی کہ ارادہ اور تقدیر پہلے گذر چکے ہین جنکو اس آیت مین ذکر فرمایا ہی نَحْنُ قَدَّرْنَا بَیْنَكُمُ الْمَوْتَ اور اس قول مین خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ اور نَحْنُ قَدَّرْنَا بَیْنَكُمُ الْمَوْتَ مین اور اس قول مین کہ مجکو اسکی برائی ناپسند ہی کچھ منافات نہین مگر امر حق واضح کرنے کے لیے ارادہ اور محبت اور کراہت کے معنون کو تحقیق کرنا اور انکی حقیقتون کا بیان کرنا درکار ہی اسلیے کہ ان الفاظ سے ذہنون مین یہی متبادر ہوتا ہی کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ اور محبوب جاننا اور ناپسند کرنا خلق کے ارادہ اور محبوب جاننے اور ناپسند کرنے کے مشابہ ہی حالانکہ یہ بات نہین اسلیے کہ خدا تعالیٰ کی صفات اور مخلوق کی صفات مین ایسا ہی فرق ہی جیسا اسکی ذات اور مخلوق کی ذات مین ہی اور جسطرح کہ مخلوق کی ذاتین جوہر اور عرض ہوتی ہین اور

اللہ تعالی کی ذات جوہر اور عرض ہونے سے منزہ ہی اور جو چیز کہ جوہر و عرض نہو وہ مشابہ اُن دونون کے بھی نہین ہوسکتی اسی طرح خدا تعالی کی صفات بھی مشابہ خلق کی صفات کے نہین اور چونکہ یہ حقائق علم مکاشفہ مین داخل ہین اور انھین کی آڑ مین تقدیر کا راز ہی جسکے ظاہر کرنے کی ممانعت ہی اسی لیے ہم اس مضمون سے عنان قلم کو روکتے ہین اور جو کچھ نکاح کرنے پر جرأت کرنے اور اُس سے رکنے مین فرق ہم نے بتایا ہی اُسی قدر پر اکتفا کرتے ہین یعنی نکاح سے رُکنے والا اپنی اُس نسل کو کھوتا ہی جسکو اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے نسلاً بعد نسل اُس شخص تک موجود رکھا تھا اور اپنے آپ سے وہ تدبیر کرتا ہی کہ مرنے کے بعد اُسکی اولاد اُسکی قائم مقام نہو۔ اور اگر بالفرض نکاح کے باعث شہوت کا ٹالنا ہی ہوتا تو حضرت معاذ رضہ وبا مین مبتلا ہوکر یہ نہ فرماتے کہ میرا نکاح کردو کہ اللہ تعالی کے سامنے مجرد نہ جاؤن اور اگر یہ پوچھو کہ حضرت معاذ رضہ کو اُسوقت مین توقع اولاد کی نہ تھی پھر نکاح کی خواہش کی کیا وجہ تھی تو اسکا جواب یہ ہی کہ اولاد صحبت سے ہوتی ہی اور صحبت کا باعث شہوت ہی اور یہ امر بندہ کے اختیار مین داخل نہین بندہ کے اختیار مین صرف اسی قدر ہی کہ جو چیز محرک شہوت ہو اُسکو موجود کرے اور یہ ہر حال مین ہوسکتا ہی پس جو شخص عقد کریگا تو جو بات اُسکے ذمہ تھی وہ اُسکو ادا کرچکا اور باقی باتین اُسکے قبضۂ اختیار سے خارج ہین اور اسی وجہ سے نامرد کو بھی نکاح کرنا مستحب ہی اسلیے کہ شہوت کے اُبھار پوشیدہ ہین اُنپر اطلاع نہین ہوتی یہان تک کہ خصیہ مالیدہ شخص کے حق مین بھی نکاح کا مستحب ہونا منقطع نہین گو اُسکو توقع اولاد کی نہین جسطرح کہ انعال حج مین گنجہ کے لیے سر پر استرہ پھیرنا مستحب ہی گو سر پر بال نہون مگر غیرون کی پیروی اور سلف صالح کی اقتدا اس باب مین اُسکو مستحب ہی یا جسطرح آج کل حج مین طواف کے وقت مین پھیرون مین چادر کو بغل کے نیچے سے نکال کر بائین شانہ پر ڈالنا اور اکڑ کر دوڑ کر چلنا مستحب ہی حالانکہ شروع مین یہ اعمال اس غرض سے تھے کہ کافرون کی نظرون مین اہل اسلام کی شجاعت اور بہادری ظاہر ہو مگر جن لوگون نے داد شجاعت دی تھی اُنکا یہ فعل پچھلے لوگون کے حق مین مستحب ہوگیا۔ اور اگر ان دونون شخصون کو اس لحاظ سے دیکھا جاوے کہ صحبت پر قادر نہین تو استحباب نکاح مین ضعف آجاتا ہی اور یہ استحباب اس اعتبار سے اور بھی ضعیف ہی کہ اِنکے نکاح سے ایک شی بیکار ہوئی جاتی ہی اور اُس سے

جو مطلب نکلتا وہ تلف ہوتا ہی اور اُسکی حاجت بھی نہین پوری ہوتی اور اسمین ایک طرح کا خطرہ ہی تو یہ وجہ ایسی ہی کہ جو لوگ شہوت کے ضعیف ہونے کی جہت سے نکاح نہین کرتے اور شدت سے انکار کرتے ہین اُنکے عذر پر آگاہ کرتی ہی۔ وجہ دوم نکاح کے ذریعہ اولاد ہونے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور رضا مین کوشش کرنا ہی کہ جس چیز سے آپ مباہات فرماوینگے اُسکی کثرت نکاح ہی سے ہی کیونکہ آپ نے اس امر کی تصریح فرمادی ہی اور اولاد کے لحاظ رکھنے پر بہمہ وجوہ مجملاً یہ روایت دال ہی جو حضرت عمر رض کے حال مین مروی ہی کہ آپ نکاح بہت کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مین اولاد کے واسطے نکاح کرتا ہون اور ندست بانج عورت کی جو حدیث مین مروی ہی اُس سے بھی یہی پایا جاتا ہی کہ اولاد کا لحاظ ہونا چاہیے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھر کے کونے مین بورپا بانج عورت کی نسبت کرا اچھا ہی اور فرمایا تَخَیَّرُوْا لِنُطَفِکُمُ الْوَلُوْدَ الْوَدُوْدَ اور فرمایا کہ کالی عورت اولاد والی خوبصورت سے بہتر ہی جس سے اولاد نہو ان روایتون سے صاف ظاہر ہی کہ نکاح کی فضیلت حاصل کرنے مین اولاد کی طلب کو بہت دخل ہی بہ نسبت صرف جوش شہوت دور کرنے کے اسلیے کہ خوبصورت عورت مرد کی پارسائی قائم رکھنے اور نگاہ نیچی کرنے اور شہوت دور کرنے کے لیے زیادہ زیبا ہی لیکن تاہم اولاد کے لحاظ سے اُسپر بدصورت کو ترجیح دی گئی۔ وجہ سوم بعد کو اولاد نیکبخت کا ہونا ہی جو باپ کے لیے دعاء خیر کرے چنانچہ حدیث مین وارد ہی کہ آدمی کے سب عمل تمام ہوجاتے ہین صرف تین باقی رہتے ہین اور اُن مین ایک نیکبخت لڑکی کو ذکر فرمایا۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ دعائین مُردون کے سامنے نور طباقون مین رکھکر پیش کی جاتی ہین اور بعض لوگ جو یہ کہتے ہین کہ اولاد بعض اوقات نیکبخت نہین ہوتی تو یہ قول اُنکا لغو ہی اسلیے کہ مسلمان دیندار کی اولاد غالباً نیکبخت ہی ہوگی خصوص اُس صورت مین کہ اُسکی تربیت کا قصد کرے اور نیکبختی کے کام لیوے۔ حاصل یہ کہ ایماندار کی دعا ماں باپ کے حق مین مفید ہی ہوتی ہی خواہ نیکبخت ہو یا بدکار اور اگر لڑکا نیکیان کریگا اور دعا مانگیگا تو باپ کو اُسکا ثواب ملیگا اس نظر سے کہ لڑکا اُسی کی کمائی ہی اور اگر بدائیان کریگا تو باپ سے اُسکی باز پرس نہوگی اس وجہ سے کہ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی قرآن مجید مین موجود ہی اور اسی مضمون کو خدا تعالی نے ارشاد فرمایا ہی اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ

یعنی ہم نے اُنکے اعمال مین سے کچھ نقصان نہین کیا بلکہ اُنکے احسان پر یہ بات زائد کردی کہ اُنکی اولاد کو اُنکے ساتھ کردیا وجہ چہارم یہ ہو کہ لڑکا پیشتر مرجاویگا تو سفارشی ہوگا اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ لڑکا اپنے ماباپ کو جنت کی طرف کھینچیگا اور بعض اخبار مین ارشاد فرمایا کہ بچہ ماباپ کا کپڑا پکڑیگا جیسے مین اب تیرا کپڑا پکڑتا ہون اور فرمایا کہ بچہ کو حکم ہوگا کہ جنت مین داخل ہو وہ جنت کے دروازہ پر توقف کریگا اور غصہ مین بھر کر کہیگا کہ مین جنت مین جب ہی جاونگا کہ میرے ماباپ میرے ساتھ ہون حکم ہوگا کہ اسکے ماباپ کو اسکے ساتھ جنت مین داخل کرو۔ اور دوسری حدیث مین ہے کہ لڑکے قیامت کے میدان مین جس وقت کہ خلقت حساب کے لیے درپیش ہوگی جمع ہونگے فرشتون کو حکم ہوگا کہ انکو جنت مین لیجاؤ وہ لڑکے جنت کے دروازہ پر ٹھہرینگے اور اُنسے کہا جاویگا کہ خوب ہو تم آئے مسلمانون کے بچو اندر جاؤ تم سے کچھ حساب نہین وہ کہینگے کہ ہمارے ماں باپ کہان ہین جنت کے فرشتے اُنسے کہینگے کہ وہ تم جیسے نہین ہین بلکہ اُنکے ذمہ گناہ اور برائیان ہین اُنسے اُنکا حساب اور مطالبہ ہوگا یہ سنکر وہ لڑکے یکبارگی چیخینگے اور فریاد وزاری جنت کے دروازون پر کرینگے پس خدا تعالی باوجودیکہ اُنکے حال سے خوب واقف ہوگا ارشاد فرماویگا کہ یہ فریاد کیسی ہے فرشتے عرض کرینگے کہ الٰہی مسلمانون کے بچے ہین کہتے ہین کہ ہم جنت مین بدون اپنے ماباپ کے ساتھ لیے نہ جائینگے خدا تعالی حکم فرماویگا کہ اس جماعت کے اندر جاؤ اور اُنکے ماباپون کے ہاتھ پکڑو اور اُنکو جنت مین داخل کرو۔ اور فرمایا مَنْ مَاتَ لَهُ اثْنَانِ مِنَ الْوَلَدِ فَقَدِ اخْتَطَرَ خَطَارًا مِنَ النَّارِ۔ اور فرمایا مَنْ مَاتَ لَهُ ثَلٰثَةٌ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهٖ اِيَّاهُمْ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاثْنَانِ قَالَ وَاثْنَانِ حکایت ہو کہ کسی نیکبخت سے لوگ نکاح کرنے کو کہا کرتے تھے اور وہ بزرگ کچھ دنون انکار کرتے رہے ایک روز جو سوکر اُٹھے تو کہنے لگے کہ میرا نکاح کردو میرا بیاہ کردو لوگون نے اُنکا نکاح کردیا اور وجہ پوچھی کہ اب کس لیے خواہان نکاح کے ہوے فرمایا کہ شاید اللہ تعالی مجھے لڑکا دیوے اور صغر سنی مین اُسکو وفات دے تو آخرت مین میرے کام آوے پھر کہا کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ گویا قیامت برپا ہے اور تمام خلق کے ساتھ مین بھی قیامت کے میدان مین کھڑا ہون اور میرا پیاس کے مارے لبون پر دم آرہا ہے اور اسی طرح مخلوق بھی سخت تشنگی اور کرب مین گرفتار ہے پھر دیکھتا ہون کہ کچھ بچے صفون کو چیرتے پھرتے ہین

اُنکے سر پہ نور کی مندیل ہین اور ہاتھون مین چاندی کی چھاگل اور سونے کے آنجورے لیے ایک ایک کو پانی پلاتے ہین اور اندر گھسے جاتے ہین اور بہتون کو چھوڑتے بھی جاتے ہین مین نے اپنا ہاتھ اُنمین سے ایک لڑکے کی طرف پھیلایا اور کہا کہ میرا باپ کے مارے بُرا حال ہی مجکو پانی پلا اُسنے کہا کہ ہم مین تیرا لڑکا کوئی نہین ہم تو اپنے باپون کو پانی پلاتے ہین مین نے پوچھا کہ تم کون ہو اُسنے کہا کہ ہم مسلمانون کے لڑکے ہین جو صغر سن مین مرگئے تھے۔ اور اللہ تعالی کے اس قول مین وَقُوا اَنْفُسَكُمْ کے ایک معنی یہ بھی کہے ہین کہ اس سے مراد بچون کا آخرت مین آگے بھیجنا ہی غرض کہ ان چارون وجہون سے معلوم ہوا کہ نکاح کی فضیلت زیادہ تر اسی جہت سے ہی کہ وہ اولاد ہونے کا سبب ہی۔ دوسرا فائدہ نکاح سے یہ ہی کہ شیطان سے محفوظ رہنا اور جوش اشتیاق کو دبانا اور شہوت کو ٹالنا اور نگاہ کو نیچا رکھنا اور شرمگاہ کو بچانا اِس سے حاصل ہوتا ہی اور اسی کی طرف اشارہ ہی اس حدیث مین کہ جس شخص نے نکاح کیا اُسنے اپنا آدھا دین بچا لیا پس چاہیے کہ دوسرے نصف مین خدا تعالی سے ڈرے اور اس حدیث مین بھی اسی طرف اشارہ ہی عَلَيْكُمْ بِالْبَاءَةِ فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّ الصَّوْمَ لَهُ وِجَاءٌ اور جو آثار و اخبار کہ ہم لکھ آئے ہین اُن مین بھی اشارہ اس مضمون کی طرف ہی۔ اور یہ فائدہ اول فائدہ کی نسبت کم ہی اسلیے کہ شہوت اولاد کے ہونے کے تقاضا کرنے کو ایک گماشتہ ہی اسکی آفت سے بچنے اور شر سے محفوظ رہنے کو تو نکاح ہی کافی ہی مگر جو شخص اپنے آقا کا کہنا مانے اس نظر سے کہ اُسکی رضا جوئی کا طالب ہو اور دوسرا شخص بھی مانے مگر اس خیال سے کہ گماشتہ کی آفت سے محفوظ رہے یہ دونون برابر نہین ہین بلکہ فضیلت اول ہی کو ہی غرضکہ شہوت اور اولاد دونون حکم الٰہی سے ہین اور ایک کو دوسرے سے علاقہ ہی لیکن یہ نہین کہہ سکتے ہین کہ مقصود نکاح سے لذت ہی اور اولاد اُسکو لازم ہی جیسے کھانے سے مثلاً پاخانہ پھرنا لازم آجاتا ہی اور وہ مقصود بالذات نہین ہوتا بلکہ واقع مین مقصود بالذات فطرت اور حکمت کے رو سے اولاد ہی اور شہوت اُسپر ترغیب دہندہ ہی ہان شہوت مین سوا اولاد کی ترغیب کے ایک اور حکمت بھی ہی یعنی اُسکے پورا کرنے مین وہ لذت ہی کہ اگر اُسکو بقا ہو تو اُسکے جوڑ کی کوئی لذت نہین اور یہی لذت اُس لذت کی خبر دیتی ہی جسکا وعدہ جنت مین ہوا ہی اور اسکے موجود کرنے کی

وجہ یہ ہی کہ جس لذت کا ذائقہ معلوم نہو اُسکی ترغیب بیکار ہوتی ہی مثلاً اگر نامرد کو صحبت کی لذت پر ترغیب دیجاوے یا لڑکے کو ملک وسلطنت کی لذت پر اُبھارا جاوے تو مفید نہین پس آدمی مین اس لذت کو اس لیے پیدا کیا گیا کہ اسکے مزہ سے آگاہ ہوکر جنت مین اُسکے دوام کا خواہان ہو جسکا حصول عبادت الٰہی پر موقوف ہی اب غور کرو کہ خدا تعالیٰ نے اسمین کیسی حکمت اور کس طرح کی رحمت رکھی ہی کہ ایک شہوت کے اندر دو زندگیان ظاہر و باطن کی پوشیدہ کردی ہین ظاہر کی زندگی تو اسطرح ہی کہ اسکے ذریعہ سے نسل باقی رہتی ہی اور یہ بھی ایک طرح کا دوام آدمی کے لیے ہی اور باطنی زندگی حیات اخروی ہی کہ اُسکی باعث بھی یہی شہوت ہوتی ہی یعنی اسکے سریع الزوال ہونے کو دیکھکر آدمی لذت دائمی اور کامل کا فکر کرتا ہی اور اُسکے حاصل ہونے کے لیے عبادت پر آمادہ ہوتا ہی تو گویا شہوت ہی کی رغبت کرنے سے جنت کی نعمت کی طلب اُسپر آسان ہوجاتی اسی طرح انسان کے بدن مین کوئی ذرہ ظاہری و باطنی ایسا نہین بلکہ آسمان و زمین سے ملکوت مین کوئی خبر اسطرح کا نہین کہ اُسکے عجائب اور حکمتون کے اندر عقلین حیران نہون مگر یہ اسرار دلہائے پاک پر اُسی قدر کھلتے ہین جسقدر وہ صاف اور دنیا کی طرف سے اعراض کرنے والے اور اُسکے معاملے اور فریبون سے روگردان ہوتے ہین حاصل یہ کہ جوش شہوت کے ٹالنے کے سبب سے نکاح کرنا دین مین ایک مہم امر ہی اُس شخص کے حق مین جو عاجزی اور نامردی نہ رکھتا ہو اور یہ حال اکثر خلق کا ہی اور وجہ اسکے مہم ہونے کی یہ ہی کہ شہوت جب غالب ہوتی ہی اور اُسکی روک پر تقوی کی قوت نہین ہوتی ہی تو بڑی بڑی باتون مین آدمی مبتلا ہوجاتا ہی اور اسی کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت سے اشارہ فرمایا ہی تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ اور اگر غلبہ شہوت کی صورت مین تقوی کی روک بھی ہو تو اُسکا انجام یہ ہوگا کہ آدمی اعضاء ظاہری کو شہوت سے روکیگا یعنی آنکھ نیچی اور شرمگاہ کو محفوظ رکھیگا مگر دل کا بچانا وسوسہ اور فکر سے اُسکے اختیار مین نہین اسی سے اُسکا ہمیشہ اُس سے کشاکش رکھیگا اور جماع کی باتین کریگا اور شیطان وسوسہ اندازا کثر وقتون مین ایسے خطرون کے دل مین ڈالنے سے کوتاہی نہ کریگا اور بعض اوقات یہ بات نماز کے اندر پیش ہوتی ہی حتی کہ دل پر جماع کے معاملے ایسے گذرتے ہین کہ اگر منجاوقات مین ادنی شخص کے سامنے بھی اُنکی تصریح کرے تو اُس سے شرماوے اور اللہ تعالیٰ

دل پر خبردار ہی دل کا حال اُسکے سامنے ایسا ہی جیسا زبان کا حال ہی خلق کے نزدیک
اور مرید کے لیے طریق آخرت کے چلنے مین اصل سرمایہ دل ہی ہی پس اُسکا وساوس
مین مبتلا رہنا نہایت بُرا ہی اور ہمیشہ روزہ رکھنا بھی قائم مقام نکاح کے نہین کیونکہ
اکثر لوگون کے حق مین ہمیشہ کے روزہ سے بھی وسوسہ کی جڑ نہین کٹتی ہان اگر روزہ رکھنے سے
بدن مین کمزوری اور مزاج مین خرابی آجاوے تو وسوسہ کا دور ہونا ممکن ہی اور انھین
وجہون کے لحاظ سے حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا ہی کہ عابد کی عبادت نکاح ہی سے
پوری ہوتی ہی اور غلبۂ شہوت ایک مصیبت عام ہی کمتر شخص اُس سے محفوظ رہتے ہین
اور قتادہ رضؓ وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا کی تفسیر مین فرماتے ہین کہ جوش
شہوت سے مراد ہی - اور عکرمہ اور مجاہد رضؓ نے خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا کی تفسیر مین فرمایا ہی
کہ ضعیف سے یہ غرض ہی کہ عورتون سے صبر نہین کرتا - اور فیاض بن نجیح نے فرمایا ہی
کہ جب آدمی کا عضو تناسل کھڑا ہوتا ہی تو اسکی عقل دو تہائی جاتی رہتی ہی اور بعض اکابر
فرماتے ہین کہ اُسکا تہائی دین جاتا رہتا ہی - اور نواور التفسیر مین حضرت ابن عباس سے
منقول ہی کہ مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ کی تفسیر مین فرمایا کہ آلۂ تناسل کے کھڑے
ہونے سے غرض ہی - غرض کہ یہ وہ بلا ہی کہ جب ہیجان مین آتی ہی تو نہ عقل اُسکا مقابلہ
کرے اور نہ دین اور باوجودیکہ اُسمین یہ لیاقت ہی کہ دو زندگیون کا باعث ہو سکتی ہی
جیسے اوپر مذکور ہوا لیکن شیطان کے لیے آدمیون کے بہکانے کو نہایت زبردست
سامان ہی اور اسی بات کی طرف اشارہ ہی اس حدیث شریف مین مَا رَاَیْتُ مِنْ
نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِیْنٍ اَغْلَبَ لِذَوِی الْاَلْبَابِ مِنْکُنَّ اور یہ عقل کا دور ہونا ہیجان شہوت ہی
کے باعث ہی اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا مین یہ ارشاد فرماتے تھے اَللّٰھُمَّ
اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَقَلْبِیْ وَمَنِیِّیْ اور فرماتے اَسْاَلُکَ اَنْ تُطَھِّرَ
قَلْبِیْ وَتُحَصِّنَ فَرْجِیْ اب دیکھنا چاہیے کہ جس چیز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پناہ
مانگتے ہون دوسرے شخص کو اُس بات مین تساہل کیسے درست ہوگا کہتے ہین کہ کوئی
نیک بخت نکاح بہت کرتے تھے حتیٰ کہ دو یا تین بیبیون سے خالی نہین رہتے تھے بعض
معتقدون نے اس امر کا آپ پر اعتراض کیا انھون نے کہا کہ تم مین کوئی ایسا ہی کہ اگر خدا
تعالیٰ کے سامنے ایک نشست بیٹھے یا کسی معاملہ مین کچھ دیر کھڑا رہے اور اس عرصہ مین

اُسکے دل پر شہوت کے وسوسہ کا گذر ہوا انھون نے جواب دیا کہ یہ بات تو ہمکو اکثر ہوتی ہی انھون نے کہا کہ جیسا حال تمھارا صرف ایک وقت مین ہوتا ہی اگر یہ حال میرے اوپر ساری عمر مین بھی کبھی ہوتا اور مین اُسکو اچھا جانتا تو ہرگز نکاح نہ کرتا مگر میرا حال یہ ہی کہ جب میرے دل پر کوئی وسوسہ ایسا ہوا کہ اُسنے مجکو میرے حال سے روک دیا تو مین نے اُسکو پورا کر دیا اور اپنے کام پر رجوع کیا اور چالیس برس سے میرے دل پر گناہ کا وسوسہ نہین ہوا۔ اور کسی شخص نے صوفیون پر کچھ اعتراض کیا ایک دیندار نے اُس سے کہا کہ تمکو اُنکی کونسی بات پر اعتراض ہی اُسنے کہا کہ بہت کھاتے ہین اُس بزرگ نے کہا کہ اگر تم بھی ایسے بھوکے رہو جیسے وہ رہتے ہین تو تم بھی اُسی طرح کھاؤ جیسے وہ کھاتے ہین اُسنے کہا کہ صوفی نکاح بہت کرتے ہین اُسنے جواب دیا کہ اگر تم بھی اپنی آنکھ اور شرمگاہ کی حفاظت اُنکی طرح کرو تو اُنھین کی طرح نکاح کرنے لگو۔ اور حضرت جنید بغدادی رح فرمایا کرتے کہ مجھکو جماع کی حاجت ایسی ہی ہی جیسی غذا کی۔ غرض کہ واقع مین بی بی غذا اور دل کی طہارت کا سبب ہی اور اسی وجہ سے جس شخص کی نظر اجنبی عورت پر پڑے اور اُسکا نفس اُسکی طرف شائق ہو اُسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی کہ اپنی بی بی سے صحبت کرے اسلیے کہ صحبت کرنا دل سے وسوسہ کو دور کر دیگا۔ اور حضرت جابر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کو دیکھ کر حضرت ام المومنین زینب رض کے پاس گئے اور اُسنے ہم بستر ہو کر باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ عورت جب سامنے آتی ہی تو شیطان کی صورت مین آتی ہی پس جب کوئی تم مین سے کسی عورت کو دیکھے اور وہ اُسکو اچھی معلوم ہو تو چاہیے کہ اپنی اپنی بی بی سے ہم بستر ہو کہ اُسکے پاس بھی وہی بات ہی جو دوسری کے پاس ہی۔ اور فرمایا کہ جن عورتون کے خاوند اُنکے پاس نہون اُنکے پاس تنہا نہ جاؤ کہ شیطان تمھارے اندر خون کی جگہ مین پھرتا ہی صحابہ نے عرض کیا کہ آپ کی خون کی جگہ مین بھی پھرتا ہی آپ نے فرمایا کہ ہان مگر اللہ تعالی نے مجکو اُسپر غالب کر دیا تو مین اُس سے بچا رہتا ہون۔ سفیان بن عیینہ رح اس حدیث مین فرماتے ہین کہ لفظ اسلم جو دا ہی اُسکے معنی یہ ہین کہ مین شیطان سے بچا رہتا ہون یعنی صیغہ ماضی نہین ہے جسکے معنی ہین کہ وہ مسلمان ہو گیا بلکہ مضارع متکلم ہی اور وجہ اس معنی کی یہ ہی کہ شیطان

مسلمان نہین ہوتا - اور حضرت عمر رضہ جو صحابہ مین سے بڑے زاہد اور عالم تھے اُنکے حال مین منقول ہی کہ روزہ کا افطار صحبت سے کیا کرتے اور کھانا بعد کو کھاتے اور بعض اوقات مغرب پڑھنے سے پیشتر ہم بستر ہوتے پھر نہا کر نماز پڑھتے اور اُسکی وجہ یہی تھی کہ دل عبادت آلہی کے لیے فارغ ہو جاوے اور شیطان کا سامان اُسمین سے نکل جاوے اور کہتے ہین کہ ماہ رمضان مین اُنھون نے نماز عشا سے پیشتر اپنی تین تین لونڈیون سے صحبت کی ہی - اور حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہین کہ بہتر شخص اس امت مین وہ ہی جسکی بی بیان زیادہ ہون - اور چونکہ عرب کے لوگون کے مزاج پر شہوت غالب تھی اسلیے اُنمین سے نیک بخت لوگ نکاح بہت کرتے تھے اور دل کے فارغ ہونے کے لیے گناہ کے خوف کے وقت لونڈی سے نکاح مباح کیا گیا ہی باوجودیکہ اس صورت سے لڑکے کا غلام کرنا لازم آتا ہی جو ایک قسم کا ہلاک کرنا ہی اور یہین وجہ ایسے شخص کو جو آزاد عورت کے نکاح کرنے پر قادر ہو لونڈی سے نکاح کرنا حرام ہی مگر لڑکے کا غلام کرنا بہ نسبت دین کے تباہ کر ڈالنے کے بہت آسان ہی اسلیے کہ لڑکے کے غلام بنا دینے مین تو صرف یہی خرابی ہی کہ چند روز کی اُسکی زندگی تلخ طور پر دوسرے کے زیر حکم گذریگی اور زنا کر بیٹھنے مین آخرت کی زندگی جاوید ہاتھ سے جاتی ہی جسکے ایام سے ایک دن کے مقابلہ مین دنیاوی عمرین بڑی بڑی ہیچ ہین - اور مروی ہی کہ ایک روز حضرت ابن عباس رضہ کی مجلس سے سب لوگ چلے گئے صرف ایک جوان بیٹھا رہا آپ نے اُس سے پوچھا کہ تم کو کچھ ضرورت ہی اُسنے عرض کیا کہ مین ایک مسئلہ پوچھا چاہتا ہون پہلے تو لوگون کی شرم مانع تھی اور اب آپ کی ہیبت اور تعظیم مجکو کہنے نہین دیتی آپ نے فرمایا کہ عالم کا درجہ باپ کا سا ہوتا ہی تو جو بات تو اپنے باپ سے کہدیتا وہ مجھسے بھی کہدے اُسنے عرض کیا کہ مین جوان ہون اور بی بی نہین رکھتا اکثر مٹھولون سے قضاء حاجت کر لیتا ہون اسمین کچھ گناہ ہوتا ہی کہ نہین حضرت ابن عباس رضہ نے اُسکی طرف سے منھ پھیر لیا اور فرمایا چھی چھی لونڈی سے نکاح تیری اس حرکت سے بہتر ہی اور وہ زنا سے بہتر ہی اس روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ مجرد آدمی پر از شہوت کو تین خرابیون مین سے ایک نہ ایک ضرور ہوگی سب سے کمتر لونڈی سے نکاح کر لینا ہی جسمین اپنی اولاد کو دوسرے کا غلام کرنا ہی اور اُس سے زیادہ خرابی ہاتھ سے منی نکالنی یعنی مٹھولے مارنا ہی اور سب سے زیادہ زنا کرنا ہی اور حضرت ابن عباس رضہ نے اسمین سے کسی چیز کو

مطلق مباح نہین فرمایا اسلیے کہ اول کی دونون خرابیان ممنوع ہین اُنکی طرف ضرورت
اُس وقت ہوتی ہی کہ خوف اُس سے زیادہ ممنوع چیز مین مبتلا ہونے کا ہووے جیسے مردار
کھانا حرام ہی مگر بخوف جان جانے کے اُسکا کھانا مباح بہ مجبوری ہوجاتا ہی پس ایک خرابی
کو دوسری سے بہتر فرمایا اسکے یہ معنی نہین کہ وہ مباح مطلق ہی یا مطلق بہتر ہی بلکہ
یہ غرض ہی کہ اضطرار کے وقت اُسکو اختیار کیا جاوے اسی طرح سڑے ہوے ہاتھ کا کاٹ ڈالنا
کچھ غیر مطلق نہین مگر جان پر بنتی ہی تو اُسکی اجازت دیدیتے ہین - غرض کہ نکاح کرنے مین
ایک فضیلت اس وجہ سے بھی ہی کہ ان تینون خرابیون سے آدمی محفوظ رہتا ہی مگر یہ فضیلت
سب کے حق مین نہین بلکہ اکثر شخصون کے حق مین ہی کیونکہ بہت آدمی ایسے بھی ہین
کہ اُنکی شہوت بوڑھاپے یا مرض وغیرہ کے باعث سست پڑجاتی ہی تو ایسے لوگون کے
حق مین یہ سبب فضیلت کا نہین رہتا ہان اولاد کی توقع اُنکے لیے بھی باقی ہی اور
یہ بات سب مردون مین عام ہی البتہ نامردون کے حق مین یہ بھی نہین مگر نامردی
شاذ و نادر ہی - اور بعض طبیعتون پر غلبۂ شہوت اس قدر رہتا ہی کہ اُنکو ایک عورت
پار سا نہین رکھ سکتی تو ایسی طبیعت والے کو ایک سے زیادہ چار تک نکاح کرنا مستحب ہی
اگر خدا تعالیٰ اُنسے موافقت اور دوستی نصیب کردے تب تو چین کرے ورنہ مستحب ہی
کہ ناموافق کو چھوڑ کر دوسری سے نکاح کرلے چنانچہ حضرت علی رضہ نے حضرت فاطمہ رضہ کی وفات
کے سات دن بعد نکاح کرلیا تھا اور کہتے ہین کہ حضرت امام حسن رضہ بڑے نکاح کرنے والے
تھے یہان تک کہ اُنھون نے اپنی زندگی مین نوّے سے زیادہ عورتون سے نکاح کیا تھا اور
بعض اوقات ایک ہی وقت مین چار عورتون سے عقد کیا اور کبھی ایک ہی وقت مین چار کو
طلاق دیکر اور چار سے نکاح کرلیا اور آپ کے حق مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا ہی کہ اَشْبَهْتَ خَلْقِیْ وَخُلُقِیْ اور نیز فرمایا حَسَنٌ مِنِّیْ وَحُسَیْنٌ مِنْ عَلِیٍّ اس سے
لوگون نے یہ نکالا ہی کہ حضرت امام حسن رضہ کا زیادہ نکاح کرنا بھی ایک عادت ہی جو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت سے زیادہ ملتی ہی - اور مغیرہ بن شعبہ رضہ نے اسّی عورتون سے
نکاح کیا تھا اور صحابہ رضہ مین سے ایسے لوگ تھے جنکی تین تین اور چار چار بی بیان تھین
اور دو والے تو بیشمار تھے - اور جس وقت کہ سبب معلوم ہوجاوے اُسوقت چاہیے کہ
علاج سبب ہی کی مقدار کے موافق ہو کیونکہ مقصود نفس کا ساکن کرنا ہی تو کثرت اور قلت نکاح مین

اسی کا لحاظ رکھنا چاہیے میسر افائدہ نکاح کرنے سے نفس کو راحت پہونچانا اور بی بی کے پاس بیٹھنے سے اسکو انس دلانا ہی اور روے نگار کو دیکھنا اور چہل کرنا دل کے لیے راحت اور عبادت پر قوت پیدا کرتا ہی اسلیے کہ نفس ہارہبت مانتا ہی اور حق سے زیادہ بھاگتا ہی کیونکہ یہ اسکی سرشت کے خلاف پڑتا ہی پس اگر نفس کے مخالف امر پر اسکو بزور لایا جاویگا اور ہمیشہ خلاف سرشت پر دبایا جاویگا تو کہنا نہ مانیگا اور سرکشی کریگا اور اگر کبھی کبھی لذتون سے راحت اسکو ملتی رہیگی تو خوب پکا اور خوش رہیگا اور عورتون کے ساتھ دل بہلانے مین وہ راحت ہوتی ہی جس سے کرب دور ہوتا ہی اور دل مسرور اور متقیون کے نفس کو مباح چیزون سے کچھ راحت پہونچنی بھی ضرور ہی اور اسی لیے اللہ تعالی فرماتا ہی هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا اور حضرت علی مرتضی رضہ فرماتے ہین کہ اپنے دلون کو راحت دو کہ ایک ساعت ہی کو ہو اسلیے کہ جب دلون سے زبردستی کام لیا جاتا ہی تو اندھے ہو جاتے ہین - اور ایک حدیث مین ہی کہ عاقل کے لیے ضرور ہی کہ تین ساعتین ہون ایک وہ جسمین اپنے رب سے مناجات کرے اور ایک وہ کہ جسمین اپنے نفس سے حساب لے اور ایک وہ کہ جسمین اپنے کھانے پینے مین لگا رہے اسلیے کہ اس اخیر ساعت سے پہلی دو ساعتون پر مدد ہوتی ہی اور اسی طرح ایک اور روایت ہی کہ عاقل آدمی بجز تین باتون کے اور چیز کا مریض نہین ہوتا اول آخرت کے لیے توشہ بہم کرنا دوم فکر معیشت سوم لذت حلال چیز سے - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا لِكُلِّ عَامِلٍ شِرَّةٌ وَلِكُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةٌ فَمَنْ كَانَتْ فَتْرَتُهُ عَلَى سُنَّتِي فَقَدِ اهْتَدَى اس حدیث مین شرۃ کے معنی کوشش اور غایت درجہ کی محنت کرنی ہی اور یہ بات ابتدا ارادہ مین ہوا کرتی ہی اور فترۃ کے معنی دم لینے اور ٹھہرنے کے ہین - اور حضرت ابو درداء رضہ فرمایا کرتے تھے کہ مین اپنے نفس کو کسی قدر کھیل سے بہلا دیتا ہون تاکہ آیندہ کو امر حق پر اُس سے قوت پاؤن - اور بعض اخبار مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یون وارد ہی کہ مین نے جبریل علیہ السلام سے اپنی قوت باہ کے ضعیف ہونے کی شکایت کی انھون نے مجکو ہریسہ بتا دیا اور یہ حدیث اگر صحیح ہو تو اس سے بھی تقصود اس استراحت کی قوت ہی - دفع شہوت اسکی تعلیل نہین ہو سکتی کہ اس صورت مین شہوت کے لیے مشورہ لینا لازم آتا ہی - اور جس شخص کی شہوت جاتی رہی ہو اسکو اسطرح کے

انس مین سے بھی اکثر معدوم ہوجاویگا - اور ایک حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ ثَلٰثٌ اَلطِّیْبُ وَالنِّسَآءُ وَقُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ غرض کہ یہ فائدہ نفس کو راحت دینے کا بھی ایسا ہی کہ جس شخص نے اپنے نفس کو فکرون اور ذکرون اور اقسام اعمال کی مشقتون مین ڈال کر تجربہ کیا ہووہ اس فائدہ کا منکر نہوگا اور یہ فائدہ پہلے دو فائدون سے علاوہ ہی یہان تک کہ مردازکار رفتہ کے حق مین بھی ہوسکتا ہی البتہ اتنا ہی کہ نکاح کی فضیلت اسکے اعتبار سے جب ہی ہوگی کہ نکاح کرنے مین اس فائدہ کی بھی نیت ہو اور ایسے لوگ کم ہین جو نکاح مین یہ نیت کرتے ہون ہان اولاد اور دفع شہوت وغیرہ کی نیت بہت ہوا کرتی ہی - پھر بعض اشخاص ایسے ہین کہ انکو آب رواں اور سبزہ وغیرہ کے دیکھنے سے دل کو راحت پہونچتی ہی انکو اس بات کی حاجت نہین ہوتی کہ عورتون سے باتین اور چہل کرکے دل بہلاوین تو انکے حال کے اختلاف سے اس فائدہ کا حکم بھی جدا ہوجاویگا اسکو یاد کرلینا چاہیے - **چوتھا فائدہ** نکاح سے یہ ہی کہ گھر کے انتظام اور کھانا پکانے اور جھاڑو دینے اور فرش بچھانے اور برتن مانجنے اور لوازم خانہ داری کے مہیا کرنے سے دل کو فراغت ہوتی ہی کیونکہ بالفرض اگر آدمی کو شہوت جماع نہو اور گھر مین اکیلا رہے تو بڑی مشکل پڑے اسلیے کہ گھر کے سب کامون کی کفالت اگر خود کرے تو اسکے اکثر اوقات اسی مین تلف ہوجاوینگے اور علم اور عمل کے لیے فارغ نہوگا پس اس اعتبار سے نیک بخت عورت گھر کا انتظام کرنے والی دین کی مددگار ہی اور لوازم خانہ داری کا خلل پذیر ہونا دل مین تشویش پیدا کرتا ہی اور عیش کو مکدر کرتا ہی اور اسی وجہ سے حضرت ابوسلیمان دارانی رح نے فرمایا ہی کہ نیک بخت بی بی دنیا مین سے شمار نہین کی جاتی اسلیے کہ اس سے آدمی کو آخرت کے لیے فراغت ملتی ہی تدبیر منزل سے جدا بے فکر کرتی ہی اور قضاء شہوت سے جدا اور محمد بن کعب قرظی اس آیت کی تفسیر مین رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً فرمایا ہی کہ دنیا کی خوبی سے نیک بخت عورت مراد ہی - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ تم مین سے ہر کسی کو چاہیے کہ دل شاکر اور زبان ذاکر اور بی بی ایماندار نیکبخت جو دین پر مدد کرے پیدا کرے - اب دیکھنا چاہیے کہ آپ نے نیکبخت بی بی کو شکر اور ذکر کے ساتھ کیسے اکٹھا فرمایا ہی اور اس قول خداوندی کی فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً تفسیر مین بعض

مفسرین نے فرمایا ہی کہ اس سے مراد نیکبخت بی بی ہی اور حضرت عمر رض فرمایا کرتے تھے کہ بندہ کو ایمان کے بعد کوئی چیز نیکبخت عورت سے بہتر نہین مرحمت ہوئی اور عورتون مین بعض ایسی غنیمت ہوتی ہین کہ کوئی عطا اُنکا عوض نہین ہوسکتی اور بعضی طوق گردن ہوتی ہین کہ اُنسے کسی فدیہ کے عوض رہائی نہین ہوتی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی کہ مجکو حضرت آدم علیہ السلام پہ دو باتون سے فضیلت عطا ہوئی ایک یہ کہ اُنکی بی بی معصیت پر اُنکی مددگار تھی اور میری بیبیان طاعت پر میری اعانت کرتی ہین دوم یہ کہ اُنکا شیطان کافر تھا اور میرا شیطان مسلمان ہی کہ بجز خیر کے اور کچھ نہین امر کرتا۔ اس حدیث مین بی بی کی اعانت طاعت پر باعث فضیلت ارشاد فرمایا غرض کہ یہ فائدہ بھی اُن فوائد مین سے ہی جسکو نیکبخت چاہا کرتے ہین مگر یہ فائدہ صرف اُن لوگون کے حق مین ہی جنکے لوازم خانہ داری کا کوئی کفیل اور تدبیر کرنے والا نہو اور یہ فائدہ اس بات کا بھی تقضی ہی کہ دو بیبیان نہون کیونکہ دو کے ہونے سے اکثر امور خانگی ابتر ہوجاتے ہین اور عیش مکدر ہوتا ہی۔ اور اس فائدہ کے ضمن مین یہ بھی داخل ہی کہ آدمی نیت کرلے کہ نکاح کرنے سے عورت کے کنبے والے میری طرف ہوجاوینگے اور میرے اور اُسکے قبیلے مل کر زور پکڑینگے کیونکہ شر کے دفع کرنے اور سلامتی کی طلب مین اس بات کی حاجت ہوا کرتی ہی اور اسی واسطے کہتے ہین کہ جسکا کوئی مددگار نہین وہ ذلیل ہی اور جس شخص کو کوئی ایسا آدمی مل جاوے کہ اُسپر سے بُرائی ٹال دیا کرے تو اُسکا حال سلامت رہیگا اور دل عبادت کے لیے فارغ اسلیے کہ بیکسی دل کو تشویش مین ڈالتی ہی اور جتھے کے باعث عزت حاصل ہوتی ہی ذلت اور بیکسی کو ٹالتی ہی۔ **پانچوان فائدہ** نکاح سے یہ ہی کہ نفس پر مجاہدہ اور ریاضت ہوتی ہی یعنی گھر کی رعایت اور ولایت اور گھر والیون کے حقوق کو ادا کرنا اور اُنکی عادتون پر صبر کرنا اور اُنسے تکلیف اُٹھانی اور اُنکی اصلاح مین کوشش کرنی اور اُنکو طریق دین بتانا اور اُنکی خاطر کسب حلال مین جانفشانی کرنی اور بعد کو اولاد کی تربیت کرنی یہ سب امور بڑے مرتبے کے ہین کیونکہ یہ سب رعایت اور ولایت ہین اور زن وفرزند رعیت ہین اور رعیت کی حفاظت کا بڑا رتبہ ہی اُس سے احتراز وہی کریگا جسکو خوف ہوگا کہ مجھسے اسکے حق کی بجاآوری مین قصور ہوگا ورنہ اسکے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ یَوْمُ مَیْتٌ

ح خلیفہ ثانی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپکی بیوی کو عدت گذارنے کی اجازت دیدی گئی جو حدیث وضع کیا گیا تھا اور دوسرا جو اس حدیث کا مسکر ہو

ح ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث

ح عاصم عادل کی حدیث کی عبارت سے انفصال حاصل ہوا

ابن عباس رضی اللہ عنہ

وَالِ عَادِلٍ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ سَبْعِيْنَ سَنَةً پھر فرمایا اَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ اور ظاہر ہی کہ جو شخص اپنے نفس کی درستی اور غیر کے نفس کی اصلاح مین مشغول ہوگا وہ ایسا نہوگا جو خود اپنے ہی نفس کی اصلاح مین لگا رہے اسی طرح جو شخص ایذا پر صبر کرے وہ اُس جیسا نہین کہ اپنے نفس کو رفاہیت اور راحت مین رکھے غرض کہ زن و فرزند کی فکر اُٹھانی ایسی ہی جیسے خدا کی راہ مین جہاد کرنا اور اسی وجہ سے بشر حافی رح نے فرمایا تھا کہ امام احمد بن حنبل رح کو مجھ پر تین باتون مین فضیلت ہی جنمین سے ایک یہ ہی کہ وہ طلب حلال اپنے لیے اور غیر کے لیے کرتے ہین اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ہی کہ آدمی جو اپنے گھر والون پر خرچ کرتا ہی وہ خیرات ہی اور آدمی کو اُس لقمہ مین ثواب ملتا ہی جسکو اُٹھا کر اپنی بی بی کے منھ مین دیوے۔ اور بعض علما سے کسی بزرگ نے ذکر کیا کہ مجکو خدا تعالی نے ہر عمل مین سے کچھ حصہ دیا ہی یہان تک کہ حج اور جہاد وغیرہ کا ذکر کیا عالم نے فرمایا کہ تم کو ابدال کا عمل تو ملا ہی نہین اُسنے پوچھا کہ وہ کیا ہی فرمایا کہ حلال کمانا اور عیال پر خرچ کرنا۔ اور ابن مبارک رح جس وقت کہ اپنے بھائیون کے ساتھ جہاد مین تھے فرمانے لگے کہ تم کو وہ عمل معلوم ہی جو ہمارے اس جہاد سے افضل ہی اُنھون نے کہا کہ ہم کو معلوم نہین فرمایا کہ مین جانتا ہون اُنھون نے پوچھا کہ وہ کیا ہی فرمایا کہ جو شخص عیال دار ہو اور کسی سے کچھ نہ چاہتا ہو اور رات کو اُٹھ کر اپنے بچون کو کھلا ہوا دیکھے اور اُنکو اپنے کپڑے سے ڈھانپ دیوے تو اُسکا عمل ہمارے اس جہاد سے افضل ہی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَنْ حَسُنَتْ صَلٰوتُهٗ وَكَثُرَ عِيَالُهٗ وَقَلَّ مَالُهٗ وَكَمْ يَغْتَبِ الْمُسْلِمِيْنَ كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ اور ایک دوسری حدیث مین ہی کہ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْفَقِيْرَ الْمُتَعَفِّفَ اَبَا الْعِيَالِ اور یہ بھی حدیث مین ہی کہ بندہ کے جب گناہ بہت ہو جاتے ہین تو اللہ تعالی اُسکو عیال کی فکر مین مبتلا کر دیتا ہی تاکہ اُن گناہون کو اُسپر سے دور فرماوے۔ اور بعض اکابر سلف نے فرمایا ہی کہ گناہون مین سے بعض ایسے ہین کہ اُنکا کفارہ بجز عیال کی فکر کے اور کچھ نہین اور اسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بھی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ بعض گناہ ایسے ہین کہ اُنکو سوائے فکر طلب معیشت کے اور کوئی چیز دور نہین کرتی اور فرمایا مَنْ كَانَ لَهٗ ثَلٰثُ بَنَاتٍ فَاَنْفَقَ عَلَيْهِنَّ وَاَحْسَنَ اِلَيْهِنَّ حَتّٰى يُغْنِيَهُنَّ اللّٰهُ عَنْهُ اَوْجَبَ اللّٰهُ

لَهُ الْجَنَّةُ الْبَتَّةَ اَلْبَتَّةَ اِلَّا اَنْ يَعْمَلَ عَمَلًا لَا يُغْفَرُ لَهُ حضرت ابن عباس رضہ
جب اس حدیث کو بیان فرماتے تو کہتے کہ بخدا یہ حدیث عجیب وغریب اور عمدہ ہی۔ اور
کہتے ہین کہ کوئی عابد اپنی بی بی کے ساتھ بہت سلوک سے رہتے یہان تک کہ وہ مرگئی
پھر لوگون نے اُنسے نکاح کرنے کو کہا اُنھون نے انکار کیا اور کہا کہ ایک ہی میرے
دل کی راحت اور جمعیت کے لیے بس ہی پھر بعد چند روز کے کہا کہ مین نے اُس عورت
کے مرنے کے ہفتہ بھر بعد خواب مین دیکھا کہ گویا آسمان کے دروازے کھلے ہین اور کچھ
آدمی اُترتے ہین اور ایک دوسرے کے پیچھے ہوا مین چلے آتے ہین اور جب ایک میرے
پاس اُترتا ہی مجکو دیکھکر اپنے پیچھے والے سے کہتا ہی کہ منحوس یہی ہی وہ کہتا ہی کہ ہان
اسی طرح تیسرا چوتھے سے کہتا ہی اور وہ ہان کہتا ہی اور مین ڈر کے مارے یہ امر اُنسے
پوچھ نہین سکتا یہان تک کہ سب کے بعد ایک لڑکا میرے پاس کو گذرا مین نے اُس سے
کہا کہ میان وہ بدبخت کون ہی جسکی طرف تم اشارہ کرتے ہو اُسنے کہا کہ وہ تم ہو مین نے
کہا کہ اسکی کیا وجہ اُسنے کہا کہ ہم تیرے اعمال کو اُن لوگون کے اعمال کے ساتھ اوپر
لیجاتے تھے جو اللہ کی راہ مین جہاد کرتے ہین مگر ایک ہفتے سے ہمکو حکم ہوا ہی کہ
تیرے اعمال اُن لوگون کے اعمال مین مندرج کرین جو عمداً جہاد سے پہلوتہی کرتے ہین
ہمکو نہین معلوم کہ تو نے کیا نئی حرکت کی ہی کہ جسکے باعث یہ حکم ہوا پھر اُس عابد نے اپنے
یارون سے کہا کہ میرا نکاح کردو اور عمر بھر دو یا تین بیبیان ہمیشہ رکھین۔ اور انبیا کے
حالات مین مروی ہی کہ کچھ لوگ حضرت یونس علیہ السلام کے پاس آئے آپ نے اُنکی
ضیافت کی اور گھر مین آمد ورفت کے وقت اُنکی بی بی اُنکو ستاتی اور زبان درازی
اور زیادتی کرتی مگر آپ خاموش رہتے مہمان آپ کی اس بُردباری سے متعجب ہوئے آپنے
فرمایا کہ تعجب مت کرو اسلیے کہ مین نے اللہ تعالی سے درخواست کی تھی کہ جو کچھ تجکو آخرت
مین مجھے سزا دینی منظور ہو وہ دنیا مین دے دے اُسپر ارشاد ہوا کہ تیری سزا فلان شخص کی
لڑکی ہی اُس سے نکاح کرلے پس مین نے اُس سے نکاح کرلیا ہی اور جو باتین تم نے دیکھین
اُنپر صبر کرتا ہون۔ اور ان امور پر صبر کرنے سے نفس کی جفاکشی اور غصہ کو مارنا اور
عادت کی درستی حاصل ہوتی ہی اسلیے کہ جو شخص خود تنہا رہتا ہی یا کسی خوش خلق کا
شریک ہوکر رہتا ہی تو اُس سے اُسکے نفس کے تہون کی خباثتین متمشیخ نہین ہوتین

اور نہ باطن کے عیب ظاہر ہون بہین وجہ سالک طریق آخرت کو لازم ہی کہ اپنے نفس کو ایسے بکھیڑون مین ڈال کر آزماوے اور اُنپر صبر کا عادی ہوتا کہ اُسکی عادات معتدل اور نفس مرتاض اور باطن صفات ذمیمہ سے صاف ہوجاوے۔ اور عیال پر صبر کرنا قطع نظر ریاضت اور مجاہدہ سے بذات خود ایک عبادت اور اُنکی کفالت ہی غرضکہ یہ بھی نکاح کا ایک فائدہ ہی مگر اس سے دو طرح کے شخصون کو صرف فائدہ ہوسکتا ہی یا تو وہ شخص کہ مجاہدہ اور ریاضت اور تہذیب اخلاق کا قصد کرے اس نظر سے کہ وہ راست کے شروع مین ہی عجب نہین کہ اس ذریعہ سے اُسکو مجاہدہ کا طریق معلوم ہوجاوے اور نفس جفاکش بن جاوے یا کوئی عابد ہو جسکو سیر باطن حاصل نہو اور فکر و دل کی حرکت سے بے بہرہ ہو صرف اعضاء ظاہری سے اعمال مثل نماز و حج وغیرہ کے کرلیتا ہو تو ایسے شخص کے حق مین زن و فرزند کے لیے کسب حلال کرنا اور اُنکی تربیت کو بجالانا بہ نسبت اُسکی عبادات بدنی کے افضل ہی اسلیے کہ اُن عبادات کا نفع غیر کی طرف تجاوز نہین کرتا۔ اور جو شخص اپنی اصل سرشت کی رو سے اخلاق درست رکھتا ہو یا پہلے مجاہدہ کے باعث اُسکی عادات مہذب ہون تو ایسے شخص کو جس صورت مین کہ باطن کی سیر اور فکر قلبی سے علوم و مکاشفات مین حرکت حاصل ہو نکاح کرنا اس فائدہ کے لیے ضرور نہین اسلیے کہ ریاضت بقدر کفایت اُسکو حاصل ہی باقی رہی عبادت عملی اسطرح کہ زن و فرزند کے لیے کچھ کمایے تو اسکی نسبت کر علم افضل ہی اسلیے کہ علم بھی عمل ہی اور اُسکا فائدہ بہ نسبت زن و فرزند کے لیے کمانے کے زیادہ ہی کہ یہ خاص عیال کے واسطے ہی اور وہ تمام خلق کے لیے۔ غرض کہ جن فوائد دینی کے اعتبار سے نکاح کو فضیلت ہی وہ بھی پانچ فائدے ہین جو مذکور ہوئے

چوتھا بیان۔ نکاح کی آفتون مین اور وہ تین ہین **اول آفت** جو سب سے قوی ہی حلال روزی سے عاجز ہونا ہی کہ وہ ہر شخص کو بہم نہین پہونچتی خصوص اس زمانہ مین کہ معیشت کے اطوار ابتر ہو رہے ہین تو جب آدمی نکاح کریگا تو نکاح ہی کی جہت سے طلب بھی زیادہ ہوگی اور وجہ حرام سے گھر والون کو کھلاویگا اور اس سبب سے خود بھی ہلاک ہوگا اور اُنکو بھی ہلاک کریگا اور مجرد آدمی اس آفت سے مامون ہی اکثر یون ہی ہوتا ہی کہ عیالدار بڑی بڑی جگہون مین گھستا پھرتا ہی اور بی بی کی خواہش کی پیروی کرکے اپنی آخرت کو دنیا کے بدلے مین بیچ ڈالتا ہی۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ بندہ

(ح اسکی اصل ہم نے دیکھی ہی)

میزان کے پاس کھڑا کیا جاویگا اور اسکے پاس حسنات پہاڑون کے برابر ہونگے اُس وقت اُس سے عیال کی خبر گیری اور خدمت سے سوال ہوگا اور مال کا حال پوچھا جاویگا کہ کہان سے پیدا کیا اور کس چیز مین خرچ کیا یہان تک کہ ان مطالبات مین اُسکی تمام نیکیان تمام ہوجاوینگی اور اُسکے پاس کوئی نیکی نہ رہیگی اُسوقت فرشتے پکارینگے کہ یہ وہ شخص ہی کہ دنیا مین اِسکے عیال نے اِسکے حسنات کو کھالیا اور آج اپنے اعمال کے عوض مین گرفتار ہوگیا۔ اور کہتے ہین کہ قیامت مین سب سے پہلے آدمی سے جو لوگ پوچھینگے وہ اُسکے زن و فرزند ہونگے کہ اُسکو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کرینگے کہ الٰہی تو ہمارا بدلہ اس سے لے کہ جو چیز ہم کو معلوم نہ تھی اُسکو ہم کو نہ بتایا اور ہم کو نادانستگی مین حرام کھلایا۔ پھر اُس سے بدلہ لیا جاویگا۔ اور بعض اکابر سلف فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ سے برائی کرنا چاہتا ہی تو دنیا مین اُسکے اوپر دُنگ مسلط کردیتا ہی جو اُسکو ڈستے رہتے ہین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ کوئی شخص خدا تعالیٰ کے سامنے اس سے بڑا گناہ نہ لیجاویگا کہ اُسکے سامنے جاہل ہون۔ حاصل یہ کہ یہ آفت ایسی پھیلی ہی کہ اُس سے کم کوئی چھوٹا ہوگا ہان جسکے پاس مال موروثی یا وجہ حلال سے کمایا ہوا اتفاق ہو کہ اُسکو اور اُسکے گھر والون کو کافی ہو اور قدر کفایت پر اُسکو قناعت بھی ایسی ہو کہ وہ زیادہ طلبی سے باز رہے تو ایسا شخص اس آفت سے برکنار رہیگا یا کوئی حرفہ والا جو مباح چیزون سے کسب حلال پر قادر ہو مثل لکڑیان جمع کرنے اور شکار پکڑنے کے یا ایسا پیشہ رکھتا ہو جسکو بادشاہون سے علاقہ نہو اور ایسون ہی سے معاملہ کرتا ہو جو اہل خیر ہین یا بظاہر سلامت رو ہین اور غالباً مال حلال رکھتے ہین تو یہ دونون شخص بھی اس آفت سے محفوظ ہین۔ ابن سالم رح سے کسی نے نکاح کرنے کا حال پوچھا تو انھون نے جواب دیا کہ ہمارے اس زمانہ مین نکاح کرنا ایسے شخص کے حق مین افضل ہی جسکو غلبۂ شہوت اتنا ہوگیا ہو جیسا گدھے کو ہوتا ہی کہ اگر مادہ کو دیکھ پاوے تو مار کھانے پر بھی اُس سے نہین ہٹتا اور اُسکا نفس قابو مین نہ رہا ہو اور اگر نفس پر قابو باقی ہو تو نکاح نہ کرنا بہتر ہی دوسری آفت نکاح کی یہ ہی کہ گھر والیون کے حقوق ادا کرنے اور اُنکی عادتون پر صبر کرنے اور ایذا کے برداشت کرنے سے قاصر ہو اور یہ آفت پہلی آفت کی نسبت کم ہی یعنی سب مین نہین ہوتی کیونکہ اسپر قادر ہونا بہ نسبت پہلی پر قادر ہونے کے آسان ہی

اور عورتون کے ساتھ اچھی طرح رہنا اور اُنکے حقوق کا بجالانا طلب حلال کی نسبت کر
سہل ہی مگر اندیشہ بھی ضرور ہی اسلیے کہ زن و فرزند بجاے رعیت ہین اور ہر شخص سے
اُسکی رعیت کی بازپرس ہوتی ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کفی
بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ یُّضَیِّعَ مَنْ یَعُوْلُ اور مروی ہی کہ جو شخص اپنے عیال سے بھاگے
وہ ایسا ہی جیسا غلام اپنے آقا سے بھاگے اُسکا روزہ اور نماز کچھ مقبول نہین جب تک کہ
اپنے عیال مین پھر نہ آوے اور جو شخص اپنے عیال کے حقوق بجالانے سے قاصر ہو
گو وہ اُن مین موجود رہے مگر وہ ایسا ہی ہی جیسا بھاگا ہوا ہوتا ہی اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی
قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا اسمین ہم کو حکم فرمایا کہ گھر والون کو آگ سے بچاوین جیسے
اپنے نفسون کو اُس سے بچاتے ہین۔ اور آدمی سے کبھی اپنے ہی نفس کے حق ادا نہین ہوتے
اس صورت مین اگر نکاح کریگا تو اُسپر دونے حق ہو جاوینگے اُسکے نفس کے ساتھ دوسرے کا
نفس شامل ہوگا اور چونکہ نفس بدی کا حکم کرتا ہی بہت تو جب ایک سے دو ہو جاوینگے
تو غالب یہی ہی کہ بدی کا حکم بھی زیادہ ہو جاویگا اور یہین وجہ کسی بزرگ نے نکاح کرنے سے
عذر کیا اور کہا کہ مین اپنے ہی نفس مین پھنسا ہوا ہون اُسپر دوسرے نفس کو کیسے اضافہ
کرون چنانچہ کسی کا شعر ہی ؎ موش کے رہنے کو تنہا نہین بل ہی کافی ٭ اُسکی دم مین
جو بندھے جھاڑو تو پھر کیسے رہے ٭ اور اسی طرح حضرت ابراہیم ادہم رح نے نکاح سے
عذر کیا اور فرمایا کہ مین اپنے نفس کے باعث کسی عورت کو خطرہ مین نہین ڈالتا ہون
اور نہ اُنکی کچھ حاجت ہی یعنی مین اُنکے حقوق کی بجاآوری اور پارسا رکھنے اور اُنکو نفع
پہونچانے سے عاجز ہون اور ایسا ہی عذر بشر حافی رح نے کیا تھا اور فرمایا کہ مجکو نکاح
سے مانع یہ ارشاد خداوندی ہی وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ اور یہ
کہا کرتے تھے کہ اگر بالفرض مین ایک مرغی کو نفقہ دون تو یہ خوف ہی کہ کہین پل پر جلاد
نہ ہو جاؤن اور ایک بار سفیان بن عیینہ رح کو کسی نے بادشاہ کے دروازے پر دیکھکر
پوچھا کہ یہان آپ کیسے کھڑے ہین آپکا مقام یہ نہین آپ نے فرمایا کہ کہین عیال والے کو
بھی فلاح پاتے دیکھا ہی۔ اور آپ اِسی مضمون کے اشعار پڑھا کرتے تھے اشعار

ہو دے عزلت اور اپنے پاس ہو گھر کی کلید	جھونپڑا ایسا ہو بادتند سے ہونا بدید
شور و غل اُسمین نہو ہرگز زن و فرزند کا	یہ مزہ کی بات ہی اور اسمین ہی لذت مزید

ح
آدمی کو چاہیئے کہ
عیال کی خبر گیری
مین مشغول رہے
اور اُنکے حقوق
بجالانے مین
کوتاہی نہ کرے
ف
بچاؤ
اپنی جانون اور
اپنے گھر والون کو
آگ سے
اللہ اور رسول کا
فرمان ہی جیسا
ابتدا سے اخیر تک
دستور ہی

خلاصہ یہ کہ یہ بھی ایک آفت عام ہی اگرچہ پہلی آفت کی نسبت کرا اسکا عموم کم ہی پھر بھی اُس سے ایسا ہی شخص محفوظ رہیگا جو مدبر اور عقلمند اور خوش اخلاق اور عورتون کی عادتون کا تجربہ کار اور آنکی زبان پر صابر اور اُنکی خواہشون کی پیروی سے طرح دینے والا اور اُنکے حقوق کو پورا کرنے کا حریص ہو اور اُنکی لغزشون سے دیدہ و دانستہ غفلت کر جاوے اور اپنی عقل سے اُنکے اخلاق کی مدارات کرے اور اب تو اکثر لوگ کم عقل اور سخت گو اور تند خو خفیف الحرکات اور بد مزاج اور بے انصاف ہین گو اپنے لیے انصاف کامل کے خواہان ہین پس ایسے شخصون کو نکاح سے بہین لحاظ بیشک خرابی پہنچیگی ایسون کے لیے تجرد ہی مین زیادہ سلامتی ہی تیسری آفت نکاح کی جو پہلی دو آفتون سے کم ہی یہ ہی کہ زن و فرزند یاد الٰہی سے باز رکھین اور آدمی کو دنیا کی طلب کا مائل کر دین اور پھر یہی سوجھے کہ انتظام اولاد کی معیشت کا بہت سا مال جمع کرنے اور رکھ چھوڑنے سے کیجیے اور ان کے سبب سے ہمچشمون مین دون کی لیجیے اور ظاہر ہی کہ جتنی چیزین یاد خدا سے مانع ہون خواہ اہل ہو یا مال یا اولاد وہ سب مالک پر منحوس ہین اور ہماری غرض اس سے یہ نہین کہ یہ اشیاء اُسکو کسی امر ممنوع کا مرتکب کر دین کیونکہ یہ بات تو پہلی اور دوسری آفت مین مندرج ہی بلکہ غرض یہ ہی کہ اہل و عیال اس بات کے باعث ہون کہ مباح سے تنعم اور کامرانی حاصل کرے اور اُسے چین اور دل لگی اور نفع اُٹھانے مین بالکل مستغرق ہو جاوے۔ اور نکاح کے باعث اس قسم کے اشغال بہت سے ہو جاتے ہین کہ دل اُنمین ڈوب جاتا ہی اور صبح سے شام اور شام سے صبح ہو جاتی ہی اور آدمی کو فرصت نہین ملتی کہ فکر آخرت اور اُسکی تیاری کا موقع ملے اور اسی سبب سے موقع مین ابراہیم بن ادہم رح نے فرمایا ہی کہ جو شخص اس بات کا عادی ہو جاوے کہ عورتون کے کھٹنے سے لگا بیٹھا رہے اُس سے کچھ نہ ہو سکیگا۔ اور ابو سلیمان دارانی رح نے فرمایا ہی کہ جس شخص نے نکاح کیا وہ دنیا کا مائل ہوا یعنی نکاح کرنا باعث میلان دنیا ہوتا ہی۔ اب بالکل آفتین اور فوائد نکاح کے بیان ہو چکے باقی رہی یہ بات کہ کسی شخص معین پر یہ حکم کرنا کہ اُسکے حق مین نکاح بہتر ہی یا مجرد رہنا تو یہ امر مطلق نہین کہا جا سکتا اور ان سب امور سے قطع نظر نہین کی جا سکتی بلکہ یون چاہیے کہ ان فوائد اور آفات کو وہ شخص اپنے حق مین کسوٹی سمجھے اور اپنے نفس کو انپر مطابق کرے پھر اگر آفات اپنے حق مین نہ پاوے اور فوائد موجود ہون اسطرح کہ اُسکے پاس حلال کا

مال موجود ہو اور خوش اخلاق ہو اور دین مین ایسا پکا کہ نکاح کرنے سے یا دخدا مین فرق نہ پڑیگا اور ان سب امور کے ساتھ یہ بھی ہو کہ جوانی کے باعث حاجت شہوت کے دبانے کی اور تنہائی کے سبب ضرورت انتظام خانہ کی رکھتا ہو اور کنبے کے ہونے سے اپنی پارسائی متصور ہو تو یقیناً جان لے کہ نکاح اُسکے حق مین افضل ہے اور اُسپر ایک فائدہ اور بھی ہے کہ اولاد کے حاصل کرنے مین سعی بھی پائی جاویگی - اور اگر فوائد مفقود اور آفات موجود پاوے تو اسمین شک نہین کہ اُسکے لیے مجرد رہنا افضل ہے - اور اگر فوائد اور آفات دونون ہون جیسا کہ فی زماننا غلبہ اسی شق کو ہے تو اُس وقت یہ چاہیے کہ میزان عدل سے تولا جاوے کہ فوائد سے اُسکے دین مین زیادتی کس قدر ہے اور آفات سے نقصان کس قدر جب نہین غالب ایک طرف کی زیادتی کا ہو تو اُسی کے بموجب حکم کرنا چاہیے مثلاً فوائد مین سے ظاہر تر دو ہین اولاد کا ہونا اور شہوت کا دبانا اور آفات مین سے بھی دو ظاہر تر ہین ایک طلب حرام کی ضرورت دوم رک جانا یاد خدا سے اب ہم ان چارون کو ایک دوسرے کے مقابل فرض کرکے کہتے ہین کہ اگر کوئی شخص شہوت کی تکلیف مین نہو اور نکاح کا فائدہ صرف اولاد کا ہونا ہی ہو اور دونون آفتین مذکورۂ بالا موجود ہون تو اُسکے حق مین مجرد رہنا ہی افضل ہے کیونکہ جو چیز مانع عن اللہ ہو نہ اُس مین بہتری ہے اور نہ طلب حرام مین کچھ خیر ہے اور جتنا نقصان ان دونون آفتون سے ہوگا وہ صرف اولاد کے لیے سعی کرنے کے فائدہ سے پورا نہوگا اسلیے کہ نکاح اولاد کے لیے کرنے سے اولاد کی زندگی مین سعی کرنی پائی جاتی ہے مگر یہ زندگی ایک امر وہمی ہے اور اُن دونون آفتون کا نقصان دین مین سر دست یقینی ہے اسلیے اپنی خود کی زندگی کے لیے دین کو محفوظ رکھنا اور ہلاک ابدی سے اپنے آپ کو بچانا اولاد کے لیے سعی کرنے کی نسبت کرنا زیادہ اہم ہے کہ نفع اسی مین ہے کہ دین سلامت رہے کیونکہ وہ راس المال ہے اُسکے بگڑ جانے سے زندگانی آخرت کی برباد ہی اور راس المال کا ہاتھ سے جاتا رہنا ہے اور ظاہر ہے کہ فائدہ اولاد ان آفتون مین سے ایک کے مقابل بھی نہین ہوسکتا ہان اگر اولاد کے ساتھ یہ بھی بات پائی جاوے کہ آدمی کو شہوت کے دبانے کی بھی ضرورت اشد ہو تو اُس وقت دیکھنا چاہیے کہ اگر تقوی کی پابندی اُسکو خوب نہو اور نکاح نہونے کی صورت مین اپنے نفس پر زنا کرنے کا خوف رکھتا ہو تو اس صورت مین نکاح اُسکے لیے افضل ہے اسلیے کہ اب دو طرفہ کی برائیون مین پھنس گیا اگر نکاح نہین کرتا تو زنا مین داخل ہوگا

اور اگر کرتا ہی تو طلب حرام کریگا تو ان دونون برائیون مین سے طلب مال حرام زنا کی نسبت کم ہی اسلیئے نکاح کو ترجیح ہی اور اگر اپنے نفس پر یقین کرتا ہو کہ نکاح نہ کرنے سے بھی زنا مین تو مبتلا نہو گا مگر آنکھون کے نیچا رکھنے پر قادر نہو گا یعنی نظر حرام سے باز نرہیگا تو اس صورت مین نکاح نہ کرنا بہتر ہی اسلیئے کہ اگرچہ نظر کرنا اور حرام پیسا کمانا دونون حرام ہین مگر اتنا فرق ہی کہ مال حرام پیدا کرنا ہمیشہ کو ہوتا ہی اور اس سے گناہ اسکو اور اسکے گھر والون کو دونون کو ہوتا ہی اور نظر حرام کبھی ہو جاتی ہی اور اسکا گناہ خاص اسی کو ہی دوسرا اسمین شریک نہین علاوہ ازین جلد منقطع بھی ہو جاتی ہی اور گو نظر حرام آنکھ کا زنا ہی لیکن اگر شرمگاہ سے اسکی تصدیق نہو گی تو حرام کھانے کی نسبت کر جلد معاف بھی ہو سکتا ہی ہان اگر نظر سے شرمگاہ کے گناہ کرنے کی نوبت آجانے کا خوف ہو تو اسکا حال ویسا ہی ہی جیسا زنا مین مبتلا ہونے کا خوف ہو اور جب یہ معلوم کر چکے تو اب جان لو کہ ایک تیسری حالت یعنی جس صورت مین کہ آدمی نیچی نگاہ رکھنے پر تو قادر ہو مگر دل کے اوپر سے فکرون کے ٹالنے پر قادر نہو نکاح کرنے کی نسبت کر بہتر ہی کیونکہ دل کا اصل معاف ہو جانے سے زیادہ ترغیب ہو اور علاوہ برین دل کا فارغ ہونا عبادت کے لیے مقصود ہوا کرتا ہی حرام کمائی کے کھانے اور کھلانے کے ساتھ عبادت پوری ہی نہو گی جسکے لیے فراغ دل چاہیے غرضکہ آفات مذکورہ کو فوائد کے ساتھ تول کر اسطرح اسکے بموجب حکم کرنا چاہیے اور جو شخص اس امر سے واقف ہو گا اسپر وہ حالات سلف کے جو ہمنے لکھے ہین کہ کبھی نکاح مین ترغیب تھی اور کبھی اعراض معلوم ہو جانے کچھ مشکل نہ پڑیگی اسلیئے کہ رغبت اور اعراض کا ہونا بحسب اختلاف حالات درست ہی۔ اب اگر یہ پوچھو کہ جو شخص آفات سے مصون اور مامون ہو اسکے حق مین عبادت الٰہی کے لیے مجرد رہنا بہتر ہی یا نکاح کرنا تو اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ اسکو دونون باتین کرنی چاہئین اسواسطے کہ نکاح عقد کے لحاظ سے مانع عبادت الٰہی کا نہین بلکہ اس لحاظ سے ہی کہ اسمین ضرورت مال کمانے کی ہوتی ہی پس اگر آدمی وجہ حلال سے مال کمانے پر قادر ہو تو نکاح بھی افضل ہی کیونکہ عبادت الٰہی کے لیے رات اور دن کے تمام اوقات ہین اور ایسی طرح عبادت کرنی کہ دم بھر آرام نہ کرے ہو نہین سکتی اور اگر یہ فرض کیا جاوے کہ اسکے تمام اوقات مال حاصل کرنے مین مستغرق ہین یہان تک کہ بجز اوقات فرائض پنجگانہ اور اکل و شرب اور قضاء حاجت کے کوئی وقت خالی نہین

جسمین فرائض کے سوا اور قسم کی عبادت کرے تو ایسا شخص اگر اُن لوگون مین سے ہو جو راہ آخرت کو نفل نماز اور حج وغیرہ اعمال بدنی ہی سے طے کیا کرتے ہین تو اُسکو بھی نکاح کرنا افضل ہی کیونکہ مال حلال کمانے اور زن و فرزند کی خدمت کرنی اور اولاد کی تحصیل مین سعی کرنی اور عورتون کی عادات پر صبر کرنے مین بھی طرح طرح کی عبادتین ہین جنکا ثواب عبادات نفل سے کم نہین اور اگر وہ شخص اُن لوگون مین سے ہو جو علم اور فکر اور باطن کے سیر سے عبادت کرتے ہین اور مال کمانے سے اُسکو اس عبادت مین پریشانی ہوتی ہو تو اُسکے حق مین نکاح نہ کرنا افضل ہی۔ پھر اگر یہ کہو کہ اگر نکاح اچھی بات ہی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُسکو کیون نہ کیا اور اگر عبادت الٰہی اُسکی نسبت کر بہتر ہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ بیبیان کیون کین تو اسکا جواب یہ ہی کہ جو شخص صاحب قدرت ہو اور ہمت عالی اور قوت زیادہ رکھتا ہو اسطرح کہ کوئی مانع و مزاحم اُسکو اللہ تعالیٰ سے روک نہ سکے تو اُسکے حق مین دونون باتون کا مجتمع ہونا افضل ہی اور چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت درجہ کی قوت و ہمت تھی اسلیے آپ نے دونون بزرگیان حاصل کین کہ باوجود نو بیبیون کے عبادت الٰہی مین بھی ویسے ہی لگے رہے اور نکاح سے قضاء حاجت آپ کے حق مین مانع و مزاحم نہوئی جیسے دنیا کے بڑے مدبرون کو پاخانہ مین جانا مانع تدبیرات دنیاوی کا نہین ہوتا بظاہر تو قضاء حاجت مین مشغول ہوتے ہین اور اُنکے دل اپنے مقاصد مین مستغرق رہتے ہین اور اُنسے غفلت نہین کرتے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بسبب علو مرتبہ اور رفعت شان کے اس دنیا کے کام خدا تعالیٰ کے ساتھ حضور دل کے مانع نہ تھے اور یہین وجہ آپ کے اوپر وحی نازل ہوتی تھی ایسے وقت مین کہ آپ اپنی بی بی کے بستر پر ہوتے تھے اور اگر بالفرض کسی دوسرے کے لیے یہ مرتبہ فرض کیا جاوے تو ممکن ہی مگر اُسکے ساتھ ہی یہ بھی ہی کہ نالیان تھوڑے سے خس و خاشاک سے بگڑ جاتی ہین اور سمندرین ایسی باتون سے تبدیل نہین ہو سکتی اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حال پر دوسرون کو قیاس نہ کرنا چاہیے۔ باقی رہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حال تو آپ نے اپنی قوت پر لحاظ نہ کرکے طریقۂ احتیاط اختیار کیا یا شاید آپ کی حالت ایسی ہوگی کہ خاندانی کے اشغال اُسمین تاثیر کر جاتے یا اُس حالت مین طلب حلال مین وقت بٹتی یا نکاح اور عبادت دونون جمع نہو سکتے اس وجہ سے عبادت ہی اختیار کرنے کو پسند فرمایا اور

انبیا علیہم السلام اپنے احوال کے اسرار سے خوب واقف ہین اور اپنے زمانہ مین وجہ حلال سے کمانے کے احکام اور عورتون کے عادات کو خوب جانتے ہین اور جو باتین کہ نکاح کرنے والے کو مضر اور مفید ہین اُنپر روشن ہین اور چونکہ انسان کے حالات مختلف ہین حتی کہ بعض حالتون مین اسکے حق مین نکاح افضل ہی اور بعض مین ترک نکاح تو ہم کو مناسب یہی ہی کہ انبیا علیہم السلام کے معاملات کو ہر حال مین افضل صورت پر ہی محمول کرین واللہ اعلم

دوسری فصل - اس بات کے ذکر مین کہ عقد کے وقت عورت کے احوال اور عقد کی شرطون مین سے کس کس کا لحاظ کرنا چاہیئے اور اسمین دو بیان ہین

بیان اول - عقد کی شرطون مین جنسے عقد ہوجاتا ہی اور عورت مرد پر حلال ہوجاتی ہی ایسی شرطین چار ہین اول ولی کی اجازت اور اگر عورت کا ولی نہو تو بادشاہ کا اذن اسکا قائم مقام ہی دوم عورت کا راضی ہونا بشرطیکہ بالغ اور مرد رسیدہ ہو یا کنواری ہی ہو مگر باپ خواہ دادے کے سوا اور کوئی اسکے عقد کا متولی ہو سوم دو گواہون کا موجود ہونا جو بظاہر عادل ہون یعنی برائیون کی نسبت کہ نیکیان زیادہ کرتے ہون اور اگر دو ایسے ہی گواہ ہون جنکا حال کچھ معلوم نہو تب بھی نکاح ہوجانے کا حکم کرینگے کہ ضرورت اسی کی مقتضی ہی چہارم - ایجاب اور اسکے ساتھ ہی قبول کا ہونا اور اسمین یہ قید ہی کہ بلفظ نکاح یا تزویج یا اور کوئی لفظ جو ان معنون مین ہو ایجاب ہو اور اسی طرح قبول ہو اور ایجاب و قبول مین دو مرد بالغ عاقل ہون عورت نہو اور مردون مین خود شوہر ہو یا ولی یا دونون کے وکیل ہی ہون کفایت کرتا ہی - اور عقد کے آداب مین اول یہ مناسب ہی کہ عورت کے ولی سے پیشتر پیام نسبت کیا جاوے لیکن اگر عورت عدت مین ہو تو پیام نہ چاہیے بلکہ اس صورت مین بعد عدت گذرنے کے پیام کرے اسی طرح اگر دوسرے شخص نے نسبت کا پیام دے رکھا ہو تب بھی خود پیام نہ کرے کہ اس سے حدیث مین ممانعت آئی ہی - دوسرا ادب یہ ہی کہ نکاح سے پہلے خطبہ ہو اور ایجاب و قبول کے ساتھ حمد و نعت ہو مثلاً ولی عقد یون کہے کہ الحمد للہ والصلوٰۃ علی رسول اللہ مین نے اپنی فلان لڑکی کا نکاح تجھسے کیا اور شوہر کہے کہ الحمد للہ والصلوٰۃ علی رسول اللہ مین نے اسکا نکاح اس مہر کے عوض قبول کیا اور مہر معین اور تھوڑا ہونا چاہیے اور حمد و نعت خطبہ کے پیشتر بھی مستحب ہی - سوم یہ کہ شوہر کا حال منکوحہ کے

گوش گزار کر دینا چاہیے کو کنواری ہو کیونکہ یہ امر موافقت اور آپس کی الفت کے لیے
زیادہ مناسب ہی اور یہین وجہ نکاح سے پیشتر زوجہ کا دیکھ لینا بھی مستحب ہی کہ الفت باہمدگر
کے واسطے زیبا پڑتا ہی - چہارم یہ کہ دو گواہون کے سوا جو درستی عقد کے لیے شرط ہین اور
کچھ نیک بندے بھی نکاح مین اکٹھے کرنے چاہئین پنجم یہ کہ نکاح سے یہ نیت کرے
کہ سنت کی بجا آوری اور نگاہ کا تلے رکھنا اور اولاد کا حاصل کرنا اور جتنے فوائد کہ ہم ذکر
کر چکے ہین منظور ہین صرف خواہش نفس اور کامرانی ملحوظ نہو ورنہ یہ نکاح دنیا کے کامون مین
متصور ہوگا اور خواہش نفس کا ہونا کچھ ان تینون کا مانع بھی نہین اکثر امر حق خواہش نفس کے
مطابق پڑ جاتا ہی حضرت عمر بن عبد العزیز رح فرماتے ہین کہ جب کوئی امر حق خواہش نفس
کے مطابق پڑے تو ایسا ہی کہ چپڑی اور دو دو - اور یہ بات محال نہین کہ حظ نفس
اور دین کا حق دونون مل کر کسی چیز کی علت پڑین - اور مستحب یہ ہی کہ نکاح مسجد مین اور ماہ
شوال مین کیا جاوے - حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
مجھسے عقد بھی شوال مین کیا اور ہم بستر بھی ماہ شوال مین ہوئے

دوسرا بیان - منکوحہ کے حالات کے ذکر مین - منکوحہ کے احوال مین دو قسم کا لحاظ
چاہیے اول اسکے حلال ہونے مین دوم اچھی طرح گذران کرنے اور مقاصد کے
حاصل ہونے مین اول قسم سے یہ غرض ہی کہ جتنی باتین نکاح کی مانع ہین اُنسے
عورت بری ہو اور وہ باتین انیس ہین - اول یہ کہ کسی دوسرے شخص کی منکوحہ نہو - دوم
یہ کہ دوسرے شوہر کی عدت مین نہو اور عدت خواہ مرنے کی ہو یا طلاق کی شبہہ سے
صحبت ہو جانے کی سب برابر ہین اور یہی حکم ہی لونڈی کا جس صورت مین کہ آقا کی صحبت
سے اُسکا حمل سے بری معلوم کرنا منظور ہو - سوم یہ کہ کوئی کلمہ کفر زبان سے نکل جانے کے باعث
دین سے مرتد نہ ہو گئی ہو - چوتھے یہ کہ مجوسی نہو - پانچوین یہ کہ بت پرست اور زندیق نہو کسی
کتاب آسمانی اور پیغمبر کی طرف منسوب نہو اور اسی مین وہ عورتین داخل ہین جنکا مذہب
حرام چیزون کے حلال جاننے کا ہو یا ایسے امور کی معتقد ہون کہ شریعت اُنکے
معتقدان کو کافر کہے کہ ان مین سے کسی کے ساتھ نکاح درست نہین - چھٹے یہ کہ ایسی کتابیہ
نہو کہ اہل کتاب کا دین تحریف کے بعد یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے بعد
اختیار کیا ہو اور باوجود اسکے نبی اسرائیل مین سے بھی نہو اگر یہ دونون خصلتین اُسمین

پائی جاوینگی تو اُسکا نکاح درست نہین اور اگر صرف بنی اسرائیل مین سے نہو تو اُسمین علما کا اختلاف ہی۔ ساتوین یہ کہ لونڈی نہو اسمین یہ قید ہی کہ نکاح کرنے والا آزاد اور زنا کے خوف سے مامون اور آزاد عورت کے نکاح پر قادر ہو اور درصورت مفقود ہونے کسی شرط کے منکوحہ کا لونڈی ہونا مانع نہوگا۔ آٹھوین یہ کہ شوہر کی ملک مین منکوحہ پر نہو نہ اُسکے کل پر اور نہ کسی جز پر۔ نوین یہ کہ منکوحہ اُن قرابت دارون مین سے نہو جنکا نکاح مرد کو حرام ہی یعنی ماں اور نانی اور دادی اور بیٹی اور پوتی اور نواسی اور بہن اور بھتیجی اور بھانجی اور ان سب کی اولاد اور پھوپھی اور خالہ نہو۔ دسوین یہ کہ دودھ کی جہت سے حرام نہو اور دودھ کی جہت سے وہی رشتے حرام ہین جو قرابت کی رو سے اوپر گذرے لیکن دودھ پینے مین حرمت جب ہوتی ہی کہ پانچ بار دودھ پیوے اس سے کمتر مین امام شافعی رض کے نزدیک حرمت نہین۔ گیارھوین یہ کہ عورت مذکور رد بوجہ داماد ی حرام نہو گئی ہو مثلاً شوہر اُسکی بیٹی یا پوتی یا نواسی وغیرہ سے نکاح کر چکا ہو یا اُنکا مالک عقد کی رو سے یا بوجہ شبہہ عقد کے ہو گیا ہو یا شبہہ عقد مین اُنسے صحبت کر چکا ہو یا منکوحہ کی ماں خواہ نانی دادی سے بوجہ عقد یا شبہہ عقد ہم بستر ہو گیا ہو تو ان صورتون مین اُس سے نکاح نہین کر سکتا اسلیے کہ کسی عورت سے صرف نکاح کر لینے کی وجہ سے اُسکی ماں وغیرہ حرام ہو جاتی ہین اور جب اُس سے صحبت بھی کر لیتا ہی تو اُسکی اولاد بھی حرام ہو جاتی ہی یا ایسی عورت نہو کہ اُس سے شوہر کے باپ یا بیٹے نے پیشتر نکاح کر لیا ہو تو وہ بھی شوہر پر حرام ہی۔ بارھوین یہ کہ وہ عورت پانچوین نہو یعنی شوہر کے نکاح مین اُسوقت چار عورتین نہون اگر ہونگی تو اب کسی پانچوین سے نکاح درست نہوگا۔ تیرھوین یہ کہ شوہر کے نکاح مین اس عورت کی بہن یا پھوپھی یا خالہ پہلے سے نہو کہ دونون نکاح مین ساتھ نہو جاوین کیونکہ ایسی دو عورتون کو ایک ساتھ نکاح مین رکھنا حرام ہی جنہین اسطرح کی قرابت قریبہ ہو کہ اگر ایک کو اُنمین سے مرد فرض کرین تو دوسرے سے اُسکا نکاح نہو سکے۔ چودھوین یہ کہ اُس عورت کو مرد نے تین طلاقین دی ہون ورنہ وہ شوہر پر حلال نہوگی جب تک کہ دوسرا مرد اُس سے نکاح صحیح کے بعد صحبت نہ کر چکے۔ پندرھوین یہ کہ شوہر سے اُسنے لعان نہ کیا ہو کہ ایسی عورت بعد لعان کے ہمیشہ کو شوہر پر حرام ہو جاتی ہی۔ سولھوین یہ کہ حج یا عمرہ کا احرام نہ باندھے یا شوہر محرم نہو

کہ دونون مین سے ایک کے محرم ہونے سے بھی نکاح نہوگا جب تک کہ حلال نہوجاوین ستروین یہ کہ عورت مرد رسیدہ خردسال نہو کہ اسکا نکاح بالغ ہونے کے بعد ہی درست ہوگا۔ اٹھارھوین یہ کہ یتیم نہو کہ اس صورت مین بھی نکاح بالغ ہونے کے بعد درست ہوگا۔ اُنیسوین شرط جو فی زمانا مفقود ہی یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات مین سے نہو کہ وہ سب نبض قطع سب ایمانداروں کی مائین ہین غرض کہ موانع نکاح کی یہی باتین ہین جو مذکور ہوئین۔ اب قسم دوم کی باتون کا ذکر کیا جاتا ہی یعنی وہ عمدہ خصلتین جنکا لحاظ عورت مین عقد کی مداومت اور اُسکے مطالب کی زیادتی کے لیے ہونا چاہیے پس اسطرح کی باتین آٹھ ہین۔ اول یہ کہ عورت نیک بخت دیندار ہو یہ بات سب کی جڑ ہی اسکا خیال بہت ضروری ہی کیونکہ اگر بالفرض عورت اپنی ذات اور شرمگاہ کی حفاظت کے باب مین کچی اور دین کی ہلکی ہوگی تو خاوند کو حقیر کریگی اور لوگون مین اُسکا مُنہ کالا کریگی غیرت کے مارے اُسکا دل پریشان اور زندگی تلخ ہوگی اگر وہ حمیت اور غیرت کا کاربند ہوگا تو ہمیشہ بلا اور رنج کے دام مین گرفتار رہیگا اور اگر سہولت برتیگا تو اپنے دین اور آبرو کو جبہ لگا دیگا اور بے غیرت و بے شرم کہلاویگا اور جس صورت مین کہ بداطواری کے ساتھ عورت خوبصورت بھی ہو تو سخت مصیبت ہی کیونکہ نہ اُسکی مفارقت گوارا ہوگی نہ اُسکی حرکات پر صبر آویگا اور ایسے شخص کا حال اُس مرد کا سا ہوگا جسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آکر عرض کیا تھا کہ یارسول اللہ وہ شخص ایک زوجہ رکھتا ہی کہ کسی کو ہاتھ لگانے سے مانع نہین آپ نے فرمایا کہ تو اُسکو طلاق دے دے اُسنے عرض کیا کہ مین اُسکو چاہتا ہون آپ نے فرمایا کہ اُسکو رہنے دے۔ اس حدیث مین جو اُسکے رہنے دینے کو ارشاد فرمایا تو اس وجہ سے کہ آپ کو خوف ہوا کہ اگر یہ شخص اسکو طلاق دے دیگا تو فرقتگی کے مارے اُسکا پیچھا کریگا اور خود بھی خراب ہوجاویگا اسلیے نکاح کا باقی رہنا اور اُسپر سے خرابی کو ٹالنا ہی بہتر معلوم فرمایا۔ اور اگر بالفرض عورت کے دین مین یہ خرابی ہو کہ شوہر کا مال تلف کرے یا اور کوئی صورت سوائے اول صورت کے ہو تب بھی عیش مکدر رہیگا کہ اگر اُسکی حرکات پر سکوت اختیار کریگا اور منع نہ کریگا تب تو گناہ مین اُسکا شریک ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا یعنی اپنی جانون کو اور اپنے گھر والون کو آگ سے بچاؤ تو منع کرنا حرکات ناشایستہ سے اس آیت کے بموجب ضروری ورنہ عدول حکمی ہوگی اور اگر منع کریگا اور جھگڑتا رہیگا تو عیش

منغص رہیگا اور رہین لحاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیندار عورت کے لیے مبالغہ فرمایا ہی چنانچہ ارشاد ہی تُنکَحُ الْمَرْأَةُ لِمَالِهَا وَجَمَالِهَا وَدِينِهَا فَعَلَيْكَ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ اور ایک دوسری حدیث مین ہی کہ جو شخص عورت سے نکاح اسکے مال اور جمال کے واسطے کرتا ہی تو وہ اسکے مال وجمال سے محروم کیا جاتا ہی اور جو کوئی اسکی دینداری کی جہت سے نکاح کرتا ہی تو اللہ تعالی اسکو اسکا مال اور جمال دونون عنایت فرماتا ہی اور نیز ارشاد فرمایا کہ عورت سے بوجہ خوبصورتی کے نکاح مت کرو کہ شاید اسکی خوبصورتی اسکو تباہ کردے اور نہ مال کے لحاظ سے اسکے ساتھ نکاح کرنا چاہیے کہ شاید اسکا مال اسکو سرکش کردے بلکہ نکاح عورت کے ساتھ اسکی دیانت کے لحاظ سے کرنا چاہیے۔ اور آپ نے دیانت پر اس وجہ سے زیادہ ترغیب فرمائی کہ متدین عورت دین کی مددگار رہوتی ہی اور جس صورت مین کہ متدین نہوگی تو شوہر کو بھی دین سے روکیگی اور باعث اسکی پریشان خاطری کا ہوگی دوسری خصلت خوش خلق ہونا ہی جو شخص کہ فارغ البال رہنے کا طالب اور دین پر مدد کا خواہان ہو اسکے لیے خوش خلق عورت کا ہونا بہت بڑی غنیمت ہی کیونکہ اگر عورت زبان دراز سخت گو تند خو نعمت کی ناشکر ہوگی تو نفع کی نسبت کر اس سے نقصان زیادہ ہوگا چنانچہ سعدی کا قول ہی ؎ زن بد در سرائے مرد کو + ہم درین عالم ست دوزخ او + اور عورتون کی زبان پر صبر کرنا ان باتون مین سے ہی کہ انسے اولیا کا امتحان لیا جاتا ہی کسی عرب کا قول ہی کہ چھ قسم کی عورتون سے نکاح مت کرو اول انانہ دوم منانہ سوم حنانہ چہارم حداقہ پنجم براقہ ششم شداقہ۔ انانہ اسکو کہتے ہین جو ہر وقت کراہتی اور آہ آہ کرتی رہتی ہی اور ہر گھڑی اپنا سر پٹی سے باندھے رہے یعنی جو عورت دائم المرض یا بتکلف مریض ہی رہے اسکے نکاح مین کچھ برکت نہین اور منانہ اسکو کہتے ہین کہ خاوند پر اکثر احسان جتاوے کہ مین نے تیری خاطر یہ کیا اور وہ کیا۔ اور حنانہ وہ ہی جو اپنے پہلے شوہر پر یا اپنی اولاد پر جو شوہر اول سے ہو مریضہ رہے تو ایسی سے بھی اجتناب مناسب ہے۔ اور حداقہ وہ ہی کہ ہر چیز پر نظر ڈالتی رہے اور اسکی خواہش کرے پھر شوہر کو اسکے خریدنے کے لیے تکلیف دیوے اور براقہ کے دو معنی ہوسکتے ہین ایک اہل حجاز کے موافق یعنی جو عورت دن بھر اپنے چہرے کے بناؤ سنگار مین رہے تاکہ بناوٹ سے

اسمین آپ وتاب ہوجاوے اور دوسرے اہل یمن کے محاورہ کے موافق یعنی جو عورت کھانے پر روٹھے اور اکیلے ہی کھاوے اور ہر چیز مین سے اپنا حصہ جدا کرلے اور شدقہ اسکو کہتے ہین جو بہت بکتی رہے اور اسی لحاظ سے تشدق بھی نکلا ہی جو اس حدیث شریف مین وارد ہی اِنَّ اللّٰہَ یُبْغِضُ الثَّرْثَارِیْنَ الْمُتَشَدِّقِیْنَ اور کہتے ہین کہ سیاح ازدی نے اپنی سیاحت مین حضرت الیاس علیہ السلام کی زیارت کی آپ نے ازدی کو نکاح کے لیے ارشاد فرمایا اور مجرد رہنے سے ممانعت کی اور فرمایا کہ چار قسم کی عورتون سے نکاح مت کرنا اول طالب خلع سے کہ ہر گھڑی بلا سبب خلع کی درخواست کرے دوم شیخی والی کہ دوسری عورتون پر دنیا کے لوازم سے فخر کرے تیسرے فاسقہ جو خفیہ آشنا رکھتی ہو اور اس بات مین مشہور ہو ایسی ہی کے لیے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہی وَلَا مُتَّخِذَاتِ اَخْدَانٍ چوتھی زبردست کہ خاوند پر قول وفعل مین بڑھ چڑھ کر رہے۔ اور حضرت علی رضہ نے فرمایا ہی کہ جو عادتین مردون مین بری ہین وہ عورتون مین اچھی ہوتی ہین اور وہ بخل اور تکبر اور نامردی ہی اسلیے کہ عورت اگر بخیل ہوگی تو اپنا مال اور شوہر کا مال بچاویگی اور اگر متکبر ہوگی تو ہر شخص سے نرم اور فریفتہ کرنے والے کلام سے نفرت کریگی اور جب نامرد ہوگی تو ہر چیز سے ڈریگی اور اپنے گھر سے نہ نکلیگی اور شوہر کے ڈر کے مارے تہمت کی جگہون سے اجتناب کریگی۔ غرضکہ یہ حکایتین اس بات کی ہدایت کرتی ہین کہ نکاح مین کونسے اخلاق مطلوب ہوتے ہین تیسری خصلت خوبصورتی ہی یہ بھی اس نظر سے مطلوب ہی کہ اسکی جہت سے آدمی زنا سے محفوظ رہتا ہی اور اگر عورت بدصورت ہو تو سرشت انسانی اسپر کفایت نہین کرتی اور ایک وجہ یہ ہی کہ اکثر یہ قاعدہ ہی کہ صورت اور سیرت کا اچھا ہونا لازم ملزوم ہین جسکی صورت اچھی ہوگی غالبًا سیرت بھی اچھی ہوگی۔ اور ہمنے جو اوپر لکھا ہی کہ عورت کی دیانت پر لحاظ ضرور ہی اور خوبصورتی کے باعث اُس سے نکاح نہ کرنا چاہیے اسکے یہ معنی نہین کہ خوبصورتی کا لحاظ بالکل ممنوع ہی بلکہ یہ غرض ہی کہ جس صورت مین کہ دین مین خرابی ہو تو صرف خوبصورتی پر فریفتہ ہوکر نکاح نہ کرنا چاہیے کیونکہ صرف خوبصورت ہونا نکاح مین راغب البتہ کرتا ہی مگر دین کے امر مین ڈھیلا کردیتا ہی۔ اور ایک وجہ خوبصورتی کے لحاظ کرنے کی یہ ہی کہ اسکے باعث سے زن وشو مین اکثر الفت محبت ہوتی ہی اور اسباب الفت کی تمامت

کرنے کے لیے شریعت بھی امر فرمائی ہی اور یہین وجہ قبل نکاح عورت کو دیکھ لینا مستحب ہی
چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جس وقت اللہ تعالی تم مین سے کسی کے
دل مین کسی عورت سے نکاح کرنے کا خیال ڈال دے تو چاہیے کہ اُسکو دیکھ لے اسلیے
کہ دیکھ لینا الفت طرفین کے لیے شایان تر ہی اور اس حدیث مین جو لفظ اَنْ یَّدُمَ فِیْ مَا
بَیْنَھُمَا آیا ہی وہ مشتق اُدمہ بفتحتین سے ہی جسکے معنی جلد باطنی یعنی متصل گوشت کے ہین
یعنی جیسے وہ جلد گوشت سے مالوف ہی ایسے ہی زن و شو مالوف رہینگے اور فرمایا۔
اِنَّ فِیْ اَعْیُنِ الْاَنْصَارِ شَیْئًا فَاِذَا اَرَادَ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّتَزَوَّجَ مِنْھُنَّ فَلْیَنْظُرْ اِلَیْھِنَّ
کہتے ہین کہ اُنکی آنکھین خیدھی تھین اور بعضون نے کہا ہی کہ چھوٹی تھین۔ اور سلف
کے کچھ پرہیزگار ایسے تھے کہ شریف زادیون سے بھی نکاح جبھی کرتے تھے کہ جب اول اُنکو
دیکھ لیتے تھے تاکہ دھوکے سے محفوظ رہین۔ اور اعمش رح فرماتے ہین کہ جو نکاح بدون
پیشتر دیکھ لینے کے ہوتا ہی تو اُسکا انجام رنج و غم ہوا کرتا ہی۔ اور ظاہر ہی کہ اول نظر
کرنے سے سیرت اور دیانت تو معلوم ہی نہین ہوتی صرف جمال ظاہری پہچانا جاتا ہی
اس سے معلوم ہوا کہ جمال کا لحاظ بھی شریعت کے مطابق ہی۔ اور مروی ہی کہ کسی مرد نے
حضرت عمر رضہ کے عہد مین خضاب کرکے شادی کرلی بعد چند سے اُسکا خضاب کھل گیا
اُسکی سسرال والون نے حضرت عمر رضہ کی خدمت مین اُسکی نالش کی کہ ہمنے اِسکو
جوان جان کر شادی کی تھی آپ نے اُسکو سزا دی کہ تو نے لوگون کو مغالطہ دیا۔ اور مروی ہی
کہ حضرت بلال رضہ اور حضرت صہیب رومی رضہ عرب کے کسی خاندان مین گئے اور اُنسے
پیام اپنی شادی کا دیا اہل مکان نے پوچھا کہ تم کون ہو حضرت بلال رضہ نے کہا کہ مین
بلال ہون اور یہ میرا بھائی صہیب ہی ہم گمراہ تھے اللہ تعالی نے ہمکو ہدایت کیا اور ہم
غلام تھے اللہ تعالی نے ہمکو آزاد کیا اور ہم مفلس تھے اللہ تعالی نے ہمکو تونگر کیا پس
اگر تم ہماری شادی اپنے یہان کرو تو الحمد للہ اور اگر انکار کرو تو سبحان اللہ لوگون نے
کہا کہ تمھاری شادی ہوجاویگی والحمد للہ حضرت صہیب رضہ نے حضرت بلال رضہ سے کہا
کہ تم کاش وہ خدمات اور جانفشانیان بھی ذکر کردیتے جو ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی ہمراہی مین کی ہین حضرت بلال نے فرمایا کہ جب رہو تمنے سچ کہدیا اسی راستی نے
تمھارا نکاح کردیا۔ اور دھوکا خوبی ظاہری اور سیرت باطنی دونون مین ہوتا ہی تو

خوبصورتی کا دھوکا تو دیکھنے سے دور کرنا مستحب ہی اور اخلاق کا دھوکا وصف سننے سے رفع ہو سکتا ہی اسلیے ان دونون باتون کو نکاح سے پیشتر کر لینا چاہیے مگر اسکا وصف اخلاق اور جمال کا ایسے ہی شخص سے دریافت کرنا چاہیے جو عاقل اور راست گو اور ظاہر و باطن کے حال سے واقف ہو نہ تو عورت کا طرف دار ہو کہ اسکی تعریف مین مبالغہ کرے اور نہ اس سے بغض رکھتا ہو کہ گھٹا کر بیان کرے کیونکہ اب لوگون کی طبیعتین نکاحون سے پیشتر کے ہر مین اور منکوحات کے وصف بیان کرنے مین افراط و تفریط کی طرف مائل ہین ایسے لوگ بہت کم ہین جو اس باب مین سچ بولتے ہون بلکہ فریب اور مغالطہ دینے کا رواج بہت ہو گیا ہی اسی نظر سے جو شخص کہ اپنے نفس پر زن اجنبیہ کی طرف تاکنے کا خوف رکھتا ہو اسکو اس باب مین احتیاط کر لینی بہت ضرور ہی ہان اگر کسی شخص کو منکوحہ سے غرض صرف اداء سنت اور اولاد کا ہونا اور گھر کا انتظام مقصود ہو تو وہ شخص اگر جمال کا راغب نہو تو مرتبہ زہد سے قریب تر ہی کیونکہ خوبصورتی بھی ایک امر دنیاوی ہی گو بعض اوقات کسی کسی شخص کے حق مین دین پر مدد ہوتی ہی۔ حضرت ابو سلیمان دارانی رح نے فرمایا ہی کہ زہد ہر چیز مین ہوتا ہی یہان تک کہ بی بی مین بھی ہوتا ہی کہ دنیا مین زہد اختیار کرنے کے لیے آدمی بوڑھیا سے نکاح کرلے۔ اور مالک بن دینار رح فرمایا کرتے کہ لوگ یتیم اور مفلس عورت سے تو نکاح نہین کرتے کہ جسکے کھانا کھلانے اور کپڑا پہنانے مین ثواب ملے اور اسکا نفقہ دینا سہل ہی تھوڑے سے مال پر راضی رہے بلکہ دنیادارون کی بیٹیون سے نکاح کرتے ہین کہ ہمیشہ نئی خواہش آنکے سامنے بیان کرتی ہین اور کہتی ہین کہ ہمکو فلان کپڑا پہناؤ اور فلان چیز کھلاؤ اور امام احمد رح نے دو بہنون کا حال پوچھا کہ آن مین سے عقلمند کونسی ہی لوگون نے کہا کہ جو عقلمند ہی اسکی آنکھین نہین آپ نے فرمایا کہ میرا نکاح اس اندھی سے کرو غرض کہ جو شخص لذت سے غرض نہ رکھتا ہو رفع حاجت ہی چاہتا ہو اسکا قاعدہ ایسا ہی ہونا چاہیے جیسے ان بزرگون کے اقوال ہین مگر جس شخص کو بدون لذت کے اپنے دین پر امن نہو اسکو جمال بھی طلب کرنا چاہیے کیونکہ امر مباح سے لذت کا حاصل کرنا دین کے لیے ایک قلعہ ہی اور کہتے ہین کہ عورت جس وقت خوبصورت خوش خلق سیاہ چشم و سیاہ موئی آنکھ کی رنگ مین گوری شوہر دوست کہ اپنی نظر شوہر ہی پر منحصر کر دے کسی کو میسر ہو تو اسکو گویا دولت مل گئی کیونکہ اللہ تعالی نے اہل جنت بیبیون کی صفت انھین صفات کے ساتھ فرمائی ہی

چنانچہ فرمایا خیرات حسان خیرات سے مراد خوش خلق عورتین ہین اور حسان سے خوبصورت اور فرمایا قاصرات الطرف عربا اترابا اول قول سے غرض وہ عورتین ہین کہ اپنے شوہرون پر نظر کو منحصر رکھین اور دوسرے قول مین عرب جمع عروب کی ہے یعنی عاشق اپنے شوہر کی اور خواہشمند اسکی ہم بستری کی اور ظاہر ہے کہ ایسی صفت سے لذت کو کمال ہوتا ہے اور فرمایا حور عین حوراء اس عورت کو کہتے ہین جسکی آنکھ کی سفیدی خوب سفید ہو اسی طرح آنکھ کی سیاہی مثل بالون کی سیاہی کے ہو اور عیناء اس عورت کو کہتے ہین جسکی آنکھین بڑی ہون۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خیر نسائکم من اذا نظر الیھا زوجھا سرتہ واذا امرھا اطاعتہ واذا غاب عنھا حفظتہ فی نفسھا ومالہ اور مرد اپنی منکوحہ دیکھکر اسی وقت خوش ہوگا کہ عورت اسکو چاہتی ہو۔

چوتھی صفت یہ ہے کہ مہر تھوڑا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ عمدہ بیبیان وہ ہین جنکی صورتین اچھی ہون اور مہر تھوڑے ہون اور مہر کو حد سے زیادہ بڑھانے سے منع فرمایا۔ اور آپ نے اپنی بعض ازواج طاہرات کو دس درم اور اثاث البیت کے عوض نکاح کیا اور اثاث البیت ایک چکی تھی اور ایک گھڑا اور ایک گدا جسمین ریشہ خرما بھرا تھا اور کسی بی بی کے نکاح کے بعد آپ نے ولیمہ جو کی روٹی کا اور کسی کا ولیمہ خرما کا اور کسی کا ستو کا کیا۔ اور حضرت عمر رض مہر کو زیادہ مقرر کرنے سے منع کیا کرتے اور فرماتے کہ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نکاح چار سو درم سے زیادہ مہر پر کیا اور نہ اپنی بیٹیون کا نکاح اس مقدار سے زائد پر کیا اگر مہر کے زیادہ کر دینے مین کچھ بزرگی ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسپر ضرور مبادرت فرماتے۔ اور بعض صحابہ رض نے نکاح مین مہر اتنا سونا ٹھہرایا کہ اسکی قیمت پانچ درم بتاتے ہین۔ اور سعید بن مسیب رح نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت ابو ہریرہ رض سے دو درم مہر پر کر دیا اور رات کے وقت اسکو اپنے ساتھ لیجا کر انکے دروازہ مین پہونچا کر پھر آئے سات روز کے بعد بیٹی کے پاس گئے اور اس سے سلام علیک کیا۔ اور اگر مہر دس درم مقرر کیا جاوے اس نظر سے کہ سب علما کے نزدیک نکاح ہو جاوے تو کچھ مضائقہ نہین اور حدیث مین ہے کہ عورت کا مبارک ہونا یہ ہے کہ جلد نکاح ہو اور جلد اولاد ہو اور مہر کم ہو اور فرمایا کہ عورتون مین زیادہ برکت والی وہ ہے کہ جسکا مہر سب سے کم ہو۔ اور جسطرح کہ عورت کی جانب سے مہر مین نہایت زیادتی کا ہونا مکروہ ہے اسی طرح مرد کی جانب سے

اسکی قیمت کا قول بیہقی نے کیا ہے ۱۲ مع احمد و بیہقی بروایت عائشہ رض باندک اختلاف ۱۳ مع ابو عمر توقانی بروایت عائشہ و احمد و بیہقی نیز ۱۲

عورت کے مال کا حال دریافت کرنا مکروہ ہی اور مال کی طمع سے عورت سے نکاح نہ کرنا چاہیے
سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ جب کوئی آدمی نکاح کرے اور یہ پوچھے کہ عورت کے پاس
کیا کیا چیز ہی تو جان لو کہ وہ چور ہی اور جب مرد کچھ تحفہ شسرال مین بھیجے تو یہ نیت نہ کرے
کہ اُنکے یہان سے اسکے بدلہ مین مجھے زیادہ ملیگا اور اسی طرح اگر بیٹی والے شوہر کو کچھ بھیجین
وہ بھی یہ نیت نہ کرین کہ زیادہ طلبی کی نیت خراب ہوتی ہی باقی رہا یہ بھیجنا تو وہ البتہ
مستحب اور دوستی کا سبب ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین تَهَادَوْا تَحَابُّوا
اور زیادہ طلبی اللہ تعالیٰ کے اس قول مین داخل ہی وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ یعنی
اس نیت سے نہ دو کہ بہت سا لو یا اس مین داخل ہی وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ رِبًا لِيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ
کیونکہ ربوا زیادتی کا نام ہی اور اس صورت مین بھی فی الجملہ زیادتی کا طلب کرنا پایا جاتا ہی
گو اُن چیزون مین نہین جنمین ربوا ہوتا ہی بہرحال نکاح مین اسطرح کی صورت مکروہ اور
بدعت ہی اور تجارت اور قمار کی طرح پر ہی کہ مقصود نکاح کو خراب کرتی ہی۔
پانچوین خصلت یہ ہی کہ عورت بانجھ نہو پس اگر اُسکا بانجھ ہونا معلوم ہو جاوے تو
اُس سے نکاح نہ کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین عَلَيْكُمْ بِالْوَلُودِ الْوَدُودِ
یعنی نکاح ایسی عورت سے کرو جسکے اولاد ہوتی ہو اور شوہر دوست ہو پس اگر اُسکی
شادی نہوئی ہو اور اُسکا حال معلوم نہو کہ اولاد ہوگی یا نہین تو تندرست اور جوان ہونے کا
لحاظ رکھنا چاہیے کہ جب یہ دونون باتین اُسمین ہونگی تو غالباً اُس سے اولاد ہوگی۔
چھٹی خصلت یہ ہی کہ کنواری ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رض کو
ارشاد فرمایا جبکہ اُنھون نے ایک مرد رسیدہ عورت سے شادی کی تھی کہ کنواری سے
نکاح کیون نہ کیا کہ تم اُس سے دل خوش ہوتے اور وہ تم سے۔ اور کنواری ہونے مین
تین فائدے ہین اول کہ عورت کو خاوند سے محبت اور اُلفت ہوتی ہی تو جو مضمون
حدیث شریف مین لفظ وَدود سے تعبیر کیا گیا ہی وہ اس صورت مین خوب اثر کرتا ہی
علاوہ ازین طبیعتون مین یہ امر سرشتی ہی کہ اول مالوف پر دل لگتا ہی اور جو عورت
کہ مرد آزمودہ اور احوال دیدہ ہوتی ہی عجب نہین کہ جن امور کی پہلے سے مالوف ہو
اُنکے خلاف پر راضی نہو اور یہی وجہ شوہر ثانی کو سبا جاننے کی ہو جاوے دوم یہ کہ
کنواری ہونے سے شوہر کو عورت کے ساتھ محبت کامل ہوتی ہی اسلیے کہ یہ امر سرشتی ہی

کہ جس عورت کو شوہر کے سوا اور کسی نے ہاتھ لگایا ہو اُس سے کسی قدر نفرت ہوا کرتی ہی اور جب دوسرے کے ہاتھ لگانے کا خیال نہ رہتا ہی تو طبیعت پر گران معلوم ہوتا ہی اور اس باب مین بعض طبیعتون کو بہت نفرت ہوا کرتی ہی۔ سوم یہ کہ کواری ہونے سے عورت پہلے شوہر کو یاد نہین کیا کرتی ورنہ اس سے بھی عیش مین ایک طرح کی تلخی ہو جاتی ہی اور محبت غالباً سب سے زیادہ وہی پختہ ہوتی ہی جو محبوب اول سے ہوا کرتی ہی۔ ساتوین خصلت یہ ہی کہ عورت حسب اور نسب والی ہو یعنی ایسے خاندان والی ہو جسمین دیانت اور پاکبختی پائی جاوے کیونکہ ایسے خاندان کی عورت اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کیا کرتی ہی اور اگر خود مودب نہین ہوتی تو اُس سے تربیت اور تادیب بخوبی نہین بن پڑتی اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خضراء الدمن یعنی گھورے اوپر کی سبزی سے علیحدہ رہو لوگون نے عرض کیا کہ خضراء الدمن کیا ہی آپ نے فرمایا کہ خوبصورت عورت جو بری جگہ پیدا ہوئی ہو۔ اور نیز فرمایا کہ اپنے نطفون کے لیے اچھی عورتین پسند کرو کہ رگ قرابت اصول کے اخلاق کو اولاد مین کھینچ لاتی ہی۔ آٹھوین صفت یہ ہی کہ عورت قرابت قریبہ مین سے نہ ہو اسلیے کہ یہ امر شہوت کو کم کرتا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرابت قریبہ والی سے نکاح مت کرو کہ لڑکا ضعیف پیدا ہوتا ہی۔ اور لڑکے کے ضعیف ہونے کی وجہ یہی ہی کہ شہوت ضعیف ہوتی ہی کیونکہ شہوت نظر اور لمس کی قوت سے اٹھتی ہی اور ان حاسون کا اثر اُس وقت قوی ہوتا ہی کہ معاملہ نیا اور اجنبی ہو اور جو عورت ہمیشہ ایک مدت تک نظر دن مین رہتی ہی اُسکو دیکھتے دیکھتے مساوات ہو جاتی ہی اثر جس کا کامل نہین رہتا اسی جہت سے شہوت اچھی طرح نہین اُبھرتی۔ غرضکہ عورتون مین یہی خصلتین ہین جنکے باعث سے نکاح کی رغبت ہوتی ہی اور عورت کے والی پر بھی واجب ہی کہ شوہر کی عادتون کو دیکھ بھال لے اور اپنی لڑکی پر شفقت کرے یعنی اُسکا نکاح ایسے شخص سے نہ کرے جسکی پیدایش جسمی مین کوئی قصور ہو یا عادت اچھی نہو یا دین مین ضعیف ہو یا عورت کا حق ادا کرنے سے قاصر ہو یا نسب مین عورت کا کفو نہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ نکاح کرنا عورت کو کنیز کر رکھنا ہی تو دیکھ لیا کرو کہ اپنی لڑکی کو کہان دیتے ہو اور احتیاط عورت کے حق مین بہت ضرور ہی کہ نکاح کے باعث وہ ایسی قید مین پڑتی ہی کہ پھر اُس سے چھوٹ نہین سکتی بخلاف مرد کے

کہ وہ ہر حال مین طلاق پر قادر ہی اور جب کوئی شخص اپنی لڑکی کا نکاح ظالم یا فاسق یا بدعتی یا شراب خوار سے کریگا تو وہ اپنے دین مین ٹہہ لگائیگا اور خدا تعالی کے غصہ کا مستحق ہوگا کہ اُسنے حق قرابت کو منقطع کیا اور اُسکے لیے ایسا امر و تجویز کیا - اور ایک شخص نے حضرت حسن بصری رح کی خدمت مین عرض کیا کہ چند لوگون نے میری لڑکی کے لیے پیام نسبت دیا ہی مین اُسکا نکاح کس سے کرون آپ نے فرمایا کہ جو شخص اُنمین سے خدا تعالی کا خوف رکھتا ہو اُس سے شادی کرنا اسلیے کہ اگر وہ تیری لڑکی کو چاہیگا تو اُسکی خاطر داری کریگا اور اگر ناپسند کریگا تو اُسپر ظلم نہ کریگا - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے رح ہین کہ جس شخص نے اپنی لڑکی کو فاسق سے بیاہ دیا پس اُسنے اُسکی قرابت قطع کردی

تیسری فصل آداب معاشرت کے ذکر مین اور اُن امور کے بیان مین جو نکاح کے باقی رہنے مین زن و شوہر کو برتنے چاہیین اور اس فصل مین دو بیان ہین

پہلا بیان اُن حقوق کے ذکر مین جو شوہر کو مرعی رکھنے چاہیین - جاننا چاہیے کہ شوہر پر بارہ چیزون مین اعتدال اور ادب کا لحاظ ضروری ہی اور وہ ولیمہ اور حسن خلق اور مزاح اور سیاست اور غیرت اور نفقہ دینا اور تعلیم کرنا اور عدل کرنا اور نافرمانی پر سزا دینی اور صحبت کرنا اور اولاد کا ہونا اور طلاق دینا ہین - اب ان سب کو تفصیل معلوم کرنا چاہیے

اول ادب ولیمہ ہی وہ مستحب ہی چنانچہ حضرت انس رض فرماتے رح ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد الرحمن بن عوف رض پر زردی کا نشان دیکھا اور پوچھا کہ یہ کیا ہی اُنھون نے عرض کیا کہ مین نے ایک عورت سے نکاح کیا ہی اور مہر خرما کی گٹھلی کے وزن کے برابر سونا ٹھہرا ہی آپ نے فرمایا بارک اللہ لک اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاۃٍ یعنی خدا تعالی تجکو مبارک کرے ولیمہ کر اگرچہ ایک ہی بکری ہو - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کے نکاح کے بعد خرما اور ستو سے ولیمہ کھلایا - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اول روز کا کھانا حق ہی اور دوسرے کا سنت اور تیسرے کا نمود ہی اور جو شخص لوگون کے سننے کے لیے شہرت کا کام کریگا اللہ تعالی اُسکو فضیحت کریگا یہ حدیث غریب ہی بخر زیاد بن عبد اللہ کے اور کسی نے اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعا نہین بیان کیا - اور مستحب ہی کہ شوہر کو مبارکباد دیجاوے تو جو شخص اُسکے پاس آوے یون کہے بارک اللہ لک وبارک علیک وجمع بینکما فی خیر حضرت ابو ہریرہ رض سے

ح
اس حدیث کی تخریج ابن ماجہ نے کی ہی
اس حدیث کی تخریج ابن ماجہ نے کی ہی
ح

مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا کے لیے ارشاد فرمایا ہی۔ اور نکاح کا
اظہار کرنا مستحب ہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین فَصْلُ مَا بَيْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ
الدُّفُّ وَالصَّوْتُ اور فرمایا اَعْلِنُوا هٰذَا النِّكَاحَ وَاجْعَلُوهُ فِي الْمَسَاجِدِ وَاضْرِبُوا عَلَيْهِ
بِالدُّفُوفِ اور ربیع بنت معوذ روایت کرتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
میرے پاس شب زفاف کی صبح کو تشریف لائے اور میرے بستر پر بیٹھ گئے اور ہماری چند
لونڈیان اپنے دف بجاتی تھین اور جو لوگ بدر کی لڑائی مین میرے بزرگون سے مارے گئے تھے
انکا ذکر کر رہی تھین یہان تک کہ ایک نے انمین سے کہا کہ ہم مین وہ نبی ہین کہ جو بات
کل کو ہوگی اسکو جانتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو فرمایا کہ اس بات سے
خاموش ہو اور جسے پہلے کہہ رہی تھی وہی کہہ۔ دوسرا ادب عورت کے ساتھ خوش خلقی سے
رہنا اور انکی ایذا کو برداشت کرنا بنظر ترحم کہ انکی عقل مین قصور ہی اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی
وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ اور انکے حق کی تعظیم کے باب مین ارشاد فرمایا وَأَخَذْنَ
مِنْكُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا اور فرمایا وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ اس سے غرض بعضون نے
بیان کی ہی کہ زوجہ ہی۔ اور سب سے آخر وصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تین باتین
تھین کہ انھین کو فرماتے فرماتے آپ کی زبان گنگنا گئی اور آواز آہستہ پڑ گئی آپ
فرماتے تھے کہ الصَّلٰوةَ الصَّلٰوةَ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ لَا تُكَلِّفُوهُمْ مَا لَا يُطِيقُونَ
اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنی بی بی کی بدخلقی پر صبر کریگا اللہ تعالی
اسکو اتنا ثواب عطا فرماویگا جتنا حضرت ایوب علیہ السلام کو انکی مصیبت پر عطا فرمایا
اور جو عورت اپنے خاوند کی بدمزاجی پر صبر کریگی اللہ تعالی اسکو ایسا ثواب دیگا جیسا آسیہ
فرعون کی بی بی کو ملا۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ بی بی کے ساتھ خوش خلقی کے یہ معنی نہین
کہ اسکو ایذا نہ دے بلکہ یہ معنی ہین کہ اگر وہ ایذا دے تو اسکی برداشت کرے اور جب وہ
غصہ کرے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرکے اسکے غصہ پر حلم کرے یعنی آپ کی
ازواج مطہرات آپ کے سامنے جواب دیدیتی تھین اور کبھی انمین سے کوئی ایک
دن رات آپ سے بات نہ کرتی تھی اور آپ ان باتون پر حلم فرماتے تھے اور ان پر رشد و
کرتے تھے۔ اور حضرت عمر رضہ کی بی بی نے ایک بار آنکے کلام کا جواب دیا آپ نے فرمایا

کہ اے گستاخ مجکو جواب دیتی ہی آسنے عرض کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات آپ کے کلام کا جواب دیتی ہین حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمسے کہین بہتر ہین حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ اگر حفصہ نے بھی جواب دیا ہوگا تو آسکا بڑا نقصان ہوا پھر بیٹی کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے حفصہ صدیق کی بیٹی کی حرص مت کرنا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری ہی تو ہرگز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب مت دینا اور مردی ہی کہ کسی نے ازواج طاہرات مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک پر ہاتھ رکھکر آپ کو دھکا دیا آنکی مان نے انکو ڈانٹا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جانے دو کچھ نہ کہو یہ بیبیان تو اس سے بھی زیادہ حرکات کرتی ہین - اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضہ کے درمیان کچھ گفتگو ہوئی یہانتک کہ دونون نے حضرت ابوبکر رضہ کو اپنے درمیان حکم اور شاہد قرار دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضہ سے فرمایا کہ یا تم اول کہو یا مین کہون آنھون نے عرض کیا کہ آپ ارشاد فرماوین لیکن سچ ہی سچ فرمانا حضرت ابوبکر رضہ نے حضرت عائشہ کے منہ پر ایک ایسا طمانچہ مارا کہ خون نکلنے لگا اور فرمایا کہ اے دشمن جان کیا حضرت سچ کے سوا کچھ اور فرماوینگے حضرت عائشہ رضہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ چاہی اور آپ کی پشت کے پیچھے جا بیٹھین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضہ سے فرمایا کہ ہنسنے تمکو اسلیے نہین بلایا اور نہ تمسے یہ ہمارا مقصود ہی - اور ایکبار کسی کلام پر غصہ ہوکر حضرت عائشہ رضہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ آپ ہی کہتے ہین کہ مین پیغامبر خدا ہون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور حلم وکرم کی راہ سے اس امر کو برداشت کیا اور آپ حضرت عائشہ رضہ سے فرمایا کرتے کہ تمھاری خفگی اور رضامندی مین جان جاتا ہون آنھون نے عرض کیا کہ آپ کیسے پہچانتے ہین فرمایا کہ جب تم راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو کہ قسم ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کی اور خفگی کی حالت مین کہتی ہو کہ قسم ہی ابراہیم علیہ السلام کے خدا کی حضرت عائشہ رضہ نے عرض کیا کہ آپ بجا فرماتے ہین مین حالت غضب مین آپ کا نام ترک کرتی ہون - اور کہتے ہین کہ اسلام مین جو اول دوستی ہوئی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت تھی حضرت عائشہ رضہ کے ساتھ اور آپ آنکو فرمایا کرتے کہ مین تیرے ساتھ ایسا ہون جیسا ابوزرع اپنی بی بی ام زرع کے ساتھ تھا

ح
ریکل میل ربین
ناقص نقصہ ہوا
ح حضرت ابوبکر رضہ کا
ح حضرت عائشہ رضہ کے
ح
ابوبکر میل سبوا ہین
عائشہ رضہ ابن جہان
ح
ح بخاری و مسلم
ح
ح
ح

گمر مین تجکو طلاق نہ دونگا۔ ف مترجم کہتا ہی کہ حدیث ام زرع کی مشہور ہی اور شمائل ترمذی مین مذکور کہ حضرت عائشہ رضہ کے پاس گیارہ عورتون نے جمع ہوکر اپنے شوہرون کا احوال بیان کیا انمین سے ایک ام زرع تھی کہ انکے خاوند نے انکے ساتھ بہت سلوک کیا تھا پھر طلاق دے دی تھی حضرت عائشہ رضہ نے اُن سب کا احوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا اُسوقت آپ نے ارشاد مذکورہ بالا فرمایا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیون کو ارشاد فرمایا کرتے کہ عائشہ کے باب مین مجکو ایذا نہ دو کہ بخدا میرے اوپر جب وحی آئی ہی مین اُسی کے لحاف مین ہوا ہون (یعنی تم مین سے کسی کے پاس یہ امر نہین ہوا)۔ اور حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عورتون اور لڑکون پر سب لوگون کی نسبت کرزیادہ رحیم تھے۔ ادب سوم یہ ہی کہ ایذا کی برداشت کے ساتھ عورتون سے ہنسی اور چہل بھی کرے کہ اس سے انکا دل خوش ہوتا ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ اپنی ازواج طاہرات سے مزاح فرماتے تھے اور اعمال و اخلاق مین انھین کے عقلون کے مراتب پر نزول فرماتے تھے حتی کہ مروی ہی کہ آپ حضرت عائشہ رضہ کے ساتھ دوڑا کرتے تھے ایک روز حضرت عائشہ آگے نکل گئین اور پھر جو کسی روز دوڑے تو آپ آگے نکل گئے اُسوقت آپ نے فرمایا کہ یہ اُس روز کا عوض ہی۔ اور حدیث شریف مین ہی کہ اور لوگون کی نسبت کرآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیون سے زیادہ چہل فرماتے تھے۔ اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ مین نے حبشہ کے لوگون وغیرہ کی آواز سنی کہ وہ عاشورا کے دن کھیل رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھسے ارشاد فرمایا کہ کیا تو اُنکا کھیل دیکھا چاہتی ہی مین نے عرض کیا کہ ہان آپ نے اُنکو بلوایا جب وہ آئے تو آپ دونون کو اڑون کے بیچ مین کھڑے ہوئے اور اپنا ہاتھ ایک کو اڑ پر رکھکر پھیلا دیا مین نے اپنی ٹھوڑی آپ کے ہاتھ پر رکھ لی اور دیکھنے لگی وہ لوگ تماشا کرنے لگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ بس مین نے دو یا تین بار عرض کیا کہ ذرا ٹھہریے پھر آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ بس کر مین نے عرض کیا کہ بہتر آپ نے اُن لوگون کو اشارہ کیا وہ چلے گئے اور نیز آپ نے ارشاد فرمایا ہی کہ اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا وَاَلْطَفُھُمْ بِاَھْلِہٖ اور فرمایا خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِنِسَائِہٖ وَاَنَا خَیْرُکُمْ لِنِسَائِیْ اور حضرت عمر رضہ باوجود اپنی تیزی مزاج کے ارشاد فرماتے ہین کہ مرد کو چاہیے

ع علماء کی بابت روایت عائشہ رضہ کی جلیل القدر عورتون اور لڑکون کی بابت کیا لکھا ہی ۱۲ منہ
ع ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ نے روایت عائشہ رضہ ۱۲ منہ
ع حسن بن سفیان نے بسند خود روایت انس اور ابن حبان نے مزاح زیادہ فرماتے پیمبر کا ذکر نہین ۱۲ منہ
ع بخاری و مسلم مین یہ قصہ اور طرح ہی جسکا بیان باب آداب سماع مین آویگا اور ابن حبان نے بھی ذکر کیا ہی ۱۲ منہ

کہ اپنے گھر مین مثل بچے کے رہے اور جس وقت اُسکے پاس کی چیز طلب کی جاوے اُس وقت مرد ہو جاوے - اور لقمان رح کا قول ہی کہ عاقل کو چاہیے کہ اپنے گھر مین بچے کی طرح رہے اور جب اپنی قوم مین ہو تو مرد ہو اور یہ جو حدیث مین آیا ہی اِنَّ اللّٰہَ یُبْغِضُ الْجَعْظَرِیَّ الْجَوَّاظَ اُسکی تفسیر مین بعضون نے یون کہا ہی کہ وہ شخص مراد ہی جو اپنے گھر والون پر سخت ہو اور اپنے دل مین متکبر ہو - اور بعضون نے قرآن مجید مین جو لفظ عُتُلٍّ آیا ہی اُسکے یہی معنی کہے ہین کہ سخت زبان اور گھر والون پر سخت دل ہو - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رض کو ارشاد فرمایا تھا کہ کواری سے نکاح کیون نہ کیا کہ تم اُس سے مزاح کرتے اور وہ تمسے چہل کرتی - اور ایک بدوانی کا شوہر مر گیا تھا اُسنے اُسکا اسطرح ذکر کیا کہ بخدا جب گھر مین آتا تو ہنستا آتا اور باہر جاتا تو چکا جاتا جو کچھ کھانے کو پاتا اُس سے پیٹ بھرتا کوئی چیز جاتی رہتی تو سوال نہ کرتا - ادب چہارم یہ ہی کہ مزاح اور حسن خلق اور عورت کی خواہش کی متابعت اِس درجہ کو نہ بڑھاوے کہ اُسکا مزاج بگڑ جاوے اور اُسکے سامنے اپنی کچھ ہیبت نہ رہے بلکہ اِس بات مین اعتدال کا لحاظ رکھے اسطرح کہ جب کوئی بری بات دیکھے تو ہیبت اور خفگی سے درگذر نہ کرے اور بری بات پر کبھی راضی نہو بلکہ جب کوئی بات مخالف شریعت یا مروت کے دیکھے فوراً آگ بگولا ہو جاوے حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ جو شخص اپنی بی بی کا مطیع بنا رہے کہ جو وہ چاہے وہی کرے تو اللہ تعالی اُسکو دوزخ مین اوندھا کرا دیگا - اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ عورتون کی مرضی کے خلاف کیا کرو کہ اُنکے خلاف کرنے مین برکت ہوتی ہی - اور یہ بھی منقول ہی کہ عورتون سے مشورہ لو اور جو کچھ وہ مشورہ دین اُسکے خلاف کرو - اور ایک حدیث مین ہی کہ ہلاک ہوا جورو کا غلام اور یہ اسلیے فرمایا کہ جب اُسکی خواہش کے امور مین اُسکی اطاعت کریگا تو اُسکا غلام ہوا اور وجہ ہلاکی کی یہ ہی کہ اللہ تعالی نے اُسکو بی بی کا مالک کیا تھا اُسنے اپنے نفس کو اُسکا مملوک کر دیا اور معاملہ معکوس اور الٹا مقدمہ ہو گیا اور شیطان کا قول جو قرآن مین نقل ہی وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ اِس قول کی بھی اطاعت کی کہ مرد کا عورت متبوع ہونے کا تھا نہ تابع ہونے کا حالانکہ اللہ تعالی نے مردون کو عورتون پر حاکم فرمایا ہی جیسا کہ ارشاد ہی اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ اور شوہر کو سید اور آقا فرمایا ہی چنانچہ فرمایا وَاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ پس جس صورت مین کہ سید کو مسخر اور تابع حکم کر دیا

تو گویا اسنے تعالی کی نعمت کو ناشکری سے بدل ڈالا - اور عورت کے نفس کو اپنے نفس امارہ کے مثال جاننا چاہیے کہ اگر تھوڑی سی باگ نفس کی ڈھیلی کردو تو بہت سی شوخی کرے اور اگر ایک بالشت اُسکی لگام ڈھیلی کردو تو تمکو ہاتھون گھسیٹ لیجاوے اور اگر لگام کو تانے رہو اور اُسپر اپنا ہاتھ سختی کے موقع پر سخت رکھو تو قابو مین رہیگا حضرت امام شافعی رح فرماتے ہین کہ تین چیزین ایسی ہین کہ اگر تم اُنکا اکرام کرو تو وہ تمکو ذلیل کرینگی اور اگر تم اُنکو ذلیل کرو تو تمھاری تعظیم کرینگی اول عورت دوم خادم سوم نبطی - اس سے مراد آپ کی یہ ہی کہ اگر صرف اکرام کرو اور کبھی نرمی کے ساتھ گرمی نہ کرو اور سخت لفظ نہ کہو تو بیشک سر چڑھ جاوینگے - اور کہتے ہین کہ عرب کی عورتین اپنی لڑکیون کو اُنکے شوہرون کا امتحان اسطرح سکھاتی تھین کہ لڑکی سے اُسکی ماں کہہ دیتی کہ شوہر پر جرأت اور مبادرت کرنے سے پہلے اُسکو آزما لینا یعنی اُسکے نیزہ کی بھال توڑ دینا اگر وہ اسپر خاموش ہوجاوے تو اُسکی سپر پر گوشت کاٹنا اگر اسپر بھی نہ بولے تو اُسکی تلوار سے ہڈیان توڑنا اگر اسپر بھی سکوت کرے تو وہ تیرا گدھا ہوچکا پالان اُسکی پشت پر ڈال کر اُسپر سوار ہونا حاصل یہ کہ آسمان و زمین عدل ہی کی جہت سے قائم ہین اگر ذرا عدل سے ہٹین تو معاملہ برعکس ہوجاوے اسلیے عاقل کو چاہیے کہ عورت کے ساتھ موافقت اور مخالفت مین میانہ روی کا رستہ چلے اور ہر ایک بات مین حق کی پیروی رکھے تاکہ اُنکی شر سے محفوظ رہے کہ اُنکے داو بُرے ہین اور خرابی فاش ہے اور اُنکے مزاج پر بد خلقی اور عقل کا کم ہونا غالب ہے اور یہ بات اُنکی اعتدال پر اُسی وقت آویگی کہ کچھ لطف اُنکے ساتھ کیا جاوے اور کچھ سیاست برتی جاوے ؎ درشتی و نرمی بہم در بہ ست ٭ چو فاصد کہ جراح و مرہم نہ ست ٭ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ نیکبخت عورت عورتون مین ایسی ہے جیسے نٹو کوتون مین سفید پیٹ کا کوا - اور لقمان رح نے جو اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی اُسمین یہ بھی تھا کہ بیٹا بُری عورت سے بچنا کہ وہ بڑھاپے سے پہلے تجکو بوڑھا کردیگی اور شریر عورتون سے بھی کنارہ کرنا کہ وہ تجکو کوئی نیک کام کرنے کو نہ کہینگی اور نیکبخت عورتون سے ڈرتے رہنا - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تین بلاؤن سے پناہ مانگو اور اُنمین سے ایک کو زن بد ارشاد فرمایا کہ وہ بڑھاپے سے پہلے بوڑھا کردیتی ہے - اور ایک روایت مین یون ہے کہ جب تو اُسکے پاس جاوے تو گالی دے اور جب اُسکے پاس نہو تو تیری خیانت کرے - اور اُن

عورتون کے حق مین جو بہتر سب عورتون سے ہین یعنی اپنی ازواج طاہرات کو ارشاد فرمایا
اللّٰھُمَّ احیاء یوسف مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مرض سخت
مین مبتلا ہوئے اور طاقت نماز پڑھانے کی نہ رہی تو ارشاد فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ نماز پڑھا دے
حضرت عائشہ رضؓ نے عرض کیا کہ میرا باپ نرم دل بہت ہے جب آپ کی جگہ کھڑا ہوگا تو
بیتاب ہو جاوے گا اس وقت آپ نے یہ بار ارشاد فرمایا یعنی تم جو ابوبکر رضؓ کو نماز کی امامت
نہین کرنے دیتی ہو تو یہ امر حق بات سے خواہش نفس کی طرف رغبت کرنا ہے۔ اور جس وقت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا راز آپ کی ازواج نے فاش کر دیا تو اللہ تعالے نے یہ آیت
نازل فرمائی اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا یعنی تمھارے دل مائل
کر لیے اور یہ آپ کی ازواج مین سے بہتر کی شان مین ارشاد فرمایا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد
فرمایا اَلْيَوْمَ تَوَافَيْنَ اَكْثَرَ صَوَاحِبَاتِهَا اور حضرت مخرمہ کو جب انکی بی بی نے جواب دیا تو آپ نے
اسکو جھڑکا اور فرمایا کہ تو گھر کو کوے کی طرح ہے اگر ہم کو تیری حاجت ہوئی
تو نیز وہ نہ چپ چاپ بیٹھی رہا کرے۔ غرضکہ عورت مین دو امر ہوتے ہین ایک برائی دوسرے
کم زوری اور اسکی برائی کا علاج تو سیاست اور عقوبت ہے اور اسکی کم زوری کا علاج
دل لگی کرنا اور رحم کرنا ہے تو جس طرح طبیب ماہر جتنا مرض دیکھتا ہے اتنا ہی علاج کرتا ہے اسیطرح
اول آدمی کو عورت کے عادات کا حال تجربہ سے معلوم کرنا چاہیے پھر اس سے
ویسا معاملہ برتنا چاہیے جیسا اس کا حال مقتضی ہو۔ **پانچوان ادب** غیرت مین اعتدال
رکھنا ہے یعنی جن امور کی خرابی کا اندیشہ ہو انکی ابتدا سے غفلت نکرنی اور عورتون پر
بدگمانی اور باطن کی تلاش مین مبالغہ نکرنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتون کو
خفیہ امور کے درپے ہونے سے منع فرمایا ہے اور بعض روایتون مین یہ ہے کہ عورتون کے
پاس اچانک چلے جانے سے منع فرمایا ہے۔ اور جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنے کسی سفر سے مراجعت فرمائی تو مدینہ منورہ مین داخل ہونے سے پیشتر ارشاد فرمایا کہ
رات کو عورتون کے پاس مت جانا اس حکم کے خلاف دو شخص آگے بڑھے اور ہر ایک نے
اپنے گھر مین بری بات دیکھی اور ایک حدیث مشہور مین ہے اَلْمَرْءَةُ كَالضِّلَعِ اِنْ
قَوَّمْتَهُ كَسَرْتَهُ وَاِنْ تَرَكْتَهُ تَمَتَّعْتَ بِهِ عَلٰى عِوَجٍ اور یہ عورت کے اخلاق کی تہذیب مین ارشاد فرمایا
اور غیرت فرمایا اِنَّ مِنَ الْغَيْرَةِ غَيْرَةً يُبْغِضُهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَهِيَ غَيْرَةُ الرَّجُلِ عَلٰى اَهْلِهٖ

من غیرتہ کرنیکی ہے اسلیے کہ ایسی غیرت اچھی ہے بدگمانی جسکی جگہ ممانعت ہے کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہین اور حضرت علی رضہ ارشاد فرماتے ہین کہ اپنی گھر والی پر زیادہ غیرت نہ کرو ایسا نہو کہ تمھارے ہی سبب سے وہ بدنام ہوجاوے اور غیرت اپنے موقع پر اچھی چیز ہے وہ آدمی مین ضرور ہونی چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ غیرت کرتا ہے اور ایمان دار غیرت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی غیرت ایک یہ ہے کہ اُس نے جو چیز آدمی پر حرام فرمادی آدمی اُسکا مرتکب ہو اور نیز فرمایا کہ تم لوگ سعد کی غیرت سے کیا تعجب کرتے ہو مین بھی سعد کی نسبت کہ زیادہ غیرت رکھتا ہون اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی غیرت کا باعث ہے کہ اُسنے ظاہر اور باطن کی برائیون کو حرام فرمایا اور اللہ تعالیٰ نسبت کر کوئی ایسا نہین کہ جسکو عذر کرنا زیادہ پسند ہو اور یہی وجہ ہے کہ اُسنے ڈرانے والے اور بشارت دینے والے مبعوث فرمائے اور نہ کوئی ایسا ہے کہ اُس سے بڑھکر اُسکو تعریف پسند ہو اور اسی وجہ سے جنت کا وعدہ فرمایا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ مین نے شب معراج مین جنت کے اندر ایک محل دیکھا اور اُسکے صحن مین ایک لونڈی تھی مین نے پوچھا کہ یہ محل کسکا ہے کسی نے جواب دیا کہ عمر کا ہے مین نے چاہا کہ اُسکو دیکھون مگر اے عمر تم مجکو تیری غیرت یاد آئی حضرت عمر رضہ رو پڑے اور عرض کیا کہ مین کیا آپ پر غیرت کرونگا حضرت حسن بصری رحمہ فرمایا کرتے کہ کیا تم اپنی عورتون کو چھوڑ دیتے ہو کہ بازارون مین کافرون سے رگڑ کر چلین خدا تعالیٰ بُرا کرے اُسکا جو غیرت نہ رکھتا ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اِنَّ مِنَ الْغَیْرَۃِ مَا یُحِبُّہُ اللّٰہُ وَمِنْھَا مَا یُبْغِضُہُ اللّٰہُ وَمِنَ الْخُیَلَاءِ مَا یُحِبُّہُ اللّٰہُ وَمِنْھَا مَا یُبْغِضُہُ اللّٰہُ فَاَمَّا الْغَیْرَۃُ الَّتِیْ یُحِبُّھَا اللّٰہُ فَالْغَیْرَۃُ فِی الرِّیْبَۃِ وَالْغَیْرَۃُ الَّتِیْ یُبْغِضُھَا اللّٰہُ فَالْغَیْرَۃُ فِیْ غَیْرِ رِیْبَۃٍ وَالْاِخْتِیَالُ الَّذِیْ یُحِبُّہُ اللّٰہُ اِخْتِیَالُ الرَّجُلِ نَفْسَہٗ عِنْدَ الْقِتَالِ وَعِنْدَ الصَّدَقَۃِ وَالْاِخْتِیَالُ الَّذِیْ یُبْغِضُہُ اللّٰہُ الْاِخْتِیَالُ فِی الْبَاطِلِ اور نیز فرمایا کہ من غیرت والا ہون اور جو مرد کہ غیرت نکرتا ہو وہ اندھے دل کا آدمی ہے۔ اور غیرت کی ضرورت نہونیکی یہ تدبیر ہے کہ اُسکے پاس عورتین نہ آوین اور نہ وہ بازارون مین نکلے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا رضہ سے پوچھا کہ عورت کے لیے کون سی چیز بہتر ہے اُنھون نے عرض کیا کہ بہتر یہ ہے کہ نہ وہ کسی مرد کو دیکھے اور نہ کوئی اُسکو مرد دیکھے آپ نے

انکو چھاتی سے لگالیا اور فرمایا اِشتَنشَقَ رِیحَ اُمِّہٖ یعنی کیون نہ کس باپ کی بیٹی ہے
اور اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دیوارون کے تابدان اور سوراخ بند کردیا کرتے تھے
کہ عورتین مردون کو نہ جھانکین — اور حضرت معاذ رض نے اپنی بی بی کو روشندان سے جھانکتے ہوئے
دیکھکر سزا دی اور ایک دفعہ دیکھا کہ اُنکی بی بی نے ایک سیب مین سے کچھ کہا کر بقیہ اُنکے
غلام کو دیدیا آپ نے اسپر بھی سزا دی — اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ عورتون کو عمدہ پوشاک دو
گھرون مین بیٹھی رہینگی — اور یہ اسلئے فرمایا کہ عورتین خراب خستہ حالت مین باہر جانے کی رغبت
نہین کرتین گویا یہ مثل فارسی حضرت عمر رض کے قول سے ماخوذ ہے عصمت بی بی بے چادری
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اپنی بیبیون کو گھرون مین رہنے کی عادت ڈالو
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول عورتون کو مسجدون جانے کی اجازت دی تھی اور اب
بڑھیون کے سوا اور ونکو اجازت نہونی بہتر ہے بلکہ یہ اور صحابہ رض کے زمانہ مین بھی قرین صواب
تھا یہان تک کہ حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ باتین معلوم ہوتین
جو آپ کے بعد عورتون نے پیدا کی ہین تو اُنکو باہر نکلنے سے بیشک منع فرماتے
اور جب کہ حضرت ابن عمر رض نے یہ حدیث بیان کی لَا تَمنَعُوا اِمَاءَ اللّٰہِ مَسَاجِدَ اللّٰہِ اُنکے
کسی لڑکے نے کہا کہ ہم تو نجدا اُنکو منع کرینگے پس آپ نے اُسکو مارا اور غصہ ہوئے اور
فرمایا کہ تو میرا کہنا نہین سنتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا فرماتے ہین پھر اُسکے نہ ماننے
کے کیا معنے — اور حضرت ابن عمر رض کے لڑکے نے جو مذا لغت پر جرات کی تو یہی وجہ تھی کہ
زمانہ کے بدل جانے کا حال اُنکو معلوم تھا اور اُسکے پدر بزرگوار کی خفگی کا یہ سبب تھا کہ بظاہر
فقط خلاف حدیث منھ سے نکالا اور کچھ عذر بیان نہ کیا — اور اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے عورتون کو عیدین بالخصوص نکلنے کی اجازت دی تھی مگر بشروط بہ اجازت اپنے خاوندونکے
اور اس زمانہ مین بھی پارسا عورت کو باجازت اپنے شوہر نکلنا سباح ہے مگر نہ نکلنے مین احتیاط
زیادہ ہے — اور عورت کو چاہیے کہ بدون کسی امر ضروری کے نہ نکلے کیونکہ تماشون اور
غیر ضروری کامون کے لیے نکلنا شرافت کا مخل ہے اور بعض اوقات فساد بھی اُٹھ کھڑا ہوتا ہے
پھر اگر گھر سے نکلے تو چاہیے کہ مردون اور عورتون سے اپنی آنکھین نیچی رکھے اور یہ ہم
نہین کہتے کہ مرد کا چہرہ عورت کے حق مین داخل ستر ہے جیسے عورت کا چہرہ
مرد کے حق مین ہے بلکہ اُسکو ایسا جاننا چاہیے کہ جیسے امرد کا چہرہ مرد کے حق مین ہے

کہ فتنہ کے خوف کے وقت مرد کو اُسکا دیکھنا حرام ہی اسی طرح عورت کو مرد کا جسے فتنہ کے
خوف کی حالت مین دیکھنا حرام ہی اور اگر خوف فتنہ نہین تو حرمت بھی نہین اسلیے کہ مرد
زمانۂ پیشین مین ہمیشہ کھلے منھ پھرتے تھے اور عورتین نقاب ڈال کر نکلتی تھین اگر مردون کے
چہرے عورتون کے حق مین داخل ستر ہوتے تو یا مردون کو نقاب ڈالنے کا حکم دیا جاتا یا
ضرورت عورتون کو نکلنے سے منع کر دیا جاتا۔ چھٹا ادب یہ ہی کہ نفقہ مین اعتدال کرے
یعنی نہ تو نفقہ مین تنگی کے طور پر دیوے اور نہ اسمین اسراف کرنا چاہیے بلکہ متوسط طور پر دیوے
اللہ تعالے فرماتا ہی کلوا واشربوا ولا تسرفوا اور فرمایا ولا تجعل یدک مغلولۃ
الی عنقک ولا تبسطھا کل البسط اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کفی بالمرء
خطیئۃ ان یضیع من یعول اور دوسری جا ارشاد ہی دینار انفقتہ فی سبیل اللہ ودینار
انفقتہ فی رقبۃ ودینار تصدقت بہ علی مسکین ودینار انفقتہ علی اھلک
اعظمھا اجرا الذی انفقتہ علی اھلک اور کہتے ہین کہ حضرت علی رض کی جا بیان ہین
آپ انہین سے ہر ایک کے لیے ہر چار روز مین ایک درم کا گوشت مول لے دیا کرتے تھے
اور حضرت حسن بصری رح نے فرمایا ہی کہ سلف کے اکابر مردون مین فراخ حال رہتے تھے
اور لوانم خانگی اور کپڑون مین میانہ روی اور متوسط چال برتتے تھے۔ اور ابن سیرین رح
کا قول ہی کہ مرد کو مستحب ہی کہ ہر ہفتہ مین اپنے گھر والون کے لیے ذالودہ بنا دیا کرے اور ہر جمعہ
شیرینی کوئی ضروریات مین سے نہین مگر اُسکا بالکل ترک کر دینا عادت کے بخل مین داخل ہی
اور مرد کو چاہیے کہ اپنی بی بی سے کہدے کہ بچا ہوا کھانا اور وہ چیز جو رکھنے سے بگڑ جاوے
خیرات کر دیا کرے کہ یہ خیرات کا ادنی درجہ ہی اور عورت کو جائز ہی کہ اس قسم کی خیرات
بدون شوہر کے حکم صریح کے بھی کر دیا کرے۔ اور مرد کو نہ چاہیے کہ اپنے آپ عمدہ کھانا
کھاوے اور گھر والون کو اُسمین سے نہ کھلاوے کہ یہ امر سینہ کو کینہ سے پُر کرتا ہی اور اچھی طرح
اہل وعیال کے ساتھ رہنے سے بعید ہی پس اگر مرد کو ایسی ہی تنہا خوری منظور ہو تو چاہیے
کہ چھپکر کھاوے کہ گھر والون کو اُسکی اطلاع نہو اور یہ بھی نہین چاہیے کہ گھر والون کے
سامنے ایسے کھانے کا ذکر کرے جسکا اُنکو کھانا منظور نہو۔ اور جب کھانا کھانے بیٹھے
تو سب گھر والون کو اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھالے کہ حضرت سفیان ثوری سے منقول ہی
کہ فرماتے ہین کہ ہمنے ایسا سنا ہی کہ اللہ تعالی اور اُسکے فرشتے اُن گھر والون پر رحمت بھیجتے ہین

جو ایک جا ہو کر کھانا کھاتے ہین - اور نفقہ کے باب مین زیادہ تر لحاظ اس بات کا چاہیے کہ عورت کو حلال کمائی سے کھانا کھلاوے اور اسکے نفقہ کی وجہ سے بُری بُری آمدنیون مین مبتلا نہ ہووے ورنہ اس صورت مین رعایت اہل در کنار خطا و ار محشر یگا اور ہم نکاح کی آفتون کے بیان مین جو اخبار اس باب مین ہین انکو بیان کر چکے ہین - **ساتوان ادب** یہ ہی کہ مرد کو حیض کے احکام سیکھنے چاہئین کہ اُس عرصہ مین کس کس بات سے احتراز رکھنا واجب ہی اور عورت کو نماز کے احکام سکھانے چاہئین کہ اُن ایام مین کونسی نماز قضا پڑھے اور کونسی کی قضا نہ پڑھے کیونکہ قرآن مجید مین مرد کو حکم ہی کہ اپنی بی بی کو دوزخ سے بچاوے چنانچہ ارشاد ہی قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا اسلیے مرد پر لازم ہی کہ عورت کو اہل سنت کا عقیدہ سکھلائے اور اگر اُسنے بدعت پر کان دیا ہو تو اُسکو اُسکے دل سے دور کرے اور اگر دین کے معاملے مین سستی کرتی ہو تو اُسکو اللہ تعالی کے عذاب سے ڈراوے اور حیض اور استحاضہ کے مسائل مین سے جنکی اُسکو ضرورت ہو بتاوے اور ہر چند استحاضہ کا علم مُبرا ہی مگر تاہم عورتون کو حیض کے احکام مین سے اُن نازون کو ضرور بتا دینا چاہیے جنکو وہ قضا پڑھے مثلاً اگر اُسکو حیض مغرب سے پیشتر ایسی طرح بند ہوا ہو کہ ایک رکعت پڑھ سکتی ہی تو اُسکو ظہر اور عصر کی قضا لازم ہی اور جس صورت مین کہ صبح کے ہونے سے ایک رکعت کی مقدار پیشتر بند ہوا ہو تو اُسپر مغرب اور عشا کی قضا چاہیے اور یہ بات ایسی ہی کہ عورتین اسکا لحاظ کم کرتی ہین - پھر جس صورت مین کہ شوہر اُسکی تعلیم کا متکفل ہو تو اُسکو جائز نہین کہ مسائل کے پوچھنے کے لیے عالمون کے پاس جاوے اور اگر مرد کم علم ہو مگر اُسکی طرف سے سوال کا جواب مفتی سے پوچھ کر اُسکو کہ دیتا ہی تب بھی اُسکو باہر نکلنا درست نہین اور اگر یہ امر بھی نہو تب البتہ اُسکو سوال کے لیے نکلنا جائز بلکہ واجب ہی اور مرد اگر منع کریگا تو گنہگار ہوگا اور اگر اسقدر سیکھ چکی ہو کہ فرائض آگئے ہون تو پھر کسی مجلس وعظ مین خواہ زیادہ سیکھنے کے لیے اُسکو نکلنا بدون اجازت شوہر کے درست نہین اور جس صورت مین کہ عورت حیض اور استحاضہ کے احکام مین سے کوئی حکم نہ جانتی ہو اور اُسپر عمل نہ کرے اور شوہر نے اُسکو تعلیم نہ کیا ہو تو شوہر خود اُسکے ساتھ جاوے ورنہ گناہ مین اُسکا شریک ہوگا **آٹھوان ادب** یہ ہی کہ جب مرد کے کئی بیبیان ہون تو چاہیے کہ اُنکے درمیان عدل کرے اور ایک کی طرف زیادہ نہ جھکے اور ایسی صورت مین

اگر سفر کو نکلے اور آنمین سے ایک کو ساتھ لیجانا چاہے تو چاہیے کہ قرعہ ڈال کر جسکا نام نکلے اسکو ساتھ لے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ پھر اگر کسی بی بی کی باری چھوڑ دے تو اسکی قضا کرے کہ باری کا قضا کرنا اسپر واجب ہی اور بیبیون کی کثرت کی صورت مین عدل کے احکام جاننے کی ضرورت ہی جنکا بیان طویل ہی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی مَنْ كَانَ لَهُ امْرَأَتَانِ وَمَالَ إِلَى إِحْدَاهُمَا دُونَ الْأُخْرَى جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَحَدُ شِقَّيْهِ مَائِلٌ اور ایک روایت مین بجاے مَالَ إِلَى إِحْدَاهُمَا کے لَمْ يَعْدِلْ بَيْنَهُمَا ہی یعنی دونون مین عدل نہ کیا ہو اور مرد پر عدل صرف دینے مین اور سونے مین واجب ہی مگر دوستی اور صحبت مین واجب نہین کیونکہ یہ امر آدمی کے اختیار مین داخل نہین اللہ تعالی فرماتا ہی وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ یعنی خواہش قلبی اور جی کی رغبت مین عدل مت کرو اور صحبت بھی اسی کی تابع ہوتی ہی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ازراج مطہرات کو نفقہ دیتے اور رات کو آنکے پاس رہنے مین عدل فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ الٰہی جس چیز مین میرا اختیار ہی اسمین میری کوشش یہ ہی جو مین نے کی اور جس چیز کا مالک تو ہی اور میرے بس کی نہین اسکی طاقت مجکو نہین یعنی محبت قلبی میرے اختیار مین نہین اور حضرت عائشہ رض سب ازراج طاہرات کی نسبت کہ آپ کو زیادہ محبوب تھین اور سب اس بات کو جانتی تھین اور مرض اخیر مین ہر روز آپ کی چارپائی جس بی بی کی نوبت ہوتی تھی اسکے یہان پہونچا دیتے تھے آپ رات کو رہتے اور پوچھتے کہ صبح کو مین کہان رہونگا ایک بی بی نے آنمین سے جان لیا کہ آپ کی مرضی حضرت عائشہ رض کی باری پوچھنے سے ہی پھر سب بیبیون نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہمنے آپ کو اجازت دی کہ آپ حضرت عائشہ رض کے گھر مین رہین کہ ہر شب اٹھکر پہونچانے مین آپ کو تکلیف ہوتی ہی آپ نے فرمایا کہ سب اس امر پر راضی ہین عرض کیا کہ سب راضی ہین فرمایا کہ مجکو عائشہ کے گھر لے چلو۔ اور جب کوئی عورت اپنی باری دوسری کو بخش دے اور شوہر بھی راضی ہوجاوے تو اسکا حق ثابت ہوجاویگا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین سودہ رض کو عمر کے زیادہ ہونے کی وجہ سے طلاق دینے کا ارادہ فرمایا انھون نے اپنی باری حضرت عائشہ رض کو ہبہ کردی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی درخواست کی کہ مجکو طلاق نہ دیجیے تاکہ قیامت مین آپکی بیبیون

بیبیون کے زمرہ مین میرا حشر ہو آپ نے اُنکی درخواست منظور فرمائی اور نوبت اُنکے لیے مقرر نہ فرماتے تھے بلکہ حضرت عائشہ رضہ کی نوبت دو راتین اور باقی بیبیون کی ایک ایک رات فرماتے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حسن عدل اور قوت کے باعث صحبت مین بھی عدل فرماتے تھے یعنی اگر اپنی بیبیون مین سے کسی پر آپ کا نفس راغب ہوتا اور اُسکی باری اُس روز نہوتی اور اُس سے آپ صحبت کرتے تو اُس روز یا اُس شب مین سب بیبیون سے صحبت فرماتے جیسا کہ حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شب مین اپنی ازواج سے صحبت فرمائی اور حضرت انس سے مروی ہی کہ آپ نے ایک دن مین دوپہر کے وقت نو بیبیون سے صحبت کی نوان ادب یہ ہی کہ جس صورت مین زن وشوہر مین جھگڑا واقع ہو اور اتفاق کی صورت جاتی رہے تو اگر ناموافقت دونون کی طرف سے ہو خواہ صرف مرد کی جانب سے تو اس صورت مین نہ تو عورت کو اپنے شوہر پر قابو اور نہ مرد کو عورت کے درست کرنے کا اختیار ہی اسلیے دو پنچون کا ہونا ضرور ہوا ایک تو شوہر کے گھرانے کا اور دوسرا عورت کے گھرانے کا کہ یہ دونون پنچ اُن دونون کا حال دیکھکر اگر آپس مین صلح چاہتے ہون تو صلح کرا دین۔ اور حضرت عمر رضہ نے زن وشوہر مین صلح کرنے کے لیے ایک حکم مقرر فرمایا وہ شخص واپس آیا اور اصلاح نہ کی آپ نے دُرہ سے اُسکی خبر لی اور فرمایا کہ خدا تعالی تو فرماتا ہی اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰہُ بَیْنَھُمَا یعنی اگر زن وشوہر کو صلح کرنی منظور ہوگی تو اللہ تعالی اُن دونون مین موافقت پیدا کر دیگا پھر تو بدون صلح کرائے کیسے چلا آیا وہ شخص دوبارہ گیا اور نیت کو درست کر کے مرد وعورت سے بہ ملایمت پیش آیا اور دونون مین صلح کرا دی۔ اور اگر نافرمانی خاص عورت کی جانب سے ہو تو مرد عورت کو زبردست ہین مرد کو چاہیے کہ اُسکو ادب دیوے اور زبردستی اُسکو فرمانبردار کرے اور اسی طرح اگر عورت نماز نہ پڑھتی ہو تو مرد کو چاہیے کہ اُس سے زبردستی نماز پڑھواوے لیکن تادیب مین تدریج کا لحاظ رکھنا چاہیے اور وہ یہ ہی کہ اول نصیحت کرے اور عذاب اخروی اور اپنی سزا سے ڈراوے اور اگر یہ امر مفید نہو تو سونے مین اُسکی طرف پشت پھیر کر لیٹے یا اپنا بستر علیحدہ کرے مگر ایک ہی گھر مین رہے اور تین راتون تک یہی معاملہ کرے اگر یہ بھی اُسکو کچھ اثر نہ کرے تو پھر ایسی طرح مارے کہ اُسکو تکلیف تو ہو لیکن زخم نہ ہو نیچے اور ڈھڈی نہ ہوئے اور منہ پر نہ مارے کہ اُس سے ممانعت ہی۔ اور کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ح بخاری مسلم ابوداؤد نسائی

ح ابن ماجہ

ح ابن ماجہ وابوداؤد نسائی در کتاب الرد علی ابن مجنہ

کی خدمت مین عرض کیا کہ عورت کا حق مرد پر کیا ہی آپ نے فرمایا کہ جب آپ کھاوے اسکو کھلاوے اور جب آپ پہنے اسکو پہناوے اور اسکو یون کہے کہ خدا تیرا منہ برا کرے اور اسکو جب مارے تو سخت مار نہ مارے اور جب اسکے پاس سونے سے علیحدگی کرے تو اسی گھر مین رہے اور مرد کو درست ہی کہ عورت کو دین کے امور مین کسی مین غصہ کر بیٹھے اور پاس سو نا دس بیس روز خواہ مہینا بھر چھوڑ دے یہ امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کیا ہی یعنی جب آپ نے ام المومنین زینب رض کے پاس کچھ تحفہ بھیجا اور انھون نے اسکو ہٹا دیا تو جس بی بی کے گھر مین آپ تشریف رکھتے تھے انھون نے عرض کیا کہ آپ کی زینب نے بے قدری کی کہ آپ کا تحفہ پھیر دیا آپ نے فرمایا کہ تم اللہ تعالے کے نزدیک زیادہ ذلیل ہو اس سے کہ میری بیقدری کرو پھر آپ ایک مہینے بھر اپنی سب بیبیون پر غصہ ہوے بعد ایک مہینے کے انکے پاس گئے و سوا ان ادب صحبت کے آداب مین ہی مستحب ہی کہ بسم اللہ سے شروع کرے اور سورہ اخلاص پڑھے اور تکبیر اور تہلیل نہ کہے پھر یون کہے بِسْمِ اللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنْ كُنْتَ قَدَّرْتَ اَنْ تُخْرِجَ ذٰلِكَ مِنْ صُلْبِيْ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اَنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا اَتٰى اَهْلَهٗ قَالَ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنِي الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا فَاِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَمْ يَضُرَّهُ الشَّيْطَانُ غرضکہ یہ پڑھ کر صحبت کرے اور جب انزال کے قریب ہو تو اپنے جی مین یہ پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا اور بعض اصحاب حدیث اللہ اکبر ایسے پکار کر کہتے کہ گھر والے انکی آواز سنتے۔ اور صحبت کے وقت قبلہ کی جانب سے ہٹ جاوے کہ تعظیم قبلہ اسی کی مقتضی ہی اور چاہیے کہ اپنے آپ کو اور اپنی بی بی کو کسی کپڑے سے ڈھانپ لے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک ڈھانپ لیتے تھے اور آواز پست کرتے تھے اور بی بی سے ارشاد فرماتے تھے کہ وقار کے ساتھ رہو۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ آپ نے فرمایا کہ جب میان بی بی صحبت کیا چاہین تو گدھون کی طرح ننگے نہون اور صحبت کے پیشتر نرم گفتگو کرنی اور بوسہ دینا چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مین سے کوئی اپنی بی بی پر ایسی طرح نہ جا پڑے جیسے چوپایہ پڑتا ہی بلکہ زن و شو مین اول ایلچی ہونا چاہیے لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایلچی کیا ہی آپ نے فرمایا کہ بوسہ اور کلام۔ اور فرمایا کہ مرد مین تین باتین عاجزی پر دال ہین

ل ابو داؤد و ابن ماجہ و حاکم و بیہقی ع صحیحین جلد ۲ ص ۱۱۵ ع ابن ماجہ بروایت عائشہ بسند ضعیف اور بقیہ بیہقی ع ازدواج سے رجوع کرنا ع مجموعہ بیہقی ع متعلق ع ترمذی ع ابن ماجہ ع ابو داؤد و ابن ماجہ بروایت ابن عباس ع ابو داؤد و ابن ماجہ بروایت عائشہ ع ابن ماجہ بروایت عائش

اول یہ کہ جسکی آشنائی پسند کرتا ہو اُس سے ملاقات کرے اور پیشتر اِس سے کہ اُسکے نام اور نسب سے واقف ہو اُس سے جدا ہو جاوے دوسرے یہ کہ کوئی شخص اُسکی تعظیم کرے اور کچھ ہدیہ دیوے اور یہ وہ چیز نہ لیوے اور بتلا دیوے تیسرے یہ کہ اپنی لونڈی خواہ بی بی سے صحبت کرنی چاہے اور بدون اِس بات کے کہ اُس سے بات کرے اور اُنس پیدا کرے اور پاس لیٹے اُس سے صحبت کرنے لگے اور اپنی حاجت پوری کرلے اُسکی حاجت پوری نہ ہونے دے۔ اور تین راتون مین صحبت کرنی مکروہ ہی ایک مہینے کی اول شب دوم آخر شب سوم پندرھوین شب کہتے ہین کہ اِن تین راتون مین صحبت کے وقت شیطان موجود ہوتے ہین اور بعض یہ کہتے ہین کہ ان راتون مین شیطان صحبت کیا کرتے ہین اور اِس امر کی کراہت ان راتون مین حضرت علی اور معاویہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہی اور بعض علمانے جمعہ کے دن اور اُسکی شب مین صحبت کو مستحب کہا ہی اِس حدیث کے ایک معنی کے لحاظ سے رَحِمَ اللّٰہُ مَنْ غَسَّلَ وَاغْتَسَلَ پھر جب مرد کو انزال ہو جاوے تو چاہیے کہ اُسی طرح کچھ ٹھہرا رہے تاکہ عورت کا مطلب بھی پورا ہو جاوے کیونکہ بعض اوقات عورت کو انزال دیر کر ہوتا ہی تو اُس وقت مرد کا اُس سے کنارہ کرنا اُسکو ایذا دینا ہی اور انزال مین سرشت کی رو سے اختلاف ہونا نفرت کا باعث ہوتا ہی بشرطیکہ مرد کو انزال پیشتر ہوتا ہو اور انزال کا ایک ساتھ ہونا عورت کو زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہی اِس وجہ سے کہ اِس صورت مین مرد کو عورت کے انزال کی خبر نہین ہوتی اور وہ مرد کی اطلاع سے حیا کرتی ہی۔ اور مرد کو چاہیے کہ ہر چار روز مین ایک بار عورت کے پاس آوے کیونکہ عورتون کی تعداد چار ہو سکتی ہی اور سب مین عدل کے لحاظ سے اِس حد تک تاخیر جائز ہی ہان اِس حد سے زیادہ اور کم کر سکتا ہی بلحاظ عورت کی حاجت کے اور اُسکے پاس رہا رکھنے کے اس لیے کہ عورت کا عفیفہ رکھنا مرد پر واجب ہی گو صحبت کا مطالبہ ثابت نہین ہوتا کیونکہ اُسکا مطالبہ اور اُسکا پورا کرنا مشکل ہی اور ایام حیض مین اور اُنکے گذرنے کے بعد نہانے سے پیشتر عورت سے صحبت نہ کرے کہ نص قرآنی سے اُسکی حرمت ثابت ہی اور کہتے ہین کہ اِس سے اولاد مجذوم یعنی کوڑھی ہو جاتی ہی اور سوا صحبت کے ایام حیض مین عورت کے تمام بدن سے فائدہ لینا جائز ہی اندیشہ کی جگہ

صحبت کرنی یعنی لواطت درست نہین اسلیے کہ حیض والی عورت سے صحبت کرنی ایذا کی جہت سے حرام ہوئی ہی اور دوسرے مقام مین صحبت کرنے سے ہمیشہ تکلیف ہوتی ہی تو اسکی حرمت زیادہ سخت ہی بہ نسبت حیض والی کی صحبت کے۔ اور اللہ تعالی نے جو فرمایا ہی فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ اسکے یہ معنے ہین کہ جس وقت چاہو اپنی کھیتی کو آؤ یہ غرض نہین کہ جس طرف سے چاہو صحبت کرو۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ مطلب مصنف نے لفظ حرث سے نکالا یعنی کھیتی وہی ہی جسمین تخم ریزی سے کچھ اُگے اور چونکہ دوسری طرف کی صحبت سے یہ غرض حاصل نہین ہوتی اسلیے وہ اسمین داخل بھی نہین ہوسکتی ۱۲

اور مرد کو جائز ہی کہ عورت کے ہاتھ سے اپنی منی نکلوا دے اور سوائے صحبت کے باجامہ کے اندر جس جگہ سے چاہے تمتع لے اور عورت کو چاہیے کہ ایام حیض مین ناف سے لیکر گھٹنون کے اوپر تک ایک کپڑا باندھ لے کہ مستحب ہی۔ اور مرد کو درست ہی کہ ایام حیض مین عورت کے ساتھ کھانا کھاوے اور پاس لیٹنے وغیرہ مین اُس سے میل رکھے یعنی اُس سے علیحدہ رہنا واجب نہین۔ اور اگر یہ منظور ہو کہ ایک بار صحبت کرکے پھر کرے تو چاہیے کہ اپنا ذکر دھو ڈالے اور اگر احتلام ہوجاوے اور اُسکے بعد صحبت کرنا چاہے تو اول ذکر دھو ڈالے یا پیشاب کرلے اور بہتر ان دونون باتون مین سے ایک کے کرنے کے صحبت نہ کرے۔ اور اول شب مین صحبت مکروہ ہی اس نظر سے کہ ناپاکی کی حالت مین سونا نہ پڑے اور جس صورت مین کہ صحبت کے بعد سونا یا کچھ کھانا منظور ہو تو چاہیے کہ نماز کے لیے جیسے وضو کرتے ہین ویسے وضو کرلیوے کہ یہ امر مسنون ہی چنانچہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ ہم مین سے کوئی ناپاکی کی حالت مین سو سکتا ہی کہ نہین آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہان اگر وضو کرلے اور اس باب مین اجازت بھی وارد ہی حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حالت جنابت مین سو رہتے تھے بدون اسکے کہ پانی کو ہاتھ لگاوین اور جبکہ اپنے بستر پر آوے تو اسکو پونچھ دے یا جھاڑ ڈالے اسلیے کہ اسکو کیا معلوم ہی کہ پیچھے اسپر کیا چیز پڑ گئی ہوگی۔ اور جنابت کی حالت مین سر منڈانا اور ناخن کٹوانے اور استرہ لینا یا خون نکالنا یا اپنے بدن سے کوئی چیز علیحدہ کرنا نہین چاہیے کیونکہ آخرت مین تمام اجزا اسکے پاس واپس آوینگے پس ناپاک اجزا کا ملنا اچھا نہین اور

کہتے ہین کہ ہر ایک بال آدمی سے اپنی ناپاکی کا مطالبہ کریگا۔ اور صحبت کے آداب مین سے یہ ہی کہ منی کا اخراج باہر نہ کرے بلکہ پانی کو کھیتی کی جگہ یعنی رحم مین ہی چھوڑے کہ جو روح خدا تعالی کو پیدا کرنی منظور ہی وہ تو ہو کر رہیگی پھر باہر انزال سے کیا فائدہ ہی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس باب مین ایسا ہی ارشاد فرمایا ہی۔ پھر اگر انزال باہر کرے تو علما اس فعل کے مباح و مکروہ ہونے مین چار مذہب مختلف رکھتے ہین بعض ہر حال مین مباح مطلق فرماتے ہین اور بعض ہر صورت مین حرام کہتے ہین اور بعض کا قول ہی کہ حرمت کی رضامندی سے جائز ہی اور بدون اسکی رضا کے ناجائز انکا مطلب گویا یہ ہی کہ ایذا دینی حرام ہی نہ باہر انزال کرنا اور بعض یہ کہتے ہین کہ یہ فعل لونڈی کے ساتھ مین درست ہی آزاد عورت کے ساتھ صحبت کرنے مین درست نہین۔ اور ہمارے نزدیک صحیح یہ ہی کہ یہ فعل مباح ہی اور اسمین کراہت بمعنی ترک اولی ہی یعنی کراہت کا اطلاق تین معنون پر ہوتا ہی ایک نہی تحریمی ایک نہی تنزیہی ایک ترک اولی۔ تو اس فعل مین تیسرے معنون کی کراہت ہی جیسے کہتے ہین کہ مسجد مین بیٹھنے والے کو خالی بیٹھا رہنا بدون ذکر اور نماز کے مکروہ ہی یا جو شخص مکہ معظمہ مین رہتا ہو اسکو ہر سال حج کا نہ کرنا مکروہ ہی تو اس جگہ بھی مکروہ کے معنی یہی ہین کہ امر افضل اور اولی کا ترک ہی اور جو فضیلت کہ اولاد کے باب مین ہمنے بیان کی ہی اس سے یہ مضمون بایہ ثبوت کو پہونچ جاتا ہی اور اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اپنی بی بی سے صحبت کرتا ہی تو اسکے لیے اس صحبت کے عوض مین اس مذکر بچے کا ثواب لکھا جاتا ہی جو خدا کی راہ مین لڑکر مارا جاوے۔ اور یہ اسلیے ارشاد فرمایا کہ اگر بالفرض اسکے ایسا ہی لڑکا پیدا ہو تو اس شخص کو اسکے سبب ہونے کا ثواب ملیگا باوجودیکہ بچہ کا پیدا کرنے والا اور زندہ رکھنے والا اور جہاد پر قدرت دینے والا خدا تعالی ہی مگر چونکہ کام آدمی کا تھا یعنے سبب ظاہری بنجانا اور صحبت کا کرنا اسکو آدمی نے کیا اور اسکا صحبت کرنا بچہ کی پیدائش کا سبب جب ہی ہوگا کہ جب منی کو رحم کے اندر رکھا لیگا۔ اور یہ جو ہمنے کہا کہ اس فعل مین کراہت تحریمی اور تنزیہی نہین اسکی وجہ یہ ہی کہ نہی کا ثبوت نص سے یا منصوص چیز پر قیاس کرنے سے ہی ہو سکتا ہی اور یہان نہ کوئی نص صریح ہی اور نہ کوئی اصل ہی جسپر قیاس نہی کا کیا جاوے بلکہ ایک اصل ہی جسپر اباحت کا قیاس ہو سکتا ہی

وہ یہ ہی کہ سرے سے نکاح نہ کرنا یا نکاح کے بعد صحبت کو ترک کرنا یا دخول کے بعد انزال
اندر نہ ہونے دینا کہ یہ سب باتین افضل بات کے ترک کرنے کی ہین نہ نہی کے ارتکاب کی اور
ان تینون مین کچھ فرق نہین اسلیے کہ بچہ رحم مین نطفہ کے پڑنے سے بنتا ہی اور اسکے چار
سبب ہین اول نکاح دوم صحبت سوم بعد صحبت کے انزال تک توقف چہارم انزال کے بعد
ٹھہرنا تاکہ نطفہ رحم مین پڑ جاوے اور ان سببون مین سے کوئی سبب زیادہ قریب ہی بہ
دوسرے کے پس چوتھے سبب سے رُک رہنا ایسا ہی جیسے تیسرے سے رُکنا اور تیسرا سبب
دوسرے کے مانند ہی اور دوسرا اول جیسا ہی اور ان سببون سے رکنا ایسا نہین جیسا
حمل کا گرانا اور زندہ بچے کو داب دینا ہی اسلیے کہ یہ دونون صورتین ایک موجود چیز پر
ستم کرنے کی ہین پھر اسکے بھی کئی مراتب ہین کیونکہ وجود کے مراتب مین سے اول ہی
کہ نطفہ رحم مین واقع ہو اور عورت کی منی سے مل کر زندگی کی قابلیت بہم پہونچاوے
اس حالت مین اُسکا تلف کرنا خطا ہی پھر اگر وہ نطفہ خون منجمد یا گوشت کا ٹکڑا ہو جاوے
تو خطا پہلے کی نسبت کہ زیادہ ہوگی اور جب پیدائش کامل ہو جاوے اور روح بھی پڑ جاوے
تو اُس وقت مین ضائع کرنا اور بھی بُرا ہوگا اور سب سے زیادہ قصور اُسوقت ہوگا کہ بچہ
جب زندہ ماں کے پیٹ سے علیحدہ ہووے اور اُس وقت اُسکو تلف کیا جاوے ۔ اور
وجود کے مراتب کا شروع جو ہم نے رحم مین نطفہ کے پڑنے کو کہا اور منی کے جما ہونے کو
سو اسلیے ذکر کیے نہ کہا اسکی وجہ یہ ہی کہ بچہ صرف مرد کی منی سے پیدا نہین ہوتا بلکہ زن و شو
دونون کے پانی ملنے سے یا مرد کے پانی اور خون حیض سے پیدا ہوتا ہی بعض اہل تشریح
نے کہا ہی کہ گوشت کا ٹکڑا خدا تعالی کے حکم سے حیض کے خون سے بنتا ہی اور خون حیض
اُس سے وہ نسبت ہی جو دودھ کو ہی دہی سے اور خون حیض کے جمنے کے لیے مرد کا
نطفہ شرط ہی جیسے جاون دودھ کے منجمد ہونے اور دہی بننے کے لیے شرط ہی تو جس طرح
جاون سے دودھ بستہ ہو جاتا ہی اسی طرح مرد کے نطفہ سے خون حیض بستہ ہو جاتا ہی
بہرحال عورت کا پانی نطفہ کے منجمد ہونے مین ایک رکن ہی اور دونون پانی وجود انسانی
مین ایسے ہین جیسے معاملات کے وجود حکمی مین ایجاب و قبول ہوتے ہین پس اگر کوئی
شخص ایجاب کرے اور طرف ثانی کے قبول سے پیشتر اُس سے پھر جاوے تو اُسکے ذمہ
قصور معاملہ کے فسخ کرنے خواہ توڑنے کا نہ ہوگا ہان اگر ایجاب و قبول دونون ہو چکینگے

تو اسوقت پھر جانا معاملہ کا برطرف کر دینا اور فسخ کرنا اور توڑنا کہلائیگا اور جسطرح کہ مرد کی پشت مین نطفہ رہنے سے لڑکا نہین پیدا ہوتا اسی طرح بعد ذکر سے نکلنے کے بھی نہین بنتا جب تک کہ عورت کے پانی یا خون حیض سے نہ ملے۔ غرض کہ اس باب مین قیاس جلی یہ ہی جو مذکور ہوا اب اگر یہ کہو کہ ہر چند باہر منی کا ڈالنا اس نظر سے تو مکروہ نہین کہ اس فعل سے لڑکے کے وجود مین خلل ہوتا ہو مگر کچھ بعید نہین کہ اسکی کراہت اس وجہ سے ہو کہ نیت فاسد کی جہت سے اس فعل کا مرتکب ہوا اسلیے کہ ایسی حرکت کا باعث خراب نیت ہی ہوگی جسمین کچھ شرک خفی کا شائبہ ہووے پس اسکا جواب یہ ہی کہ جو نیتین اس فعل کا باعث ہوتی ہین وہ پانچ ہین۔ اول تو لونڈیون کے حق مین یعنی مرد کو یہ منظور ہوتا ہی کہ اس سے اولاد ہونے کی صورت مین مستحق آزادی کی ہو جاویگی اور مال ہاتھ سے جاتا رہیگا اسلیے ایسی صورت کرنی چاہیے کہ یہ ہمیشہ اپنے پاس رہے اور آزاد نہو تو اپنی ملک کے تلف ہونے کے اسباب کو دور کرنا ممنوع نہین۔ دوم عورت کا حسن و جمال بنا رہنا منظور ہوتا ہی کہ ہمیشہ ہوئی تازی رہے اور زندہ رہے کہ در دزہ مین خطرہ بہت ہی پس اسطرح کی نیت بھی ممنوع نہین۔ سوم اولاد کی کثرت کے باعث زیادتی خرچ کا خوف کرنا اور اس بات سے بچنا کہ کمانے کی محنت نہ پڑے اور بری آمدنی کی جگہون مین جانا نہو اور یہ بات بھی ممنوع نہین اسلیے کہ خرچ کا کم ہونا دین پر مدد کرنا ہی ہان فضل اور کمال اسمین ہی کہ خدا تعالیٰ نے جو کفالت رزق کی فرمائی ہی اس ارشاد مین وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا اسپر اعتماد اور بھروسا کرے پس بلاشبہہ اس تیسری قسم کی نیت کرنے سے کمال کے مرتبہ سے گرنا اور افضل بات کا چھوڑنا ہی لیکن انجام کار کا نظر کرنا اور مال کی حفاظت اور اسکا رکھ چھوڑنا گو کہ توکل کے خلاف ہی مگر ہم اسکو ممنوع نہین کہہ سکتے۔ چہارم اس بات کا خوف کہ لڑکیان پیدا ہونگی اور انکی شادی کرنے سے دامادی کا ٹبا لگیگا جیسے عرب کے لوگ اسی وجہ سے لڑکیون کو مار ڈالتے تھے (اور ہندوستان مین بھی یہ دستور بدبکثرت جاری تھا) تو اس نیت کی جہت سے اگر نکاح نہ کریگا یا نکاح کے بعد صحبت چھوڑ دیگا تو البتہ نیت خراب ہوگی اور گناہگار ہوگا صرف نکاح چھوڑنے یا صحبت کرنے سے گناہ نہین بلکہ اس نیت بد کی جہت سے ہی اور یہی صورت منی کے باہر ڈالنے کی ہی کہ اسمین اگر یہ نیت ہوگی تو گناہگار ہوگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مین عیب کا اعتقاد رکھنا نہایت خراب ہی اور اس صورت کو ایسا تصور کر لیا جائیگا

کہ کوئی عورت نکاح اس وجہ سے ترک کرے کہ مرد کا اُسپر بیٹھنا اُسکو ناگوار ہو تو گویا وہ مرد کے
مشابہت پیدا کرتی ہی اسی وجہ سے ترک نکاح اُسکے حق مین بُرا ہی اور یہ بُرائی خاص
ترک نکاح پر راجع نہین جب تک کہ کوئی نیت فاسد اُسکے ساتھ نہو پنجم یہ کہ عورت خود اندر
انزال ہونے کی مانع ہو اس وجہ سے کہ اپنے آپ کو عزت دار سمجھتی ہو اور ستھرائی مین اور
دردسر اور نفاس اور دودھ پلانے سے بچنے مین مبالغہ کرتی ہو اور یہ عادت خارجیون کی عورتون
کی تھی کہ پانی بہت استعمال کیا کرتین اور ایام حیض کی نمازین قضا پڑھتین اور پاخانہ مین ننگی جایا
کرتین پس یہ حرکت بدعت اور سنت کے مخالف ہی اور اسطرح کی نیت خراب ہی چنانچہ
حضرت عائشہ رضہ جب بصرہ مین تشریف لائین تو اس طرح کی ایک عورت
آپ سے ملنے کو آئی مگر آپ نے اُسکو اپنے پاس نہ آنے دیا عرض کہ اس نیت مین
فساد ہی بچہ ہونے کو روکنے مین کچھ خرابی نہین اب اگر یہ کہو کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی مَنْ تَرَكَ النِّكَاحَ مَخَافَةَ الْعِيَالِ فَلَيْسَ مِنَّا
اور تم ترک نکاح اور منی باہر ڈالنے کو یکسان کہتے ہو اور خوف عیال سے اُسکو مکروہ
نہین بتاتے تو اُسکا جواب یہ ہی کہ لیس منا کے معنی یہ ہین کہ وہ شخص ہمارا موافق اور
ہمارے طریق و سنت پر نہین کہ ہماری سنت افضل بات کا بجالانا ہی۔ پھر اگر یہ کہو کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری جا اس حرکت کے باب مین ارشاد فرمایا ہی ذٰلِكَ
الْوَأْدُ الْخَفِيُّ اور اُسکے بعد یہ آیت پڑھی وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ اور یہ روایت حدیث صحیح
مین وارد ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ روایت صحیح مین اس فعل کی اباحت بھی موجود ہی
اور آپکا فرمانا الوأد الخفی یہ ایسا ہی جیسا الشرک الخفی فرمایا ہی اور اس سے
کراہت ثابت ہوتی ہی کراہت تحریمی نہین ثابت ہوتی۔ اب اگر یہ کہو کہ حضرت ابن عباس رض
فرمایا ہی کہ منی کا باہر ڈالنا چھوٹا سا زندہ درگور کرنا ہی کیونکہ اس حرکت سے جس بچہ کے
وجود کو روک دیا وہ گویا چھوٹا سا زندہ درگور ہوا تو اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ حضرت
ابن عباس کا یہ ارشاد ایک قیاس ہی کہ وجود کو یقینی فرض کرکے اُسکے دور کرنے کو زندہ درگور
کرنا فرمایا اور یہ قیاس ضعیف ہی اور اُسکے ضعیف ہونے کی وجہ سے جب حضرت علی رض نے
یہ قول سُنا تو نہ مانا اور فرمایا کہ زندہ درگور ہونا بدون سات کیفیتون کے گذرے ثابت
نہوگا پھر یہ آیت پڑھی جس مین ساتون کیفیتون کا مذکور ہی وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ

مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَكِينٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ
عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ
خَلْقًا آخَرَ اور خلق آخر سے مراد یہ ہی کہ اُسمین روح کو پھونکا اور یہ آیت پڑھی وَإِذَا
الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ اور جو کچھ طریقہ قیاس کا اور عبرت حاصل کرنے کا ہم اوپر لکھ آئے ہین
اُسکے تامل کرنے سے تمکو ظاہر ہوگا کہ معانی کے اندر خوض کرنے اور علوم واسرار کے
کہنے مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت ابن عباس رض کے منصب مین بہت فرق ہی
اور یہ قیاس حضرت ابن عباس رض کا کیسے صحیح ہو سکتا ہی کیونکہ بخاری ومسلم مین
حضرت جابر رض سے مروی ہی کُنَّا نَعْزِلُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ اور دوسری طرح یون آیا ہی كُنَّا نَعْزِلُ فَبَلَغَ ذٰلِكَ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَنْهَنَا اور ایک روایت صحیح حضرت جابر رض سے یہ بھی ہی کہ ایک شخص
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا اور عرض کیا کہ میرے یہان ایک لونڈی ہی
کہ وہ خدمت کرتی ہی اور درختون کو پانی دیتی ہی اور مین اُس سے صحبت کرتا ہون اور یہ
نہین چاہتا کہ اُسکو حمل رہے آپ نے ارشاد فرمایا اِعْزِلْ عَنْهَا إِنْ شِئْتَ فَإِنَّهُ سَيَأْتِيهَا مَا
قُدِّرَ لَهَا پھر وہ شخص چند روز کے بعد حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ وہ لونڈی حاملہ
ہوگئی آپ نے فرمایا کہ مین نے تو کہدیا تھا کہ جو کچھ اُسکے مقدر مین ہی وہ اُسکو پہونچیگا یہ سب
روایتین بخاری ومسلم مین موجود ہین گیارھوان ادب بچہ ہونے کے باب مین ہی اور اسکے
پانچ باتین ہین۔ اول یہ کہ لڑکا پیدا ہونے سے زیادہ خوش نہو اور نہ لڑکی کے ہونے سے
رنجیدہ ہو کیونکہ اُسکو کیا معلوم ہی کہ اُسکے حق مین اُن دونون مین سے بہتری کس مین ہی
بہت سے پسر والے تمنا کیا کرتے ہین کہ ہمارے پسر نہوتا یہ چاہتے ہین کہ دختر ہو بلکہ اگر
بتامل دیکھا جاوے تو لڑکیون سے سلامت رہنا اکثر ہی اور اُنکے باب مین تو اب
بہت ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین جس شخص کے ایک لڑکی ہو اور وہ اُسکو
ادب سکھاوے اور اچھی طرح تادیب کرے اور کھانا کھلاوے اور بخوبی پرورش کرے
اور جو نعمت کہ اللہ تعالی نے اُسپر کامل کی ہو اُسمین سے اُس لڑکی پر نعمت پوری کرے
تو وہ لڑکی اُس شخص کے لیے دہنے اور بائین دوزخ کی آڑ ہوکر اُسکو جنت مین پہونچادیگی
اور حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہی کہ جسکو

دو لڑکیان ہون اور جب تک اُنکے ساتھ رہین تب تک اُنسے سلوک کرتا رہے تو وہ دونون اُسکو جنت مین داخل کرینگی۔ اور حضرت انس رضہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کانت لہ ابنتان او اختان فاحسن الیھما ما صحبتاہ او کنت انا وھو فی الجنۃ کھاتین اور یہ بھی اُنھین سے مروی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی مسلمانون کی بازارون مین سے کسی بازار مین جاکر کوئی چیز خریدے اور اُسکو اپنے گھر لاکر خاص لڑکیون کو دیوے نہ لڑکون کو تو اللہ تعالی اُسکی طرف نظر عنایت کریگا اور جسکی طرف وہ نظر عنایت کریگا اُسکو عذاب نہ دیگا۔ اور یہ بھی اُنھین سے مروی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص بازار سے کوئی عجیب اپنے عیال کے لیے لیجاوے تو وہ گویا اُنکے واسطے خیرات لیے جاتا ہی یہانتک کہ اُس چیز کو اُنمین تقسیم کرے اور چاہیے کہ لڑکون سے پیشتر لڑکیون سے شروع کرے اسلیے کہ جو کوئی لڑکی کو خوش کرتا ہی وہ گویا خدا تعالی کے خوف سے روتا ہی اور جو کوئی خدا تعالی کے خوف سے روتا ہی اللہ تعالی اُسکے بدن کو دوزخ پر حرام کردیتا ہی۔ اور حضرت ابوہریرہ رضہ فرمایا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کانت لہ ثلاث بنات او اخوات فصبر علیھن والبھن وقرابھن اوجب اللہ الجنۃ بفضل رحمتہ ایاھن ایک شخص نے عرض کیا کہ اگر دو بیٹیان ہون آپ نے فرمایا کہ دو کا بھی یہی حال ہی پس ایک شخص نے کہا کہ خواہ ایک ہو آپ نے فرمایا کہ خواہ ایک ہو دوم یہ کہ بچہ کے کان مین اذان کہے رافع اپنے باپ سے راوی ہین کہ اُنھون نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب حضرت امام حسن علیہ السلام حضرت فاطمہ رضہ سے پیدا ہوے تو آپ نے اُنکے کان مین اذان کہی اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من ولد لہ مولود فاذن فی اذنہ الیمنی واقام فی اذنہ الیسری دفعت عنہ ام الصبیان اور مستحب ہی کہ جب بچہ کے کی زبان کھلے تو سب سے پہلے اُسکو لا الہ الا اللہ سکھلاوین تاکہ اول اُسکو یہی ہووے اور ساتوین روز ختنہ کرنا مستحب ہی اِس باب مین ایک حدیث آئی ہی۔ سوم یہ کہ اُسکا نام اچھا رکھے کہ یہ بھی بچہ کا حق ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اذا سمیتم فعبدوا اور فرمایا احب الاسماء الی اللہ عبد اللہ وعبد الرحمن اور فرمایا سموا باسمی ولا تکتنوا بکنیتی علما فرماتے ہین کہ منع کرنا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک تک تھا اسلیے کہ آپ کو ابا القاسم کہکر پکارتے تھے اور اب دوسرے کے لیے یہ کنیت مقرر کرنی کچھ مضائقہ کی بات نہین پس آپ کے نام اور کنیت کو ایک شخص کے لیے اکٹھا کرنا نہین چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا ہی کہ میرے نام اور کنیت کو جمع مت کرو۔ اور بعض کہتے ہین کہ یہ نہی بھی مخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک تک تھی۔ اور ایک شخص کا نام ابو عیسیٰ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسی علیہ السلام کے تو باپ نہ تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابو عیسیٰ نام رکھنا مکروہ ہی۔ اور جو بچہ کہ پیدا نہو اور ایام معین سے پہلے ہی گر جاوے تو اسکا بھی نام رکھنا چاہیے عبد الرحمن بن یزید کہتے ہین کہ مین نے ایسا سنا ہی کہ گرا ہوا بچہ قیامت کو اپنے باپ کے پیچھے فریاد کریگا اور کہیگا کہ تو نے مجکو کھو دیا اور بے نام چھوڑ دیا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ یہ کیسے ہوگا باپ کو کبھی معلوم بھی نہین ہوتا کہ حمل ساقط لڑکا ہی یا لڑکی تو وہ نام کس طرح رکھے عبد الرحمن نے جواب دیا کہ بہت نام ایسے ہین کہ عورت مرد دونون کے ہو سکتے ہین جیسے عمارہ اور طلحہ اور عتبہ وغیرہ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّکُمْ تُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِاَسْمَآئِکُمْ وَ اَسْمَآءِ اٰبَآئِکُمْ فَاَحْسِنُوْا اَسْمَآئَکُمْ اور جس شخص کا نام برا ہو اسکو اسکا بدل ڈالنا مستحب ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عاص کا نام عبد اللہ سے بدل دیا تھا اور حضرت زینب رضہ کا نام برہ تھا پس آپ نے فرمایا کہ اپنے آپ کو اچھا کہتی ہی اسلیے اُنکا نام زینب فرمایا۔ اور اسی طرح افلح اور یسار اور نافع اور برکت نام رکھنے سے منع وارد ہی کیونکہ جب پوچھا جاویگا کہ یہان برکت ہی اور وہ نہوگا تو جواب مین کہا جاویگا کہ نہین یعنی برکت کا انکار کرنا پڑیگا۔ چہارم عقیقہ کرنا پسر کے لیے دو بکریان اور دختر کے واسطے ایک اور کچھ مضائقہ نہین کہ عقیقہ مین جانور نر ہو یا مادہ۔ حضرت عائشہ رضہ روایت کرتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہی کہ پسر کے عقیقہ مین دو بکریان برابر کی بے عیب ذبح کی جاوین اور دختر کے عقیقہ مین ایک بکری۔ اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن علیہ السلام کا عقیقہ ایک بکری سے کیا اس سے یہ نکلا کہ ایک بکری پر اکتفا کرنا بھی درست ہی۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا اَمِیْطُوْا عَنِ الْغُلَامِ عَقِیْقَتَہٗ فَاَھْرِیْقُوْا عَنْہُ دَمًا وَ اَمِیْطُوْا عَنْہُ الْاَذٰی اور سنت یون ہی کہ بچہ کے بالون کے برابر سونا یا چاندی خیرات کردے کہ اس باب مین ایک حدیث وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی پیدائش کے ساتوین روز حضرت فاطمہ رضہ کو ارشاد فرمایا کہ اُنکے بال منڈوا کر بالون کی برابر چاندی صدقہ کردو۔ اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ عقیقہ کے جانور کی ہڈی نہ توڑی جاوے پنجم یہ کہ بچہ کے تالو مین خرما

یا شیرینی مل دی جاوے۔ حضرت اسما بیٹی حضرت صدیق اکبر کی فرماتی ہین کہ قبا مین عبداللہ بن زبیر مجھسے پیدا ہوے مین نے اُنکو لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مین رکھ دیا آپ نے ایک خرما منگا کر چبایا اور اپنا لب مبارک عبداللہ کے مُنہ مین ڈال دیا پس سب سے اول چیز جو اُنکے پیٹ مین گئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لب مبارک تھا پھر آپ نے خرما اُنکے تالو مین ملا اور دعا اور برکت اُنکے لیے فرمائی اور مسلمانون مین سب سے اول یہی پیدا ہوے اسلیے اُنکے پیدا ہونے سے مسلمان بہت خوش ہوے کیونکہ لوگون نے یہ کہہ رکھا تھا کہ یہودیون نے تم پر جادو کر دیا ہی تمھارے اولاد نہوگی بارھوان ادب طلاق کے باب مین ہی۔ اول یہ کہ معلوم کر لینا چاہیے کہ طلاق مباح ہی مگر مباح چیزون مین سے خدائے تعالی کے نزدیک اس سے زیادہ بُری اور کوئی نہین اور یہ مباح اُسوقت ہوتی ہی کہ اس سے ناحق ایذا منظور نہو یعنی جب عورت کو طلاق دیگا تو اُسکو ایذا دیگا اور دوسرے شخص کو ایذا پہونچانا درست نہین بجز اسکے کہ کوئی خطا عورت کی ہو یا ضرورت مرد کی جانب سے چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہی فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا یعنی اطاعت کی صورت مین کوئی تدبیر جدا ہونے کی تلاش نہ کرو۔ اور اگر مرد کا باپ اُس عورت کو بُرا سمجھے تو اُسکو طلاق دے دینی چاہیے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہین کہ میرے نکاح مین ایک عورت تھی جس سے مجھکو محبت تھی اور حضرت عمر رضہ اُسکو ناپسند کرتے تھے اور مجھکو فرماتے تھے کہ اُسکو طلاق دے دو مین نے اس باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین رجوع کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابن عمر اپنی بی بی کو طلاق دے دے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ باپ کا حق مقدم ہی مگر اُسی صورت مین ہی کہ باپ کے ناپسند کرنے کی کوئی غرض فاسد نہو جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے کہ ایسے باپ کا حکم بلاشک مقدم ہی۔ اور جب عورت اپنے خاوند کو ایذا دے یا اُسکے گھر والون کو بُرا کہے تو وہ خطاوار ہی اور اسی طرح جب کہ بدخلق اور دین کی خراب ہو۔ حضرت ابن مسعود رضہ اس آیت کی تفسیر مین وَلَا يَاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ رشاد فرماتے ہین کہ جب عورت اپنے شوہر کے گھر والون کو بُرا کہے اور شوہر کو ایذا دیوے تو اُسکی یہ حرکت فاحشہ ہی اور ہر چند یہ مضمون عدت کے باب مین بیان ہوا ہی مگر اُس سے اصل مقصود پر تنبیہ ہی۔ اور اگر ایذا دینا شوہر کی جانب سے ہو تو عورت کو مناسب ہی کہ کچھ مال اُسکو دیکر

اپنی گردن چھڑادے اور مرد کو مکروہ ہی کہ جس قدر عورت کو دیا ہی اُس سے زیادہ لیوے کیونکہ زیادہ لینے کی صورت مین عورت کو تنگ کرنا اور زیبار کرنا اور خلاف پر سودا گری کرنی لازم ہوگی اور عورت کی جانب سے مال دیا جانا اس آیت مین مذکور ہی فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ غرضکہ جسقدر عورت نے خاوند سے پایا ہو اُسقدر یا اُس سے کم بہتا دینا فدیہ کے لائق ہی پس اگر عورت بلاوجہ طلاق کی درخواست کرے تو وہ گنہگار ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقَهَا مِنْ غَيْرِ مَا بَأْسٍ لَمْ تَرَحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ اور دوسری روایت مین یون وارد ہی کہ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهَا حَرَامٌ اور ایک حدیث مین ارشاد ہی اَلْمُخْتَلِعَاتُ هُنَّ الْمُنَافِقَاتُ اب خاوند کو طلاق کے باب مین چار باتون کی رعایت کرنی چاہیے - اول یہ کہ طلاق عورت کو ایسے طہر مین دیوے کہ اُسمین اُس سے صحبت نہ کی ہو اسلیے کہ حیض مین اور ایسے طہر مین جسمین صحبت کرلی ہو طلاق دینی بدعت اور حرام ہی اگرچہ دینے سے پڑجاتی ہی لیکن بدعی اور حرام ہوتی ہی اس وجہ سے کہ اس صورت مین عورت کی عدت بڑھی ہوجاتی ہی پس اگر ایسی طرح طلاق دے دے تو چاہیے کہ اُس سے رجوع کرے چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بی بی کو حیض مین طلاق دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضہ کو ارشاد فرمایا کہ اُس سے کہدو کہ رجعت کرے یہان تک کہ وہ عورت حیض سے پاک ہو پھر حیض سے ہو پھر پاک ہو پھر اگر چاہے طلاق دے چاہے رہنے دے پس یہ وہ عدت ہی کہ خدائے تعالیٰ نے اُسپر عورتون کو طلاق دیے جانے کا حکم فرمایا ہی - اور حضرت ابن عمر کو جو رجعت کے بعد دو طہر ٹھہرنے کا امر فرمایا اُس سے یہ غرض ہی کہ رجعت کا مقصود صرف طلاق نہو جاوے - دوم یہ کہ ایک طلاق پر اکتفا کرے دو یا تین طلاقین ایک ساتھ نہ دیوے کیونکہ ایک طلاق بھی عدت کے بعد ہی فائدہ دیتی ہی جو دو یا تین سے ہوتا ہی یعنی عورت کا نکاح سے نکل جانا مگر ایک طلاق دینے مین دو فائدے اور بھی ہین ایک تو یہ کہ اگر طلاق کے بعد نادم ہو تو عدت کے دنون مین رجوع کرسکتا ہی دوسرے یہ کہ عدت کے بعد پھر از سر نو اُس عورت سے نکاح کرسکتا ہی اور اگر تین طلاقون کے بعد نادم ہوگا تو اس بات کی حاجت ہوگی کہ اسکا حلالہ کیا جاوے اور مدت تک اُسکے لیے ٹھہرنا پڑیگا اور عقد حلالہ کی ممانعت ہی اور اُسکا باعث یہی شخص ہوگا پھر ایک یہ خرابی ہی کہ دوسرے کی بی بی مین نیت لگی رہیگی اور اُسکی طلاق کا منتظر رہیگا

یعنی حلالہ کرنے والا نکاح کے بعد اُسکو طلاق دے تو اُسپر حلال ہو اور ایک یہ خرابی ہی کہ اس حرکت سے بی بی سے نفرت ہو جاویگی غرض کہ یہ ساری خرابیان اکٹھی طلاقین دینے کی ہین ایک طلاق دینے مین مطلب بھی نکل آتا ہی اور کوئی خرابی بھی لازم نہین آتی اور ہم یہ نہین کہتے کہ طلاقون کا اکٹھا دینا حرام ہی بلکہ یہ غرض ہی کہ ان خرابیون کی جہت سے مکروہ ہی اور کراہت سے یہ مراد ہی کہ اس فعل مین اپنا لحاظ نہین رہتا یوم یہ کہ اُسکے طلاق دینے مین کوئی لطیف بہانہ کرے درشتی اور حقارت کے ساتھ نہ چھوڑے بلکہ جو رنج ناگہانی جدائی کا اُسکو ہوگا اُسکے دور کرنے کے لیے کوئی چیز ہدیہ اور متعہ کے طور پر اُسکو دیکر اُسکا دل خوش کرے اللہ تعالی فرماتا ہی وَمَتِّعُوهُنَّ یعنی متعہ دو اُنکو اور متعہ کا دینا اُس عورت کے لیے واجب ہی جسکے عقد نکاح کے وقت مہر کا نام نہ لیا گیا ہو۔ حضرت امام حسن علیہ السلام طلاق بہت دیتے اور نکاح بہت کرتے ایک روز آپ نے اپنے ایک ساتھی کو بھیجا کہ ہماری دو بیبیون کو طلاق دے دو اور ہر ایک کو دس ہزار درم حوالہ کرو وہ شخص حکم بجا لایا اور جب لوٹ کر آیا تو آپ نے پوچھا کہ اُنکا کیا حال ہوا اُسنے عرض کیا کہ ایک نے درم لیکر گردن جھکالی اور کچھ نہ بولی اور دوسری روئی اور چیخی اور مین نے سُنا کہ یون کہتی تھی ع یہ درہم قلیل ہین وداع فراق یار۔ حضرت امام حسن علیہ السلام نے سر جھکایا اور اُسپر ترس کھایا اور فرمایا کہ اگر چھوڑنے کے بعد مین کسی عورت سے محبت کرتا تو اسی سے کرتا۔ اور ایک روز آپ عبد الرحمن بن حارث بن ہشام کے پاس گئے جو مدینہ منورہ کے فقیہ اور رئیس تھے اور اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اُنھین کو ضرب المثل کرکے فرمایا تھا کہ اگر مین اپنی اس ساہ مین نہ آتی تو میرے نزدیک یہ بہتر تھا کہ میرے پاس سولہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یادگار مثل عبد الرحمن بن حارث کے ہوتے پس جب حضرت امام حسن علیہ السلام اُنکے گھر گئے تو اُنھون نے بہت تعظیم کی اور اپنی جگہ آپ کو بٹھلایا اور عرض کیا کہ آپ نے مجھسے کہلا بھیجا ہوتا مین خود حاضر ہوتا آپ نے فرمایا کہ ضرورت مجکو ہی تھی اُنھون نے پوچھا کہ وہ کیا ہی فرمایا کہ تمھاری لڑکی کا خواستگار ہو کر آیا ہون اُنھون نے سر جھکا لیا اور کچھ دیر کے بعد سر اُٹھا کر کہا کہ بخدا روے زمین پر چلنے والا ایسا کوئی نہین کہ جو مجکو تمسے زیادہ محبوب ہی مگر تم جانتے ہو کہ میری لڑکی میرا اجگر پارہ ہی جس بات سے اُسکو رنج ہوگا

اُس سے مجکو رنج پہونچیگا اور جس بات سے وہ خوش ہوگی اُس سے مین خوش ہونگا اور آپ طلاق بہت دیتے ہین مجھے یہ خوف ہی کہ مبادا آپ اُسکو طلاق دے دین تو پھر میرا دل آپ کی محبت مین بدل جاوے اور یہ مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا کہ آپ کے باب مین میرے دل مین کچھ تبدیل آوے اسلیے کہ آپ جگہ پارۂ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہین اس صورت مین اگر آپ شرط کرلین کہ مین اُسکو طلاق نہ دونگا تو مین آپ سے عقد کر دونگا آپ خاموش ہوے اور اُٹھکر باہر چلے آئے عبد الرحمن کے گھر والون مین سے کسی نے ذکر کیا ہی کہ مین نے سنا کہ آپ چلے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ عبد الرحمن کو یہی منظور تھا کہ اپنی بیٹی کو میرے گلے کا طوق کر دے - اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے زیادہ طلاق دینے سے تنگ ہوتے اور برسر منبر اُنکی طرف سے عذر کرتے اور اپنے خطبہ مین فرماتے کہ حسن طلاق بہت دیتے ہین پس تم اُنکو اپنی بیٹیان مت دو یہان تک کہ ایک بار ہمدان کی قوم مین سے ایک شخص اُٹھا اور عرض کیا کہ یا امیر المومنین بخدا جسقدر امام حسن علیہ السلام نکاح کرنا چاہینگے ہم اُنکو لڑکیان دینگے چاہین وہ رکھین اور چاہین چھوڑ دین اس بات سے حضرت علی رضہ خوش ہوئے اور فرمایا

شعر

اگر مجکو ملے جنت کے دروازون کی دربانی	تو ہمدان سے کہون اندر چلے آؤ بآسانی

اِس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ اگر کسی شخص کے اہل یا اولاد پر کسی حیا کی بات کا طعن کیا جاے تو اُس شخص کو چاہیے کہ اپنے زن وفرزند کی تہیج نہ کرے کہ سچ کہنا بُرا ہی بلکہ مستحب یہ ہی کہ جہان تک ممکن ہو اُسکی مخالفت اس باب مین کرے کہ اِس سے اپنا دل مسرور رہیگا اور اُسکے دل کے روگ کا علاج ہو جاویگا - اور اِس قصہ کے بیان کرنے سے یہان اتنی ہی غرض تھی کہ طلاق مباح ہی اور اللہ تعالی نے غنی کرنے کا وعدہ نکاح اور جدائی کی صورت مین دونون مین فرمایا ہی مثلاً نکاح کے باب مین ارشاد ہی وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ اور جدائی کی صورت مین ارشاد ہی وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ چاہا ہم یہ کہ عورت کا راز ظاہر نہ کرے نہ طلاق مین نہ نکاح مین کیونکہ عورتون کے راز فاش کرنے کے باب مین صحیح حدیث مین بڑا وعید آیا ہی اور بعض صلحا سے مروی ہی

کہ اُنھون نے اپنی بی بی کو طلاق دینا چاہا لوگون نے آنسے پوچھا کہ اُسکے باب مین آپ کو کیا شک ہوا ہی فرمایا کہ عاقل آدمی اپنی بی بی کے راز کا پردہ نہین کھولتا جب اُنھون نے طلاق دے دی تو پوچھا گیا کہ آپ نے اُسکو طلاق کیون دی فرمایا کہ مین اجنبی عورت کا حال کیون کہون حاصل یہ کہ جو حقوق و آداب شوہر پر ہونے چاہیین وہ یہی تھے

جن کا بیان ہو گیا

دوسری قسم اُن حقوق کے بیان مین کہ عورت پر ہونے چاہیین۔ اور قول شافی اس باب مین یہ ہی کہ نکاح ایک طرح کا لونڈی ہونا ہی تو وہ شوہر کی لونڈی ہو چکی اسلیے اُسپر شوہر کی فرمانبرداری مطلقاً واجب ہی جس بات کا وہ اُس سے خواہان ہو بشرطیکہ معصیت نہو اور شوہر کا حق عورت پر زیادہ ہونے مین بہت سی حدیثین وارد ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَیُّمَا امْرَأَۃٍ مَاتَتْ وَزَوْجُھَا عَنْھَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّۃَ اور ایک شخص سفر کو گیا اور اپنی بی بی سے کہ گیا کہ بالاخانہ سے نیچے مت اُترنا اور اُس عورت کا باپ نیچے رہتا تھا اتفاقاً وہ بیمار ہوا اُس عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین اجازت لینے کے لیے آدمی بھیجا کہ اپنے باپ کے پاس اُتروں آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے خاوند کی اطاعت کر اُسکا باپ مر گیا پھر اُسنے اُترنے کی اجازت چاہی پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے شوہر کی اطاعت کر غرض کہ اُسکا باپ دفن ہو گیا اور وہ نہ اُتری پس آنحضرت صلی اللہ علیہ نے اُس عورت سے کہلا بھیجا کہ تو نے جو اپنے شوہر کی اطاعت کی اِسکے عوض مین اللہ تعالی نے میرے باپ کی مغفرت فرمائی۔ اور ایک حدیث مین آپ نے ارشاد فرمایا اِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَۃُ خَمْسَھَا وَصَامَتْ شَھْرَھَا وَحَفِظَتْ فَرْجَھَا وَاَطَاعَتْ زَوْجَھَا دَخَلَتْ جَنَّۃَ رَبِّھَا اس حدیث مین زوج کی فرمانبرداری کو ارکان اسلام پر زیادہ کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکبار عورتون کا ذکر فرمایا کہ پیٹ والیان بچے والیان دودھ پلانے والیان اپنی اولاد پر رحم کرنے والیان اگر اپنے شوہرون سے جو افعال کرتی ہین نہ کرتین تو اُنمین کی نمازی عورتین جنت مین داخل ہوتین اور فرمایا اُطِّلَعَتْ فِی النَّارِ فَاِذَا اَکْثَرُ اَھْلِھَا النِّسَاءُ فَقُلْنَ لِمَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ بِکُفْرِھِنَّ اللَّعْنَ وَ یَکْفُرْنَ الْعَشِیْرَ عشیر سے غرض شوہر سے ہی جو اُنکے ساتھ معاشرت کرتا ہی

اور ایک دوسری حدیث مین ہی کہ مین نے جنت مین جھانک کر دیکھا تو تمام جنتیون کی نسبت کر عورتین بہت کم تھین مین نے پوچھا کہ عورتین کہان ہین فرمایا کہ انکو دو سرخ چیزون نے روک دیا سونے اور زعفران نے یعنی زیور اور رنگین کپڑون نے۔ اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ ایک جوان عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین جوان ہون اور لوگ میرے ساتھ عقد کا پیام کرتے ہین اور مجکو شادی کرنی اچھی نہین معلوم ہوتی پس شوہر کا حق عورت پر کیا ہی آپ نے فرمایا کہ اگر بالفرض شوہر کے سر سے پانون تک پیپ ہو اور عورت اسکو چاٹے تب بھی اسکا شکر ادا نہ کریگی اسنے عرض کیا کہ مین نکاح کرلون فرمایا کہ کرلے کہ نکاح کرنا بہتر ہی۔ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ ایک عورت قبیلہ خثعم کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئی اور عرض کیا کہ مین بے شوہر ہون اور نکاح کرنا چاہتی ہون پس شوہر کا حق کیا ہی آپ نے فرمایا کہ ایک حق شوہر کا یہ ہی کہ اگر اونٹ کی پیٹھ پر ہو اور اسوقت اس سے طلبگار صحبت کا ہو تو اس سے انکار نہ کرے اور ایک حق اسکا یہ ہی کہ کوئی چیز اسکے گھر سے بدون اسکی اجازت کے نہ دیوے اگر دیویگی تو اسپر گناہ ہوگا اور شوہر کو ثواب ملیگا اور ایک حق اسکا یہ ہی کہ نفل روزہ بدون اسکے اذن کے نہ رکھے اگر رکھیگی تو بھوکی پیاسی رہیگی اور روزہ قبول نہوگا اور اگر اپنے گھر سے بدون شوہر کے حکم کے نکلیگی تو جب تک گھر مین پھر کر آویگی یا توبہ کریگی اسکو فرشتے لعنت کرتے رہینگے۔ اور فرمایا لَوْ اَمَرْتُ اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَۃَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِھَا اور یہ اسلیے فرمایا کہ شوہر کا حق عورت پر زیادہ ہی اور فرمایا کہ عورت خدائے تعالی کی ذات مقدس سے زیادہ تر قریب اس وقت ہوتی ہی کہ جب اپنی کوٹھری کے قعر مین ہووے اور عورت کی نماز اپنے گھر کے صحن مین بہ نسبت مسجد مین نماز پڑھنے کے بہتر ہی اور اپنی کوٹھری مین نماز پڑھنی بہ نسبت گھر کے صحن مین نماز پڑھنے کے اور کوٹھری در کوٹھری مین نماز پڑھنی کوٹھری کی نماز کی نسبت کرا فضل ہی۔ اور یہ اسلیے فرمایا کہ مدار عورت کے حال کا پردہ پر ہی جس صورت مین پردہ زیادہ ہوگا وہی اسکے حق مین افضل ہی۔ اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْمَرْاَۃُ عَوْرَۃٌ فَاِذَا خَرَجَتِ اسْتَشْرَفَھَا الشَّیْطَانُ اور فرمایا کہ عورت کی دنس پر شیطان مین

جب وہ نکاح کر لیتی ہی تو شوہر ایک برہنگی کو چھپا دیتا ہی اور عیب مرجاتی ہی تو قبر و سون برنگون کی پردہ پوش ہوتی ہی غرض کہ شوہر کے حق عورت پر بہت سے ہین آئین سے زیادہ اہم دو ہین ایک بچاؤ اور پردہ دوسرے زائد از حاجت چیز کا مطالبہ نہ کرنا اور جس وقت کہ اسکی کمائی حرام کی ہو تو اس سے بچے رہنا چنانچہ زمانۂ سلف مین عورتون کی عادت ایسی ہی تھی کہ جب آدمی اپنے گھر سے باہر جاتا تھا تو اسکی بی بی یا بیٹی اس سے کہتی تھی کہ خبردار حرام کمائی مت کرنا کہ ہم بھوک اور تکلیف پر صبر کر لینگے مگر دوزخ کی آگ پر صبر نہ کر سکینگے ۔ اور ایک شخص نے سلف کے لوگون مین سے سفر کا ارادہ کیا اور اسکے ہمسایون کو اسکا سفر برا معلوم ہوا سب نے اسکی بی بی سے کہا کہ تو اسکے سفر پر کیون راضی ہوتی ہی یہ تو تیرے نفقہ کے لیے کچھ چھوڑے نہین جاتا اسنے جواب دیا کہ مین نے اپنے شوہر کو جب سے دیکھا ہی کھانے والا ہی پایا ہی رزاق نہین پایا میرا رب میرا رزاق ہی کھانے والا چلا جاویگا رزاق میرے پاس رہیگا اور رابعہ بنت اسمعیل نے احمد بن ابی الحواری سے پیام اپنے نکاح کا کیا انکو بوجہ اپنی عبادت کے برا معلوم ہوا اور فرمایا کہ بخدا مجکو عورتون کی خواہش نہین کہ مین اپنے وعدے مین لگا ہون رابعہ نے کہا کہ مین اپنے حال مین تجھ سے زیادہ مشغول ہون اور مجکو مرد کی خواہش نہین مگر مجکو اپنے شوہر سے مال بہت ملا ہی مین یہ چاہتی ہون کہ تم اس مال کو اپنے یارون پر خرچ کرو اور تمھارے سبب سے مین نیک بختون کو پہچان جاؤن اور مجکو بھی خدا کی طرف کی راہ مل جاوے احمد رح نے فرمایا کہ مین اول اپنے استاد سے اجازت لے لون پس آپ حضرت ابوسلیمان دارانی کے پاس گئے اور انسے یہ ماجرا کہا جب آپ نے اس عورت کی گفتگو سنی تو فرمایا کہ اس سے نکاح کر لے کہ وہ خدا کی ولی ہی کیونکہ اسکی یہ گفتگو صدیقون کی ہی احمد رح کہتے ہین کہ آپ مجکو نکاح سے منع فرمایا کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ ہمارے یارون مین سے جس کسی نے نکاح کیا ہی وہ بدل گیا ہی خلاصہ یہ کہ مین نے اس سے نکاح کیا اور اسنے اسقدر کھانا پکوا کر کھلوایا کہ ہمارے گھر مین ایک چونہ کا رتہ خانہ تھا لوگ جو جلدی نکلنے کے مارے کھانے کے بعد ہاتھ آستین دھو دیتے تھے اس پانی کی تری سے وہ خراب ہو گیا اور جو لوگ اشنان وغیرہ سے ہاتھ دھوتے تھے انکا تو کیا ذکر ہی اور مین نے اسکے بعد تین عورتون سے اور شادی کی تو اسکا یہ دستور تھا کہ مجکو عمدہ چیزین کھلاتی اور

خوشبو لگائی اور کہتی کہ جاؤ اپنی بیبیون مین مزے کرو۔ اور یہ رابعہ شام مین ایسی تھی جیسے بصرہ مین رابعہ بصری تھین۔ اور عورت پر واجبات مین سے ہی کہ شوہر کے مال مین سے فضول خرچی نہ کرے بلکہ اُسکے مال کی حفاظت کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ عورت کو حلال نہین کہ شوہر کے گھر سے بدون اُسکی اجازت کے کھانا دے ڈالے بجز ترخوراک کے جسکے بگڑنے کا خوف ہو پس اگر اُسکی رضامندی سے کھلاویگی تو شوہر کے برابر اُسکو بھی ثواب ہوگا اور اگر بدون اُسکی اجازت کے کھلاویگی تو ثواب شوہر کو ہوگا اور گناہ اُسپر رہیگا۔ اور عورت کا حق ماں باپ پر یہ ہی کہ اُسکو دوسرے لوگون کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا اور شوہر کے ساتھ اچھی طرح رہنا سکھلاوین چنانچہ مروی ہی کہ اسما بنت خارجہ فزاری نے اپنی بیٹی کی شادی کے وقت اُسکو یون کہا کہ جس گھر مین تو آئی تھی اب اُس سے نکلتی ہی اور ایسے بستر پر جاتی ہی جس سے تو واقف نہ تھی اور ایسے آدمی کے پاس رہیگی جس سے پہلے سے الفت نہ تھی تو بیٹی تو اُسکی زمین بنیگا کہ وہ تیرا آسمان بنیگا اور تو اُسکے لیے باعث آرام ہونا وہ تیرے لیے باعث آرام ہوگا اور تو اُسکی لونڈی ہونا وہ تیرا غلام رہیگا اپنی طرف سے اُسکے پاس مت جانا کہ تجھسے نفرت کرے اور نہ اُس سے دور ہونا کہ تجکو بھول جاوے بلکہ وہ اگر تیرے پاس ہو تو اُسکے قریب ہونا اور اگر علیحدہ رہے تو دور رہنا اور اُسکی ناک اور کان اور آنکھ کا لحاظ رکھنا کہ تجھسے بجز خوشبو کے اور کچھ نہ سونگھے اور جب سُنے تب اچھی بات سُنے اور جب دیکھے اچھی بات دیکھے

اور ایک شخص نے اپنی بی بی کو یون کہا نظم

وہ گذر کر مجھسے تا ہو تو حبیب جا دو ان	ہو غضب مجکو تو سر گز مت ہلا اپنی زبان
دھول کے مانند مجکو مت بجا یہ یاد رکھ	تجکو کیا معلوم ہی آواز کیسی ہو عیان
کثرت شکوہ نہ کر اُس سے ہو زائل حب قلب	ہی مسلم دل بدلنے مین نہین لگتی ہی آن
مین نے دیکھا ہی نہین رہتی ہی باقی دوستی	دل مین جب تبدیل وا بغض کا ہوا کچھ درمیان

اور نیز عورت کی ایک بات عورت کے آداب مین یہ ہی کہ اپنے گھر مین بیٹھی جرخہ وغیرہ کا شغل رکھے چھت پر چڑھنے اور جھانکنے کی کثرت نہ کرے ہمسایون سے بات کم کرے اور بدون ضرورت شدید اُنکے گھر مین نہ جاوے شوہر کے پیچھے اور سامنے اُسکا لحاظ رکھے اور کلام مین اُسکی خوشی کی خواہان رہے اپنے نفس مین اور اُسکے مال مین خیانت نہ کرے

اور نہ ہو دن اُسکی اجازت کے گھر سے باہر قدم رکھے اور اگر اُسکی اجازت سے بھی نکلے تو پرانے کپڑون مین چھپی ہوئی نکلے اور خالی جگہون مین چلے بیچ سڑک اور بازار کے بچی رہے اور اس بات سے احتراز کرے کہ کوئی اجنبی اُسکی آواز پہچانے یا اُسکے جسم پر واقف ہو ایسا نہ کرے کہ شوہر کے دوست سے اگر کوئی اپنا کام کہے تو وہ اُسکو پہچان جاوے بلکہ اگر گمان کرتی ہو کہ یہ مجکو پہچانتا ہی تو آواز بدل دے۔ ہمہ تن اپنے حال کی بہتری اور گھر کے انتظام مین مصروف رہے اور نماز روزہ سے سروکار رکھے اور اگر شوہر کا کوئی دوست دروازہ پر آواز دے اور شوہر گھر مین نہو تو اپنی اور شوہر کی غیرت کا مقتضی یہ ہی کہ اُس سے کچھ سوال اور کلام نہ کرے۔ اور شوہر کو جو کچھ خدا نے دیا ہو اُسپر قناعت کرے اور اُسکے حق کو اپنے حق پر اور اپنے تمام رشتہ دارون کے حق پر مقدم کرے اور خوب صاف و شستہ رہے اور ہر ایک حال مین جب شوہر اس سے تمتع چاہے مستعد رہے اور اپنی اولاد پر شفقت کرے اور اُنکے راز کا افشا نہ کرے اور اُنکو بُرا کہنے مین زبان کم کھولے اور شوہر کی بات کا جواب نہ دیوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مین اور وہ عورت کہ اُسکے رخسارون کا رنگ تیرہ ہو گیا ہو جنت مین پاس پاس مانند دو انگلیون کے ہونگے اور یہ وہ عورت ہی کہ شوہر سے اُسکے اولاد ہوئی ہو اور اپنے نفس کو اُسنے اپنی بیٹیون پر بند رکھا ہو یہانتک کہ وہ بالغ ہو جاوین یا مر جاوین اور ایک دوسری حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی نے ہر ایک آدمی پر جنت حرام فرمائی ہی اسطرح کہ مجھسے پیشتر اُسمین داخل ہو لیکن مین ایک عورت کو دیکھونگا کہ جنت کے دروازہ کی طرف مجھسے آگے جاتی ہونگی مین پوچھونگا کہ یہ کیا بات ہی کہ یہ عورت مجھسے آگے جاتی ہی مجکو کہا جاویگا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ ایک عورت حسین و خوبصورت تھی اور اُسکے پاس یتیم بچے تھے اُسنے اُنپر صبر کیا یہانتک کہ اُنکا حال جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا اللہ تعالی نے یہ بات اِسکی پسند فرمائی اور اُسکے ثواب مین یہ رتبہ دیا۔ اور عورت کے آداب مین سے ایک یہ ہی کہ شوہر پر اپنی خوبصورتی سے فخر نہ کرے اور نہ اُسکو بدصورتی کے باعث غیر سمجھے۔ اصمعی کہتے ہین کہ مین جنگل مین گیا دیکھا تو ایک عورت نہایت خوبصورت ہی اور اُسکا شوہر ویسا ہی بدصورت مین نے اُس سے کہا کہ عجیب بات ہی کہ تو اس جیسے شخص کی بی بی ہونے پر خوش ہوا اُسنے کہا کہ خاموش تم غلطی پر ہو اصل یہ ہی کہ شاید اس مرد نے کوئی کام خالق کی رضا کا کیا ہی

جسکے عوض مین مین اُسکو ملی اور شاید مجھسے کوئی حرکت اُسکی مرضی کے خلاف ہوئی جسکی سزا مین مجکو یہ شوہر ملا ہی پس جس چیز کو خدا تعالی نے میرے لیے پسند فرمایا اُسپر مین بھلا راضی نہون اصمعی کہتے ہین کہ اُس عورت نے مجکو لاجواب کر دیا۔ اور یہ بھی اصمعی کا قول ہی کہ مین نے خیگل مین ایک عورت دیکھی کہ سخ کرتا پہنے ہی اور خضاب کیے ہاتھ مین تسبیح لیے ہی مین نے کہا کہ یہ امور تو اسپر زیبا نہین اُسنے جواب دیا شعر حق جو خالق کا ہی مجھپر نہین کرتی ہون تلف + اور ادھر لہو لبطالت کا بھی ہی مجکو خیال + مین نے جان لیا کہ یہ ایک نیک بخت عورت ہی اور شوہر دار ہی اُسی کے لیے بناؤ سنگار کرتی ہی۔

اور عورت کے آداب مین سے ایک یہ ہی کہ جب شوہر نہو تو نیک بخت اور پرمردہ رہے اور اُسکے سامنے پھر وہی رنگ رلیان اور سامان عیش کرے اور یہ مناسب نہین کہ کسی حال مین شوہر کو ستاوے چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رضہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تُؤْذِي امْرَأَةٌ زَوْجَهَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ لَا تُؤْذِيهِ قَاتَلَكِ اللَّهُ فَإِنَّمَا هُوَ عِنْدَكِ دَخِيلٌ يُوشِكُ أَنْ يُفَارِقَكِ إِلَيْنَا اور حقوق نکاح مین سے عورت پر ایک یہ واجب ہی کہ جب اُسکا شوہر مرجاوے تو اُسپر چار مہینے دس روز سے زیادہ سوگ نہ کرے اور اس عرصہ مین خوشبو اور زینت سے اجتناب کرے زینب بنت ابی سلمہ کہتی ہین کہ مین ام المومنین ام حبیبہ رضہ کی خدمت مین اُسوقت گئی کہ اُنکے باپ ابوسفیان بن حرب مرگئے تھے پس حضرت ام حبیبہؓ نے ایک خوشبو منگائی جسمین زردی زعفران یا کسی اور چیز کی ملی تھی ایک لونڈی وہ خوشبو لائی آپ اُسکو اپنے گالون پر ملا اور فرمایا کہ بخدا مجکو خوشبو کی حاجت نہ تھی مگر مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی کہ فرماتے تھے لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا اور آخر عدت تک اُسی گھر مین رہنا لازم ہی یہ جائز نہین کہ اپنے گھر چلی جاوے یا بدون ضرورت اُس گھر مین سے نکلے اور عورت کے آداب مین سے ایک یہ ہی کہ گھر کے جتنے کام ہون اور اُس سے ہوسکتے ہون اُنکو بجالاوے چنانچہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما روایت کرتی ہین کہ حضرت زبیر رضہ نے مجھسے شادی کی اور اُنکے پاس نہ کچھ مال تھا نہ کوئی غلام یا باندی

بجز اسکے کہ ایک گھوڑا اور پانی لانے کا اونٹ تھا تو مین ہی آنکے گھوڑے کو دانہ گھاس دیتی اور ملتی اور مین ہی اونٹ کے لیے خرما کی گٹھلیان کوٹتی اور اُسکو چارہ دیتی اور پانی بھر کر لاتی اور ڈول سیتی اور آٹا گوندھتی اور گٹھلیان اپنے سر پر دو کوس سے لاتی یہان تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے میرے پاس ایک لونڈی بھیجدی جسنے گھوڑے کے ملنے وغیرہ سے مجکو بچا دیا تو گویا مجکو آزاد کر دیا۔ اور ایک روز مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی کہ آپ کے ساتھ اصحاب تھے اور میرے سر پر گٹھلیان تھین آپ نے اپنے ناقہ کو بیٹھنے کا اشارہ کیا کہ مجکو اپنے پیچھے سوار کرین مگر مجکو مردون کے ساتھ چلنے سے شرم آئی اور اپنے شوہر کی غیرت یاد کی کہ وہ بہت غیرت ناک تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے چہرے کو پہچان لیا اور تشریف لے گئے جب مین آئی تو حضرت زبیر رضؓ سے ماجرا کہا اُنھون نے فرمایا کہ بخدا تیرا سر پر گٹھلیون کا لادنا آپ کے ساتھ سوار ہونے کی نسبت کہ مجھپر نہایت سخت ہے

باب آداب النکاح خدائے تعالی کی عنایت سے تمام ہوا والحمد للہ اولا وآخرا وظاہرا وباطنا وصلی اللہ علی کل عبد مصطفی

تیسرا باب کسب اور معاش کے بیان مین

رباعی بہتر وہ معاش ہی جو ہو مدد معاد — بدتر ہی وہ کسب جس سے ہو دین برباد
ہر پیشہ مین سمجھ نفع عقبی پر کر — ہی فرصت الآخرۃ دنیا کو یاد

واضح ہو کہ رب الارباب اور مسبب الاسباب نے دارین کی تقسیم اسطرح فرمائی ہی کہ آخرت کو جزا اور سزا کا مقام ٹھہرایا ہی اور دنیا کو محنت اور اضطراب اور مستعد ہو کر کمانے کا مکان مقرر فرمایا ہی اور دنیا مین مستعد ہونا ہی نہین کہ صرف معاد ہو اور معاش نہو بلکہ معاش معاد کا ذریعہ اُسکا مددگار ہی چنانچہ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ قول مشہور ہی اور دنیا ہی سے بہ تدریج آخرت کی نوبت آتی ہی۔ اب دنیا کے آدمی اس باب مین تین طرح کے ہین ایک وہ کہ معاش مین ایسے مشغول ہین کہ معاد سے غافل ہین یہ فرقہ تو تباہ کارون اور ہلاک شدون کا ہی دوم وہ لوگ کہ معاد کے شغل مین معاش سے بے پروا ہین یہ لوگ اعلی رتبہ کے بہ نسبت نیچے والے ہین سوم وہ ہین کہ اعتدال سے بہت قریب ہین یعنی معاش کا شغل معاد ہی کے واسطے کرتے ہین یہ لوگ مقتصدین اور متوسطین مین سے ہین اور ظاہر ہی کہ جو شخص معاش کی طلب مین راستی کی راہ اپنے اوپر لازم کر لیگا

اُسکو میانہ روی کا رتبہ کبھی نہ ملیگا اور جب تک کہ طلب معاش مین آداب شرعیہ کا پابند نہو گا اُسکے حق مین دنیا وسیلۂ آخرت کبھی نہوگی اسی نظر سے ہم تجارتون اور پیشون کے آداب اور کسبون کے اقسام اور طریقے پانچ فصلون مین مشرح بیان کرتے ہین

فصل اول معاش کے پیدا کرنے کی فضیلت اور اُسکی ترغیب کے بیان مین

آیات اِس باب مین یہ ہین کہ اللہ تعالی فرماتا ہی وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا اسکو احسان جتانے کی جگہ مین ذکر فرمایا ہی - اور فرمایا وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ اِس آیت مین معیشت کو نعمت فرمایا اور اُسپر شکر کی طلب کی - اور فرمایا لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ اور فرمایا آخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ اور فرمایا فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ اور احادیث یہ ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین - ح مِنَ الذُّنُوبِ ذُنُوبٌ لَا يُكَفِّرُهَا إِلَّا الْهَمُّ فِي طَلَبِ الْمَعِيشَةِ اور فرمایا ح اَلتَّاجِرُ الصَّدُوقُ يُحْشَرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ الصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ اور فرمایا ح مَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا حَلَالًا تَعَفُّفًا عَنِ الْمَسْئَلَةِ وَسَعْيًا عَلَى عِيَالِهِ وَتَعَطُّفًا عَلَى جَارِهِ لَقِيَ اللَّهَ وَوَجْهُهُ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ اور ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اتنے مین اصحاب نے ایک جوان قوی وچالاک کو دیکھا کہ علی الصباح کچھ کام کرنے لگا صحابون نے کہا کہ ہاے کاش اِسکی جوانی اور چالاکی راہ خدا مین صرف ہوتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مت کہو اسلیے کہ یہ شخص اگر اپنے نفس کے لیے کام کرتا ہی اِس غرض سے کہ اُسکو سوال کرنے سے باز رکھے اور لوگون سے بے پروا کردے تو وہ راہ خدا مین ہی اور اگر اپنے ضعیف ماباپ اور کمزور بچون کے لیے کرتا ہی تاکہ وہ محتاج نہون تب بھی وہ راہ خدا مین مصروف ہی اور اگر اسلیے کرتا ہی کہ مال کی کثرت مین وہ سرون سے مقابلہ اور فخر کرے تو اس صورت مین راہ شیطان مین مصروف ہی - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالی البتہ اُس بندہ کو پسند فرماتا ہی جو کوئی کام اسلیے کرے کہ اُسکے باعث لوگون سے بے پروا ہوجاوے اور اُس بندہ کو ناپسند فرماتا ہی جو علم اسلیے سیکھے کہ اُس سے خدمت لے اور ایک خبر مین ہی کہ اللہ تعالی ایماندار محنت والے سے محبت رکھتا ہی - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا اَفْضَلُ

مَا اَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهٖ وَكُلُّ بَيْعٍ مَبْرُوْرٍ اور دوسری حدیث مین اشاد ہی
اَحَلُّ مَا اَكَلَ الْعَبْدُ كَسْبَ يَدِ الصَّانِعِ اِذَا نَصَحَ اور فرمایا عَلَيْكُمْ بِالتِّجَارَةِ فَاِنَّ فِيْهَا
تِسْعَةَ اَعْشَارِ الرِّزْقِ اور مروی ہی کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکہ کر اُس سے
پوچھا کہ تو کیا کام کرتا ہی اُسنے عرض کیا کہ خدائے تعالی کی عبادت کرتا ہون آپ نے
فرمایا کہ تیرے نفقہ کی کفالت کون کرتا ہی اُسنے عرض کیا کہ میرا ایک بھائی کرتا ہی آپ نے
فرمایا کہ تیرا بھائی تجھسے زیادہ عابد ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی
کہ جو چیزین مجکو ایسی معلوم تھین کہ تمکو جنت سے قریب اور دوزخ سے دور کرین وہ مین نے
تمکو بدون حکم کیے نہین چھوڑین اور جتنی باتین مین ایسی جانتا تھا کہ تمکو جنت سے دور اور
دوزخ سے قریب کرین اُنسے بدون منع کیے نہین چھوڑا اور جبرئیل نے میرے دل مین
پھونک دیا ہی کہ کوئی نفس نہین مریگا جب تک کہ اپنا رزق پورا نہ لے لے اگرچہ رزق مذکور
اُسکے پاس دیر کر آوے پس اللہ سے خوف کرو اور طلب رزق اچھی طرح کرو۔ اس حدیث
مین رزق کو اچھی طرح طلب کرنے کا حکم فرمایا اور یہ نہین فرمایا کہ طلب مت کرو پھر اس حدیث
کے آخر مین ارشاد فرمایا کہ کسی رزق کا دیر کر ملنا تمکو اس بات کا باعث نہونا چاہیے کہ تم اُسکو
خدائے تعالی کی نافرمانی کر کے طلب کرو اسلیے کہ جو چیز خدائے تعالی کے پاس ہی وہ اُسکی
نافرمانی سے نہین ملتی اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ بازار اللہ تعالی کے دسترخوان
ہین جو شخص آئین آویگا کچھ اُن مین سے پاویگا۔ اور فرمایا تم مین سے کوئی شخص
رسّی لیکر لکڑیان اپنی پیٹھ پر لاد لاوے تو اس سے بہتر ہی کہ کسی شخص کے پاس
جاوے جسکو خدائے تعالی نے مال دیا ہو اور اُس سے سوال کرے وہ اُسکو دے
یا نہ دے اور فرمایا مَنْ فَتَحَ عَلٰى نَفْسِهٖ بَابًا مِنَ السُّؤَالِ فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ سَبْعِيْنَ بَابًا مِنَ الْفَقْرِ
اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا حلال کمائی کرنے سے
مفلسی دور کرنا کیونکہ جو فقیر ہوجاتا ہی اُسکے اندر تین باتین پیدا ہوتی ہین ادل دین
کی نرمی دوسرے ضعف عقل تیسرے مروت کا جاتا رہنا اور ان تینون سے بڑھکر یہ ہی کہ
آدمی اُسکو حقیر جانتے ہین۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ تمکو نہ چاہیے کہ طلب رزق
مین قاعد کرو اور یون کہو کہ بار خدایا ہمکو رزق دے اسلیے کہ تم جانتے ہو کہ آسمان سے
سونا اور چاندی نہین برستا۔ اور زید بن سلمہ اپنی زمین مین درخت لگا رہے تھے

حضرت عمر رضہ نے انکو فرمایا کہ یہ تم خوب کرتے ہو آدمیون سے بے پروا ہو جانا چاہیے کہ اس سے تمہارا دین زیادہ محفوظ رہیگا اور اسی صورت مین آپر کرم زیادہ کر سکوگے جیسے کہ احمد شاعر نے کہا ہی شعر خدمت زور آمین ہون مصروف دائم اسلیے ہو نہین سکتا کرم لوگون پہ گر ہووے نہ مال ۔ اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ مجکو بُرا معلوم ہوتا ہی کہ کسی آدمی کو بیکار دیکھون نہ دنیا کا کام کرتا ہو نہ دین کا ۔ اور حضرت ابراہیم نخعی سے کسی نے سوال کیا کہ یہ فرمایئے کہ شجاعت اور سخاوت کونسی زیادہ پسند ہی یا وہ شخص کہ عبادت کے لیے فارغ ہو رہا ہو آپ نے فرمایا کہ میرے نزدیک شجاعت اور سخاوت زیادہ محبوب ہی اسلیے کہ وہ شخص جہاد مین مصروف ہی کہ شیطان کبھی اُسکو نا پے مین اور کبھی تولنے مین اور کبھی لینے اور دینے مین دھوکا دیا چاہتا ہی اور وہ اُس سے ڈرتا ہی اور اُسکی اطاعت نہین کرتا ۔ اور حضرت حسن بصری رح نے اس باب مین اُنکے خلاف بیان کیا ہی ۔ اور حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ مجکو اور کسی جگہ مین اپنا مرنا خوش نہین آتا بجز اُس جگہ کے کہ آسمین مین بازار کرتا ہون اور اپنے گھر والون کے لیے خرید و فروخت کرتا ہون ۔ اور شقیق رح نے فرمایا ہی کہ بعض اوقات مین سنتا ہون کہ فلان شخص مجکو برا کہتا ہی تو یاد کرتا ہون کہ مجکو اُسکی حاجت نہین اس یاد سے اُسکی بات مجھ پر اسان ہو جاتی ہی ۔ اور ایوب رح نے فرمایا ہی کہ کوئی پیشہ کرنا جس سے کچھ مل جاوے میرے نزدیک لوگون سے مانگنے کی نسبت کرا چھا ہی ۔ اور ایک بار سمندر مین طوفان آیا کشتی والون نے حضرت ابراہیم ادہم رح سے جو کشتی مین اُنکے ساتھ تھے عرض کیا کہ دیکھیے کیسی شدت ہی آپ نے فرمایا کہ شدت اِسکا نام نہین شدت یہ ہی کہ لوگون کا محتاج ہو اور ایوب رح کہتے ہین کہ مجکو ابو قلابہ رح نے فرمایا کہ بازار کا بیچا مت چھوڑ کہ تونگری ایک قسم کی سلامتی ہی یعنی لوگون سے سلامت رہتا ہی اور کسی کا محتاج نہین ہوتا ۔ اور امام احمد رح سے کسی نے پوچھا کہ آپ ایسے شخص کے حق مین کیا فرماتے ہین جو اپنے گھر مین یا مسجد مین بیٹھ رہے اور کہے کہ مین کچھ کام نہ کرونگا یہان تک کہ میری روزی میرے پاس آوے آپ نے فرمایا کہ وہ شخص علم سے بیخبر ہی کیا اُسنے یہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہین سنا کہ اللہ تعالی نے میرا رزق میرے نیزہ کے سایہ کے نیچے بنایا ہی اور جس وقت آپ نے بہ ندون کا ذکر فرمایا تو ارشاد فرمایا لَتَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا

یعنے صبح کو بھوکے اٹھتے ہین اور شام کو پیٹ بھرے جاتے ہین غرض اس سے یہ ہی
کہ رزق کی طلب مین پرند بھی صبح کو ادھر اُدھر جاتے ہین - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے اصحاب خشکی اور تری کی تجارت کیا کرتے اور اپنے باغون کی خدمت کرتے پس انکا
اقتدا کافی ہی - اور ابو قلابہ نے ایک شخص کو کہا کہ مین تمکو اگر طلب معاش مین مصروف
دیکھون تو میرے نزدیک اس سے اچھا ہی کہ تمکو مسجد کے کونہ مین دیکھون - اور کہتے ہین
کہ اوزاعی رح حضرت ابراہیم بن ادہم سے ملے اور دیکھا کہ اُنکے سر پر لکڑیون کا بوجھ ہی
کہنے لگے کہ اے ابو اسحاق یہ مشقت کیون کرتے ہو تمھارے خدمت کو تمھارے بھائی کافی
ہین حضرت ابراہیم نے جواب دیا کہ اے ابو عمرو مجھسے اس باب مین تعرض مت کرو کہ مین نے
سُنا ہی کہ جو شخص حلال کی طلب مین ذلت کی جگہ کھڑا ہوگا اُسکے لیے جنت واجب ہوگی اور
حضرت ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ ہمارے نزدیک عبادت اِسکا نام نہین کہ اپنے
پانون جوڑ رکھو اور دوسرا شخص تمکو کھانا کھلاوے بلکہ اول دو روٹیون کی فکر کرو تب عبادت کرو
اور حضرت معاذ بن جبل رض کا ارشاد ہی کہ قیامت کے روز ایک پکارنے والا پکاریگا کہ وہ لوگ
کہان ہین جنسے تمام روے زمین مین خداے تعالی بغض رکھتا تھا اُسوقت مسجدون کے
سوال کرنے والے اٹھینگے غرض کہ سوال کی مذمت اور دوسرے شخص کی خدمت پر
بھروسا کرنے کی برائی شرع کے نزدیک یہ تھی جو بیان ہوئی اور جس شخص کے پاس مال نہو
نہو اُسکو بیچ کرنے اور تجارت کے کوئی چارہ نہین - اب اگر یون کہو کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا ارشاد تو یون ہی کہ مجکو یہ حکم الہی نہین ہوا کہ مال اکٹھا کرو اور سوداگرون مین سے
ہو بلکہ یہ وحی بھیجی گئی ہی کہ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السَّاجِدِينَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ
حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ اور اسی طرح حضرت سلمان فارسی رض سے کسی نے کہا کہ آپ ہمکو وصیت
فرمایئے آپ نے فرمایا کہ تم مین سے جس کسی سے ہو سکے تو یہ کرے کہ حالت جمع مین یا کفار سے
لڑتے مین یا اپنے پروردگار کی مسجد بنانے مین اُسکی موت واقع ہو یہ نہو کہ سوداگری کرتے کرتے
اور لوگون سے بیٹی کا روپیہ لیتے لیتے مرجاوے تو اسکا جواب یہ ہی کہ ان احادیث کی تطبیق
حالات کی تفصیل پر موقوف ہی ہم یہ نہین کہتے کہ تجارت ہر چیز سے مطلقاً افضل ہی بلکہ
ہمارا غرض یہ ہی کہ تجارت سے یا تو یہ مقصود ہی کہ بقدر کفایت مال حاصل ہو جاوے
یا دولتمندی اور زائد از قدر حاجت منظور ہی اگر تجارت سے یہی مطلوب ہی کہ زائد از حاجت

تاکہ مال بہت سا ہو اور دفینہ جمع ہو جاوے نہ اسلیے کہ خیرات وصدقات مین دیا جاوے تو
یہ تجارت بڑی ہے کیونکہ آمین دنیا کی طرف ہمہ تن متوجہ ہونا پایا جاتا ہے جسکی چاہ تمام
گناہون کی اصل ہے اور اگر باوجود اسکے لوگون سے باچھہ وصول کریگا تو ظلم اور فسق مین
داخل ہے اور حضرت سلمان رضہ نے اسی قسم کی تجارت مراد لی ہے جسمین طلب زیادتی
کی ہو لیکن جس صورت مین تجارت سے آدمی اسی بات کا طالب ہو کہ بقدر کفایت اپنے
اور اپنی اولاد کے پیدا کرلے اور مانگنے سے بھی بقدر کفایت اوسکو ملسکتا ہو تو ایسی
صورت مین سوال سے بچنے کے لیے تجارت افضل ہے اور اگر اوسکو سوال کی ضرورت
نہ ہوتی ہو بدون مانگے لوگ اوسکو دیتے ہون تب بھی کچھہ پیشہ کرنا افضل ہے
کیونکہ لوگ اوسکو اسی نظر سے دیتے ہین کہ وہ اپنی زبان حال سے سوال کرتا ہے
اور لوگون مین اپنی احتیاج کھلا کھلی کہہ رہا ہے پس ہمین بہت اوسکو بچنا اور اپنا
بھرم رکھنا بیکاری سے بہتر ہے بلکہ عبادات بدنی مین مشغول ہونے سے بھی افضل ہے
اور پیشہ کا نکرنا چار شخصون کے لیے افضل ہے اول جو شخص کہ عبادات بدنی کا عابد ہو
دوم وہ شخص کہ اوسکو باطن کی سیر اور علوم حالات اور مکاشفات مین دل کا عمل
حاصل ہو سوم وہ عالم کہ علم ظاہر مین سے ایسی باتون مین مشغول ہو جو لوگون کو دین کی
باب مین کارآمد ہون جیسے مفتی اور مفسر اور محدث ہین چہارم وہ شخص کہ لوگون کی بہتری
مین مصروف ہو اور اونکے معاملات کا متکفل ہو جیسے بادشاہ اور قاضی اور گواہ - تو
ان چارون قسمون کے لوگونکو کسب مین مشغول ہونیکی نسبت کر اپنا دھندا کرنا افضل ہے
بشرطیکہ بیت المال کے مال مین سے خواہ فقرا اور علما پر وقفی اشیا مین سے بقدر کفایت
لیتے ہون اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی ہوئی فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ
وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ اور یہ حکم نہوا کہ كُنْ مِنَ التَّاجِرِينَ اسلیے کہ آپ مین یہ چارون
وصف مع اور زیادہ اوصاف کے جو خاج از حیطۂ بیان مین موجود تھے - اور یہی وجہ تھی
کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضہ مسند آرائے خلافت ہوئے تو اصحاب رضہ نے اونکو تجارت
کے ترک کرنے کا مشورہ دیا اسلیے کہ شغل تجارت مین مسلمانون کے کام کی فرصت کم
ہوتی تھی پس آپ نے یہ معمول کرلیا کہ بیت المال مین سے بقدر کفایت لیلیتے اور اوسکو
بہتر سمجھا اور جب آپکی موت قریب ہوئی تو وصیت کردی کہ جسقدر مین نے بیت المال مین سے

لیا ہے اوسقدر اوسمین رکھدینا الا ابتدا مین اوسکا لینا ہی بہتر جانتا تھا اور ان چار ون شخصون کے لیے دو حالتین اور ہین ایک یہ صورت ہو کہ جب وہ پیشہ کچھ نکرین تو اونکی کارروائی لوگون کے ہاتھ سے اور مال زکوۃ خواہ صدقہ و خیرات سے ہوئی جاوے اور اونکو سوال کی حاجت نہ پڑے پس ایسی صورت مین پیشہ کا نکرنا اور اپنے کام مین مشغول رہنا بہتر ہے اسلیے کہ اسمین لوگون کو خیرات پر مدد کرنا اور جو حق اونپر واجب ہو اوسکا قبول کرنا خواہ انکی زائد از حاجت مال کو خیرات مین صرف کرانا پایا جاتا ہے۔ دوسری حالت یہ ہو کہ سوال کی حاجت پڑے اور تامل اسی مین ہے اور جتنی تشدیدات کہ سوال اور اوسکی مذمت مین ہمنے بیان کی ہین اونسے بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ سوال سے بچنا اولی ہے اور بدون احوال اور اشخاص کے لحاظ کے اسباب مین حکم مطلق دینا مشکل ہے بلکہ آدمی کے اجتہاد پر منحصر ہے کہ اپنے لیے جس بات مین بہتری جانے اوسکو اختیار کرے یعنی میزان عقل کے ایک پلہ مین سوال کی ذلت اور مروت کا جاتا رہنا اور دوسرے کے سامنے کھڑا ہونا اور منت کرنی رکھے اور دوسرے پلہ مین علم و عمل مین مشغول ہونیسے جو فائدہ اپنے آپ کو اور دوسرون کو ہوتا ہے اوسکو رکھے اور دیکھے کہ کونسا انمین سے بھاری ہوتا ہے کیونکہ بہت لوگ ایسے ہوتے ہین کہ اونکا فائدہ اور خلق کا نفع اونکے علم و عمل مین مشغول ہونیسے بہت ہوتا ہے اور قدر کفایت اونکی ادنی اشارہ اور کنایۃً سوال سے حاصل ہو جاتی ہے اور بعضون کا معاملہ برعکس ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات مطلوب اور معذور چیز کا پلہ برابر پڑتا ہے اوسوقت طالب کو اپنے دل سے فتوی لینا چاہیے گو مفتی کچھ ہی حکم لگاوین اسلیے کہ فتوی مین سب صورتون کی تفصیل اور اصول باریک بعض اوقات مین نہین ہوا کرتے۔ اور سلف مین بعض لوگ ایسے ہوئے ہین کہ اونکے تین سو ساٹھ دوست تھے سال بھر مین ایک ایک روز ہر ایک کی یہان رہا کرتے تھے اور بعضون کے صرف تیس دوست تھے کہ مہینہ مین ایک روز ہر ایک کی یہان رہتے اور خود کوئی کام بجز عبادت پروردگار کے نکرتے اسلیے کہ جانتے تھے کہ جن لوگون کے یہان ہم رہتے ہین اور وہ ہماری خدمت کرتے ہین اس خدمت کو وہ اپنی سعادت سمجھتے ہین اور ہمارے قبول کے باعث اپنی گردنون پر بار منت جانتے ہین پس اونکی خیرات کا قبول کرنا اون اکابر کے حق مین علاوہ اونکی عبادات کے منجملہ خیرات ہوتا ہے۔ غرضکہ طالب کو ان امور مین نظر دقیق

کرنی چاہیے کیونکہ لینے والے کو ثواب اوسیقدر ہوتا ہے جتنا دینے والے کو ہوتا ہے بشرطیکہ لینے والا اوس مال سے اپنے امور دینی مین مدد لے اور دینے والا بطیب خاطر دیوے۔ اور جو شخص کہ اِن باتون سے واقف ہو جاویگا اوسکو ممکن ہے کہ اپنا حال جان لے اور اپنی حالت اور مصلحتِ وقت کی نسبت کر جو بات اوسکے حق مین افضل ہو اپنے دلمین اوسکو واضح پاوے واللہ اعلم یہان تک پیشہ کرنیکی فضیلت بیان ہوئی اب چونکہ جن معاملات سے آدمی کچھ پیدا کرتا ہے اونمین چار باتین ضروری ہونی چاہییں اوّل درستی معاملہ دوم عدل سوم احسان چہارم دین کا خوف پس ہم اِن چارون باتون کو اگلی چار فصلون مین بیان کرینگے اور دوسری فصل مین درستی معاملہ کے اسباب سے شروع کرتے ہین

دوسری فصل بیع اور سود اور بدنی اور ٹھیکہ اور مضاربت اور شرکت سے کمانے کی کیفیت اور اِن معاملات کی صحت مین شرع کی شرطون کے بیان مین کہ شرع مین مدار پیداوار کا یہی چھون چیزین ہین

واضح ہو کہ اس فصل کا مضمون جاننا ہر مسلمان صاحب کسب پر فرض ہے کیونکہ یہ جو حدیث مین وارد ہے طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ اوس سے یہی غرض ہے کہ جس علم کی حاجت ہو اوسکا سیکھنا فرض ہے اور پیشہ ور کو پیشہ کے علم کی حاجت ہوتی ہے اسلیے اوسکو سیکھنا اس علم کا واجب ہے کہ جب اس علم سے واقف ہوگا تو معاملہ کو فاسد کرنیوالی باتون کو معلوم کر لیگا اور معاملہ مین اونسے احتراز کریگا اور اگر کوئی مسئلہ جزئی مشکل پیش ہوگا تو جب تک اوسکو دریافت نہ کر لیگا تب تک اوسمین توقف کریگا کیونکہ جب تک مجملاً اسباب فساد کو نہ جان لیگا تو اوسکو کیسے معلوم ہوگا کہ توقف اور دریافت کرنا کس وقت اوسکے ذمہ واجب ہے اور اگر اہل معاملہ یہ کہے کہ مین علم کو اول نہین سیکھتا بلکہ اپنا کام کیے جاؤنگا جب تک کہ کوئی معاملہ سخت مجکو پیش آوے اوسوقت اوسکا مسئلہ پوچھ لونگا اور فتوی دریافت کر لونگا تو اوسکو یون جواب دیا جاوے کہ جس صورت مین کہ تجکو مجمل علم معاملہ کی مفسد چیزون کا نہین تجکو کیسے معلوم ہوگا کہ یہ معاملہ قابل دریافت ہے کیونکہ تو معاملہ کیے جایگا اور اوسکو صحیح اور مباح جانیگا حالانکہ حقیقت مین شاید درست نہو اس نظر سے علم تجارت مین اسقدر کا جاننا ضروری ہے تاکہ معلوم ہو کہ فلان معاملہ مباح ہے اور فلان ممنوع اور یہ معاملہ ظاہر ہے اور یہ مشکل۔ اور اسمین وجہ حضرت عمر رضی مروی ہے

کہ آپ بازار مین پھرا کرتے اور بعض سوداگرون کو درہ سے مارتے اور فرماتے کہ ہماری بازار مین وہی خرید و فروخت کرے جو علم خرید و فروخت کے مسائل کا رکھتا ہو ورنہ سود کھا جاویگا خواہ اوسکی مرضی ہو یا نہو۔ اور علم معاملات کا بہت ہی مگر ان چھون عقد مذکورۂ بالا کی اکثر پیشون مین ضرورت رہتی ہے اسلیے ہم انھین کی شرطون کو چھ بیانون مین علیحدہ علیحدہ لکھتے ہین —

پہلا بیان بیع کے ذکر مین۔ بیع کو اللہ تعالی نے حلال فرمایا ہے اور اوسکے رکن تین ہین

رکن اول عاقد ہے یعنی معاملہ کرنے والا۔ اسمین تاجر کو چاہیے کہ چار شخصون سے بیع کا معاملہ نکرے ایک لڑکا دوم مجنون سوم غلام چہارم اندھا۔ اسلیے کہ لڑکا اور مجنون غیر مکلف ہین تو لڑکا اگر خرید و فروخت کریگا گو اوسکو ولی نے اجازت دیدی ہو اوسکی بیع امام شافعی کے نزدیک درست نہوگی اور لڑکے اور مجنون سے جو کچھ سودا گر لیگا اور اوسکے پاس سے ضائع ہوگا تو اوسپر تاوان آویگا اور اگر اپنی چیز اونکے حوالہ کریگا اور تلف ہو جاویگی تو اوسیکا مال جاویگا اونکو کچھ نہ دینا پڑیگا اور غلام عاقل کی خرید و فروخت بدون اوسکے آقا کی اجازت کے درست نہین تو کنجڑے اور نان بائی اور قصائی وغیرہ کو چاہیے کہ غلامون کے ساتھ کوئی معاملہ نکرین جب تک کہ اونکے مالک اون کو خرید و فروخت کی اجازت ندین اور مالک کی اجازت دو طرح سے معلوم ہو سکتی ہے یا تو اسطرح کہ خود سوداگر مالک کے مُنہ سے سُن لے یا شہر مین مشہور ہو جاوے کہ فلان غلام اپنے آقا کی طرف سے خرید و فروخت کا مجاز ہے یا کوئی عادل شخص اوس سے کہدے کہ یہ غلام مجاز ہے پس اگر بدون اجازت آقا کے اوس سے معاملہ کریگا تو یہ معاملہ باطل ٹھیریگا اور جو کچھ غلام سے لیگا بشرط جانے رہنے کے اوسکا تاوان مالک کے حوالہ کرنا پڑیگا اور جو چیز غلام کو دیگا اگر اوسکے پاس سے جاتی رہیگی تو اوسکا تاوان نہ اوسپر ہوگا نہ آقا پر بلکہ جب غلام آزاد ہو جاویگا اوسوقت اوس سے مطالبہ ہو سکیگا۔

اور اندھے کا معاملہ اسوجہ سے درست نہین کہ بن دیکھی چیز کی خرید و فروخت کرتا ہے اسلیے اوسکی تدبیر یہ ہے کہ اوس سے کہدیا جاوے کہ کسی واقف کار کو اپنا وکیل کر دے تاکہ تیری طرف سے خرید و فروخت کرے اس صورت مین وکالت درست ہوگی اور وکیل کی خرید و فروخت بھی صحیح ہوگی لیکن اگر سوداگر خود اندھے سے معاملہ کریگا تو فاسد ہوگا

اور جو چیز اُس سے لیگا اگر جاتی رہیگی تو قیمت دینی پڑیگی اور جو امانت کو دیگا اور اُسکے پاس سے جاتی رہیگی اُسکا دام بھی نرخ بازار سے ملیگا - اور کافر کے ساتھ معاملہ داد و ستد درست ہے مگر اُسکے ہاتھ قرآن مجید اور مسلمان غلام نہ بیچنا چاہیے اور جس صورت مین کہ وہ حربی ہو اُسوقت اُسکے ہاتھ ہتیار بھی فروخت نہ کیے جاوین اور اگر یہ معاملات کیے جاوینگے تو مردود ہونگے اور معاملہ کرنے والا خدا تعالی کا گنہگار ہوگا - اور ترکی سپاہی خواہ ترکمانی یا بدو یا گرد اور چور اور خائن اور سود خوار اور ظالم یا اور شخص جسکا اکثر مال حرام کا ہو تو اُنکی چیز کو اپنی ملک مین نہ لانا چاہیے کیونکہ اُنکا مال حرام ہے ہان اگر کوئی خاص چیز ایسی معلوم ہو جاوے کہ بوجہ حلال اُنکے پاس آئی ہے تو اُسکے لینے کا مضائقہ نہین اور اسکی تفصیل

باب حلال اور حرام مین آویگی

دوسرا رکن بیع کا وہ چیز ہے جسکا معاملہ ہوتا ہے یعنی جس مال کا کہ ایک کے پاس سے دوسرے کے پاس چلا جانا مقصود ہے خواہ وہ ثمن ہو یا مبیع اُسمین چھ شرطین معتبر ہین - **اول** یہ کہ وہ مال اپنی ذات سے نجس نہو اور اگر ہوگا تو بیع درست نہوگی مثلاً کتے اور سؤر اور گوبر اور پاخانہ اور ہاتھی دانت اور اُسکے برتنون کی بیع درست نہوگی ہاتھی دانت کی بیع درست نہونے کی یہ وجہ ہے کہ ہڈی مرنے سے ناپاک ہو جاتی ہے اور ہاتھی ذبح کرنے سے پاک نہین ہوتا اور نہ اُسکی ہڈی ذبح سے پاک ہو اور نیز شراب کی بیع اور جو جانور کہ کھائے نہین جاتے اُنکی چربی کی بیع درست نہین گو اُسکے چراغ مین جلانے اور کشتیون مین ملنے سے فائدہ ہو سکتا ہے اور پاک تیل اگر نجاست گرنے سے خواہ چوہے کے مرجانے سے نجس ہو جاوے تو اُسکی بیع درست ہے اس وجہ سے کہ کھانے کے سوا اور چیزون مین کام آسکتا ہے اور اُسکی ذات نجس نہین نجاست بیرونی سے نجس ہو گیا ہے اسی طرح ریشم کے کیڑون کے انڈون کی فروخت مین میرے نزدیک کچھ مضائقہ نہین اسلیے کہ وہ ایک جاندار کی اصل ہین جو کارآمد ہوتا ہے اور اُنکو بیضۂ مرغ سے تشبیہ دینا کہ وہ بھی پرند کی اصل ہین اس سے بہتر ہے کہ پنجال اور ریدے سے تشبیہ دیوین - اور مشک کے نافہ کی بیع درست ہے اور جس صورت مین کہ وہ سر سے زندگی کی حالت مین علیحدہ ہوا ہو تو اُسکی طہارت کا حکم کرنا چاہیے دوسری شرط یہ ہے کہ وہ چیز کارآمد ہو اس سے یہ نکلا کہ حشرات الارض کی بیع اور چوہے اور سانپ کی بیع

ناجائز ہی اور سانپ سے مداریون کو نفع پہونچنا یا سپیرون کا نفع کہ سانپ کو باہی سے نکال کر لوگون کو دکھلاتے پھرتے ہین قابل لحاظ نہین یعنی اس وجہ سے اُسکی جائز نہ ہوگی۔ اور بلی کی بیع اور شہد کی مکھی اور چیتے اور شیر کی اور اُن جانورون کی جو شکار کی لیاقت رکھتے ہین یا اُنکا چمڑہ کارآمد ہی درست ہی اور بوجھ لادنے کے لیے ہاتھی کی بیع درست ہی اور طوطے اور مور اور خوشرنگ جانورون کی بیع گو وہ کھانے مین نہ آوین درست ہی اسلیے کہ اُنکی آواز سُننی اور صورت سے دل بہلانا ایک مباح غرض ہی ہان کتا اگرچہ خوبصورت بھی ہو اُسکو نہ لینا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے ممانعت فرمائی ہی اور بین و سارنگی و چنگ اور تار کے باجون اور کھیل کے باجون کی بیع جائز نہین اسلیے کہ اُنمین شرعاً کوئی نفع نہین اسی طرح مٹی کے کھلونے جو عیدون اور میلون مین لڑکون کے لیے بکتے ہین اُنکا لینا جائز نہین اسلیے کہ شرعاً اُنکا توڑنا واجب ہی مگر درخت وغیرہ کی مورت کا مضائقہ نہین اور کپڑون اور رکابیون پر جو جانورون کی صورتین ہوتی ہین اُنکا بیچنا درست ہی اور یہی حال تصویر دار پردون کا ہی مگر اتنا فرق ہی کہ ان چیزون کا استعمال رکھے ہوئے درست ہی اور اُن پر ٹانگ کر درست نہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضہ کو ارشاد فرمایا کہ اُسکا بچھونا بنالو۔ پس چونکہ من وجہ اُنسے نفع لینا درست ہی تو اسی وجہ کے باعث اُنکی بیع بھی صحیح ہی **تیسری** شرط یہ ہی کہ معقود علیہ عاقد کی ملک ہو یا مالک کی اجازت سے اُسکا عقد ہوتا ہو پس اگر کوئی چیز غیر مالک سے مول لے اس توقع پر کہ مالک اجازت دے دیگا تو یہ عقد صحیح نہوگا بلکہ اگر بالفرض مالک بعد کو راضی بھی ہوجاوے تو از سر نو معاملہ کرنا واجب ہی اسی طرح اگر زوجہ سے شوہر کا مال مول لے یا شوہر سے زوجہ یا باپ سے بیٹے کا خواہ بیٹے سے باپ کا اس بھروسے پر کہ اگر مالک کو علم ہوجاویگا تو راضی ہوجاویگا تو یہ معاملہ صحیح نہوگا اسلیے کہ رضاء مالک بیع سے مقدم ہونی چاہیے اور وہ ان صورتون مین پائی نہین گئی اور ایسے معاملہ بازارون مین ہوتے ہین مگر بندۂ دیندار کو چاہیے کہ اُنسے احتراز کرے۔ **چوتھی** شرط یہ ہی کہ معقود علیہ ایسی چیز ہو جسکو شرعاً اور حساً حوالہ کرسکتا ہو تو جو چیز حساً حوالہ نہ کرسکیگا اُسکی خرید و فروخت درست نہوگی جیسے بھاگا ہوا غلام اور پانی کے اندر مچھلی اور پیٹ کے اندر بچہ اور سر کا مادہ پر ڈالنا اسی طرح جانور کے

پشت پر کی اون کو بیچ کرنا اور تھنون کے اندر کے دودھ کو بیچنا درست نہین اسلیے کہ اُسکا مشتری کو دینا دشوار ہی کہ مبیع اور غیر مبیع ملے جلے ہین اور جن چیزون کا مشتری کو دینا شرعاً متعذر ہی وہ ایسی ہین جیسے مرہون اور وقف کی چیز اور ام ولد تو اُنکی بیع بھی درست نہین اسی طرح مان کا بیچنا بدون اُسکے بچہ کے جبکہ بچہ چھوٹا ہو خواہ بچہ کو فروخت کرنا بدون اُسکی والدہ کے جائز نہین کیونکہ بیع کی صورت مین اگر بیع حوالہ مشتری کریگا تو دونون مین جدائی ہوجائیگی اور بچہ کو اُسکی مان سے جدا کرنا حرام ہی پانچوین شرط یہ ہی کہ مبیع کی تعیین اور مقدار اور وصف معلوم ہو تعیین کے علم سے یہ مراد ہی کہ معین چیز کی طرف اشارہ کردے اس سے یہ نکلا کہ اگر بائع یون کہے کہ تیرے ہاتھ اس گلہ مین سے ایک بکری مین نے بیچی جونسی تو چاہے یا ان تھانون مین سے جو تیرے سامنے ہین ایک تھان بیچا یا اس کپڑے مین ایک گز فروخت کیا جدھر سے چاہے لے لینا یا اس زمین مین سے دس گز زمین بیچی جدھر سے چاہے ناپ لینا تو بیع باطل ہوگی اور یہ سب باتین ایسی ہین کہ دین مین سستی برتنے والے اِنکے عادی ہین ہان اگر یون کہے کہ اس چیز کا آدھا یا چوتھائی یا دسوان حصہ فروخت کرتا ہون تو بیع جائز ہوگی اور مقدار مبیع کا علم ناپنے یا تولنے یا اُسکے دیکھنے سے ہوتا ہی پس اگر بائع یون کہے کہ اس کپڑے کو تیرے ہاتھ اسقدر پر بیچتا ہون جتنے پر فلان شخص نے اپنا کپڑا بیچا ہی حالانکہ دونون کو اُسکا حال معلوم نہین تو یہ بیع باطل ہوگی اسی طرح اگر یون کہے کہ اس پتھر کے وزن کی برابر فروخت کیا اور معلوم نہین کہ وہ وزن مروج کی رو سے کتنا ہی تو بیع باطل ہی اور اگر یون کہے کہ تیرے ہاتھ یہ گیہون کا ڈھیر فروخت کیا یا اس ہیبانی کے روپیہ کی عوض یا سونے کے اس ٹکڑے کی عوض بیع کیا اور مشتری ان چیزون کو دیکھ رہا ہو تو بیع درست ہوگی اور مقدار پہچاننے مین صرف نظر کا اندازکافی ہوگا۔ اور وصف کا علم چیزون کو دیکھنے سے ہوا کرتا ہی تو غائب چیز کی بیع درست نہوگی لیکن اگر چیز کو پہلے دیکھ لیا ہو اور دیکھے ہوئے اتنے دن گذرے ہون کہ اس قدر عرصہ مین غالباً وہ بدل نہوگی تو بیع درست ہوگی مگر مذہب ٹھیک یہی ہی کہ وصف دیکھنے کے قائم مقام نہین ہوتا ع شنیدہ کی بود مانند دیدہ اور بنی ہوئی چیزون مین تو نئی کپڑے کی بیع اُسکے نقوش کے اعتبار پر درست نہین جبتک کہ پیش نظر نہو اور گیہون کی بیع بالی کے اندر ناجائز ہی۔ اور چاول کی بیع

اُس پوست کے اندر جس سمیت وہ ذخیرہ کیا جاتا ہی اور دھان کہلاتا ہی درست ہی اور ایسا ہی بادام اور ناریل کی بیع اندرونی چھلکے کے اندر درست ہی دونون پوست سمیت جائز نہین اور باقلا تر کی بیع دونون پوستون مین ضرورت کی وجہ سے درست ہی اور قفاع کی بیع مین تسامح کیا جاتا ہی اس وجہ سے کہ سلف کے لوگ اسکی بیع کے عادی تھے اور ہم اس بیع کو بدلہ کی عوض مین اباحت ٹھہراتے ہین پس اگر اسلیے خریدیگا کہ اُسکو فروخت کرے تو قیاس یہی ہی کہ بیع باطل ہو اسلیے کہ وہ پیدائش کی روسے پوشیدہ نہین رہتا اور یہ بھی بعید نہین کہ تسامح کی وجہ یہ بیان کی جاوے کہ باہر نکالنے سے وہ انار کی طرح بگڑ جاتا ہی اسلیے اُسکو بدون نکالنے کے فروخت کرنے مین مضائقہ نہین جیسے اور مستور الخلقت چیزین ہین چھٹی شرط یہ ہی کہ اگر بیع پر ملک معاوضہ کی جہت سے ہوئی ہو تو وہ قبضہ مین آجانی چاہیے اور یہ ایک شرط خاص ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چیز کی بیع سے منع فرمایا ہی جسپر بائع نے قبضہ نہ کیا ہو اور اس باب مین زمین اور منقول چیز یکسان ہی تو جس چیز کی خرید و فروخت قبض سے پیشتر ہو گی اُسکی بیع باطل ہو گی اور منقول چیز کا قبضہ اُٹھا لیجانے سے ہی اور زمین کا قبضہ اسطرح ہی کہ دوسرے کی چیز اُسمین کچھ نہ رہنے پاوے اور غیر کا تصرف اُٹھ جاوے اور جس غلہ کو ناپنے کی شرط پر خریدا ہو اُسکا قبضہ بدون ناپنے کے کامل نہ ہو گا۔ اور ترکہ کی بیع اور وصیت اور ودیعت کے مال کی اور ایسی چیزون کی جنمین ملک بوجہ عوض دینے کے نہوئی ہو قبضہ سے پہلے جائز ہی

تیسرا رکن بیع کا لفظ عقد ہی اسمین ایجاب اور اُسکے متصل ہی قبول کا ہونا ایسے لفظون سے جنسے مقصود نکلتا ہو اور صراحۃً یا کنایۃً غرض سمجھ مین آتی ہو ضرور ہی مثلاً اگر یون کہے کہ مین نے تجکو یہ چیز اتنے کے بدلے دی بجاے یون کہنے کے کہ تیرے ہاتھ اُسنے کو بیچی اور دوسرے نے کہا کہ مین نے قبول کی تو بیع درست ہو گی بشرطیکہ دونون کا مقصود ان الفاظ سے بیع ہو کیونکہ اگر یہ الفاظ دو کپڑون یا گھوڑون وغیرہ مین جاری ہونگے تو ان الفاظ سے منگنی کا احتمال بھی ہو سکتا ہی اور نیت کے باعث احتمال دور ہو جاتا ہی اور تصریح کر دینے سے کچھ خصومت ہی نہین رہتی مگر کنایہ سے جس چیز مین لوگے اُس سے ملک اور حلال ہونے کا فائدہ ہو گا اور بیع مین ایسی شرط نہ لگانی چاہیے جو مقتضاے عقد کے خلاف ہو مثلاً یہ شرط کرے کہ کسی قدر زیادہ دینا یا یہ کہ بیع کو

ہمارے گھر پہونچا دینا یا اگر یہ خریدین اس شرط پر کہ گھر پہ ڈلوا دینا تو یہ شرطین فاسد ہین ہان اگر بیع کے پہونچانے کی اُجرت بیع سے جدا گانہ معین ہوگئی ہو تو مضائقہ نہین - اور جبکہ بائع اور مشتری مین صرف زبان سے دستد ہوئی ہو اور زبان سے کچھ نہ کہا ہو تو امام شافعی کے نزدیک اس طرح کی بیع سرے سے نہین ہوتی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک حقیر چیزون مین ایسی بیع درست ہی مثلاً صراف کے ہاتھ مین پیسا حوالہ کیا اور ایک ڈھیر کوڑیون کا اُسنے مشتری کو دے دیا اور زبان سے کچھ نہ کہا تو درست ہی اس صورت مین حقیر چیزون کا ضبط کرنا کہ کون کونسی ہین مشکل ہی اگر اس امر کو عادت پر منحصر کیا جاوے تو لوگ حقیر چیزون سے تجاوز کر کے نفیس مین بھی ایسا کرنے لگین مثلاً دلاّل بزاز کے پاس آکر تھان دیکھ دس روپیہ کا مشتری کے پاس لیجاتا ہی اور دوبارہ اُس سے آکر کہتا ہی کہ مشتری دس روپیہ پر راضی ہی بائع کہتا ہی کہ اُس سے دس لے آ وہ مشتری سے دس لے کر بزاز کو دیتا ہی اور وہ اُنمین تصرف کرتا ہی اِدھر مشتری تھان کو قطع کرتا ہی حالانکہ دونون مین ایجاب اور قبول ہرگز نہین ہوا اسی طرح چند خریدار بائع کی دوکان پر جمع ہوتے ہین اور وہ کوئی چیز مثلاً سو روپیہ کی نیلام کرتا ہی ایک اُسکے نوّے لگاتا ہی دوسرا پچانوے کہتا ہی تیسرا اسّی کہتا ہی اُس سے کہتے ہین کہ اچھا گن دو وہ تسلّی کر بائع کے حوالہ کرتا ہی اور چیز کو لیتا ہی بدون ایجاب و قبول کے تو یہ ہمیشہ کی عادت ہو گئی ہی اور ایسا روگ ہی جو علاج پذیر نہین اسلیے کہ ایسی صورت مین تین احتمالات ہو سکتے ہین اوّل یہ کہ بدون ایجاب و قبول کے داد و ستد سے بیع مطلق درست ہو جاوے خواہ حقیر چیز کی ہو یا نفیس کی اور یہ محال ہی اسلیے کہ اسمین ایک کی ملک دوسرے کے پاس بدون ایسے لفظ سے جس سے نقل ملک معلوم ہو چلی جاویگی اور خدائے تعالے نے تو بیع کو حلال فرمایا ہی جو ایجاب و قبول کا نام ہی اور وہ ہوا نہین اور صرف دینے اور لینے کے فعل پر لفظ بیع بولا نہین گیا تو کیسے حکم کر دیا جاویگا کہ ایک کی ملک دوسرے کی ملک مین چلی گئی خصوص لونڈیون اور غلامون اور زمینون اور عمدہ چوپایون اور اُن چیزون مین جن مین اکثر نزع ہوا کرتا ہی یہ کیسے ہوگا کیونکہ دینے والے کو اختیار ہی کہ پھر جاوے اور کہے کہ مین نادم ہوا اور مین نے فروخت نہین کیا مجھ سے صرف یہی فعل ہوا کہ چیز دے دی اور دے دینا بیع نہین ہی - دوسرا احتمال یہ ہی کہ اس قسم کی بیع کا باب بالکل

مسدود کیا جاوے جیسے امام شافعی رح نے فرمایا ہے کہ صرف داد و ستد سے عقد باطل ہوتا ہے اور اس احتمال مین دو وجہ سے مشکل پڑتی ہے اول تو یہ کہ قریب بصواب یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسطرح کا معاملہ حقیر چیزون مین صحابہ رض کی عادت مین داخل تھا اور اگر بالفرض وہ لوگ کنجڑی اور نانبائی اور قصائی وغیرہم سے ادنی ادنی معاملون مین ایجاب وقبول کیا کرتے تو ایک تو یہ فعل اونپر گران گذرتا علاوہ ازین اونکا یہ فعل نقل متواتر سے نقل کیا جاتا اور کوئی نکوئی ایسا وقت مشہور ہوتا کہ اوسمین یہ عادت بالکل متروک ہوئی کیونکہ ایسی باتون مین زمانے مختلف ہوا کرتے ہین - دوسری مشکل یہ ہے کہ آدمی اب اس عادت مین نہایت درجہ کو مبتلا ہین جو شخص کوئی سی چیز کھانے یا پینے وغیرہ کی مول لیتا ہے وہ یہ بھی جانتا ہے کہ بائع کی ملک سپر معاطاۃ سے ہوئی ہے تو جس صورت مین یہ نوبت ہے تو پھر الفاظ عقد بولنے سے کونسا فائدہ ہے - تیسرا احتمال یہ ہے کہ حقیر اور نفیس چیزون مین حکم جداگانہ ہو جیسے کہ امام ابو حنیفہ رح ارشاد فرماتے ہین اسصورت مین دو وقتین ہونگی اول حقیر چیزون کا ضبط کرنا دوم ملک کے بدلنے کا سبب بدون زبان سے کوئی لفظ نکلنے کے جس سے تبدیل ملک پائی جاوے اور ابن شریح نے امام شافعی رح کے قول کو موافق ارشاد امام اعظم رح کے نکالا ہے یعنی اس مسئلہ مین امام اعظم کے قول کی بموجب فتوی دیا ہے اور یہ قول واقع مین اعتدال کی قریب تر ہے اور چونکہ اس کی حاجت پڑتی ہے اور خلق مین بہت مروج ہو رہا ہے اور بظن غالب یہی معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ صحابہ رض مین یہ امر معتاد تھا تو ان وجوہات کی نظر سے اگر ہم اس قول کی طرف رجوع کرین تو کیا مضائقہ ہے باقی رہا اون دونون وقتون کا جواب تو حقیر چیزون کے ضبط کرنے کے لیے ہم کہتے ہین کہ ہم پر ضروری نہین کہ تکلف اونکی مقدار معین کرین کیونکہ یہ امر غیر ممکن ہے بلکہ اس باب مین دو طرفین کھلی کھلی ہین اول تو یہ کہ اگر کوئی شخص ساگ اور تھوڑا سا میوہ اور روٹی اور گوشت اور دوسری حقیر چیزین جنمین صرف داد و ستد مروج ہے اور زبان سے ایجاب وقبول کی عادت نہین مول لیوے تو یہ طرف حقارت کی ہے اس مین مشتری اگر طالب ایجاب وقبول ہوتا ہے تو لوگ اوسکو خسیس جانتے ہین اور اوسکے تکلف کو بُرا اور بیجا سمجھتے ہین اور کہتے ہین کہ فلان شخص ادنی چیز کو تولتا ہے اور بال کی کھال نکالتا ہے اور دوسری طرف جو

نفاست

جو نفاست کی ہے وہ سواری کے جانور اور غلام اور زمینین اور نفیس کپڑے ہین کہ انمین ایجاب و قبول کے تکلف کو لوگ بعید نہین جانتے اور ان دونون طرفون کے درمیان جو چیزین رہین وہی مقام شک اور شبہہ مین رہین پس دیندار کو چاہیے کہ اونمین راہ احتیاط کی چلے۔ اور شرع کے جتنے قواعد اس طرح کے ہین کہ عادات سے معلوم ہوتے ہین وہ ایسی ہی ہوتے ہین کہ اونکے اطراف کھلے کھلے ہوتے ہین اور درمیانی امور مشکل اور شبہہ ہوا کرتے ہین۔ اور دوسرے وقت جو ملک کے بدلنے کی وجہ تلاش کرنیکی ہے اوسکی یہ تدبیر ہے کہ ہاتھ سے لینے اور دینے کو سبب ملک کے انتقال کا ٹھہرانا چاہیے اگر لفظ بھی تو سبب بذات خود نہین ہوا کرتا بلکہ اوسکی دلالت ہی سبب پڑتی ہے اور ہاتھ کے فعل سے بھی وہی مقصود بیع کا بلحاظ عادت دائمی کے پایا گیا اور اوسپر حاجت کا ہونا اور پہلے لوگون کا اسکو برتنا ضمیمہ ہوگیا علاوہ ازین ہدیون کا قبول کرنا بدون ایجاب و قبول اسکی عادت ہے حالانکہ ملک کی تبدیل ہدیہ مین بھی ہے اور کوئی فرق معلوم نہین ہوتا کہ جب چیز کی عوض مین ملک بدلے تب ایجاب و قبول ضروری ہو اور جب بدون عوض بدلے تو ضرورت ایجاب و قبول کی نہ رہی ہان یہی ہے کہ پہلے لوگون کی عادت اسی طرح تھی کہ ہدیہ حقیر چیز کا ہو یا نفیس کا اوسکو بلا ایجاب و قبول منظور کرتے تھے بلکہ ہدیہ کسی طرح کا ہو اوس مین ایجاب و قبول کی طلب کو بُرا سمجھتے تھے اور بیع مین سوا ادنیٰ چیزون کے اور کسی مین ایجاب و قبول ہونے کو بُرا نجانتے تھے۔ غرضکہ ہمارے نزدیک یہ احتمال نہایت درست ہے اور معہذا متقی دیندار کو شایان ہے کہ ایجاب و قبول ترک نکرے تاکہ شبہہ خلاف سے بری ہو جاوے یعنی جس صورت مین کہ اوسکو یہ معلوم ہو کہ بائع اس چیز کا مالک بدون ایجاب و قبول کے ہوا ہے تو اوسکے لیے مناسب نہیں کہ اس وجہ سے خود ایجاب و قبول نکرے کیونکہ اصل حقیقت بائع کی ملک کی معلوم نہین ہوتی کیا عجب ہے کہ اوسنے وہ چیز ایجاب و قبول ہی سے لی ہو ہان اگر اوس کے لینے کے وقت یہ شخص خود موجود ہو یا بائع اپنی زبان سے اقرار کرے کہ مین نے بدون ایجاب و قبول کے لی ہے تو اس صورت مین وہ چیز اوس سے خرید نکرے کسی اور سے مول لے لے پس اگر بیع حقیر چیز ہو اور مشتری کو اوسکی ضرورت بھی ہو تو زبان سے ایجاب و قبول کرلے کیونکہ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ آگے کو بائع سے جھگڑا نہ ہوگا

اسوجہ سے کہ لفظ صریح سے پھرنا ممکن نہین اور فعل سے البتہ پھر جانا ممکن ہی - اب اگر یہ کہو
کہ یہ بات خریدنے کی چیز مین تو ہوسکتی ہی لیکن جس صورت مین کہ کسی ضیافت مین گیا خواہ
کسی کے یہان مہمان ہوا اور اُسکو معلوم ہی کہ وہ لوگ بیع مین صرف داد و ستد پر اکتفا
کرتے ہین اور زبانی ایجاب و قبول نہین کرتے یا اُسنے اس امر کو سُنا خواہ اپنی
آنکھ سے اُنکے معاملات دیکھے تو ایسی صورت مین اُسکو کیا کرنا چاہیے اُنکے کھانے سے
دست کش ہونا چاہیے یا نہین تو اسکا جواب یہ ہی کہ چیز کے خریدنے سے تو بلاشک احتراز
واجب ہی بشرطیکہ شی نفیس ہو اور حقیر نہو مگر کھانے سے دست کش ہونا واجب نہین
اسلیے کہ ہم فعل کو اگر نقل ملک کی دلیل کرنے مین تردد کرین تو اباحت کی دلیل ٹھہرانے مین
کیا تردد چاہیے اباحت کا حال زیادہ گنجایش رکھتا ہی اور ملک کی تبدیل کے معاملہ مین
اتنی گنجایش نہین پس جو کھانے کی چیز کہ اُسمین تعاطی سے بیع ہوئی ہو بائع کا اُسکو
دے ڈالنا اجازت اکل مین داخل ہوگا بقرینۂ حالیہ جیسے حمامی کی اجازت
حمام مین جانے کی قرینۂ حالیہ سے سمجھی جاتی ہی اسی طرح تسلیم بائع کی اس امر کی بھی
اجازت جانی جاویگی کہ مشتری جسکو چاہے اُس چیز کو کھلادے یعنی بائع کا مبیع کو حوالہ
کردینا اس جملہ کے قائم مقام کرلیا جاویگا کہ مین نے یہ کھانے کی چیز مشتری کو مباح
کردی چاہے خود کھادے چاہے دوسرے کو کھلادے تو اس صورت مین مشتری کو
اُسکا کھانا اور کھلانا حلال ہوگا - اور اگر بائع تصریح کردیتا اور کہتا کہ اس کھانے کو
کھالے اور کھانے کے بعد مجکو اُسکا عوض دے دینا تو کھانا حلال ہوجاتا اور کھانے کے بعد
اُسکو تاوان دینا پڑتا یہ ہی فقہ کا قیاس میری دانست مین لیکن تعاطی کے بعد مشتری
بائع کی ملک کھا دیگا اور اُسکو ضائع کریگا تو مشتری پر تاوان چاہیے اور نرخ بازار کے
موافق دام اُسکے ذمہ پر واجب الادا ہوے اور جو دام کہ مشتری نے بائع کو
دیے ہین اگر وہ مبیع کی قیمت کے مثل ہین تب تو بائع اپنا حق پاچکا اُسکو اختیار ہی کہ اُنمین
تصرف مالکانہ کرے بشرطیکہ جسپر اُنکا مطالبہ ہی اُس سے مطالبہ کرنے مین عاجز ہو اور
اگر مطالبہ پر قادر ہی تو اس صورت مین جو دام پاچکا ہی اُنمین تصرف مالکانہ نہ کرے
اسلیے کہ ہوسکتا ہی کہ مشتری اُن داموں کو قرض مین دینے پر راضی
نہو تو ایسی صورت مین بائع کو چاہیے کہ مشتری سے اپنے دام مانگے مگر چونکہ

تقاطی کی صورت مین رضا طرفین بقرینۂ حالیہ چیز کے دینے کے وقت معلوم ہوتی ہی تو اس وجہ سے فعل کو دلیل رضا ٹھہرا کر اگر بائع مشتری کے دیے ہوے دامون سے اپنا حق لے لیوے تو کچھ بعید نہین پھر بھی بہرحال بائع کی جانب زیادہ دقیق ہی کیونکہ جو کچھ اُسنے مشتری سے پایا ہی اُسمین کبھی تصرف کرنا چاہتا ہی اور یہ تصرف اُسکا نہین سکتا جب تک کہ مشتری کے ہاتھ مین اُسکی چیز تلف نہ ہولے پھر بعض اوقات اُسکو یہ حاجت پڑتی ہی کہ قصد تملک از سر نو کرے اور بعض اوقات صرف رضامندی جو فعل سے مستفاد ہوتی ہی نہ قول سے اُسکی جہت سے مالک ہوجاتا ہی مثلاً کھانے کی چیز جو مشتری کے پاس گئی اور اُسکو اُس سے اور کوئی غرض بجز کھا لینے کے نہین تو اُسکی جانب اتنا بغیر انہین کیونکہ اباحت جو فعل سے بقرینۂ حال سمجھی جاتی ہی اُسی سے کھانا مباح ہوجاتا ہی۔ لیکن تقریر گذشتہ سے کبھی یہ لازم آتا ہی کہ مہمان جو چیز کھا کر تلف کردے اُسکا تاوان اُسکے ذمہ پر ہو اور یہ تاوان اُسوقت اُسکے ذمہ سے ساقط ہو جبکہ چیز کا بائع مشتری یعنی میزبان کی دی ہوئی چیز پر تملک کرلے تو اُسوقت مین گویا میزبان اُسکا قرض ادا کریگا اور جو اُسکے ذمہ تھا وہ اپنے ذمہ پر لیویگا غرض کہ تقاطی کا قاعدہ نہایت دقیق ہی اِس باب مین فتوی دینے کی بنا اُنھین احتمالات اور ظنون پر ہی جو ہمنے بیان کیے اور پرہیزگار آدمی کے لیے اتنا ہی چاہیے کہ وہ اپنے دل سے فتوی لیوے اور شبہون کی جگہ سے احتراز کرے

دوسرا بیان سود کے معاملہ کے ذکر مین۔ اللہ تعالی نے سود کو حرام فرمایا اور اُسکے باب مین تشدد کیا تو جتنے صراف اور سونے چاندی کا معاملہ کرنے والے ہین خواہ غلہ کی تجارت کرتے ہین اُنپر سود سے احتراز کرنا واجب ہی کیونکہ سود دو ہی چیزون مین ہوتا ہی ایک نقد مین دوم غلہ مین۔ صراف کو چاہیے کہ اُدھار اور زیادتی سے بچے۔ اُدھار سے بچنے کے یہ معنی ہین کہ چاندی سونے کی جو چیز چاندی سونے کی کسی چیز کے بدلے مین بیچے تو چاہیے کہ اِس ہاتھ دے اِس ہاتھ لے یعنی بائع ثمن پر اور مشتری مبیع پر اُسی مجلس مین قبضہ کرلین یہ نہو کہ بائع کی چیز آج لے اور اپنی چیز مشتری کل کو دیوے یا کچھ عرصہ کے بعد حوالہ کرے غرضکہ سونے چاندی کی بیع مین اُدھار نہ ہونا چاہیے اِس سے یہ نکلا کہ صراف جو سونا خواہ چاندی نکسال مین دیویں

اور اُنکے عوض اشرفیان خواہ روپیہ بعد کو لیوین تو اُدھار ہونے کی جہت سے یہ بیع حرام ہوگی اور اسوجہ سے بھی حرمت ہی کہ برابری بیع اور ثمن مین نہین ہوتی کیونکہ مکسال مین سونے چاندی کا وزن بعد ٹھپہ لگنے کے اسقدر نہین رہتا جتنا پیشتر تھا۔ اور زیادتی سے بچنا یہ ہی کہ تین باتون سے احتراز کرے اول سکہ کے ٹکڑے کو پورے سکہ سے بیچنے سے کہ دونون کی بیع درست نہوگی جب تک کہ دونون ایک سے نہونگے دوم کھوٹے سکہ کو کھرے کے بدلہ مین بشرطیکہ دونون کی تول مین فرق ہو تو ایسا چاہیے کہ جس سکہ کا وزن کم ہو اور مال کھرا ہو اُسکو ایسے سکہ سے بدلے جسکا مال کھوٹا اور وزن زیادہ ہو اور یہ دونون اُس صورت مین ناجائز ہین کہ چاندی چاندی کے عوض اور سونا سونے کے بدلے بیچا جاوے لیکن اگر بیع اور ثمن مختلف جنسین ہون کہ ایک طرف چاندی ہو اور دوسری طرف سونا تو زیادتی کا مضائقہ نہین۔ تیسری صورت یہ ہی کہ جو چیز چاندی اور سونے سے مرکب ہو مثلاً اشرفیان جن مین چاندی مخلوط ہو اگر سونے کی مقدار مجہول ہوگی تو اُسکا معاملہ ہرگز درست نہوگا ہان اگر وہ سکہ شہر مین رائج ہوگا تو ہم اُسکے معاملہ کی صحت کا حکم کرینگے اس شرط پر کہ نقد کے عوض معاملہ نہو اور یہی حال ہی اُن روپیون کا جنمین تانبا ملا ہو کہ اگر شہر مین چلتے نہونگے تو اُنسے معاملہ صحیح نہوگا اسواسطے کہ اُنسے مقصود چاندی ہی اور وہ معلوم نہین کہ کتنی ہی اور اگر شہر مین رائج ہونگے تو ہم اُنسے معاملہ کرنے کی اجازت دینگے حاجت کی وجہ سے اور نیز اس باعث سے کہ اس صورت مین اُنکی چاندی نکالنی مقصود نہین مگر چاندی کے عوض مین ہرگز اُنکی داد و ستد نہونی چاہیے۔ اور اسی طرح جو زیور کہ سونے اور چاندی سے مرکب ہو اُسکا خریدنا سونے کے عوض درست نہین اور نہ چاندی کے عوض بلکہ اور اسباب کے عوض خریدنا چاہیے اگر سونے کی مقدار معلوم ہو لیکن جس صورت مین کہ زیور مذکور پر سونے کا ملمع ایسا ہو کہ آگ مین رکھنے سے جدا سونا نہ نکل سکے تو ایسے زیور کی بیع اُسکے ہموزن چاندی کے عوض خواہ سوا چاندی کے جس چیز کی عوض مشتری چاہے جائز ہی۔ اور اسی طرح صراف کو سونے کے عوض مین ایسا ہار خریدنا نہ چاہیے جسمین سونا اور پوت دونون ہون اور نہ اُسکو سونے کے عوض فروخت کرنا چاہیے بلکہ چاندی کے عوض اُسکی خرید و فروخت یدًا بیدٍ کرے اگر اُسمین چاندی نہو۔

اور جو کپڑا کہ سونے کے تارون سے بنا ہوا ہو اسطرح کہ جلانے سے اُسکا سونا علحدہ ہو سکتا ہو
اُسکو سونے کے عوض خریدنا جائز نہین چاندی وغیرہ کے بدلے مین درست ہو۔ اور کھانے
کی چیزون کی سوداگری کرنے والون کو چاہیے کہ جنس طعام اگر مبیع اور ثمن ہون تو خواہ
ایک ہی ہو یا مختلف مجلس عقد مین اُنکا تقابض کرلیا کرین جیسے گیہون کو گیہون
کے بدلے فروخت کرین یا بیچنے کے عوض تو دونون صورتون مین اس ہاتھ دین اُس ہاتھ
لین اور اگر مبیع اور ثمن ایک ہی جنس ہو تو اتنا لحاظ اور ضروری ہو کہ دونون چیزین
برابر بھی ہون اور اس باب مین کئی ایک معاملے لوگون مین رائج ہو رہے ہین
حالانکہ وہ درست نہین مثلاً قصائی کو بکری زندہ دیتے ہین اور اُسکے عوض مین
اُس سے نقد یا اُدھار لیتے ہین اور یہ حرام ہو یا نان بائی کو گیہون دے کر اُنکے عوض
اُس سے روٹی نقد یا اُدھار لیتے ہین یہ بھی حرام ہو یا تیلی کو ناریل اور تل اور زیتون
اور سرسون وغیرہ دیتے ہین تاکہ ان چیزون کے عوض اُس سے اُنکا تیل اسی وقت
خواہ کچھ عرصہ کے بعد لیوین حالانکہ یہ بھی حرام ہو اسی طرح گھوسی کو دودھ دیتے ہین
کہ اُس سے پنیر اور گھی اور مکھن خواہ اور کوئی چیز دودھ کی لیوین وہ بھی حرام ہو
غرض کہ اشیاء خوردنی مین سے اگر کوئی چیز غیر جنس کے عوض بیچی جاوے
تو اُسمین اُدھار نہونا چاہیے اور اگر اُسی جنس کی عوض ہو تو اُس مین برابری بھی ضروری ہو
اور جو چیز کہ کسی خوردنی چیز سے بنتی ہو اُسکی بیع عوض مین اُس خوردنی کے درست
نہین خواہ دونون برابر ہون یا کم وبیش مثلاً آٹا اور روٹی اور ستو جس غلہ کا ہو اُنکی
بیع اُس غلہ کے عوض نہ چاہیے اور سرکہ اور شیرہ اور دوشاب جس میوہ کا ہو اُسکی
بیع اُس میوہ کے عوض نہونی چاہیے اور گھی اور مکھن اور مٹھا اور پنیر اور کھویا جو دودھ سے
بنتے ہین اُنکی بیع دودھ کے عوض نہ چاہیے اور بیع اور ثمن کی برابری اشیاء خوردنی
مین جبھی تک کارآمد ہو کہ وہ چیزین ذخیرہ کرنے کی ہون اور جب ایسی ہون
کہ قابل ذخیرہ کرنے کے نہون اور ایک حال پر نہ رہتی ہون تو اُنمین برابری مفید
نہوگی اس بنا پر خرما و تر کی بیع خرما و تر کے عوض مین اور انگور کی انگور کے بدلہ مین
درست نہوگی خواہ بیع و ثمن برابر ہون یا کم وبیش۔ پس یہ چند اُمور ہوئے جو بیع کی تعریف
مین اور مقامات فساد پر تاجر کو واقف کرنے مین کافی ہین کہ جب اُسکو کچھ شک ہو

یا کوئی بات سمجھ مین نہ آوے تو دریافت کرلے اور اگر اسقدر باتین بھی نہ جانتا ہوگا تو سوال کی
جگہون سے بھی ناواقف رہیگا اور نادانستہ سود اور حرام مین داخل ہوجاویگا۔

تیسرا بیان سلم یعنی بدنی کے ذکر مین - تاجر کو اس باب مین دس شرطون کا لحاظ
چاہیے - اول یہ کہ راس المال جو پیشگی دیا جاوے وہ معلوم ہو مجہول نہو تاکہ اگر طرفثانی بدنی کی
چیز نہ دے سکے تو مال والا اپنے مال کو اس سے واپس لے سکے پس اگر اول ایک
مٹھی بھر روپیہ انکل سے دیدے کہ انکے عوض اتنے گیہون لینگے تو ایک روایت کے
بموجب یہ بدنی درست نہوگی - دوم یہ کہ راس المال کو جدا ہونے سے پیشتر عین عقد کی
مجلس مین حوالہ کردینا چاہیے اگر دوسرا شخص راس المال پر قبضہ نہ کریگا اور دونون اس
مجلس سے علیحدہ ہوجاوینگے تو بدنی ٹوٹ جاویگی - سوم یہ کہ مسلم فیہ یعنی جس چیز کی
بدنی کی جاوے وہ ایسی شئی ہو کہ اسکے اوصاف کو بتلا سکین جیسے غلہ اور حیوانات اور کان کی
چیزین اور روئی اور اون اور ریشم اور دودھ اور گوشت اور گندھیون کی چیزین
اور جو انکی مثل ہو اور معجونون اور مرکب چیزون کی بدنی اور ایسے اشیا کی جنکی افراد
مختلف ہوتی ہون جیسے کمانین اور تیر بنائے ہوے اور موزے اور جوتے جنکی افراد
اور درخت مختلف ہون اور حیوانات کے چمڑون کی بدنی درست نہین اور روٹی کی
بدنی جائز ہے اور روٹی مین جو آب و نمک کم یا زیادہ پکانے سے مختلف ہوجاتا ہے وہ
معاف ہے اور اس سے چشم پوشی کرلی جاتی ہے - چہارم یہ کہ جو چیزین وصف کے قابل ہون
انکے اوصاف کامل طور پر بیان کردیے جاوین یہان تک کہ ایسا وصف کوئی نہ رہنے پاوے
جسکے سبب سے چیز کی قیمت مین اتنا فرق ہوجاوے کہ لوگ اسکو ناگوار جانین اور
اتنی گھٹی نہ اٹھاوین کیونکہ ایسے اوصاف بیان کرنے قائم مقام دیکھ لینے بیع کے
ہین بیع مین - پانچوین یہ کہ اگر بدنی مدت پر ٹھہرے تو مدت معین ہو یون نہ کہے کہ کھیت
کٹنے یا پھل پکنے تک بدنی کرتے ہین بلکہ مہینون اور دنون کے شمار سے مدت مقرر کرنا
چاہیے اسلیے کہ کھیت کا کٹنا اور پھل کا پکنا آگے پیچھے بھی ہوجاتا ہے - چھٹے یہ کہ مسلم
فیہ ایسی چیز ہو جسکو آدمی وعدہ کے وقت دے سکے اور ظن غالب اسوقت اسکے
معدوم ہونے سے مامون ہو تو یون نہ چاہیے کہ انگور اور دوسرے میوون کی بدنی
ایسی مدت پر کرے جسمین وہ نہ پکین لیکن اگر مدت ایسی مقرر کی تھی کہ غالبًا اسوقت

مسلم فیہ موجود ہو تو گر وعدہ پر کسی آفت کی وجہ سے نہ دے سکا تو مالک مال کو اختیار ہی چاہے اُسکو مسلم فیہ کے بہم ہو جانے تک مہلت دے یا معاملہ کو فسخ کر کے اپنا مال دیا ہوا واپس لے۔ ساتوین یہ کہ جس مکان مین مسلم فیہ کو دیگا اُسکا ذکر کر دینا چاہیے بشرطیکہ چیزون مین مکان کے اختلاف سے اختلاف قیمت ہوتا ہو تاکہ اسکے باعث نزاع نہ پیدا ہو آٹھوین یہ کہ مسلم فیہ کو معین چیز سے متعلق نہ کرے مثلاً یون نہ کہے کہ اس کھیت کے گیہون یا اس باغ کا پھل لینگے کیونکہ اس قید سے مسلم فیہ کا دین ہونا باطل ہو جاتا ہی ہان اگر یون کہے کہ فلان شہر کا پھل یا فلان قصبہ کلان کا لینگے تو کچھ ضرر نہین اُس شخص کو وہی دینا پڑیگا۔ نوین یہ کہ مسلم فیہ کوئی ایسی چیز نہو جسکا وجود کمیاب ہو مثلاً موتی کے ایسے اوصاف کہہ دیے کہ اُسطرح کا کم ملے یا خوبصورتی لونڈی کو مسلم فیہ قرار دیا اور کہہ دیا کہ بچہ بھی اُسکے ساتھ ہو یا اور اسی طرح کی چیز کہ اکثر مل نہ سکے۔ دسوین یہ کہ جب راس المال اشیاے خرد نی مین سے ہو تو مسلم فیہ کھانے کی چیز ہونی چاہیے خواہ راس المال کی جنس ہو یا نہو اور راس المال اگر اوسمین نقد ہو تو مسلم فیہ نقد نہ ہونا چاہیے چنانچہ اسکا ذکر سود مین ہم کر چکے ہین

چوتھا بیان معاملہ اجارہ کے بیان مین جسکو نوکری اور مزدوری اور کرایہ اور ٹھیکہ کہتے ہین۔ اس معاملہ کے ارکن ہین اوّل اجرت دوم منفعت معاملہ کرنے والا اور الفاظ معاملہ اسمین ویسے ہی معتبر ہونگے جو ہم بیع مین ذکر کر چکے ہین اور اجرت اس معاملہ مین ایسی ہو جیسے ثمن ہی بیع مین اسلیے جو شرطین ہم بیع مین ثمن کے لیے لکھ آئے ہین انھین چیزون کے ساتھ اجرت کا معلوم اور موصوف ہونا چاہیے بشرطیکہ اجرت نقد چیز ہو اور اگر دین ہو تو اُسکی صفت اور مقدار معلوم ہونی چاہیے۔ اور اس معاملہ مین اُن باتون سے احتراز کرنا چاہیے جنکی عادت لوگون کو پڑ رہی ہی اور اُنکی کچھ اصل نہین مثلاً گھر کو کرایہ دینا اُسکی تعمیر کے عوض مین کہ اسمین مقدار تعمیر مجہول ہی۔ اور اگر کرایہ کے روپے مقرر کیے اور کرایہ دار سے شرط کر لی کہ انکو تعمیر مین لگا دینا تو جائز نہوگا اسلیے کہ تعمیر مین لگانے کا عمل مجہول ہی۔ اور اگر جانور کی کھال کھجوائی اور اجرت مین کھال کو مقرر کر دیا خواہ مردار کو اُٹھوایا اور اجرت مین اُسکی کھال اُٹھانے والے کو دے ڈالے یا آٹا پسوایا اور بھوسی کو اجرت ٹھہرایا خواہ کچھ آٹے مین سے دینا کہا تو یہ معاملے باطل ہین

اور یہی حال ہی ہر ایک اجرت کا جو مزدور یا کرایہ دار کے عمل سے حاصل ہو تو چاہیے کہ ایسی چیز کو اجرت مقرر نہ کرے۔ اور ایک صورت یہ ہی کہ مکانون اور دوکانون کے کرایہ مین بہت سے دنون کا کرایہ اکٹھا ٹھہرا دیوین پس اگر یہ کہدیوین کہ ہر مہینے پیچھے ایک دینار ہی اور مدت کرایہ کے مہینے نہ بیان کرین تو مدت مجہول رہیگی اور اجارہ منعقد نہوگا۔ دوسرا رکن اجارہ کا وہ منفعت ہی جو اجارہ سے مقصود ہو اور وہ صرف کام ہی اور ہر کام کہ مباح اور معلوم ہو اور کرنے والے کو اُسمین محنت پڑتی ہو اور ایک شخص دوسرے کی طرف سے اُسکو سلوک کے طور پر کر دیتا ہو تو ایسے کام کے لیے اجارہ درست ہی اور اجارہ کے سب فروع اِس قاعدہ کلیہ مین مندرج ہین مگر ہم اُنکی تفصیل سے کلام کو طول نہین دیتے اسلیے کہ فقہیات مین ہم اُسکو مفصل لکھ چکے ہین اس کتاب مین صرف اُن چیزون پر اشارہ کرتے ہین جو اکثر کام آوین پس جس کام پر اجارہ یا ٹھیکہ ہو اُسمین پانچ باتون کو لحاظ رکھنا چاہیے۔ اول یہ کہ اُس کام کی کچھ قیمت ہو یعنی اُسمین کچھ کلفت اور مشقت ہو اِس سے یہ نکلا کہ اگر اشیاء خوردنی اسلیے کرایہ لین کہ اُنسے دوکان کو سجاوے یا درخت اسلیے کرایہ لیے کہ اُسپر کپڑے سُکھاوے یا روپے اس غرض سے کرایہ لے کہ اُنسے دوکان کو زینت دے تو یہ معاملے درست نہونگے اسلیے کہ یہ منافع ایسے ہین جیسے چیزون مین تل اور گیہون کا ایک دانہ ہو جسکی بیع درست نہین اور اسی وجہ سے اگر کسی بیچنے والے کو مزدور مقرر کیا کہ ایسی بات کہے جس سے مال کی ترویج ہو تو یہ اجرت درست نہوگی اور یہ جو معمول ہوگیا ہی کہ بیچنے والے اپنی وجاہت اور حشمت کے عوض مین اور اِس امر کے بدلے مین کہ مال کے فروخت مین ہمارا قول مانا جاتا ہی مالکان مال سے کچھ حیثیت سے زیادہ لیتے ہین وہ حرام ہی کیونکہ اُنکو بجز ایک بات کرنے کے اور کوئی محنت نہین پڑتی اور ایک بار زبان ہلا دینے کی کچھ قیمت نہین ہان یہ اجرت اُنکو اُس وقت درست ہوگی کہ معاملہ کے کرنے مین آمد و رفت کرنی پڑے یا بولتے بولتے مغز مل جاوے پھر بھی مستحق اجرت مثل کے ہونگے کہ جتنی محنت کی ہو اُسقدر محنت کی جو مزدوری ہوتی ہو وہ پاوین اور اُنھون نے جو باتفاق ہمہ گر ایک دستور باندھ لیا ہی وہ ظلم ہی اور بوجہ حلال نہین لیتے۔ دوسرے یہ کہ اجارہ مین یہ ہو کہ کوئی شی مقصود کرایہ دار کی ملک مین آوے بجز نفع کے مثلاً

اگر انگور کا ٹھیکہ لیا اس غرض سے کہ اُسکی پیداوار ہم لینگے یا دودھ کے جانور کو کرایہ لیا دودھ کے واسطے خواہ باغ کو کرایہ پر لیا پھلون کے واسطے تو درست نہوگا۔ مگر دودھ پلانے والی کو اُجرت پر مقرر کرنا درست ہی اس صورت مین دودھ تابع ہوجائیگا اس وجہ سے کہ اُسکو علیحدہ نہین کرسکتے اور اسی طرح کاتب کی سیاہی اور درزی کے دھاگے کو تابع تصور کیا جاتا ہی کیونکہ یہ چیزین علیحدہ مقصود نہین تیسرے یہ کہ عمل ایسا ہو کہ اُسکو مزدور ظاہر ہین اور شریعت کی رو سے مالک کو دے سکے تو اگر کسی کمزور آدمی کو ایسے کام کے لیے مزدور کیا جاویگا جو اُس سے نہوسکے تو یہ اجارہ درست نہوگا یا گونگے کو تعلیم وغیرہ کے لیے مزدور کرنا صحیح نہوگا اور جن امور کا کرنا حرام ہی وہ شریعت کی رو سے مزدور نہین دے سکتا مثلاً اس بات پر مزدور کرنا کہ صحیح سالم دانت کو اکھاڑ ڈالے یا کسی عضو کو کاٹ ڈالے جسکے کاٹنے کے لیے شریعت مین اجازت نہین یا حائضہ عورت کو مسجد مین جھاڑو دینے کے لیے مزدور کرے یا معلم کو جادو اور نقش سکھانے پر نوکر رکھے یا دوسرے کی بی بی کو بدون اُسکے شوہر کی اجازت کے دودھ پلانے کے لیے نوکر رکھے یا مصور کو جاندارون کی تصویرین بنانے کے لیے اجرت دے یا سونار کو سونے چاندی کے برتن ڈھالنے کے لیے مزدوری دے تو یہ سب باطل ہین۔ چوتھے یہ کہ وہ کام ایسا ہو کہ مزدور پر اُسکا کرنا واجب ہو اور نہ ایسا ہو کہ مالک کی طرف سے اسمین نیابت نہ چلے تو اب اگر جہاد کرنے پر اجرت لیگا تو جائز نہوگی اسی طرح جن عبادات مین نیابت نہین ہوسکتی اُنپر بھی اُجرت ناجائز ہی اسلیے کہ وہ مالک کی طرف سے نہونگی بلکہ مزدور کی طرف سے ادا ہونگی۔ ہان دوسرے کی طرف سے حج کرنے اور میت کے نہلانے اور قبر کھودنے اور مردون کے دفن کرنے اور جنازہ اُٹھانے پر مزدوری لینی درست ہی اور نماز تراویح کی امامت اور اذان دینے اور تعلیم اور قرآن پڑھانے کی اجرت لینے مین اختلاف ہی مگر کوئی خاص مسئلہ سکھا دینے یا کوئی معین سورت کسی خاص شخص کو سکھا دینے کی اجرت درست ہی۔ پانچوین یہ کہ عمل اور منفعت معلوم ہو مثلاً درزی کا کام کپڑے مین بتا دیا جاوے اور معلم کو سورہ کی تعلیم اور اُسکی مقدار معلوم کرادی جاوے اور جانورون کی باربرداری مین بوجھ کی مقدار اور مسافت کا حال کہ دیا جاوے غرضکہ جو باتین عادت مین خصومت کی باعث ہون اُنکو گول نہ رکھنا چاہیے صاف صاف اول ذکر کردینا چاہیے

اور انکی تفصیل طویل ہی ہمنے اسی قدر پر اکتفا کی کہ اس سے احکام کھلے کھلے معلوم ہوجاوین اور مشکل موقعون پر واقفیت ہوتا کہ آنکو عالم سے دریافت کیا جاوے علاوہ ازین سب مسائل کو کما حقہ مفصل جاننا مفتی کا کام ہی نہ عوام کا

پانچوان بیان معاملہ مضاربت کے ذکر مین۔ اس معاملے مین تین ارکان کا لحاظ کرنا چاہیے اول راس المال کا اسمین یہ شرط ہی کہ نقد اور معین ہو اور مضاربت کو دے دیا جاوے نقد کی قید سے یہ فائدہ ہوا کہ اگر راس المال پیسے یا اسباب ہوگا تو مضاربت درست نہوگی کہ تجارت کا باب ان دونون مین تنگ ہی اور معین سے یہ نکلا کہ اگر راس المال مین ایک روپون کی تھیلی دے دے تو درست نہوگی اسلیے کہ اسمین نفع کی مقدار مجہول رہیگی اور مضارب کے دینے سے یہ نکلا کہ اگر راس المال کو مالک اپنے قبضہ مین رکھنے کی شرط کریگا تو مضاربت صحیح نہوگی کہ اس صورت مین بھی راہ تجارت تنگ ہی۔ دوسرا رکن مضاربت کا نفع ہی اسمین یہ شرط ہی کہ حصہ اور سہام سے مقرر ہووے مثلاً مضاربت کے لیے تہائی یا چوتھائی یا آدھا یا اور کوئی سہام مقرر کیا جاوے یہ نہ کہے کہ تجکو سو روپے دونگا اور باقی میرا رہیگا کہ اسطرح مضاربت درست نہوگی اسلیے کہ ہوسکتا ہی کہ نفع سو روپیہ سے زیادہ نہو تو محنت مضاربت کی رائگان جاویگی اسی لحاظ سے نفع کی مقدار شمار کی سے معین نہونی چاہیے بلکہ سہام کے لحاظ سے معین کیا جاوے۔ تیسرا رکن مضارب کا کام ہی اسکی شرط یہ ہی کہ کام اسطرح کا ہو جس سے تجارت کا باب اسپر تنگ نہو یعنی کسی مال معین اور وقت معین کی قید نہ لگائی جاوے مثلاً اگر یہ شرط کرے کہ راس المال کے بدلہ مین مواشی خرید کرنا اور انسے نسل لینا اس نسل کو آپس مین تقسیم کر لینگے یا گیہون خرید کر روٹی پکانا اور پھر جو نفع ہوگا اسکو آپس مین بانٹ لینگے تو درست نہوگی اسلیے کہ مضاربت کی اجازت تجارت مین ہی اور وہ بیع و شرا اور انکے متعلق باتین کرنے سے ہوتی ہی اور روٹی پکانا اور مواشی کی رکھوالی داخل تجارت نہین بلکہ یہ حرفے ہین اسلیے مضاربت درست نہوگی۔ اور اگر مضاربت سے یہ شرط کرلے کہ بجز فلان شخص کے اور کسی سے مت خرید کرنا یا سرخ حریر کے سوا اور کوئی تجارت نہ کرنا یا اور کوئی ایسی شرط لگائے جس سے تجارت کی راہ اسپر تنگ ہوگئی تو عقد مضاربت فاسد ہوجاویگی۔ اور جب کہ عقد مضاربت دو شخصون مین ہوجاوے تو اب مضارب

وکیل ہے راس المال مین تصرف وکیلون کی طرح کرے اور مالک جسوقت چاہے مضاربت
کے عقد کو فسخ کرسکتا ہے لیکن اگر ایسے وقت مین فسخ کریگا کہ مال مضاربت بالکل نقد ہی
تب تو نفع کا بانٹنا ظاہر ہے اور اگر مال مضاربت اسباب ہو اور اوسمین کچھ نفع نہوا ہو
تو وہ مالک کو پھیر دیا جاویگا اور مالک کو یہ اختیار نہین کہ مضارب سے کہے کہ اس مال
کو نقد کرکے دو کیونکہ عقد مضاربت تو فسخ ہوگیا اوسکے سوا اور کوئی چیز مضارب کے
ذمہ پر لازم نہین اور اگر مضارب کہے کہ مین اسکو بیچے دیتا ہون اور مالک انکار کرے
تو مالک کی رائے مانی جاویگی ہان جس صورت مین کہ مضارب کو کوئی ایسا گاہک ملے
جس کے باعث راس المال پر نفع ہوتا ہو تو اب مضارب کے قول پر عمل ہوگا۔ اور اگر
راس المال مین نفع بھی ہوا ہو اور سب اسباب ہو تو مضارب کو چاہیے کہ راس المال
کی قدر اوس مین سے بدلہ اوس نقد کے جو راس المال مین لگا تھا فروخت کر ڈالے
اور کسی نقد کے عوض نہ بیچے تاکہ بچتا ہوا مال فائدہ متصور ہو اور اوس مین دونون شریک
رہین اور مضارب پر یہ ضرور نہین کہ جو اسباب راس المال سے بڑھے اوسکو بیچ ڈالے
اور جب شروع سال ہوا کرے تو مالک اور مضارب زکوۃ کے لیے مال کی قیمت کا اندازہ کیا کرین
پس جس صورت مین کہ نفع کسیقدر ظاہر ہو تو قیاس اس بات کا مقتضی ہے کہ مضارب کے حصہ کی
زکوۃ مضارب کے ذمہ ہے اور نفع ظاہر ہونے پر وہ نفع کا مالک ہوجاتا ہے۔ اور مضارب
کو یہ اختیار نہین کہ مالک کی اجازت کے بدون مال مضاربت کو سفر مین لیجائے اگر لیجائیگا
تو اوسکے تصرفات تو درست ہونگے مگر درصورت تلف نقد اور چیز سب کا تاوان دینا پڑیگا
کیونکہ باہر لیجانے سے اسکی تعدی ثابت ہوگی۔ اور اگر اجازت سے سفر کریگا تو درست ہے
اس صورت مین خرچ باربرداری اور چوکیداری کا مال مضاربت پر ہوگا جیسے کہ ماپتول
کی اور ایسے لادنے کی مزدوری جسکی عادت سوداگرون کو نہو راس المال پر ہوتی ہے
لیکن تھان کا کھولنا اور تہ کرنا اور تھوڑے سے کام کا کرنا جو اکثر خود کر لیا کرتے ہین
اونپر مزدوری خرچ کرنے کا اختیار مضارب کو نہین۔ اور جب تک کہ مضارب اوسی
شہر مین رہے جہان مضاربت ہوئی ہے تو اوسکا نفقہ اور مکان سکونت خود اوسکے
ذمہ ہے مگر دوکان کا کرایہ اوسکے ذمہ نہین اور جس صورت مین کہ خاص مال مضاربت
کے لیے سفر کرے اوسوقت اوسکا نفقہ مال مضاربت پر ہوگا اور جب سفر سے پھرے

تو اوسکو چاہیے کہ سامان سفر کی جو چیزین رکھی ہین مثلاً لوٹا اور دسترخوان وغیرہ وہ مال مضاربت مین شامل کردے

چھٹا بیان معاملۂ شرکت کے ذکر مین اور اوسکی چار قسمین ہین اون مین سے تین باطل ہین

اول شرکت مفاوضہ ہے اوسکی یہ صورت ہے کہ دو شخصون کے مال جدا جدا ہین اور وہ آپس مین کہین کہ ہمنے شرکت مفاوضہ کی اس غرض سے کہ جتنا ہمکو نفع یا نقصان ہو اوس سب مین ہم شریک ہین تو یہ صورت باطل ہے **دوم** شرکت ابدان وہ ہے کہ دو شخص اپنے اپنے کام کی اجرت مین ایک دوسرے کی شرکت شرط کرلین یہ بھی باطل ہے۔ **سوم** شرکت وجوہ وہ اسطرح ہے کہ دو شخصون مین سے ایک وجاہت رکھتا ہو اور اوسکا قول لوگ مانتے ہون وہ دوسرے کو اپنی وجاہت سے مال دلوادے اور فروخت دوسرا شخص کرے اور نفع مین دونون باہم شریک ہون یہ شرکت بھی باطل ہے

چہارم شرکت عنان ہے جو درست اور جائز ہے اوسکی صورت یہ ہے کہ دو شخص اپنے اپنے مال آپس مین اسی طرح ملاوین کہ بدون تقسیم اون مین تمیز دشوار ہو اور ہر شخص دوسرے کو تصرف کی اجازت دیدے۔ پھر اس شرکت کا حکم یہ ہے کہ نفع اور نقصان دونو مین حصہ رسد موافق دونون کے مالون کی تقسیم ہوجاوے اور یہ درست نہین کہ مالون کی نسبت کے سوا کوئی اور شرط تقسیم کی ٹھہرادین مثلاً اگر ایک کا مال تہائی ہو تو اوسکی شرکت نفع نقصان مین تہائی ہی رہیگی یہ نہوگا کہ وہ آدھے کا شریک ہوجاوے۔ پھر جب ایک شخص کو معزول کردیا جاوے تو اوسکا تصرف ممنوع ہوگا اور بانٹنے سے ایک دوسرے کی ملک علٰحدہ ہوجاویگی۔ اور صحیح یہ ہے کہ شرکت عنان اسباب مشترک سے بھی جائز ہے اسمین نقد کی بھی ضرورت نہین بخلاف مضاربت کہ اوسمین راس المال کا نقد ہونا چاہیے۔ حاصل یہ کہ علم فقہ مین سے اسقدر کا سیکھنا ہر پیشہ ور کو ضرور ہے ورنہ ناواقف حرام مین مبتلا ہوجاویگا۔ اور قصائی اور نان بائی اور بقال کے معاملہ سے تاجر اور غیر تاجر کوئی خالی نہین سبکو ضرورت پڑتی ہے اور اس معاملہ مین تین دقتین پڑتی ہین۔ اول بیع کی شرطون کو ترک کرنا۔ دوم بدنی کی شرطون کو لحاظ نرکھنا سوم تعاطی پر اکتفا کرنا کیونکہ عادت یون ہوگئی ہے کہ جتنی ضرورت روزمرہ اشیا کی پڑتی ہے اوس قدر چٹھی ان لوگون کے پاس بھیجدی جاتی ہے پھر چند روز بعد حساب

اور ساری جنس کی قیمت ایسی لگالی جاتی ہے جسپر طرفین راضی ہو جاوین اور حاجت کے سبب سے ان امور پر مباح ہونے کا حکم ہے اور یہ مان لیا جاتا ہے کہ ان لوگون کا روزمرہ چیز کا دیڈالنا متوقع عوض ملنے کے اوس چیز کے کھانے کو مباح کر دیتا ہے مگر کھانے کے بعد ضمان چاہیے اور جس روز چیز کھایا اوس روز کا دام اوسکا ذمہ پر ہوا تو یہ دام روزمرہ کے ذمہ پر جمع ہو گئے اب جو کسی قدر مدت کے بعد تراضی ہوئی تو چاہیے کہ اونسے مطلق فارغخطی کرائی جاوے تاکہ ایسا نہو کہ روزمرہ کی قیمتون کے تفاوت کو اوس مین کچھ دخل ہو تو ایسے معاملون مین اسی رواج پر قناعت کرنا چاہیے کیونکہ ثمن کا دینا ہر حاجت روزمرہ کے لیے ہر دم نہایت دقت ہے اسی طرح ہر گھڑی ادنی ادنی چیزون کے لیے ثمن مقرر کرنا اور ایجاب و قبول عمل مین آنا دشواری کی بات ہے پس جس صورت مین کہ اس قسم کے معاملے کثرت سے ہوتے ہین تو آسانی اسی مین ہے کہ اونکی قیمت یکجائی لگا دی جاوے

تیسری فصل - معاملہ مین عدل کرنے اور ظلم سے احتراز کرنے کے بیان مین واضح ہو کہ معاملہ کبھی ایسی طرح ہوتا ہے کہ مفتی اوسکو صحیح اور جائز بتاتا ہے مگر اوسمین ایسا ظلم ہوتا ہے جس کے سبب سے معاملہ کرنے والا خدائے تعالی کے غصہ کا مستحق ہوتا ہے گو وہ معاملہ فی نفسہ فاسد نہو اور ظلم سے ہماری غرض یہ ہے کہ جس سے دوسرے کو ضرر ہو اور اوسکی دو قسمین ہین ایک وہ کہ اوسکا ضرر عام ہو دوسری وہ کہ اوسکا ضرر خاص معاملہ کرنیوالے کو ہو - قسم اول کی بہت سی انواع ہین جنمین سے ہم دو کو درج کتاب کرتے ہین - اول گرانی کی نیت سے غلہ کو روک رکھنا کہ غلہ کا بیچنے والا غلہ کو جمع کرتا ہے اور بھاو کے گران ہونے کا منتظر رہتا ہے اور یہ فعل ظلم عام ہے اور اوسکا کرنے والا شرع مین مذموم ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنِ احْتَكَرَ الطَّعَامَ أَرْبَعِينَ يَوْمًا ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهِ لَمْ تَكُنْ صَدَقَتُهُ كَفَّارَةً لِاحْتِكَارِهِ اور حضرت ابن عمر رضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا مَنِ احْتَكَرَ الطَّعَامَ أَرْبَعِينَ يَوْمًا فَقَدْ بَرِئَ مِنَ اللهِ وَبَرِئَ اللهُ مِنْهُ - اور بعض روایت مین فَقَدْ بَرِئَ مِنَ اللهِ کے عوض فَكَأَنَّمَا قَتَلَ نَفْسًا ہے - اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ قول مروی ہے کہ جو کوئی غلہ کو چالیس روز روک رکھے اوسکا دل سخت ہو جاتا ہے

اور یہ بھی نقل ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک غلہ کے روکنے والے کا غلہ آگ سے پھونک دیا تھا اور غلہ کے نہ روکنے کے ثواب مین یہ حدیث مروی ہے کہ جو شخص باہر سے غلہ خرید کر لاوے اور اوسی روز کے نرخ سے اوسکو بیچدے تو گویا اوس نے وہ غلہ خیرات کر دیا اور ایک روایت مین یون ہے کہ گویا اوسنے ایک بردہ آزاد کیا اور بعضون نے اس آیت کی تفسیر مین وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ فرمایا ہے کہ غلہ کا روکنا بھی ظلم ہے اور اس آیت کی وعید مین داخل ہے۔ اور بعض اکابر سلف سے مروی ہے کہ وہ واسط مین تھے وہان سے اونھون نے ایک کشتی گیہون کی بصرہ کو بھیجی اور اپنے وکیل کو لکھدیا کہ جس روز کشتی بصرہ مین داخل ہو اوسی روز غلہ فروخت کر دینا توقف دوسرے روز تک مت کرنا اتفاقاً جب کشتی پہونچی تو نرخ ارزان تھا سوداگرون نے وکیل سے کہا کہ اگر ایک ہفتہ ٹھہرو تو تمکو کئی گنا فائدہ ملیگا وہ ایک ہفتہ ٹھہر گیا اور اون کے کہنے کے بموجب کئی گنا نفع ہوا اور اپنے موکل کو یہ خبر لکھ بھیجی مالک غلہ نے اوس کے جواب مین لکھا کہ میان صاحب ہم نے تھوڑے سے نفع پر قناعت کی تھی کہ ہمارا دین بچا رہے تم نے ہمارے کہنے کے خلاف کیا ہمکو منظور نہین کہ نفع کئی گنا ملے اور ہمارے دین مین سے اوسکے عوض کچھ کم ہو جاوے یہ تم نے بڑا قصور کیا اب اوسکا تدارک یہ کرو کہ بمجرد میرے خط پہونچنے کے سب مال کو لیکر بصرہ کے فقیرون پر خیرات کر دو شاید اس تدبیر سے مجکو ثواب نہو تو غلہ روکنے کے گناہ سے تو بچ جاؤنگا۔ اب جاننا چاہیے کہ غلہ روکنے کی جو ممانعت ہی وہ مطلق ہے لیکن اوسمین وقت اور جنس کا لحاظ چاہیے پس جنس کے اعتبار سے ممانعت جنس غذا مین عام ہے خواہ کوئی شے ہو کسی کا روکنا نچاہیے ہان جو چیزین کہ آدمی کی غذا یا غذا پر مددگار نہین وہ اس ممانعت مین داخل نہین کو کھائی جاتی ہون جیسے دوا بوٹی زعفران وغیرہ ہین اور جو چیزین کہ غذا پر مددگار ہین مثل گوشت اور میوون کے یا ایسی چیزین کہ بعض اوقات مین غذا کی قائم مقام ہو جاتی ہین گو ہمیشہ اونکو غذا نہین کر سکتے تو ان مین محل تامل اور اختلاف ہی بعض علما نے ان اشیا کو بھی ممانعت مین شامل رکھا ہی اور گھی اور شہد اور شیرہ اور پنیر اور زیتون کے تیل یا جو اس طرح کی چیزین ہون سب کا روکنے کو حرام فرمایا ہے اور بعض کے نزدیک ان چیزون کو روکنے مین کچھ قباحت نہین۔ اور وقت کے لحاظ سے بھی تو ممانعت

یا تو سب وقتون مین عام ہی اور وہ حکایت جو بصرہ مین غلہ پہونچنے کے وقت نرخ کے ارزان ہونے کے باب مین مذکور ہوئی اُس سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہی اور یہ بھی احتمال ہی کہ ممانعت سب وقتون مین نہ رہے بلکہ خاص اُن وقتون مین ہو جنمین غلہ کی کمی ہو اور لوگون کو اُسکی حاجت ہو یہانتک کہ رُک کر بیچنے مین لوگون کا ضرر ہو اور جس صورت مین کہ غلہ کی افراط ہو اور لوگون کی حاجت اُسکی طرف نہو اور اگر کسی کو خواہش بھی ہو تو تھوڑے دام لگاوین ایسے وقت مین اگر غلہ والا صبر کرے اور قحط کا امیدوار نہو تو اسمین کسی کا ضرر نہین - اور ایام قحط مین شہد اور گھی وغیرہ کے رکھ چھوڑنے سے ضرر ہوتا ہی تو چاہیے کہ اُنکا رکھ چھوڑنا حرام ہو اور مدار حرمت کے ہونے اور نہونے کا ضرر پر کیا جاوے کہ طعام کی خصوصیت سے بھی سمجھا جاتا ہی اور جس صورت مین کہ ضرر نہو اُس صورت مین بھی غلہ کا روک رکھنا خلاف کراہت سے نہین اسلیے کہ اگرچہ غلہ والا متوقع ضرر کا نہین مگر اُسکے آغاز کا متوقع بہرصورت ہی یعنی بھاؤ کا گران ہونا اُسکو منظور نظر رہتا ہی اور جیسے خود ضرر رسانی ممنوع ہی اور اسی طرح جو چیز اُسکی تمہید اور آغاز ہو وہ بھی ممنوع ہی مگر اسکی برائی خود اُسکی نسبت کم ہی اور ضرر رسانی کا منتظر رہنا خود ضرر رسانی کی نسبت کم ہی غرض کہ جس درجہ کی ضرر رسانی ہوگی اُسی کے موافق کراہت اور حرمت کے درجات متفاوت ہونگے - حاصل یہ کہ غذا کی تجارت مستحب نہین اسلیے کہ تجارت مین فائدہ مطلوب ہی اور غذائین قوام انسانی کے لیے اصل ہین اور چونکہ فائدہ اصل پر مزید ہوتا ہی تو چاہیے کہ ایسی ہی چیز دین مین طلب کیا جاوے جو مخلوق کی اصل ضرورت مین داخل نہون اور خلق کو اُسکی حاجت نہو - اور اسی وجہ سے کسی تابعی نے ایک شخص کو وصیت کی کہ اپنے لڑکے کو دو بیع مین مت سونپنا اور نہ دو پیشون مین بیعون مین سے اول بیع غلہ کی ہی دوم کفن کی بیع کیونکہ غلے کا بیچنے والا گرانی چاہا کرتا ہی اور کفن کا بائع لوگون کا مرنا چاہتا ہے اور دو پیشے یہ ہین کہ اول قصائی کا اوس سے دل سخت ہو جاتا ہی دوم زرگری کہ وہ دنیا کو سونے اور چاندی سے زینت دیتا ہی - دوسری نوع ضرر عام کے نقد مین کھوٹے روپیون کا رواج دیتا ہی اور یہ ظلم ہی کیونکہ اُس سے اہل معاملہ کو ضرر ہوگا جبکہ ناواقف ہو اور اگر واقف ہوگا تو وہ دوسرون مین اُسکو رائج کریگا اسی طرح جسکے ہاتھ وہ پہنچا جاویگا وہ دوسرے کو دیتا جاویگا اور

اور اُسکا ضرر اور فساد برابر پھیلتا جاویگا اور سب کا وبال اور گناہ اول شخص پر ہوگا کہ اُسی نے یہ طریقہ نکالا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعُمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَمِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئًا اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ ایک کھوٹے روپیہ کا رائج کرنا سو روپیون کی چوری سے زیادہ سخت ہی اسلیے کہ چوری ایک نافرمانی ہی کہ ہوگئی اور موت کے بعد منقطع ہوئی اور کھوٹے روپیہ کا رائج کرنا ایک بدعت ہی جو رائج کنندہ دین مین ظاہر کرتا ہی اور ایک بُرا طریق ہی جسکو بعد والون کے واسطے بنائے جاتا ہی تو اُسکا گناہ موت کے بعد صدہا سال تک رہسکتا ہی جبتک کہ وہ روپیہ چلتا رہیگا اور اُسکے باعث جو کچھ خرابی اور نقصان لوگون کے مال مین ہوگا اُس سب کا وبال اُسکی گردن پر رہیگا۔ اور خوش حال وہ شخص ہی کہ اُسکے مرنے پر اُسکے گناہ بھی مرجاوین اور نہایت خوشحالی اُسکی ہی جو خود مرجاوے اور اُسکے گناہ سو برس یا دو سو برس باقی رہین اور اُنکے سبب سے قبر مین اُسپر عذاب ہوتا رہے اور جبتک اُسکا انقطاع ہو تب تک کی باز پرس اُسی سے رہے اللہ تعالی فرماتا ہی وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ یعنی ہم اُنکے وہ اعمال جو پیچھے چھوڑ جاوینگے وہ بھی لکھینگے جیسے وہ لکھینگے جنکو وہ اپنی زندگی مین کر گئے اور اسی طرح پر یہ ارشاد ہی يُنَبَّأُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ کہ باآخر سے وہی آثار اعمال مراد ہین جو برے طریقہ کی جڑ باندھ گیا ہی اور دوسرے اُسکو کرتے ہین۔ اب جاننا چاہیے کہ کھوٹے روپیہ کے متعلق پانچ باتین ہین اول یہ کہ جب ایسا روپیہ تاجر دیندار کے پاس آوے تو چاہیے کہ اُسکو کوئین مین ڈال دے کہ پھر کسی کے ہاتھ نہ لگے اور اس بات سے نہایت احتراز کرے کہ اُسکو دوسرے معاملہ مین رائج کرے۔ اور اگر اُسکو تو ڑ ڈالے اسطرح کہ اُس سے پھر معاملہ نہ ہوسکے تو یہ بھی جائز ہی۔ دوسرے یہ کہ تاجر کو نقد کا پرکھنا سیکھ لینا چاہیے نہ اس غرض سے کہ اپنے روپیون کو اچھا کھرا دیکھ لیا کریگا بلکہ اس نیت سے کہ کسی مسلمان کو کھوٹا روپیہ اُسکے ہاتھ سے نادانستگی مین نہ دیا جاوے اور اُسکے باعث سے گناہگار نہ ٹھہرے تو اگر اس علم کے سیکھنے مین قصور کریگا تو خطاوار ٹھہریگا کیونکہ جس عمل کے لیے ایسا علم ہی جس سے مسلمانون کی خیرخواہی پوری ہوتی ہی تو اُس عمل مین اُس علم کا سیکھنا واجب ہی اور اسی جیسی بات کے لیے اکابر سلف نقد کی علامتین سیکھ لیا کرتے تھے

جس شخص نے کوئی طریقہ نکالا اور اُسکے بعد اُسپر کسی نے عمل کیا تو اُس بانی پر اُسکا وہ گناہ ہوگا اور جو کوئی اُسکے بعد اُسپر عمل کریگا اُسکے گناہ کی قدر بھی اُسپر ہوتا رہیگا اور اُنکے گناہ

کہ دیانت مین خلل نہو دنیا کا اُنکو کچھ لحاظ نہ تھا۔ تیسرے یہ کہ اگر اہل معاملہ کو ایسا روپیہ دیگا اور اُس سے کہ دیگا کہ یہ کھوٹا ہی تب بھی دائرہ گناہ سے باہر نہوگا کیونکہ دوسرا شخص جو اُسکو لیتا ہی وہ اسی لیے لیتا ہی کہ کسی اور کو بے خبری مین دے دونگا اگر یہ نیت نہوتی تو وہ اُسکو ہرگز نہ لیتا ہان اطلاع کرنے سے اتنا فائدہ ہوگا کہ جو ضرر خاص اہل معاملہ کو ہوتا اُسکے گناہ سے البتہ بچ جاویگا۔ چوتھے یہ کہ اگر کھوٹے روپیہ کو اس نیت سے لیگا کہ ہو جس اِس حدیث شریف کے کاربند ہو رَحِمَ اللّٰہُ سَمْحَ الْبَیْعِ سَمْحَ الشِّرَاءِ سَمْحَ الْقَضَاءِ سَمْحَ الْاِقْتِضَاءِ تو وہ اس حدیث کی برکت دعا مین داخل ہوگا بشرطیکہ کھوٹا روپیہ لینے سے ارادہ مصمم ہو کہ اُسکو کوئین مین ڈال دونگا اور اگر یہ ارادہ رکھتا ہوگا کہ اِسکو کسی اور جگہ چلا دونگا تو یہ ایک بُرائی ہی کہ شیطان نے نیکی کی جگہ مین اُسپر سوجھائی اس صورت مین اُن لوگون مین داخل نہوگا جو دام لینے مین سہل گیری کرتے ہین۔ پانچوین یہ کہ کھوٹے روپیہ سے ہماری غرض وہ روپیہ ہی جسمین بالکل چاندی نہو صرف ملمع کا ہو یا اشرفی ہو تو اُسمین سونا نام کو نہو بجز ملمع کے۔ اور جس روپیہ مین چاندی اور دوسری چیز ملی ہوئی ہو اور شہر مین وہ مروج ہو تو اُس سے معاملہ کرنے مین علما کا اختلاف ہی ہماری رائے یہی ہی کہ اگر شہر مین اُسکا رواج ہی تو اُس سے معاملہ کرنا جائز ہی خواہ اُسکی چاندی کی مقدار معلوم ہو یا نہو اور اگر شہر مین وہ سکہ نہین چلتا تو اس صورت مین اُس سے معاملہ جبھی درست ہوگا کہ اُسمین کی چاندی کی مقدار معلوم ہو پس اگر دامون مین یہ روپیہ ایسا ہو کہ شہر کے رائج روپیہ سے اُسمین چاندی کم ہو تو تاجر کو چاہیے کہ جسکو وہ روپیہ دے اُسکو اُسکے نقصان کی اطلاع کردے اور معاملہ ایسے لوگون سے کرے جنکو جان لے کہ یہ اِس روپیہ کو برابر مین نہ چلا دینگے اور دھوکا دوسرون کو نہ دینگے اور اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ یہ شخص اُسکو برابر مین چلا دیگا تو اُسکو وہ روپیہ حوالہ کرنا خود باني فساد ہونا ہی اُسکی مثال ایسی ہوگی جیسے انگور ایسے شخص کے ہاتھ بیچے جسکو جانتا ہو کہ وہ انکی شراب بناویگا کہ یہ بیع ممنوع ہی اور بُرائی مین مدد کرنا اور اُسکا شریک ہونا ہی۔ اور ان جیسے امور کا تجارت مین خیال رکھنا نفل عبادت کی مواظبت سے زیادہ ہی اور اسی جہت سے بعض اکابر نے فرمایا ہی کہ سچا تاجر خدائے تعالی کے نزدیک عابد سے افضل ہی اور اکابر سلف معاملات مین ایسی باتون سے بہت احتیاط کرتے تھے چنانچہ

چنانچہ کسی غازی کا حال سنا ہی کہ اُسنے اپنا قصہ بیان کیا کہ مین نے ایکبار جہاد مین اپنے گھوڑے کو ایک کافر پر ڈپٹایا کہ اُسکو قتل کرون مگر گھوڑے نے قصور کیا مین لوٹ آیا پھر وہ کافر میرے قریب آگیا مین نے دوبارہ حملہ کیا اُس دفعہ بھی گھوڑے نے کوتاہی کی مین نے تیسری بار حملہ کیا اُس دفعہ بھی گھوڑا بدک گیا اور کہین کا کہین گیا حالانکہ کبھی ایسا نہوا تھا مین معرکہ سے واپس آیا اور مجکو نہایت رنج تھا کہ ایک تو کافر ہاتھ سے نکل گیا دوسرے گھوڑے مین جو عادت کبھی نہ دیکھی تھی وہ ظاہر ہوئی غرض کہ اپنا سا منھ لیکے خیمہ مین آیا اور اپنا سر خیمہ کی لکڑی پر رکھ کے گھوڑے کو کھڑا چھوڑ لیٹ گیا خواب مین کیا دیکھتا ہون کہ گھوڑا مجھسے کہتا ہی کہ میان صاحب خدا کو یاد کر و تمنے تین بار یہ چاہا کہ کافر کو مجھپر سوار ہوکر مارو حالانکہ کل جو تمنے میرا چارہ لیا تھا اُسمین ایک درم کھوٹا دیا تھا تو ایسا کبھی نہوگا کہ تم مجھکو ایسی خوراک کھلا کر پھر مجھسے اطاعت چاہو اسکے بعد مین جاگا اور بہت خوف کھایا اور گھاس والے کے پاس جاکر اُس درم کو بدلا۔

پس یہ دو مثالین ضرر عام کی لکھدی گئین اب ہر اور دان کو قیاس کر لینا چاہیے دوسری قسم ظلم کی وہ ہی جس کا ضرر خاص اہل معاملہ کو ہو تو جتنی باتون سے کہ اہل معاملہ کا نقصان ہوتا ہو وہ ظلم مین داخل ہین عدل اسکا نام ہی کہ اپنے بھائی مسلمان کو ضرر نہ پہونچاوے اور اس باب مین قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ دوسرے کے لیے وہی بات چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہو اور اسی کے قریب بہ مثل فارسی کی ہی۔ ہر چہ بر خود نہ پسندی بر دیگرے مپسند۔ تو جو بات ایسی ہو کہ اگر اپنے ساتھ کوئی کرے تو بری معلوم ہو اور دل پر ناگوار گذرے مناسب ہی کہ وہ بات خود بھی دوسرون کے ساتھ نہ کرے بلکہ یون چاہیے کہ اُسکے نزدیک اپنا روپیہ اور غیر کا روپیہ مساوی ہو بعض اکابر نے فرمایا ہی کہ جو شخص اپنے بھائی کے ہاتھ ایک چیز ایک روپیہ کو بیچے اور اگر اُسکے ہاتھ کوئی وہ شی بیچتا تو اپنے آپ چودہ آنہ سے زائد نہ لگاتا تو وہ شخص اُس خیر خواہی کا تارک ہوگا جسکا حکم معاملہ مین بجالانے کا ہی اور ہر چہ بر خود نہ پسندی بر دیگرے مپسند پر کاربند نہوگا یہ بیان اس امر کا مجمل ہوا اور اُسکی تفصیل چار باتون مین منحصر ہی اول یہ کہ جو بات متاع مین نہو وہ اُسکی صفت مین بیان نہ کرے دوسرے یہ کہ چیز مین جو عیب اور پوشیدہ صفات ہون اُنکو مطلق نہ چھپاوے تیسرے یہ کہ چیز کی مقدار اور وزن مین کچھ پوشیدہ نہ کرے چوتھے یہ کہ

اُسکے نرخ کو پوشیدہ نہ رکھے ایسی طرح کہ اگر طرف ثانی نرخ کو معلوم کرلے تو پھر اُس چیز کو خرید نہ کرے اب ہر ایک کو مفصل سنو۔ اول بات یعنی چیز کی زیادہ تعریف نہ کرنی اسلیے چاہیے کہ بیع کی تعریف کرنی دو حال سے خالی نہین یا تو وہ باتین اُسمین بیان کرتا ہی جو واقع مین اُسکے اندر نہین تو اس صورت مین صریح جھوٹ ہی اور اگر مشتری اسکی باتون کو مان لیگا تو جھوٹ کے سوا ظلم اور دغا بازی بھی بائع کی گردن پر ہوگی اور اگر مشتری نہ مانیگا تو جھوٹ اور بے مروتی پھر بھی بائع کے ذمہ رہیگی اور دوسری صورت یہ ہی کہ چیز مین ایسی باتین بتاوے جو اُسمین موجود ہون۔ اس صورت مین اسکا کلام لغو اور بے فائدہ اور اُسکو سب کلمون کا حساب دینا ہی کہ فلانا کلمہ یون کہا تھا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ اگر چیز مین ایسی باتین بیان کرنے اُسکے اندر ہون اور بدون ذکر کیے ہوے مشتری کو آنپر واقفیت نہو مثلاً لونڈی غلامون اور جانورون کے پوشیدہ اوصاف بیان کرے تو مضائقہ نہین بشرطیکہ جس قدر موجود ہون اُنکو بے کم و کاست بدون مبالغہ اور طوالت کے کہے اور اس بیان کرنے مین یہ نیت ہونی چاہیے کہ بھائی مسلمان ان امور سے واقف ہوکر اُسکی رغبت کرے اور اس سبب سے اُسکا کام نکلے مگر ان امور کے بیان کرنے مین قسم قطعاً نہ کھاوے اسلیے کہ اگر جھوٹ پر قسم کھاویگا تب یہ تین عیوب کا مرتکب ہوگا جو ایسا بڑا گناہ ہی کہ شہر کے شہر چوپٹ کر دیتا ہی اور اگر سچ پر قسم کھاویگا تو اللہ تعالی کو اپنی قسم کا نشانہ بناویگا اور یہ کمال گستاخی ہی کیونکہ دنیا کمینی کا اتنا رتبہ کہان کہ بلا ضرورت خدائے تعالی کے نام سے اسکی ترویج کا قصد کیا جاوے۔ اور حدیث مین ہی کہ خرابی ہی سوداگر کی ان کلمات سے بَلَى وَاللّٰهِ وَلَا وَاللّٰهِ اور خرابی ہی کاریگر کی کل اور پرسون کے وعدہ کرنے سے اور ایک حدیث مین یون وارد ہی اَلْيَمِيْنُ الْكَاذِبَةُ مُنْفِقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مُمْحِقَةٌ لِلْكَسْبِ اور حضرت ابو ہریرہ رضہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَتُلٌّ مُسْتَكْبِرٌ وَمَنَّانٌ بِعَطِيَّتِهٖ وَمُنْفِقُ سِلْعَةٍ بِيَمِيْنِهٖ تو جس صورت مین کہ چیز کی تعریف کرنی باوجود راست ہونے کے اس لحاظ سے مکروہ ہو کہ وہ ایک کلمہ لغو ہی ضرور اُس سے زیادہ نہین ہوتی تو قسم کے باب مین شدت کا ہونا اس سے صاف ظاہر ہی۔ یونس بن عبید جو حریر بیچا کرتے تھے آنسے کسی نے

حریر مول لینے کے لیے مانگا اُنکے غلام نے حریر کے طاقون کی گٹھری نکالی آپ نے
اُسکو پھیلایا اور دیکھ کر کہا کہ آلہی ہم کو جنت نصیب کر یہ کہہ کر غلام سے کہا کہ اِسکو اپنی جگہ پر
رکھ دے اور خریدار کے ہاتھ اُسمین سے کچھ نہ بیچا اِس خوف سے کہ وہ دعا جو زبان سے نکل
گئی تھی کہین کنایۃً اپنی چیز کی تعریف مین متصور نہو تو یہ لوگ ایسے ہین کہ اُنھون نے
دنیا مین تجارت کی اور معاملات مین اپنے دین کو تلف نہین کیا بلکہ جان لیا کہ آخرت کا نفع
طلب کرنا بہ نسبت دنیاوی نفع کے بہتر ہی دوم امر مین چاہیے کہ بیع کے تمام عیب خواہ
ظاہر ہون یا پوشیدہ سب ظاہر کرے اُنمین سے کچھ نہ چھپاوے کہ یہ امر واجب ہی
اگر کوئی عیب چھپا دیگا تو ظالم اور دغاباز ہوگا اور دغا دنیا حرام ہی اور نصیحت یعنی مسلمانون
کی خیر خواہی جو ضروری ہی اُسکا تارک ہی ہوگا اور جس صورت مین کپڑے کا اچھا
رخ ظاہر کرے اور دوسرے کو چھپا ہوا رکھے تو دغاباز ہوگا اسی طرح اگر بیع کو اندھیرے
مکانون مین مشتری کے سامنے کریگا یا موزے اور جوتے وغیرہ کے جوڑے مین سے
اچھی پوائی دکھا دیگا تو دغاباز ہی ثابت ہوگی اور دغا و فریب کی حرمت پر یہ حدیث دلالت
کرتی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص پر گذرے جو غلہ بیچ رہا تھا آپ کو وہ غلہ
اچھا معلوم ہوا دست مبارک اُسکے اندر ڈالا تو تری معلوم ہوئی ارشاد فرمایا کہ کیا ہے
اُسنے عرض کیا کہ اسکو مینھ پہونچ گیا ہی آپ نے فرمایا کہ پھر تو نے بھیگے غلے کو اوپر کیون
نہین کر دیا تاکہ لوگ دیکھتے جو ہم کو دغا دے وہ ہم سے نہین - اور عیب کے کہدینے سے
مسلمانون کی خیر خواہی کا واجب ہونا اس روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے جب جریر رضہ سے بیعت اسلام لی تو وہ چلنے کے لیے اٹھے آپ نے اُنکا کپڑا
کھینچ لیا اور ہر مسلمان کی خیر خواہی اُنپر شرط کردی پس جریر رضہ کا دستور تھا کہ جب اسباب
بیچنے کھڑے ہوتے تو اُسکے عیب مشتری کو خوب دکھلا دیتے اور کہتے کہ اب تمکو اختیار ہی
چاہو لو چاہو نہ لو لوگون نے اُنسے کہا تم کہ اگر ایسا کروگے تو تمھاری بیع کوئی نہ پوری
ہوگی اُنھون نے فرمایا کہ ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر عہد کیا ہی
کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کرینگے - یعنی اگر اس طرح بیع نہ کرین تو خلاف عہد ہوگا اور واثلہ
بن الاسقع رضہ کھڑے تھے اور ایک آدمی اپنی اونٹنی بیچ رہا تھا مشتری نے اُسکے دام
تین سو درم بائع کو دیے واثلہ رضہ کا خیال اور طرف تھا کہ مشتری اونٹنی لیکر چلا گیا

جب انھون نے دیکھا کہ وہ چلا گیا اُسکے پیچھے دوڑے اور پکار کر پوچھنے لگے کہ تو نے یہ اونٹنی گوشت کے لیے لی ہی یا سواری کے لیے اُسنے کہا کہ سواری کے لیے خریدی ہی آپ نے فرمایا کہ اِسکے پانون مین مین نے ایک شگاف دیکھا ہی اس سے برابر سنبھل نہو سکینگی وہ واپس آیا اور اونٹنی کو بائع کے حوالہ کیا بائع نے اُسکے دام سو درم کم کر دیے اور دو اُملہ رنہ سے کہا کہ خدا تم پر رحم کرے تنے میرا معاملہ بگاڑا آپ نے فرمایا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کر چکے ہین کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کرینگے اور فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہی کہ فرماتے تھے لَا یَحِلُّ لِاَحَدٍ یَبِیْعُ بَیْعًا اِلَّا اَنْ یُّبَیِّنَ مَا فِیْہِ وَلَا یَحِلُّ لِمَنْ یَّعْلَمُ ذٰلِکَ اِلَّا بَیَّنَہٗ غرض کہ اکابر سلف نے خیر خواہی سے یہی مضمون سمجھا تھا کہ اپنے بھائی مسلمان کے لیے وہی بات پسند کرے جو اپنے لیے چاہے اور مسلمان کی خیر خواہی کو اپنے اعتقاد مین یہ نہین جانتے تھے کہ زوائد اور فضائل مین سے ہی بلکہ اُنکا اعتقاد یہ تھا کہ یہ مضمون اسلام کی شرطون مین سے اور بیعت کے اندر داخل ہی اور یہ بات اکثر خلق پر دشوار ہی اسلیے اچھے محتاط لوگ ان بکھیڑون مین نہین پڑتے اور گوشہ گزینی اختیار کر کے عبادت مخلص کرتے ہین کیونکہ لوگون مین مل جل کر اللہ تعالی کے حقوق کی بجا آوری ایک ایسا سخت اجتہاد ہی جسکو بجز صدیقون کے اور کوئی نہین کر سکتا۔ اور آدمی پر یہ امر بدون دو چیزون کے اعتقاد کیے آسان نہین ہو سکتا اول یہ سمجھنا کہ عیبون کو چھپا کر مبیع کو بیچ دینے سے کچھ روزی نہ بڑھیگی بلکہ روزی کی برکت جاتی رہیگی اور یہ متفرق پاپ جمع ہو کر ایک روز بکایک سب سرمایہ لے ڈوبیگا۔ چنانچہ کہتے ہین کہ کسی شخص کے یہان ایک گانے تھی وہ اُسکے دودھ مین پانی ملا کر بیچ ڈالتا تھا ایک دفعہ ایک سیل آئی اور وہ گائے ڈوب گئی اُسکے کسی لڑکے نے کہا کہ وہی متفرق پانی جو تم نے دودھ مین ملائے تھے دفعۃً جمع ہو گئے اور گائے کو بہا لیگئے۔ اور کہے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی اَلْبَیِّعَانِ اِذَا صَدَقَا وَنَصَحَا بُوْرِکَ لَھُمَا فِیْ بَیْعِھِمَا وَاِذَا کَتَمَا وَکَذَبَا نُزِعَتْ بَرَکَۃُ بَیْعِھِمَا اور ایک حدیث مین ہی یَدُ اللّٰہِ عَلَی الشَّرِیْکَیْنِ مَا لَمْ یَتَخَاوَنَا فَاِذَا تَخَاوَنَا وَنَا رَفَعَ یَدَہٗ عَنْھُمَا غرض کہ مال خیانت سے بڑھتا نہین جیسے خیرات سے کم نہین ہوتا اور جو شخص کہ زیادتی اور کمی کو بجز تولنے کے دوسری طرح

نہین جانتا وہ اس بات کا باور نہ کریگا لیکن جسکو معلوم ہو کہ کبھی ایک روپیہ مین وہ برکت ہوتی ہو کہ آدمی کے دین و دنیا کی سعادت کا سبب ہو جاتا ہو۔ اور کبھی اللہ تعالی ہزارون مین سے اس طرح برکت اڑا دیتا ہو کہ وہ مالک کی تباہی کے باعث ہوتے ہین یہانتک کہ تمنا کرنے لگتا ہو کہ کاش یہ ہزارون میرے پاس نہ ہوے ہوتے اور بعض اوقات مین ان باتون کو اپنے مناسب جانتا ہو تو وہ شخص ہمارے قول کے معنی سمجھتا ہو کہ واقع مین خیانت سے مال بڑھتا نہین اور صدقہ دینے سے کم نہین ہوتا دوسری بات جسکا سمجھنا ضرور ہو اس امر کے لیے کہ مضمون خیر خواہی آدمی مین کامل اور سہل ہو جاوے یہ ہو کہ جان لے کہ آخرت کا نفع اور وہان کی توانگری دنیا کے نفع سے بہتر ہو اور مال کے فوائد عمر کے پورا ہو جانے سے ہو چکتے ہین اور بندون کے حقوق اور مال کا وبال گردن پر رہتا ہو اس صورت مین عاقل آدمی کیسے پسند کریگا کہ جو چیز ادنی ہو اسکو بیوے اور اعلی چیز کو عوض مین دے اور دین کی سلامتی ظاہر ہو کہ سب چیزون سے اعلی اور بہتر ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ کلمۂ اسلام لا الہ الا اللہ ہمیشہ خلق پر سے اللہ تعالی کا غضب دور کرتا رہتا ہو جب تک کہ لوگ دنیا کے معاملہ کو آخرت پر ترجیح نہ دین۔ اور ایک روایت مین یون ہو کہ جب تک یہ پروا نہ کرین کہ دین کی سلامتی کے مقابل انکی دنیا مین سے کیا جاتا رہا اور جب ایسا کرتے ہین اور سچ لا الہ الا اللہ کہتے ہین تو اللہ تعالی فرماتا ہو کہ تم جھوٹے ہو یہ قول تم اعتقاد سے نہین کہتے ہو۔ اور ایک اور حدیث مین ہو کہ جو شخص لا الہ الا اللہ اخلاص سے کہے وہ جنت مین داخل ہوگا کسی نے عرض کیا کہ اسکا اخلاص کیا ہو فرمایا کہ اخلاص یہ ہو کہ جو چیز اللہ تعالی نے حرام فرمائی ہو اس سے اسکو بچاوے اور فرمایا مَا اٰمَنَ بِالْقُرْاٰنِ مَنِ اسْتَحَلَّ مَحَارِمَهٗ اور جو شخص یہ جان لیگا کہ یہ باتین اسکے ایمان مین مخل ہین اور تجارت اخروی کا راس المال اپنے لیے بلاشبہ ایمان ہو تو وہ شخص اپنی عمر جاوید کا سرمایہ ایسے نفع کے سبب سے کیون کھو دیگا جس سے انتفاع صرف چند روزہ ہو۔ اور بعض تابعین فرماتے ہین کہ اگر مین مسجد جامع مین جاؤن اور وہ نمازیون سے بھری ہو اور مجھسے کوئی پوچھے کہ ان سب مین بہتر کون ہو تو یہی کہون کہ جو سب سے زیادہ مسلمانون کا خیر خواہ ہو وہ سب سے اچھا ہو پھر اگر کوئی کہدے کہ

یہ شخص سب سے زیادہ خیر خواہ ہے تو کہدون کہ یہی سب مین اچھا ہو اور اگر کوئی یون پوچھے کہ نہیں بدتر کون ہے تو کہون کہ جو سب سے زیادہ لوگون سے دغا کرتا ہو اور جب کوئی بتا دے کہ یہ شخص زیادہ دغا باز ہے تو کہدون کہ یہی سب مین بُرا ہے۔ اور دغا کرنی سب معاملات مین خواہ بیع ہو یا کاریگری حرام ہے تو کاریگر کو بھی نچا ہیے کہ اپنے کام مین سستی کرے اسطرح کہ اگر خود وہی کام دوسرے کاریگر سے لے اور وہ ویسا ہی کرے جیسا اسنے کیا تو پسند نکرے بلکہ چاہیے کہ اپنا کام خوبی اور پایداری سے کردے اور اگر اوس مین کوئی برائی ہو تو اوسکو بیان کردے اسطرح کرنے سے مواخذہ سے بچا رہیگا۔ ایک شخص موچی نے ابن سالم سے پوچھا کہ اگر مین جوتیون کی بدنی کرون تو مجکو کیا کرنا چاہیے۔ فرمایا کہ دونون رخ برابر بنانا اور دہنی پوائی کو بائین سے اچھی مت کرنا اور بھرت کی چیز ایسی ڈالنا کہ پوری ہو ٹکڑے نہون اور سیون پاس پاس کرنا اور ایک پوائی کو دوسری پر مت رکھنا۔ اور اسی قسم کا سوال حضرت امام احمد بن حنبل سے کسی نے کیا تھا کہ کپڑے مین رفو ایسا ہے جو معلوم نہین ہوتا اوسکی بیع کیسی ہے فرمایا کہ بائع کو اوسکا چھپانا درست نہین ہان اگر رفو ساز یہ جانے کہ دوسرا شخص رفو دیکھنے کو مانگتا ہے اور خرید کرنا نہین چاہتا تو اوسکو درست ہے کہ رفو کا اظہار نہ کرے۔ اب اگر یہ کہو کہ جب انسان پر بیع کے عیوب کا ذکر کرنا واجب ہوا تو کبھی معاملہ نہ بنے گا تو اسکا جواب یہ ہے کہ معاملہ بننے کی صورت یہ ہے کہ تاجر آدمی ایسی ہی چیز خریدے جو عیب دار نہو اور اگر وہ فروخت نکرے تو اپنے لیے رکھ سکے پھر فروخت کی وقت تھوڑے سے نفع پر اکتفا کرے تو اللہ تعالی اوسکے مال مین برکت بھی کریگا اور دھوکا دینے کی ضرورت بھی نہ پڑیگی وقت تو یہی ہے کہ لوگ تھوڑے نفع پر قناعت نہین کرتے اور بہت بدون دغا کے ملتا نہین پس جو شخص تجارت کا ڈھنگ موافق مذکورہ بالا ڈالیگا وہ عیب دار چیز کیون خریدیگا کہ اوسکے بیان کرنے کی ضرورت ہو اور اگر اتفاق سے کوئی اس قسم کی چیز آجاوے تو اوسکے عیب کو ذکر کردینا چاہیے اور اوسکا جو دام اوٹھے اوسپر قناعت کرنی چاہیے۔ ابن سیرین رح نے ایک بکری فروخت کی اور مشتری سے کہا کہ اسمین ایک عیب ہے اوسکو بھی سن لو وہ یہ ہے کہ چارہ کو پانون سے پلٹ دیتی ہے اور حسن بن صالح نے ایک لونڈی بیچی اور مشتری سے فرمایا کہ ایک بار اسکی ناک سے ہمارے یہان خون آیا تھا۔ پس اکابر سلف کی عادت معاملات مین یہ تھی کہ ادنی بات

ذکر کر دیتے تھے اب جس شخص سے پابندی ان باتون کی نہو سکے اوسکو چاہیے کہ معاملہ کو
چھوڑ دے ورنہ عذاب اخروی اپنے اوپر ٹھان لے۔ سوم یہ کہ مقدار کو نہ چھپاوے
یہ امر ترازو کی برابری اور تولنے اور ناپنے مین احتیاط کرنے سے ہوتا ہے تو چاہیے کہ
جس طرح خود دوسرون سے لے اوسی طرح دوسرون کو دے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے
وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ وَاِذَا كَالُوْهُمْ
اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ۔ اور اس سے نجات کی صورت یہی ہے کہ دوسرون کو جھکتا دیوے
اور آپ اڑتا ہوا لیوے کیونکہ ٹھیک برابری بہت کم ہو سکتی ہے اسلیے زیادتی اوسکی مین
بچاؤ کی صورت نکل آتی ہے علاوہ ازین پورا حق لینے مین یہ احتمال بھی رہتا ہے کہ شاید
طرف ثانی کا زیادہ نہ آجاوے یا اوسکو کمتر پہونچے اسلیے تدبیر مذکورہ سے یہ احتمال بھی
نہین رہتا۔ بعض اکابر فرمایا کرتے کہ مین ایک رتی کے عوض مین اللہ تعالی سے ویل
یعنی خرابی کیون خرید کرون اسلیے جب اپنا حق لیتے تو آدھی رتی کم لیتے اور دیتے کیوقت
ایک رتی زیادہ دیتے اور فرمایا کرتے کہ خرابی ہے اوس شخص کو جو ایک رتی کے عوض
جنت بیچ ڈالے جسکا عرض آسمانون اور زمین کے برابر ہے اور نہایت خسارہ اوس
آدمی کو ہے جو طوبی بیچ کر ویل مول لے اور ان جیسی چیزون سے بچنے کے لیے جو
سلف نے نہایت تاکید کی اوسکی وجہ یہی ہے کہ یہ چیزین بندون کے حقوق مین جنسے
توبہ نہین ہو سکتی کیونکہ یہ معلوم نہین کہ کس کس کا حق رہگیا کہ وہ اکٹھی ہو جاوین اور انکو
اونکے حق دیدیے جاوین اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ وسلم نے جب کوئی چیز مول لی
تو دام تولنے والے سے فرمایا کہ زن واٰرجح یعنی دام کو وزن کر اور جھکتے تول۔ اور فضیل رح نے
اپنے بیٹے کو دیکھا کہ ایک اشرفی کو دھو رہے ہین منظور یہ تھا کہ اوسکو بھنا وین پس اوسپر جو
میل کچیل لگا تھا اوسکو صاف کیا تاکہ میل کے سبب سے اوسکا وزن زیادہ نہو فرمایا کہ بیٹا
تمھارا یہ کام دو حجون اور بیس عمرون سے بڑھکر ہے۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ مجکو
تاجر اور بائع سے بڑا تعجب ہی کہ انکی نجات کیسے ہوگی دن کو تولتے اور قسم کھاتے ہین
اور رات کو سو رہتے ہین۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند سے
فرمایا کہ اے لخت جگر جیسے سانپ دو پتھرون کے بیچ مین گھس جاتا ہے ویسے ہی خطا
دو معاملہ کرنیوالون مین گھس جاتی ہے۔ اور کسی نیک بخت نے ایک مخنث پر نماز پڑھی

اون سے کسی نے کہا کہ یہ تو بد کار تھا وہ چپ ہو رہے دوبارہ پھر وہی کہا تو اونھون نے فرمایا کہ شاید تمہاری یہ غرض ہے کہ اسکے پاس دو ترازو یا دو باٹ تھے کہ ایک سے لیتا تھا اور دوسرے سے دیتا تھا اس جواب مین اُنھون نے یہ اشارہ کیا کہ اوس کی بد کاری صرف حق اللہ تھی اور داد و ستد مین فریب کرنا حق العباد کی کوتاہی ہے اسکا معاف ہونا البتہ دور از قیاس ہے حاصل یہ کہ میزان کا معاملہ بہت شدید ہے اوس سے نجات کی صورت ایک یا آدھی رتی سے ہو سکتی ہے حضرت عبداللہ بن مسعود نے سورہ رحمن مین یون پڑھا ہے لَا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْلِّسَانِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ یعنی زبانہ ترازو کو درست رکھو کہ کمی بیشی اوسکی ذرا سے ادھر اودھر ہونے سے ہو جاتی ہے بالجملہ جو شخص کہ اپنا حق غیر سے وصول کرتا ہے کو ایک کلمہ ہی کیون نہو اور دوسرے کا حق اوسی طرح نہین ادا کرتا جیسے اپنا وصول کیا تو وہ ان آیات کے مضمون مین داخل ہے وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ الخ کیونکہ ہر چند آیتون مین کیلی چیزون مین نابرابری کو حرام فرمایا ہے مگر غرض اوس سے یہی ہے کہ عدل و انصاف کا چھوڑنا حرام ہے اور ترک عدل ہر ایک کام مین ہو سکتا ہے اور میزان عدل ہر بالغ عاقل کے افعال و اقوال مین اور دل کے وسوسون مین جاری ہے پس اگر کوئی شخص اپنے اقوال خواہ افعال وغیرہ مین عدل سے میل کریگا اوسکے لیے ویل ضرور ہوگا اور یہ عدل اگر دشوار بلکہ محال نہوتا تو اللہ تعالی یون کیون فرماتا وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بندہ اس میل سے خالی نہین کسی مین استقامت حقیقی پائی نہین جاتی مگر چونکہ میل کی درجون مین بہت فرق ہوتا ہے اسلیے بندون کا دوزخ مین ٹھہرنا اور اوس سے نجات حاصل کرنا بھی مختلف ہوگا یہان تک کہ بعض اسقدر ٹھہرینگے کہ صرف قسم سچی ہو جاوے اور کچھ بھی دیر نہ لگے اور بعضے ہزارون برس پڑے رہینگے ہم خداوند کریم سے سوال کرتے ہین کہ ہمکو استقامت قریب کردے کیونکہ ٹھیک صراط مستقیم پر استقامت نصیب ہونیکی توقع نہین کرنی چاہیے کہ وہ تو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے اگر یہ نہوتا تو جو شخص اوسپر مستقیم رہتا وہ پل صراط پر سے گذر سکتا جو جہنم کی پشت پر بنا ہے

اور اوسکی صفت بھی یہی ہے کہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے اور جو شخص دنیا مین جسقدر صراط مستقیم پر استقامت رکھتا ہوگا اوسیقدر قیامت مین پل صراط جلد گذریگا اور جو شخص غلہ مین مٹی وغیرہ ملاکر اوسکو فروخت کریگا تو وہ مطففین مین داخل ہوگا اور جو قصائی گوشت مین ایسی ہڈیان تولدیگا کہ ویسی عادۃً تولی نجاتی ہون تو اوسکا بھی یہی حال ہے اسی طرح گز سے اپنے وغیرہ کو خیال کرلینا چاہیے مثلاً بزاز جب اپ کر کپڑا مول لیتا ہے تو کپڑے کو ڈھیلا رکھتا ہے اور اوسکو خوب نہین تانتا اور بیچنے کے وقت اوسکو کھینچکر ناپتا ہے کہ کسیقدر بڑھاوے تو اسطرح کی سب باتین آدمی کو ذلیل کا مستحق کرتی ہین - چہارم یہ کہ اوسوقت کا نرخ سچ سچ کہدے اوس مین سے کچھ چھپا نرکھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقی رکبان سے منع فرمایا ہے اور اوسکی صورت یہ ہے کہ جب باہر سے کوئی قافلہ شہر مین کوئی چیز لاوے تو اوسکے شہر مین آنے کے پیشتر ہی باہر نکل کر اونکی چیز دیکھے اور شہر کا بھاؤ اون سے جھوٹا بیان کرے اسکے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ وَمَنْ تَلَقَّاهَا فَصَاحِبُ السِّلْعَةِ بِالْخِيَارِ بَعْدَ اَنْ يُقْدِمَ السُّوْقَ اور باہر جاکر اگر مول لیگا تو بیع تو منعقد ہو جاویگی مگر جس صورت مین کہ بائع کو معلوم ہوگا کہ مشتری نے بھاؤ سچ نہین کہا تھا تو اوسکو اختیار ہوگا چاہے بیع کو قائم رکھے یا مشتری سے اپنی چیز واپس کرلے اور اگر بھاؤ وہی ہو جو مشتری نے بیان کیا تھا تو اس صورت مین بائع کے لیے اختیار ثابت ہونے مین اختلاف ہے بعض علما حدیث مذکورۂ بالا کے الفاظ عام دیکھکر فرماتے ہین کہ خیار ہوگا اور بعضے اس نظر سے کہ اب کچھ فریب نہین رہا کہتے ہین کہ خیار نہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر سے بھی نہی فرمائی کہ کوئی شہر ملی دیہاتی گانون والے کی طرف سے بیع کرے اوسکی صورت یہ ہے کہ کوئی باہر کا رہنے والا شہر مین غلہ لاوے اسلیے کہ جھٹ پٹ لوگ خرید لین اور کوئی شہری اوس سے کہے کہ اس غلہ کو میرے پاس چھوڑ دے کہ جب مہنگا ہو جاویگا تو اوسکو بیچ دونگا اور اسطرح کا کرنا غلہ مین تو حرام ہے اور دوسری چیزون مین اختلاف ہے ظاہر یہ ہے کہ حرمت ہی ہو اسوجہ سے کہ نہی عام ہے اوسمین غلہ کی قید نہین اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ فی الجملہ لوگون کی تنگ کرنے کو دیر کرتا ہے حالانکہ اس شہری تنگ کرنے والے کا کچھ فائدہ نہین - اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے بخش سے بھی ممانعت فرمائی یعنی بدون قصد خریدنے کے چیز کا نرخ زیادہ کرنے سے منع فرمایا مثلاً ایک شخص بہ رغبت ایک چیز مول لیا چاہتا ہی دوسرا بائع کے سامنے ہوا اور مشتری کی نسبت کردام زیادہ کہہ دیے بدون اس بات کے کہ خود خرید کرنا چاہتا ہو بلکہ اسلیے کہ مشتری کی رغبت اور زیادہ ہو تو ایسی صورت اگر بائع کی سازش سے ہوئی ہو تب تو یہ فعل حرام ہی گو بیع منعقد ہو جاتی ہی اور اگر بائع کی سازش سے نہو تو ثبوت خیار مین اختلاف ہی بہتر یہی ہی کہ مشتری کو خیار ملے اسلیے کہ یہ فعل اسطرح کا دھوکا ہی جیسے دودھ کے جانور کا دودھ کئی وقت نہ نکالا جاوے اور اسکے تھن پھول جاوین اور فروخت کر دیا جاوے یا جیسے تلقی رکبان کی صورت اور یہ مذکور مول پس ان باتون سے منع فرمانا اسپر دلالت کرتا ہی کہ اس وقت کے نرخ کو بائع اور مشتری سے مخفیہ کرنا اور ایسی بات کو پنہان رکھنا کہ اگر انکو اطلاع ہو تو ہرگز معاملہ نہ کرین ناجائز اور داخل دغا اور حرام ہی اور جو خیر خواہی کہ مسلمان کے لیے ضروری ہی اسکے مخالف ہی چنانچہ مروی ہی کہ کوئی تابعی بصرہ مین تھے اور انکا غلام سوس مین رہا کرتا تھا اسکے پاس شکر خرید کر بھیج دیا کرتے تھے ایک بار غلام مذکور نے انکو لکھا کہ اس برس گنے مین آفت پڑ گئی ہی تم شکر مول لے لینا انھون نے بہت سی شکر مول لی اور فروخت کے وقت تیس ہزار درم کا نفع ہوا جب گھر کو پھر کر آنے تو رات بھر سوچا کیے کہ مین نے تیس ہزار کمائے اور ایک مسلمان کی خیر خواہی کا خسارہ ہوا صبح کو اٹھ کر شکر کے بائع کے پاس گئے تیس ہزار اسکے حوالہ کیے اور فرمایا کہ یہ تمھارے ہین خدائے تعالی تمکو انمین برکت کرے اسنے سوال کیا کہ یہ میرے کسطرح ہوے فرمایا کہ مین نے تمسے اصل حال نہین کہا تھا جس وقت مین نے شکر خریدی تھی اسوقت نرخ گران ہو گیا تھا اسنے کہا کہ خیر اب تو آپ نے مجکو اطلاع کر دی مین نے یہ روپیہ آپ کو حلال کیا اسوقت اسکو گھر لے آنے اور رات بھر بیداری اور فکر مین رہے کہ مین نے اسکی خیر خواہی نہین کی شاید اسنے شرما کر مجھے دے دیے ہون صبح کو تڑکے سے بائع کے پاس گئے اور فرمایا کہ خدائے تعالی تم سے درگذر کرے یہ اپنا مال مجھسے لے لو میرے دل کی خوشی اسی مین زیادہ ہی اسنے روپیہ واپس لے لیا۔ غرض کہ ان مناہی اور اخبار سے یہی معلوم ہوتا ہی کہ آدمی کو جائز نہین کہ چیز والے کی غفلت پا کر بائع سے نرخ کے گران ہونے کا حال مشتری سے

نرخ کی ارزانی کا حال چھپا رکھے اور اگر ایسا کریگا تو عدل اور مسلمانون کی خیر خواہی کا تارک ہوگا اور جب کسی چیز کو نفع پر بیچے تو چاہیے کہ وہ چیز جتنے مین پڑی ہو سچ سچ بیان کردے اور یہ بھی واجب ہے کہ عقد کے بعد جو کچھ اسمین عیب یا نقصان ہوگیا ہو اسکو بیان کردے اسی طرح اگر چیز ادھار لی ہو تو اسکا بھی ذکر چاہیے اور اگر اپنے دوست خواہ ترکے سے خریدی ہو اور انکی مروت کے سبب سے کچھ زیادہ دام دیا ہو تو وہ مشتری سے کہدے کیونکہ مشتری کو تو یہی اعتماد ہے کہ اسنے جو چیز لی ہوگی خوب ٹھوک بجاکر لی ہوگی اور کوئی دقیقہ نہین چھوڑا ہوگا پس اگر کسی وجہ سے کوئی دقیقہ چھوٹ گیا ہو تو اسکی اطلاع مشتری کو کردینی چاہیے کہ وہ اسی کی ایمان داری پر اعتماد رکھتا ہے

چوتھی فصل معاملہ مین احسان کرنے کے بیان مین - واضح ہو کہ اللہ تعالی نے عدل اور احسان دونون کا حکم فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ اور عدل صرف نجات کا سبب ہے اور اسکا حال ایسا ہے جیسے تجارت مین سرمایے کا بچ رہنا اور احسان باعث سعادت اخروی کے حاصل ہونے کا ہے اسکو ایسا جاننا چاہیے جیسے تجارت مین نفع ہوتا ہے تو جو شخص دنیا کے معاملون مین صرف اصل قیمت پر اکتفا کرے اور نفع کا طالب نہو وہ عاقل نہین شمار ہوتا اسی طرح معاملات اخروی مین بھی صرف عدل پر اور ظلم کے ترک پر کفایت کرنی اور احسان سے سروکار نہ رکھنا دیانت کے مناسب نہین حالانکہ اللہ تعالی فرماتا ہے اَحْسِنْ کَمَا اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْکَ اور فرمایا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ اور احسان سے ہماری غرض یہ ہے کہ آدمی وہ کام کرے جس سے اہل معاملہ کو نفع ہو اور وہ کام اسپر واجب نہو بلکہ صرف اپنی طرف سے سلوک کے طور پر ہو کیونکہ جو باتین کرنی واجب ہین وہ عدل اور ترک ظلم مین داخل ہین جنکا بیان ہم لکھ چکے اور احسان کا رتبہ چھ باتون مین سے ایک کے بجالانے سے حاصل ہوتا ہے

اول یہ کہ دوسرے کو اتنا نقصان نہ دے جو عادۃً نہ دیا جاتا ہو اور کچھ نہ کچھ نقصان کی تو اجازت ہے اسلیے کہ بیع نفع کے لیے ہوتی ہے اور نفع بدون کسی قدر زیادہ لینے کے ممکن نہین تو اس زیادہ لینے مین لحاظ رکھنا چاہیے کہ عادت سے زیادہ نہو جاوے کیونکہ مشتری جو عادت سے زیادہ نفع دیگا تو دو حال سے خالی نہین یا اسکی طبیعت اس شے پر زیادہ راغب ہوگی یا اسکی حاجت زیادہ رکھتا ہوگا اس صورت مین

اگر بالغ زیادہ نفع کے قبول کرنے سے باز رہیگا تو یہ امر اسکی طرف سے احسان ہوگا ورنہ اگر شائبہ دغا نہو تو زیادہ نفع لے لینا ظلم نہین - اور بعض علما کی راے یہ ہی کہ قیمت کی تہائی سے زائد اگر نفع لیگا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ بعد معلوم ہونے کے چیز واپس کر دے مگر ہماری یہ راے نہین بلکہ ہم یہ کہتے ہین کہ نفع کم کرکے لینا داخل احسان ہی - کہتے ہین کہ یونس بن عبید کے پاس مختلف قیمت کے حلّہ تھے کوئی چار سو کا کوئی دو سو کا اور علی ہذا القیاس ہر قسم کے تھے وہ اٹھ کر نماز کو گئے اور اپنے بھتیجے کو دوکان پر چھوڑ گئے ایک اعرابی آیا اور اسنے ایک حلّہ چار سو کا مانگا اُنکے بھتیجے نے دو سو والے حلون مین سے اسکو دکھلایا اسنے پسند کرکے بخوشی چار سو دے دیے اور اسکو ہاتھ پر دھرے ہوے جاتا تھا کہ رستہ مین یونس بن عبید ملے اور اپنا حلّہ پہچان لیا اور اعرابی سے پوچھا کہ کتنے کو خریدا اسنے کہا کہ چار سو کو فرمایا کہ دو سو سے زیادہ کا نہین چل کر پھیر دے اسنے کہا کہ یہ ہمارے شہر مین پانسو کا مال ہی اور مین نے اپنی خوشی سے اسکو پسند کرکے چار سو دیے ہین اُنھون نے فرمایا کہ پھر چل کہ دین مین خیر خواہی دینا اور مافیہا سے بہتر ہی چنانچہ اُسکو دکان پر بٹھاے گئے اور دو سو درم اُسکو پھیر دیے اور اپنے بھتیجے سے لڑنے لگے اور فرمانے لگے کہ تجکو شرم نہ آئی اور خداے تعالی سے خوف نہ کیا اتنا نفع لیتا ہی اور مسلمانون کی خیر خواہی کو چھوڑتا ہی اسنے کہا کہ یہ تو خود اتنے پر راضی ہوگیا تھا فرمایا کہ پھر تونے اسکے لیے وہ امر کیون نہ پسند کیا جو اپنے نفس کے لیے پسند کرتا - اور یہی بات اگر بھاؤ کو چھپاکر دغا سے ہوتی تو وہ از قسم ظلم تھی جس کا ذکر گذر چکا اور حدیث مین ہی کہ غِشُّ الْمُسْلِمِ حَرَامٌ یعنی جو شخص اپنے اوپر اعتماد کرکے اسکو دھوکا دینا حرام ہی اور زبیر بن عدی فرمایا کرتے کہ مین نے اٹھارہ صحابی ایسے دیکھے ہین کہ انکو ایک درم کا گوشت بھی اچھی طرح خریدنا نہ آتا تھا تو ایسے بھولے لوگون کو نقصان دینا اور اُنکے ساتھ دھوکا کرنا ظلم ہی اور بدون دھوکا دینے کے ترک احسان ہی اور زیادہ نفع لینے مین کسی قسم کا دھوکا یا وقت کے بھاؤ کا چھپانا کسر ہو کرتا ہی بلکہ احسان کی صورت یہ ہی دوسری سفطی رح سے مروی ہی کہ اُنھون نے ایک بورہ یا دامون کا ساٹھ دینار کو لیا اور اپنے روزنامچہ مین اُسکا نفع تین دینار لکھ لیے یعنی دس دینار پر آدھا دینار نفع کا لگا لیا پھر بادامون کا بھاؤ چڑھ گیا

رح
نقصان دینا
جس شخص
جس اعتماد کرکے
حرام ہی
دین مین
بھولی بھالی
جاہل بیوقوف
لڑکی انجمن
حرام کیا جا
ہوا ہی ۱۲

اور ایک بورہ نوے دینار کو بکنے لگا آپ کے پاس ایک دلال آیا اور بادام کا بورہ طلب کیا فرمایا کہ لے لو اُسنے پوچھا کہ کتنے کو آپ نے فرمایا کہ ترسٹھ دینار کو دلال بھی نیک بخت تھا اُسنے کہا کہ بھاؤ اب نوے کا ہی آپ نے فرمایا کہ مین نے جو عہد کیا ہی اُس سے زیادہ نہ لونگا مین تو ترسٹھ ہی کو فروخت کرونگا دلال نے کہا کہ مین نے بھی خدائے تعالی سے عہد کیا ہی کہ کسی مسلمان کو نقصان نہ دونگا مین نوے ہی کو لونگا راوی کہتا ہی کہ نہ سری رح نے نوے کو بیچا اور نہ دلال نے ترسٹھ کو مول لیا تو یہ امر دونون طرف سے احسان تھا کہ حقیقت حال جانتے تھے۔ اور کہتے ہین کہ محمد بن منکدر کے پاس چھ کچھ پانچ روپیہ کے مول کے اور کچھ دس کے اُنکے غلام نے اُنکی غیبت مین پانچ کا چھ دس کو بیچدیا جب اُنکو معلوم ہوا تو تمام دن مشتری کو ڈھونڈھتے پھرے آخر اُس سے ملاقات ہوئی فرمایا کہ غلام نے غلطی سے پانچ کی چیز دس کو بیچ ڈالی اُسنے کہا کہ کچھ مضائقہ نہین مین راضی ہون آپ نے فرمایا کہ تم تو راضی ہو مگر ہم تمھارے لیے وہی بات پسند کرتے ہین جو اپنے لیے کرتے ہین تم تین باتون مین سے ایک کردیا تو دس والا چھ لے لو یا پانچ روپیہ اپنے واپس کرلو یا ہماری چیز ہمکو دے دو اور اپنے دام پھیر لو اُسنے کہا کہ مجکو پانچ روپیہ پھیر دو آپ نے پانچ ہتا دیے وہ مشتری اُنکو لیکر چلا اور لوگون سے پوچھنے لگا کہ یہ کون شخص ہین کسی نے کہا کہ محمد بن المنکدر ہین اُسنے کہا لا الہ الا اللہ انھین کی بدولت قحط سالی مین ہم پر بارش ہوتی ہی۔ غرض کہ احسان اسی کا نام ہی کہ جس جگہ مین جس چیز پر جتنا نفع لینے کی عادت ہو مثلاً دس پر ایک روپیہ نفع اور کم و بیش اُس سے زیادہ نفع نہ لیوے اور جو شخص تھوڑے سے نفع پر قناعت کرتا ہی اُسکے معاملات بہت ہوتے ہین اور کثرت معاملات سے اُسکو فائدہ بھی بہت ہوتا ہی اور اسی وجہ سے برکت معلوم ہوتی ہی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفہ کے بازار مین دُرہ لیے پھرا کرتے اور فرمایا کرتے کہ اے سوداگرو اپنا حق لو اور دوسرون کا حق دو اس سے تم بچے رہوگے اور تھوڑے نفع کو مت پھیر دو نہ بہت سے محروم رہوگے۔ اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رض سے کسی نے پوچھا کہ آپ کی دولت بڑھنے کا کیا سبب ہی فرمایا کہ تین باتین ہین اول یہ کہ نفع کو مین نے کبھی نہین پھیرا یعنی تھوڑا سا نفع بھی ملا تو چیز بیچ دی دوم یہ کہ جب مجھسے جانور کسی نے مانگا مین نے اُسکے بیچنے مین تامل نہین کیا

سوم یہ کہ کبھی آدھا نہین بیچا اور کہتے ہین کہ آپ نے ایکبار ہزار اونٹیان بیچین اور انمین صرف انکی رسیان نفع مین بیچ رہین ہر ایک رسی کو ایک ایک درم بیچ دیا تو ہزار درم فائدہ ہوا اور ہزار اُس روز کی خوراک مین سے بچ رہے اسطرح دو ہزار مل گئے۔

دوم اپنے آپ کسر اُٹھانی یعنی اگر مشتری کسی ضعیف یا مفلس سے کوئی چیز خریدکر تو اِسکا مضائقہ نہین کہ خود کچھ نقصان اُٹھاوے اور تسامح کرجاوے کہ اس وجہ سے اُس بیچارہ پر احسان ہوگا اور مشتری اس حدیث کے مضمون کا مصداق ہوجاویگا رَحِمَ اللّٰہُ سَھْلَ الْبَیْعِ سَھْلَ الشِّرَآءِ ہان جس صورت مین کہ کسی لدار سے خرید کرے جو نفع اپنی حاجت سے زیادہ لیتا ہو تو اُسکے ساتھ درگذر کرنا اچھا نہین بلکہ مذموم ہے بدون ثواب کے اور بدون اس بات کے کہ کوئی اُسکو اچھا کہے چنانچہ ایک حدیث شریف مین جو بطریق اہل بیت علیہم السلام مروی ہے وارد ہے اَلْمَغْبُوْنُ فِی الشِّرَآءِ لَا مَحْمُوْدٌ وَّلَا مَاْجُوْرٌ اور ایاس بن معاویہ بن قرہ جو بصرہ کے قاضی اور تابعین مین سے بڑے ہوشیار تھے فرمایا کرتے تھے کہ نہ تو مین مکار ہون اور نہ کوئی مکار مجھے گھٹی دے سکتا ہے اور ابن سیرین کو بھی کوئی جُل نہین دے سکتا مگر حسن بصری اور میرے باپ دونون مین آجاتے ہین اور کسر کھا بیٹھتے ہین۔ اور کمال یہ ہے کہ نہ خود دوسرے کو گھٹی دے نہ دوسرے سے گھٹی کھاوے جیسے بعضون نے حضرت عمر رضہ کی تعریف مین کہا ہے کہ آپ کا کرم اس بات کا مقتضی نہ تھا کہ دوسرے کو فریب دین اور نہ عقل اس بات کی مقتضی کہ دوسرے سے فریب کھاوین۔ اور حضرات حسنین علیہما السلام اور دوسرے سلف کے اچھے لوگ خریدنے کے وقت خوب مبالغہ کرتے اور ذرا سی چیز کے لیے بہت سا جھگڑتے مگر دینے کے وقت بہت سا مال دے ڈالتے کسی نے اُنکی خدمت مین عرض کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ خریدنے مین آپ اتنا مبالغہ ادنی چیزون مین کرتے ہین اور دینے کے وقت بہت کچھ بے تامل دے ڈالتے ہین فرمایا کہ دینے والا اپنی فضیلت دیتا ہے جس قدر دیگا اُسی قدر اُسکی فضیلت معلوم ہوگی اور بیع مین گھٹی کھانے والا اپنی عقل کم کرتا ہے یعنی گھٹی کھانا عقل کا خلل ہے۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین اپنی عقل اور بصیرت کو جُل دیتا ہون مگر یہ نہین کرتا کہ دوسرا کوئی میری عقل کو گھٹی دے دے یعنی جب مین یہ کرتا ہون تو خدائے تعالی کے لیے دیتا ہون اور اُس سے کچھ زیادہ نہین درخواست کرتا۔ سوم من ابواب ربع

قرضون کے وصول کرنے مین احسان تین طرح سے ہو سکتا ہی اول کسی قدر چھوڑ دینے سے
دوسرے کچھ مدت اور مہلت کے بعد وصول کرنے سے سوم کھرے دامون کے لینے مین
سہولت برتنے سے اور یہ تینون باتین مستحب ہین اور انپر ترغیب شرعاً وارد ہی
چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین رَحِمَ اللّٰہُ سَہْلَ الْبَیْعِ سَہْلَ الشِّرَاءِ سَہْلَ
الْقَضَاءِ سَہْلَ الْاِقْتِضَاءِ تو آدمی کو چاہیے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی
دعا مین داخل ہو جانے کو غنیمت جانے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا اَنْظَرَ مُعْسِرًا اَوْ تَرَکَ لَہٗ حَاسَبَہُ اللّٰہُ حِسَابًا یَسِیْرًا اور ایک روایت مین
یہ ہی اَظَلَّہُ اللّٰہُ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِہٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّہٗ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ وہ گناہگار تھا اُسکا حساب ہوا تو کوئی نیکی نہ پائی گئی
اُس سے پوچھا گیا کہ تو نے کبھی کوئی نیکی کی ہی اُسنے عرض کیا کہ کبھی نہین لیکن ایک
بات یہ ہی کہ مین لوگون کو قرض دیا کرتا تھا اور اپنے نوکرون سے کہہ دیتا تھا کہ تو انگرون
سے چشم پوشی کرو اور مفلسون کو مہلت دو اور ایک روایت یون ہی کہ مفلسون سے
درگذر کرو اللہ تعالیٰ نے اُسکو ارشاد فرمایا کہ تیری نسبت کہ ہم ان باتون کے زیادہ
لائق ہین پس اُس سے درگذر کی اور اُسکو بخش دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ارشاد فرماتے ہین کہ جو شخص قرض دے کسی مدت تک تو اُسکو اُس میعاد تک ہر روز
خیرات کا ثواب ہوگا اور جب میعاد گذر جاوے اور وہ شخص پھر مدیون کو مہلت دے دے
تو اُسکو ہر روز قرض کی برابر خیرات کرنے کا ثواب ہوگا۔ اور بعض اکابر اسی حدیث
کے مضمون کی جہت سے یہ بات اچھی نہ جانتے تھے کہ مدیون اُنکا قرض ادا کر دے
اسلیے کہ جب تک قرض ذمہ پر رہیگا تو دینے والے کو اتنا ہی روپیہ ہر روز خیرات کرنے کا
ثواب ملتا رہیگا۔ اور ایک حدیث شریف مین ارشاد فرمایا کہ مین نے جنت کے دروازہ
لکھا دیکھا ہی کہ صدقہ کا ثواب دس گنا ہی اور قرض کا اٹھارہ گنا اسکی وجہ بعضون نے
یہ بیان کی ہی کہ صدقہ محتاج اور غیر محتاج دونون کے ہاتھ مین پڑتا ہی اور
قرض مانگنے کی ذلت بغیر محتاج کے اور کوئی برداشت نہین کریگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اپنا قرض دوسرے سے لینے کے لیئے اُسکے
پیچھے جا رہا ہی تو اپنے دست مبارک سے قرضخواہ کو اشارہ کیا کہ آدھا چھوڑ دے اُسنے

ویسا ہی کیا پھر آپ نے قرضدار کو فرمایا کہ اب جا اور اسکو ادا کر دے۔ اور جو شخص کہ مشتری کے ہاتھ کوئی چیز بیچے اور اسکے دام اُس وقت نہ لیوے اور نہ اُسپر تقاضا کرے تو وہ بھی ایسا ہی ہے جیسے قرض دینے والا ہوتا ہے۔ اور کہتے ہین کہ حضرت حسن بصری رح نے ایک خچر چار سو درم کو بیچا جب مشتری کے ذمہ پر ثمن واجب ہو گیا تو اُسنے عرض کیا کہ اے ابو سعید کچھ رعایت فرمایئے آپ نے فرمایا کہ مین نے سو درم تجھکو چھوڑ دیے اُسنے عرض کیا کہ آپ اب کچھ احسان کرین فرمایا کہ سو درم مین نے اور تجکو معاف کیے عرض کیا کہ دو سو درم باقی کے اُس سے لے لیے کسی نے عرض کیا کہ یہ تو نصف ثمن رہ گیا فرمایا کہ احسان ہو تو اسی طرح ہونا چاہیے نہین تو نہین۔ اور ایک خبر مین یون وارد ہے کہ اپنا حق پورا ہو یا نہو عفت کے ساتھ لو کہ خدائے تعالی تمسے محاسبہ سہولت سے لیگا۔

چہارم قرض کے ادا کرنے مین احسان کی صورت یہ ہے کہ حقدار کا حق اُسکے پاس پہونچاوے یہ نہو کہ اُسکو تقاضا کے لیے تکلیف کرنی پڑے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین خَيْرُكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً یعنی تم مین بہتر وہ ہے جو ادا اچھی طرح کرے اور جب قرض ادا کرنے کا مقدور ہو جاوے تو چاہیے کہ جلدی کرے گو وقت سے پیشتر ہو اور جس طرح کا دینا شرط ہوا ہو اُس سے بہت عمدہ دیوے اور اگر ادا سے عاجز ہو تو نیت یہی رہے کہ جب میرے پاس ہوگا اُسی وقت ادا کرونگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو شخص قرض لے اور اُسکی نیت مین یہ ہو کہ جس وقت پاؤنگا ادا کرونگا تو اللہ تعالی اُسپر فرشتے مقرر کر دیتا ہے کہ اُسکی حفاظت کرین اور اُسکے لیے دعا مانگین یہان تک کہ وہ قرض ادا کر چکے۔ اور کچھ لوگ سلف کے بدون ضرورت بھی اس حدیث کے مضمون سے واقف ہو کر قرض لیا کرتے تھے۔ اور جب کوئی حقدار گفتگو سخت کرے تو اُسکو برداشت کرنا چاہیے اور اُسکے ساتھ نرمی سے پیش آنا چاہیے کہ اسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا ہے چنانچہ مروی ہے کہ ایک بار ایک قرض خواہ میعاد گذرنے پر آپ کی خدمت مین آیا اور جب تک اُسکے قرض کے ادا کی نوبت پہونچی تو اُسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین الفاظ سخت کہنے شروع کیے صحابہ نے اُسکو تنبیہ کرنا چاہا آپ نے فرمایا کہ جانے دو حق والا کہا ہی کرتا ہے۔ اور جب قرض خواہ اور قرض دار مین گفتگو آپڑے تو تیسرے شخص کو چاہیے کہ قرضدار کی طرف داری کرے

کرے اسلیے کہ قرض دینے والا جو قرض دیتا ہی تو جو روپیہ اُسکی حاجت سے زائد ہوتا ہی وہ دیتا ہی اور قرض دار اپنی حاجت کے لیے قرض لیتا ہی اسلیے حاجتمند کی رعایت مناسب ہی اسی طرح بائع و مشتری کے تصفیہ مین مشتری کی جانب زیادہ ملحوظ رہنی چاہیے کیونکہ بائع مبیع سے بے غرض ہو کر اُسکو فروخت کرتا ہی اور مشتری کو اُسکی حاجت ہی ہان جس صورت مین کہ قرض دار حد سے تجاوز کرے تو اس صورت مین اُسکی اعانت ایسی طرح کرنی چاہیے کہ وہ تعدی سے باز آوے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا یعنی مدد کر اپنے بھائی کی خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم کسی نے عرض کیا کہ ظالم ہونے کی صورت مین اُسکی مدد کیسے کرین فرمایا کہ اُسکو ظلم سے منع کرنا ہی اُسکی مدد ہی پنجم یہ کہ جو شخص بیع کو پھیرنا چاہے تو اُسکو منظور کرلے اسلیے کہ پھیر یگا وہی شخص جو بیع سے نادم ہوگا اور اپنے حق مین اُسکو مضر سمجھیگا تو آدمی کو نہ چاہیے کہ اپنے واسطے ایسی بات پسند کرے جو اپنے بھائی کے ضرر کا باعث ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنْ اَقَالَ نَادِمًا صَفْقَتَهٗ اَقَالَ اللّٰهُ عَثْرَتَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یا اور لفظون سے آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہی ششم یہ کہ اُدھار دے تو فقیرون کو دے اور معاملہ کرنے کے وقت نیت کرلے کہ اگر انکو دسترس نہوگی تو اُنسے مطالبہ نہ کرونگا چنانچہ سلف کے نیک بندون تجارت پیشون کے یہان دو بہیان رہتی تھین ایک کا عنوان کچھ نہوتا تھا اور اُسمین ایسے لوگون کے نام لکھے رہتے تھے جو گمنام ضعیف اور فقیر ہوتے تھے یعنی جس وقت کوئی فقیر اُنکی دوکان پر آیا اور غلہ یا میوہ کو اُسکا دل راغب ہوا اور اُسنے کہا کہ مثلاً مجکو اڑھائی سیر کی اسمین سے ضرورت ہی مگر میرے پاس دام نہین تو وہ بزرگ کہہ دیتے کہ لے جاو اور جب تمھارے پاس ہو تب دام دے جانا اور اُسکا نام اُس بہی مین لکھ دیتے اور سلف مین ایسے تاجرون کو بھی نیک نہ جانتے تھے بلکہ نیک اُسکو تصور کرتے تھے کہ فقیر کا نام ہی دفتر مین نہ لکھے اور نہ اُسکے ذمہ دام قرض کرے بلکہ یون کہے جتنا تجکو درکار ہی لے جا اگر تیرے پاس ہوجاوے تو دام دے دینا ورنہ یہ چیز تجکو حلال کردی - غرض کہ اگلے لوگون کی تجارت کے طریق یہ تھے وہ سب اٹھ گئے جو اِنپر اسوقت مین قائم ہو گویا وہ اُس طریق کو زندہ کریگا - بالجملہ تجارت مردون کے حق مین ایک کسوٹی ہی کہ اُس سے اُنکا دین اور تقوی آزمایا جاتا ہی اور اسی لیے کسی نے

ایک قطعہ کہا ہے جسکا مضمون یہ ہے قطعہ

گو آدمی کے جامہ مین پیوند ہو لگا ٭	ما تحتے پہ اوسکے گھٹا ہوا اور ساق پر ازار
اِن باتون سے فریب مین اوسکے نہ آیو	جب تک کہ نال سے نکروا وسکا اختبار

اور اسی لیے کہا کرتے ہین کہ جب حالت اقامت مین آدمی کے ہمسایہ اوسکی ثنا کرین اور سفر مین اوسکے رفیق مدح خوان ہون اور بازارون مین اہل معاملہ اوس سے راضی ہین اور اچھا کہین تو اوسکی نیکبختی مین کچھ شک نہ کرنا چاہیے اور حضرت عمر رضہ کے سامنے ایک گواہ آیا آپ نے اوسکو ارشاد فرمایا کہ ایسے شخص کو میرے پاس لا جو تجکو پہچانتا ہو وہ ایک شخص کو بلا لایا اوسنے آکر اوسکی تعریف کی آپ نے اوس سے سوال کیا کہ تو کیا اسکے قریب رہتا ہے کہ اسکو آتے جاتے دیکھتا ہو اوسنے عرض کیا کہ یہ تو نہین ہوا پھر پوچھا کہ تو کسی سفر مین اسکے ساتھ رہا ہے کہ سفر مین مکارم اخلاق معلوم ہوجایا کرتے ہین اوسنے عرض کیا کہ یہ بھی نہین ہوا پھر آپ نے سوال کیا کہ تو نے اس سے کبھی روپیہ اشرفی کا معاملہ کیا ہے جس سے آدمی کی پرہیزگاری معلوم ہوا کرتی ہے اوسنے کہا کہ یہ بھی نہین ہوا آپ نے فرمایا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو نے اسکو مسجد مین کھڑا دیکھا ہے کہ قران کو آواز بنا کر پڑھتا ہوگا اور اپنا سر کبھی نیچے کرتا ہوگا کبھی اوپر اوسنے عرض کیا کہ بیشک یون ہی ہوا ہے آپنے فرمایا کہ تو جا اسکو تو نہین پہچانتا اور اوس گواہ سے فرمایا کہ تو جا کر دوسرے شخص کو لا جو تجکو پہچانتا ہو غرض کہ پہچاننے کی صورتین یہی

تین باتین ہوا کرتی ہین

پانچوین فصل اس بات کے بیان مین کہ جو باتین خاص تاجر کے لیے ہین اور اوسکی آخرت مین کارآمد ہین اون مین اوسکو اپنے دین کا خوف کرنا چاہیے یعنی ہر ایک امر مین دین کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ تاجر کو نہ چاہیے کہ معاش مین پڑکر معاد سے غافل ہوجاوے اور اپنی عمر اس وجہ سے برباد کرے اور تجارت مین گھٹی اوٹھاوے اور یہ آخرت کی گھٹی ایسی نہین کہ نفع دنیاوی سے پوری ہوسکے تو ایسے معاملات کرنے سے اون لوگونمین سے ہوجاویگا کہ آخرت کو بیچ کر دنیا کی زندگی خریدین بلکہ عاقل آدمی کو چاہیے کہ اپنے نفس پر ترس کھاوے اور ترس کھانے کی صورت یہ ہے کہ راس المال بچاوے اور آدمی کا راس المال اوسکا دین ہے اوسکی تجارت کرتا ہے۔ کسی بزرگ کا قول ہے کہ عاقل کے لیے سب سے زیادہ

شایان وہ چیز ہے جسکی حاجت اوسکو سردست سب سے زیادہ ہو اور جس چیز کی حاجت سب سے زیادہ بالفعل ہے وہ یہ ہے کہ آگے کو اوسکا انجام بہتر ہو۔ اور حضرت معاذ بن جبل رض نے اپنی وصیت مین ارشاد فرمایا ہے کہ دنیا مین کوئی حصہ تیرا ضروری ہے مگر تجکو اپنی آخرت کے حصہ کی زیادہ حاجت ہے تو شروع اوسی سے کر اور اول آخرت کا حصہ لے کہ دنیا کا حصہ تو وصول ہی ہوگا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا اس سے یہ غرض ہے کہ دنیا مین سے اپنے آخرت کے حصہ کو مت بھولنا کہ دنیا مزرعۂ آخرت ہے اور حسنات اوسی سے حاصل ہوتی ہین۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ تاجر کو اپنے دین کا خیال رکھنا سات باتون کی رعایت سے پورا ہوتا ہے اول ابتداء تجارت مین نیت اور عقیدہ کو درست رکھنا کہ تجارت سے یہ نیت کرے کہ سوال کی ضرورت نہ پڑے اور لوگون کا دست نگر نہو بلکہ حلال کی کمائی سے اون سے غنی ہو جاوے اور اپنے مال سے اپنے دین پر مدد لیوے اور اہل وعیال کے حقوق ادا کرے تاکہ مال سے جہاد کرنے والون کے زمرہ مین داخل ہو اور چاہیے کہ سب مسلمانون کی خیر خواہی کی نیت کرے اور دوسرون کے لیے وہی بات پسند کرے جو اپنے لیے چاہتا ہو۔ اور یہ نیت کرے کہ اپنے معاملہ مین عدل اور احسان کے طریق کی پیروی کرونگا جس صورت سے کہ ہمنے پیشتر ذکر کیا۔ اور یہ نیت کرے کہ بازار مین جو چیز دیکھونگا اوس مین اچھی بات کی حکم کرنے اور بری بات سے منع کرنے مین درگذر نکرونگا۔ جب اس طرح کے عقائد اور نیتین دل مین رکھیگا تو طریق آخرت کا عامل ہوگا اگر اس صورت مین کچھ مال ملجاویگا تو نفع ہے اور اگر دنیا کا کچھ نقصان ہوگا تو آخرت مین فائدہ اوٹھائیگا۔

دوم یہ کہ اپنی صنعت یا تجارت مین رہنے سے یہ قصد کرے کہ ایک فرض کفایہ ادا کرتا ہون کیونکہ اگر صنعتین اور تجارتین بالکل چھوڑ دیجاوین تو معاش کے کارخانے جاتے رہین اور اکثر لوگ تباہ ہو جاوین کہ سب کا انتظام سب کی معاونت سی ہو رہا ہے اور اس سے کہ ایک ایک فریق ایک ایک کام کا ذمہ دار ہے اگر سب کے سب ایک ہی صنعت کرنے لگین تو اور صنعتین چھوٹ جائین اور سبکے سب ہلاک ہو جائین اور بعض شخصون نے حدیث شریف اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَةٌ کو اسی بات پر حمل کیا ہے کہ اختلاف سے غرض جدا جدا صنعتون اور حرفون کے قصد کرنے سے ہے۔ پھر صنعتون مین بعض تو نہایت کارآمد ہین

اور بعض ضروری نہین کہ انجام کو آرام طلبی اور زینت دنیاوی اونسے ہوتی ہے تو آدمی کو چاہیے کہ ایسی صنعت اختیار کرے جس سے مسلمانون کا فائدہ ہو اور دین مین ضروری اور جو پیشے کہ ظاہری زینت کی ہین اونسے احتراز کرے مثلاً نقش و نگار کرنا اور سادہ کاری اور زرگری اور چونہ سے استرکاری وغیرہ اس قسم کی چیزون کو دیندارون نے مکروہ سمجھا ہے اور لہو کی چیزین اور آلات جنکا استعمال حرام ہے اونکے بنانے سے اجتناب کرنا ترک ظلم مین داخل ہے اور انھین چیزون مین یہ بھی ہے کہ ریشم کی قبا مردون کے لیے سیسے یا سونا رسونے کی انگوٹھی وغیرہ مردون کے لیے بنادے کہ یہ سب گناہ ہین اور انپر مزدوری حرام ہے اور اسی وجہ سے ہم ایسے زیورون پر زکوۃ واجب کہتے ہین گو زیور نہ ہمارے نزدیک زکوۃ واجب نہین کیونکہ جب وہ مردون کے لیے مقصود ہوئے تو حرام ٹھہرے اور جب تک عورتون کے لیے اونکے بنانے کی نیت نہوگی تب تک وہ زیور مباح نہونگے غرضکہ زیورون کا حکم نیت سے ہوتا ہے اگر مردون کے لیے ہونگے تو حرام اور موجب زکوۃ ہین اور عورتون کے لیے ہونے سے مباح ہونگے - اور یہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہین کہ غلہ کا بیچنا اور کفن بیچنا مکروہ ہے اسلیے کہ کفن فروش کو لوگون کے مرنے کی تاک رہتی ہے اور غلہ فروش کو نرخ کے گران ہونیکی - اور قصائی کا پیشہ مکروہ ہے اس نظر کہ دل کی سختی کا موجب ہے اور پچھنے لگانا اور پاخانہ کمانا مکروہ ہے کہ ان دونون پیشون مین نجاست کا اختلاط اکثر رہتا ہے اور یہی حال چمڑے پکانے کا ہے یا جو ایسا ہی کام ہو - اور حضرت ابن سیرین رح نے دلالی کو مکروہ فرمایا ہے اور قتادہ رض نے دلال کی اجرت کو مکروہ سمجھا ہے اور غالباً اسکی وجہ یہ ہے کہ دلال جھوٹ بولنے اور اسباب کی تعریف مین مبالغہ کرنے کی پروا کم کیا کرتا ہے اوسکو غرض مال کی نکاسی سے ہوتی ہے اور ایک وجہ یہ ہے کہ اس پیشہ مین کام معین نہین ہوتا کبھی کم ہوتا ہے کبھی زیادہ اور اجرت مین کام کی مقدار پر لحاظ نہین ہوتا بلکہ مال کی قیمت دیکھی جاتی ہے اور روپیہ پیچھے کچھ اجرت قرار پاتی ہے عادت اسی طرح ہو رہی ہے حالانکہ یہ ظلم ہے اجرت اسطرح ہونی چاہیے کہ مقدار محنت دلال کے اعتبار سے ہو - اور بعض لوگون نے تجارت کے لیے جاندار کے خریدنے کو مکروہ کہا ہے اس نظر سے کہ مشتری کو حکم الہی برا معلوم ہوتا ہے یعنی جانور کا مرجانا جو حکم خدا سے ہوتا ہے اوسکو اچھا نہین معلوم ہوتا اور کہتے ہین کہ

کہ جانداروں کو فروخت کرے اور بے جان کی چیزیں مول لے۔ اور منجملہ مکروہ چیزوں کے صرافی ہے اسلیے کہ اوس میں سود کے دقائق سے بچنا دشوار ہے اور نیز اون چیزوں میں دقیق صفتیں تلاش کرنی پڑتی ہیں جنکی ذات مقصود نہیں صرف رواج مقصود ہے علاوہ ازیں صراف کو نفع ایسی ہی صورت میں ہوتا ہے کہ جان لیتا ہے کہ دوسرا شخص نقد کے دقائق سے واقف نہیں غرضکہ انھیں باتوں کے لحاظ سے صراف کو احتیاط کرے مگر اوسکا سلامت رہنا کم ہے۔ اور صراف وغیرہ کو ثابت روپئے اور اشرفیاں گلا ڈالنی مکروہ ہیں ہاں اگر اون کے اچھے ہونے میں شک ہو یا کوئی اور ضرورت ہو تو مضائقہ نہیں۔ حضرت امام احمد رح فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے اصحاب رضہ سے اس باب میں ممانعت آگئی ہے اور میں بھی ثابت سکہ کو توڑنا مکروہ جانتا ہوں اگر گلانا ہی ہو تو چاہیے کہ سکہ کے عوض سونا یا چاندی خرید کر گلا دے۔ اور کپڑے کی تجارت کو مستحب کہتے ہیں حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ اگر کپڑے کی سوداگری میں قسمیں نہوں تو میرے نزدیک اس سے زیادہ کوئی اور پسندیدہ نہیں۔ اور مروی ہے کہ تمہاری تجارتوں میں سے بہتر کپڑا ہے اور پیشوں میں سے اچھا موزہ کا سینا ہے اور ایک اور حدیث میں ہے کہ اگر جنت والے تجارت کرتے تو کپڑے کی کرتے اور اگر دوزخ والے تجارت کرتے تو بیع صرف یعنی نقدین کی کرتے۔ اور سلف کی نیک بختوں کے اکثر اعمال دس صنعتیں تھیں موزہ دوزی اور تجارت اور پلہ داری اور کپڑا سینا اور جوتا بنانا اور کپڑا دھونا اور آہنگری اور سوت کاتنا اور خشکی اور تری کا شکار کرنا اور کتابت۔ عبدالوہاب کاتب کہتے ہیں کہ مجھسے امام احمد رح نے پوچھا کہ تم کیا کام کرتے ہو میں نے کہا کہ کتابت آپنے فرمایا کہ عمدہ پیشہ ہے اگر میں بھی اپنے ہاتھ سے کام کرتا تو تمھارا ہی پیشہ کیا کرتا پھر فرمایا کہ جب لکھو تو ایسا لکھو کہ نہ بہت دراز دہ ہو اور نہ بہت واضح اور حاشیے چھوڑ دیا کرو اور اجزا کی پشت پر کچھ مت لکھا کرو۔ اور چار پیشہ ور ایسے ہیں کہ لوگوں میں کم عقل مشہور ہیں اول جولاہے دوم دھنیے سوم کاتنے والے چہارم میانجی۔ اور غالباً اسکی وجہ یہ ہے کہ ان پیشہ والوں کا میل عورتوں اور لڑکوں سے زیادہ رہتا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ کم عقلوں کی اختلاط سے عقل ضعیف ہو جاتی ہے جیسے عقلوں کے پاس بیٹھنے سے عقل بڑھ جاتی ہے اور حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ حضرت مریم م حضرت عیسی م کو

ڈھونڈنے جاتی تھیں اُنکا گذر جولاہوں پر ہوا اور اُنسے راستہ پوچھا انھوں نے جو راستہ نہ تھا وہ بتا دیا تو آپ نے اُنکو بد دعا دی کہ الٰہی اُنکے پیشہ میں سے برکت دور کر اور ایسا کر کہ یہ مفلس مریں اور لوگوں کی آنکھوں میں اُنکو حقیر کر پس اُنکی دعا قبول ہو گئی اور اکابر سلف نے ایسی چیزوں پر اجرت لینے کو مکروہ فرمایا ہے جو قسم عبادت سے ہوں یا فرض کفایہ مثلاً مردوں کا نہلانا اور اُنکو دفن کرنا اور اذان اور نماز تراویح وغیرہ اگرچہ ان امور کے لیے نوکر رکھنا صحیح ہے اور یہی حال قرآن پڑھانے اور علم شرع سکھانے کا ہے کہ یہ اعمال اس بات کے سزاوار ہیں کہ اُنسے آخرت کی تجارت کی جاوے اور اگر انپر اجرت لی جاویگی تو دنیا کے بدلے میں آخرت کا دے ڈالنا ہوگا جو اچھی بات نہیں سوم یہ کہ دنیا کا بازار آدمی کو آخرت کے بازار کا مانع نہو آخرت کے بازار اللہ تعالیٰ کی مسجدیں ہیں جنکے حق میں وہ خود فرماتا ہے فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ تو یوں چاہیے کہ دن کے اول وقت کو بازار کے وقت ہونے تک اپنی آخرت کے لیے کر دے یعنی اُس وقت مسجد میں بیٹھکر وظائف کا ورد کرے حضرت عمر رضہ تاجروں کو فرمایا کرتے تھے کہ دن کا شروع اپنی آخرت کے لیے کر دو اور اُسکے بعد کا وقت دنیا کے لیے رہنے دو۔ اور سلف کے نیک بندے دن کا اول و آخر آخرت کے لیے رکھتے تھے اور بیچ کا وقت سوداگری کے لیے چنانچہ صبح کو ہر پیسہ اور نہاری اور مریان بکرے کی لڑکے اور دہی بیچا کرتے تھے کیونکہ دوکاندار تو جب تک مسجدوں میں رہا کرتے تھے۔ اور ایک حدیث میں وارد ہے کہ فرشتے جس وقت بندہ کا نامہ اعمال لے کر اوپر جاتے ہیں اور آسمین اول اور آخر روز میں ذکر اللہ اور نیکی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ بیچ کے وقت کی برائیاں دور فرماتا ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ رات اور دن کے فرشتے فجر ہوتے اور عصر کے وقت حضور خداوندی میں جمع ہوتے ہیں اُس وقت اللہ تعالیٰ اُنسے سوال فرماتا ہے حالانکہ اُسکو بندوں کا سب کچھ حال معلوم ہے کہ تمنے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا تو وہ عرض کرتے ہیں کہ ہم نے اُنکو نماز پڑھتے چھوڑا اور جب اُنکے پاس گئے تو نماز پڑھتے پایا پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمکو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اُنکو بخش دیا پھر آدمی جس وقت دن کے

درمیانی وقفہ مین ظہر یا عصر کی اذان سنے تو چاہیے کہ کسی کام کی رغبت نہ کرے اور اپنی جگہ سے مسجد کی طرف کو حرکت کرے اور جو کام کرتا ہو اُسکو ترک کردے کیونکہ اگر تکبیر اولے جماعت کی امام کے ساتھ اول وقت مین نہ ملیگی تو دنیا ومافیہا سے بھی اُسکا تدارک نہوگا تکبیر اولی کے سامنے یہ سب ہیچ ہے اور اگر جماعت مین حاضر نہوگا تو بعض علما کے نزدیک گناہگار ٹھہریگا اور اکابر سلف کا دستور یہ تھا کہ اذان ہوتے ہی مسجد کو دوڑتے تھے اور بازارین صرف لڑکون اور اہل ذمہ کو چھوڑ جاتے تھے اور اُنکو اوقات نمازین دوکان کی حفاظت پر کچھ اجرت دیا کرتے تھے اسی سے اُنکی گذر تھی اور رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ کی تفسیر مین یون آیا ہی کہ یہ لوگ لوہار اور پوت بیدھنے والے تھے انمین سے اگر کوئی اذان سنتا تو اگر ہتوڑا چوٹ کے لیے اٹھائے ہوتا یا برما بیدھنے کے لیے ہوتا تو ویسے ہی بدون چوٹ اور سوراخ کے ہاتھ سے ڈال دیتا تھا اور نماز کے لیے کھڑا ہوجاتا تھا۔ چہارم یہ کہ اسی پر کفایت نہ کرے بلکہ بازارمین ہر وقت اللہ پاک کی یاد کرے اور تہلیل اور تسبیح مین مشغول رہے اسلیے کہ اللہ تعالی کی یاد بازارمین غافلون کے درمیان بہت فضیلت رکھتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ غافلون کے درمیان اللہ تعالی کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسا بھاگنے والون کے بیچ مین جہاد کرنے والا یا جیسا مردون کے بیچ مین زندہ شخص اور دوسری روایت مین یون ہی کہ جیسے سبز درخت سوکھی گھاس مین اور فرمایا کہ جو شخص بازارمین جاوے اور کہے لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اُسکے لیے بیس لاکھ نیکیون کا ثواب لکھیگا۔ اور حضرت ابن عمر اور سالم بن عبداللہ اور محمد بن واسع اور اُنکے سوا دوسرے حضرات بازارون مین صرف اسی ذکر کی فضیلت کے حاصل کرنے کو تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ اللہ کا ذکر کرنے والا بازارمین قیامت کو ایسی روشنی سے آویگا جیسے چاند کی اور اُسکی حجت آفتاب جیسی ہوگی اور جو شخص اللہ تعالی سے بازارمین مغفرت کی درخواست کریگا اللہ تعالی اُسکے لیے بازاریون کے شمار کے موافق مغفرت کریگا۔ اور حضرت عمر رض جب بازارمین داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھا کرتے اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفُسُوقِ وَمِنْ شَرِّ مَا أَحَاطَتْ بِهِ السُّوقُ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ يَمِينٍ فَاجِرَةٍ وَصَفْقَةٍ خَاسِرَةٍ

اور ابو جعفر فرغانی کہتے ہیں کہ ہم حضرت جنید بغدادی کی خدمت میں تھے کہ ذکر ایسے لوگوں کا ہوا جو مسجدوں میں بیٹھکر صوفیوں کے مشابہ بنتے ہیں اور مسجد میں بیٹھنے کے حق کو ادا کرنے میں قاصر ہیں اور بازار میں جانے والوں کو برا کہتے ہیں حضرت جنید نے سنکر ارشاد فرمایا کہ بازار والے اکثر ایسے بھی ہیں کہ مسجد میں اگر بعض لوگ جو مسجد میں بیٹھے ہیں انکا کان پکڑ کر باہر نکال دیں اور انکی جگہ خود بیٹھ جاویں میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں کہ بازار میں جاتا ہے اور ہر روز تین سو رکعتیں اور تیس ہزار بار سبحان اللہ کہتا ہے اسکا معمول ہے ابو جعفر کہتے ہیں کہ آپ کے اس ارشاد سے مجکو یہ وہم ہوا کہ یہ حال آپ اپنا ہی فرماتے ہونگے۔ غرض کہ جو لوگ کفایت کی طلب کے لیے تجارت کیا کرتے تھے نہ دنیا کی آرام طلبی کے لیے تو انکی تجارت کا یہ طریق تھا کیونکہ جو شخص دنیا کا طالب اس غرض سے ہو کہ اس سے آخرت پر مدد لے تو اس سے یہ نہوگا کہ آخرت کے نفع کو بیچ ڈالے اور اس باب میں بازار اور مسجد اور گھر سب کا حکم ایک ہے اور بچاؤ کی صورت صرف تقوی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اتق اللہ حیثما کنت پس تقوی کا وظیفہ خالص دینداروں سے کبھی نہیں چھوٹتا اُنپر کوئی حال کیوں نہو اور اسی سے انکی زندگی اور عیش ہے کیونکہ وہ اپنی تجارت اور نفع اسی میں سمجھتے ہیں۔ اور یہی وجہ کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالی سے محبت کرتا ہے وہ عیش کرتا ہے اور جو دنیا سے محبت رکھتا ہے وہ خفیف ہوتا ہے اور احمق آدمی صبح اور شام بجز نکمی باتوں کے اور کچھ نہیں کرتا اور عاقل شخص اپنے نفس کے عیبوں کا جویا رہتا ہے۔ پھر یہ کہ بازار اور تجارت پر زیادہ حریص نہو کہ بازار میں سب سے پہلے جاوے اور سب کے بعد آوے یا تجارت میں سمندر کا سفر کرے کہ یہ دونوں باتیں مکروہ ہیں کہتے ہیں کہ جو شخص دریا کا سفر کرے تو وہ رزق کی طلب میں حد سے زیادتی کرتا ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ سمندر کا سفر پچیس باتوں کے اور دن کے لیے نہ کرنا چاہیے اول حج کرنا دوم عمرہ کرنا سوم جہاد کرنا۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص فرمایا کرتے کہ بازار میں نہ اول گھسو نہ پیچھے نکلو کہ اسمیں شیطان انڈے بچے دے دیتا ہے حضرت معاذ بن جبل اور ابن عمر رض سے مروی ہے کہ ابلیس اپنے لڑکے زلنبور سے کہتا ہے کہ تو اپنے لشکر لیجا تو بازاروں پر حاکم ہو بازاریوں کے لیے جھوٹ اور قسم اور دغا اور مکر اور خیانت کو

زینت دنیا اور جو اول بازار ہین آوے اور سب کے بعد اُسمین سے نکلے اُسکے ساتھ رہنا - اور ایک حدیث مین ہی کہ جگہون مین سے بدتر بازار ہین اور بازارون مین سے بہتر وہ ہین جو سب سے اول داخل ہون اور سب کے بعد خارج ہون - اور یہ احتراز کامل اس صورت مین ہوگا کہ آدمی اپنی گذر اوقات کی مقدار معین کرے کہ جب اُس قدر مل جاوے اُسی وقت بازار سے چلا آوے اور آخرت کی تجارت مین مشغول ہو سلف کے نیک بندون کا یہی دستور تھا چنانچہ بعض آدمی ایسے تھے کہ جب اُنکو پون آنہ کے قریب مل جاتا تو بازار سے چلے آتے اور اسی قدر پر قناعت کرتے اور عباد بن سلمہ ریشمی کپڑے کا بقچہ بیچنے کو سامنے رکھ لیتے اور جب قریب چھ آنے کے ہو جاتے تو اپنا بقچہ اُٹھا ڈالتے اور گھر چلے آتے - اور ابراہیم بن بشار کہتے ہین کہ مین نے ابراہیم بن ادہم رح کی خدمت مین عرض کیا کہ آج مین جا کر کارے کا کام کرونگا فرمایا کہ اے ابن بشار تو ایک چیز کا طالب ہی اور ایک کا مطلوب تو ایسی چیز کو طلب کرتا ہی جو تجھسے فوت نہو گی اور تجکو وہ شخص طلب کرتا ہی جس سے تو بچ نہ رہیگا کیا تو نے حرص والے کو محروم اور کم زور کو رزق ملتے نہین دیکھا پھر مین نے عرض کیا کہ میرا پون آنہ بقال کے پاس ہی آپ نے فرمایا کہ یہ حرکت تمہاری اور بھی مجکو زیادہ گران معلوم ہوئی کہ پون آنہ کے مالک ہو کر کام کی طلب کرتے ہو - اور اگلے لوگون مین بعض ایسے تھے کہ ظہر کے بعد پھرتے تھے اور بعض عصر کے بعد اور بعض اشخاص ہفتہ مین صرف ایک یا دو روز کام کرنے پر کفایت کیا کرتے تھے ششم یہ کہ صرف حرام سے بچنے ہی پر کفایت نہ کرے بلکہ شبہون کی جگہ اور شک کے مقامات سے بھی احتراز کرے اور یہ نہ دیکھے کہ اس بات مین لوگ کیا فتوی دیتے ہین بلکہ اپنے دل سے فتوی پوچھے جب اُسمین کسی طرح کی خلش پاوے تو اُس سے اجتناب کرے اور جس وقت اُسکے پاس کوئی اسباب آوے کہ اُسمین اُسکو شبہہ ہو تو اُسکا حال لوگون سے پوچھ کر دریافت کرے ورنہ شبہہ کا مال کھاویگا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین لوگ دودھ لائے تو آپ نے پوچھا کہ یہ دودھ تمہارے پاس کہان سے آیا انھون نے عرض کیا کہ بکری کے تھنون سے آپ نے فرمایا کہ وہ بکری کہان سے آئی انھون نے عرض کیا کہ فلان جگہ سے تب آپ نے دودھ پیا اور فرمایا کہ ہم انبیا کے گروہ کو یہ حکم ہی کہ نہ کھاوین بجز عمدہ مال کے اور نہ کرین بدون نیک کام کے اور فرمایا کہ اللہ تعالی نے ایمانداروں کو

اُسی بات کا حکم فرمایا ہی جسکا پیغمبرون کو حکم کیا ہی چنانچہ فرمایا یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ اور رسولون کو ارشاد فرمایا یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا غرضکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس دودھ کی اصل اور اصل کی اصل تک پوچھی اِس سے زیادہ سوال نہین فرمایا اسلیے کہ اس سے زیادہ مین وقت ہی اور ہم عنقریب باب حلال اور حرام مین لکھینگے کہ اِس سوال کا کرنا کس جگہ واجب ہوا کرتا ہی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک چیز مین جو اُنکی خدمت مین آتی یہ سوال نہین کیا کرتے تھے اِس سے معلوم ہوتا ہی کہ ہر جگہ اِسکا دریافت کرنا ضروری نہین تاجر پر اتنا ضرور ہی کہ جس سے معاملہ کرے اُسکو دیکھے اگر وہ ظالم یا چور یا خائن یا سود خوار ہو تو اُس سے معاملہ نہ کرے اسی طرح اگر لشکری ہو خواہ انکا کوئی ساتھی یا مددگار ہو تو اُس سے بھی معاملہ نہ کرے اسلیے کہ ایسے شخص سے معاملہ کرنے مین ظلم پر مدد کرنے والا ہوگا۔ ایک بزرگ کا ذکر ہی کہ اُنکو مسلمانون کے کسی مورچہ کی دیوار بنوانے کی خدمت ملی پھر اُنکے دل مین اس نوکری سے کچھ تردد ہوا گو یہ کام خیرات کا بلکہ اسلام کے فرائض مین سے تھا مگر چونکہ جس امیر نے نوکر رکھا تھا وہ ظالم تھا اسلیے اُنکو تردد ہوا چنانچہ اُنھون نے سفیان ثوری سے اُسکا حال دریافت کیا اُنھون نے فرمایا کہ ظالمون کی مدد نہ تھوڑی کرنہ بہت اُنھون نے کہا کہ یہ دیوار تو فی سبیل اللہ مسلمانون کے لیے بنتی ہی سفیان رح نے فرمایا کہ درست ہی مگر اِسمین ادنیٰ خرابی تمھارے لیے یہ ہی کہ تم یہ چاہوگے کہ کسی طرح حاکم جتیار ہے تو ہماری تنخواہ وصول ہوجاوے تو اپنے نفع کے لیے ایسے شخص کے باقی رہنے کو چاہوگے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہی اور حدیث مین آچکا ہی کہ جو شخص ظالم کے باقی رہنے کی دعا مانگتا ہی اُسکو یہ منظور ہی کہ اللہ تعالیٰ کی زمین مین اُسکی نافرمانی کی جاوے اور ایک حدیث مین یہ آیا ہی کہ اللہ تعالیٰ غضہ ہوتا ہی جس وقت کوئی بدکار کی تعریف کرتا ہی۔ اور ایک دوسری حدیث مین ارشاد ہی کہ جس شخص نے بدکار کی تعریف کی اُسنے اسلام کی تباہی پر اعانت کی۔ اور ایکبار سفیان ثوری رح خلیفہ مہدی کے پاس گئے اور اُنکے ہاتھ مین ایک سفید کاغذ تھا سفیان رح سے کہا کہ مجکو دوات دیدیجیے کہ لکھون آپ نے فرمایا کہ اول مجکو بتادو کہ کیا چیز لکھوگے اگر وہ حق ہوگی تو مین دوات دونگا اسی طرح کسی حاکم نے ایک عالم سے کہا

اپنے پاس بلایا اور اُنسے کہا کہ ذرا سی مٹی گھول دو کہ خط پر مہر کردون اُنھون نے فرمایا کہ اول مجکو خط دے دو کہ پڑھ دیکھون غرض کہ پہلے لوگ ظالمون کی اعانت سے اتنا احتراز کرتے تھے اور معاملہ کرنا تو سب سے زیادہ اعانت ہی اسلیے دینداردن کو چاہیے کہ حتی الوسع ظالمون سے معاملہ نہ کیا کرین حاصل یہ کہ یہ زمانہ ایسا نازک ہی کہ تاجر کو چاہیے کہ اپنا زمانہ کی دو قسمین کرلے کچھ لوگون سے معاملہ کرے اور بعض سے معاملہ نہ کرے اور جسکے کرے وہ دوسرے فریق کی نسبت کرکم ہو دین۔ بعض اکابر فرماتے ہین کہ لوگون پر ایک وہ زمانہ تھا کہ اگر آدمی بازار مین جاکر پوچھتا کہ مین کسی سے معاملہ کرون تو یہی جواب پاتا تھا کہ جس سے چاہے معاملہ کرلے پھر وہ وقت آیا کہ اُسکو یون کہنے لگے کہ جس سے چاہے معاملہ کر مگر فلان اور فلان شخص سے مت کرنا پھر اور زمانہ آیا تو یون کہنے لگے کہ کسی سے معاملہ مت کرنا مگر فلان اور فلان سے کرنا اور اب مجکو یہ خوف ہی کہ آیندہ کو یہ بات بھی جاتی رہے اور جس بات سے وہ بزرگ ڈرا کرتے تھے وہ اب موجود ہی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مفہم یہ کہ اپنے معاملہ کے سب حالات کو ہر ایک اہل معاملہ کے ساتھ نگران رہے کہ اُسکی باز پرس ہوگی قیامت کے روز اسکا جواب سوچ رکھے کہ ہر بات اور ہر کام پر پوچھا جاویگا کہ کیون کی اور کس واسطے کیا چنانچہ کہتے ہین کہ قیامت کو سوداگر ہر شخص کے ساتھ کھڑا کیا جاویگا جنسے اُسنے معاملہ کیا ہوگا اور جتنے آدمیون سے داد و ستد ہوئی ہوگی اُتنے ہی محاسبے دینے پڑینگے۔ بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین نے ایک سوداگر کو مرنے کے بعد خواب مین دیکھکر پوچھا کہ خدائے تعالی نے تجھسے کیا سلوک کیا اُسنے کہا کہ میرے سامنے پچاس ہزار نامہ اعمال کھول دیے مین نے عرض کیا کہ یہ سب گناہ ہین ارشاد ہوا کہ یہ تیرے معاملات ہین جو لوگون سے کیے ہین جن لوگون سے معاملہ کیا ہی اُنمین سے ہر ایک کا نامہ جدا جدا ہی اور اُسمین ابتدا سے آخر تک تیرا اور اُسکا معاملہ لکھا ہوا ہی۔ یہان تک اُن امور کا ذکر ہوا جو کسب کرنے والون کو معاملہ کرنے مین ضرور ہین یعنی عدل اور احسان اور اپنے دین پر دھیان رکھنے کا پس اگر تاجر صرف عدل پر اکتفا کریگا تو نیک بختون مین سے ہوگا اور اگر عدل کے ساتھ احسان بھی کریگا تو مقربون مین داخل ہوگا اور اگر ان دونون باتون کے ساتھ دین کے وظائف کا لحاظ بھی رکھیگا جیسا ہمنے پانچوین فصل مین لکھا ہی تو صدیقون

مین سے ہوگا واللہ اعلم تیسرا باب تمام ہوا اللہ تعالی کی عنایت سے وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّ اٰخِرًا وَّظَاهِرًا وَّبَاطِنًا وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ مُّصْطَفٰى

چوتھا باب حلال اور حرام کے بیان مین

رباعی مقبول عبادت نہین بے اکل حلال	ہی حکم خدا کہ کھاؤ تم طیب مال
کافی ہی فضیلت کو کہ اہل ایمان	اس حکم مین انبیا کے ہین شامل حال

واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین طَلَبُ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ اسکو حضرت ابن مسعود رضؓ نے روایت کیا ہی اس فرض کا سمجھنا عقلون پر دوسرے فرضون کی نسبت کر مشکل اور اسکا کرنا اعضا پر نہایت ثقیل ہی اسی وجہ سے اسکا علم اور عمل دونون بالکل مٹ گئے اور اسکے علم کے دقیق ہونے کی جہت سے عمل اور بھی معدوم ہو گیا کیونکہ جاہلون نے یہ گمان کر لیا کہ حلال دنیا سے مفقود ہی اور اُس تک پہونچنے کی راہ مسدود اور مال پاک مین سے بجز نہرون کے پانی اور غیر مملوک زمین کی نباتات کے اور کوئی چیز نہین رہی اور ان دونون کے سوا جتنے مال ہین اُنمین معاملات کی خرابی سے خباثت آگئی ہی اور چونکہ صرف پانی اور گھاس پر قناعت دشوار ہی تو بجز اسکے اور کیا کیا جاوے کہ محرمات مین خوب پانون پھیلائے جاوین اس خیال سے اُنھون نے اس فرض دین کو پس پشت ڈال دیا اور مالون مین کچھ فرق دریافت نہ کیا حالانکہ یہ بات نہین بلکہ حلال صاف کھلا ہی اور حرام بھی ظاہر وجدا ہی اور ان دونون کے درمیان مین مشتبہ چیزین ہین اور جتنے حالتون کے انقلاب ہوتے رہتے ہین یہ تینون باتین ایک دوسرے سے ملی رہتی ہین اور ازانجاکہ اس بدعت تازہ کا ضرر دین مین عام ہو گیا اور اسکی آگ سب خلق مین پھیل گئی لہذا ضرور ہوا کہ اسکے دور کرنے مین کوشش کی جاوے اور فرق حلال اور حرام اور شبہہ مین مشرح اور محقق بتلا دیا جاوے کہ سب صورتون کو شامل ہو سکے اور ہم اس مضمون کو سات فصلون مین بیان کرتے ہین

وباللہ التوفیق

فصل اول - حلال کی فضیلت اور حرام کی مذمت اور انکے اقسام اور درجات کے ذکر مین مشتمل تین بیانون پر

پہلا بیان - حلال کی فضیلت اور حرام کی مذمت مین - اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی

كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا اس آیت مین عمل کرنے کے پیشتر حال پاکیزہ کھانے کا حکم فرمایا اور بعضون نے کہا ہی کہ اُس سے مراد مال حلال ہی - اور فرمایا وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اور فرمایا اَلَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا اِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا اور فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ پھر فرمایا فَاِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ پھر فرمایا وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ پھر فرمایا وَمَنْ عَادَ فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ اول مین سود کے کھانے کو خدائے تعالیٰ لڑائی ٹھہراتی فرمایا اور انجام کو باعث دخول دوزخ اور حلال اور حرام کے باب مین آیتین بیشمار ہین اب احادیث کا ذکر کرتے ہین کہ حضرت ابن مسعود رضہ راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طَلَبُ الْحَلَالِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ اور چونکہ دوسری حدیث مین طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ آیا ہی تو بعض علمانے فرمایا ہی کہ مراد علم سے حلال و حرام کا علم ہی اور دونون حدیثون سے مقصود ایک ہی چیز ہی اور فرمایا کہ جو شخص اپنے عیال کو حلال مال کما کر کھلاوے وہ ایسا ہی کہ گویا اللہ تعالیٰ کی راہ مین جہاد کرتا ہی اور جو شخص کہ دنیا کو بوجہ حلال پارسائی کے ساتھ طلب کرے وہ شہیدون کے درجہ مین ہوگا - اور فرمایا مَنْ أَكَلَ الْحَلَالَ أَرْبَعِينَ يَوْمًا نَوَّرَ اللَّهُ قَلْبَهُ وَأَجْرَى يَنَابِيعَ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهِ عَلَى لِسَانِهِ اور ایک روایت مین زَهَّدَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا ہی - اور مروی ہی کہ حضرت سعد رضہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے التجا کی کہ آپ میرے لیے دعا فرماوین کہ خدائے تعالیٰ میری دعا قبول کر لیا کرے آپ نے فرمایا أَطِبْ طُعْمَتَكَ تُسْتَجَبْ دَعْوَتُكَ یعنے اپنی غذا پاک و حلال کر تیری دعا مقبول ہوگی - اور جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا پر حرص کرنے والے کا ذکر فرمایا تو اُسکے بعد ارشاد فرمایا رَجُلٌ أَغْبَرُ مُشَرَّدٌ فِي الْأَسْفَارِ مَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فَيَقُولُ يَا رَبِّ يَا رَبِّ فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ اور حضرت ابن عباس رضہ کی حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ بیت المقدس پر ہر رات پکارتا ہی کہ جو شخص حرام کھاویگا اُسکا فرض و نفل کچھ مقبول نہوگا - اور فرمایا کہ جو شخص ایک کیراد سی درہم کو مول لے اور

اوسکے تن مین ایک درم حرام ہو تو جب تک وہ کپڑا اوسکے بدن پر رہیگا اللہ تعالی اوسکی نماز قبول نکریگا۔ اور فرمایا کل لحم نبت من حرام فالنار اولی بہ اور فرمایا جو شخص اس بات کی پروا نہین کرتا کہ کہان سے مال کماتا ہے اللہ تعالی اسکی پروا نکریگا کہ کہاں اوسکو دوزخ مین داخل کرے۔ اور فرمایا عبادت دس جزہین نو اون مین سے طلب حلال ہے یہ روایت مرفوعا بھی آئی ہے اور موقوفا بھی۔ اور فرمایا کہ جو شخص شام کرے طلب حلال سے تھک کر وہ رات کریگا اوس حال مین کہ اوسکے گناہ بخشے جاوینگے اور صبح کو اوٹھیگا اس کیفیت سے کہ اللہ تعالی اوس سے راضی ہوگا۔ اور فرمایا جو شخص گناہ سے مال پیدا کرے پھر اوس سے صلہ رحم کرے یا صدقہ دے یا اللہ کی راہ مین خرچ کرے تو اللہ تعالی ان سب خرچون کو اکٹھا کریگا پھر اونکو دوزخ مین ڈالدیگا۔ اور فرمایا خیر دینکم الورع۔ اور فرمایا جو شخص اللہ تعالی سے حالت ورع مین ملیگا اللہ تعالی اوسکو ثواب تمام اسلام کا عنایت کریگا۔ اور مروی ہے کہ اللہ تعالی نے اپنی بعض کتابون مین ارشاد فرمایا ہے کہ جو لوگ پرہیزگار ہین اونکا حساب لیتے ہوئے مجکو شرم آتی ہے۔

اور ایک حدیث مین ہے کہ ایک درم سود کا اللہ تعالی کے نزدیک مسلمانی کی حالت مین تیس زنا کی نسبت کرسخت ہے اور حضرت ابہریرہ رضہ کی حدیث مین ہے کہ معدہ بدن کی حوض ہے اور رگین اوسکی طرف پیاسی جاتی ہین پس اگر معدہ اچھا ہوتا ہے تو رگین بھی صحت کی ساتھ پانی پیکر لوٹتی ہین اور اگر بیمار ہوتا ہے تو رگین بیمار ہوکر پھرتی ہین اور غذا کو دین سے وہ نسبت ہے جو بنیاد کو ہے عمارت سے تو اگر بنیاد مستحکم اور سیدھی جمی ہوئی ہوگی تو عمارت سیدھی اور اونچی ہوگی اور جس صورت مین بنیاد کمزور اور ٹیڑھی ہوگی تو عمارت گر پڑیگی اور اللہ تعالی فرماتا ہے افمن اسس بنیانہ علی تقوی من اللہ ورضوان خیر ام من اسس بنیانہ علی شفا جرف ہار فانہار بہ فی نار جہنم اور حدیث شریف مین وارد ہے جو شخص مال وجہ حرام سے پیدا کرے تو اگر اوسکو صدقہ دیگا تو قبول نہوگا اور اگر اپنے پیچھے چھوڑ مریگا تو اوسکے لیے دوزخ کا توشہ ہوگا اور باب آداب الکسب مین ہمنے کچھ حدیثین لکھی ہین جنسے کسب حلال کی فضیلت واضح ہوتی ہے۔ اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ ایکبار حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے اپنے غلام کی کمائی کا دودھ پی لیا پھر جو اوس سے دریافت کیا تو اوسنے کہا کہ مین نے ایک قوم کے لیے کہانت کی تھی اونھون نے

مجھکو یہ دودھ دیا تھا آپنے اپنے منہ مین انگلی ڈالکر قے کرنا شروع کیا یہانتک کہ غلام کو یہ خیال ہوا کہ شاید آپ کا دم نکلجاویگا پھر آپ نے فرمایا کہ الٰہی مین تیرے سامنے عذر کرتا ہون اوس دودھ سے جو رگون اور آنتون مین رچ پچ گیا ہوا اور بعض روایت مین یہ بھی آیا ہے کہ اس قصہ کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپنے ارشاد فرمایا کہ کیا تمکو معلوم نہین کہ صدیق اپنے پیٹ مین بجز مال طیب کے اور کچھ نہین ڈالتا۔ اسی طرح ایکبار حضرت عمر رض نے زکوۃ کی اونٹنی کا دودھ پی لیا تھا اور معلوم ہونے پر حلق مین انگلی ڈال کر قے کردی۔ اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ تم افضل عبادت سے غافل ہو جسکا نام حرام سے بچنا ہے۔ اور حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین کہ اگر تم نماز پڑھتے پڑھتے کمان کی طرح جھک جاؤ اور روزہ رکھتے رکھتے چلہ کی طرح دبلے ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہارے یہ اعمال قبول نہ کریگا جب تک کہ حرام سے نہ بچوگے۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم فرماتے ہین کہ جسکو کچھ ملا ہے تو اسیطرح ملا ہے کہ جو پیٹ مین ڈالا آبھگر ڈالا۔ اور فضیل رح فرماتے ہین کہ جو شخص اپنے کھانے کی چیز کو سمجھ لیتا ہے اوسکو اللہ تعالیٰ صدیق لکھتا ہے تو اے مسکین جب روزہ افطار کیا کرے تو دیکھ لیا کر کہ کس کے پاس افطار کرتا ہے۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح سے کسی نے پوچھا کہ تم زمزم کا پانی کیون نہین پیتے فرمایا کہ اگر خود میرا ڈول ہوتا تو پیتا۔ اور سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ جو شخص اللہ کی طاعت مین مال حرام خرچ کرے اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص اپنا کپڑا پیشاب سے پاک کرے حالانکہ کپڑا بجز پاک پانی کے پاک نہین ہوتا اسی طرح گناہون کو سوائے مال حلال کے اور چیز دور نہین کرتی۔ اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ طاعت اللہ تعالیٰ کا ایک خزانہ ہے اور اوسکی کنجی دعا ہے اور اس کنجی کے دندانے حلال لقمے ہین۔ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ اوس شخص کی نماز نہین قبول کرتا جس کے پیٹ مین حرام ہوتا ہے اور سہل تستری رح فرماتے ہین کہ آدمی ایمان کی تہ کو نہین پہونچتا جبتک کہ اوس مین چار خصلتین نہون اول فرائض کا ادا کرنا مع سنتون کے دوم حلال کھانا ورع کے ساتھ سوم ظاہر و باطن کی ممنوعات سے بچنا چہارم ان باتون پر موت تک جما رہنا اور فرمایا کہ جو کوئی یہ چاہے کہ صدیقون کی علامتین اوس پر روشن ہو جاوین تو چاہیے کہ بجز حلال کے اور کچھ نہ کھاوے اور بجز سنت اور ضروری امور کے کوئی کام نہ کرے۔ اور کہتے ہین کہ شخص

ایک کافر بخاری ج ۱

روایت عائشہ نقل کیا ہے

ابن ابی الدنیا نے کتاب الورع مین روایت قاسم بن محمد بن ابوبکر نقل کیا ہے

ابن مسعود رض

چالیس دن تک مال مشتبہ کھاتا ہے اوسکا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور یہی معنی ہین اس آیت کے کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ اور ابن مبارک رح فرماتے ہین کہ شبہ کے ایک درم کا پھیر دینا میرے نزدیک ایک لاکھ سے چھ لاکھ درم تک خیرات کرنے سے بہتر ہے۔ اور بعض اکابر سلف فرماتے ہین کہ آدمی ایک لقمہ کھاتا ہے اور اوس سے اوسکا دل چمڑے کی طرح بگڑ جاتا ہے اور پھر کبھی اپنی حالت اصلی پر نہین آتا۔ اور سہیل تستری فرماتے ہین کہ جو شخص مال حرام کھاتا ہے اوسکے اعضا خواہ مخواہ نافرمان ہو جاتے ہین اوسکو خبر ہو یا نہو اور جسکی غذا حلال ہوتی ہے اوسکے اعضا اطاعت کرتے ہین اور اوسکو خیرات کی توفیق ہوتی ہے۔ اور کسی بزرگ نے فرمایا ہے کہ آدمی غذا حلال کا جب اول لقمہ کھاتا ہے تو اوسکے پہلے کے گناہ بخشدیے جاتے ہین اور جو شخص حلال کی طلب مین ذلت کے مقام پر اپنے آپ کو کھڑا کرتا ہے اوسکے گناہ ایسے جھڑتے ہین جیسے درخت کے پتے جھڑتے ہین اور اکابر سلف کی آثار مین ہے کہ جب واعظ لوگون مین وعظ کو بیٹھتا تو علما فرماتے کہ اس مین تین باتین دیکھو اگر بدعت کا معتقد ہو تو اوس کے پاس نہ بیٹھو کہ وہ شیطان کی زبان سے بولتا ہے اور اگر برا کھانا کھاتا ہو تو خواہش نفس سے کلام کرتا ہے اور اگر عقل کا پکا نہو تو اوسکے وعظ سے خرابی زیادہ ہوگی اور اصلاح کم اوسکے پاس بھی مت بیٹھو۔ اور حدیث مشہور مین بروایت حضرت علی مرتضی رض وغیرہم کے آیا ہے۔ اِنَّ الدُّنْيَا حَلَالُهَا حِسَابٌ وَحَرَامُهَا عِقَابٌ اور دوسرے راویون نے وَشُبْهَتُهَا عِقَابٌ بھی زیادہ کیا ہے اور کہتے ہین کہ کسی سیاح نے کچھ کھانا کسی ابدال کو دیا اونھون نے نکھایا سیاح نے اوسکا سبب پوچھا اونھون نے فرمایا کہ ہم بجز حلال کے اور کچھ نہین کھاتے اور اسی وجہ سے ہمارے دل مستقیم رہتے ہین اور حالت یکسان رہتی ہے اور عالم ملکوت کی سیر کرتے ہین اور آخرت کا مشاہدہ ہوتا ہے اور اگر ہم تین دن وہ غذا کھائین جو لوگ کھاتے ہین تو نہ تو کچھ علم یقین ہمکو نصیب ہو اور نہ خوف اور مشاہدہ ہمارے دلمین باقی رہے اوس سیاح نے کہا کہ مین ہمیشہ روزہ رکھتا ہون اور ہر مہینے مین تیس قرآن ختم کرتا ہون ابدال نے فرمایا کہ یہ چیز جو مین نے تیرے سامنے رات رہے سے پی ہے میرے نزدیک تیرے تیس ختم سے جو تین سو رکعتون مین ہون بہتر ہے اور اونھون نے رات کو جنگلی ہرنی کا دودھ پیا تھا۔ اور امام احمد بن حنبل کو یحیی بن معین سے بہت الفت تھی

اور مدتون تک ساتھ رہے ایکبار امام احمد رح نے سنا کہ یحیی بن معین کہتے ہین کہ مین کسی سے سوال نہین کرتا لیکن اگر بادشاہ مجھے کچھ دے تو لیلون آپ نے یہ حال سنکر اون سے ملاقات چھوڑ دی یہانتک کہ انھون نے عذر کیا اور عرض کیا کہ مین تو ہنستا تھا فرمایا کہ تم دین کی بات پر ہنستے ہو تمکو معلوم نہین کہ غذا دین مین سے ہے اللہ تعالی نے اوسکو عمل نیک پر مقدم بیان فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا اور ایک روایت مین ہے کہ توریت مین مذکور ہے کہ جو شخص اس بات کی پروا نہین کرتا کہ میری غذا کہان سے ہے خدائے تعالی اس بات کی پروا نکریگا کہ اوسکو دوزخ کے کس دروازہ سے اوس مین داخل کرے اور حضرت علی رض سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت عثمان رض کے قتل ہونے اور دار الخلافت کے لٹ جانے کے بعد جو غذا کھائی تو اوسپر اپنی صرف دیکھ لیتے تھے تاکہ شبہہ سے محفوظ رہین - اور ایک بار فضیل بن عیاض اور ابن عیینہ اور ابن مبارک مکہ معظمہ مین وہیب بن الورد کے پاس جمع ہوئے اور خرما کا ذکر کیا وہیب رح نے فرمایا کہ خرما مجکو نہایت محبوب ہے مگر مین اوسکو کھاتا نہین اسلیے کہ مکہ معظمہ کے خرما زبیدہ وغیرہ کے باغون مین ملگئے ہین اسپر عبد اللہ بن مبارک نے اونسے کہا کہ اگر آپ اسطرح کے دقائق کا لحاظ کرینگے تو روٹی کھانی دشوار ہو جاویگی اونھون نے پوچھا کہ کیا وجہ کہا کہ اصل زمینین اطراف وجوانب کی زمینون مین ملگئی ہین یہ سنتے ہی وہیب رح کو غش آگیا سفیان ثوری نے عبد اللہ بن مبارک سے فرمایا کہ تم نے اس شخص کو مار ڈالا اونھون نے کہا کہ میری غرض تو یہ تھی کہ یہ وقت چھوڑ دین جب وہیب رح کو ہوش ہوا تو قسم کھائی کہ مین عمر بھر روٹی نہ کھاؤنگا بھوک کیوقت دودہ پی لیا کرتے ایکبار اونکی مادر دودہ لائین آپنے پوچھا کہ یہ کہان کا ہے اونھون نے جواب دیا کہ فلان شخص کی بکری کا ہے آپ نے پوچھا کہ وہ بکری اوسکے پاس کہان سے آئی اور دام کہان سے دیا اونھون نے بتا دیا جب اونکو منہ کی پاس لیگئے تو فرمایا کہ ایک بات رہگئی کہ یہ بکری کہان چرا کرتی تھی اونکی ماخاموش ہوگئین آپ نے وہ دودہ نہ پیا اسلیے کہ وہ ایسی جگہ چرتی تھی جس مین کچھ حق مسلمانون کا تھا اونکی مادر مشفقہ نے فرمایا کہ پی لو اللہ تعالی تمکو بخش دیگا اونھون نے کہا کہ مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا کہ اوسکی نافرمانی کرکے اوسکی مغفرت کا خواہان ہون یعنی پینے سے اوسکی نافرمانی یقیناً ہوگی تو ایسی طرح اپنے اختیار سے نافرمانی کرکے

جو یار مغفرت ہونا اچھا نہیں - اور بشر حافی رح بھی پرہیزگاروں میں سے تھے اُنسے کسی نے پوچھا کہ آپ کہان سے کھاتے ہین فرمایا کہ جہان سے تم کھاتے ہو مگر جو کھاوے اور روتا جاوے وہ اُس جیسا نہین جو کھاوے اور ہنستا جاوے اور نیز میرا ہاتھ دوسرون کی نسبت کرتا صرہی اور لقمہ بھی اورون سے چھوٹا ہی یعنے بقدر حاجت اور ضرورت پر اکتفا کرتا ہون غرض کہ پہلے لوگ شبہات سے اسطرح بچا کرتے تھے

دوسرا بیان - حلال اور حرام کے اقسام اور مداخل کے ذکر مین - واضح ہو کہ حلال اور حرام کی تفصیل فقہ کی کتابون مین مشرح ہوتی ہی اور اگر طالب حق اپنی غذا ایسی طرح معین کرے کہ فتوی کے رو سے حلال ہو اور اُسکے سوا اور کسی جگہ سے نہ کھاوے تو اُسکو اس بحث طویل کی ضرورت نہین لیکن جو شخص اپنا کھانا چند وجوہ متفرق سے کھاوے تو اُسکے لیے حلال اور حرام کو مفصل جاننے کی ضرورت پڑیگی چنانچہ اُسکی تفصیل ہمنے فقہ کی کتابون مین لکھی ہی بیان ہم مجملاً تقسیم کے طور پر اشارہ مال حلال کی آمدنی کی وجہین بیان کرتے ہین اور وہ یہ ہی کہ مال دو حال سے خالی نہین یا تو خود اپنی ذات سے حرام ہوگا یا اس جہت سے کہ اُسکے حاصل کرنے مین کوئی خلل ہوگیا ہو قسم اول یعنی جسکی ذات مین کوئی صفت حرمت کی ہی وہ ایسی چیزین ہین جیسے شراب اور سور وغیرہ اور اُسکی تفصیل یہ ہی کہ جو چیزین روے زمین پر کھانے مین آتی ہین وہ تین طرح کی ہوتی ہین اول معدنیات جیسے نمک اور مٹی وغیرہ دوم نباتات سوم حیوانات - معدنیات وہ ہین جو زمین کے اجزا اور کانون مین سے نکلتی ہین وہ اسی وجہ سے حرام ہین کہ کھانے مین مضر ہین اور بعض بمنزلہ زہر کے ہین اگر بالفرض روٹی کا کھانا مضر ہوتا تو وہ بھی حرام ہوتی اور جسے مٹی کے کھانے کی عادت پڑگئی ہو وہ بھی ضرر ہی کے لحاظ سے حرام ہوتی ہی اس سے کہ اگر کوئی کوئی چیز معدنیات مین سے شوربا یا اور کسی سائل غذا مین گرجاوے تو وہ اُسکے سبب سے حرام ہوگا اور نباتات مین سے وہ چیزین حرام ہین جو عقل کو یا زندگی کو یا تندرستی کو زائل کرین عقل کی دور کرنے والی جیسے بنگ اور شراب اور دوسری نشے اور چیزین اور زندگی کی زائل کرنے والی جیسے بیش وغیرہ زہر ہین اور تندرستی کی دور کرنے والی وہ دوائین ہین جنکا بے وقت استعمال کیا جاوے غرض کہ شراب اور نشہ کی چیزون کے سوا سب مین حرمت کی علت ضرر ہی اور مسکرات مین یہ بات نہین اُنمین سے تھوڑی بھی حرام ہی گو نشہ نہ کرے اُنمین علت

تیزی ہی جو سرور پیدا کرتی ہی ورنہ سرکی چیزون مین سے اگر صفت مذکر جاتی رہے خواہ
مقدار کی کمی یا دوسری چیز مین ملانے سے تو وہ حرام نہونگی - باقی رہے حیوانات اُنکی
دو نوع ہین ایک ماکول دوسرے غیر ماکول اور اُسکی تفصیل باب الاطعمہ مین ہی اور اُنکا
مفصل بیان کرنا ایک بحث طویل ہی خصوص اقسام پرندا ور حیوانات خشکی اور تری کا
بیان - اور جن حیوانات کا گوشت کھایا جاتا ہی وہ بھی اسطرح ہی کہ شرعی طور پر ذبح ہوا
اور ذبح کرنے والے اور آلہ ذبح اور مقام ذبح کی شرطون کا لحاظ کیا گیا ہو اور
یہ باتین باب الصید والذبائح مین مذکور ہین اور جو جانور کہ شرعی طور پر ذبح نہوا ہو یا مرگیا ہو
تو وہ حرام ہی اُنمین سے سوائے ٹیڈی اور مچھلی کے اور کوئی حلال نہین اور انھین کے حکم مین
وہ کیڑے ہین جو غذا کے نجاتے ہین جیسے سیب اور گوبر اور پیر اور سرکہ کے کہ اُنسے
احتراز کرنا غیر ممکن ہی ہان اگر اُنکو علیحدہ کرکے کھایا جاوے تو اُنکا حکم مکھی اور گوبریلے
اور بچھو وغیرہ جانورون کا ہی جنمین خون روان نہین یعنے اُنکی حرمت کی کوئی وجہ
بجز کراہت طبعی کے نہین اگر کراہت طبعی نہوتی تو یہ مکروہ نہوتے اور اگر کوئی شخص ایسا ہو
کہ وہ اِن چیزون سے کراہت نہ کرے تو خاص اُسکی طبیعت پر التفات نہ کیا جاویگا بلکہ اکثر
طبائع کے اعتبار سے ان چیزون کا کھانا مکروہ ہوگا جیسے کوئی تھوک یا سنک کو جمع کرکے
پی لیوے تو مکروہ ہی حالانکہ کراہت نجاست کے سبب نہین اسلیے کہ صحیح یہی ہی کہ یہ
چیزین مرنے سے ناپاک نہین ہوتین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہی
کہ مکھی اگر کھانے مین گر جاوے تو اُسکو غوطہ دے دو اور کھانا بعض وقت گرم ہوتا ہی کہ
مکھی گرتے ہی مرجاتی ہی اور اگر کوئی چیٹی یا مکھی ہانڈی مین پک کر پاش پاش ہوجاوے
تو اُسکا گرا دینا ضرور نہین اسلیے کہ مکروہ صرف اُسکا جسم ہی وہ ناپاک نہین ہی کہ ہانڈی کو
ناپاک کردے غرض کہ ان امور سے معلوم ہوتا ہی کہ اِن چیزون کی حرمت مکروہ جاننے کی
جہت سے ہی اور اسی لیے ہم کہتے ہین کہ اگر مردہ آدمی کا کوئی ٹکڑا ہانڈی مین پڑجاوے
گو کوڑی بھر ہو تو سب کھانا حرام ہوجاویگا نہ اس جہت سے کہ وہ نجس ہوگیا کیونکہ آدمی تو
مرنے سے ناپاک نہین ہوتا بلکہ اس وجہ سے کہ آدمی کا کھانا تعظیم کی وجہ سے حرام ہی
نہ کراہت طبعی کی وجہ سے - اور جو جانور کہ کھائے جاتے ہین شرائط شرع کے بموجب
ذبح ہونے سے بھی اُنکے سب اجزا کا کھانا حلال نہین ہوتا بلکہ خون اور غلیظ اور جتنی چیزین

ح بخاری بروایت ابی ہریرہ رضہ ۱۲ منہ

اُنمین نجس ہین حرام ہین اور نجاست کا کھانا مطلق حرام ہی لیکن نجس عین یا تو حیوانون مین سے ہین یا مسکرات ہین نباتات مین سے اور جو چیزین کہ عقل کو دور کرتی ہین اور نشہ نہین لاتین وہ نجس عین نہین جیسے بھنگ کیونکہ نشہ اور چیز کا پلید ہونا اُس سے باز رکھنے کے لیے کیا گیا ہی کہ ویسی چیز کی طرف لوگون کا دل چلتا ہی۔ اور جب کہ بہنے والی نجاست کا ایک قطرہ یا لبتہ نجاست کا کوئی حصہ بشور باخواہ کھانے یا تیل مین اگر جاوے تو ان سب کا کھانا حرام ہوجاویگا مگر اور کام مین لانا حرام نہوگا مثلاً ناپاک تیل کا جلانا یا کشتیون مین ملنا یا جانورون وغیرہ پر لگانا درست ہی غرض کہ جو چیزین ذات مین کوئی حرمت کی صفت پائی جانے سے حرام ہوتی ہین وہ اسی قدر تھین۔ اب دوسری قسم کو معلوم کرنا چاہیے یعنے جن چیزون کے حاصل کرنے مین کوئی خلل واقع ہوا ہو اور اسکی بحث وسیع ہی اسطرح کہ مال کا لینا یا تو مالک مال کے اختیار سے ہوگا یا بدون اختیار کے دوم کی مثال مال ارث ہی کہ بدون اختیار وارث کے اُسکی ملک مین آجاتا ہی اور اختیار سے مالک ہونا بھی دو طرح ہی یا تو کسی مالک کے پاس سے اسکی ملک مین آیا یا بدون مالک کے جیسے کان کا ملنا اور جو مالک کے پاس سے آیا وہ اُس سے زبردستی لے لیا یا رضامندی سے اور زبردستی کی صورت مین بھی یا مالک مال کی عصمت اُسپر سے دور ہوگئی جیسے غنیمت ہر خواہ لینے کا استحقاق ثابت ہوگیا ہو جیسے زکوٰۃ اور واجب نفقات کے نہ دینے والون سے مال حاصل کرنا اور جو مال رضامندی سے لیا جائے اُسکے بھی دو طور ہین یا عوض مین لیا جاوے جیسے بیع اور مہر اور اُجرت ہی یا بدون عوض ہو جیسے ہبہ اور وصیت پس اس تقسیم سے چھ قسمین حاصل ہوتی ہین اول وہ جسکا کوئی مالک نہو جیسے کان مین سے کچھ نکالنا یا افتادہ زمین کو آباد کرنا جو کسی ملک مین یا شکار کرنا یا لکڑیان لانا یا ندیون مین سے پانی لے لینا گھاس کھود لانا تو یہ سب چیزین حلال ہین بشرطیکہ کسی آدمی کی ملک کا علاقہ نہو پس جس صورت مین کہ کسی کی ملک کی خصوصیت ان اشیا مین نہوگی تو لینے والا اُنکا مالک ہوجاویگا اور اسکی تفصیل زمین لاوارث کے آباد کرنے کے باب مین ہوا کرتی ہی دوم وہ مال کہ زبردستی لیا جاوے ایسے لوگون سے جنکی حرمت نہین جیسے مال غنیمت جو لڑائی سے ملے یا مال فی جو بدون لڑائی کے کفار سے حاصل ہو یہ مال اس صورت مین حلال ہوتا ہی کہ مسلمان اُسمین سے خمس نکال کر مستحقون مین عدل کے ساتھ تقسیم کردین

اور ایسے کافرون سے اُسکو نہ لیا ہو جو حرمت رکھتے ہین مثلاً ذمّی اور امن اور عہد والے
اور تفصیل اُن شرطون کی غنیمت اور جزیہ کے باب مین مذکور ہوتی ہی۔ سوم وہ مال
جو زبردستی لیا جاوے ایسے لوگون سے کہ حق واجب کو ادا نہ کرین اور بدون رضامندی
کے لے لیے جانے کے مستحق ہون یہ مال بھی حلال ہی جس صورت مین کہ استحقاق کا سبب
پورا ہو جاوے اور مستحق مین وصف استحقاق کامل ہو اور مقدار واجب پر اکتفا کرے اور
لینے والا قاضی یا بادشاہ یا مستحق ہو اور اس مال کی تفصیل تفریق صدقات اور کتاب الوقف
اور نفقات کے بیان مین ہوتی ہی اسلیے کہ اُنمین یہی بحث ہوتی ہی کہ مستحق زکوٰۃ کے
اوصاف کیا ہین اور وقف ونفقات وغیرہا کے مستحق کیسے لوگ ہوتے ہین پس
جب کہ یہ شرائط پوری ہونگی تو جو مال لیا جاویگا وہ حلال ہوگا۔ چہارم وہ مال جو معاوضہ
کی صورت مین مالک کی رضامندی سے لیا جاوے یہ اُس صورت مین حلال ہی کہ عوض
کی دونون چیزون کی شرطین اور عاقدین اور ایجاب وقبول کی شروط ملحوظ رہین اور
معہذا جو شروط مفسدہ شارع نے مقرر فرماوی ہین اُنسے احتراز کیا جاوے ان امور کا
بیان کتاب البیع اور سلم اور اجارہ اور حوالہ اور ضمان اور مضاربت اور شرکت اور
مساقاۃ اور شفعہ اور صلح اور خلع اور کتابت اور مہر اور دوسرے معاوضات مین مشرح ہوتا ہی
پنجم وہ مال جو مالک کی رضامندی سے جو عوض لیا جاوے یہ اُس صورت مین حلال
ہوتا ہی کہ معقود علیہ اور عاقدین اور عقد کی شروط کی رعایت کی جاوے اور کسی وارث
وغیرہ کو ضرر نہو تا ہو یہ ہبہ اور وصیتون اور صدقات کے ابواب مین لکھا رہتا ہی
ششم وہ مال جو بے اختیار آدمی کو ملے جیسے ترکہ مورث کا یہ اُس صورت مین حلال
ہوتا ہی کہ مورث نے اُسکو بوجہ حلال وجوہ پنجگانہ مذکورہ بالا سے پیدا کیا ہو علاوہ ازین
ترکہ مذکورہ سے اول مورث کا قرض اور وصیتین ادا ہو چکی ہون اور وارثون کے حصے
عدل کے ساتھ ہوے ہون اور حقوق واجب مثل زکوٰۃ اور حج اور کفارہ ادا ہو گئے ہون
اِسکی تصریح کتاب الوصایا اور فرائض مین ہوا کرتی ہی۔ غرض کہ آمدنی کی کل صورتین
مجملاً یہی ہین ہمنے بطور اجمال اُنکی طرف اشارہ کر دیا تاکہ طالب حق کو معلوم ہو جاوے
کہ اگر اُسکی غذا ایک وجہ معین سے نہوگی بلکہ متفرق صورتون سے حاصل ہوتی ہوگی
گو اُسکو بدون ان سب امور کے جانے چارہ نہین اور جس جہت سے ان صورتون مین سے

اُسکو غذا لے چاہیے کہ اہل علم سے اُس باب مین حکم پوچھ لے اور بدون جانے ہوے اُسپر جرأت نہ کرے اسلیے کہ جیسے عالم سے قیامت مین کہا جاویگا کہ تونے اپنے علم کے خلاف کیون کیا ویسے ہی جاہل سے کہا جاویگا کہ تو اپنی جہالت پر کیون اڑا رہا سیکھ کیون نہ لیا سمجھے تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد معلوم ہو چکا تھا طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ

تیسرا بیان حلال اور حرام کے درجون کے ذکر مین - واضح ہو کہ حرام سب خبیث ہی لیکن بعض مین خباثت زیادہ ہی اور بعض مین کم اسی طرح حلال سب پاک وصاف ہی مگر بعض زیادہ ستھرا ہی اور بعض کم اسکی مثال ایسی سمجھو کہ طبیب کہتا ہی کہ سب مٹھائیان گرم ہین مگر اُسکے ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہی کہ بعض اول درجہ کی گرم ہین جیسے شکر ہی اور بعض دوم درجہ کی جیسے گڑ اور بعض سوم درجہ کی جیسے دوشاب اور بعض چہارم درجہ کی جیسے شہد اسی طرح حرام کی جنات کو جانو کہ بعض کی اول درجہ کی ہی اور بعض کی دوم وسوم وچہارم درجہ کی اور ایسا ہی کچھ حلال کی پاکی کا حال ہی اور ہم اس جگہ طبی اصطلاح کا اقتدا کرکے چار ہی درجے تخمیناً بیان کرتے ہین کو حقیقت مین درجات کا حصر ہونا ممکن نہین اسلیے کہ ایک درجہ سے لیکر دوسرے درجہ تک بھی بہت تفاوت ہو سکتا ہی مثلاً بعض شکر مین حرارت زیادہ ہوتی ہی اور بعض مین کم اسی طرح اور چیزون کا حال ہی غرض کہ اعتبار مذکورہ بالا سے حرام سے پرہیز کرنے کے چار درجے ہین اول عادل شخصون کا ورع ہی یہ اُس حرام سے بچنے کو کہتے ہین کہ اگر آدمی اُسمین مبتلا ہو تو فاسق ہو جائے اور اُسکا عادل ہونا جاتا رہے اور موجب دخول نار ہو اور گناہگار کہلائے یہ ورع اُسوقت حاصل ہوتا ہی کہ جتنی باتون کو فقہا حرام کہین اُنسے اجتناب کرے دوسرا ورع صالحین کا ہی یہ اُس چیز سے بچنے کو کہتے ہین جسمین حرمت کے شبہہ کو دخل ہو گو مفتی ظاہر حال کی رو سے اُسکی حلت کا فتوی دے غرض کہ شبہہ کے موقعون سے بچنے کا نام ہم ورع صالحین کہتے ہین اور یہ دوسرے درجہ مین ہی تیسرا ورع متقین کا وہ اسطرح ہی کہ کوئی چیز نہ تو فتوی کی رو سے حرام ہی اور نہ اُسکی حلت مین شبہہ ہی مگر اُس سے یہ خوف ہی کہ نوبت حرام چیز کی طرف پہونچے یعنی جن چیزون مین کچھ خوف نہین اُنکو خوف کی چیزون کے خاطر چھوڑ دینا اسی کو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین لَا یَبْلُغُ الْعَبْدُ دَرَجَةَ الْمُتَّقِیْنَ حَتّٰی یَدَعَ مَا لَا بَاْسَ بِهٖ مَخَافَةَ مَا بِهٖ بَاْسٌ چوتھا ورع صدیقین کا ہی کہ نہ چیزین کچھ خوف ہو اور نہ اس بات کا خوف کہ اُس سے نوبت دوسری چیز خوف والی کی پہونچیگی مگر اُسکو خاص اللہ کے لیے لینے کی نیت نہو یا اُسکی عبادت پر قوت حاصل کرنے کی یا جن اسباب سے کہ وہ حاصل ہوئی اُنمین کسی طرح کی کراہت ہو تو ایسی چیز سے احتراز کرنا صدیقین کا ورع ہی پس یہ درجے حلال کے بالاجمال ہوئے اور جس حرام سے درجہ اول مین بچنے کا ہمنے ذکر کیا ہی یعنے جسکے بچنے سے عدالت بنی رہتی ہی اور فسق کا اطلاق نہین ہوتا خباثت مین اُسکے بھی کئی درجے ہوسکتے ہین مثلاً جن چیزون مین صرف داد ستد سے بیع حرام ہی اگر اُنکو بدون ایجاب و قبول زبانی کے تعاطی سے لیا تو وہ حرام ہونگی مگر ایسی حرام نہونگی جیسے کسی سے زبردستی چیز چھین لینی حرام ہی بلکہ چھینی ہوئی چیز کی حرمت زیادہ ہی کہ اُسمین دو باتین ہوئین ایک تو جو راہ شریعت نے چیز کے حاصل کرنے کے لیے مقرر کی تھی اُسکو چھوڑ دیا دوم غیر شخص کو ایذا دی اور تعاطی مین گو اول بات موجود ہی مگر دوسرے کو ایذا دینا نہین پایا جاتا پھر طریق شرع کو ترک کرنا بھی تعاطی مین سہل ہی بہ نسبت سود سے مال حاصل کرنے کے اور اس طرح کا فرق یون معلوم ہوتا ہی کہ جن ممنوعات مین شریعت نے تشدد اور وعید اور تاکید زیادہ کی ہی اُنکا اختیار کرنا سخت گناہ ہی اور جنمین تشدد کم ہی اُنکا کم چنانچہ اس کا بیان باب التوبہ مین گناہ کبیرہ اور صغیرہ کے فرق کے ذکر مین آویگا اسی طرح اگر کوئی چیز کسی فقیر یا بیکبخت یا یتیم سے زبردستی لے لیجاوے تو وہ اُس شی کی نسبت کہ زیادہ خبیث ہوگی جو کسی قوی یا توانگر یا فاسق سے لیجاوے اسلیے کہ ایذا کے درجے بھی موافق حال ایذا رسیدہ شخصون کے جدا جدا ہوتے ہین پس خباثت کی تفصیل مین ان باتون سے غافل نہونا چاہیے اور ایک یہ نکتہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اگر گناہگارون کے مختلف درجے نہوتے تو دوزخ کے طبقے بھی جدا جدا نہوتے اور نیز جب یہ جان چکے کہ خباثت منحصر شریعت کے تشدد پر ہی تو پھر اُسکو تین یا چار درجون مین حصر کرنا زبردستی ہی علاوہ ازین درجات حرام کا اختلاف خباثت مین وہان خوب معلوم ہوتا ہی جہان ممنوع چیزون مین تعارض پڑتا ہی اور پھر بعض کو بعض پر ترجیح دی جاتی ہی مثلاً ایک شخص

بھوک سے مضطر ہوا اور مردار اور مال غیر اور شکار حرام مل سکتا ہی تو خواہ مخواہ ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا پڑیگا چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا - اب ورع کے چار درجون کی مثالون اور شواہد کو معلوم کرنا چاہیے - ورع کے اول درجہ یعنی عادل شخصون کے ورع کے باب مین تو یہ جاننا چاہیے کہ جو چیزین ایسی ہین کہ بمقتضاے فتوے حرام ہین اور جو چھ طریق حرام کی آمد کے اوپر مذکور ہوے آئین داخل ہون یعنی وجوہ حلال کی شرائط کو ملحوظ نہ رکھنے سے وہی طریق حرام کا ہوجاتا ہی پس اوپر ذکر وجوہ حلال کی آمد کا ہوا ہی انھین کو حرام کی آمد کا بھی کہہ سکتے ہین اگر شرائط حلت مرعی نہ رہین تو ایسی چیزین حرام مطلق ہین انکا مرتکب فاسق اور گناہگار ہی اور ہماری غرض حرام مطلق سے اسی طرح کے اشیا مین انہین کچھ حاجت مثالون اور شواہد کی نہین - اور دوسرے درجہ کے ورع کی مثالین وہ شبہات ہین جنسے بچنا واجب نہین بلکہ مستحب ہی چنانچہ شبہات کے باب مین اسکا ذکر آویگا کیونکہ بعض شبہات سے بچنا واجب ہوتا ہی تو اسطرح کے شبہات حرام مین داخل ہین اور بعض شبہون سے بچنا مکروہ ہوتا ہی اُس سے احتراز کرنا وسوسہ والون کا ورع ہی اُسکی مثال یہ ہی کہ کوئی شخص شکار مارنے سے احتیاط کرے اس خوف سے کہ شاید یہ شکار کسی آدمی سے چھوٹ کر نہ بھاگ آیا ہو تو دوسرے کی ملک کو قبضہ کرنا پڑیگا تو اسطرح کی احتیاط وسوسہ ہی اور بعض شبہات سے اجتناب کرنا مستحب ہی واجب نہین اور اسی طرح کے شبہہ پر اس حدیث شریف کو محمول کیا جاتا ہی دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْبُکَ اور ہم اسکو نہی تنزیہی پر محمول کرتے ہین اور اسی طرح یہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کُلْ مَا اَصْمَیْتَ وَدَعْ مَا اَنْمَیْتَ یعنی جس شکار پر تیر لگے اور آنکھ کے سامنے مرجاوے اُسکو کھاوے اور جو زخمی ہوکر نظر سے غائب ہوجاوے اور پھر مردہ ملے اُسکو مت کھا اسلیے کہ ہوسکتا ہی کہ وہ گرنے یا اور کسی سبب سے مرگیا ہو تو ایسی صورت مین ہمارے نزدیک مختار یہی ہی کہ یہ شکار حرام نہین بلکہ اُسکا نہ کھانا دوم درجہ کا ورع ہی اور ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بصیغہ امر یعنے دَعْ مَا اَنْمَیْتَ امر تنزیہی ہی اسلیے کہ بعض روایات مین وارد ہوا ہی کہ اُس شکار مین سے کھا اگرچہ تیری نظر سے غائب ہوجاے بشرطیکہ سوا اپنے تیر کے اور کوئی علامت اُسمین نہ پاوے اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عدی بن حاتم کو سکھلانے کے باب مین

وَاَنْ اَكَلَ فَلَا تَاْكُلْ فَاِنِّيْ اَخَافُ اَنْ يَّكُوْنَ اِنَّمَا اَمْسَكَ عَلٰى نَفْسِهٖ بطور نہی تنزیہی اور خوف کی وجہ سے تھا کیونکہ ابو ثعلبہ خشنی کو یون ارشاد فرمایا کہ كُلْ مِنْهُ فَقَالَ وَاِنْ اَكَلَ قَالَ وَاِنْ اَكَلَ اور اسکی وجہ یہ تھی کہ ابو ثعلبہ خشنی فقیر منش تھے اسلیے یہ احتیاط نہو سکتی تھی اور عدی بن حاتم البتہ اسکو نباہ سکتے تھے حضرت ابن سیرین کی نقل ہی کہ اُنھون نے اپنے شریک کو چار ہزار درم چھوڑ دیے تھے اس وجہ سے کہ اُنکے دل مین کچھ کھٹکا ہو گیا تھا باوجودیکہ علما کا اتفاق تھا کہ انمین کچھ مضائقہ نہین تو اس درجہ کی مثالین ہم شبہات کے درجات کے بیان مین ذکر کرینگے یہان اتنا ہی کافی ہی کہ جو بات شبہہ کی ہو اور اُس سے احتراز کرنا واجب نہو وہ مثال اس درجہ کی ہی۔ اور درجہ سوم متقیون کے ورع کا شاہد یہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی کہ آپ نے فرمایا لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ دَرَجَةَ الْمُتَّقِيْنَ حَتّٰى يَدَعَ مَا لَا بَاْسَ بِهٖ مَخَافَةَ مَا بِهٖ بَاْسٌ اور حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ ہم حلال کے نو سوین حصے چھوڑ دیا کرتے تھے اس خوف سے کہ کہین حرام مین مبتلا نہو جاوین اور حضرت ابو درداء رضہ فرماتے ہین کہ تقوی کے قائم رہنے کی یہ صورت ہی کہ آدمی ذرہ بھر چیزون مین بھی تقوی کرے یہان تک کہ بعض چیزون جنکو حلال جانتا ہو اس ڈر سے چھوڑ دے کہ کہین حرام نہون تاکہ یہ چھوٹا سا اسین اور دوزخ کی آگ مین آڑ ہو جائے۔ اور اسی لیے کسی بزرگ کے سودرم ایک شخص پر آتے تھے جب وہ دینے کو لایا تو ننانوے لیے اور کل کے لینے سے ورع کیا کہ کہین زیادہ نہو جائین۔ اور بعض اکابر تجارت کرتے تھے جب اپنا درم لیتے تو ایک رتی کم لیتے اور دوسرے کو دیتے تو رتی زیادہ دیتے تاکہ یہ امر مانع دوزخ کی آگ کا ہو۔ اور اسی درجہ مین اُن چیزون سے احتراز کرنا داخل ہی جنمین لوگ چشم پوشی کر جاتے ہین ہر چند وہ فتوے کی رو سے حلال ہین لیکن اگر اُنکا باب مفتوح ہو تو نوبت اور چیزون کی طرف پہونچتی ہی اور نفس کاہل ہو کر ورع کو چھوڑ دیتا ہی چنانچہ اسی قسم کی یہ حکایت ہی کہ علی بن معبد فرماتے ہین کہ مین ایک کرایہ کے مکان مین رہتا تھا ایک بار مین نے ایک خط لکھا اور چاہا کہ دیوار کی مٹی لیکر اسکو خشک کرون پھر مین نے سوچا کہ دیوار میری ملک نہین میرے نفس نے کہا کہ دیوار مین سے اتنی مٹی کی کیا حقیقت ہی پس مین نے مٹی لیکر اپنا کام کیا جب مین سویا تو خواب مین دیکھا کہ ایک شخص مجھ پر یون

کہتا ہے کہ میان صاحب کل کو حال معلوم ہوگا کہ اوس شخص کو جو کہتا ہے کہ دیوار کی اینٹ
مٹی کی کیا حقیقت ہے۔ اور شاید اسکے یہ معنی ہین کہ قیامت مین اوسکا درجہ کم ہوجاویگا یعنی
ورع متقین کا درجہ اوسکو نہ ملیگا یہ غرض نہین کہ اس فعل پر کوئی سزا و عذاب ملے۔ اور
اسی قسم کی یہ حکایت ہے کہ حضرت عمر رضہ کے پاس بحرین سے مشک آیا آپنے فرمایا کہ مجکو
یون اچھا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی عورت اوسکو تول دیتی تو اوسکو مسلمانون مین بانٹ دیتا
اونکی بی بی عاتکہ نے کہا کہ مجکو تولنا خوب آتا ہے آپ نے کچھ جواب ندیا پھر یہی فرمایا کہ
اسکو کوئی عورت تول دیتی تو مین مسلمانون مین تقسیم کرتا اونکی بی بی نے پھر وہی کہا
آپ نے فرمایا کہ مین یہ نہین چاہتا کہ تو جب تول چکے تو پلہ ترازو کے غبار کو اپنی گرہ نیز
مل لے اور اسوجہ سے اور مسلمانون کی نسبت کر مجکو زیادہ فائدہ مشک سے پہونچے۔
اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح کے سامنے مشک مسلمانون کے لیے تول رہا تھا آپ نے
اپنی ناک بند کرلی کہ خوشبو نہ آوے لوگون نے یہ امر آپ سے بعید جانا فرمایا کہ اسکا فائدہ
تو صرف خوشبو ہی سے ہے مین کس طرح اورون سے زیادہ متمتع ہون۔ اور ایام طفلی مین
حضرت امام حسن علیہ السلام نے صدقہ کے چھوہارون مین سے ایک اوٹھا لیا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو فرمایا کہ چھی چھی یعنے اوسکو ڈال دو۔ اور کسی بزرگ سے روایت ہے
کہ اونکی وفات شب کو ہوئی حالت نزع مین فرمایا کہ چراغ گل کردو اسلیے کہ تیل مین وارثونکا
حق متعلق ہوگیا۔ اور سلیمان تیمی نعیمہ عطارہ سے روایت کرتے ہین کہ حضرت عمر رضہ اپنی
بی بی کو کچھ خوشبو مسلمانون کی خوشبو مین سے بیچنے کے لیے دیدیا کرتے تھے ایک بار
اونھون نے میرے ہاتھہ خوشبو بیچی اور بڑھانے گھٹانے مین کسی قدر اونکی اونگلی مین
لگ رہی اونھون نے اوسکو اپنے دوپٹے مین پونچھ لیا اتنے مین حضرت عمر رضہ تشریف لائے
پوچھا کہ یہ خوشبو کیسی ہے اونھون نے ماجرا عرض کیا آپنے فرمایا کہ مسلمانون کی خوشبو
لیتی ہو پھر سر پر سے دوپٹہ اوتار لیا اور ایک ٹھلیا مین پانی لیکر دوپٹے پر ڈالتے جاتے تھے
اور زمین مین ملتے تھے پھر سونگھتے تھے پھر زمین مین ملکر دھوتے تھے یہان تک کہ اوسمین
خوشبو نہ رہی پھر جو مین ایک بار اونکی بی بی کے پاس آئی تو خوشبو تولنے کے بعد جو
اونگلی مین لگی اونھون نے اونگلی اپنے مُنہ مین ڈال کر مٹی مین رگڑ دی۔ پس یہ فعل
حضرت عمر رضہ کا ورع تقوی تھا کہ کہین زیادہ کی نوبت نہ پہونچے ورنہ دوپٹے کے

دھونے سے کچھ مسلمانون کو نہ پہونچیگا مگر اسلیے دھوڈالا کہ آگے کو اونکو جرأت نہو اور خود کو زیادہ تمتع نہ حاصل ہو۔ اور اسی طرح کی یہ حکایت ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل رح سے کسی نے پوچھا کہ آپ ایسے شخص کے باب مین کیا فرماتے ہین کہ وہ مسجد مین موجود ہے اور کسی بادشاہ کی انگیٹھی مین عود سلگا کر مسجد کو بسایا جاتا ہے فرمایا کہ اوس شخص کو مسجد مین سے نکل آنا چاہیے اسلیے کہ عود سے نفع خوشبو ہی کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور یہہ صورت کبھی حرام کے قریب ہو جاتی ہے اسلیے کہ جتنی خوشبو مین اوسکے کپڑے بس جائینگے کبھی ایسی ہوگی کہ مالک کی طرف سے مباح ہو اور کبھی زیادہ ہوگی معلوم نہوگا کہ مالک اوسکو گوارا کرے یا نکرے۔ اور یہ بھی امام احمد صاحب سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کے پاس سے ایک پرچہ کرباس حسین حدیثین مکتوب ہین تو پانی والے کو جائز ہے کہ اون کو نقل کرکے مالک کو واپس کرے آپ نے فرمایا کہ نہین بلکہ اول اجازت لے پھر نقل کرے۔ اور اس مین بھی شک رہتا ہے کہ مالک نقل پر راضی ہوگا کہ نہین حاصل یہ کہ جو چیز محل شک مین ہو اور اصل اوسکی حرمت ہو تو وہ حرام ہی رہیگی اور اوسکا چھوڑنا پہلے درجہ کے ورع مین ہے۔ اور تیسرے درجہ کے ورع مین زینت سے اجتناب کرنا ہے اسلیے کہ اس مین بھی خوف اس امر کا ہے کہ اوس سے زیادہ کسی اور امر مین مبتلا کردے ورنہ زینت بذات خود مباح ہے۔ اور حضرت امام احمد رح سے کسی نے لوکدار جوتیون کا حال پوچھا آپ نے فرمایا کہ مین اونکو نہین پہنتا لیکن اگر کیچ گارے کے لیے پہنی جاوین تو مضائقہ نہین زینت کے لیے نہین چاہیین۔ اور اسی قسم کی یہ حکایت ہے کہ حضرت عمر رض جب خلیفہ ہوئے تو ایک بی بی سے آپکو محبت تھی اوسکو آپنے طلاق دیدی اس خوف سے کہ کہین کسی کی سفارش ناحق نہ کر بیٹھے اور مین اسکی خوشی کے لیے اسکا کہنا مان لون۔ اور یہ بے خطرہ کی چیز کو اس خوف سے ترک کرنا ہے کہ کہین خطرناک امر کی نوبت نہ پہونچے۔ اور اکثر مباح چیزین ممنوع چیزون کی طرف داعی ہوا کرتی ہین یہانتک کہ بہت کھانا اور مجرد آدمی کو خوشبو لگانا شہوت کا محرک ہے پھر شہوت فکر کا سبب پڑتی ہے اور فکر باعث نظر ہوتا ہے اور نظر سے اور خرافات ہوتی ہے اسیطرح تو انگرون کے گھرون اور اونکے تجمل کو دیکھنا فی نفسہ مباح ہے مگر اوس سے حرص اوٹھتی ہے اور ویسی ہی باتون کی طلب پیدا ہوتی ہے اور حرام چیزون کی تحصیل کا مرتکب ہونا پڑتا ہے

اور سب مباحات کا یہی حال ہے کہ اگر دو باتون کا لحاظ نہ رہے تو اونکا انجام خطرے
کم خالی ہوگا اول یہ کہ حاجت کی وقت بقدر ضرورت لیجاوین اور اونکی آفات کو جان لیا جاوے
دوم آفات سے ہمیشہ حذرناک رہین - اور اسی طرح جو شخص کہ زیادتی حرص سے کوئی چیز
لیگا وہ بھی خطر سے کم خالی ہوگا - حضرت امام احمد رح نے زینت کے لیے دیوارون کی
استرکاری کو مکروہ فرمایا ہے اور فرماتے ہین کہ زمین پر پچ کرنے سے تو یہ فائدہ ہے کہ مٹی اڑی
دیوارون کی استرکاری سے بجز زینت کی اور کیا فائدہ ہے یہانتک کہ مسجد کی دیوارون
کی استرکاری کو بھی برا فرماتے ہین اور دلیل اس روایت کو لاتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے کسی نے پوچھا کہ مسجد کو ہوئی کار وغن لگایا جاوے آپ نے فرمایا کہ عریش موسیٰ
کی عریش کے برابر نہین یعنے صرف سایہ دار ہونا کافی ہے غرضکہ اس حدیث مین
آپ نے روغن ملنے کی اجازت نہ دی - اور اکابر سلف نے باریک کپڑے کو بھی مکروہ فرمایا ہے
اونکا قول ہے جس شخص کا کپڑا پتلا ہوتا ہے اوس کا دین بھی پتلا ہوتا ہے - اور یہ سب
باتین اسی لیے ہین کہ مباحات سے بڑھکر اور شہوات مین نہ جا پڑین کیونکہ مباح اور
ممنوع دونون کو نفس ایک ہی خواہش سے چاہتا ہے اور جب خواہش مین چشم پوشی
کا عادی ہو جاتا ہے تو پانون پھیلاتا ہے اسی لیے خوف مقتضی اس امر کا ہوا کہ اس
قسم کی سب مباح چیزون سے اجتناب کیا جاوے اور جس مال حلال مین یہ خوف نہو کہ کسی
گناہ کی طرف لیجاویگا تو وہ تیسرے درجہ کا پاک اور حلال ہے چوتھا درجہ صدیقین
کے ورع کا باقی رہا اونکے نزدیک حلال مطلق وہ مال ہے جسکے حاصل ہونے مین
کوئی معصیت نہوئی ہو اور نہ اوس سے معصیت پر مدد لیجاوے اور نہ حال اور مآل مین
اوس سے تقدار حاجت تصدق ہو بلکہ صرف خدا کے لیے اور اوسکی عبادت پر قوت
حاصل کرنے کے لیے اور زندگی قائم رہنے کو لیا جاوے ان لوگون کے نزدیک جو
چیز خدا کے واسطے نہو وہ حرام ہے ان کا عمل اس آیت پر ہے قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ
فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ اور یہ رتبہ اون لوگون کا ہے جو اللہ تعالیٰ کو ایک کہتے ہین
اور اپنے نفس کے حظون سے جدا ہو کر قصداً خاص خدا تعالیٰ کے لیے ہو رہے ہین
اور اس مین شک نہین کہ جو شخص اوس بات سے اجتناب کریگا جو اوس کے پاس
کسی معصیت کو لاوے یا اوسپر کسی معصیت کی استعانت کیجاوے تو وہ ایسے امور سے بھی

احتراز کریگا خلل کرنے کے سبب سے کوئی معصیت یا کراہت مقترن ہو چنانچہ حضرت
یحییٰ بن یحییٰ سے مروی ہے کہ اونھون نے دوا پی اونکی بی بی نے کہا کہ اگر تم صحن مین
کچھ ٹہل لو تو بہتر ہے کہ دوا اپنا اثر کرے آپ نے فرمایا کہ مین اپنے نفس کا حساب تیس برس
سے کر رہا ہون یہ رفتار مجکو معلوم نہین ہوتا کہ کچھ دین سے متعلق ہو غرض کہ اونھون نے
اس خیال سے کہ یہ رفتار متعلق بدین نہین اوسپر جرأت کرنا جائز نہ سمجھا - اور سری سقطی رح
فرماتے ہین کہ ایکبار کسی پہاڑ مین مین نے گھانس دیکھی اور پانی پہاڑ مین سے روان تھا
مین نے وہ سبزہ کھایا اور پانی پیا اور اپنے دل مین کہا کہ اگر مین نے کسی روز حلال طیب
کھایا ہوگا تو وہی روز ہے پس مجکو ایک ہاتف نے آواز دی کہ جس قوت سے تو یہانتک
پہونچا وہ کیسی تھی اور کہان سے پیدا ہوئی تھی مین نے اوس قول سے رجوع کیا اور
نادم ہوا اور حضرت ذوالنون مصری رح ایکبار بھوکے اور محبوس تھے ایک عورت
نیک بخت نے اونکے لیے کھانا داروغہ محبس کے ہاتھ بھیجوایا آپ نے نہ کھایا پھر اوس
عورت سے عذر کیا کہ میرے پاس ظالم کے ہاتھ پر پہونچا تھا یعنے جس قوت سے نے مجکو
کھانا پہونچایا وہ اچھی نہ تھی اسلیے مین نے نہ کھایا اور یہ نہایت درجہ کا تقوی ہے - اور
اسی قسم کی یہ حکایت ہے کہ بشر حافی رح اون نہرون کا پانی نہین پیا کرتے تھے جو امرا نے
کھدوائی ہین کیونکہ نہر پانی کے روان ہونے اور اون تک پہونچنے کا سبب تھی
اگرچہ پانی بذات خود مباح تھا مگر گویا کہ کھدی ہوئی نہرون سے فائدہ لینا پڑتا اور اونکی
کھودنے کی اجرت مال حرام سے دی گئی تھی - اور اسی وجہ سے بعض اکابر نے انگور
کھانے سے اجتناب کیا اور باغ والے سے کہا کہ تم نے انکو خراب کر دیا کیونکہ ظالمونکی
کھودی نہر کا پانی انکو دیا اور یہ ورع پانی پینے سے بھی بڑھکر ہوا کیونکہ اوس پانی سے
جو چیز پیدا ہوئی اوس سے بھی احتراز کیا - اور بعض اکابر حج کے راستہ مین جو کنوئین اور
حوض کہ ظالمون نے بنائے ہین اونکا پانی نہ پیتے تھے باوجودیکہ پانی مباح ہے مگر چونکہ
ایسے حوض مین محفوظ رہا جو مال حرام سے بنایا گیا تھا اسلیے نہ پیتے تھے کہ گویا اوس سے
فائدہ لینا ہوگا اور ان سب سے بڑھکر حضرت ذوالنون مصری رح کا ورع ہے کہ داروغہ
محبس کے ہاتھ سے جو کھانا آیا اوسکو نہ کھایا اسلیے کہ داروغہ کے ہاتھ کو نہین کہہ سکتے
کہ حرام ہے ہان اگر غصب کی رکابی مین آتا تو کہہ سکتے تھے کہ مال حرام مین رکھا گیا

مگر اُن تک اُسوقت سے پہونچا تھا جو غذا حرام سے پیدا ہوئی تھی اور اسی لیے حضرت صدیق رضہ نے دودھ کو قے کر دیا اس خوف سے کہ کہین قوت پیدا نہ کرے باوجودیکہ آپ نے ناواقفیت مین پیا تھا اور اُسکا نکالنا واجب نہ تھا لیکن پیٹ کا خالی ہونا خبیث مال سے صدیقون کا ورع ہی - اور اسی قبیل سے ہی احتیاط کرنی درزی کی کمائی سے جو مسجد مین بیٹھکر سیتا ہو اگرچہ اُسکا پیشہ حلال ہی مگر اُسکا مسجد مین بیٹھکر سینا مکروہ ہی امام احمد رح اُسکو مکروہ فرماتے ہین اور آپ سے کسی نے پوچھا کہ مینہ کے خوف سے اگر موت کاتنے والا کسی مقبرہ مین بیٹھ جاوے تو اُسکا کیا حکم ہی فرمایا کہ مقبرے صرف اسی لیے ہین کہ کوئی آخرت کا کام کیا جاوے اسلیے ایسے شخص کا بیٹھنا مکروہ ہی - اور بعض اکابر کا غلام چراغ ایسے لوگون کے پاس سے جلا لایا جنکا مال مکروہ تھا آپنے چراغ کو گل کر دیا - اور بعضے بزرگ نے تنور مین مکروہ لکڑی کی چنگاری رہی ہوئی سے آگ نہین جلائی - اور بعضون نے بادشاہ کی شمع کی روشنی مین اپنی جوتی کے تسمہ کو مضبوط باندھنے سے احتراز کیا - غرض کہ یہ باریکیان ورع کی راہ آخرت کے چلنے والون کے نزدیک ہین اور تحقیق اسمین یہ ہی کہ ورع مین ایک تو ابتدا ہی یعنی جس چیز کو فتوی حرام کے اُس سے اجتناب کرنے کو تو عادلون کا ورع کہتے ہین اور ایک اُسکی انتہا ہی جو صدیقون کا ورع ہی یعنے جتنی چیزین کہ خدا ے تعالی کے واسطے نہون اور شہوت کے طور پر لی گئی ہون یا مکروہ طور سے پہونچی ہون یا اُنکے سبب سے کوئی کراہت ہوئی ہو اُن سب سے اجتناب کرنا اور ان دونون درجون کے درمیان مین احتیاط کے بہت سے درجے ہین تو جسقدر آدمی اپنے نفس پر احتیاط مین مبالغہ کریگا اسی قدر قیامت کے دن ہلکا ہوگا اور پل صراط پر سے جلد گذریگا اور برائی کے پلے کے جھکنے سے دور رہیگا اور آخرت کے درجے اسی طرح مختلف ہوتے ہین جس طرح ورع کے درجے دنیا مین ہونگے جسطرح ظالمون کے لیے دوزخ کے طبقات جدا گانہ ہونگے جتنا حرام اور خبیث حلال مین اُنکا تفاوت ہوگا - جب اس تحقیق کو جان چکے تو اب تمکو اختیار ہی چاہے احتیاط بہت کرو یا تھوڑی اگر احتیاط کروگے تو اپنے لیے کروگے اور نہ کروگے تو اپنے لیے نہ کروگے مصرع

بر رسولان بلاغ باشد و بس

دوسری فصل شبہون کے مرتبون اور اُنکے پیدا ہونے کے مقامات مین اور حلال

اور حرام سے انکے جدا ہونے کے ذکر مین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَلْحَلَالُ بَیِّنٌ وَالْحَرَامُ بَیِّنٌ وَبَیْنَهُمَا اُمُوْرٌ مُشْتَبِهَاتٌ لَا یَعْلَمُهَا کَثِیْرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَی الشُّبُهَاتِ فَقَدِ اسْتَبْرَءَ لِعِرْضِهٖ وَدِیْنِهٖ وَمَنْ وَقَعَ الشُّبُهَاتِ وَاقَعَ الْحَرَامَ کَالرَّاعِیْ حَوْلَ الْحِمٰی یُوْشِکُ اَنْ یَّقَعَ فِیْهِ اس حدیث مین تینون قسمون کی نص صریح ہی اور مشکل انمین درمیانی قسم ہی جسکو بہت لوگ نہین جانتے یعنی شبہہ اسلیے اُسکا بیان کرنا اور اُسکی حقیقت کا واضح کرنا ضروری ہی کیونکہ جس چیز کو اکثر لوگ نہین جانتے اُسکو کمتر لوگ جانتے ہین پس ہم کہتے ہین کہ حلال مطلق تو وہ چیز ہی جسکی عین ذات سے تحریم کی صفات علیحدہ ہون اور اُسکے اسباب مین اُن چیزون کا گذر نہو جنمین حرمت یا کراہت کو دخل ہو اُسکی مثال یہ ہی کہ پانی جس وقت بہتا ہے اُسی وقت آدمی اُسکو اپنی زمین خواہ مباح زمین مین کھڑا ہوکر جمع کرلے۔ اور حرام محض وہ ہی جس مین کوئی صفت حرام کرنے والی پائی جاوے جیسے تیزی سرور لانے والی شراب مین یا نجاست پیشاب مین یا یہ کہ وہ چیز کسی سبب قطعی سے حاصل ہوئی ہو جیسے ظلم اور سود وغیرہ سے چیز حاصل ہو یہ دونون طرفین ظاہر ہین کچھ شبہہ نہین کہ انمین دخل نہین اور انکے بین دونون طرفون ہین وہ بھی داخل ہین جنکا حال نہین معلوم ہی کہ شلاً حلال ہین مگر یہ بھی احتمال ہی کہ غیر کی ہون لیکن اس احتمال کے لیئے کوئی سبب نہین بجز فرض وہم کے جیسے شکار خشکی اور تری کا کہ حلال ہی مگر جو کوئی شلاً ہرن پکڑے تو احتمال یہ بھی ہی کہ اُسکو کسی نے پہلے پکڑا ہو اور اُس سے چھوٹ گیا ہو اسی طرح مچھلی اگر مارے تو احتمال ہی کہ کسی اور شخص نے پکڑی ہو اور اُس سے پھسل کر پھر پانی مین جارہی ہو ہرچند اسطرح کا احتمال ہیہ کے پانی مین نہین ہوسکتا مگر چونکہ اس احتمال کا کوئی سبب نہین اسلیے یہ شکار بھی حلال مطلق مین داخل ہی اور اس احتمال کو وسواس سمجھنا چاہیے اور ہم اس سے احتراز کرنے کو وہمیون کا دین کہینگے کیونکہ اس احتمال کی کوئی دلیل بجز وہم نہین ہان جس صورت مین کہ احتمال کی کوئی دلیل قطعی ہو مثلاً مچھلی کے گلے مین بالی پڑی دیکھے یا کوئی دلیل شکی ہو مثلاً ہرن کے زخم ایسا پایا کہ تیر کا بھی ہوسکتا ہی اور دوسری طرح بھی ویسا ہوسکتا ہی تو اس صورت مین البتہ

وسع کرنا بجا ہی اور جب کہ کسی طرح کی دلالت نہو نہ تعینی نہ شکی تو دلالت کا نہ ہونا ایسا ہی ہی
جیسا احتمال کا نہونا اسی لیے اسکو وہم اور وسواس کہا جاویگا - اور اسی طرح یہ صورت ہی
کہ کسی شخص نے دوسرے سے گھر مانگ لیا اور مالک کہین کو چلا گیا تو وہ مکان سے
نکل جاتے اور کہنے لگے کہ احتمال ہی کہ مالک مر گیا ہو اور اسکے وارثون کا حق اس مکان سے
متعلق ہو گیا ہو اس نظر سے مین نہین رہتا ہون تو یہ بھی وسواس ہی کیونکہ مالک کی موت
پر کوئی سبب قطعی یا شکی نہین پایا گیا اور شبہہ ممنوع وہی ہی جو شک سے پیدا ہو
اور شک اسکو کہتے ہین کہ دو اعتقاد ایک دوسرے کے خلاف دو سببون جداگانہ سے
پیدا ہون تو جس بات کا سبب ہی نہوگا اسکا اعتقاد دل مین کیسے جمیگا کہ دوسرے
اعتقاد کے مخالف ہو سکے اور شک بنجاوے اور اسی بنا پر ہم کہتے ہین کہ اگر کسی کو شک ہوا
کہ مین نے تین رکعتین پڑھی ہین یا چار تو دو رکعتین کو اختیار کرے کیونکہ چوتھی کی اصل
معدوم ہی اور اگر کسی شخص سے سوال کیا جاوے کہ تمنے ظہر کی نماز دس برس پیشتر
فلان روز تین پڑھی تھی یا چار تو اسکو یقیناً یاد نہوگا کہ چار ہی پڑھی تھی اور جب یقین نہوا
تو وہم اسکا بھی کریگا کہ شاید تین ہون مگر یہ وہم شک نہین اسلیے کہ اسکا کوئی سبب نہین
جس سے تین رکعتون کا اعتقاد ہو - غرض کہ شک اور وہم کی حقیقت کو خوب سمجھ لینا چاہیے
وہ اشیا جنمین صرف وہم اور تجویز پائی جاوے اور کوئی وجہ حرمت کی نہو وہ حلال
مطلق مین داخل ہین اسی طرح اگر حرمت قطعی ہو اور حلت کی وجہ وہم کے طور پر ہو اور
اسکا کوئی سبب نہو تو وہ حرام محض ہین مثلاً ایک شخص کے ہاتھ مین اسکے مورث
کی چیز ہی اور اسکا کوئی دوسرا وارث نہین اور وہ چلا جاوے اور شخص مذکور کہنے لگے
کہ ہو سکتا ہی کہ وہ مر گیا ہو اور یہ چیز میری ہی ملک مین آگئی ہو اور اسی وہم سے
اس چیز مین تصرف کرڈالے تو مرتکب حرام محض کا ہوگا کیونکہ اسکے وہم کا کوئی سبب
نہین - پس ایسی طرح کی اشیا کو شبہات مین نہ جاننا چاہیے بلکہ شبہہ کی چیز وہی ہین
جنکا حال ہم پر مشتبہ ہو جاوے یعنے دو اعتقاد دو سببون سے پیدا ہون اور کسی کو ترجیح
نہو تو اس صورت کو شبہہ کہینگے اب معلوم کرنا چاہیے کہ شبہہ کے پیدا ہونے کے چار مقام ہین
مقام اول سبب حلت اور حرمت مین شک ہونا - اور یہ دو حال سے خالی نہین
یا دونون احتمال برابر ہونگے یا ایک غالب ہوگا اگر دونون برابر ہونگے تو جو اصل سے

معلوم ہوگا وہی بیشک شک سے کوئی دوسرا حکم نہ کیا جاویگا اور یہ یعنے حکم سابق کو دیکھکر حال پر ویسا ہی حکم رکھنا استصحاب کہلاتا ہی اور اگر کوئی احتمال غالب ہوگا اور اُسکا غلبہ بھی دلالت شہر سے ہوا ہوگا تو غالب پر حکم کیا جاویگا اور یہ بات بدون مثالون اور دلائل کے واضح نہوگی اسلیے ہم اُسکو چار قسمون مین منقسم کرتے ہین - پہلی قسم یہ کہ حلال ہونا پیشتر سے معلوم نہو پھر جس وجہ سے کہ چیز حلال ہوتی اُسمین شک پڑ گیا تو ایسے شبہہ سے احتراز کرنا واجب ہی اور اُسپر جرأت کرنی حرام ہی مثلاً ایک شخص نے شکار کے تیر مارا اور وہ زخمی ہوکر پانی مین گرا اور اُسکو مُردہ ملا اور یہ نہین معلوم کہ ڈوب کر مرا یا زخم سے مرا تو یہ حرام ہوگا اسلیے کہ اصل مین حرام تھا بجز ایک خاص طرح مرنے کے اور اُس طریق معین مین شک پڑ گیا تو یقینی بات شک سے نہ چھوڑی جاویگی جیسے طہارتون اور نجاستون اور نماز کی رکعات وغیرہ مین یہی صورت کرتے ہین اور ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عدی بن حاتم کو اسی صورت پر محمول کیا جاویگا یعنے اُس شکار کو مت کھا شاید اُسکو تیرے کتّے کے سوا اور کسی نے قتل کیا ہو اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی چیز آتی اور اُسکا حال آپ پر مشتبہ ہوتا کہ یہ صدقہ ہی یا ہدیہ تو اُسکو دریافت فرماتے یہان تک کہ معلوم ہوجاتا کہ دونون مین سے کونسا ہی - اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات جاگے آپکی ازواج مطہرات مین سے کسی نے پوچھا کہ آپ جاگے آپ نے فرمایا کہ ہان مین نے ایک خرما پایا اور کھایا پس یہ خوف ہوا کہ کہین صدقہ کا نہو اور ایک روایت مین یہ ہی کہ مین نے اُسکو کھا لیا اور خوف کیا - اور اسی قسم کی یہ حکایت ہی جو کسی صحابی سے مروی ہی کہ ہم ایک سفر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے ہم کو بھوک لگی اور ایک منزل مین اُترے جسمین گوہین بہت تھین ہمنے اُنکو ذبح کرکے ہنڈیون مین چڑھا دیا وہ پک ہی رہی تھین کہ اتنے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک امت بنی اسرائیل مین مسخ ہوگئی تھی مجھے ڈر ہی کہ یہ اُسی مین کے نہون ہمنے ہانڈیون کو اوندھا دیا پھر بعد کو خدائے تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا کہ ہمنے کسی مخلوق کو ایسی طرح مسخ نہین کیا کہ اُسکی نسل رہی ہو اور اول آپ کا ڈرنا اسوجہ سے تھا کہ اصل مین حلال نہ تھی مگر ذبح کی وجہ سے اور

محل ذبح ہونے مین شک تھا۔ دوسری قسم یہ ہی کہ چیز پیشتر حلال ہو اور وجہ حرمت مین شک پیدا ہو جاوے تو اسمین اصل حالت ہی کا حکم رہیگا اسکی مثال یہ ہی کہ دو شخصون نے دو عورتون سے نکاح کیا اور ایک پرند اڑتا ہوا دیکھکر ایک نے کہا کہ اگر یہ کوا ہو تو اسکی بی بی پر طلاق ہی دوسرے نے کہا کہ اگر یہ کوا نہو تو اسکی زوجہ کو طلاق ہی اور اس پرند کا حال نہ کھلا کہ کوا تھا یا نہین تو کسی عورت کی حرمت کا حکم نہ لگیگا اور نہ ان مردون کو انسے اجتناب کرنا واجب ہوگا بلکہ ورع کی رو سے احتراز کرنا اور دونون کو طلاق دے دینا مناسب ہوگا تاکہ اور شوہرون کو حلال ہو جاوین اور مکحول رح نے اس مسئلہ مین اجتناب کرنے کا حکم فرمایا ہی۔ اور اس مسئلہ مین کہ دو شخصون نے تنازع کیا اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو حاسد ہی اسنے جواب دیا کہ ہم مین سے جو زیادہ حاسد ہو اسکی جورو پر تین طلاق اسنے کہا ہان اور یہ معلوم ہونا مشکل پڑا کہ زیادہ حاسد کون ہی۔ شعبی رض نے فرمایا کہ دونون کو اپنی بی بی سے اجتناب چاہیے تو اگر شعبی اور مکحول رض کی غرض اجتناب سے وہی ہی کہ ورع کی رو سے احتراز چاہیے تب تو درست ہی اور اگر یہ غرض ہی کہ حرمت ثابت ہوگئی تو حرمت کی کوئی وجہ ثابت نہین کیونکہ طہارات اور نجاسات اور پانیون اور نمازون مین ثابت ہی کہ شک سے یقین کا ترک کرنا واجب نہین تو یہ معاملہ بھی ویسا ہی ہی جہان بھی وہی حکم ہوگا۔ اب اگر یہ کہو کہ اس مسئلہ مین اور طہارات کے مسئلہ مین مناسبت کیا ہی جو اسکا اور اسکا ایک حکم کہتے ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ مناسبت کی ضرورت نہین بعض صورتون مین یہ حکم بدون مناسبت بھی لازم آجاتا ہی مثلاً اس صورت مین کہ آدمی کو پانی کے پاک ہونے کا یقین ہو پھر اسکو اس کی نجاست مین شک پڑ جاوے تو اس صورت مین اس پانی سے اسکو وضو کرنا جائز ہی علی ہذا القیاس پینا کیسے ناجائز ہو جائیگا وہ بھی درست ہوگا اور جب پینا درست ہوا تو ثابت ہوا کہ یقین شک سے نہین دور ہوتا ہان یہان ایک اور نکتہ ہی وہ یہ ہی کہ پانی کی نظیر جب درست ہوتی کہ آدمی اس بات مین شک کرتا کہ مین نے اپنی بی بی کو طلاق دی ہی یا نہین تو اس وقت یون جواب ہو سکتا تھا کہ اصل یہی ہی کہ طلاق نہین دی مگر مسئلہ پرند کی نظیر اس پر منطبق نہین ہوتی کہ یقین شک سے نہین جاتا بلکہ اسکی نظیر یہ ہو سکتی ہی کہ دو برتنون مین سے ایک یقینی نجس ہوا اور یاد نہ رہے کہ کونسا ہی تو اب ان مین سے کسی کا استعمال درست نہین جبتک کہ اجتہاد اور اٹکل نہ کرے اسلئے کہ اسمین طہارت

ایک کی یقینی ہی اور نجاست دوسرے کے بھی یقینی تو دو یقینیون کے مقابل ہونے سے استعمال درست نہوگا مگر یہ کہ ایک یقین کو اُکل سے ترجیح دیجاوے یہی معاملہ مسئلہ پرند مین ہی کہ ایک بی بی پر طلاق یقینی پڑگئی اور یہ معلوم نہین کہ کونسی پر پڑی تو چاہیے تھا کہ اجتہاد سے ایک ہی حلال رہتی دوسری حرام ہوجاتی - پس اس نکتہ کے باب مین ہم کہتے ہین کہ دو برتنون مین شافعیون کے تین قول ہین بعض تو فرماتے ہین کہ بدون اجتہاد ایک سے وضو درست ہی اور بعض کہتے ہین کہ جب یقین نجاست طہارت کے یقین کے مقابل ہوا تو دونون سے اجتناب چاہیے اور اجتہاد کرنا اس مین مفید نہ پریگا اور کچھ بیچ کی راہ چلے ہین اور فرماتے ہین کہ اجتہاد کرکے ایک کا استعمال جائز ہی اور یہی قول صحیح ہی مگر اُسکی نظیر مسئلہ پرند اُس صورت مین ہی کہ ایک شخص کی دو بیبیان ہون اور وہ پرند کو دیکھ کر کہے کہ اگر یہ کوا ہو تو ہندہ کو طلاق ہی ورنہ خالدہ کو تو اس صورت مین البتہ اُسکو دونون سے علیحدگی کرنی پڑیگی اور استصحاب کی وجہ سے دونون سے صحبت کرنی ناجائز ہوگی اور اجتہاد جائز نہوگا کیونکہ کوئی علامت نہین ہی اور ہم اُس پر دونون کو حرام کہتے ہین اسلیے کہ اگر وہ دونون سے صحبت کریگا تو قطعی حرام کا مرتکب ہوگا اور اگر ایک سے کریگا اور کہیگا کہ مین اسی پر کفایت کرتا ہون تو ترجیح بلا مرجح زبردستی لازم آویگی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ پرند مین اگر ایک شخص ہو تو اُسکا حکم جُدا ہی اور دو ہون تو حکم اور ہی کیونکہ ایک شخص مین تو حرمت یقینی ہی اور دو مین ہر ایک شخص کو حرمت مین شک ہی - اب اگر یہ کہو کہ جس صورت مین برتن دو شخصون کے ہون تو چاہیے کہ وہان بھی اجتہاد مفید نہ پڑے اور ہر ایک شخص اپنے اپنے برتن سے وضو کرلے اسلیے کہ طہارت ہر ایک کی یقینی ہی اور نجاست مین شک ہوگیا تو اسکا جواب یہ ہی کہ واقع مین احتمال نقض تو اسی طرح ہی مگر ظن غالب کی رو سے اس صورت مین یہ حکم ہی کہ کوئی شخص وضو اُن دونون برتنون سے نہ کرے پانی کی صورت مین دو شخصون اور ایک کا حکم یکسان ہی اسلیے کہ وضو کا درست ہونا اس بات کو نہین چاہتا کہ پانی اُس شخص کی ملک بھی ہو بلکہ اگر کوئی شخص غیر کے پانی سے وضو کریگا تب بھی رفع حدث کے لیے ایسا ہی ہوگا کہ گویا اپنے پانی سے وضو کیا پس پانی کے باب مین ملک کا جُداگانہ ہونا کچھ موثر نہوا بخلاف دوسرے کی زوجہ کے

صحبت کرنے کے کہ وہ ناجائز ہی اور دوسری وجہ یہ ہی کہ نجاسات کے باب مین علامتون کو دخل ہی اور اجتہاد اُس مین ہوسکتا ہی اور طلاق مین یہ بات نہین ہوسکتی اسلیے پانی مین استصحاب کی تقویت کسی علامت سے ضرور ہی تاکہ اُسکی نجاست کے یقین کو جو طہارت کے یقین کے مقابل ہی دفع کردیا جاوے اور یہ اقسام استصحابات اور ترجیحات کے فقہ کے دقایق مین سے ہین ہمنے اُنکو فقہ کی کتابون مین مکمل لکھا ہی اس مقام پر اسکے سوا اور کچھ مقصود نہین کہ اُسکے قواعد پر تنبیہ کردین تیسری قسم یہ ہی کہ اصل مین حرمت ہو مگر اُسپر کوئی ایسی شے طاری ہوئی ہو جو ظن غالب کی رو سے موجب حلت ہو تو ایسی چیز مشکوک ہوتی ہی اور غالب یہی ہی کہ حلال ہو اسکا حکم یہ ہی کہ دیکھنا چاہیے کہ غلبۂ ظن کا سبب اگر شرعی وجہ اور معتبر ہی تو ایسی صورت مین مختار یہ ہی کہ وہ چیز حلال ہی اور اُس سے اجتناب کرنا ورع مین داخل ہی مثلاً ایک شکار پر تیر مارا اور وہ نظر سے غائب ہوگیا بعد اُسکے مردہ ملا اور بجز تیر کے اور کوئی نشان زخم وغیرہ کا نہین لیکن ہوسکتا ہی کہ وہ گرکر مرگیا ہو یا کسی اور سبب سے مرا ہو اگر کسی دوسرے صدمہ یا زخم کا نشان بھی ہوگا تب تو وہ اول قسم مین لاحق ہوجاویگا مگر جب اور نشان نہو تو امام شافعی رح کا قول اس مین مختلف ہی اور مختار یہی ہی کہ حلال ہی اسلیے کہ تیر کا زخم سبب ظاہر اور یقینی ہی اور اصل یہی ہی کہ اُسپر اور کوئی امر مہلک طاری نہین ہوا فقط شک ہی کہ طاری ہوگیا ہو تو یقین شک کے باعث سے دور نہ کیا جاویگا۔ اب اگر یہ کہا جاوے کہ حضرت ابن عباس رض نے فرمایا ہی کہ کُلْ مَا اَصْمَیْتَ وَدَعْ مَا اَمْمَیْتَ اور حضرت عائشہ رض نے روایت کی ہی کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک خرگوش لایا اور عرض کیا کہ یہ میرا شکار ہی مین نے اسمین اپنا نیزہ پہچانا آپ نے پوچھا کہ یہ تیر لگتے ہی تیرے سامنے گرگیا تھا یا نظر سے غائب ہوگیا تھا اُسنے عرض کیا کہ نظر سے غائب ہوگیا تھا آپ نے فرمایا کہ رات اللہ تعالی کی مخلوق ہی اُسکا اندازہ سوا اُسکے خالق کے اور کوئی نہین کرتا شاید اُس کے قتل کو کسی اور چیز نے مدد کی ہو اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی بن حاتم کو اُنکے کتے تعلیم یافتہ کے باب مین فرمایا کہ اگر وہ کھاوے تو مت کھا کہ مجھے یہ خوف ہی کہ کہین اُسنے اپنے ہی لیے شکار نہ پکڑا ہو حالانکہ غالب یہی ہی کہ کتا تربیت یافتہ

اپنی عادت نہین بھولتا اور مالک ہی کے لیے شکار پکڑتا ہی مگر باوجود اسکے انکو ممانعت فرمائی
اور اسکی وجہ یہ ہی کہ حلت جب ثابت ہوتی ہی کہ اُسکا سبب کامل تحقق ہوجائے
اور سبب کا پورا ہونا اسطرح ہی کہ بدون دوسرے سبب کے طاری ہونے کے
وہی موت کا باعث ہوا اور جب اسمین شک ہوگا تو سبب کے کامل ہونے مین شک
پڑیگا یہان تک کہ یہ امر مشتبہ ہوجائیگا کہ اُسکی موت حلت پر ہوئی یا حرمت پر
غرضکہ یہ شکار اُس طرح کا نہوگا جسکا مرنا یقینی حلت پر اُسی دم ہوا ہو پھر شک سبب
طاری مین واقع ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ حضرت ابن عباس کا منع فرمانا یا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا ورع پر اور نہی تنزیہی پر محمول ہی کیونکہ بعض روایات مین یہ
بھی تو وارد ہی کہ ایسے شکار مین سے کھالے گو تجھسے غائب ہوجاوے بشرطیکہ اپنے
تیر کے سوا کوئی اور نشان مرنے کا نہ پاوے اور یہ روایت اُسی علت کی تنبیہ ہی جو ہمنے
ذکر کی ہی یعنی اگر دوسرا نشان پاویگا تو سبب مین تعارض ہوجاویگا اور اسی لیے گمان
غالب مین تعارض ہوگا اور اگر اپنے زخم کرنے کے سوا کوئی نشان نہ پائیگا تو غلبۂ ظن
حاصل ہوجائیگا اور اُسی کے لحاظ سے حلت کا اور استصحاب کا حکم کیا جاویگا جیسے
خبر واحد اور قیاس ظنی وغیرہ کے بموجب عمل کرنے کا حکم ہوتا ہی۔ باقی معترض نے
یہ جو کہا تھا کہ یقینی متحقق نہین ہوا کہ اُسکی موت اُسی دم حلت پر ہوئی تو سبب مین
شک واقع ہوگیا پس یہ اسطرح نہین ہی جیسا معترض نے خیال کیا بلکہ سبب تو یقینی
ہوگیا کیونکہ زخم ہی موت کا باعث ہوا ہی ہان دوسرے سبب کے طاری ہونے مین
شک ہی۔ اور ہمارے اس قول کی صحت پر اجماع دلالت کرتا ہی یعنی اگر کوئی شخص زخمی
ہوکر غائب ہوجاوے اور پھر مردہ ملے تو اس بات پر اجماع ہی کہ اُسکے زخمی
کرنے والے پر قصاص واجب ہی بلکہ اگر وہ غائب بھی نہو تب بھی معترض کے قول کے
بموجب قصاص نہونا چاہیے کیونکہ ہوسکتا ہی کہ اُسکی موت اُسکی باطن کی کسی خلط
کے پیجان سے ہوئی ہو جیسے آدمی اچانک مرجاتا ہی تو چاہیے کہ قصاص ایسی
صورتون مین نہوا کرے بلکہ جب ایک شخص دوسرے کی گردن کاٹ ڈالے یا ایسا
زخم کاری لگاوے کہ فوراً ٹھنڈا کردے اُسی صورت مین قصاص لازم آوے
کیونکہ باطن کے اسباب جو حملک ہین اُنسے بچاؤ کی صورت نہین اور اُنکے باعث سے

تندرست آدمی دفعتہ مرجاتا ہی حالانکہ اسکا قاتل کوئی نہین باوجودیکہ قصاص شبہ کی
صورت مین ساقط ہوجاتا ہی مگر یہان کوئی قصاص کو ساقط نہین کہتا اسی طرح
ذبح کیے ہوئے جانور کے پیٹ مین سے جو بچہ نکلتا ہی وہ حلال ہوتا ہی حالانکہ
ممکن ہی کہ وہ اپنی ماں کے ذبح ہونے سے پیشتر ہی مرگیا ہو اُسکے ذبح ہونے سے
نہ مرا ہو یا اُسمین روح شروع ہی سے نہ پڑی ہو اسی طرح اگر حاملہ عورت کو
کوئی شخص صدمہ پہونچاوے اور اُسکا بچہ مرا ہوا نکل پڑے تو اُس شخص پر غلام
آزاد کرنا واجب ہوتا ہی اگرچہ ممکن ہی کہ بچہ مین پہلے ہی سے روح نہ پڑی ہو یا
اُس شخص کے صدمہ سے پہلے کسی اور سبب سے مرگیا ہو لیکن ان سب
باتون کی بنا ظاہری اسباب پر لیجاتی ہی اور دوسرے احتمال کا اگر کوئی
سبب نہ پایا جاویگا تو وہ وہم اور وسواس مین شامل ہی جیساکہ پیشتر ہمنے
ذکر کیا ہی تو اسی طرح اس مسئلہ کو سمجھنا چاہیے۔ اور یہ جو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے خوف ہی کہ کہین تعلیم یافتہ کُتّے نے اپنے
لیے شکار نہ پکڑا ہو تو اس باب مین امام شافعی رح کے دو قول ہین اور ہمارے نزدیک
انمین سے مختار قول حرمت ہی اسلیے کہ یہان سبب مین تعارض واقع ہوتا ہی
کیونکہ تربیت یافتہ کُتّے کا حال مثل آلہ اور وکیل کے ہی اگر خود چھوٹ کر اپنے لیے
پکڑ لیتا ہی تو حرام ہوجاتا ہی اور مالک کے واسطے پکڑتا ہی تو حلال ہوتا ہی پس
جس صورت مین کہ مالک کے اشارہ سے چھوٹے اور شکار کو پکڑکر کھاوے تو شکار
اشارہ سے جانا تو اس بات کو چاہتا ہی کہ کُتّا مالک کی وکالت اور نیابت کرتا ہی
اور بعد کو شکار مین سے کھانا اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ اُسنے اپنے واسطے شکار
پکڑا ہی نہ مالک کے لیے تو اب ان دونون سببون مین حلت اور حرمت کے تعارض
ہوا اسلیے احتمال مین بھی تعارض ہوا اور اصل حرمت تھی تو وہی قائم رہیگی اور شک سے
زائل نہوگی اور یہ ایسی صورت ہوئی کہ ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میرے لیے
ایک لونڈی خرید دے پھر وکیل نے ایک لونڈی خریدی اور ابھی یہ کہنے نہین پایا تھا کہ اپنے لیے
لی ہی یا مالک کے لیے کہ انتقال کرگیا تو موکل کو اس صورت مین اُس لونڈی سے
صحبت کرنی حلال نہوگی کیونکہ وکیل کو اپنے لیے خریدنے کی بھی قدرت تھی

اور موکل کے لیے بھی اور ترجیح کی کوئی دلیل موجود نہین اور اصل حرمت ہی تو اسیکا اعتبار ہوگا پس اسطرح کی صورت پہلی قسم مین ملحق ہی نہ تیسری مین - چوتھی قسم یہ کہ حلت معلوم ہو اور کوئی وجہ شرعی معتبر حرمت کی طاری ہوگئی ہو جس سے غلبہ ظن حرمت کا ہوجاوے پس اُسکی حلت سابقہ دور کیجاویگی اور حرمت کا حکم دیاجاویگا کیونکہ ہمکو معلوم ہوگیا کہ استصحاب کی وجہ ضعیف ہی اور غلبہ ظن کے ساتھ مین اُسکا حکم باقی نہ رہیگا - اُسکی مثال یہ ہی کہ دو برتنون مین سے ایک کی نجاست اجتہاد سے معلوم کرے یعنی کسی علامت معین پر اعتماد کرکے ظن غالب اس بات کا کرے کہ یہ برتن نجس ہی تو یہ غلبہ ظن اُس پانی کے پینے اور اُس سے وضو کرنے کی حرمت کا موجب ہوگا یا یہ کہ یون کہا کہ اگر زید عمرو کو مار ڈالے یا شکار کو قتل کرے اور اسکے مارنے مین تنہا وہی ہو تو میری بی بی کو طلاق ہوجاے پھر زید نے عمرو کو خواہ شکار کو زخمی کیا اور مجروح غائب ہوگیا اور بعدہ مردہ ملا تو اُس شخص کی بی بی اُس پر حرام ہوجاویگی اسلیے کہ ظاہر یہی ہی کہ مقتول کو صرف زید ہی نے مارا ہی جیسا کہ پیشتر بیان ہوا - اور امام شافعی رح نے تصریح فرمادی ہی کہ اگر کوئی شخص حشبون مین پانی رنگ بدلا ہوا پاوے اور ہوسکتا ہو کہ زیادہ دنون کے رہنے سے بگڑگیا ہو یا کسی نجاست کے باعث سے متغیر ہوا ہو تو اُس پانی کو استعمال کرے اور اگر کسی ہرنی کو انمین پیشاب کرتے دیکھے پھر متغیر پاوے اور اب احتمال ہو کہ پیشاب سے متغیر ہوا ہی یا زیادہ ٹھہرنے سے تو اس صورت مین اُسکا استعمال درست نہین کیونکہ پیشاب کا دیکھنا غلبۂ احتمال نجاست پر دلیل موجود ہی اور یہی مثال ہی قسم چہارم کی اور یہ غلبہ ظن اُس صورت مین معتبر ہی کہ کسی علامت سے متعلق ہو جو اُس شے مین موجود ہوا اور جو غلبہ ظن اس طرح کی علامت سے متعلق نہ ہوگا تو اُسمین امام شافعی رح کا قول مختلف ہی کہ آیا اصل حلت اسطرح کے غلبۂ ظن سے جاتی رہتی ہی یا نہین چنانچہ مشرکون اور دائم الخمر آدمیون کے برتنون سے وضو کرنے مین اور کھدی ہوئی قبرون مین نماز پڑھنے کے باب مین اور مشرکون کی کپڑے کے ساتھ نماز پڑھنے مین بشرطیکہ جس قدر سے احتراز دشوار ہی اُس سے زائد لگا ہوے اُنکا قول مختلف ہی اور اس مسئلہ کا نام اصحاب شافعی نے یہ رکھا ہی

کہ جب اصل اور غلبہ ظن کا تعارض ہو تو کسکا اعتبار ہوتا ہی غرضکہ یہ غلبہ ظن دائم الخمر
اور مشرکون کے برتنون سے پانی پینے کی حلت مین جاری ہی کیونکہ نجس پانی کا پینا
حلال نہین ہوتا پس معلوم ہوا کہ ماخذ نجاست اور حلت کا ایک ہی ہی اور اگر دونون مین
سے ایک مین تردد ہوگا تو دوسرے مین بھی تردد کا موجب ہوگا اور جس بات کو مین نے
اختیار کیا ہی وہ یہ ہی کہ اعتبار اصل کا ہی اور علامت اگر چیز کی ذات سے متعلق نہوگی
تو اصل کے دور کرنے کی موجب نہوگی اور قریب ہی کہ اسکا بیان اور دلیل شبہ
کے اُٹھنے کی دوسرے مقام مین مذکور کرینگے جسکو شبہ خلط کہتے ہین - اوپر کی تقریر
سے حکم اُس حلال کا معلوم ہوگیا جسکے اندر حرمت کی وجہ طاری ہونے کا شک یا گمان
غالب ہوا اور اُس حرام کا حکم معلوم ہوا جسمین حلت کی وجہ طاری ہونے کا
شک یا ظن ہوا ہوا اور یہ فرق بھی معلوم ہوگیا کہ اگر ظن کسی ایسی علامت سے متعلق ہو
جو چیز کی ذات مین پائی جاوے تو وہ اور ہی اور جو ایسی علامت سے متعلق نہو تو وہ
اور ہی اور ان چارون قسمون مین جن چیزون کو ہمنے حلال کہا ہی وہ اول درجہ
کی حلال ہین احتیاط یہی ہی کہ اُنسے اجتناب کیا جاوے اور جو کوئی اُنپر اقدام
کریگا وہ متقیون اور صالحون سے نہوگا بلکہ عادلون کے زمرہ مین متصور ہوگا یعنی شرع کے
فتوی کے بموجب بدکار اور گناہگار اور مستوجب سزا نہ ٹھہریگا ہان جن باتونکو ہم وسواس
کے مرتبہ مین شامل کرچکے ہین اُنسے احتراز کرنا ورع مین ہرگز داخل نہین چنانچہ
پہلے بھی ہم کہہ چکے ہین

دوسرا مقام شبہ کے پیدا ہونے کا خلط ہی یعنے حلال اور حرام آپسمین ملجاوین اور تمیز
نہ رہے اور امر مشتبہ ہوجاوے اب خلط کی تین صورتین ہین ایک یہ کہ دونون
طرف محدود لا انتہا ہون دوم یہ کہ ایک ہی طرف ہون سوم یہ کہ دونون طرف محصور اور
معدود ہون پھر اس تیسری صورت کی دو نوع ہین ایک یہ کہ اختلاط امتزاج کے ساتھ ہو
کہ حلال اور حرام کے افراد کی طرف اشارہ جداگانہ نہ کرسکین جیسے بہنے والی چیزین آپس مین
ملجاوین یا اختلاط ابہام کے ساتھ ہو مگر افراد کی طرف جداگانہ اشارہ کرسکتے ہون جیسے
غلامون اور مکانون اور گھوڑون وغیرہ کا ملجانا اور یہ دوسری صورت بھی دو حال
سے خالی نہین کہ جو چیزین مختلط ہوئی ہین یا ایسی ہین کہ اُنکی ذات مقصود ہو جیسے

اسباب یا ایسے ہین کہ اُنکی ذات مقصود نہین جیسے نقد تو اس تقسیم سے اسکی بہت سی قسمین پیدا ہوتی ہین قسم اول یہ کہ کوئی چیز چند محصور مین ملجاوے مثلاً ایک مردار بکری ذبح کی ہوئی ایک یا دس بکریون مین ملجاوے یا ایک عورت دودھ کی بہن دس عورتون مین ملجاوے یا دو بہنون مین سے ایک کے ساتھ نکاح کیا پھر شبہ ہوگیا کہ کسکے ساتھ کیا تھا تو اس قسم کے شبہ سے بالاجماع احتراز کرنا واجب ہی کیونکہ حلال متون اور اجتہاد کو اسمین دخل نہین اور چونکہ اختلاط عدد محصور مین ہوا ہی تو سب ملکر ایک چیز کی طرح ہوگئے ہین اور اُسمین یقین حلت اور یقین حرمت دونون ایک دوسرے کے متعارض بلا ترجیح ہین اور یہ اختلاط اگر ایسی طرح ہو کہ پہلے حلت ثابت ہو کر پھر حرمت کا اختلاط طاری ہوجاوے جیسے دو بیبیون مین سے ایک پر طلاق پڑنی مسئلہ پرندمین گذری یا اسطرح اختلاط ہو کہ حلت سے پیشتر ہی حرمت کا اختلاط ہوگیا ہو جیسے دودھ کی بہن اجنبی عورت کے ساتھ مشتبہ ہوجاوے اور ایک کا حلال کرنا چاہیے تو دونون صورتون مین کچھ فرق نہین دونون کا حکم حرمت ہی کا رہیگا۔ مگر حرمت کے طاری ہونے کی صورت مین کبھی مشکل ہوتی ہی مثلاً دو بیبیون مین سے ایک کی طلاق مین کہ بموجب بیان گذشتہ استصحاب ہوسکتا ہی لیکن ہمنے مسئلہ پرندمین جواب کی وجہ بھی لکھدی ہی کہ یقین حرمت مقابل یقین حلت کے پڑا ہی اسوجہ سے استصحاب ضعیف ہی اور نظر شریعت مین خطر کی جانب غالب تر ہوتی ہی اسلیے ترجیح حرمت کو رہتی ہی اور یہ صورت اُسی وقت ہی کہ حلال محصور حرام محصور مین مختلط ہو اور جس صورت مین کہ حلال تو محصور ہو اور حرام غیر محصور تو ظاہر ہی کہ اجتناب بطریق اولی ہوگا قسم دوم یہ کہ حرام محصور ہو اور حلال غیر محصور جیسے مثلاً ایک دودھ کی شریک یا دس عورتمین دودھ کی شریک کسی بڑے شہر کی عورتون مین مختلط ہوجاوین تو اس صورت مین سارے شہر کی عورتون سے نکاح کرنے مین اجتناب کرنا لازم نہین بلکہ جائز ہی کہ جس سے چاہی نکاح کرلے اور اس قسم مین علت یہ ٹھہرائی کہ حلال کی کثرت کی صورت مین حلت کو ترجیح چاہیے جائز نہین کیونکہ اس صورت مین یہ لازم آویگا کہ اگر ایک دودھ کی شریک دس اجنبی عورتون مین مختلط ہوجاوے تو نکاح درست ہونا چاہیے حالانکہ اسکا کوئی قائل نہین بلکہ علت کثرت اور حاجت دونون ہین کیونکہ جس شخص کا دودھ کا شریک

یا اور کوئی محرم یا سسرال کے رشتہ سے یا اور کسی سبب سے حرام شخص مخلوط ہو جاوے
تو یہ نہین ہو سکتا کہ اوس پر باب نکاح بالکل بند کر دیا جاوے - اور اسی طرح جس شخص کو
معلوم ہو کہ مال دنیا مین قطعاً حرام ملا ہوا ہے تو اوسپر ضرور نہین کہ خریدنا اور کھانا چھوڑ دے
کیونکہ اس مین دقت اور حرج ہے حالانکہ دین اسلام مین کچھ حرج نہین ہے اور اس
امر کی دلیل یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین ایک ڈھال چوری
گئی تھی اور کسی شخص نے براہ خیانت غنیمت کے مال مین سے عبا لے لی تھی تو دنیا مین
کسی نے ڈھال اور عبا کے خریدنے سے امتناع نہین کیا تھا اور یہی حال ہر چیز کا ہے
جو چوری ہو جاوے کہ دوسرونپر اوسکی جنس کی بیع و شرا کا ترک کرنا لازم نہین اسیطرح
یہ بھی لوگون کو معلوم تھا کہ بعض لوگ روپیون اشرفیون پر سود لیتے دیتے ہین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اور دوسرے نیکبخون نے روپیون اشرفیون کو بالکل چھوڑ نہین دیا تھا
بلکے کاروبار اونسے ہوتے تھے - حاصل یہ کہ دنیا حرام سے بھی بچتی ہے کہ جب تمام
دنیا کے لوگ گناہ چھوڑ دین اور یہ محال ہے پس جب اس طرح کا اجتناب دنیا مین
شرط نہین تو شہر مین بھی مشروط نہونا چاہیے ہان جس صورت مین کہ عدد محصور ہو تو
مضائقہ نہین اور عدد غیر محصور کی صورت مین اجتناب کرنا وسواسیون کا ورع ہے کیونکہ
نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اور نہ کسی صحابی سے اور نہ کسی ملت اور
کسی زمانہ مین اسطرح کے اجتناب کا نباہنا خیال مین آوے - اب اگر یہ کہو کہ خدا تعالیٰ
کے علم مین تو سب عدد محصور ہی ہین پھر عدد محصور کی حد کیا ہے اگر آدمی چاہے کہ کسی
شہر کے باشندون کی شمار کرے تو ہو سکتا ہے بشرطیکہ کوئی اوسکے شمار مین مزاحم نہ ہو
تو اسکا جواب یہ ہے کہ ان جیسے امور کی حد باندھنی ناممکن ہے مگر تقریباً حد کر دیا کرتے ہین
پس ہم کہتے ہین کہ عدد غیر محصور کی یہ حد ہے کہ اگر ایک میدان مین سب اکٹھی ہو جاوین
تو دیکھنے والے کو بمجرد نگاہ کرنے کے اونکا شمار مشکل ہو جیسے ہزار اور دو ہزار کہ عدد غیر محصور
ہین اور اگر شمار کرنے مین دقت نہو بلکہ آسانی سے گن لیے جاوین جیسے دس یا بیس ہین
تو وہ محصور ہین اور ان دونون حدون کے درمیان کے عدد اوساط متشابہ ہین کہ
گمان غالب کے ذریعہ سے کسیطرف مین ملا دیے جاتے ہین اور جس عدد مین شک واقع ہو اوسمین
فتوی دل سے لینا چاہیے کہ گناہ دل پر کھٹکا کرتا ہے اور اسی جیسے مقام مین آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے وابصہ کو ارشاد فرمایا کہ اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ وَاِنْ اَفْتَوْكَ وَاَفْتَوْكَ اور اسی طرح جو چار قسمیں کہ ہم نے مقام اول میں بیان کی ہیں اون میں کچھ تو اطراف ایک دوسرے کے مقابل اور واضح ہوتی ہیں حلت یا حرمت کے باب میں اور کچھ اوساط متشابہ ہوتے ہیں اور مفتی اون میں ظن غالب سے فتوی دیتا ہے مگر سائل کو واجب ہے کہ اپنے دل سے فتوی پوچھے اگر اوسکے دل میں کچھ خلش رہیگی تو وہ امر اوسکے اور اللہ تعالی کے درمیان کے معاملہ میں گناہ ہوگا مفتی کا فتوی آخرت میں اوس گناہ سے اوسکو نجات نہ دیگا کیونکہ مفتی ظاہر کے لحاظ سے فتوی دیتا ہے اور اللہ تعالی باطن کے حالات کا مالک ہے۔ قسم سوم یہ کہ حرام غیر محصور حلال غیر محصور سے مختلط ہو جاوے جیسے کہ اس زمانہ کے مال ہیں پس جو شخص کہ احکام کی صورتوں سے لیتے ہیں وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ غیر محصور کو غیر محصور کے ساتھ وہ نسبت ہے جو محصور کو ہے محصور سے اور چونکہ محصور کے محصور میں اختلاط ہونے کی صورت میں ہم حرمت لکھ آئے ہیں تو چاہیے کہ یہاں بھی حکم حرمت کا دیں حالانکہ جو بات ہمارے نزدیک مختار ہے وہ اور ہے یعنی اسطرح کے اختلاط سے کوئی معین چیز حرام نہیں ہوتی جسمیں احتمال حرمت اور حلت دونوں کا موجود ہو ہاں اگر اوس چیز میں کوئی علامت ایسی ہو جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ چیز حرام میں سے ہے تو مضائقہ نہیں لیکن جس صورت میں کہ کوئی علامت نہو تو چیز کا ترک کرنا ورع ہے اور لینا حلال ہے اوسکے کھانے سے آدمی فاسق نہوگا اور علامتیں مال حرام ہونے کی آگے مذکور ہونگی اون میں سے ایک یہ ہے کہ وہ چیز بادشاہ ظالم کے ہاتھ سے پہونچے اور یہ حکم جو ہمنے بیان کیا اس پر اثر اور قیاس دلالت کرتے ہیں اثر تو اس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بعد آپ کے خلفاء راشدین کے زمانہ میں سود کے روپیے اور شراب کی ثمن ذمیوں کے ہاتھ سے وصول ہو کر مالوں میں ملجاتے تھے اور غنیمت میں خیانت کا بھی یہی حال تھا اور جس وقت سے کہ آپ نے سود سے منع فرمایا تھا یعنی جب سے کہ یہ ارشاد فرمایا تھا اَوَّلُ رِبًا اَضَعُهُ رِبَا الْعَبَّاسِ سب لوگوں نے ربوا کا لین دین ترک نہیں کیا تھا جیسے شراب کا پینا بالکل نے نہیں ترک کیا تھا اور علی ہذا القیاس اور گناہوں کے مرتکب بھی کچھ نہ کچھ ہوتے ہی تھے چنانچہ مروی ہے کہ کسی صحابی نے

بیچی تو حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ خدائے تعالی لعنت کرے فلان پر کہ اوس نے اول شراب کے بیچنے کی رسم مقرر کی اور اس بیع کی وجہ یہ تھی کہ بعض لوگون نے شراب کی حرمت سے یہ نہین سمجھا کہ اوسکا بیچنا اور ثمن حرام ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فلان شخص دوزخ مین اوس عبا کو گھسیٹتا ہے جسکو براہ خیانت لیا تھا۔ اور ایک شخص مارا گیا اوسکے اسباب کو جو ڈھونڈھا تو اوس مین ایک مہرہ یہود کی مہرون مین سے کہ دو درم کا بھی نتھا خیانت کا نکلا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے ظالم حاکمون کا عہد پایا مگر بازار کی خرید و فروخت سے دست کش نہین ہوئے اس خیال سے کہ کہین یہ چیز مدینہ منورہ کی لوٹ کی نہو حالانکہ تین دن تک یزید کا لشکر مدینہ طیبہ کو لوٹا تھا اور اگر کوئی ایسے مال سے دست کش بھی تھا تو وہ ورع مین انگشت نما تھا لیکن اکثرون کا حال یہی تھا کہ باوجود کثرت مال لوٹ کے ظالمون کے عہد مین اوس سے دست کش نہین ہوئے اور اختلاط کو مانع نہین سمجھا۔ اب اگر کوئی شخص اپنے ذمہ پر وہ بات لازم کرلے جسکو سلف نے لازم نہین کیا تھا اور یہ گمان کرے کہ مین نے شریعت مین سے وہ بات سمجھ لی جو اگلے لوگون نے نہین سمجھی تھی تو وہ شخص وہمی اور دیوانہ ہے اور اگر ان جیسی باتون مین اون لوگون سے بڑھکر کوئی بات کیجاوے تو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جن امور مین کوئی سند سوای اجماع اکابر کے نہین اونمین بھی اونکا خلاف درست ہو مثلاً جیسے یہ مسئلہ کہ داوی مثل ماکے ہے حرمت مین یا یہ کہ پوتا مثل بیٹے کے ہے اور سور کے بال اور چربی کا حکم مثل گوشت کے ہے جسکا ذکر قرآن مجید مین ہے اور سوا چھ چیزون کے سوا اورون مین بھی پایا جاتا ہے پس ان مسئلون مین مخالفت کرنی سراسر باطل اور محال ہے اسی طرح اون سے زیادہ شریعت کا سمجھنا بھی محال ہے کہ وہ فہم شرعی اورون کی نسبت کر زیادہ رکھتے تھے۔ اور قیاس اسطرح ہے کہ اگر دنیا کے اموال کا ترک کرنا شروع کیا جاوے تو سب تصرفات مسدود ہو جاوین اور عالم خراب ہو جاوے اسلیے کہ لوگون مین بدکاری غالب ہے اور اوسی کے باعث سے معاملات مین شرعی شرطون کے ملحوظ رکھنے مین تساہل کرتے ہین اور آخر کو نوبت اختلاط کی اسی کے باعث سے پہونچتی ہے اب اگر یہ کہو کہ تم نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سو سمار کے کھانے سے

انکار کیا تھا اور فرمایا تھا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہین یہ جانور اون لوگون مین سے نہو جنکو
خدائے تعالیٰ نے مسخ کر دیا تھا حالانکہ یہ صورت غیر محصور اختلاط کی ہے تو اس کا جواب
یہ ہے کہ یہ نہی ورع اور تنزیہ پر محمول ہے یا یون کہین گے کہ سوسمار کی شکل عجیب ہوتی ہے
غالباً اوس سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ مسخ کی ہوئی ہو تو اس صورت مین نفس
چیز مین علامت حرمت موجود ہے پھر اگر کوئی یہ کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور
اصحاب رضہ کے عہد مبارک مین سود اور چوری اور غارتگری اور غنیمت کی خیانت وغیرہ
کے اموال بہ نسبت مال حلال کے بہت کم تھے وہان حلت کے ہونے کا مضائقہ نتھا
مگر ہمارے زمانہ مین کہ معاملات کی خرابی اور شروط کے لحاظ نہ رکھنے کے باعث سے
اور سود کی کثرت اور ظالم بادشاہون کی زیادتی سے اکثر مال لوگون کے خراب اور
حرام ہو رہے ہین تو اگر ان مالون مین سے کوئی مال کسی شخص کو ملے اور اوس مین کوئی
علامت خاص نہو تو اوسکو تم حرام کہو گے یا حلال تو اسکا جواب یہ ہے کہ مال مذکور
حرام نہین بلکہ اوسکا نہ لینا ورع مین داخل ہے اور اس قسم کا ورع اوس ورع سے
نہایت مشکل ہے جو مال حرام کم ہونے کی صورت مین ہو اور ٹھیک جواب اس کا
اس طرح ہے کہ یہ جو سائل کہتا ہے کہ ہمارے زمانہ مین اکثر اموال حرام ہین یہ مقدمہ
غلط ہے اور اوسکی غلطی کی وجہ یہ ہے کہ کثیر اور اکثر کے معنون مین فرق نہین کرتا اور
سائل پر کیا منحصر ہے اکثر آدمی بلکہ اکثر فقہا کو یہ گمان ہے کہ جو چیز کمیاب نہین وہ اکثر ہے
اور کمیاب اور اکثر کو ایک دوسرے کی ضد سمجھتے ہین اونکے گمان مین ان دونون کے
بیچ مین کوئی تیسرا مرتبہ نہین حالانکہ واقع مین اشیا کی تین قسمین ہین ایک قلیل جسکو
نادر کہتے ہین دوم کثیر سوم اکثر۔ اب انکی مثالین معلوم کرنی چاہئین کہ خنثی خلق مین
نادر ہے اور اوسکی نسبت کر اگر مریض کو دیکھو تو کثیر ہونگے اور ایسے ہی مسافر بھی خنثی
کی نسبت اگر کثیر ہین چنانچہ کہتے ہین کہ مرض اور سفر عذر عام ہین اور استحاضہ نادر
عذر ہے ظاہر ہے کہ مرض نہ تو نادر ہے اور نہ اکثر ہے بلکہ کثیر ہے اور فقیہہ سہلاً
کہدیتے ہین کہ مرض اور سفر عذر عام اور غالب ہے اوس سے اونکی مراد یہ ہوتی ہے
کہ نادر نہین ہین اور اگر یہ مراد نہو تو یہ قول غلط ہوگا کیونکہ اکثر تو تندرست اور مقیم ہوتے ہین
اور مسافر اور مریض کثیر ہین اور استحاضہ والی اور خنثی نادر ہین جب یہ سمجھ چکے تو ہم

کہتے ہین کہ سائل کا یہ کہنا کہ مال حرام اکثر ہی باطل ہی اسلیے کہ حرمت کی وجہ یا ظالمون اور سپاہیون کی کثرت کو کیگا یا سود اور معاملات فاسد کی کثرت کو یا ملکون کی کثرت کو جو شروع اسلام سے آج تک ان موجود مالون کی اصلون پر بدلتے رہے ہین — پہلی وجہ باطل ہی اسلیے کہ ظلم کثیر ہو سکتا ہی اکثر ناممکن ہی کیونکہ ظالم غالباً سپاہی ہی ہوتے ہین کہ بدون دباؤ اور شوکت کے ظلم ہو نہین سکتا اور سپاہیون کو اگر تمام جہان کے لحاظ سے خیال کرو تو دسوان حصہ بھی نہونگے مثلاً جس بادشاہ کی فوج ایک لاکھ ہوگی تو اسکی ولایت مین کم سے کم دس لاکھ آدمی ہونگے اور غالباً ایک ہی بڑے شہر کے آدمی اسکے تمام لشکر سے شمار مین زیادہ ہون اور اگر بادشاہون کا عدد ولیا کی گنتی سے زیادہ ہو تو سب ہلاک ہوجاوین کیونکہ اولیا یہ ہی کہ رعیت کی افراد مین سے ایک سلطان دس خدمتگار رکھے حالانکہ بادشاہون کا گذر ہزار سے بھی نہین ہوتا اور یہی حال چورون کا ہی کہ وہ بھی بڑے شہرون مین تھوڑے ہی ہوتے ہین — اور دوسری وجہ بھی باطل ہی اسلیے کہ سود اور معاملات فاسدہ کثیر ہی ہین اکثر نہین کیونکہ اکثر اہل اسلام معاملے شریعت کی شرطون کے موافق کرتے ہین اور گنتی مین اُن لوگون کے شمار سے زیادہ ہین جو سود وغیرہ کے معاملات کرتے ہین علاوہ ازین سود وغیرہ کے معاملات کرنے والے اور معاملات صحیح بھی کرتے ہین اگر خود انکے صحیح اور فاسد معاملون کو شمار کرو تو غالباً صحیح زیادہ نکلینگے ہان اگر شہر مین کوئی ایسا خبیث بددین چھانٹ لیا جاوے جسکے معاملے فاسد زیادہ ہون تو اسطرح کے آدمی کم ہوتے ہین اور اگر کثیر بھی ہون تو اکثر نہین ہوسکتے جنکے معاملے فاسد ہون کیونکہ خود اُنکے معاملے بھی صحیح اسقدر ہونگے کہ معاملات فاسد کی برابر یا اُن سے زائد ہونگے اور یہ بات تامل کرنے والے کے نزدیک یقینی ہی مگر چونکہ دلون مین فساد کی بُرائی اور کثرت اور عظمت زیادہ بیٹھی ہوئی ہی اسلیے اگر فاسد کم بھی ہوتا ہی تو بہت معلوم ہوتا ہی یہان تک کہ کبھی یہ گمان ہوتا ہی کہ زنا اور شراب خواری مال حرام کی طرح پھیل گئی ہی اور اس سے یہ خیال ہوتا ہی کہ زانی اور شراب خوار اکثر ہونگے حالانکہ یہ غلط ہی وہ لوگ کم ہین گو کثرت کے ساتھ ہون — باقی رہی تیسری وجہ وہ البتہ قوی ہی اسطرح کہ یون کہین کہ مال تین طرح حاصل ہوتے ہین یا

کان سے یا حیوانات سے یا نباتات سے حیوان اور نبات تو نسل لینے سے حاصل ہوتے ہین
پس اگر بکری کو مثلاً دیکھین جو ایک برس مین بچہ دیتی ہی تو اُسکے اصول آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کے زمانہ تک ہمارے زمانہ سے پانسو کے قریب ہونگے اور ضرور ہی کہ انمین سے
کسی اصل مین غصب یا معاملہ فاسد ہوا ہی ہوگا تو کیسے فرض کیا جاوے کہ اُنکے اصول
مین ہمارے زمانہ تک کوئی تصرف باطل نہین ہوا اسی طرح غلہ اور میوون کی بھی پانسو یا
ہزار اصلین مثلاً ہونگی تو وہ بھی جبھی حلال ہونگی کہ اُنکی سب اصلین زمانۂ نبوت تک حلال
ہون ۔ اور کان کی چیزون مین سے بعض تو ایسی ہین کہ ہر زمانہ مین از سر نو نکالی
جاتی ہین وہ تو کم ہین مگر جنکا استعمال زیادہ ہی وہ روپیے اور اشرفیان ہین جو کمسال
مین بنتی ہین اور ٹکسالین سب ظالمون کے قبضہ مین ہین بلکہ کانین اُنھین کے قبضہ
مین ہین کہ لوگون کو اُنسے روکتے ہین اور فقیرون پر زبردستی کرکے کان کھودواتے ہین
پھر اُن سے چاندی سونا چھین لیتے ہین تو جب ان باتون کا لحاظ کیا جاوے
تو کوئی روپیہ یا اشرفی ایسی کم ہوگی کہ نہ تو کان مین سے نکلتے وقت عقد فاسد
یا ظلم ہوا ہو اور نہ ٹکسال مین بنتے کے وقت اور نہ بعد کو معاملات صرف اور
سود مین اُسکے عقد مین کوئی خرابی ہوئی ہو پس جس صورت مین کہ تینون قسمون کے
مال کا یہ حال ہی تو اب بجز شکار یا لاوارثی زمین خواہ جنگل کی گھاس اور لکڑی کے اور کوئی
چیز حلال نہ رہی پھر جو کوئی ان چیزون کو پیدا کرے تو ضرور ہی کہ کھانے کے لیے غلہ
وغیرہ اُنکے عوض مول لیگا جو تناسل سے پیدا ہوتا ہی تو گویا مال حلال دیکر حرام
خریدیگا غرضکہ یہ وجہ حرمت کی پہلی دو وجہون سے زیادہ مضبوط ہی اور اسکا
جواب یہ ہی کہ یہ غلبہ حرمت کا حرام کثیر کے حلال کثیر مین اختلاط سے نہین پیدا
ہوا تو جس قسم کا ہم بیان کر رہے ہین اُس مین سے خارج ہوگیا اور اُس صورت
مین ملگیا جسکا بیان ہم پہلے کر چکے ہین یعنے اصل اور سبب غالب کا تعارض کیونکہ
اصل ان اموال مین یہ ہی کہ تصرفات کو قبول کرین اور تراضی طرفین کی اُنپر ہو جاوے
اور اس اصل کے مخالف ایک احتمال غالب پڑا ہی جو اصل مذکور صلاحیت سابقہ
نہین چھوڑتا تو اسکی ایسی ہی صورت ہوگئی جیسے حکم نجاسات کے باب مین امام شافعی رضہ
کے دو قول ہین اور ہمارے نزدیک صحیح یہی ہی کہ راستون مین جب نجاست کا نشان

معلوم نہو تو نماز پڑھنی درست ہی کیونکہ راستون کا کیچڑ پاک ہوتا ہی اور یہ بھی صحیح جانتے ہین
کہ مشرکون کے برتنون سے وضو کرنا جائز ہی اور کھدی ہوئی قبرون مین نماز پڑھنی درست
ہی پس ان مسئلون کو اول ثابت کرکے پھر اس مسئلہ مال کو ہم اُنپر قیاس کرینگے مسئلہ
وضو کی دلیل یہ ہی کہ حضرت عمر رض نے ایک نصرانی عورت کی تھیلی سے وضو کیا تھا
باوجودیکہ نصرانی شراب پیتے ہین اور سور کھاتے ہین اور جس چیز کو ہماری شریعت
نے نجس کہا ہی اُس سے احتراز نہین کرتے تو اُنکے برتن اُنکے ہاتھون سے کیسے صاف
بچ رہتے ہونگے علاوہ ازین ہم قطعاً جانتے ہین کہ اکابر سلف پوستین دباغت
دیا ہوا اور کپڑے رنگے ہوئے اور دھوئے ہوئے پہنا کرتے تھے اور جو شخص دباغت
دینے والون اور دھوبیون اور رنگریزون کے احوال کو تامل کرے تو جان لے کہ اکثر نجاست
ہی ہوتی ہی اور اُنکے یہان کپڑون کا طاہر رہنا محال یا کمتر ہی اسکے سوا ہمکو
یہ بھی قطعاً معلوم ہی کہ اکابر سلف گیہون اور جو کی روٹی کھایا کرتے تھے اور اُنکو دھوتے
نہ تھے باوجودیکہ بیل وغیرہ جو خرمن کو روندتے ہین اناج پر پیشاب اور گوبر کرتے
جاتے ہین ایسا غلہ کم ہوگا جسپر یہ کیفیت نہ گذرے اسی طرح گھوڑون پر پسینے کی حالت
مین سوار ہوا کرتے تھے اور اُنکی مٹیھون کو پاک نہ کرتے تھے باوجودیکہ سواریان اکثر
نجاستون مین لوٹا کرتی ہین بلکہ جو چوپایہ اپنی ماں کے پیٹ سے نکلتا ہی آلودۂ نجاست
ہوتا ہی اور وہ نجاست کبھی تو مینھ برسنے سے دھلجاتی ہی اور کبھی نہین دھلتی
اور اُس سے کوئی احتراز نہین کرتا تھا اور یہ بھی دستور تھا کہ راستہ مین ننگے
پانون اور جوتیون کے ساتھ چلتے تھے اور ویسے ہی نماز پڑھ لیتے تھے اور
مٹی پر بیٹھ جایا کرتے تھے اور بلا ضرورت گارے مین کو ہولیا کرتے تھے مگر پیشاب
اور پاخانہ مین کو نہ چلتے تھے اور نہ اُنپر بیٹھے تھے بلکہ اُن سے کنارہ کرتے تھے حالانکہ
راستون کا نجاستون سے صاف رہنا ممکن نہین کہ کتے اور گھوڑے وغیرہ پیشاب
اور غلیظ کرتے رہتے ہین اور یہ گمان کرنا چاہیے کہ اس باب مین ہر ایک زمانہ کا حال جدا ہوگا
تاکہ یہ سمجھا جاوے کہ اگلے زمانہ مین راستے دھوئے جاتے ہونگے یا جانورون کے گذرسے
محفوظ رکھے جاتے ہونگے کیونکہ یہ امر عادت کی رو سے قطعاً محال ہی غرضکہ معلوم ہوا
کہ اُن لوگون نے اُسی نجاست سے احتراز کیا ہی جو ظاہر ہو یا اُسکی کوئی علامت

والا ہوا اور جو احتمال غالب کہ احوال پر وہم و وسواسے سے پیدا ہوتا ہی اسکا اعتبار
نہین کیا اور یہی مذہب امام شافعی رضہ کا ہی کہ اُنکے نزدیک تھوڑا پانی بدون بدلنے اوصاف
کے نجس نہین ہوتا کیونکہ صحابہ رضہ ہمیشہ حماموں مین جاتے اور حوضون مین وضو
کرتے حالانکہ اُن مین پانی تھوڑا ہوتا تھا اور طرح طرح کے ہاتھ مدام پڑتے رہتے تھے
اور اس مین کسی طرح کا شبہہ نہین پس جب نصرانی عورت کی ٹھلیا سے وضو جائز ہوا
تو اُس پانی کا پینا بھی درست ہوا اور علت کا حکم طہارت کے حکم سے ملگیا - اب اگر یہ کہو
کہ علت کا قیاس طہارت پر جائز نہین اسلیے کہ اکابر سلف امور طہارت مین تو بہت مسامحہ
کرتے تھے مگر شبہات حرام سے نہایت درجہ کو احتراز کیا کرتے تھے اس صورت مین
ایک کا قیاس دوسرے پر کیسے ہوسکتا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ اگر طہارت کی مسامحت
سے یہ غرض ہی کہ وہ لوگ نجاست کے ساتھ نماز پڑھ لیا کرتے تھے حالانکہ نماز کس دین ہی
اور نجاست کے ساتھ اُسکا پڑھنا گناہ ہی تب تو اُنکی طرف نہایت بدگمانی ہی بلکہ یون اعتقاد
کرنا واجب ہی کہ جن نجاستون سے اجتناب کرنا واجب ہی اُن سب سے اکابر سلف
نے اجتناب کیا ہی صرف تسامح ایسی صورت مین کیا ہی جس سے اجتناب کرنا واجب نہین
اور وہ وہی صورت ہی جسمین کہ اصل اور احتمال غالب کا تعارض ہو پس اس سے صاف
ظاہر ہوا کہ جس احتمال غالب کی کوئی علامت مشتبہ چیز مین نہو اُسکا اعتبار نہین باقی
رہا اُنکا ورع تو وہ تقوی کے طور پر تھا یعنے جس چیز مین کچھ خوف نہین اُسکو
اُس چیز کے ڈر سے ترک کر دینا جسمین خوف ہو اسلیے کہ اموال کا حال خطرناک
ہی اور اگر نفس کو اُنسے نہ روکا جاوے تو اُنکی طرف جھکتا ہی اور طہارت کا حال
ایسا نہین اسی وجہ سے کچھ لوگون نے محض حلال سے بھی دست کشی کی تھی کہ مبادا
دل مشغول ہوجاوے اور ایک شخص سے یہ بھی منقول ہی کہ سمندر کے پانی سے بھی وضو
کرنے سے احتراز کیا تھا حالانکہ طاہر محض ہی پس اس باب مین اختلاف کا ہونا ہمارے
مطلب کا مخل نہین علاوہ ازین ہم اس وجہ کا جواب اُسطرح بھی دیسکتے ہین جیسا
پہلی دونون وجہون کا دیا ہی یعنی ہم یہ نہین مانتے کہ حرام مال اکثر ہی اسلیے کہ
اموال کے اُصول اگرچہ بہت ہون لیکن یہ کیا ضرور ہی کہ اُنکی اصول مین حرام بھی ہو
بلکہ جو مال اس زمانہ مین موجود ہین اُنمین سے بعض ایسے بھی ہونگے کہ جنکی اصول مین

کچھ فساد آگیا ہو سب ایسے نہین ہو سکتے نہ اکثر ہو سکتے ہین کیونکہ جیسے غصب اور چوری کا
مال ان دونون مین بہ نسبت اور اموال کے کم ہے اسی طرح ہر زمانہ مین اسطرح کا مال اور
اموال سے کم ہی تھا اور یہ معلوم نہین کہ ایک فرد معین کونسی قسم مین سے ہے اسلیے ہم
کیسے کہدین کہ احتمال غالب اوسکی حرمت ہی کا ہے کیونکہ جیسے غصب اور چوری کی چیز
نسل سے برعکس ہے ویسے ہی غیر مغصوب اور غیر مسروق بھی نسل سے زیادہ ہوتی ہر
تو اکثر کی نسل بھی ہر زمانہ مین اکثر ہی ہوگی بلکہ غلہ مغصوبت غالبًا کھانے کی چیز ہوتی ہین
نہ پہننے کے لیے اسی طرح حیوانات غصب اور چوری کے اکثر کھا لیے جاتے ہین اور
نسل اون سے نہین لیجاتی تو کیسے کہہ سکتے ہین کہ حرام کی فروع اکثر ہین جس صورت مین
کہ حلال کی اصول ہر زمانہ مین حرام کے اصول سے زیادہ رہے ہون۔ طالب علم کو
چاہیے کہ اس تقریر سے معرفت اکثر کا طریق سمجھ لے کہ یہ قدم پھسلنے کی جگہ ہے اور
اسمین اکثر علما غلطی کر جاتے ہین عوام کا تو کیا ذکر ہے۔ یہ حال حیوانات اور غلون کا ہے
جو تناسل سے ہوتے ہین۔ اور گانون کا یہ حال ہے کہ بلاد ترک وغیرہ مین چھوڑ دیتے ہین
جس کا دل چاہے اون مین سے لے لے مگر حکام اوس مین سے کچھ لے لیا کرتے ہین
سو وہ اقل ہوتا ہے نہ اکثر۔ اور بادشاہ جو کسی کان پر حاوی ہو جاتے ہین تو اونکا ظلم
تو یہ ہے کہ لوگون کو اوس سے منع کرتے ہین مگر اور لوگ جو اوسمین سے لیتے ہین
تو بادشاہ سے اجرت مین لیتے ہین اونکے مالک ہونے مین کچھ خرابی نہین کیونکہ
مباحات پر ملک ثابت ہونے اور اونکے ٹھیکہ لینے کے باب مین صحیح یہی ہے کہ نہایت
درست ہو مثلاً پانی لانے کا مستاجر جب پانی گھیر لیتا ہے تو جسکی طرف سے مستاجر ہوتا ہے
پانی اوسکی ملک مین داخل ہو جاتا ہے اور اجرت کا مستحق ہوتا ہے اسی طرح اس مسئلہ مین
سمجھنا چاہیے کہ بادشاہ کی طرف سے لوگ مستاجر ہین پس اس تفریع سے یہ نکلتا ہے
کہ سونے چاندی کی ذات مین کوئی حرمت نہین ہان بادشاہ کا ظلم یون ہو سکتا ہے
کہ کام کی اجرت کم دے اور یہ معاملہ اول تو کم ہوتا ہے دوسرے اس سے بھی
ذات نقدین مین کچھ خرابی نہین بلکہ اس نظر سے کہ اوسکے ذمہ پر اجرت باقی رہگئی
ظالم ٹھہریگا۔ اور نکسال کا حال یہ ہے کہ جو سونا اوس مین سے بنکر نکلتا ہے وہ
خاص سلطان کا نہین ہوتا جو غصب اور ظلم سے لیتا ہے بلکہ سوداگر سونے کی

دیوان یا خراب سکے اوسکو دیتے ہین تاکہ نیا سکہ اونپر ہو جاوے اور اس کام کی اجرت سلطان کو مقرر کر دیتے ہین اور جسقدر سونا دیتے ہین اوسی قدر تول کر لے لیتے ہین صرف تھوڑا سا اجرت کی قدر چھوڑ دیتے ہین اور یہ جائز ہے اور اگر فرض کیا جاوے کہ اشرفیان خاص بادشاہ کے سونے کی بھی بنتی ہین تب بھی سوداگرون کے مال کی نسبت کر بیشک کم ہونگی ہان سلطان جو ٹکسال جاری کرتا ہے اور سکہ لگانے پر اجرت لیتا ہے یہ ایک طرح کا ظلم ہے کہ چند لوگون کو تمام خلق مین سے اس کام کے لیے خاص کرتا ہے یہان تک کہ سلطان کی حشمت کی وجہ سے اونکے پاس مال زیادہ ہو جاتا ہے پس جو کچھ سلطان لیتا ہے وہ اپنی حشمت کا عوض لیتا ہے جو ظلم ہے لیکن یہ مقدار اون روپیون اشرفیون کی نسبت کر جو ٹکسال سے نکلتی ہین بہت کم ہے یعنی ٹکسال والون اور سلطانکو سو پیچھے ایک روپیہ بچتا ہے سو اسقدر اکثر کیسے ہو سکتا ہے۔ غرضکہ اس طرح کی مغالطی مال حرام کے اکثر ہونے کے دلون پر چھا گئے ہین اور کچھ لوگ دین کے ضعیف اس وہم مین اتنے پڑے ہین کہ اونھون نے ورع کو بُرا جانا ہے اور ورع کا باب بالکل بند کر دیا اور جو شخص ایک مال مین دوسرے مال سے فرق بتاتا ہے اوسکو بُرا جانتے ہین اور یہ عین بدعت اور گمراہی ہے۔ اب اگر یہ کہو کہ بالفرض اگر غلبہ مال حرام کو ہو اور غیر محصور غیر محصور مین مختلط ہو تو جس صورت مین کہ کسی مال مین علامت خاص نہو اوسکے باب مین تمھارا کیا قول ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اوس مال کا ترک کرنا ورع ہے اور اوسکا لینا حرام نہین اسواسطے کہ اصل حلت ہے اور بدون علامت معین کے وہ دور نہین ہو گی جیسے کہ راستون کی کیچڑ وغیرہ مسائل مین حکم ہے بلکہ ہم اور بڑھکر کہتے ہین کہ اگر بالفرض حرام دنیا کو ڈھانپ لے اسقدر کہ کہین یقیناً نشان حلال کا نہ رہے تب بھی ایسی صورت مین ہم از سر نو اپنے زمانہ سے شروط حرمت کی تمہید کرینگے۔ اور جو باتین گذر چکی ہین اونکو چھوڑ دینگے یعنی ہمارا مدعا یہ ہے کہ جب کوئی چیز اپنی حد سے بڑھجاتی ہے تو معکوس ہو کر اپنی ضد مین داخل ہو جاتی ہے تو اس صورت مین جب سب چیزین حرام ہو جاینگی تو سب حلال ہو جائنگی اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جب یہ معاملہ واقع ہو تو پانچ احتمال ہو سکتے ہین اول یہ کہ سب آدمی کھانا چھوڑ دین یہان تک کہ مر جاوین دوم یہ کہ اشیا مین سے سد رمق پر قناعت کر کے زندگی کاٹین سوم یہ کہ مقدار حاجت جس طرح سے مل سکے لے لیوین

خواہ چوری سے یا غصب سے یا تراضی سے اور کسی مال مین اور کسی وجہ سے لینے مین
کچھ فرق نہو چہارم یہ کہ شرع کی شرطون کا اتباع کرکے اوسکے قواعد پر از سر نو عمل کرین
اور قدر حاجت پر مکتفی نہون پنجم یہ کہ باوجود شروط شرع پر اکتفا کرنے کے قدر حاجت پر
بھی اکتفا کرین اب ظاہر ہے کہ احتمال اول باطل ہے اور دوسرا بھی قطعاً باطل ہے
اسلیے کہ جب آدمی سد رمق پر اکتفا کرینگے اور زندگی کے دن کمزوری پر کاٹین گے تو بن بن
مرجائین گے کیونکہ کوئی کام اور پیشہ نہو سکیگا اور دنیا بالکل خراب ہو جائیگی اور دنیا کی
خرابی مین دین کی خرابی ہے اسلیے کہ دنیا آخرت کا مزرعہ ہے اور خلافت اور قضا
اور سیاسات کے احکام بلکہ اکثر فقہ کے احکام سے مقصود دنیا کی مصلحتین ہین اس نظر سے
کہ اونسے دین پورا ہو جاوے تو ظاہر ہے کہ دنیا کی خرابی باعث دین کی خرابی کا ہے
اور تیسرا احتمال یعنی قدر حاجت پر اکتفا کرنا اور اوس سے زیادہ نہ لینا اور کسی مال اور
جہت مین فرق نکرنا بلکہ غصب اور چوری اور تراضی یا کسی اور طرح سے حاصل ہونے کو
برابر جاننا تو اسمین یہ خرابی ہے کہ باب شریعت مفسدون کے لیے بالکل بند ہو جائیگا
اور طرح طرح کے فساد کرینگے غصب اور چوری اور انواع ظلم کی طرف ہاتھ بڑھین گے
اور اونکو زجر کرنا ممکن نہو گا کیونکہ وہ یہ جواب دینگے کہ قابض کا استحقاق چیز کے لیے
ہم سے زیادہ نہین اسلیے کہ وہ چیز ہمیرا اور اوس پر دونون پر حرام ہے اوسکو اوسمین
سے فقط مقدار حاجت ملسکتی ہے لیکن جیسے اوسکو حاجت ہے ہمکو بھی حاجت ہے
اور اگر بالفرض ہمنے اپنے حق سے زیادہ بھی لیا ہے تو ایسے شخص سے لیا ہے جسکے پاس اوس روز کی حاجت
سے چیز زائد تھی تو اب ایک روز کی حاجت کا ضبط کرنا چاہیے تاکہ زیادتی اور کمی
معلوم ہو غرض کہ اس احتمال کے جاری ہونے سے شرع کی سیاست بالکل باطل
ہو جائیگی اور فساد والے فساد کرنے پر ابھر کھڑے ہونگے اس صورت مین جب کہ تینون
احتمال نہین ہو سکتے تو صرف چوتھا احتمال رہا یعنے یہ کہا جاویگا کہ جسکے قبضہ مین جو چیز ہے
وہی اوسکا زیادہ مستحق ہے اوس سے براہ غصب اور زور کے لینا درست نہین بلکہ
تراضی سے لینا چاہیے اور تراضی طریق شریعت ہے مگر مطلق تراضی کا بھی اعتبار نہین
بلکہ وہ تراضی جس سے مصلحتین متعلق ہین اور اوسکا دستور شریعت مین مقرر ہے —
اب باقی رہا پانچوان احتمال یعنی قبضہ والون سے چیز کو بموجب شرع کے طریقہ کے

حاصل کرنا اور بمقدار حاجت پر اکتفا کرنا تو یہ وہ بات ہے کہ سالک طریق آخرت کے لیے ہمارے عندیہ میں ورع کے مناسب ہے مگر عوام پر اسکے واجب کرنے کی کوئی وجہ نہیں اور نہ فتوائے عام میں اسکو داخل کر سکتے ہیں ورنہ اسطرح تو بیوپاریوں کے مالوں پر قدر حاجت سے زیادہ دیکھکر ظالم دست درازی کرینگے اور چور بھی زائد از حاجت کے چرانے کا قصد کرینگے اور جو شخص غالب ہوگا وہ دوسرے مغلوب کا مال چھین لیگا اور جس شخص کو موقع ملیگا دوسرے کی چیز چرا لیگا اور کہیگا کہ مالک کا حق صرف قدر حاجت میں ہے اور میں محتاج ہوں زائد از حاجت کو میں نے لیا اب سلطان پر یہ واجب ہوگا کہ تبضۂ الوں کے پاس جو چیز زائد از حاجت پاوے اوسکو اون سے لیکر سب اہل حاجت کو دیدے اور اسطرح سب کا وظیفہ یومیہ یا سالانہ مثلاً کیا کرے پس اس صورت میں بے انتہا تکلیف اور مالوں کا تلف کرنا ہے تکلیف تو خود ظاہر ہے کہ بادشاہ کو اتنی قدرت کہاں کہ سب خلق میں اس صورت کو جاری کرے بلکہ جاری کرنا غیر ممکن ہے اور مال کا تلف کرنا اسطرح ہے کہ میوہ اور غلہ اور گوشت وغیرہ جو کچھ حاجت سے بچ رہیگا اوسکو سمندر میں ڈالنا چاہیے یا چھوڑ دیا جاے یہاں تک کہ سڑ جاوے کیونکہ میوہ اور غلہ خدای تعالیٰ اتنا پیدا کرتا ہے کہ قدر حاجت کیا معنے اگر تمام خلق خوب وسعت کے ساتھ برتین تب بھی بچ رہے علاوہ ازین ایک خرابی اسمیں یہ ہے کہ حج اور زکوٰۃ اور کفارہ مالی اور جتنی عبادتیں کہ توانگری سے متعلق ہیں سب لوگوں کے ذمہ سے ساقط ہو جائینگی کیونکہ لوگوں کے پاس بجز قدر حاجت کے اور کچھ نہ رہیگا اور یہ بھی نہایت بری بات ہے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اگر فی المثل ایسے وقت میں کوئی نبی آوے تو اوسپر واجب ہوگا کہ معاملہ کو از سر نو کرے اور ملکوں کے اسباب کی تفصیل خواہ تراضی سے ہو یا اور طریقوں سے سبکی تمہید کرے اور وہی باتیں کرے جو تمام مال حلال ہونیکی صورتیں کرتا اسمیں کچھ فرق نہ ہوگا۔ اور یہ جو ہم نے کہا کہ اوسپر واجب ہے اس سے مراد وہ صورت ہے کہ نبی موصوف اون لوگوں میں سے ہو جو خلوق کے دین اور دنیا کی مصلحت کے لیے بھیجے جاتے ہیں کیونکہ بہتری اس سے تو پوری نہوگی کہ تمام خلق کو قدر ضرورت اور حاجت پر پابند کر دیا جاوے تو ضرور ہے کہ اسباب ملک کی تفصیل از سر نو ہونی چاہیے اور اگر نبی کی بعثت بہتری کے لیے نہوگی تو اوسپر امر مذکور واجب بھی نہوگا

اور گو ہمارے نزدیک یہ امر ممکن ہے کہ نبی کی بعثت بہتری کے لیے نہو مثلاً خدا ے تعالے کوئی ایسا سبب مقدر فرماوے کہ اوس سے تمام خلق ہلاک ہو جاوے تو دنیا بھی اون سے فوت ہو جاوے اور دین مین بھی گمراہ رہین اسلیے کہ گمراہی اور ہدایت اور مارنا اور جلانا سب اوسکے اختیار مین ہے مگر پھر بھی ہم اس امر کو خدا ے تعالی کی عادت جاری کے بموجب فرض کرتے ہین کہ نبیون کا بھیجنا دین اور دنیا کی بہتری کے لیے ہوتا ہے۔ اور ہمکو اسکے فرض کرنے کی بھی ضرورت نہین کیونکہ جو امر ہم فرض کرتے ہین وہ موجود ہی ہو گیا ہے یعنی اللہ تعالی نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے وقت مین مبعوث فرمایا کہ نبیون کا توڑا پڑ گیا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو گذرے قریب چھ سو برس کے ہو گئے تھے اور کچھ لوگ تو مثل یہودیون اور بت پرستون کے آپ کو نہ مانتے تھے اور کچھ مانتے تھے مگر اون مین فسق پھیل گیا تھا جیسے ہمارے زمانہ مین پھیل گیا ہے اور فروع شریعت کا خطاب کفار کو بھی ہوتا ہے اور مال نہ ماننے والون اور ماننے والون دونون کے قبضہ مین تھے پس نہ ماننے والے تو معاملات خلاف شریعت حضرت عیسی علیہ السلام کے کرتے تھے اور ماننے والے آپس کے معاملات مین تساہل برتتے تھے جیسے مسلمان اب کرتے ہین حالانکہ زمانۂ نبوت کو گذرے بہت عرصہ نہین ہوا۔ غرضکہ اس وقت مین کل اموال یا اکثر یا کثیر حرام تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امور گذشتہ کو معاف فرمایا اور اونکے باب مین کچھ تعرض نہ کیا اور مال قبضہ والون کا ٹھہرا کر شرع کو تمہید کیا حالانکہ جس چیز کی حرمت شریعت مین ثابت ہو گئی ہو وہ نہ کسی رسول کے مبعوث ہونے سے حلال ہوا اور نہ اسطرح حلال ہو کہ جس شخص کے قبضہ مین حرام ہے وہ اوسکو دیڈالے چنانچہ جزیہ مین اہل ذمہ اگر ہم کو وہ مال دین جسکو ہم جانتے ہون کہ شراب کا دام ہے یا سود کا مال ہے تو اوس خاص کو ہم نہ لینگے اور پہلے لوگون کے مال بھی اوس وقت مین ایسے ہی تھے جیسے اب ہمارے مال ہین بلکہ عرب کا حال کچھ زیادہ ہی تھا کہ لوٹ کھسوٹ اون مین زیادہ تھی۔ پس اس تقریر سے ظاہر ہوا کہ احتمال چہارم فتوی کے لیے معین ہے اور احتمال پنجم طریقۂ ورع ہے بلکہ ورع کامل یون ہے کہ مباح مین بھی قدر حاجت پر اکتفا کیا جاوے

اور دنیا مین توسع کو بالکل ترک کیا جاوے اور یہ طریق آخرت کا ہے اور ہم اس وقت
اوس فقہ کی بحث کرتے ہین جو خلق کی بہتری سے متعلق ہے اور فتوی ظاہری کا رنگ
ڈھنگ موافق مقتضائے مصلحتون کے ہوا کرتا ہے اور دین کے طریق پر چلنا کسی ہی کسی
سے ہوسکتا ہے اور اگر سب مخلوق طریق آخرت مین مشغول ہو جاوے تو انتظام بیکار
اور عالم خراب ہو جاوے کیونکہ طریق آخرت کا چلنا وہان کی بڑی سلطنت کا طالب
ہوتا ہے اور اسکو دنیا کی سلطنت پر قیاس کر لینا چاہیے کہ اگر سب آدمی سلطنت
کی جستجو مین مشغول ہو جاوین اور ادنی حرفون اور خسیس صنعتون کو چھوڑ دین تو اول
انتظام بگڑ جیگا پھر انجام کو سلطنت بھی باطل ہو جاویگی تو جس طرح دنیا کے انتظام کیلیے
اہل حرفہ مسخر ہین اور اپنے پیشے اسی لیے کرتے ہین کہ بادشاہون کا انتظام بنا ہے
اسی طرح دنیا پر متوجہ ہونے والے اسلیے مسخر ہین کہ طریق دین دینداروں کے لیے
بنا رہے اور ملک آخرت کے طالبون کا انتظام ابتر نہونے پاوے اگر یہ بات نہ ہوتی
تو اہل دین کی سلامتی بھی نہوتی اسلیے کہ اونکے حق مین دین کی سلامت
رہنے کی یہ شرط ہے کہ اکثر لوگ اونکے طریق سے اعراض کر کے دنیا کے امور مین
مشغول رہین اور یہ امر تقدیر ازلی نے اسی طرح پر تقسیم کر دیا ہے کہ ایک کو ایسا
بنایا اور دوسرے کو دوسری طرح کا اور اسی تقسیم کی طرف اشارہ ہے اس آیت مین
نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ
دَرَجٰتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا - اب اگر یہ کہو
کہ حرام کو ایسی طرح عام فرض کرنا کہ حلال باقی ہی نہ رہے اسکی کچھ ضرورت نہین اسلیے
کہ یہ امر واقع مین موجود نہین چنانچہ ظاہر ہے اور اس مین شک نہین کہ بعض حرام
موجود ہین اور یہ معلوم نہین کہ وہ بعض کمتر ہین یا اکثر اور تمنے جو کہا ہے کہ وہ بعض
کل کے اعتبار سے کمتر ہین ایک امر صاف ہے مگر اوسکے لیے کوئی دلیل قطعی چاہیے
جسکا نتیجہ یہ ہو کہ کل کی نسبت کر حرام کمتر ہے اور تمنے جو تقسیمین اس باب مین بیان
کی ہین وہ سب امور فرضی ہین اور بعض علماء دلائل فرضیہ کو نہین مانتے اسلیے
ضرور ہے کہ کوئی نظیر معین بیان کرو تاکہ اوسپر قیاس کر لیا جاوے اور دلیل
سبکے نزدیک مقبول ٹھہرے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اگر یون مان لیا جاوے کہ

حرام کمتر ہے تب تو ہماری دلیل کے لیے عہد مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکو اصحاب رضی اللہ عنہم کا کفایت کرتا ہے کہ اوسمین بھی سود اور چوری اور خیانت اور لوٹ موجود تھی اور باوجود اسکے داد وستد اموال کی بند نہ تھی اور اگر فرض کیا جائے کہ زمانہ حال مین حرام اکثر ہے تب بھی حرام کا لینا حلال ہو جاویگا اور اسکی دلیل تین باتین ہین

اول وہ تقسیم جسکو ہم نے حصر کی صورت مین لکھا ہے اور چار قسمین باطل کر کے پانچوین قسم کو قائم رکھا ہے کیونکہ جس صورت مین کہ وہ تقسیم ایسی طرح مین جاری ہے کہ کل مال حرام ہو تو اگر حرام اکثر یا کمتر ہو گا تو اوس مین بطریق اولی جاری ہو گی اور یہ جو کہتے ہو کہ وہ دلیل فرضی اور وہمی ہے تو یہ خیال خام ہے اسلیے کہ امر وہمی مظنون باتون مین ہوا کرتا ہے اور یہان امر مظنون نہین بلکہ یقینی ہے کیونکہ ہم کو اس بات مین شک نہین کہ شریعت کا مقصود دین اور دنیا کی مصلحت ہی یہ امر بدیہۃً معلوم ہے ظنی بات نہین اور اس مین بھی کچھ شبہ نہین کہ اگر تمام لوگون کو مقدار ضرورت خواہ حاجت پر منحصر کر دیا جاے یا گھاس اور شکار ہی پر چھوڑا جائے تو یہ امر اول تو دنیا کو خراب کریگا اور دنیا کے ذریعہ سے پھر دین کی خرابی لاویگا پس جس بات مین کچھ شک نہو اوسکے لیے کسی اصل شاہد کی حاجت نہین شاہد اونھین خیالات کی پیروی بیان ہوا کرتا ہے جو مظنون ہون اور جداگانہ فرد بشر سے متعلق ہون — **دوم** یہ کہ اس کی تعلیل مین ایک ایسا قیاس جزئی لکھا جائے جسکا مآل ایسی اصل پر ہو کہ جتنے فقہا جزئی قیاسون سے مانوس ہین سب اوسپر متفق ہو جائین ہر چند جزئیات ارباب تحصیل کے نزدیک بہ نسبت امور کلی کے حقیر متصور ہوتی ہین چنانچہ امر کلی ہم نے اول ذکر کیا ہے کہ اگر بالفرض حرام عام ہو جاوے اور ضرورت کسی نبی کے بھیجنے کی پڑے تو وہ بھی اوسی امر کلی کے موافق کاربند ہو گا حتی کہ اگر اوسکے خلاف حکم کریگا تو عالم خراب ہو جائیگا۔ یہان قیاس جزئی یون ہو سکتا ہے کہ اصل اور ظن غالب متعارض ہین اور انکا تعارض ایسی صورت مین ہوا ہے جو امور غیر محصور مین سے ہے اور اوسمین کوئی علامت معین بھی موجود نہین تو اس صورت مین حکم اصل پر کیا جائیگا نہ ظن غالب پر جیسے راستون کی کیچڑ اور نصرانیہ کے گھڑے اور مشرکون کے برتنون مین اصل پر حکم ہوتا ہے چنانچہ اسکو صحابہ کے فعل سے

ہم پہلے ثابت کر چکے ہین اور علامات معینہ کے نہونے کی قید ہمنے اسلیے کی کہ اس سے وہ برتن نکلجاوین جن مین اجتہاد کو دخل ہے اور غیر محصور اسلیے کہا کہ مسئلہ مردار اور ذبوح جانور کے مشتبہ ہوجانے اور دودہ کی بہن اور اجنبی کے مختلط ہونے کا نکلجاوے اب اگر یہ کہو کہ اس جواب مین یہ خدشہ رہا کہ پانی کا طاہر ہونا یقینی ہے اور اصل ہے لیکن یہ کون مانتا ہے کہ اموال مین اصل حلت ہو بلکہ اون مین تو اصل حرمت ہے پس اسکا جواب یہ ہے کہ جو اموال ایسے ہین کہ اونکی حرمت اس وجہ سے نہین ہے کہ اونکی ذات مین کوئی صفت خبیث ہو جیسے شراب اور سور کی ذات مین ہے تو وہ ایسی صفت پر مخلوق ہین جس مین استعداد معاملات کے قبول کرنے کی تراضی سے ہوجاتی ہے جسطرح کہ پانی مین استعداد وضو کی مخلوق ہوئی ہے اور شبہہ جو پڑا ہے وہ اسی استعداد مین ہے تو دونون باتون مین کچھ فرق نہ رہا کیونکہ اموال پر جب ظلم آجاتا ہے تو اونمین صفت معاملہ کے قبول کی نہین رہتی جیسے نجاست کے آنے سے پانی مین استعداد وضو کے قبول کی نہین رہتی تو اب دونون مین کچھ فرق نہین - اور دوسرا جواب یہ ہے کہ قبضہ ایک دلیل ظاہر ملک کی ہے اور قائم مقام استصحاب کے اور اوس سے قوی تر ہے اس وجہ سے کہ شریعت نے استصحاب کو قبضہ کے ساتھ لاحق کیا ہے چنانچہ اگر کسی شخص پر دین کا دعوی کیا جاوے تو مدیون کا قول ہی معتبر ہوگا کیونکہ اصل تو یہی ہے کہ اوسکے ذمہ کچھ نہو تو یہ استصحاب ہوا کہ جو حکم پہلے تھا وہی اب باقی رہا اور جس شخص پر یہ دعوی ہو کہ جو چیز اسکے قبضہ مین ہے وہ اسکی ملک ہے تو یہان بھی قابض کا قول معتبر ہے اسلیے کہ قبضہ قائم مقام استصحاب کے ہے کیونکہ جو چیز کسی آدمی کے قبضہ مین ہو تو اصل یہی ہے کہ اوسکی ملک ہوگی جب تک کہ اوسکے خلاف پر کوئی علامت معینہ دلالت نکرے -

تیسری وجہ یہ ہے کہ جو چیز کسی جنس غیر محصور پر دلالت کیا کرتی ہے اور معین چیز پر دلالت نہین کرتی اوسکا اعتبار نہین کیا جاتا اگرچہ قطعی الدلالت ہو تو جس صورت مین کہ دلالت ظنی ہوگی اوسکا اعتبار بطریق اولی نہونا چاہیے مثلاً اگر کسی چیز کی نسبت معلوم ہو کہ یہ زید کی ملک ہے تو اوس چیز کا حکم یہ ہے کہ بدون اجازت زید کے اوس مین تصرف نکیا جاوے اور اگر یہ معلوم ہو کہ اوسکا مالک جہان مین کوئی شخص ہے مگر وہ یا اوسکا وارث معلوم نہین ہوسکتا تو ایسی ملکیت کا اعتبار نہوگا اور وہ چیز

مسلمانون کی مصلحت کے لیے قرار پائیگی اور بحکم مصلحت اوس مین تصرف کرنا درست ہوگا
اور اگر یہ معلوم ہو کہ اوس چیز کا مالک دس یا بیس شخصون مین ایک ہے تو اس صورت مین
تصرف ممتنع ہوگا غرض کہ جس چیز کے مالک مین شک ہو کہ قابض مالک ہے یا نہین
اور جس چیز کے مالک کے باب مین یقین ہو کہ کوئی مالک ہے مگر اوسکی تعیین معلوم نہ ہو
تو ایسی دونون چیزین برابر ہین اول کچھ دوسرے سے زائد نہوگی تو ایسی چیزون مین
تصرف بمقتضائے مصلحت درست ہونا چاہیے اور مصلحت وہ ہے جسکو ہم نے اقسام
پنجگانہ مین ذکر کیا ہے پس یہ اصل اوسکی شاہد ہوگی اور کیسے نہو حالانکہ ہر ایک مال
لاوارث جس کا مالک نہ ملے اوسکو بادشاہ مصلحتون مین صرف کیا کرتا ہے اور مصلحتون مین
فقرا وغیرہم بھی ہین تو جس فقیر کو بادشاہ وہ مال دیگا وہ اوسکا مالک ہو جائیگا اور
اوسکا تصرف اوس مین نافذ ہوگا اگر اوسکے پاس سے کوئی چور چرا لیگا تو چور کا ہاتھ
کاٹا جائیگا تو دیکھو کہ غیر کی ملک مین کیسے اوسکا تصرف نافذ ہوا اسکی وجہ بجز اس کے
اور کچھ نہین کہ مصلحت اس بات کی مقتضی ہے کہ ملکیت اوسکی طرف رجوع کرے اور وہ
چیز اوسکو حلال ہو جاوے اسلیے ہم نے مصلحت کی بموجب حکم کیا اب اگر یہ کہو کہ یہ صورت
تو بادشاہ کے تصرف کی ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ بادشاہ کو غیر کی ملک مین بدون
اوسکی اجازت کے تصرف کیون درست ہو اسکی وجہ بجز مصلحت کے اور کچھ نہین اور مصلحت
یہ ہے کہ اگر ترک کردے تو ضائع ہو جاوے پس اب دو صورتین بادشاہ کو پیش
ہوتی ہین یا تو ضائع کردے یا کسی امر ضروری مین صرف کرے اور امر ضروری مین
صرف کرنا ضائع کرنے کی نسبت کر بہتر ہے اسلیے صرف کرنے کو ترجیح دی گئی ۔
اور جس مین شک ہو اور اوسکی حرمت معلوم نہو اوس مین مصلحت یہ ہے کہ قبضہ
کی دلالت پر حکم کیا جاوے اور قبضہ والون کی ملک مین چھوڑ دیا جائے اسلیے کہ
شک کی وجہ سے اونکو اونکے ہاتھ سے نکالنا اور اونکو یہ تکلیف دینی کہ قدر حاجت پر
اکتفا کرین اس سے وہ ضرر ہوگا جسکو ہم لکھ آئے ہین ۔ اور مصلحت کی جہتین مختلف ہین
اسلیے کہ بادشاہ کو کبھی تو اس مین مصلحت معلوم ہوتی ہے کہ اوس مال سے پل بنادے
اور کبھی لشکر اسلام مین اوسکا صرف کرنا اور کبھی فقرا کو دینا مصلحت سمجھتا ہے پس
جیسی مصلحت ہوتی ہے ویسا ہی اوسکا تصرف ہوتا ہے اور اس طرح کے مال پر

فتوی بھی مصلحت کے بموجب دائر ہے اس بیان سے یہ نکلا کہ اشیاء مالی مین خلق پر ان ظنون کا مواخذہ نہین جنکی سند کوئی خاص دلالت اون اشیا مین نہو جیسے کہ بادشاہ سے اور فقیرون سے جو بادشاہ سے مال لیجاتے ہین مواخذہ نہین گو یہ جانتے ہین کہ اس مال کا کوئی مالک ہے لیکن چونکہ مالک معین مشار الیہ کا علم نہین اسلیے اوسے مواخذہ متعلق نہین اور اس باب مین ذات مالک اور ذات املاک مین کچھ فرق نہین یعنے اختلاط مین دونون کا حکم یکسان ہوتا ہے - یہ تھا بیان شبہۂ اختلاط کا اب صرف اس بات کی بحث باقی رہی کہ مائعات اور دراہم اور اسباب ایک مالک کی قبضہ مین اگر بمجاوین تو اونکا کیا حکم ہے اور اسکا بیان عنقریب اوس فصل مین ہوگا جس مین مظالم سے بری ہونیکے طریق کی تفصیل مذکور ہے

تیسرا مقام شبہہ کے پیدا ہونے کا یہ ہے کہ جس سبب سے چیز حلال ہوئی ہے اوسمین کوئی معصیت بمجاوے اور یہ معصیت یا تو سبب کے قرائن یعنے ساتھ کی چیزون مین ہوگی یا نتائج مین یا مقدمات مین یا عوض مین اور اس مین یہ شرط ہے کہ ایسی معصیت نہو جو عقد کے فاسد ہونے یا سبب محلل کے باطل کرنے کا موجب ہو اب ان چارون معصیتون کی مثالین مذکور ہوتی ہین - قرائن مین معصیت کی مثال یہ ہے کہ جمعہ کے روز اذان کے وقت بیع کرنا یا چھینی ہوئی چھری سے ذبح کرنا یا چھینی ہوئی کلہاڑی سے لکڑیان کاٹنی یا غیر کی بیع پر بیع کرنا یا دوسرے کی چکائی چیز کو چکانا اسی طرح کی اور صورتین ہوسکتی ہین پس ایسے معاملات مین جو نہی وارد ہے اور اوس سے عقد کا فساد معلوم نہین ہوتا تو اون سے باز رہنا البتہ ورع مین داخل ہے یہ نہین کہ جو چیز اسطرح حاصل ہو اوس پر حکم حرمت کا لگجاوے اور اس قسم کا نام شبہہ رکھنا بھی تسامح ہے اسلیے کہ شبہہ اکثر ایسی ہی جگہہ بولتے ہین جہان اشتباہ اور جہل ہو اور یہان اشتباہ کچھ نہین اسلیے کہ غیر کی چھری سے ذبح کرنے مین گناہ کا ہونا معلوم ہے اور ذبیحہ کا حلال ہونا بھی معلوم ہے تو اشتباہ اور جہالت نہین کہ شبہہ کہا جاوے ہان یہ ہوسکتا ہے کہ شبہہ کو مشتق مشابہت سے کیا جاوے اوریون کہا جاوے کہ چونکہ اس طریق سے حاصل کی ہوئی چیز مکروہ ہے اور کراہت مشابہ حرمت کی ہے اسلیے اوسکو بھی شبہہ قرار دیا گیا اس صورت مین اسکو شبہہ کہنا البتہ درست ہوگا

ورنہ اسکا نام کراہت ہونا چاہیے نہ شبہہ بہرحال جب معنے معلوم ہوگئے تو اب نام میں
کچھ مضائقہ نہین کیونکہ فقہا کی عادت ہی کہ الفاظ کے اطلاق مین تسامح کیا کرتے ہین
پھر جاننا چاہیے کہ اس کراہت کے تین درجے ہین اون مین سے اول حرام کے قریب ہے
اور اوس سے ورع کرنا امر ضروری ہے اور درجۂ دوم کی انتہا ایک گونہ مبالغہ کیطرف ہے
کہ گویا اوس سے بچنا وسواسیون کے ورع مین لاحق ہوتا ہے اور ان دونون درجون
کے درمیان اور مدارج ہین کہ وہ انھین دونون طرفون کی طرف مائل ہین مثلاً اگر
شکاری کتے کو چھین کر اوس سے شکار کھیلے تو اسمین کراہت بہت زیادہ ہوگی نسبت
اوس ذبیحہ کے جو غصب کی چھری سے ذبح ہوا ہو یا غصب کی تیر سے شکار ہوا ہو کیونکہ
کتا ذی اختیار چیز ہے اور اس مین اختلاف ہی کہ جو کچھ اس کتے سے شکار ملے گا وہ
شکار کرنیوالے کا ہوگا یا کتے کے مالک کا اور اسی کراہت کے قریب یہ ہی کہ تخم کو غصب
کی زمین مین بووے ہرچند زراعت تخم والے کی ہوگی مگر اوس مین شبہہ ہے اور اگر
مالک زمین کے لیے ہم زراعت مین حق حبس ٹھہراوین تو ثمن حرام کے مانند ہوگا مگر
قیاس کے مطابق یہی ہے کہ حق زمین کے روکنے کا ثابت نہ رکھا جائے جیسے کہ غصب
کی چکی سے آٹا کوئی پیسے یا غصب کی جال سے شکار کرے کہ جال والے کا حق شکار
مین کچھ نہین اور اسکے قریب یہ ہے کہ غصب کی کولھاڑی سے لکڑیان جمع کرے اور
اس سے کمتر کراہت اس مین ہے کہ اپنی خاص ملک کو غصب کی چھری سے ذبح
کرے کیونکہ ذبیحہ کی حرمت کا تو کوئی قائل نہین اور اسی کے قریب اذان جمعہ کے
وقت بیع کرنا ہے اسلیے کہ مقصود عقد سے اسکو علاقہ ضعیف ہی گو بعض شخص کہتے ہین
کہ عقد فاسد ہوجاتا ہے کیونکہ غایت مافی الباب یہ ہے کہ بائع اپنے ذمہ کے دوسرے
واجب کو چھوڑ کر بیع مین مشغول ہوا اور اگر اسی قدر سے بیع فاسد ہوجایا کرے تو چاہیے
کہ جس شخص کے ذمہ ایک درم زکوۃ کا ہو یا کوئی نماز قضا ہو جسکا وجوب فوراً ہو یا
اوسکے ذمہ کسی کا حق ایک پیسا ہو تو اوسکی بیع فاسد ہوجاوے اسلیے کہ بیع مین مشغول ہوا
اوسکے حق مین دوسرے واجبات کی بجاآوری سے مانع ہے اور جمعہ مین بھی اذان
کے بعد صرف وجوب ہی ہوتا ہے تو جب اذان کے وقت کی بیع مانع جمعہ کے ادا کی
ہوئی اور فاسد ٹھہری تو ایسی ہی اور واجبات کی بھی مانع ہونی چاہیے اور آخر کو یہ ہوگا

کہ ظالمون کی اولاد کا اور جن کے ذمہ ایک درم ہو اونکی اولاد کا نکاح درست نہو اسلیے
کہ وہ شخص نکاح کرنے مین مشغول ہوئی اور جو واجب اونکے ذمہ تھا اوسکے تارک ہوئے
ہان مگر چونکہ جمعہ کے دن مین خاص کرنہی وارد ہوئی ہے اسی لیے ذہن مین اس کی
خصوصیت جلد آتی ہے اور یہین وجہ اسکی کراہت زیادہ ہے اور اوس سے احتراز کرنیکا
کچھہ مضائقہ نہین مگر کبھی نوبت وسواس کی پہونچ جاتی ہے حتی کہ جن لوگون کے ذمہ
اورون کے حق ہوتے ہین اونکی بیٹیون کے نکاح اور تمام معاملات سے کنارہ کشی
ہونے لگتی ہے۔ چنانچہ کسی بزرگ سے منقول ہے کہ اونھون نے ایک شخص سے
ایک چیز مول لی پھر سنا کہ اوسنے یہ چیز جمعہ کے روز مول لی تھی تو وہ چیز اوسکو پھیر دی
اس خوف سے کہ کہین اوسنے اذان کے وقت نہ خریدی ہو اور یہ نہایت مبالغہ ہے
کہ شک سے چیز کو پھیر دیا اگر منہیات اور مفسدات مین اسطرح کا وہم کیا جاوے تو
جمعہ پر کیا منحصر ہے اور دنون مین بھی مشکل پڑیگی اور ورع اچھی چیز ہے اور مبالغہ کرنا
اوس مین زیادہ اچھا ہے مگر ایک حد معین تک ہی خوب ہو ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم فرماتے ہین ح هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ یعنی ہلاک ہوئے مبالغہ کرنیوالے پس ان جیسی ح ۲
مبالغات سے احتراز کرنا چاہیے کیونکہ ہر چند مبالغہ کرنے والے کو تو ایسا مبالغہ ضرر نہین
کرتا مگر غیر کو اس سے اکثر یہ وہم ہو جاتا ہے کہ ایسا مبالغہ ضروری ہے پھر اوس سے
کثیر سے بھی عاجز ہو جاتا ہے اور سرے سے ورع کو ترک کر دیتا ہے چنانچہ اس زمانہ کی
اکثر لوگون کو یہی حجت ہو گئی ہے کہ اول اپنے اوپر راہ تنگ کی اور جب اوس کی
بجا آوری سے نا امید ہوئے تو اوسکو چھوڑ دیا غرض کہ جیسے طہارت کے وسواسی
کبھی طہارت سے عاجز ہو کر اوسکو چھوڑ دیتے ہین اسی طرح جو لوگ حلال کے باب مین
وسواس کرتے ہین اور اونکے وہم مین جم گیا ہے کہ دنیا کا تمام مال حرام ہے اونھون نے
بھی تمیز حلال و حرام کی اوٹھا ڈالی ہے اور یہ عین گمراہی کی بات ہے۔ اور نتائج مین
معصیت کی مثال یہ ہے کہ جس تصرف کے کرنے سے آیندہ کو معصیت ہو وہ اوسکی
مثال ہو سکتا ہے اون مین سے زیادہ کراہت ان مسائل مین ہے کہ انگور کو شراب
بنانے والے کے ہاتھہ فروخت کرے یا غلام امرد کو ایسے کے ہاتھہ بیع کرے جو
اغلام مین مشہور ہو یا ہتھیار کو رہزنون کے ہاتھہ بیچے اور علما کو اس مین اختلاف ہے

کہ یہ معاملات صحیح ہین یا نہین اور ان سے جو ثمن آتا ہے وہ حلال ہے یا نہین اور قیاس کے بموجب یہ ہے کہ یہ عقود صحیح ہین اور جو ثمن لیا جاتا ہے وہ حلال ہی ہان عاقد اس عقد کے سبب سے گناہگار ہے جیسے غصب کی چھری سے ذبح کرنے سے گناہگار ہوتا ہے اور ذبیحہ حلال ہوتا ہے اسلیے کہ عاقد کو گناہ اسی بات کا ہے کہ اوسنے معصیت پر دوسرے کی اعانت کی مگر یہ بات ذات عقد سے کچھ علاقہ نہین رکھتی اور جو ثمن اس وجہ سے لیا جاتا ہے وہ سخت مکروہ ہے اور اوس کا لینا ورع مہم مین متصور ہے مگر حرام نہین اور اسی کے قریب کراہت اسمین ہے کہ انگور ایسے کے ہاتھ فروخت کرے جو شراب پیتا ہو اور بناتا ہو یا تلوار ایسے شخص کے ہاتھ بیچے کہ وہ جہاد بھی کرتا ہو اور ظالم بھی ہو کیونکہ اس صورت مین ایک احتمال دوسرے سے متعارض ہے اور اکابر سلف فی فتنہ کے وقت مین تلوار کو بیچنا مکروہ جانا ہے اس خوف سے کہ کہین ظالم مول نہ لیوے تو یہ ورع پہلے کی نسبت کر زیادہ ہے اور اس مین کراہت کمتر ہے۔ اور اسکے بعد درجۂ مبالغہ ہے کہ گویا وسواس مین ملجاتا ہے اور وہ یہ صورت ہو کہ بعض لوگ فرماتے ہین کہ کشتکارون کے ساتھ معاملہ آلات زراعت کا جائز نہین اسلیے کہ وہ ان آلات سے زراعت پر مدد لیتے ہین اور غلہ کو ظالمون کے ہاتھ فروخت کرتے ہین اسوجہ سے اونکے ہاتھ ہتیارون اور رہلون اور دوسرے آلات کا بیچنا نچاہیے تو یہ ورع وسوسہ کا ہے کیونکہ اسکا انجام یہ ہوگا کہ کاشتکار کے ہاتھ غلہ فروخت نہ کیا جاوے کیونکہ اوس سے بھی تو وہ زراعت پر تقویت پاویگا اور نہ اوسکو پانی دینا چاہیے جو خاص کاشتکارون کے لیے ہی ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ نوبت اوسی مبالغہ کی پہونچ جاویگی جس سے حدیث مین ممانعت ہوئی ہے اور جو شخص کہ بقصد خیر کسی چیز کی طرف متوجہ ہوتا ہے اگر علم محقق اوسکو نہین روکتا تو وہ زیادتی ضرور کرتا ہے اور کیا عجب ہو کہ کسی ایسی بات پر اقدام کر بیٹھے جو دین مین بدعت ہو اور اوسکے بعد لوگون کو اوس بدعت سے ضرر ہو اور وہ یہی خیال کرتا ہو کہ مین خیر مین مشغول ہون اور یہمین وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَى رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِي وَالْمُتَطَوِّعُونَ هُمُ الَّذِينَ يَخْشَى عَلَيْهِمْ أَنْ يَكُونُوا مِمَّنْ قِيلَ فِيهِمُ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۔ حاصل یہ کہ آدمی کو نچاہیے کہ

ورع کے دقائق مین بدون کسی عالم زبردست کے پوچھے مشغول ہوا سلیے کہ اگر بدون سنے اپنے ذہن سے کچھ بات تراشے گا اور جسقدر اوسکے لیے مقرر ہے اوس سے تجاوز کریگا تو جس قدر اسکے فعل سے خرابی ہوگی وہ اصلاح کی نسبت کرزیادہ ہوگی۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رض سے مروی ہے کہ آپنے اپنا انگور کا باغ جلا دیا تھا اس خوف سے کہ کہین اسکے انگور ایسے شخص کے ہاتھہ نہ فروخت ہون جو شراب بناتا ہو اسکی وجہ ہمکو معلوم نہین ہوتی شاید کوئی اور سبب خاص موجب جلانے کا آپ کو معلوم ہوا ہوگا ورنہ جو لوگ صحابہ رض مین آپ سے زیادہ رفیع القدر تھے اونھون نے ایسا نہین کیا علاوہ ازین اگر یہ بات درست ہو تو چاہیے کہ زنا کے خوف سے ذکر کا کاٹ ڈالنا اور جھوٹ کے ڈر سے زبان کا قلم کرنا اور اسی طرح اور اعضا کا تلف کرنا درست ہو جاوے۔ اور مقدرات مین معصیت کے آنے کے تین درجے ہین سب مین بڑا درجہ جسمین سخت کراہت ہے یہ ہے کہ معصیت کا اثر لی ہوئی چیز مین باقی رہے مثلاً جس بکری نے غصب کی گھاس کھائی ہو یا چراگاہ حرام مین چری ہو اوسکو کھانا کہ غصب سے گھاس کھلانا معصیت ہے اور یہی اوسکے بقا کا سبب ہے اور غالباً اوسکا گوشت اور خون اور اجزا اوس گھاس ہی سے ہون اور یہ ورع ضروری ہے گو واجب نہین اور سلف کے بہت لوگون سے ایسا ورع منقول ہے چنانچہ ابو عبداللہ طوسی بروغندی کے پاس ایک بکری تھی جس کا دودہ پیا کرتے تھے ہر روز اوسکو گردن پر لاد کر جنگل مین چھوڑتے اور وہ چرتی رہتی اور خود نماز پڑھتے ایک دن ایکساعت اوس سے غفلت ہوگئی وہ بکری ایک باغ کے کنارہ پر انگور کے پتے کھانے لگی اوسکو باغ ہی مین چھوڑ کر چلے آئے اور پکڑ لانا حلال نہ سمجھا اب اگر یہ کہو کہ حضرت عمر رض کے بیٹون عبداللہ اور عبیداللہ نے کچھ اونٹ لیکر رمنہ مین چھوڑ دیے وہ چر کر موٹے ہوگئے حضرت عمر رض نے اون سے پوچھا کہ تم نے انکو رمنہ مین چرایا ہے اونھون نے عرض کیا کہ ہان آپ نے اون سے نصف اونٹ لے لیے تو اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی رای مین جو گوشت کہ گھاس سے پیدا ہوا وہ گھاس والے کا تھا پس اس صورت مین ایسا جانور حرام ہونا چاہیے نہ مکروہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ گوشت گھاس والے کا نہین ہوتا اسلیے کہ گھاس کھانے سے جاتی رہتی ہے

اور گوشت ایک نئی پیدائش ہے عین گھاس نہین پس شرعاً گھاس والا اوس مین شریک نہین اور حضرت عمر رض نے لڑکون سے گھاس کی قیمت کا تاوان لیا اور گھاس کی قیمت آپ کی راے مین نصف اونٹون کے برابر تھی اسلیے تخمیناً اجتہاد سے نصف اونٹ لیلیے جیسے سعد بن ابی وقاص رض جب کوفہ سے آئے تھے تو اونسے بھی نصف مال لے لیا تھا اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رض سے نصف لیا تھا کیونکہ آپنے دیکھا کہ عامل سب کا مستحق نہین بقدر اجرت عمل اوسکو ملنا چاہیے تو نصف مال کو اونکے عمل کے عوض مین کافی سمجھا اور یہ نصف بھی اجتہاد ہی سے ٹھہرایا تھا۔ درجہ دوم وہ ہے جو بشر بن حارث سے منقول ہے کہ اونھون نے اوس پانی کو نہین پیا جو ظالمون کی کھدوائی ہوئی نہر مین کو بہتا تھا اسلیے کہ نہر کے باعث وہ پانی اون تک پہونچا اور نہر کے کھودنے مین خدا ے تعالی کی نافرمانی ہوئی تھی اور کسی دوسرے بزرگ نے اوس باغ کے انگور نکھائے جسکو ظالمون کی کھودی ہوئی نہر سے پانی دیا گیا تھا یہ رتبہ اول کی نسبت کربلند ہے اور ورع اس مین بہت زیادہ ہے اور ایک اور شخص اوس پانی کے پینے سے باز رہا جو ساتویں بادشاہی چشمون مین رہتا ہے اور ان سب سے بڑھکر ذوالنون مصری کا ورع ہے کہ محبس مین حلال کھانا جو داروغہ محبس کے ہاتھ اونکے پاس گیا تو نہ کھایا اور فرمایا کہ یہ کھانا ظالم کے ہاتھ پر میرے پاس آیا اور ان رتبون کے درجے غیر منحصر ہین۔ تیسرا رتبہ جو قریب وسواس اور مبالغہ کے ہے یہ ہے کہ ایسے حلال کھانے سے باز رہے جو کسی گناہگار کے ہاتھون پہونچے مثلاً کسی نے زنا کیا ہو یا گالی دی ہو تو ایسے شخص کے ہاتھون اگر پہونچے تو اوسکو بھی نہ کھاوے اور اسکا حال ایسا نہین جیسا غذا حرام کے کھانیوالے کا ہے کیونکہ اس صورت مین پہونچانیوالی چیز وہ قوت ہے جو غذا حرام سے پیدا ہوئی اور زنا اور گالی ایسی چیز نہین جن سے قوت چیز کے لیجانے کی پیدا ہو غرض کہ حلال کھانا اگر کافر کے ہاتھ پہونچے تو اوسے باز رہنا بھی وسواس ہے بخلاف حرام کھانے کے کیونکہ کفر کھانا اوٹھانے سے کچھ علاقہ نہین رکھتا اور اگر اس طرح کی احتیاط کیجاوے تو انجام کو یہ نوبت پہونچیگی کہ جس شخص نے غیبت یا جھوٹ یا کوئی اور ایسا ہی گناہ کیا ہو اوسکے ہاتھ سے

کبھی کوئی چیز نہ بچاوے اور یہ نہایت درجہ کا غلو اور اسراف ہے غرض کہ ورع مین وہ
بات لحاظ رکھنی چاہیے جو ذوالنون مصری رح اور بشر بن حارث کے ورع مین
معلوم ہو چکی کہ جو سبب موصل مین معصیت سے ورع کیا تھا مثلاً نہر اور ہاتھ کا زور کہ غذا
حرام سے حاصل ہوا تھا سبب موصل تھے انسے ورع کرنے کا مضائقہ نہین اب اگر
کوئی اسپر قیاس کرکے آبخورہ سے پانی نہ پیوے اسوجہ سے کہ جس کمہار نے یہہ
کوزہ بنایا تھا اوسنے ایک روز خدا کی معصیت کی تھی کہ کسی آدمی کو مارا تھا یا گالی
دی تھی تو یہ ورع وسواس ہوگا اسی طرح اگر اوس بکری کا گوشت نکھاوے جسکو
کوئی شخص حرام کھانے والا ہانک کرلایا ہو تو یہ بھی ویسی صورت نہین جیسے داروغہ
مجلس کے ہاتھون کھانا گیا تھا اسلیے کہ کھانے کو داروغہ کی قوت پہونچاتی ہے
اور بکری اپنے آپ چلی جاتی ہے ہانکنے والے کا صرف اتنا کام ہے کہ راستہ سے
اور طرف نہین جانے دیتا پس اس سے ورع کرنا بھی وسواس کے قریب ہے
اب دیکھو کہ یہ باتین جن امور کے بیان کی مقتضی تھین اونکو ہم نے کیسے درجہ وار
بیان کردیا۔ اور اوسکے بعد یہ جاننا چاہیے کہ یہ درجات علماء ظاہر کے فتوے سے
خارج ہین فقیہ کا فتوی صرف درجۂ اول پر خاص ہے جسکے لیے عام خلق کو حکم شرعی
ہوسکتا ہے اور اگر سب اوسکی تعمیل کرنے لگین تو دنیا ویران ہو لیکن ورع متقیون
اور صالحون کا ایسا نہین کہ علماء ظاہر کا فتوی اوسکے لیے ہوسکے بلکہ اس باب مین
فتوی وہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وابصہ رض کو فرمایا اِسْتَفْتِ
قَلْبَكَ وَاِنْ اَفْتُوكَ وَاَفْتُوكَ وَاَفْتُوكَ اور واقع مین دل سے معلوم بھی ہو جاتا ہے
کیونکہ ارشاد ہے اَلْاِثْمُ حَوَازُّ الْقُلُوبِ تو اگر مرید کے دل مین ان سببون مین سے
کوئی سا کھٹکے اور وہ باوجود دل کھٹکنے کے اوسپر اقدام کریگا تو بیشک ضرر پاویگا اور
جتنا کھٹکا اوسکو معلوم ہوتا ہوگا اوسی قدر دل تاریک ہو جاویگا بلکہ جو چیز خدا کے
علم مین حرام ہے اور مرید اوسکو حلال خیال کرکے بدون کھٹکے اوسپر اپنی دانست کی بموجب
اقدام کریگا تو یہ امر اوسکے دل کی سختی نہین موثر نہوگا اور اگر ایسی چیز پر اقدام کریگا
جو علماء ظاہر کے فتوے کی رو سے حلال ہے مگر خود اوسکے دل مین کھٹکتی ہے تو
یہ اوسکو مضر ہوگی اور ہم نے جو غلو اور مبالغہ سے منع کیا ہے اوس سے ہمارا مقصود

یہ ہے کہ دل صاف اور معتدل ان جیسی باتون مین کچھہ خلش نہین پاتا لیکن اگر کسی وسواسی کا دل اعتدال سے پھر جائے اور ان مین خلش دل پاوے اور باوجود دل کی خلش کے اوسپر جرأت کرے تو اوسکو ضرر ہوگا کیونکہ جو معاملہ اوس مین اور خدائے تعالیٰ مین ہے اوسکے دل کا فتوی معتبر ہوگا اور اوسی کے بموجب اوس سے مواخذہ ہوگا اور یہین وجہ جس شخص کو طہارت مین یا نماز کی نیت مین وسواس ہوتا ہے اوسپر تشدد کیا گیا ہے یعنے جب اوسکے دل پر یہ امر غالب ہو کہ تین دفعہ کے بہانے مین تمام اجزا پر پانی نہین پہونچا اسلیے کہ وسوسہ غالب ہی تو اوسپر واجب ہی کہ چوتھی بار پانی استعمال کرے اور یہ حکم خاص اوسی شخص کے حق مین ہے اگرچہ نفس الامر مین وہ اس باب مین خطادار ہے غرض کہ ان لوگون نے خود تشدد کیا تو خدائے تعالیٰ نے بھی اون پر تشدد کیا اور اسی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جب گائے کے باب مین بہت سے سوال کیے تو اوس طرف سے بھی ویسا ہی تشدد ہوتا گیا اگر اول ہی دفعہ کے حکم مین لفظ بقرہ پر کاربند ہوتے اور کسی گائے کو ذبح کر دیتے تو کافی تھا۔ پس ان دقائق کو بھولنا نچاہیے جنکو ہمنے نفیاً اور اثباتاً مکرر لکھا ہے کیونکہ جو شخص کلام کی ماہیت پر مطلع اور اوسکے مضامین پر واقف نہین ہوتا وہ اوس کے مقاصد کے دریافت کرنے مین عجب نہین کہ لغزش کر جائے۔ اور عوض مین معصیت کی بھی کئی درجے ہین سب سے بڑا درجہ جسمین کراہت بہت ہی یہ ہے کہ کوئی چیز مول لے اور اوسکا ثمن مال غصب یا حرام سے ادا کرے اب اس صورت مین دیکھا جائیگا کہ اگر اوسکو بائع نے قبض ثمن سے پیشتر مبیع کو اپنے دل کی خوشی سے حوالہ کیا ہوگا اور مشتری نے ثمن ادا کرنیسے پہلے اوسکو کھالیا ہوگا تب تو وہ حلال ہوگا اور اوسکا ترک کرنا بالاجماع واجب نہین یعنے ادائے ثمن سے پیشتر کسی کے نزدیک یہ واجب نہین کہ ایسی چیز نہ کھاوے اور نہ ورع موکد مین داخل ہے پھر اگر ثمن بعد کھانیکے مال حرام سے ادا کیا تو ایسا ہوگا کہ گویا ادا ہی نہین کیا اور اگر بالفرض ادا ہی نہ کرتا تو حق بائع کا یعنے دین اوسکے ذمہ رہتا مگر وہ مال حرام نہو جاتا پھر حرام سے ثمن ادا کرنے پر اگر بائع اوسکو بری کر دے اور جانتا بھی ہو کہ اوس نے مجکو مال حرام دیا ہے

تو مشتری بری الذمہ ہو جاویگا اور اوسپر صرف اتنا گناہ رہیگا کہ حرام کے روپیون مین اُسنے تصرف کیا اور بائع کے حوالہ کیے اور اگر بائع نے یہ سمجھکر بری کیا کہ ثمن حلال ہے تو مشتری بری نہوگا کیونکہ وہ تو یہ جانکر بری کرتا ہے کہ مین نے اپنا حق بھر پایا اور حرام کا روپیہ اس قابل نہین کہ اس سے حق بھر پاوے۔ اور اگر بائع نے اوسکو بخوشی خاطر وہ چیز ندی بھی مگر مشتری نے دلی تو اب مشتری کو اوسکا کھانا حرام ہے خواہ ثمن مال حرام سے اول ادا کردے یا بعد کھانے کے کیونکہ اس باب مین فتوی جو ہم دیکھتے ہین وہ یہی ہے کہ بائع کو مبیع کے روکنے کا حق اوسوقت تک ثابت ہونا چاہیے جب تک کہ اوسکی ملک ثمن مین متعین ہو جاوے جیسے مشتری کی ملک متعین ہوگئی ہے اور اوسکے روکنے کا حق دو طرح سے ہی جاتا ہے یا مشتری کو معاف کردی یا اوس سے پورا حق بھر پاوے اور یہان دونون باتون مین سے کوئی سی نہین ہوئی تو اب مشتری جو اپنی ملک کھاتا ہے وہ اس کھانے سے گناہگار ہوتا ہے جیسے راہن غلہ گرو کرے اور بدون اذن مرتہن کے اوسکو کھا جاوے تو وہ بھی گو اپنی ملک کھاتا ہے مگر گناہگار ہے اور اسطرح اپنی ملک کھانے مین اور غیر کا مال کھانے مین فرق ہے مگر اصل حرمت دونون مین شامل ہے یہ صورت اوس وقت ہے کہ مبیع کو ثمن دینے سے پیشتر لے لیوے خواہ بائع کی دل کی خوشی سے خواہ بدون اوسکی دل کی خوشی کے لیکن جس صورت مین کہ ثمن مال حرام سے اولاً ادا کردے پھر مبیع کو لیوے تو اگر بائع جانتا ہو کہ ثمن حرام ہے اور باوجود اسکے مبیع حوالہ کردے تو اوسکا حق مبیع کے روکنے کا تو باطل ہو جاویگا اور اوسکا دام مشتری کے ذمہ پر رہیگا کیونکہ جو کچھ بائع نے لیا ہے وہ ثمن نہین اور ثمن کے باقی رہنے سے مشتری کو مبیع کا کھانا حرام نہوگا اور اگر بائع کو معلوم نہین کہ ثمن حرام ہے لیکن ایسا ہے کہ اگر معلوم ہوتا تو وہ مبیع کو نہ دیتا اور ثمن سے راضی ہوتا تو اس جہالت سے اوسکا حق مبیع کے روکنے کا باطل نہوگا اس صورت مین مشتری کو مبیع کا کھانا حرام ہے جیسے مرہون چیز کو بدون اذن مرتہن کے کھانا حرام ہے یہان تک کہ بائع اوسکو بری کردے یا مشتری بائع کو مال حلال سے ثمن ادا کردے یا خود بائع مال حرام سے راضی ہو کر مشتری کو دام معاف کردے تو معاف کرنا بائع کا درست ہوگا مگر حرام پر

راضی ہوجانا صحیح نہوگا غرضکہ مقتضاے فقہ اور حکم کا اس درجہ مین یہی ہے جو اوپر بیان
حلت اور حرمت کا کیا گیا اب ایسے درجہ سے احتراز کرنے کو معلوم کرنا چاہیے کہ
اوس سے احتراز ورع ضروری ہے کیونکہ معصیت جب سبب موصل سے شروع ہوکر
چیز مین جم جاتی ہے تو اوس مین کراہت بہت سخت ہوجاتی ہے جیسا پہلے گذرا اور
اس باب موصل مین سب سے قوی ثمن ہے اگر بالفرض ثمن حرام نہوتا تو بائع اپنی
چیز کو مشتری کے حوالہ کرنے پر کب راضی ہوتا لیکن ثمن حرام سے بائع کا راضی ہونا
مبیع کو سخت مکروہ ہونے سے خارج نہین کرتا صرف اتنی بات ہے کہ عدالت اوس سے
نہین جاتی مگر تقوی اور ورع کا درجہ اوس سے جاتا رہتا ہے اور اگر بادشاہ کوئی
تھان یا زمین اودھار مول لے اور اوسکو بائع کی خوشی سے ثمن ادا کرنے سے پیشتر
قبضہ کرکے کسی عالم وغیرہ کو انعام خواہ خلعت مین دیڈالے اور اوسکو شک ہو کہ
اوسکا دام نہ معلوم حلال سے ادا کریگا یا حرام سے تو اسکی کراہت خفیف ہے بہ نسبت
پہلے درجہ کے اسلیے کہ یہان اس بات مین شک ہے کہ ثمن مین معصیت داخل
ہوگی یا نہین اور کراہت کا خفیف ہونا اوسی حساب سے ہوگا جتنا اوس بادشاہ
کے مال مین حرام کی قلت یا کثرت ہوگی یا غلبۂ ظن سے اوسکا حال معلوم ہوتا ہوگا
اور بعض صورت دوسری کی نسبت کرسخت تر ہوگی اور اوس مین اوس بات کی
طرف رجوع کرنا چاہیے جو دل مین خلش کرے۔ درمیانی درجہ یہ ہے کہ عوض
نہ غصب ہو نہ حرام ہو مگر کسی گناہ کا آمادہ کرتا ہو مثلاً ثمن کے عوض انگور ایسے
شخص کو دینے جو شراب پیتا ہے یا تلوار رہزن کو دینی تو ایسی طرح ثمن کی عوض
دینے سے وہ بیع جو اودھار لی تھی حرام نہین ہوجاتی مگر اوس پر حکم کراہت کا
لگتا ہے اور یہ کراہت اوس سے کم ہے جو غصب کے اندر تھی اور اس رتبہ کے
درجات بھی اوسی قدر متفاوت ہوتے ہین جتنا ثمن کے لینے والے پر معصیت کا
غلبہ ظن یا احتمال کم ہوتا ہے۔ اور جس صورت مین کہ عوض عمل حرام ہو تو اوسکا
بدل حرام ہوتا ہے اور اگر اوسکی حرمت محتمل ہو اور ظن سے مباح کیا جاے تو اوسکا
بدل مکروہ ہوتا ہے اور میرے نزدیک کسب پچھنے لگانے والے کی کراہت اسی
قاعدہ کے بموجب ہے اسلیے کہ اوس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند با

منع فرمایا ہے پھر یہ اجازت دی کہ اوسکو اپنے پانی کے اونٹ کو کھلا دے اور بعض لوگ جو یہ وہم کرتے ہین کہ اوسکے کسب کی کراہت کا سبب نجاست اور غلاظت کی مباشرت ہی تو یہ وہم فاسد ہے اسلیے کہ مباشرت نجاست باعث کراہت کسب کا ہو تو چاہیے کہ دباغ اور جاروب کش کے کسب مین بھی کراہت ہو حالانکہ اسکا کوئی قائل نہین اور اگر بالفرض انکی اجرت بھی کسی کے نزدیک مکروہ ہو تو قصائی کے باب مین یہ قاعدہ نہ چل سکے گا کیونکہ اوسکا کسب تو گوشت کا بدل ہے اور گوشت بذاتہ مکروہ نہین تو اوسکا بدل کیسے مکروہ ہوگا حالانکہ مباشرت نجاست اور غلاظت کی قصائی مین پچھنے والے اور فصاد کی نسبت کر زیادہ ہے کیونکہ پچھنے والا خون شاخ سے نکالتا ہے اور اوسکو روئی سے پوچھتا ہے اور قصائی اکثر ہاتھ سے ہی غلاظت کو دور کرتا ہے بلکہ سبب یہ ہے کہ پچھنے لگانے اور فصد کھولنے مین خون کا نکالنا ہوتا ہے جس سے آدمی کی حیات قائم ہے تو اصل اوس مین حرمت ہے اور حلال صرف ضرورت کی جہت سے ہوتا ہے اور ضرورت کا معلوم ہونا گمان اور اجتہاد سے ہوتا ہے تو کیا عجب ہے کہ فصد کو مفید گمان کیا جاوے اور وہ مضر پڑے اور خدا کے نزدیک حرام ٹھہرے مگر ظن اور تخمین کی اعتبار سے اوس کی حلت کا حکم دیا جاتا ہے اور اسی وجہ سے فصاد کو لڑکے اور غلام اور بیہوش کی فصد کھولنی بدون اونکے ولیون کی اجازت اور طبیب کے کہنے کے درست نہین اور اگر فصد کھولنا ظاہر مین حلال نہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پچھنے لگانیوالے کو اجرت عطا نہ فرماتے اور اگر اوسمین احتمال حرمت نہوتا تو اوس اجرت سے منع نہ فرماتے اب ان دونون صورتونکا جمع کرنا بدون اوس علت کے جو ہم نے بیان کی ممکن نہین اور اس صورت کو چاہیے یون سمجھا کہ ہم سبب کو قرائن مقرونہ مین لکھتے اس وجہ سے کہ یہ اونھین سے زیادہ قرب رکھتی ہے۔ اور سب سے نیچے کا رتبہ وسواس کا درجہ ہے مثلاً کوئی شخص قسم کھاوے کہ اپنی ماں کا کاتا نہ پہنونگا پھر اوسکا سوت بیچ کر اوس سے کپڑا مول لے کر پہنے تو اس مین کچھ کراہت نہین اور اوس سے احتراز کرنا وسواس ہے اور حضرت مغیرہ سے مروی ہے کہ یہ حیلہ درست نہین اور اونھون نے اپنے قول کا شاید یہ کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو لعنت کی اسلیے کہ اونپر شراب حرام کی گئی تھی

انھون نے اُسکو بیچا اور اُسکا دام کھایا اس سے معلوم ہوا کہ جو شے اپنے اوپر حرام ہو اُسکو بیچ کر اُسکی قیمت سے انتفاع بھی درست نہین - اور یہ قیاس غیر صحیح کا درست نہین اسلیے کہ شراب کی بیع باطل ہی کیونکہ شریعت مین اُسکا کوئی فائدہ باقی نہین رہا اور بیع باطل کا ثمن حرام ہوا کرتا ہی اور یہ صورت بُوت کے بیچنے کی صورت کے مانند نہین بلکہ اسکی مثال یہ ہی کہ آدمی ایک لونڈی کا مالک ہو جو اُسکے دودھ کی بہن ہو - پھر اُسکو ایک اور اجنبی لونڈی سے بدل لے تو اب اُس اجنبی لونڈی سے وطی کرنا وسواس ہوا اور استیلاج کا وطی نہایت غلو ہوا اور رہنے سہنے سب درجات کو اور اُنکے درمیان مین تبدیل داخل ہونے کی کیفیت کو بیان کر دیا ہو چند اُن درجات کا تفاوت تین یا چار اور کسی عدد مین منحصر نہین لیکن شمار سے تقصود تسہیل اور نمایش ہی - اب اگر یہ کہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو کوئی ایک کپڑا دس درم کو مول لے جنمین ایک درم حرام کا ہو تو اللہ تعالی اُسکی نماز قبول نکریگا جب تک اُسکے بدن پر وہ کپڑا رہیگا پھر حضرت ابن عمر رض نے اپنی اُنگلیان دونون کانون مین دین اور فرمایا کہ یہ دونون بہرے ہو جائین اگر مین نے یہ حدیث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے نہ سنی ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ اس حدیث مین اُس خرید کا ذکر ہی جو سین روپیون سے خریدے اُدھار خریدنے کا ذکر نہین اور جس صورت مین کہ اُدھار پر ہو تو ہمنے اکثر صورتون مین حرمت کا حکم کیا ہی اسپر اسکو بھی محمول کرنا چاہیے علاوہ اسکے بہت سی ملکین ایسی ہوتی ہین کہ اُنپر وعید نماز کے قبول نہونے کا پایا جاتا ہی کسی گناہ کے باعث سے جو اُس ملک کے سبب مین آگیا ہی مگر باوجود اسکے فساد عقد نہین پایا جاتا

جیسے اذان جمعہ کے وقت کی خرید بیع وغیرہ

چوتھا مقام شبہہ کے اُٹھنے کا دلیلون کا اختلاف ہی - اسلیے کہ دلیلون کا اختلاف ایسا ہی جیسے سبب مین اختلاف ہو کیونکہ سبب علت اور حرمت کا سبب ہوتا ہی اور دلیل علت اور حرمت کی معرفت کا سبب پڑتی ہی تو دلیل معرفت کے حق مین سبب ہوئی اور جب تک کہ دلیل بندہ کی معرفت مین ثابت نہوگی تب تک اُس سے کچھ فائدہ نہین کیونکہ نفس الامر مین تو وہ ثابت ہی ہی اور دلیلون کا اختلاف

شریعت کی دلیلون کے تعارض سے ہوتا ہی یا علامات والہ کے تعارض سے یا اشباہ
ونظائر کے اختلاف سے۔ قسم اول یہ ہی کہ شریعت کی دلیلون کا تعارض ہو مثلاً
دو آیتین عام قرآن مجید کی یا دو حدیثین یا دو قیاس ایک دوسرے کے متعارض
ہون یا ایک قیاس اور ایک عام آیت یا حدیث متعارض ہون اور یہ سب قسمین تعارض
کی شک کے موجب ہوتی ہین اور ان صورتون مین اُسی اصل کی طرف رجوع
کیا جاتا ہی جو پہلے سے معلوم ہو اگر کوئی ترجیح نہو پھر اگر حرمت کی جانب کو
ترجیح ہوگی تو اُس ترجیح کا اختیار کرنا واجب ہی اور اگر جانب حلت کو ترجیح ہو تو اُسپر عمل
کرنا جائز ہی مگر اُس سے ورع کرنا اچھا ہی اور ورع کے باب مین خلاف کی
جگہون سے بچنا مفتی اور مقلد دونون کے حق مین ضروری ہی گو مقلد کو جب تک
جس مفتی کو سمجھے کہ یہ تمام شہر کے علما سے افضل ہی اُسکے قول اور فتوی پر عمل کرے
اور مفتی کا افضل ہونا لوگون کے سُننے سے معلوم ہوتا ہی جیسے کہ طبیب کا شہر کے
طبیبون سے افضل ہونا سُننے اور قرینون سے پہچانا جاتا ہی گو طب اچھی طرح نہ جانتا
ہو اور فتوی لینے والے کو یہ جائز نہین کہ مذہبون مین سے جسمین زیادہ گنجایش اور
اپنے لیے سہولت دیکھے اُسکو چھانٹ لے بلکہ اُسکو چاہیے کہ تلاش کرتا رہے
یہان تک کہ اُسکو ظن غالب کسی کے افضل ہونے کا ہو جاوے پھر اُس مذہب کا
اتباع ایسی طرح کرے کہ ہرگز اُسکی مخالفت نہ کرے ہان اگر اُسکا امام کسی چیز کا فتوی
دے اور اُسمین کسی اور امام کا خلاف بھی پایا جاتا ہو تو ایسی طرح عمل کرنا کہ دونون
قولون پر عمل ہو اور خلاف سے بچنا ورع موکد مین داخل ہی اسی طرح اگر مجتہد کے
عندیہ مین دلیلین متعارض ہون اور ظن اور تخمین سے حلت کی جانب کی
ترجیح معلوم ہوتی ہو تو اُسکے حق مین ورع یہ ہی کہ اُس چیز سے خود اجتناب کرے
چنانچہ سلف کے مفتی بہت چیزون کی حلت کا فتوی دیا کرتے تھے مگر ورع کی
جہت سے خود اُنپر اقدام نکرتے تھے کہ شبہہ سے محترز رہین پس اُسکو بھی ہم
تین مرتبون پر منقسم کرتے ہین۔ پہلا مرتبہ وہ ہی کہ اُس سے احتراز کرنے مین نہایت
درجہ کا استحباب ہو اور یہ وہ صورت ہی جسمین مخالف کی دلیل قوی ہو اور دوسرے
مذہب کے ترجیح کی وجہ دقیق ہو تو ایسی صورت مین مستحب موکد یہی ہی کہ اُس سے

اجتناب کیا جاوے مثلاً شکاری کتا تربیت یافتہ جو شکار پکڑکر خود کھانے لگے تو اُس شکار کے کھانے سے تو رع ضروری ہی اگرچہ مفتی فتوی دے کہ وہ حلال ہی اسلیے کہ اس باب مین ترجیح بہت باریک ہی اور ہمنے اختیار کرلیا ہی کہ وہ شکار حرام ہی اور امام شافعی رح کے دو قولون مین سے قیاس کے مطابق یہی ہی اور جس صورت مین کہ امام شافعی کا کوئی نیا قول موافق مذہب امام ابوحنیفہ رح یا کسی اور امام کے پایا جاوے تو اسمین ورع کرنا ضروری ہوگا گو مفتی دوسرے قول کے بموجب فتوی دیوے اور اسی قبیل سے ہی احتراز کرنا اس جانور سے جسکے ذبح کرتے وقت بسم اللہ نہ کہی گئی ہو گو اس باب مین قول امام شافعی رح کا مختلف نہو اسلیے کہ آیت مین بظاہر بسم اللہ کہنے کا وجوب ہی اور اخبار اس باب مین متواتر ہین کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جس کسی نے شکار کا حال دریافت کیا تو آپ نے یہی فرمایا کہ جب تو اپنے کتے یا تیر کو چھوڑے اور اُسپر بسم اللہ کہے تو اُس شکار کو کھا اور کذا لک ہی ارشاد منقول ہی اور ذبح کرنا بسم اللہ ہی پر مشہور ہو رہا ہی اور یہ سب باتین اس بات کی تائید کرتی ہین کہ بسم اللہ وقت ذبح مشروط ہو لیکن چونکہ یہ ارشاد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی صحیح ہی وَاٰمُوْا مِمَّا یَذْبَحُ عَلَی اسْمِ اللّٰہِ تَعَالٰی سَمّٰی وَلَمْ یُسَمِّ اور یہ حدیث دو احتمال رکھتی ہی ایک یہ کہ عام ہو اور آیت اور احادیث کو اُنکے ظاہری مضمون سے بدل دیوے اور ایک یہ کہ یہ حدیث بھولنے والے کے لیے خاص ہو اور آیت اور دوسری احادیث اپنے مضمون ظاہری پر ہین اور اُنمین کوئی تاویل نہ کیجاوے اس دوسرے احتمال کے ممکن ہونے کی یہ وجہ ہی کہ بھولنے والا بسم اللہ کے چھوڑنے مین معذور ہی اور احتمال اول کو رکھنا اور آیت کی تاویل کرنی زیادہ تر قریب الامکان تھی اس جہت سے ہمنے اسی کو ترجیح دی اور جو کوئی احتمال اسکے مقابل ہو اُسکا انکار نہین کیا جاتا غرضکہ ایسے جانور سے اجتناب کرنا ضروری ہی اور درجہ اول مین داخل ہی۔ دوسرا مرتبہ وسواس کے درجہ کے قریب ہی وہ یہ ہی کہ آدمی اُس بچہ کے کھانے سے ورع کرے جو مذبوح جانور کے پیٹ سے نکلے یا ضب کے یعنے سوسمار کے کھانے سے احتراز کرے حالانکہ صحیح حدیث مین آچکا ہی

کہ بچہ کا ذبح ہونا اُسکی ماکے ذبح ہونے سے ہوجاتا ہی اور اِس حدیث کی صحت اس وجہ
پر ہی کہ نہ کوئی احتمال اسکے متن مین ہی اور نہ کوئی ضعف اُسکی سند مین اور اسی طرح
صحیح ہوا ہی کہ ضب یعنی گوہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر کھائی گئی
اور یہ روایت بخاری اور مسلم دونون مین منقول ہی پس امام ابوحنیفہ پر یہ گمان
کرنا کہ اُنکو یہ حدیث نہین پہونچی تھی اور اگر پہونچتی تو اُسکے بموجب حکم دیتے
اگر کوئی منصف انصاف کرے یا نہ کرے اُنکا خلاف کرنا اس باب مین ٹھیک
نہین اور نہ کسی طرح سے شبہہ کا مورث ہی جیسے اس صورت مین کہ کسی چیز کا حکم
خبر واحد سے معلوم ہوا اور کوئی اُسکا مخالف نہو یہ تیسرا مرتبہ جو عین وسواس ہی
یہ ہی کہ مسئلہ مین ہرگز کوئی خلاف نہو مگر علت خبر واحد سے معلوم ہوئی ہو تو اب کوئی
یون کہے کہ خبر واحد مین لوگون کو اختلاف ہی اور بعض اُسکو قبول نہین کرتے اسلیے
مین اس سے ورع کرتا ہون کیونکہ حدیث کے راوی ہرچند عادل ہین مگر غلطی
اُنسے ممکن ہی اور کسی خفیہ غرض کے لیے جھوٹ بھی اُنسے ہوسکتا ہی اسلیے کہ عادل
بھی کبھی جھوٹ کہدیا ہی اور وہم بھی اُنپر ممکن ہی کیونکہ ہوسکتا ہی کہ کہنے والے
نے کچھ کہا ہو اور اُنھون نے کچھ اور سمجھا ہو تو اسطرح کا ورع صحابہ رضہ
سے منقول نہین وہ لوگ جو عادل شخص سے سُنتے تھے اُنکے نفوس کو
اُسپر اطمینان ہوجاتا تھا ہان جب راوی کے حق مین کسی خاص سبب
یا دلالت معنیہ سے تہمت کو دخل ہو تو البتہ توقف کی وجہ ظاہر ہی گو وہ راوی عادل
ہو مگر بلا وجہ اخبار احاد کا خلاف کرنا معتبر نہین جیسے نظام اجماع کے باب مین
مخالف ہی اور کہتا ہی کہ اجماع حجت شرعی نہین اور اگر بالفرض اسطرح کا ورع جائز
ہووے تو چاہیے کہ یہ بھی ورع مین شمار کیا جاوے کہ آدمی اپنے دادا کی میراث
نہ لے اور کہے کہ قرآن مین تو پوتے کا ذکر نہین اُسمین تو صرف بیٹون کا ذکر ہی اور پوتے
کو بیٹے کی جگہ قائم کرنا صحابہ کے اجماع سے ہوا ہی اور وہ لوگ معصوم نہ تھے
غلطی اُنسے بھی ہوسکتی ہی چنانچہ نظام اس باب مین خلاف کرتا ہی تو یہ
ایک خیال خام ہی اور اس سے یہ لازم آتا ہی کہ جو اُمور قرآن مجید
کے عام الفاظ سے معلوم ہوئے ہین وہ بھی چھوڑ دیے جاوین اسلیے

کہ بعض متکلمین کا یہ مذہب ہو کہ عمومات کے لیے کوئی لفظ نہین بلکہ جو بات اونمین سے صحابہ رضہ نے قراین اور علامت سے سمجھی ہے وہی حجت ہو اور جب صحابہ رضہ معاذ اللہ متہم ٹھہرے تو معانی عام آیتون پر کیسے عمل ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ شبہہ کی کوئی طرف ایسی نہین جسمین غلو اور مبالغہ نہو تو اسکو سمجھ لینا چاہیے اور جب کوئی امر ان امور مین سے مشکل ہو تو اوس مین دل سے فتوی لینا چاہیے اور مقتضاے ورع کی بموجب مشکوک چیز کو چھوڑ کر یقینی بات پر عمل کرنا چاہیے اور جو امر دل مین کھٹکے اور سینون مین کھٹکے اوس سے کنارہ کرنا چاہیے اور یہ امر اشخاص اور وقایع کے اختلاف سے مختلف ہوا کرتا ہے مگر آدمی کو چاہیے کہ اپنے دل کو ایسی چیزون سے بچاوے جو وسواس کی بموجب ہون حتی کہ جب حکم کرے تو حق بات ہی کا کرے اور وسواس کے مواضع مین ذرا خلش اوس مین نہ آوے اور کراہت کے مواقع مین کھٹکے سے خالی نہو اور ایسا دل نہایت کمیاب ہو اور بہمین وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شخص کو دل کے فتوے پر راجع نہین فرمایا بلکہ صرف حضرت وابصہ کو ارشاد فرمایا کہ اونکے دل کا حال آپکو معلوم تھا۔ دوسری قسم تعارض اون علامات کا جو حل اور حرمت پر دلالت کرین مثلاً کوئی متاع کی قسم ایسی ہو کہ کسی وقت مین لقطہ ہو اور بدون لوٹ کے اوسکا ملنا کم ہوتا ہو پھر وہ چیز کسی نیک بخت شخص کے قبضہ مین پائی جاوے تو یہان دونون علامتین موجود ہین قابض کی نیک بختی تو اس بات پر دلیل ہے کہ یہ حلال ہے اور اوس شے کی قسم اور بدون لوٹ کے کم ملنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حرام ہے تو یہان دو باتین ایک دوسرے کے متعارض ہین اسی طرح اگر ایک عادل کہدے کہ یہ چیز حرام ہے اور دوسرا کہے کہ حلال ہے یا دو فاسق شخصون کی گواہی ایک دوسرے کے مخالف ہو یا لڑکے اور بالغ کے قول متعارض ہون تو سب صورتون مین امر مشتبہ رہیگا پھر اگر کسی جانب کو ترجیح معلوم ہوگی تو اوسکا حکم اوسپر لگیگا مگر ورع یہ ہے کہ اوس سے اجتناب کیا جاوے اور اگر ترجیح ظاہر نہو تو توقف واجب ہوگا اور اسکی تفصیل عنقریب تعرف اور بحث اور سوال کی فصل مین مذکور ہوگی۔ تیسری قسم یہ ہے کہ تعارض اشباہ کا اون صفات مین ہو جن سے احکام متعلق ہین اوسکی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص مثلاً کسی مال کی وصیت

فقیہوں کے لیے کرے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص فقہ میں فاضل ہے وہ اس وصیت میں داخل ہے اور جس نے کہ ایک روز یا ایک مہینے سے فقہ شروع کیا ہے وہ داخل نہیں اور ان دونوں کے بیچ میں درجات بیشمار ہیں جنمیں شک پڑتا ہے پس مفتی اپنے ظن کے موافق حکم کرتا ہے اور ورع کا حکم اجتناب ہے اور یہ قسم شبہ کے مقامات میں سے نہایت باریک ہے کیونکہ اسمیں بعض صورتیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ مفتی کو اوس میں حیرت لازم ہوتی ہے اور کچھ حیلہ اوسکو نہیں سوجھتا یعنے جس صورت میں کہ موصوف ایسی صفت رکھتا ہو کہ وہ دو درجوں مقابل کے ٹھیک درمیان میں ہو تو اس صورت میں اوسکو حیرت ہوتی ہے کہ کس طرف کو میل کیا جاوے بظاہر کوئی علامت کسی طرف میل کی موجود نہیں۔ یہی حال اون صدقات کا ہے جو محتاجوں میں صرف ہوتے ہیں اسلیے کہ ظاہر ہے کہ جسکے پاس کچھ نہیں وہ قطعاً محتاج ہے اور جسکے پاس بہت سا مال ہے وہ غنی ہے اور ان دونوں کے درمیان میں بہت سے مسائل باریک ہیں مثلاً ایک شخص کے پاس ایک مکان اور اثاث البیت اور کپڑے اور کتابیں ہیں اب اگر یہ چیزیں بقدر حاجت ہیں تو اوس شخص کو صدقہ ملنے کی مانع نہیں اور اگر مقدار حاجت سے زائد ہیں تو مانع ہیں اور حاجت کی کچھ حد مقرر نہیں وہ تخمین سے معلوم ہوتی ہے اور اوس میں یہ بحث آپڑتی ہے کہ مکان کی وسعت اور عمارت کتنی ہو اور بیچ شہر میں یا کنارہ پر ہونے سے مقدار قیمت کیا ہو اور ایک مکان سے کارروائی ہوتی ہے یا کمتر سے اسی طرح اثاث البیت اور تانبے کے برتنوں میں نظر کرنی پڑیگی اور اون کے شمار اور قیمت میں گفتگو ہوگی پھر یہ کہ بعض چیزیں ہر روز کی حاجت کی ہیں اور بعض سال بھر میں کارآمد ہیں مثلاً لوازم سرمائی اور بعض ایسی ہیں کہ برسوں کے بعد اونکی حاجت ہوتی ہے اور ان میں سے کسی چیز کی کچھ حد مقرر نہیں اور اس صورت میں کارآمد وہی حدیث ہے کہ دَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيبُكَ کیونکہ یہ سب چیزیں محل ریب میں ہیں اور اگر مفتی اس باب میں توقف کرے تو شایان ہے کہ بدون توقف کے اور کوئی صورت نہیں اور اگر ظن اور تخمین سے کچھ حکم کرے تو ورع کی رو سے توقف چاہیے اور ورع کے مقامات میں سے یہ مقام نہایت ضروری الورع ہے

اور یہی حال ان صورتون مین ہے کہ اقربا کا نفقہ اور بیبیون کا لباس کسقدر واجب ہے اور فقہا اور علما کو بیت المال مین سے کسقدر لینا کافی ہے اسلیے کہ یہان بھی دو طرفین ہین جنکا حال معلوم ہے کہ ایک کم ہے اور دوسری زائد اور اون دونون کے درمیان بین متشابہ امور ہین کہ شخص اور حال کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتی ہین اور حاجات پر اطلاع رکھنے والا خدای تعالیٰ ہے آدمی کو اوسکی حدود پر کچھ واقفیت نہین مثلاً اتنا تو جانتے ہین کہ ایک قوی الجثہ آدمی کے لیے آدہ سیر سے کمتر غذا شب و روز مین کم ہے اور ڈیڑھ سیر قدر کفایت سے زائد ہے اور اونکے درمیان کی اوزان کی کچھ حد نہین پس اہل ورع کو چاہیے کہ مشکوک چیز کو چھوڑے اور یقینی بات پر کاربند ہو جیسے حدیث مذکورۂ بالا مین مندرج ہے اور یہ قاعدہ اون سب حکمون مین چلیگا جو متعلق بسبب ہین اور اونکے سبب الفاظ سے معلوم ہوتے ہین اسلیے کہ عرب اور دوسری زبان والون نے لغات کو معانی کی ایسی حدود مقرر نہین کی ہین کہ اون سے اطراف مقابل ایک دوسرے سے جدا ہو جاوین جیسے حسابیات مین ہوتے ہین مثلاً عدد چھ کا اپنے سے کمتر اور زائد دونون کا احتمال نہین رکھتا اسی طرح سب حسابیات کی باتین مقرر ہین مگر الفاظ لغوی کا یہ حال نہین اسلیے کہ کوئی لفظ قرآن مجید اور حدیث شریف مین ایسا نہین کہ اوس مین رتبہ درمیانی کا شک داخل نہو اور وہ اطراف مقابلہ کے بیچ مین واقع نہو بہین وجہ وصایا اور اوقاف مین اس فن کی حاجت زیادہ ہوتی ہے مثلاً اگر صوفیون پر وقف کیا جاوے تو درست ہوگا لیکن اس لفظ کی مصداق کے اندر بہت سی باریکیان ہین اسی طرح اور الفاظ کو سمجھنا چاہیے اور ہم خاص لفظ صوفیہ کے مقتضا پر اشارہ کرینگے تاکہ اوس سے الفاظ مین تصرف کرنے کا طریق معلوم ہو ورنہ سب لفظون کا حال لکھنا تو غیر ممکن ہے غرض کہ جو علامتین متعارض ہوتی ہین اور دو طرفون متقابل کی طرف کو کھینچتی ہین اونسے یہ اشتباہ پیدا ہوتے ہین اور یہ سب شبہہ ہین جنسے اجتناب کرنا واجب ہے جس صورت مین حلت کی جانب غلبۂ ظن کی دلالت سے یا بموجب ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دَعْ مَا یُرِیبُکَ الخ کے استصحاب کرنے سے یا کسی اور دلیل سے جسکا ذکر پہلے ہو چکا ہے راجح نظر نہ آوے پس مقامات شبہہ کے پیدا ہونے کے یہ تھے اور اون مین ایک دوسرے

کی نسبت کرزیادہ سخت ہے اور جس صورت مین کہ ایک چیز پر مختلف شبہات جمع ہو جاوین تو معاملہ اور بھی دشوار ہو گا مثلاً ایسا کھانا مول لے جو مختلف فیہ ہو اوبائع نے اوسکو کسی شراب بنانے والے سے انگورون کے عوض جمعہ کی اذان کے بعد لیا ہو اور بائع کے مال مین بھی حرام مخلوط ہو اگرچہ اکثر مال حرام نہین مگر شبہ تو ہو گیا ہے حاصل یہ ہے کہ اسطرح کے شبھون کے جمع ہونے سے یہ نوبت ہوتی ہے کہ اوس امر پر اقدام کرنا بہت ہی دشوار ہو جاتا ہے پس ہم نے ان مراتب پر واقف ہونیکے طریقے بتلا دیے ہین اور آدمی کی قوت سے خارج ہے کہ اون سب کو حصر کرے تو اس شرح سے جو مرتبہ واضح ہو جاوے اوسکو اخذ کرے اور جو گول مول ہے اوس سے اجتناب کرے کہ گناہ وہی ہوتا ہے جو دل مین کھٹکے - اور جس جگہ کہ ہمنے حکم کیا ہے کہ دل سے فتوی لے اوس سے ہماری یہ مراد ہے کہ جہان مفتی مباح کہتا ہو اور جس صورت کو وہ حرام کہتا ہو اوس سے باز رہنا واجب ہے پھر دل سے فتوی لینے مین بھی ہر ایک دل کا اعتبار نہین کیونکہ بہت لوگ وسواسی ہوتے ہین کہ ہر چیز سے بھاگتے ہین اور بہت سے حریص تساہل والے ہر چیز پر اطمینان کرتے ہین اور مباح سمجھتے ہین تو ان دونون دلون کا اعتبار نہین بلکہ عالم توفیق یافتہ کے دل کا اعتبار جو احوال کی باریکیون کا نگران ہو اور وہ کسوٹی ہوتی ہے جس سے پوشیدہ امر امتحان کیے جاتے ہین مگر ایسا دل کہان پاوینگے پس جس شخص کو اپنے دل پر اعتبار نہ ہو اوسکو چاہیے کہ اس صفت کے دل سے نور کا خواہان ہو اور اپنے حال کو اوسپر ظاہر کرے - اور کہتے ہین کہ زبور مین ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت داؤد ع کو وحی بھیجی کہ بنی اسرائیل سے کہدو کہ مین تمہاری نماز اور روزہ کو نہین دیکھتا بلکہ اوس شخص کو دیکھتا ہون جو کسی چیز مین شک کرے اور پھر اوس کو میری خاطر ترک کر دے پس ایسے شخص کی تائید مین اپنی مدد سے کرتا ہون اور اپنے فرشتون پر اوس کے سبب سے فخر کرتا ہون

تیسری فصل اس بات کے بیان مین کہ جو مال آدمی کے سامنے آوے اوسکی تفتیش اور تلاش کرے یا بدون پوچھے اوسکو لے اور بحث اور کھوج کے

مقامات کون کون سے ہین - واضح ہو کہ جب کبھی کوئی شخص تمھارے سامنے کوئی کھانا یا ہدیہ پیش کرے یا تم اوس مین سے مول لینا یا ہبہ مین لینا چاہو تو تم کو یہہ ضرور نہین کہ اوسکا حال تحقیق کرو اور یون کہو کہ ہمارے نزدیک اسکی حلت ثابت نہین اسلیے نہین لیتے اور اسکی تحقیق کرتے ہین اور یہہ بھی ضرور نہین کہ مطلق تفتیش نہ کرو اور جن چیزون کی حرمت یقینی نہو اونکو لے لیا کرو بلکہ سوال کرنا اور حال کا تحقیق کرنا بعض صورتون مین واجب ہو اور بعض مین حرام اور کسی صورت مین مستحب ہو اور کسی مین مکروہ اسلیے اوسکی تفصیل ضرور ہے اور قول فیصل اس باب مین یہ ہے کہ مقام سوال شبہہ کی جگہین ہین اور شبہہ کے اوٹھنے کی جگہہ یا تو ایسا امر ہوتا ہے جو مالک سے متعلق ہو یا ایسا کہ خود مال سے علاقہ رکھتا ہو اسلیے اوسکو دو بیانون مین تحریر کیا جاتا ہے -

پہلا بیان - مالک کے حالات ہین - مالک کا حال تمھاری معرفت کے اعتبار سے تین طرح ہو سکتا ہے یا یہہ کہ مجہول ہو یا مشکوک ہو یا کسی طرح کے ظن سے معلوم ہو جسپر کوئی دلالت ہے - پہلی حالت مجہول ہونے کی ہے یعنے مالک کے ساتھہ کوئی قرینہ ایسا نہین جس سے اوسکا فساد اور ظلم معلوم ہو جیسے سپاہیون کا لباس یا تمغا ہوتا ہے اور نہ کوئی علامت صلاح کی ہے جیسے تصوف والون اور تاجرون اور اہل علم کا لباس ہوتا ہے اور نہ اور کسی طرح کی علامت ہو تو ایسی صورت مین وہ مجہول الحال ہوگا جیسے تم اگر کسی گانون مین جاؤ جسکا حال تمکو معلوم نہین اور اوس مین کسی آدمی کو دیکھو جس کے حال کی تمکو کچھہ اطلاع نہو اور نہ اوس مین کوئی ایسی علامت ہو جس سے وہ اہل صلاح یا اہل فساد کہا جا سکے تو وہ شخص مجہول الحال ہوگا اور جب کسی اجنبی شہر مین جاؤ اور وہان کوئی نان بائی یا قصائی یا اور کوئی پیشہ ور پاؤ اور کچھہ علامت نہو جس سے اوسکا فریبی یا خائن ہونا پایا جاوے اور نہ ایسی علامت ہو جس سے ثقہ ہونا ثابت ہو تو وہ مجہول الحال ہوگا اور اوسکو مشکوک نہین کہہ سکتے اسلیے کہ شک اسکو کہتے ہین کہ ایک امر مین دو اعتقاد ایک دوسرے کے متقابل ہون اور ان دونون اعتقادون کے سبب بھی ایک دوسرے کے متقابل ہون اور اس صورت مین نہ کوئی [illegible]

اور نہ سبب ہے اور اکثر فقہا کو مجہول اور مشکوک مین فرق نہین معلوم ہوتا حالانکہ دونون
جدا جدا چیزین ہین اور پہلے بیان سے تمنے جان لیا ہے کہ جس چیز کا حال معلوم نہو
اوس مین ورع کا مقتضا ترک کرنا ہے۔ یوسف بن اسباط کہتے ہین کہ تیس برس سے
میرا یہ حال ہے کہ جس چیز نے میرے دل مین خلش کی اوسکو مین نے ترک کر دیا۔
اور کچھ لوگون نے باہم تذکرہ کیا کہ سب اعمال مین مشکل ترکونسا ہے اور یہ تجویز کیا
کہ مشکل تر ورع ہے حسان بن سنان نے کہا کہ میرے نزدیک ورع سے آسان تر
کوئی بات نہین جب کوئی چیز میرے سینہ مین خلش کرتی ہے مین اوسکو چھوڑ دیتا ہون
تو یہ صورت ورع کی ہے مگر ہم اوسکا حکم ظاہری لکھتے ہین وہ یہ ہے کہ مجہول شخص اگر
تمہارے سامنے کھانا پیش کرے یا تمکو ہدیہ بھیجے یا تم اوسکی دوکان سے کچھ خرید کرنا
چاہو تو تمکو اوسکا حال پوچھنا ضروری نہین بلکہ اوسکا چیز پر قابض ہونا اور مسلمان ہونا
اس بات کو کافی ہین کہ وہ چیز تم لیلو اور تمکو یہ کہنا لازم نہین کہ فساد اور ظلم لوگون مین
پھیل رہا ہے یہ مال بھی ایسا ہی ہوگا کیونکہ یہ وسوسہ ہے اور اس سے اس
مسلمان خاص کے ساتھ بدگمانی ہوتی ہے حالانکہ بعض ظن گناہ ہین اور وہ
مسلمان اپنے اسلام کی جہت سے تم پر یہ حق رکھتا ہے کہ تم اوسکے ساتھ بدگمانی
نکرو پس اگر تم اوس خاص شخص پر بدگمانی اس وجہ سے کروگے کہ دوسرون کو معاملہ
مین خراب پایا ہے تو تم اوسکے قصوروار ٹھہروگے اور اس بدگمانی کا گناہ تمکو
سر دست یقیناً بلا شبہ ہو جاویگا اگر بالفرض اوس سے مال لیلو تو اتنی ہی خرابی ہو
کہ اوسکی حرمت مشکوک ہے یقینی تو نہین ہے اور گناہ بدگمانی کا یقینی ہے اور
مجہول الحال لوگون سے معاملہ کرنے کی دلیل یہ ہے کہ ہم جانتے ہین کہ صحابہ رضؓ
غزوات اور سفرون مین گانون مین اترتے تھے اور ضیافتون کو رد نہین کرتے تھے
اور شہرون مین جاتے تھے تو بازارون سے احتراز نکرتے تھے حالانکہ مال حرام
اوسکے زمانہ مین بھی موجود تھا اون سے کبھی نہین سنا گیا کہ بدون شک کے کچھ
تفتیش کی ہو چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی جو چیز سامنے آتی تھی اوسکا
حال نہ پوچھتے تھے بلکہ ابتدا مین جو آپ مدینہ منورہ مین رونق افروز ہوئے تو البتہ
جو کسی نے بھیجا اوسکا حال دریافت فرمایا کہ یہ صدقہ ہے یا ہدیہ کیونکہ قرینہ حالیہ

اوس وقت ایسا ہی تھا اسلیے کہ مدینہ منورہ مین جو مہاجرین داخل ہوئے سب مفلس تھے اسلیے غالب ظن یہی تھا کہ جو کچھ اونکو بھیجا جاتا ہے وہ صدقہ ہی ہوگا علاوہ ازین دینے والے کا قبضہ اور مسلمان ہونا اس بات پر دلالت نہین کرتا کہ وہ چیز صدقہ نہین اور آپ کی ضیافت اگر کوئی کرتا تھا تو مان لیتے تھے اوس مین یہ استفسار نہ فرماتے تھے کہ صدقہ ہے یا نہین کیونکہ اس بات کی عادت نہین کہ ضیافت صدقہ کی ہووے اور اسی وجہ سے آپکی دعوت ام سلیم نے کی اور اس کی روایت مین ہے کہ ایک درزی نے آپ کی دعوت کی اور آپ کے سامنے کھانا رکھا جسمین کدو تھا اور ایک فارسی نے آپ کی دعوت کی تو آپ نے فرمایا کہ مین مع عائشہ منظور کرتا ہون اوسنے عرض کیا کہ نہین صرف آپ ہی کی دعوت ہے آپنے فرمایا کہ تو مین نہین مانتا پھر وہ شخص راضی ہوگیا چنانچہ آپ مع عائشہؓ کے ایک دوسرے کے پیچھے تشریف لیگئے اوسنے دونون کے سامنے سالن چربی کا رکھا اور ان دعوتون مین سے کسی مین یہ منقول نہین کہ آپنے سوال کیا ہو۔ اور حضرت ابوبکر رض نے جو اپنے غلام سے اوسکے کسب کا حال پوچھا تو اوسکی وجہ یہ تھی کہ آپ کو اوسکے معاملہ مین کچھ شک پڑگیا تھا اسی طرح حضرت عمر رض کو جس شخص نے زکوۃ کے اونٹون کا دودھ پلا دیا تھا اوس سے سوال کیا کہ یہ کہان سے آیا کیونکہ آپ کو اسوجہ سے شک پڑا کہ جیسا ہر شب پیا کرتے تھے اوس مزہ کا نتھا تو یہ وجہ شک کی تھی ورنہ اگر کوئی شخص مجہول الحال کسی کی ضیافت کرے اور وہ دوسرا بدون تفتیش اوسکی ضیافت مان لے تو گنا ہگار نہوگا بلکہ اگر اوسکے گھر مین تجمل اور بہت سامان دیکھے تو یہ نہین کہہ سکتا کہ حلال مال بہت کم ہے اسکے پاس اتنا بہت کہان سے آیا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس شخص کو وراثت مین ملا ہو یا اوسنے کمایا ہو بہرحال وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اوسکے ساتھ حسن ظن کیا جاوے اور اس سے بڑھکر ہم یہ کہتے ہین کہ اوس سے سوال کرنا نچاہیے بلکہ اگر دوسرا شخص یہ چاہے کہ اپنے پیٹ مین کوئی چیز نڈالے جبتک کہ معلوم نہ کرے کہ وہ کہان سے آئی تو یہ اچھی بات ہے پس سیدھی طرح اوسکا کھانا نہ کھاوے سوال کی کیا ضرورت ہے اور اگر کھانا ہی ضرور ہو تو بدون سوال کھالیوے کیونکہ سوال کرنا ایذا دینا اور پردہ دری اور

وحشت دلاتا ہے اور وہ بلاشبہہ حرام ہے اب اگر یہ کہو کہ شاید وہ ایذا نپاوے تو اس کا جواب یہ ہے کہ شاید کے ڈر سے تو تم سوال کرتے ہو اگر شاید ہی پر اکتفا کرو تو شاید اوسکا مال حلال ہو اور شاید اوسکو ایذا بھی ہو اور مسلمان کے ایذا دینے مین گناہ مال حرام اور شبہہ کے کھانے سے کم نہین اور اکثر لوگون کا حال یہی ہے کہ تفتیش سے وحشت پاتے ہین اور یہ بھی جائز نہین کہ اوسکا حال دوسرے کسی اور سے اس طرح پوچھا جاوے کہ اوسکو بھی خبر ہو جاوے کیونکہ اس صورت مین اور زیادہ ایذا ہوتی ہے اور اگر اسیطرح پوچھیے کہ اوسکو علم نہو تو اس مین بدگمانی اور پردہ دری اور تجسس اور غیبت کی تمہید ہے اور یہ سب باتین ایک ہی آیت مین ممنوع ہین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا - اور بہت سے جاہل زاہد ایسے ہین کہ تفتیش سے دلون کو متوحش کر دیتے ہین اور کلام سخت اور موذی کہا کرتے ہین اور یہ امر شیطان اونکے دلمین اچھا کر دیتا ہے تاکہ حلال کے کھانے مین مشہور ہو جاوین اگر اس کا باعث صرف دیانت ہوتی تو مسلمان کے دل کے ایذا پانے کا خوف اوسکو زیادہ ہونا بہ نسبت اس خوف کے کہ پیٹ مین ایسی چیز نجاوے جسکا حال معلوم نہو علاوہ ازین اگر ایسی چیز پیٹ مین جاویگی بھی تو اوس سے مواخذہ نہوگا پھر معلوم کرنا چاہیے کہ جس چیز کا حال مجہول ہو اور کوئی علامت موجب اجتناب نہو تو طریق ورع اوسکو ترک کرنا ہے نہ تجسس کرنا اور جب اوسکا کھانا ہی ضرور ہو تو ورع یہی ہے کہ کھالیوے اور حسن ظن مسلمان پر رکھے کیونکہ صحابہ رض کا طریق مالوف یہی ہے اور جو شخص کہ ورع مین اونسے زیادہ ہوا چاہے وہ گمراہ اور بدعتی ہے اونکا پیرو نہین کیون کہ حدیث صحیح مین آگیا ہے کہ اگر کوئی کوہ احد کی برابر سونا خرچ کریگا تو صحابہ کے ایک مد کے برابر نہوگا اور نہ اوسکے نصف کو پونچیگا علاوہ ازین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدیہ کا کھانا بھیجا ہوا تناول فرمایا لوگون نے عرض کیا کہ یہ کھانا اوسکو صدقہ مین آیا تھا آپ نے فرمایا کہ اوسکے لیے صدقہ تھا اور ہمارے واسطے ہدیہ ہے اور یہ دریافت نہ فرمایا کہ اوسکو صدقہ کس نے دیا تھا کیونکہ صدقہ دینے والا آپ کے نزدیک مجہول تھا اور اوس کھانے سے دست کش بھی نہ ہوئے - دوسری حالت یہ ہے

حضرت ابوبکر کا غلام کا کمائی والا کھانا کھانا

پہلی قسم کے لوگون کا حال اور بعض کی تہمت گناہ

کھانا اور بیچنا نوالہ کرکے اور دوسرے کو بیچنا

۲ح بخاری و مسلم روایت ابی سعید فوری ۱۲

۳ح بخاری و مسلم ابوامامہ ۱۲

کہ مالک مشکوک فیہ ہو یعنے کسی وجہ کی دلالت اُسمین شک کی وجہ سے ہو گئی ہو اول
ہم شک کی صورت لکھتے ہین پھر اُسکا حکم بیان کرینگے صورت شک یہ ہی کہ جو
چیز مالک کے قبضہ مین ہی اُسکی حرمت پر کوئی دلیل مالک کی خلقت یا لباس
یا فعل اور قول سے پائی جاوے خلقت مین اسطرح کہ مثلاً ترکون یا حبشیون یا زنگیون
یا اور ظالمون کی خلقت پر مخلوق ہوا اور سوچھین بُری رکھتا ہو سر کے بال ایسے
پٹھے ہون جیسے فسادیون کے ہوا کرتے ہین اور لباس مین اسطرح کہ قبا
اور ٹوپی اور ظالم سپاہیون وغیرہ کی وضع کا ہو اور فعل اور قول مین اسطرح کہ اُسکے
کردار اور گفتار مین جرأت ایسی باتون کی پائی جاوے جو حلال نہین تو اُس سے سمجھا
جاویگا کہ یہ شخص مال مین بھی تساہل کرتا ہوگا اور جو حلال نہوتا ہوگا اُسکو لیتا ہوگا
غرضکہ شک کی صورتین یہی ہوتی ہین پس جب کوئی شخص اس جیسے آدمی سے
کچھ مول لینا یا ہدیہ قبول کرنا یا اُسکی ضیافت کو ماننا چاہے اور سوائے ان علامات
کے اُسکا حال اور کچھ نہ جانتا ہو تو ایسی صورت مین دو احتمال ہوسکتے ہین ایک
تو یون کہ سکتے ہین کہ قبضہ ملک کی دلیل ہی اور یہ علامتین ضعیف ہین تو چاہیے
کہ اُس چیز پر اقدام درست ہو اور اُسکا ترک کرنا ورع مین متصور ہو اور ایک
احتمال یہ ہی کہ یون کہیے کہ قبضہ ایک دلالت ضعیف ہی اور اُسکے مقابل یہ علامات
موجود ہین جنسے شک پیدا ہو گیا تو چاہیے کہ اُسپر اقدام کرنا درست نہو اور
ہم اسی دوسرے احتمال کو پسند کرتے ہین اور اسی پر فتوی دیتے ہین اس بنا پر
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ع دَعْ مَا یَرِیبُکَ اِلٰی مَا لَا یَرِیبُکَ
کہ بظاہر اس حدیث مین امر وجوبی ہی گو استحباب ہونے کا احتمال بھی پایا جاتا ہی اور ایک
یہ کہ آپ ارشاد فرماتے ہین ع اَلْاِثْمُ حَوَّازُ الْقُلُوبِ یعنے گناہ وہ ہی جو دل مین کھٹکے
اور صورت مفروضہ مین دل پر وہ اثر ہی کہ اُسکا انکار کوئی نہین کرتا اور ایک وجہ یہ کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ وہ صدقہ ہی یا ہدیہ اور حضرت
ابوبکر صدیق رضہ نے اپنے غلام سے اُسکی کمائی کا حال پوچھا اور حضرت عمر رضہ نے
دودھ کا حال دریافت کیا یہ سب تحقیقات شک کے مقام مین ہوئین اور ہر چند انکا
ورع پر محمول کرنا بھی ممکن ہی مگر ورع پر محمول کرنا بدون قیاس حکمی کے نہین ہوسکتا

ع اسکا ترجمہ ع مستفتی گنہگار ہوتا ہے ع

باب الاکل مین گذری ہے ۱۲

اور قیاس اسکی حلت کا شاہد نہین اسلیے کہ قبضہ اور اسلام کی دلالت ان دلالتون کی
مزاحم ہی اور جب دونون ایک دوسرے کی متعارض ہوئین تو حلت کی کوئی وجہ نرہی
اور قبضہ کا اور اصل سابق کا حکم اُس شک مین نہین چھوڑا کرتے جسکے لیے کوئی علامت
ہو مثلاً اگر پانی ہمکو متغیر ملے اور یہ احتمال ہو کہ زیادہ ٹھہرنے سے بدل گیا ہوگا اب
اگر ہم کسی ہرنی کو اُسمین پیشاب کرتے دیکھین اور پھر یہ احتمال ہو کہ شاید پیشاب
سے بدل گیا ہو یا کسی اور طرح سے تو استصحاب یعنے حکم سابق ہم ترک کردینگے اور
صورت معروض بھی اُسی کے قریب ہی مگر ان دلالتون کے درمیان مین فرق
ہوتا ہی مثلاً موچھیل ہونا اور ظلم والون کی وردی کا پہننا اور لشکریون کی صورت بنانا
اس بات کی دلیل ہی کہ مال بھی ظلم سے لیتا ہوگا اور جو فعل اور قول کہ شریعت کے مخالف ہو اگر
وہ مال کے ظلم سے متعلق ہوگا تو وہ بھی ظاہر ہی کہ اسی بات کی دلیل ہوگی کہ مال ظلم سے لیا ہو جیسے
کسیکو سنا کہ وہ غصب کے لیے اجازت دیتا ہی یا ظلم کا امر کرتا ہی یا سود کا معاملہ کرتا ہی تو یہ باتین متعلق
بمال ہین انسے معلوم ہوتا ہی کہ اُسکا مال ایسا ہی کچھ ہوگا لیکن اگر کسی کو دیکھا کہ غصہ کی
حالت مین دوسرے کو گالی دیتا ہی یا جو عورت اُسکے پاس کو نکلی اُسکو گھورتا ہی تو یہ
حرکات مال کے باب مین ضعیف دلالتین ہین اسلیے کہ بہت آدمی ایسے ہوتے ہین
کہ طلب مال مین تنگی کھینچتے ہین اور حلال کے سوا اور کچھ نہین لیتے مگر غصہ کی حالت مین
اپنے نفس کو نہین روک سکتے اور نہ شہوت مین نفس پر اُنکو اختیار رہتا ہی تو اس قسم کے
تفاوت کا لحاظ رکھنا چاہیے اور ممکن نہین کہ اُسکی کوئی حد مقرر کی جاوے تو
ایسی صورت مین آدمی کو چاہیے کہ اپنے دل سے فتوی لیوے - اور ایک بات اور
یاد رکھنے کی ہی کہ اگر ان چیزون کو کسی مجہول آدمی سے سرزد ہوتے دیکھے تب
تو اُنکا اور حکم ہی اور اگر ایسے شخص سے دیکھے جو طہارت اور نماز اور قرأت قرآن
مین ورع کرنے والا مشہور ہو تو اور حکم ہی کیونکہ مال کی نسبت کردونون دلالتین ایک
دوسرے کی متعارض ہوکر ساقط ہوگئین اور آدمی کا حال مجہول الحال کا سا
ہوگیا اسلیے کہ دونون دلالتون مین سے خاص کر مال کے مناسب کوئی بھی نہین
اور بہت سے آدمی مال مین احتیاط کرتے ہین اور چیزون مین نہین کرتے اور بہت
ایسے ہین کہ نماز اور وضو اور قرأت اچھی طرح کرتے ہین اور مال مین احتیاط نہین کرتے

بلکہ جہان سے پاتے ہین کھا لیتے ہین اس نظر سے ان جگہون مین حکم وہی ہی جسکی طرف دل کا میل ہو کیونکہ یہ معاملہ بندہ کے اور خدائے تعالی کے درمیان ہی تو اسکا ربط بھی ایسے امر خفی سے مناسب ہی کہ بجز اُس بندہ یا پروردگار عالم کے اور کسی کو اُسکی اطلاع نہو اور یہی ہی حکم دل پر کھٹکنے کا۔ پھر ایک اور دقیقہ کو معلوم کر لینا چاہیے یعنے اس دلالت کو کیسا ہونا چاہیے جس سے یہ معلوم ہو کہ اُس شخص کا اکثر مال حرام ہی مثلاً وہ شخص لشکری ہو یا بادشاہ کا عامل ہو یا نوحہ کرنے والی خواہ گانے والی عورت ہو اور اگر یہ معلوم ہوگا کہ اُسکا مال حرام تھوڑا ہی تو سوال کرنا ضروری نہوگا بلکہ ورع کی رو سے البتہ داخل احتیاط ہوگا۔ تیسری حالت یہ ہی کہ مالک کا حال کسی طرح کے تجربہ وغیرہ سے ایسا معلوم ہو جس سے غلبۂ ظن مال کی حلت یا حرمت مین ہو جاوے مثلاً کسی شخص کی نیک بختی اور دیانت بظاہر معلوم کر لیجائے اور ہو سکتا ہی کہ باطن ظاہر کے مخالف ہو تو ایسی صورت مین سوال اور تفتیش ضرور نہین بلکہ ناجائز ہی جیسے مجہول الحال مین بلکہ یہان بطریق اولی ناجائز ہونا چاہیے اور مال کے لینے مین اقدام کرنا یہان شبہ سے زیادہ بعید ہی بہ نسبت مجہول الحال کے مال پر اقدام کرنے کے اسواسطے کہ مجہول کے کھانے پر اقدام کرنا ورع سے بعید ہی گو حرام نہین مگر نیک بختون کا کھانا تناول کرنا انبیاء اور اولیا کی عادت ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لَا آکُلُ اِلَّا طَعَامَ تَقِیٍّ وَلَا یَاْکُلُ طَعَامَکَ اِلَّا تَقِیٌّ لیکن جس صورت مین کہ تجربہ سے معلوم ہو کہ وہ شخص لشکری ہی یا گانے والا یا رنڈوا خوار اور تجربہ کے سامنے حاجت وضع اور شکل اور لباس سے استدلال کی نرہی ہو تو یہان تفتیش بالضرور واجب ہی جیسے شک کی صورت مین چاہیے بلکہ یہان بطریق اولی چاہیے

دوسرا بیان - اُس صورت کے ذکر مین جسمین شک متعلق بمال ہوتا ہی نہ مالک کے احوال سے۔ اور اُسکی یہ صورت ہی کہ مال حرام اور حلال مخلوط ہو جاوے جیسے کسی بازار مین کچھ گٹھے غصب کے غلہ کے آوین اور اُنکو بازار والے خرید لین تو جو شخص اس شہر مین اور اُس بازار مین خریدے اُسپر واجب نہین کہ بیع کی تفتیش کرے ہان اگر یہ ظاہر ہو جاوے کہ بازاریون کا اکثر مال حرام ہی

تو اس صورت میں البتہ تفتیش واجب ہی اور اگر اُنکے پاس کا مال حرام اکثر نہو تو تفتیش واجب نہیں بلکہ ورع میں داخل ہی اور بُری منڈی کا حکم ایسا ہی جیسے شہر کا حکم ہی اور جس صورت میں کہ مال حرام اکثر نہو تو تفتیش نہ کرنے کی یہ دلیل ہی کہ صحابہ سفر بازار دن کی خرید سے دست کش نہیں ہوئے تھے حالانکہ اُنمیں سود کے درہم اور غنیمت کی خیانت وغیرہ کا مال موجود تھا اور ہر ایک معاملہ میں تفتیش نہیں کیا کرتے تھے البتہ بعض صحابہ سے کسی حالت میں سوال بہت کم منقول ہی اور وہ مقام شک کا تھا اُن مخاصر معین کے حق میں اسی طرح کفار سے غنیمت لیا کرتے تھے حالانکہ کفار ایسے بھی تھے کہ مسلمانون سے لڑکر اُنکا مال بعض اوقات لیجاتے تھے تو ہو سکتا ہی کہ جو مال غنیمت کفار سے لیتے تھے اُنمیں ایسی چیز بھی ہو جسکو کفار نے مسلمانون سے لی ہو اور ایسی چیز کا مفت لے لینا بالاتفاق ناجائز ہی بلکہ امام شافعی رضہ کے نزدیک وہ چیز مالک کو بجنس واپس ہونی چاہیے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اُسکا دام مالک کو ملنا چاہیے غرضکہ صحابہ رضہ سے اس حال کی تفتیش منقول نہیں - اور حضرت عمر رضہ نے جو اذربیجان کو نامہ بھیجا اُسمیں یہ مضمون لکھا کہ تم ایسے شہرون میں ہو جہان مردار کے چمڑے سوکھائے جاتے ہین تو ذبح کیے ہوئے اور مردار کو دیکھ بھال لیا کرو اس میں تفتیش کی اجازت اور حکم پایا جاتا ہی مگر اسکے ساتھ ہی یہ حکم نہیں کیا کہ روپیون اور نقد کی بھی تفتیش کر لیا کرو کہ مردار کا مول ہی یا مذبوح کا اسلیے کہ اکثر نقد اسطرح کے نہ تھے کہ چمڑون ہی کا دام ہو گو چمڑے بھی بیع ہوتے تھے لیکن چمڑے اکثر مردارون ہی کے ہوتے تھے اسلیے اُنکی تفتیش کے لیے امر فرمایا اسی طرح حضرت ابن مسعود رضہ نے فرمایا کہ تم ایسے شہرون میں ہو کہ وہان کے اکثر قصاب مجوس ہین تو مذبوح اور مردار کو دیکھ لیا کرو اسمیں بھی اکثر کے لحاظ سے تفتیش کا امر فرمایا ہی اور یہ مقصود بدون چند صورتون اور کئی مسئلون کے ذکر کرنے کی جو عادۃ اکثر واقع ہوتی ہین اچھی طرح واضح نہو گا لہذا ہم اُن سائل کو فرض کر کے لکھتے ہین - مسئلہ ایک شخص معین کے مال مین حرام ملگیا ہی مثلاً ایک غلہ فروش کی دوکان پر غصب کا غلہ یا لوٹ کا غلہ بھی بکتا ہی یا کوئی ظالم حاکم خواہ رئیس یا عامل یا فقیہ ہی کہ اُسکا کچھ روزینہ ظالم بادشاہ کے یہان سے بھی مقرر ہی

اور کچھ مال موروثی یا کاشتکاری یا تجارت بھی ہی یا ایک سوداگر ہی کہ سب معاملات ٹھیک
کرتا ہی مگر سود بھی لیتا ہی تو ایسی صورتون مین اگر اوسکا مال اکثر حرام ہی تو نہ اُسکی
ضیافت کھانی جائز ہی اور نہ ہدیہ خواہ صدقہ کا لینا درست ہی لیکن بعد تحقیقات کے
اگر معلوم ہو کہ ضیافت وغیرہ وجہ حلال سے ہی تب تو قبول کرے ورنہ ترک کرے
اور اگر مال حرام کم ہو اور ہدیہ وغیرہ مشتبہ ہو تو اسکے حکم مین تامل ہی اسلیے کہ اس صورت کو
دو صورتون سے مناسبت ہی ایک وہ جس مین ہمنے حکم کیا ہی کہ اگر ایک ذبیحہ
دس مردار مین ملجاوے تو سب سے اجتناب کرنا واجب ہی اور اسکے ساتھ مشابہت
اس وجہ ہی کہ ایک شخص کا مال محصور چیز کے مانند ہی خصوصاً جبکہ مال اُسکے پاس
بہت نہو اور ایک طرح سے اس صورت کے مخالف بھی ہی کیونکہ مُردار کا وجود تو فی الحال
یقیناً معلوم ہوتا ہی اور حرام جو آدمی کے مال مین ملگیا ہی اوس مین یہ بھی احتمال
ہوسکتا ہی کہ شاید فی الحال اُسکے پاس نہو اسکے ہاتھ سے نکل گیا ہو پس اگر مال تھوڑا ہو
اور یہ بھی معلوم ہوجاوے کہ وہ فی الحال قطعاً موجود ہی تو یہ صورت اور مُردار کے
ذبیحہ مین ملنے کی صورت یکسان ہی اور اگر مال بہت ہو اور یہ احتمال ہو کہ حرام فی الحال
اُسکے پاس نرہا ہوگا تو یہ البتہ پہلی صورت کی نسبت کرنا آسان ہی من وجہ اُس صورت کے
مشابہ ہی جس مین حرام کا ملنا غیر محصور چیز مین ہوتا ہی جیسے بازارون اور شہرون مین
حرام ملجاوے لیکن یہ صورت اختلاط غیر محصور کی نسبت کرنے سخت تر ہے کیونکہ یہان
یہ معاملہ ایک ہی شخص کے ساتھ خاص ہی اور اس مین شک نہین کہ اس صورت
پر اقدام کرنا ورع سے نہایت بعید ہی مگر بحث اس مین ہی کہ اسکا ارتکاب موجب
فسق اور مخالف عدل ہوتا ہی یا نہین یہ بحث سمجھنے کے اعتبار سے باریک ہی کہ کوئی
شکل کسی طرف کھینچتی ہے اور کوئی کسی طرف اور نقل کی جہت سے بھی باریک ہی
اس وجہ سے کہ اس باب مین صحابہ رضہ سے جو ان جیسی صورتون مین احتراز اور امتناع
منقول ہی یا تابعین سے کچھ مروی ہی وہ ورع پر محمول ہوسکتا ہی اور حرمت کے
باب مین کوئی تصریح نہین پائی جاتی اور کھانے پر جو اقدام منقول ہی جیسے حضرت
ابوہریرہ رض نے حضرت امیر معاویہ کا کھانا مثلاً کھایا ہی تو اگر فرض کرلیا جاوے
کہ جو کچھ اونکے قبضہ مین تھا وہ اکثر حرام ہی تھا تب بھی یہ احتمال ممکن ہی کہ حضرت ابوہریرہ رضہ نے

تفتیش کے بعد اقدام کیا ہو اور پہلے معلوم کر لیا ہو کہ یہ کھانا خاص جو مین کھاؤنگا مباح وجہ کا ہی غرضکہ افعال اس باب مین ضعیف الدلالت ہین اور علماء متاخرین کا مذہب مختلف ہی حتی کہ بعض فرماتے ہین کہ اگر بادشاہ مجکو کچھ دیوے تو مین لے لون اور جس صورت مین کہ اکثر مال حرام ہو اوسمین بھی اونھون نے اباحت کو عام رکھا ہی بشرطیکہ اوس خاص چیز کا حال معلوم نہو اور ہو سکتا ہو کہ وہ وجہ حلال سے ہو اور اونکی دلیل اس باب مین یہ ہی کہ اکابر سلف نے سلاطین سے جائزے لیے ہین چنانچہ احوال سلاطین کے بیان مین اسکا ذکر آویگا - پس جس صورت مین کہ حرام کمتر ہو اور یہ بھی احتمال ہو کہ فی الحال وہ مالک کے پاس موجود نہوگا تو ایسی صورت مین کھانا حرام نہوگا لیکن اگر اسکا وجود فی الحال متحقق ہو جیسے ذبیحہ کا اشتباہ مردار و نمین ہو جاوے تو ایسے حال مین مجکو نہین معلوم کہ کیا کہون یہ مسئلہ ان متشابہات مین سے ہی جن مین مفتی حیران رہجاتا اسلیے کہ تردد ہی کہ اس صورت کو محصور چیزون کی مشابہت ہی یا غیر محصور سے اور دودھ کی بہن اگر کسی گانون مین مشتبہ ہو جاوے جس مین دس عورتین ہون تو اجتناب واجب ہوتا ہی اور اگر کسی شہر مین ہو جسمین دس ہزار عورتین ہون تو اجتناب سب سے کرنا واجب نہین اور اب دس اور دس ہزار کے درمیان بہت سے اعداد ایسے ہین کہ اگر انکا حکم پوچھو تو مین نہین جانتا کہ کیا کہون اور علماء نے چند مسائل مین توقف کیا ہی جو اس سے بھی واضح ترہین چنانچہ امام احمد رح سے کسی نے یہ مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص نے شکار پر تیر مارا اور وہ شکار مذکور دوسرے کی ملک مین جا پڑا تو وہ تیر مارنیوالے کا ہوگا یا زمین کے مالک کا امام احمد صاحب نے فرمایا کہ مجکو معلوم نہین کسکا ہوگا اُنسے کئی بار اس مسئلہ کو پوچھا گیا تو ہر بار یہی فرمایا کہ مین نہین جانتا اور اس قسم کے اکثر مسائل مینے باب السلم مین سلف سے نقل کیے ہین اس صورت مین مفتی کو طمع نکرنی چاہیے کہ سب صورتون کا حکم اسکو معلوم ہی ہو جایا کرے - اور ابن مبارک رح سے اُنکے کسی بصری شاگرد نے پوچھا کہ جو لوگ سلاطین سے معاملہ کرتے ہین اُنسے معاملہ کرون یا نہین آپنے فرمایا کہ اگر وہ لوگ سوائے سلاطین کے اور کسی سے معاملہ نکرتے ہون تو اُنسے معاملہ نکرنا اور اگر سلطان اور غیر سلطان سب سے کرتے ہون تو اُنسے معاملہ کرنا

اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اقل مین مسامحت کا مصادقہ نہین بلکہ اکثر مین بھی مسامحت کا احتمال وہی حاصل یہ ہی کہ صحابہ رضہ سے یہ منقول نہین کہ اگر قصاب اور نان بائی اور تاجر نے ایک معاملہ فاسد کیا ہو یا ایکبار سلطان سے معاملہ کیا ہو تو اونھون نے اوس سے بالکل معاملہ چھوڑ دیا ہو اور معاملون کا اس باب مین مقرر کرنا بعید ہی اور مسئلہ بذات خود مشکل ہی۔ اب اگر یہ کہو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ سلطان تمکو دے اُسکو لیلو کہ وہ تمکو حلال ہی مین سے دیتا ہی اور جو کچھ حلال اوسکو ملتا ہی وہ حرام کی نسبت کزیادہ ہی اور حضرت ابن مسعود رضہ سے ایک سائل نے پوچھا کہ میرا ایک ہمسایہ ہی کہ مین اُسکو بُرا ہی جانتا ہون اور وہ ہماری دعوت کرتا ہی اور ہم وقت حاجت اُس سے قرض لیتے ہین تو یہ امور کیسے ہین آپنے فرمایا کہ جب تمھاری دعوت کرے تو قبول کیا کرو اور جب حاجت ہوا کرے تو اُس سے قرض لیا کرو کہ تمھارے لیے وہ مال اچھا ہی اُسکا وبال اوسی کے ذمہ رہیگا اور سلمان رح نے بھی ایسا ہی حکم دیا ہی تو یہان حضرت علی رضہ نے تو کثرت حلال حلال کو علت ٹھہرایا اور حضرت ابن مسعود رض نے بطریق اشارہ بیان فرمایا کہ اوسی پر وبال ہی یعنے اسلیے کہ اُسکو اُس مال کا حال معلوم ہی اور لینے والے کے لیے اچھا ہی کیونکہ اُسکو حال معلوم نہین اسی طرح حضرت ابن مسعود سے ایک شخص نے پوچھا کہ میرا ایک ہمسایہ سُود کھاتا ہی اور ہماری دعوت کرتا ہی تو ہم اُسکی دعوت مین جاوین یا نہین تو آپنے فرمایا کہ ہان جاؤ اور یہ بات حضرت ابن مسعود رضہ سے بہت سی مختلف روایتون کے ساتھ مروی ہی اور حضرت امام شافعی اور مالک رض نے خلیفون اور سلطانون کے جائزے لیے ہین باوجودیکہ جانتے تھے کہ اُنکے مال مین حرام مخلوط ہی تو اگر اس مال مین خرابی ہوتی تو یہ لوگ ایسا کیون کرتے تو اِسکا جواب یہ ہی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد جو ذکر کیا ہی تو اُنکا فعل اس ارشاد کے مخالف مشہور ہی اسلیے کہ وہ بیت المال کا مال نہین لیا کرتے تھے یہان تک کہ اپنی تلوار بیچڈالا کرتے تھے اور آپکے پاس ایک ہی قمیص رہا کرتا تھا تہلنے کے وقت دوسرا ہوتا تھا اور ہم یہ نہین کہتے کہ آپ کا یہ فعل محتمل ورع کا نہین یا آپ کے قول سے اجازت صریح نہین پائی جاتی مگر یہ کہتے ہین کہ آپکا ارشاد

اگر واقع مین درست ہی تو بادشاہ کے مال مین جسکا حکم دوسرا ہی ہی کیونکہ وہ
کثرت کے سبب سے گویا ایسا ہی جیسے غیر محصور ہوتا ہی چنانچہ عنقریب اُسکا
بیان آویگا اور اسی طرح امام شافعی اور امام مالک رض کا فعل سلطان کے مال سے
متعلق ہی اور ہمارا کلام دوسرے لوگون کے مال مین ہی جنکے مال قریب
محصور ہونے کے ہین باقی رہا حضرت ابن مسعود رض کا قول تو اُسکا یہ حال ہی کہ
اُسکا راوی خوات تیمی ہی اور اُسکا حافظہ ضعیف ہی مشہور قول حضرت ابن مسعود
کا وہ ہی جس سے شبہات سے بچنا معلوم ہوتا ہی چنانچہ ارشاد فرماتے ہین کہ تم مین
سے کوئی یہ نہ کہے کہ مین ڈرتا ہون کہ مین یون نہو اور توقع رکھتا ہون کہ ایسا ہو اسلیے
کہ حلال کھلا ہوا ہی اور حرام کھلا ہوا ہی اور ان دونون کے درمیان مین کچھ باتین
مشتبہ ہین پس شبہہ مین ڈالنے والی بات کو جانے دو اور جس مین شبہہ نہ پڑے
اُسکو اختیار کرو اور یہ بھی آپ کا قول ہی کہ حلش کی باتون سے اجتناب کرو کہ
گناہ انھین مین ہی جو دل مین کھٹکین اب اگر یہ کہو کہ سُنے یہ کیون کہا کہ جب حرام
کی کثرت ہو تو چیز کا لینا درست نہین باوجودیکہ اُس چیز مین کوئی علامت ایسی نہین
ہو خاص اُسکی حرمت پر دلالت کرے اور قضیہ دلیل ملک موجود ہی یہانتک کہ
اگر کوئی ایسے شخص کا مال چورا لیوے جسکے مال مین حرام زیادہ ہو تو چور کا ہاتھہ
کاٹا جاتا ہی اور کثرت حرام سے بھی ایک وہمی ظن ہوتا ہی جسکو چیز سے کچھ علاقہ نہین
تو چاہیے کہ جس صورت مین حرام زیادہ ہو اُسکا حال ایسا ہو جیسے غالب ظن راستون
کی لیٹیرون مین ہوتا ہی یا غیر محصور مین اختلاط کی صورت مین ہوتا ہی اور اس صورت پر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ارشاد دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْبُکَ سے کرنا اور اس
ارشاد کو عام ٹھہرانا نہین چاہیے کیونکہ یہ ارشاد بالاتفاق بعض جگہون مین مخصوص ہی
یعنے اُن صورتون مین کہ عین ملک مین کوئی علامت شک کی موجود ہو کیونکہ اگر
حرام قلیل غیر محصور مین ملجاوے تو باوجودیکہ موجب شک ہوتا ہی مگر اسپر بھی تم
قطعاً کہتے ہو کہ وہ حرام نہین اس سے معلوم ہوتا ہی کہ حدیث مذکور انھین
صورتون کے لیے ہی جنمین عین ملک مین شک ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ
قضیہ ایک دلالت ضعیف ہی جیسے حکم اصل کا باقی رکھنا ضعیف ہی اور یہ

قبضہ کی حجت اوسوقت چلتی ہے جبکہ اوسکے مقابل کوئی حجت قوی نہو تو جس صورت میں
کہ ہمکو یقین ہے کہ حرام جو ملگیا ہے وہ فی الحال موجود ہے اور مال مالک اوس سے
خالی نہین اور یہ بھی یقین ہے کہ حرام زیادہ ہے اور یہ صورت ایک معین شخص کے
باب مین ہے جسکا مال گویا کہ محصور ہے تو اب قبضہ کی حجت سے اعراض کرنا ضروری
ہوا اور اگر اس صورت پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد بالا کو محمول نکیا جاوے
تو اوسکے لیے کوئی محل نہین رہیگا کیونکہ اوسکا محل یہ تو ہو ہی نہین سکتا کہ حرام قلیل
غیر محصور حلال مین مختلط ہوا اسلیے کہ ایسی صورت تو آپ کے زمانہ مبارک مین موجود تھی
حالانکہ آپ اوسکو ترک نہ کرتے تھے اور جس جگہ پر اوسکو حمل کیا جاوے تو وہ اوسکے
مضمون مین ہوگی اور اگر اوس ارشاد کو نہی تنزیہی پر حمل کرو تو ظاہر الفاظ مین بدون
قیاس کے تبدیل اور تاویل کرنی پڑیگی اسلیے کہ اس صورت [illegible] علامتون اور
استصحابون کے قیاس سے کچھ بعید نہین معلوم ہوتی علاوہ ازین کثرت کو ظن کے
برپا کر دینے مین دخل ہے اسی طرح حصر کو بھی اوس مین دخل ہے تو جس صورت میں
حرام کی کثرت اور مال کا محصور ہونا ایک جا جمع ہونگے تو کیسے ظن کی تقویت نہوگی
حتی کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضہ فرماتے ہین کہ برتنون مین اجتہاد نکرو مگر جس صورت میں
کہ پاک برتن زیادہ ہون تو آپنے حکم اصل اور اجتہاد کے کیجا ہونے مین یہ شرط
کر دی کہ علامت اور کثرت ہو اور جو لوگ یہ کہتے ہین کہ جونسا برتن چاہے بلا اجتہاد
لے لیوے فقط استصحاب کی جہت سے تو وہ اوسکے پینے کو درست کہین گے اور
صرف علامت کی باعث سے جواز کے قائل ہونگے اور اونکی یہ دلیل اوس جگہہ
نہ چلے گی جہان پیشاب پانی سے مشتبہ ہو گیا ہو کیونکہ یہان حکم اصل باقی نہین رہسکتا
اسی طرح اگر مردار مذبوحون مین ملگیا ہو تو بھی وہ دلیل جاری نہوگی کیونکہ مردار مین
استصحاب نہین اور قبضہ سے یہ معلوم نہین ہوتا کہ یہ جانور مردار نہین اور مباح
کھانے مین معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ مملوک ہے غرض کہ ایسی صورتون مین چار
امور متعلق ہوتے ہین اول حکم اصل کا باقی رہنا دوم مخلوط چیز کی کمی یا کثرت
سوم جس مال مین خلط ہوا اوسکا محصور ہونا یا غیر محصور ہونا چہارم کوئی علامت خاص کا چیز
کے اندر ہونا جس سے کہ اجتہاد متعلق ہو پس جو کوئی ان چارون امور کے مجموعہ سے

غفلت کرتا ہے وہ اکثر غلطی کرکے بعض مسائل کو ایسی صورتون سے مشابہ کر دیتا ہے
جن سے وہ واقع مین مشابہ نہین ہوتے۔ حاصل اس تقریر کا یہ ہوا کہ جو مال ایک شخص
کی ملک مین مختلط ہو جاوے اوس مین یا حرام زیادہ ہوگا یا کم اور انمین سے ہر ایک
یقین سے جانا جائیگا یا ظن مع العلامت سے یا وہم سے یعنے ہر ایک کے جاننے کے
تین طور ہین تو سب چھہ صورتین ہوئین ایک یہ کہ حرام کی زیادتی یقین سے معلوم ہو
دوسرے یہ کہ حرام کی زیادتی ظن مع العلامت سے معلوم ہو تیسرے یہ کہ حرام کی زیادتی
وہم سے معلوم ہو اسی طرح حرام کی کمی کے معلوم ہونے کی تین صورتین ہین پس ان
چھہ صورتون مین دو اول کی صورتون مین یعنے جبکہ حرام کی زیادتی یقیناً ہو خواہ
بغلبۂ ظن جیسے کسی ترکی مجہول الحال کو دیکھا کہ ہو سکتا ہے کہ اوسکا سب مال غنیمت کا ہو
ان دونون مین تفتیش واجب ہے اور جس صورت مین کہ حرام کی کمی یقیناً معلوم ہو تو یہ
صورت مقام توقف ہے اور اکابر سلف کی سیرت اور احوال کی ضرورت کا میلان اسطرف ہے
کہ اس صورت مین حاجت تفتیش نہو باقی رہین تین صورتین یعنے حرام کی زیادتی
وہم سے معلوم ہو یا اوسکی کمی ظن سے معلوم ہو یا وہم سے دریافت ہو تو ان تینون
صورتون مین تفتیش ہرگز واجب نہین مسئلہ جب کسی شخص کے سامنے اوسکا
کھانا پیش ہو اور وہ جانتا ہو کہ میری ملک مین کسی بادشاہی روزینہ کے یعنے مین
یا کسی اور طرح سے حرام بھی آیا تھا اور یہ نجانتا ہو کہ وہ مال حرام اسوقت تک باقی ہے
یا نہین تو اوسکو وہ کھانا کھا لینا چاہیے اور تفتیش اوسکے ذمہ پر لازم نہین بلکہ ورع
کے لحاظ سے ہے اور اگر یہ تو جانتا ہو کہ اوس مین سے کچھ باقی ہے مگر یہ نہ معلوم ہو
کہ بقیہ کم ہے یا زیادہ تو اوسکو جائز ہے کہ یہ سمجھ لے کہ وہ بقیہ کمتر ہے اور ابھی ہم
لکھہ آئے ہین کہ جہان حرام کی قلت معلوم یقیناً ہوتی ہے وہ موقعہ مشکل ہوتا ہے
اور یہ مسئلہ بھی اوسی کے قریب ہے مسئلہ جب خیرات یا اوقاف یا وصیتون کے
متولی کے پاس دو مال ہون کہ اون مین سے ایک مال کا تو ایک شخص مستحق ہے
اور دوسرے مال کا مستحق نہین ہے اسوجہ سے کہ اوس مین وہ صفت نہین جو اوس
مال کے مستحق مین ہونی چاہیے تو اب اگر متولی اوس شخص کو کچھہ دیوے تو اوسکو اوسکا
لینا درست ہے یا نہین تو اسمین یہ بات دیکھنی چاہیے کہ جس صفت سے وہ شخص مستحق ہے

وہ اگر ظاہر ہے کہ متولی بھی جانتا ہے اور معہذا متولی بظاہر عادل معلوم ہوتا ہے تب تو اوس شخص کو چاہیے کہ بدون بحث کرلے لیوے کیونکہ متولی پر غلبہ ظن اسی بات کا ہے کہ اوسکو اوسی مال کا مصرف کریگا جس کا وہ شخص مستحق ہے اور اگر وہ صفت پوشیدہ ہو یا متولی کا حال معروف ہو کہ یہ پروا نہین کرتا اور خلط کردیا کرتا ہے تو اس صورت مین لازم ہے کہ تفتیش کرے کیونکہ یہان نہ تو قبضہ ہے اور نہ حکم اصل سابق پر جسکا اعتماد ہو اور یہ صورت ایسی ہی ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا تھا کہ صدقہ ہے یا ہدیہ کیونکہ آپ کو اوس مین تردد ہوگیا تھا اسوجہ سے کہ قبضہ سے خصوصیت ہدیہ اور صدقہ کی کچھ نہین تھی اور نہ کچھ استصحاب تھا غرضکہ ایسی صورت مین بجز سوال کے اور کوئی مضر نہین کیونکہ سوال کو جو ہمنے مجہول الحال مین ساقط کیا ہے تو ایسی ہی جگہ ساقط کیا ہے جہان قبضہ اور اسلام کی علامت ہو حتیٰ کہ اگر کسی شخص کا حال معلوم نہو کہ یہ مسلمان ہے اور کوئی شخص اوسکے پاس سے گوشت اوسکے ذبیحہ کا لیا چاہے اور یہ احتمال ہو کہ یہ شخص شاید مجوسی ہوگا تو اوس شخص کو گوشت کا لینا درست نہوگا جب تک کہ یہ نہ جان لے کہ مسلمان ہے کیونکہ قبضہ سے مردار کی تمیز نہین ہوسکتی اور نہ صورت سے مسلمانی معلوم ہوتی ہے ہان اگر کسی شہر مین اکثر مسلمان ہون تو ہوسکتا ہے کہ جس شخص پر کچھ نشان کفر نہو اوسکو مسلمان گمان کیا جائے گو اس گمان مین غلطی کا بھی امکان ہے حاصل یہ کہ ایسا ہے کہ جن صورتون مین قبضہ اور حال کی شہادت معتبر ہے وہ اون صورتون مین ملانی نچاہیین جنمین اونکی شہادت معتبر نہین ۔ مسئلہ اگر کوئی شخص شہر مین مکان مول لینا چاہے اور اوسکو معلوم ہوگیا ہو کہ اس شہر مین مکانات مغصوب بھی ہین تو اوسکو مول لینا درست ہے اسلیے کہ یہ صورت غیر محصور کے اختلاط کی ہے مگر پوچھ لینا احتیاط اور ورع کی بات ہے اور اگر کسی کوچہ مین مثلاً دس گھر ہون جن مین سے ایک مغصوب ہو یا وقف ہو تو خریدنا درست نہین جب تک کہ وہ مکان متمیز نہو جاوے اور ایسے موقع پر اوسکا حال پوچھنا واجب ہے اور جو شخص کسی شہر مین گیا جس مین بہت رباطین بنی ہوئی ہین مگر ایک ایک رباط ایک ایک مذہب والے کے لیے خاص ہے مثلاً حنفیون کی جدا ہے اور شافعیون کی جدا تو اوس شخص کو جائز نہین کہ جونسی میز

چاہئے اوسمین ٹھہر کر اوسکے وقف مین سے کھاوے بلکہ جس مذہب کا خود ہو
اوس مذہب والون کی رباط کو پوچھنا چاہیے اور اوس مین ٹھہرنا چاہیے کیونکہ رباط
اور مدرسے شہرون مین محصور ہی ہوتے ہین تو محصور کے اختلاط کی صورت مین بدون
تمیز کے اقدام درست نہین مسئلہ جن جگہون مین کہ ہمنے سوال کو ورع ٹھہرایا ہی
تو وہان یہ نہین جائز ہے کہ خود چیز کے مالک سے سوال کرنے لگے کہ تمہارا مال یا کھانا
کیسا ہے کیونکہ وہ اس صورت مین غصہ ہوگا بلکہ اگر وہ غصہ نہو تو اوس سے پوچھنے کا
مضائقہ نہین اور جب یقین ہو کہ اوسکا مال اکثر حرام ہے تو اوس وقت تفتیش کرنی
واجب ہے اور پھر یہ پروا نکرنی چاہیے کہ پوچھنے سے مالک خفا ہوگا اسلیے کہ ظالم کو تو
اس سے زیادہ ایذا دینی ضرور ہے اور غالب یہ ہے کہ اس طرح کا آدمی سوال سے
غصہ بھی نکریگا ہان اگر شک پڑے اور چیز اپنے وکیل خواہ غلام یا شاگرد یا کسی رشتہ دار
یا نوکر چاکر کے ہاتھ سے پہونچے تو جائز ہے کہ اونسے تفتیش کرلے کیونکہ وہ اس کے
سوال سے غصہ نہونگے علاوہ ازین اونسے سوال اسلیے چاہیے کہ اونکو حلال کا طریقہ
تعلیم کرے اور اسی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے اپنے غلام کی کمائی کا حال
پوچھا اور حضرت عمر رضہ نے اوس شخص سے تفتیش کی جسنے آپکو زکوۃ کے اونٹون کا
دودھ پلایا تھا اور حضرت ابوہریرہ رضہ جب آپ کی خدمت مین بہت سا مال لیکر
آئے تو اونسے پوچھا کہ بھلے مانس کیا سبب طیب ہی باین وجہ کہ آپ کو کثرت مال سے
تعجب ہوا اور حضرت ابوہریرہ آپکی رعیت سے تھے اور سوال بھی کتنا نرمی سے کیا تھا
اور یہمین وجہ حضرت علی رضہ فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے نزدیک امام کے عدل اور
نرمی کی نسبت کر کوئی زیادہ محبوب چیز نہین اور نہ اوسکے جور و ستم سے زیادہ کوئی
بری چیز مسئلہ حارث محاسبی رح کا یہ قول ہے کہ اگر آدمی کا کوئی دوست یا بھائی
ایسا ہو کہ اوس سے تفتیش کرنے سے خفا نہو تب بھی ورع کی رو سے اوس سے
تفتیش نہین کرنی چاہیے کیونکہ کیا عجب ہی کہ جو چیز اوس سے پوشیدہ تھی وہ اوسپر
ظاہر ہو جاوے تو گویا یہی شخص اوسکی پردہ دری کا باعث ہوگا اور انجام کو
دونون مین بغض پڑ جاویگا اور واقع مین اونھون نے خوب کہا اسلیے کہ تفتیش
جس صورت مین کہ بمقتضاے احتیاط اور ورع کے ہے اور واجب نہین ہے

تو اِن جیسی باتون مین احتیاط اور ورع یہی ہے کہ پردہ دری سے اجتناب کیا جائے اور بغض پیدا کرنیوالی بات سے احتراز رہے اور محاسبی رح نے اتنا اور کہا ہے کہ اگر اوس شخص کو کچھ شبہہ بھی ہو تب بھی تفتیش نکرے اور اوسپر یون گمان رکھے کہ مجکو مال طیب ہی کھلاویگا اور بُرا مال مجھ سے علٰحدہ رکھیگا اور اگر اوسکے دل کو تسکین نہو تو کسی عمدہ بہانہ سے نہ کھاوے مگر تفتیش سے اوسکی پردہ دری نکرے اسلیے کہ مین نے کسی عالم کو نہین دیکھا کہ اوسنے ایسا کیا ہو تو یہ قول آپ کا باوجود اونکے زاہد ہونیکے شہرت کے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جب مال مین تھوڑا سا حرام ملگیا ہو تو محتاط کرنی چاہیے مگر شرط یہ ہے کہ حرمت کا اختلاط وہم سے معلوم ہوا ہو چنانچہ اونکے قول مین لفظ شبہہ اسی پر دلالت کرتا ہے اور اگر حرام کا تحقق یقینی ہو تو اوسکا یہ حکم نہین پس تفتیش کرنیوالے کو ان دقائق کا لحاظ بھی چاہیے۔ مسئلہ بعض لوگ کبھی کہنے لگتے ہین کہ جس شخص کا کچھ مال حرام ہو اوس سے استفسار کرنیمین کیا فائدہ ہے کیونکہ جو شخص مال حرام کو حلال جانتا ہے وہ عجب نہین کہ جھوٹ بھی بولدے اور اگر اس باب مین اوسکو امین جاننا چاہیے تو حلال مال کے باب مین بھی اوسکی دیانت پر اعتماد چاہیے تو اسکا جواب یہ ہے کہ جب تمکو معلوم ہو کہ کسی شخص کے مال مین حرام مخلوط ہے اور اوسکی ضیافت مین تمھارے جانے سے یا اوسکا ہدیہ قبول کرنیسے کوئی اوسکا مطلب نکلتا ہے تو اس صورت مین البتہ اوسکے قول پر اعتماد نچاہیے اور اوس سے استفسار کرنے مین بلاشبہہ کچھ فائدہ نہین بلکہ چاہیے کہ اوسکے سوا دوسرے شخص سے استفسار کرے اسی طرح اگر وہ شخص کوئی چیز بیچتا ہو اور نفع لینے کے لیے اوسکی بیع کا راغب ہو تو اوسکے یہ کہدینے سے کہ یہ چیز حلال ہے اعتماد واثق نہوگا اور نہ اوس سے استفسار کرنیسے کچھ فائدہ ہے بلکہ سوال دوسرے شخص سے کرنا چاہیے غرضکہ قابض سے استفسار اوسی صورت مین چاہیے کہ اوسکی کوئی غرض متعلق نہو جیسے متولی وقف سے کوئی پوچھے کہ یہ جو تم دیتے ہو کس قسم کا مال ہے یا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدیہ اور صدقہ کا حال پوچھا تھا کہ اس طرح کے سوال سے نہ قابض کو ایذا ہے اور نہ کہدینے مین اوسکی کوئی غرض ہے اسی طرح اگر دوسرے کو یون کہے کہ تمکو طریقہ کسب حلال کا معلوم نہین اور اسکے جواب مین

وہ اپنا طریق صحیح بتلا دے تو تہمت نکیا جاویگا ایسا ہی اگر اپنے غلام اور خادم سے استفسار کرے
اس نظر سے کہ اونکے کمانے کا طریق معلوم نہو تو ایسی جگہہ استفسار مفید پڑیگا اور جس صورت
مین کہ مال والے کی کچھ غرض ہو اور وہ متہم ہو تو اوسکا حال دوسرے سے پوچھنا چاہیے
اور جب ایک مرد عادل کچھ حال بتاوے تو اوسکا قول قبول کرے اور اگر فاسق کچھہ
حال کہے اور قرینہ حالیہ سے معلوم ہو کہ وہ جھوٹ نہین کہتا اسلیے کہ اوسکو اس مین
کچھ غرض نہین تو فاسق کے قول کا قبول کرنا بھی جائز ہے کیونکہ یہ معاملہ اوس کے
اور خدائے تعالی کے درمیان ہے اور یہان مطلوب نفس کا اطمینان ہے اور بعض
اوقات فاسق کے قول سے اتنا وثوق حاصل ہوتا ہے کہ بعض حالتون مین عادل
کے قول سے بھی نہین ہوتا اور یہ کلیہ نہین کہ جو فاسق ہو وہ جھوٹ ہی بولا کرے اور
نہ یہ ہے کہ جو بظاہر عادل معلوم ہوتا ہے وہ سچ ہی کہا کرے ہان گواہی کا مدار جو ظاہری
عدالت پر ہے وہ حکم کی ضرورت سے ہے کیونکہ دلون پر اطلاع نہین ہوسکتی اور
حضرت امام ابو حنیفہ رح نے فاسق کی گواہی قبول فرمائی ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ
جس شخص کو تم پہچانتے ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ یہ مرتکب گناہونکا ہوتا ہے لیکن وہ
شخص جب کسی چیز کا حال تم سے کہتا ہے تو تم اوسکا اعتبار کر لیتے ہو اسی طرح
تمیز دار لڑکا جس کا حال تمکو معلوم ہو کہ اسکے مزاج مین استقلال ہے تو اوسکے
کہنے سے بھی وثوق حاصل ہو جاتا ہے اور اوسپر اعتماد کرنا درست ہی لیکن اگر کوئی
مجہول شخص جسکا حال کچھ معلوم نہو خبر دے تو یہ اون لوگون مین سے ہے جنکے
قبضہ مین کی چیز کو کھانا ہمنے جائز لکھا ہی اسوجہ سے کہ اوسکا قبضہ بظاہر ملک کی
دلیل ہے اور یون بھی کہہ سکتے ہین کہ اوسکا مسلمان ہونا اوسکی راست گوئی کی دلیل
ظاہر ہے مگر تامل اسی صورت مین ہے اور اوسکا قول کچھ نہ کچھ تاثیر نفس مین کرتا ہے
یہانتک کہ اگر ایسے ہی بہت سے آدمی ایک بات پر متفق ہون تو ظن غالب ہو جاوے
لیکن ایک کے قول کی تاثیر نہایت ضعیف ہی پس اوسکی تاثیر کی حد دیکھنی چاہیے
کہ دل مین کتنی ہے اسلیے کہ ان جیسی جگہون مین دل ہی حکم کیا کرتا ہے اور
دل کو خفیہ قرینے ایسے سوجھتے ہین کہ اونکے بیان سے زبان قاصر ہے تو اسمین
تامل کرنا ضروری ہوا اور اسکی طرف التفات کے واجب ہونے کی یہ دلیل ہے

کہ عقبہ بن حارث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور عرض کیا
کہ مین نے ایک عورت سے نکاح کیا بعد اسکے ایک لونڈی سیاہ فام آئی اور اوسنے
کہا کہ مین نے تم دونون کو دودہ پلایا ہے اور وہ جھوٹی معلوم ہوتی ہے آپ نے فرمایا
کہ اپنی منکوحہ کو چھوڑ دے اونھون نے عرض کیا کہ حضرت وہ لونڈی سیاہ فام ذلیل ہے
آپ نے فرمایا کہ آخر اوس نے کہا تو کہ تم دونون کو دودہ پلایا ہے تیرے لیے اوس
منکوحہ مین بہتری نہین تو اوسکو چھوڑ دے اور ایک روایت مین یون ہے کہ کیسے
نہ چھوڑیگا اب یہ جو کہا گیا (یعنے ایک عورت کا دونون کو دودہ پلانا زبان زد ہوگیا)
اور جس صورت مین کہ مجہول شخص کا جھوٹ بولنا معلوم نہو اور نہ کوئی ایسی علامت
ظاہر ہو جس سے اوس امر مین اوسکی کوئی غرض پائی جاتی ہو تو اوسکے کہنے کا اثر
دل مین ضرور ہوتا ہے اور یہین وجہ احتراز ایسی صورت مین مؤکد ہے اور اگر اوسکے
قول پر دل کو اطمینان ہو جاوے تو احتراز واجب اور لازم ہو جاتا ہے۔ مسئلہ
جس صورت مین استفسار واجب ہے اگر اوس مین دو عادل اشخصون یا دو فاسقون
کے قول ایک دوسرے کی ضد پر ہین تو دونون کا اعتبار نہ کیا جاویگا اور جائز ہے کہ
اپنے دل مین ایک عادل کے قول کو ترجیح دیدے خواہ ایک فاسق کے قول کو
اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونون طرفون مین سے ایک کو کثرت کے باعث خواہ اوسکی
خصوصیت سے کہ اوسکو تجربہ اور حالات سے واقفیت زیادہ ہے ترجیح دے لیوے
اور اس مسئلہ کی صورتین اکثر پیش آیا کرتی ہین۔ مسئلہ ایک خاص قسم کا اسباب
لوٹا گیا اور اوس قسم کے اسباب مین سے کوئی چیز ایک شخص کے پاس ہے اور دوسرا
شخص اوسکو اوس سے مول لیا چاہتا ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ وہ چیز لوٹ مین
کی نہو تو مشتری کو خریدنا درست ہے یا نہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ اگر بائع نیکبختی مین
معروف ہو اور مشتری بھی اوسکو صالح جانتا ہو تو خریدنا درست ہے اور چھوڑنا ورع ہے
اور اگر بائع مجہول الحال ہو کہ اوسکا کچھ حال معلوم نہو تو اب یہ خیال کرنا چاہیے
کہ اگر اوس قسم کی چیز بدون لٹی ہوئی بھی بہت ملتی ہو تب تو مشتری کو جائز ہے کہ
خرید کرے اور اگر اوس جگہہ مین وہ چیز کمیاب تھی مگر لوٹ سے بہت ہوگئی تو اس
صورت مین حلت پر دلالت صرف قبضہ کی باقی رہگئی اور اوسکی معارض ایک

علامت خاص ہوئی یعنے شکل اوس اسباب کی اور قسم تو اب اوسکی خرید سے باز رہنا ورع مہم ہے مگر وجوب ورع مین تامل ہے کیونکہ علامت متعارض ہے اور ہم اور کوئی حکم نہین کر سکتے بجز اوسکے کہ مشتری کے دل پر حوالہ کردین تاکہ وہ اپنے جی مین قوی بات کو تامل کرے اگر اوسکے دل مین اسی بات کو قوت ہو کہ یہ چیز لوٹ کی ہے تو اوسکو اوسکا نہ لینا لازم ہے ورنہ خریدنا حلال ہے۔ اور اسطرح کے واقعات اکثر مشتبہ ہو جاتے ہین اور بہت لوگ اونکو نہین پہچانتے پس جو کوئی انسے محترز رہیگا وہ اپنی آبرو اور دین محفوظ رکھیگا اور جو کوئی ان مین گھسیگا وہ اپنے آپ کو خطرہ مین ڈالیگا۔ مسئلہ اب اگر کوئی یون کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دودہ آپکے سامنے پیش کیا گیا اوسکا حال استفسار فرمایا لوگون نے عرض کیا کہ بکری کا ہے آپنے بکری کو پوچھا کہ کہان کی تھی جب اوسکا حال بیان کر دیا گیا تو آپ خاموش ہو رہے تو ہم یہ پوچھتے ہین کہ مال کی اصل کا استفسار واجب ہے یا نہین اور اگر واجب ہے تو ایک اصل کا ہے یا دو کا یا تین کا اور اس باب مین قاعدہ کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اصل کا حال پوچھنے مین کوئی قاعدہ اور حد مقرر نہین بلکہ جس شبہہ کے باعث سے استفسار کی نوبت ہوئی ہے اوسی کو دیکھنا پڑتا ہے اور جس جگہہ شبہہ منقطع ہو جاتا ہے اوسی جگہہ استفسار موقوف ہو جاتا ہے اوسکی کچھ حد نہین اور یہ شبہہ حالات کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے مثلاً اگر اس بات مین شبہہ ہو کہ قابض کے پاس یہ چیز بوجہ حلال پہونچی یا نہین تو جسوقت وہ کہدیگا کہ مین نے اوسکو مول لیا ہے تو ایک ہی سوال مین شبہہ منقطع ہو جاویگا اور اگر وہ کہے کہ یہ دودہ میری بکری کا ہے تو شک پڑا کہ بکری کہان سے آئی ہوگی اس صورت اگر کہدیگا کہ مین نے مول لی ہے تو شبہہ جاتا رہیگا اور اگر بدوون کا حال دیکھکر کہ جو کچھ انکے پاس ہے وہ چھینا ہوا مال ہے اور اوسی کی نسل جاری رہتی ہے شبہہ پڑیگا تو یہ شبہہ اتنا کہنے سے نہ جائیگا کہ یہ دودہ میری بکری کا ہے یا میری بکری کی بچھیا کا ہے ہان اگر اوس بکری کو کہیگا کہ مجکو وراثت مین باپ سے پہونچی ہے اور اوسکا باپ مجہول الحال ہوگا تو البتہ استفسار منقطع ہو جاویگا اور اگر یہ معلوم ہوگا کہ اوسکے باپ کا تمام مال حرام تھا تو حرمت کھلجاویگی اور اگر یہ معلوم ہوگا کہ اوسکا اکثر مال حرام تھا تو تناسل کے ہونے اور مدت کے گذرنے اور وراثت کے جاری ہونے سے

اوسکا حکم متغیر نہوگا پس مال کی اصل کے استفسار مین ان باتون کو تامل کرنا چاہیے
مسئلہ مجھ سے یہ سوال ہوا کہ کچھ لوگ صوفی ایک خانقاہ مین رہتے ہین اور شخص
متولی خانقاہ ہے اوسکے پاس ایک وقف تو ایسا ہے جو خانقاہ والون کے لیے ہی
اور دوسرا ایسا ہے جو اور لوگون کے لیے ہے اور متولی مذکور دونون وقفون کا مال
ملا کر ان خانقاہ کے لوگون کو کھانا کھلاتا ہے تو اوسکا کھانا صوفیون کو حلال ہے
یا حرام یا شبہہ مین نے یہ جواب دیا کہ اس مسئلہ مین سات اصولون کی طرف رجوع
کرنا چاہیے **اصل اول** یہ کہ جو کھانا خادم خانقاہ ان صوفیون کے سامنے لاتا ہے
غالبًا اوسکو داد وستد سے خریدتا ہوگا یعنے الفاظ بیع و شرا کے نہ بولے جاتے ہونگے
اور ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ داد وستد سے بدون کہنے الفاظ بیع و شرا کے بیع
درست ہوجاتی ہے خصوصًا کھانے کی چیزون اور کم قیمت والی چیزون مین تو اس
کھانے مین اس اصل کی بموجب صرف شبہہ خلاف ہے **دوسری اصل** یہ کہ
دیکھنا چاہیے کہ خادم اوس کھانے کو مال حرام دیکر لیتا ہے یا اُدھار خریدتا ہے اگر
مال حرام کے بدلے مین لیتا ہے تو وہ کھانا حرام ہے اور اگر معلوم نہو کہ کیسے خریدتا ہے
تو غالب یہی ہے کہ اودھار لیتا ہو اور ظن غالب پر عمل کرنا درست ہے تو اس اصل کے
بموجب بھی حرمت نہین ثابت ہوتی بلکہ شبہہ احتمال بعید کا پیدا ہوتا ہے یعنے خادم نے
مال حرام دیکر لیا ہو **تیسری اصل** یہ ہے کہ خادم وہ کھانا کہان سے مول لیتا ہے اگر ایسی
شخص سے مول لیتا ہے جس کا اکثر مال حرام ہے تو درست نہین اور اگر ایسے سے
لیتا ہے جس کا کمتر مال حرام ہے تو اوس مین تامل ہے جیسے ہم نے اوپر بیان کیا
اور جب کہ معلوم نہو کہ کیسے شخص سے لیا تو اس پر عمل کرنا درست ہے کہ اوسنے ایسی ہی سے
لیا ہے جسکا مال حلال ہے یا جسکا حال مشتری کو یقینًا معلوم نہین جیسے مجہول الحال
ہوتا ہے اور ہم پہلے لکھہ چکے ہین کہ مجہول الحال سے خریدنا جائز ہے اسلیے کہ غالب
یہی ہے تو اس اصل سے بھی حرمت نہین پیدا ہوتی بلکہ شبہہ احتمال ہوتا ہے۔
چوتھی اصل یہ کہ کھانا اپنے لیے خریدکرتا ہے یا لوگون کے لیے کیونکہ متولی اور خادم
مثل نائب کے ہوتے ہین اور نائب کو اختیار ہے چاہے اپنے لیے لے چاہے دوسرون
کے لیے لیکن یہ امر نیت سے ہوتا ہے یا صریح الفاظ سے اور جس صورت مین

کہ خرید داد وستد سے ہوئی ہے تو الفاظ کہان بولے گئے ہونگے اور غالبا متولی یا خادم داد وستد کے وقت کچھ نیت نہ کرتا ہوا ور قصائی اور نانبائی اور دوسرے معاملہ کرنیوالے اوسی پر اعتماد کرتے ہونگے اور اوسکے ہی ہاتھ بیچتے ہونگے نہ اون لوگون کے ہاتھ جو موجود نہین تو یہ بیع بلا شبہہ متولی کے طرف سے ہوویگی اور مبیع اوسکی ملک مین داخل ہوگی اس صورت مین نہ حرمت ہی اور نہ شبہہ لیکن اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صوفی متولی کی ملک کھاتے ہین۔ **پانچوین اصل** یہ کہ خادم جو اونکے سامنے کھانا رکھتا ہے اوسکو ضیافت خواہ ہدیہ بدون عوض نہین ٹھہرا سکتے کیونکہ متولی اسپر راضی نہوگا بلکہ وہ اسلیے رکھتا ہے کہ اوسکا عوض وقف مین سے ملنے کا اوسکو اعتماد ہے تو واقع مین یہ معاوضہ ہوا مگر بیع اور قرض دینا نہین کیونکہ اگر بالفرض اون سے ثمن مانگنے لگے تو بعید جانا جاویگا اور قرینۂ حال سے بھی کچھ معلوم نہین ہوتا تو اب اس صورت کو بھی کہہ سکتے ہین کہ ہدیہ بشرط عوض ہے یعنے ایسا ہدیہ ہے کہ جس مین ہدیہ کرنیوالے نے کوئی لفظ نہین کہا مگر قرینہ اوسکے حال کا یہ چاہتا ہے کہ عوض کا طامع ہوا ور ایسا ہدیہ صحیح ہے اور عوض بھی لازم ہے اور یہان خادم کو کوئی اور عوض کی طمع نہین بجز اسکے کہ جو کچھ اون لوگون کا حق وقف مین ہوا وسکو لیوے اور اوس سے نان بائی اور قصائی اور بقال کا قرض ادا کرے تو اس اصل مین کچھ شبہہ بھی نہین کیونکہ بطمع عوض ہدیہ دینے اور کھانا سامنے رکھنے مین لفظون کا کہنا مشروط نہین اور جو لوگ کہ طمع عوض کے ساتھ ہدیہ کو نادرست کہتے ہین اونکے قول کی پروا نہین کرنی چاہیے۔ **چھٹی اصل** یہ ہے کہ جو عوض ایسے ہدیہ کا لازم ہوتا ہے وہ کتنا ہوا سمین اختلاف ہی بعضون کا یہ قول ہے کہ اتنا ہو کہ ادنی درجہ کا مال کہہ سکین اور بعضون نے یہ کہا ہے بمقدار قیمت ہدیہ کے ہونا چاہیے اور بعض یہ فرماتے ہین کہ جس قدر سے ہدیہ دینے والا راضی ہو جاوے اوس قدر چاہیے گو وہ چیز کی قیمت کا دونا نگنا ہو جاوے اور قول صحیح یہی ہے کہ عوض واہب کے رضا کا تابع ہوتا ہے اگر وہ راضی نہین ہوتا تو مالک کو واپس کر دیتا ہے اور صورت مفروضہ مین خادم کو جو حق ساکنین خانقاہ کا وقف مین سے ملتا ہے اوسپر راضی ہی اب یہ تین صورتون سے خالی نہین یا تو یہ کہ جتنا اوسنے کھانے مین صرف کیا

اوسی قدر وقف مین سے ملا تو کچھ خدشہ نہین یا یہ کہ اوس مقدار سے کم ملا اور اوس پر خادم راضی ہو گیا تو اس صورت مین بھی معاملہ ٹھیک ہوا یا یہ کہ خادم راضی نہ ہوتا بشرطیکہ اوسکے قبضہ مین دوسرا وقف نہوتا جسکو وہ انھین ساکنین کی قوت سے تحصیل کرتا ہے تو اس صورت مین وہ ایسے عوض پر راضی ہوا جس مین کچھ حلال ہی اور کچھ حرام مگر حرام اون رہنے والون کے ہاتھ مین نہین آیا تو یہ ایسی صورت ہوئی کہ گویا چیز کے ثمن مین خلل واقع ہوا جس کا حکم پہلے ہم لکھ آئے کہ کونسی صورت مین حرمت کا مقتضی ہے اور کونسی مین شبہہ کا اور یہ مقتضی حرمت کا نہین جیسے ہم نے اوپر تفصیل کی ہے اور نہ یہ ہے کہ جس ہدیہ کے سبب سے ہدیہ دینے والا حرام تک پہونچے وہ ہدیہ خود حرام ہو جاوے۔ **ساتوین اصل** یہ ہے کہ خادم نان بائی اور قصائی اور بقال کا قرض دونون وقفون کے پیداوار سے ادا کرتا ہے پس اگر جتنا کھانا صوفیون نے کھایا اوسی قدر اونکے وقف مین سے اون لوگون کی پاس پہونچا ہے تو معاملہ ٹھیک ہوا اور اگر اوسقدر سے کم پہونچا ہے تو انجام کو وہ راضی ہو گئے ہین خواہ ثمن حلال کا تھا یا حرام کا تو یہ صورت بھی کھانے کی ثمن مین خلل پڑنیکی ہوئی اس مین اوس بیان کو دیکھنا چاہیے جو ہم اوپر لکھ آئے ہین کہ اودھار خریدے اور ثمن مال حرام سے ادا کرے اور یہ صورت اوسوقت ہے کہ یقیناً معلوم ہو کہ مال حرام سے ثمن ادا کیا اور اگر اوس مین یہ بھی احتمال ہو کہ مال حلال ہی سے ادا کیا ہے تو شبہہ اور بھی کم ہو جاویگا۔ ان سب اصلون کے بیان کرنے سے یہ حکم نکلا کہ صوفیونکو اوس مال کا کھانا حرام نہین بلکہ شبہہ کے مال کا کھانا ہے جو ورع سے بعید ہی اسلیے کہ یہ اصول جب بہت ہوئین اور ہر ایک مین کچھ نہ احتمال رہا تو نفس مین حرمت کا احتمال قوی ہو گیا جیسے خبر مین اسناد طویل ہوتی ہے تو کذب کا احتمال زیادہ ہوتا ہے بہ نسبت اوس صورت کے کہ اسناد قریب ہو۔ غرضکہ اس واقعہ کا حکم یہ ہے اور یہ کثیر الوقوع ہے اور ہم نے اوسکو اسلیے لکھا تاکہ تمکو معلوم ہو کہ جو مسائل پیچیدہ اور مشتبہ ہوتے ہین اونکا حکم کس طرح چاہیے اور اونکے اصول کس طرح بنانے چاہیین کیونکہ یہ بات اکثر مفتیون کو نہین آتی

چوتھی فصل اس امر کے بیان مین کہ توبہ کرنے والا حقوق مالی سے کسطرح بری ہو

واضح ہو کہ جو شخص توبہ کرے اور اوسکے قبضہ مین مال مختلط ہو تو اوسپر دو باتین لازم ہین اول جدا کرنا مال حرام کا اپنے مال مین سے دوم اوسکا صرف کرنا اسلیے اس فصل کو دو بیانون مین منقسم کیا جاتا ہے

بیان اول مال حرام کی تمیز اور علیحدہ کرنے کی کیفیت مین - جاننا چاہیے کہ جو شخص توبہ کرے اور اوسکے قبضہ مین کوئی معین چیز غصب یا ودیعت وغیرہ کی بوجہ حرام ہو تو اوسکو اوسکا علیحدہ کرنا سہل ہے اور اگر مال حرام اوسکے مال مین ملا جلا ہو تو اوسکی دو صورتین ہین یا تو ایسا مال ہے جو مثلی یعنے وزنی خواہ کیلی ہے جیسے غلہ اور روپیہ اشرفی اور تیل وغیرہ یا ایسا ہے جو مثلی نہین جیسے غلام اور گھر اور کپڑے تو اگر مال مثلی ہو یا مال حرام مین سب مین ملا جلا ہو مثلاً ایک شخص نے تجارت سے کچھ مال پیدا کیا اور جانتا ہے کہ مین نے بعض مال کو نفع پر بیچنے مین جھوٹ بولا ہے اور بعض مین سچ کہا ہے یا کسی شخص نے تیل غصب کرکے اپنے تیل مین ملا لیا یا غلہ اور نقد روپیہ اشرفی مین ایسا ہی کیا تو اب دو مال سے خالی نہین یا تو مال حرام کی مقدار اوسکو معلوم ہے یا نہین اگر معلوم ہے یعنی جانتا ہے کہ مثلاً سب مال مین نصفی حرام ہے تو اوسکو چاہیے کہ نصف مال علیحدہ کردے اور اگر مقدار معلوم نہو تو اوسکے دو طریق ہین اول یہ کہ یقین کو اختیار کرے دوم یہ کہ غلبۂ ظن پر عمل کرے چنانچہ رکعات نماز کے مشتبہ ہونے کی صورت مین علما کے دو قول ہین اور ہم نماز کے باب مین یقین ہی کو اختیار کرتے ہین اسلیے کہ اصل تو یہی ہے کہ رکعات نماز کی کے ذمہ ہین تو وہی حکم رہیگا اور اوس مین بدون علامت قوی کے کوئی تبدیل نہوگی اور رکعتون کے شمار مین کوئی علامت ایسی نہین جسکا اعتبار کیا جاوے اور یہ صورت مال مین نہین کیونکہ یہان یہ نہین کہہ سکتے کہ جسقدر اوسکے قبضہ مین ہے سب حرام ہے بلکہ مشتبہ ہے اسی لیے اوسکو غلبۂ ظن پر اجتہاد سے عمل کرنا درست ہے مگر ورع یہ ہے کہ یقین کو اختیار کرے پس اگر ورع کا ارادہ کرے تو اوسمین اجتہاد کا طریقہ یہ ہے کہ جسقدر مین حلال ہونے کا یقین ہو اوسی کو رکھے اور کچھ نہ رکھے اور اگر غلبۂ ظن کو اختیار کرنا چاہے تو اوسکا طریق یہ ہے کہ جو مال اوسکے قبضہ مین ہو اوسمین مثلاً نصف تو حلال ہے اور ثلث حرام ہے تو اس صورت مین ایک سدس مال کا مشکوک رہا اوس مین غلبۂ ظن پر

عمل کرے اور ہر مال مین اُسکے کا طریق یہی ہے کہ جتنی مقدار یقینی حرام ہو اوسکو علٰحدہ کردے اور جسقدر یقیناً حلال ہو اوسکو علٰحدہ رکھے اور جسقدر مین تردد ہو اوس مین اگر غلبہ ظن حرمت کا ہو تو جدا کردے اور اگر حلت غالب ہو تو اوسکا رکھ لینا درست ہے اور ورع یہ ہے کہ اوسکو بھی جدا کردے اور اگر غلبہ ظن کسی طرف نہو بلکہ شک ہو تو اوسکو رکھ لینا جائز ہے اور ورع کی رو سے اوسکو نکالنا چاہیے اور یہ ورع موکد تر ہے کیونکہ مال مشکوک ہے اور اوسکا رکھ لینا صرف اس اعتماد پر تھا کہ وہ مالک کے قبضہ مین ہے اور اس سے ایسا ہی معلوم ہوتا تھا کہ حلت کی وجہ غالب ہے مگر یہ وجہ اختلاط حرام کی یقین کے بعد ضعیف ہوگئی اور یون بھی کہہ سکتے ہین کہ اصل تو حرمت ہے تو ایسی ہی چیز لیوے جس مین غلبہ ظن حلال ہونیکا ہو اور یہان دونون طرفون مین سے کسی کو ترجیح نہین اور ہمارے نزدیک فی الحال کوئی ترجیح معلوم نہین ہوتی تو یہ صورت مسائل مشکلہ سے ہوگئی - اب اگر یہ کہو کہ یہ تو مانا کہ اوسنے یقینی بات کو اختیار کیا لیکن جس مال کو وہ نکالیگا اوسکو کیا معلوم ہے کہ حرام وہی ہے شاید جو اوسکے پاس بچیگا حرام وہی ہو تو ایسی صورت مین اوسکا حرام کو علٰحدہ کرنا بیکار ہوا اور اگر یہ صورت درست ہے تو یہ بھی درست ہونی چاہیے کہ جب ایک مردار نو دیگون مین ملجاوے تو دسوان حصہ کل کا ہوا اس صورت مین وہ شخص جونسی ایک کو چاہے حرام جانکر نکالڈالے اور باقی نو کو رہنے دے اور اونکو حلال جانے لیکن تم اسمین یہ کہتے ہو کہ شاید حرام اونھین مین ہو جو اوسنے رکھ لی ہین بلکہ اگر وہ نو کو نکالڈالیگا اور ایک رکھ لیگا تب بھی حرام کہتے ہو اسی احتمال سے کہ شاید مردار وہی ایک ہو تو یہان مال باقی کو کیسے حلال بتلاتے ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض جب درست ہوتا کہ مال اور مردار کا ایکسا حال ہوتا حالانکہ مال تو عوض نکالنے سے حلال ہوجاتا ہے اسلیے کہ معاوضہ مال پر جاری ہے اور مردار مین معاوضہ چل نہین سکتا اسلیے دونون کا حکم جدا جدا ہوا اب اس اعتراض کے دفع کرنے کے لیے ہم فرض کرتے ہین کہ ایک شخص کے پاس دو درم ہین جنمین سے ایک حرام ہے اور وہ معلوم نہین کہ کونسا ہے حضرت امام احمد رح سے جو اس قسم کا سوال ہوا تو آپنے فرمایا کہ دونون کو چھوڑ دے یہان تک کہ اوسکو معلوم ہوجاوے اور آپ نے

ایک برتن کرنے کہا تھا جب قرض ادا کیا تو مرتہن آپ کے سامنے دو برتن لے آیا
اور کہا کہ مجکو معلوم نہین کہ آپ کا برتن کونسا ہے آپنے دونون کو نہ لیا مرتہن نے
کہا کہ آپ کا برتن یہ ہے مجکو فقط آپ کا امتحان منظور تھا آپنے اوسکا قرض دیدیا اور
برتن نہ لیا اور یہ آپکا ورع تھا یہ بات واجب نہین مثلاً مسئلہ مذکورہ مین فرض کرو
کہ اوس درم ثانی کا مالک معین اوسوقت موجود ہے تو جب قابض نے اوسکو دونون
درمون سے ایک دیدیا اور حقیقتِ حال کو جانکر راضی ہوگیا تو قابض کو دوسرا درم
حلال ہوگیا اسلیے کہ دو حال سے خالی نہین یا تو یہ درم جو مالک کو ملا خدائے تعالی
کے علم مین وہی ہے جو قابض نے اوس سے لیا تھا تب تو مقصود حاصل ہوگیا
اور اگر وہ دوسرا درم ہے تو اس صورت مین ان دونون شخصون مین سے ہر ایک
کا درم دوسرے کے پاس ہے تو احتیاط یہی چاہتی ہے کہ یہ ایک دوسرے سے
[illegible] معاوضہ کرلین اور اگر نہ کرینگے تب بھی داوتسد سے ایک کا حق دوسرے کے
ذمہ سے مبرا ہوجائیگا تو یہ ایسی صورت ہوئی کہ غاصب کے پاس سے مالک کا درم
جاتا رہا اور اوسکا بعینہ مثل دشوار ہوگیا تو تاوان کا مستحق ہوا پس جو درم مالک
کے پاس آیا وہ گویا تاوان اوسکے درم کا دوسرے شخص سے ملا ہے اور یہ صورت
[illegible] کی جانب تو بنگئی اسلیے کہ اوسکی خاطر ضمان لیا جاتا ہے وہ شخص ضمان کا مالک
بغیر قبضہ کرنے کے ہوجاتا ہے کچھ [illegible] کی ضرورت نہین مگر قابض کی جانب
یہ صورت نہین بنتی کیونکہ اوسکے پاس کا درم اگر خود اوسکا نہین تو اوسکی ملک میں
داخل نہین ہوا مگر ہم کہتے ہین کہ اگر اوسنے خاص اپنا درم مالک کو دیدیا تو اوسکا
کچھ ایک درم مالک کے ہاتھ مین جاتا رہا جس کا بعینہ مثل ممکن نہین تو وہ بھی ایسا
جیسا کھویا جاوے تو وہ درم جو اوسکے پاس رہا وہ خدا کے علم مین اوسی کا عوض
رہا جو اوسکا کھویا گیا اگر واقع مین ایسا ہی ہوا ہے اور یہ مبادلہ خدائے تعالی کے
علم مین ہوجاویگا جیسے دو آدمی ایک دوسرے کا ایک درم ضائع کرین تو بدلہ
دیا جاتا ہے کسی سے تاوان نہ لیا جاویگا بلکہ اگر اسی صورت مفروضہ مین دونون
شخص اپنے اپنے ہاتھ کا درم دریا مین ڈالدین یا جلادین تو ایسا ہی ہے جیسے
تلف کردیا اور کسی پر تاوان نہوگا کیونکہ ایک دوسرے کا حق مبرا ہوگیا تو ایسا ہی

اوس صورت مین حکم چاہیے جب کہ تلف نہ کیا ہو کیونکہ اس حکم کا قائل ہونا اس سے
اچھا ہے کہ یون کہا جائے کہ جو کوئی ایک درم حرام لیکر دس لاکھ مین دوسرے کے
ملادے تو سارا مال دوسرے شخص پر ممنوع التصرف ہو جائیگا اوس مین اوس کو
تصرف کرنا درست نہین تو دیکھو کہ اس مذہب مین کتنی دوری ہے اور جو حکم ہم نے
بیان کیا ہے اوس مین بجز اسکے اور کوئی بات نہین کہ لفظ بیع کو ترک کر دیا ہے حالانکہ
داد و ستد بھی بیع ہے اور جو کوئی اوسکو بیع نہین کہتا تو ایسی جگہ نہین کہتا کہ اوس مین
احتمال کو دخل ہو اس وجہ سے کہ فعل اوسکی دلالت کو ضعیف کر دیتا ہے اور جسجگہ
کہ تلفظ ہو سکتا ہو اور یہان اور کا دینا اور اپنا لینا قطعاً مبادلہ کے لیے ہے اور بیع
ہو نہین سکتی اسلیے کہ نہ تو مشار الیہ ہے اور نہ بعینہ معلوم ہے علاوہ ازین بعض
صورتین ایسی ہین کہ وہ بیع کو قبول نہین کرتین جیسے مثلاً ایک رطل آٹا دوسرے کی
ہزار رطل آٹے مین ملادے یا دو شاب خربا یا ترچھوہارے اسی طرح ملادے اور
یہی حال ہر ایک چیز کا ہے جسکا ایک حصہ دوسرے کے بدلے مین بیع نہین کیا جاتا۔
اب اگر کوئی یون کہے کہ ہمنے اس جیسی صورت مین اپنے حق کے موافق لے لینے کو
جائز رکھا ہے اور اوسکو بیع قرار دیتے ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ اوسکو ہم بیع قرار نہین دیتے
بلکہ یہ کہتے ہین کہ چونکہ وہ چیز عوض ہے اوس چیز کا جو دوسرے کے پاس سے
جاتی رہی اسلیے وہ اوسکا مالک ہو جائیگا جیسے کسی کے چھوہارے دوسرے شخص نے
تلف کر دیے اور مالک نے اوسی قدر تلف کنندہ کے لیلیے تو وہ اونکا مالک ہو جائیگا
اور یہ اوس صورت مین ہے کہ مال والا بھی اس بات پر اوسکا موافق ہو اور اگر
وہ موافق نہو اور یون کہے کہ مین تو ہرگز درم کوئی نہ لونگا بلکہ جو خاص میرا تھا وہی
لونگا اگر وہ رل ملگیا ہے تو مین نہ چھوڑتا ہون نہ معاف کرتا ہون اور تجھپر تیرا مال
بیکار کیے دیتا ہون کہ تو بھی تصرف نہ کرے تو اس صورت مین ہم کہتے ہین کہ قاضی
پر لازم ہے کہ اوس شخص کی طرف سے نائب ہو کر اوسکا حق دوسرے شخص کے
پاس سے قبضہ کرے تاکہ باقی مال اوسکو حلال ہو جاوے کیونکہ یہ حق والے کی
ہٹ دھرمی اور تنگ گیری ہے اور شریعت مین کہین ایسی تنگی وارد نہین ہوئی
اور اگر قاضی بھی نہ ملے تو مالک مال کو چاہیے کہ کسی شخص دیانت دار کو کہدے

کہ وہ حقدار کی طرف سے اوسکا حق قبض کرلے اور اگر ایسا شخص بھی نہ ملے تو وہ شخص
خود متولی قبض ہوکر اوسکا حق اس نیت سے علیحدہ کردے کہ یہ اوسکو دیدونگا اس
صورت مین یہ حق اوس حقدار کے لیے متعین ہوجائیگا اور باقی مال اوسکو حلال
ہوجائیگا اور یہ بات مائعات کے مختلط ہوجانے کی صورت مین ظاہر اور لازم تر ہے۔
اب اگر یہ کہو کہ اس تقریر کی بموجب چاہیے کہ حقدار کا حق اوسکے ذمہ اودھار ہوجائے
تو پھر اول جداکرنیکی اور باقی مین تصرف کرنے کی کیا حاجت ہے پہلے ہی سے اوسکو
لے لینا حلال ہونا چاہیے تو اسکا جواب یہ ہے کہ بعض لوگ تو یہ کہتے ہین کہ جبتک
مقدار حرام کی رہے تب تک اوسکو اوس مین سے لینا حلال ہے مثلاً سو روپیہ مین
اگر چار ملجاوین تو چھانوے روپیہ تک لینا درست ہے اور کل کا لینا درست نہین
اور نہ کوئی اوسکو جائز کہتا ہے اور بعض لوگون نے فرمایا ہے کہ جبتک مقدار حرام
مال مین سے بسبب توبہ اور قصد ابدال کے جدا نہوجاوے اوسوقت تک اوسکو
لینا درست نہین اور کچھ یہ کہتے ہین کہ دوسرے کو اوس شخص سے لینا درست ہے
مگر اوسکو دینا نچاہیے اگر وہ اوس مال کو تصرف کرکے کسی اور کو دیگا تو گناہ اوسکے
ذمہ ہوگا نہ لینے والے کے ذمہ لیکن کل مال کا لینا کسی نے تجویز نہین کیا اور
یہ اسلیے کہ اگر مالک پیدا ہو تو وہ اوس سب مال مین سے اپنا حق لے سکتا ہے
کیونکہ وہ کہہ سکتا ہے کہ شاید جو مجکو ملیگا وہ بعینہ میرا حق ہو اور جب قابض قدر حرام
کو معین کردیگا اور غیر کا حق نکال کر علیحدہ کردیگا تو یہ احتمال جاتا رہیگا پس اس
احتمال کی جہت سے اس مال کو دوسرے مال پر ترجیح دیجاویگی اور جو چیز کہ اقرب
الی الحق ہوتی ہے اوسکو مقدم کیا کرتے ہین جیسے مثل کو قیمت پر مقدم کرتے ہین
اور خود بعینہ چیز کو مثل پر مقدم کرتے ہین اسی طرح جسمین رجوع بمثل کا احتمال ہو
اوسپر مقدم ہوگی جس مین قیمت کی طرف رجوع کا احتمال ہو اور جس مین رجوع
بالعین کا احتمال ہو وہ اوس سے مقدم ہوگی جس مین رجوع بالمثل کا احتمال ہو
اور اگر بالفرض قابض کے لیے یہ بات درست ہووے کہ دوسرے کا مال اپنے ذمہ
اودھار کرکے اوسکا حق صرف کرڈالے تو دوسرے درم والے کو بھی درست ہونا چاہیے
کہ دونون درم لیکر تصرف کرڈالے اور قابض سے کہے کہ تیرے حق کو ادا کرنا دونی

جگ

جگہ سے میرے ذمہ ہی کیونکہ اختلاط تو دونون کی چیز کا ہی تو قابض کے لیے کون سی ترجیح
ہی کہ دوسرے سے اس باب مین مقدم کیا جاوے یا دوسرے کے مال کو فائت قرار
دیا جاوے ہان اگر کمتر بہت مین ملگیا ہو تو فرض کر سکتے ہین کہ تھوڑا بہت مین جانا رہا
یا جسنے ملایا اوسکے اعتبار سے قرار دے سکتے ہین کہ یہ اپنے فعل سے دوسرے
کے حق کا تلف کرنے والا ہوا اور یہ دونون باتین یہان نہین اور یہ معاوضہ مثلی چیزون مین
واضح ہی اسلیے کہ مثلی چیزین اتلافات مین بدون عقد کے بھی عوض ہوجاتی ہین
لیکن جس صورت مین کہ کوئی مکان اور مکانون مین یا ایک غلام دوسرے غلامون مین مشتبہ
ہوجاوے تو اسمین سبیل بجز صلح اور تراضی کے اور کچھ نہین اور اگر وہ نماز نے بدون
اس بات کے خاص اپنا ہی لے اور قابض سے یہ ہو نہ سکتا ہو اور دوسرا یہ چاہے کہ
قابض پر سب ملک اُسکی بیکار اور ملتوی کردے تو اگر یہ مکانات ایک دوسرے کے
مثل ہون تب تو یہ طور ہی کہ قاضی سب مکانات کو بیچ کر حصہ رسد اُنکی قیمت مالکون
کو دے دے اور اگر مکانات قیمت مین مختلف ہون تو قاضی بیع کے طالب سے سب سے
نفیس گھر کے دام لیکر جو بیع نہین چاہتا تھا اُسکو ادنی کی قیمت حوالے کردے اور جسقدر
بچ رہے اُسمین توقف کرے جبتک کہ مدعی بیان کرے یا آپس مین دونون صلح کرلین
اسلیے کہ یہ صورت مشکل ہی اور اگر قاضی نہ ملے تو جو شخص کہ اپنے آپ کو حرام سے
بچایا چاہتا ہی اور کل پر قابض ہی وہ خود اس امر کا کفیل ہو بہتری اسی مین ہی اور اسکے
سوا اور احتمالات ضعیف ہین جنکو ہم پسند نہین کرتے اور بیان سابق مین اُسکی
وجہ بھی پائی جاتی ہی اور اختلاط مثلیات مین تو یہ امر ظاہر ہی اور نقدین اس سے کم ہی اور
اسباب مین دقیق تر ہی اسلیے کہ وہ ایک دوسرے سے بدل واقع نہین ہوتا
اسی لیے اُسمین بیع کی حاجت ہوئی۔ اب ہم کچھ مسائل لکھتے ہین جسسے
اس اصل کا بیان کامل ہو۔ مسئلہ ایک شخص کئی دوسرے شخصون کے ساتھ
مورث کا وارث ہی اور حاکم نے اُنکے مورث کی کوئی زمین چھین لی تھی اب حاکم مذکور نے
وہی قطعہ اس شخص کو پھیر دیا تو وہ سب وارثون کا ہوگا اور اگر اُس قطعہ کا نصف پھیرا
اور اُسکا حق بھی ترکہ مین نصف ہی ہی تب بھی دوسرے وارث اُسکے شریک ہینگے
کیونکہ جو نصف اُسکا ہی وہ علیحدہ نہین ہی تاکہ یہ کہا جاوے کہ اُسکا نصف پھر آیا

اور باقی ضبط رہا اور بادشاہ کی نیت اور قصد سے بھی علیحدہ نہو گا اگر وہ نیت کرلے کہ دوسرے کا حصہ ہی ضبط رکھونگا۔ مسئلہ جب ایک شخص کے پاس کسی ظالم بادشاہ سے لیا ہوا مال ہو اور وہ توبہ کرے اور مال مذکور کوئی زمین ہو جس سے کچھ پیداوار اُسکو ملا کرتا تھا تو چاہیے کہ جتنے دنون اُسکا پیداوار کھایا ہو اُتنے دنون کا کرایہ موافق معمول گرد و پیش کے مالک کو دیوے اسی طرح جس مال مغصوب مین سے نفع حاصل ہو سب کا حکم یہی ہی یعنی اُسکی توبہ جبھی درست ہوگی کہ مغصوب کی اُجرت اپنے پاس نہ رکھیگا یا جو زیادتی اُسمین سے حاصل ہوئی ہو اُسکو مال مین سے علیحدہ نہ کردیگا اور غلاموں اور کپڑون اور برتنون اور ایسی ہی اور چیزون کا کرایہ جنکے کرایہ دینے کی عادت نہو معلوم ہونا دشوار ہی اُسکا اندازہ صرف اُکل اور تخمین پر منحصر ہی اور قیمت لگانا بہرحال اجتہاد ہی سے ہوتا ہی تو ایسی صورتون مین احتیاط یہ ہی تو زیادہ سے زیادہ اجرت لگالیوے اور مال مغصوب سے اگر نفع اسطرح حاصل ہوا ہو کہ چیزین اُدھار خریدین اور اُنکا دام اُس مال مین سے ادا کیا تو وہ چیزین اُسکی ملک ہونگی مگر جس صورت مین کہ اُنکا ثمن حرام ہوگا تو اُنمین شبہہ ہوگا چنانچہ اُسکا حکم پہلے مذکور ہوا اور اگر مال مغصوب ہی دیکر معاملات کیے تھے تو وہ معاملے بالکل فاسد تھے اور بعض یہ کہتے ہین کہ اگر مالک مال اجازت دے دے تو وہ معاملات نافذ ہونگے اس صورت مین وہ چیزین مالک کی ہونگی نہ غاصب کی اور قیاس اس بات کا مقتضی ہی کہ یہ معاملات فسخ ہوکر ثمن پھیرا جاوے اور جسکی جو چیز ہو وہ اُسکو حوالہ کیجاوے یا اُسکا عوض دیا جاوے اور اگر کثرت معاملات کی جہت سے یہات نہو سکے تو جتنا مال اُسکے قبضہ مین ہی سب حرام ہی مالک کو اُسکے راس المال کے موافق دیکر جتنا بچے اُسکو نکالنا واجب ہی تاکہ صدقہ کیا جاوے اور وہ نہ غاصب کو حلال ہی اور نہ مالک کو بلکہ اُسکا حکم اور حرام مالون کا سا ہی مسئلہ جو شخص مال ارث مین پاوے اور یہ نہ جانے کہ اُسکے مورث نے اُسکو حلال وجہ سے حاصل کیا تھا یا بوجہ حرام اور کوئی علامت بھی نہین جس سے حلت یا حرمت معلوم ہو تو سب علما متفق ہین اس بات پر کہ وہ مال حلال ہی اور اگر اُسکو یہ معلوم ہو یقیناً کہ اُسمین حرام ہی اور مقدار حرام مین شک ہو تو اندازہ سے

قدر حرام علیحدہ کر دے اور اگر حرام کے ہونے کا علم نہو مگر یہ جانتا ہو کہ مورث بادشاہون
کا عامل تھا اور احتمال ہو کہ اُسنے اپنے عمل مین کچھ نہین لیا یا لیا تھا مگر طول مدت کے
باعث اُسکے پاس نہین بچا تو یہ صورت شبہہ کی ہی اس سے ورع کرنا بہتر ہی واجب
نہین اور اگر اُسکو یہ معلوم ہو کہ مورث کا کسی قدر مال ظلم کی وجہ سے تھا تو اُسپر اُس
مقدار کا نکالنا لازم ہو گا اور بعض علما نے یہ فرمایا ہی کہ اُسپر نکالنا لازم نہین
اور گناہ مورث کے ذمہ ہی اور اپنی دلیل مین اس روایت کو بیان کیا ہی کہ ایک شخص
سلطان کا عامل مر گیا تو ایک صحابی نے فرمایا کہ اب اسکا مال اُسکے وارث کے
حق مین طیب ہو گیا اور یہ روایت ضعیف ہی اسوجہ سے کہ صحابی کا نام نہین بیان کیا
شاید کسی ایسے شخص نے کہدیا ہو جو تساہل کرتے ہون کہ صحابہ مین ایسے بھی بعض
اشخاص تھے جو تساہل کیا کرتے تھے اور صحبت کی تعظیم کے باعث ہم اُنکا ذکر نہین کرتے
سوچنے کی بات ہی کہ جب مال مین حرام یقیناً مختلط ہو تو قابض کی موت سے وہ مباح
کیسے ہو جائیگا اور اسکا ماخذ کہان سے ہو گا ہان جس صورت مین کہ وارث کو معلوم
نہو تو یہ کہہ سکتے ہین کہ جس بات کا علم اُسکو نہین اُسکا مواخذہ اُس سے نہو گا
اس صورت مین جس وارث کو یہ علم نہو گا کہ اس مال مین یقیناً حرام ہی اُسکے لیے وہ
طیب ہو گا دوسرا بیان مال حرام کے صرف کرنے کے ذکر مین۔ جبکہ مال حرام کو
علیحدہ کرے تو اب تین حال سے خالی نہین ایک یہ کہ اُس مال کا کوئی مالک معین ہی
اس صورت مین اُس مال کو مالک خواہ اُسکے وارث کو حوالہ کرنا چاہیے اور اگر وہ اُس
جگہ نہو تو اُسکے آنے کا انتظار کرنا چاہیے یا جس جگہ ہو اُس جگہ وہ مال اُسکو پہونچا دے
اور اگر اس مال مین کچھ زیادتی اور نفع ہو تو مالک کے آنے تک اُسکو بھی جمع
کر رکھے۔ دوسرے یہ کہ اُسکا مالک معین شخص نہین اور اُسکی تعیین سے یاس
ہو جاوے اور یہ بھی معلوم نہو کہ مرنے کے بعد اُسکا کوئی وارث بچا یا نہین
پس اس صورت مین مالک کو اُس مال کا پہونچنا ممکن نہین تو صیتک حال
خوب واضح نہو اُس مال کو رہنے دینا چاہیے اور کبھی ایسا ہوتا ہی کہ مالکون کی کثرت
کے باعث مال کا انکو واپس کرنا غیر ممکن ہوتا ہی جیسے مال غنیمت کی خیانت
کہ بعد غازیون کے متفرق ہو جانے کے اُنکو اکٹھا کیسے کرے اور اگر جمع بھی کر پاوے

تو ایک دینار کو مثلاً ایک دو ہزار شخصون کو کس طرح تقسیم کرے تو ایسے مال کو صدقہ کر دینا چاہیے تیسرے یہ کہ وہ مال فی کا یا بیت المال کا ہی جو سب مسلمانون کے فائدہ کے لیے ہوتا ہی تو اُسکو پلون اور مسجدون اور سرایون اور مکہ معظمہ کی راہ کے چشمون وغیرہ امور کی تیاری مین صرف کرنا چاہیے تاکہ جو مسلمان وہان کو گذرے اُنسے فائدہ اُٹھاوے اور مسلمانون کے لیے عام ہو جاوے۔ اور قسم اول کے حکم مین کچھ شبہہ نہین مگر دوسری قسم کا حکم جو صدقہ کرنا اور تیسری مین پل وغیرہ بنانا یہ کام ایسے ہین کہ انکا کفیل قاضی کو ہونا چاہیے تو اگر قاضی متدین ملے تو مال مذکور اُسکو حوالہ کرے اور اگر قاضی مال حرام کو حلال جانتا ہوگا تو ایسے کو مال حوالہ کرنے سے مال کا تاوان اُسکے ذمہ رہیگا ایسی صورت مین شہر والون مین سے کسی عالم متدین کو یہ کام سپرد کر دے یا قاضی کے ساتھ اُسکو شریک کر دے کہ ایک سے دو بہتر ہین اور اگر یہ صورت بھی نہ بن پڑے تو خود اپنے آپ اُن امور کا کفیل ہو کیونکہ غرض تو صرف کرنے سے ہی اور معین صرف کرنے والے کی ضرورت اسلیے ہی کہ عوام کے مصالح کے دقائق اور مصارف کی باریکیون سے ہر کوئی واقف نہین ہوتا تو جب ایسا شخص نہ ملے تو اصل صرف کر دینا چھوڑنا نہ چاہیے ہان اگر واقف کار اور دیانت دار میسر ہو تو اُسکا ہونا اولے ہی اب اگر یہ کہو کہ حرام چیز کے صدقہ کرنے کے جواز کی دلیل کیا ہی اور جس چیز کا آدمی مالک نہین اُسکو صدقہ کیسے کریگا علاوہ ازین کچھ لوگون کا مذہب یہ ہی کہ مال حرام سے صدقہ دینا درست ہی نہین چنانچہ فضیل رح سے منقول ہی کہ اُنکے پاس دو درم آگئے جب اُنکو معلوم ہوا کہ یہ بے وجہ کے ہین تو اُنکو پتھرون مین پھینکدیا اور فرمایا کہ مین صدقہ بجز مال طیب کے اور کسی چیز کا نہ دونگا اور دوسرے کے لیے وہ چیز نہین پسند کرتا جسکو مین اپنے لیے ناپسند کرون تو اُسکا جواب یہ ہی کہ مال حرام کو صدقہ نہ کرنے کی وجہ اور احتمال ہی مگر ہمنے اُسکا خلاف حدیث اور اثر اور قیاس کے لحاظ سے اختیار کیا حدیث یہ ہی کہ جو بکری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھنی ہوئی پیش ہوئی تھی اور آپ سے بولی تھی کہ مین حرام ہون تو آپ نے اُسکے لیے تصدق کا ارشاد کیا تھا یعنے یہ فرمایا کہ اسکو قیدیون کو کھلا دو اور نیز جب یہ آیت اُتری الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ تو کفار نے

آپ کو جھٹلایا اور حضرت صدیق اکبر رض سے کہا کہ تم دیکھتے نہین تمہارے یار کیا فرماتے ہین یون ارشاد کرتے ہین کہ روم عنقریب غالب ہوگی پس حضرت صدیق اکبرؓ نے باجازت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اون سے شرط بدی اور جب اللہ تعالیٰ نے اونکو سچا کیا تو حضرت صدیق رض جو کچھ شرط مین جیتے تھے کفار سے لیکر آپ کی خدمت مین لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ حرام ہے اونھون نے اوسکو خیرات کر دیا اور مسلمان اللہ تعالیٰ کی نصرت عطا فرمانے سے خوش ہوئے اور جوے کی حرمت بعد کو اتری یعنے آپ حضرت صدیق رض کو کفار سے شرط بدنے کی اجازت دے چکے تھے اوسکے بعد قمار کی حرمت نازل ہوئی - اور اثر اس باب مین یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رض نے ایک لونڈی خریدی مگر اوسکا مالک پھر نہ ملا کہ اوسکو ثمن حوالہ کرتے آپنے اوسکی بہت تلاش کی کہین نہ ملا پھر آپنے ثمن خیرات کر دیا اور کہا کہ الٰہی یہہ مین اوسکی مالک کی طرف سے دیتا ہون اگر وہ راضی ہو تو خیر ورنہ اس کا ثواب مجکو ملے - اور حضرت حسن بصری رح سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے مال غنیمت مین خیانت کی اور بعد لشکر کے متفرق ہونیکے توبہ کی تو اوس مال کو کیا کیا جاوے فرمایا کہ خیرات کر دیا جاوے - اور روایت ہے کہ ایک شخص کے دل مین بدی آئی اوسنے مال غنیمت سے سو دینار چرائے پھر امیر لشکر کی خدمت مین اونکو لے گیا کہ یہ مجھ سے قصور ہوا تھا اب انکو لے لیجیے اونھون نے فرمایا کہ لشکر متفرق ہوگیا مین نہین لونگا وہ شخص امیر معاویہ رض کے پاس آیا اونھون نے بھی وہ دینار نہ لیے تب وہ ایک عابد کے پاس گیا اوسنے کہا کہ اس مال کا پانچوان حصہ امیر معاویہ کے حوالہ کر اور باقی کو خیرات کر امیر معاویہ نے جو اوسکا قول سنا تو افسوس کیا کہ ہمکو یہ نسوجھی اور احمد بن حنبل اور حارث محاسبی اور کچھ اہل ورع کا مذہب یہی ہے اور قیاس اس باب مین یہ ہے کہ اس مال کا دو حال مین سے ایک حال ضرور ہونا چاہیے یا تو تلف کیا جاوے یا کسی مصرف خیر مین صرف کیا جاوے اسلیے کہ اوس کے مالک کے ملنے کی تو توقع ہے اور یہ ظاہر ہے کہ سمندر مین ڈالدینے کی نسبت کر اہر خیر مین اوسکا صرف کرنا بہتر ہے کیونکہ اگر بالفرض ہمنے اوسکو دریا مین ڈال دیا تو اپنے آپ سے بھی کھویا اور مالک سے بھی اور اوس سے کچھ فائدہ نہوا اور اگر کسی فقیر کو دیدینگے

تو وہ مالک کے لیے دعا کریگا پس مالک کو اوسکی دعا کی برکت ملیگی اور فقیر کی حاجت روائی ہوگی
اور صدقہ میں مالک کو بدون اوسکے اختیار کے ثواب ملنے کا انکار نہیں چاہیے کیونکہ
حدیث صحیح میں ہے کہ کشتکار اور درخت لگانیوالے کو اوسکی کھیتی اور پھلوں میں سے
جسقدر آدمی اور پرند کھاتے ہیں ثواب ملتا ہے اور یہ اونکے بدون اختیار ہی ہے
اور یہ جو قول نقل کیا کہ صدقہ بحرام طیب کی اور کاندونگا تو یہ اوس صورت میں ہے
کہ ہم اپنے لیے ثواب کے خواہان ہوں اور یہاں تو صورت یہ ہے کہ ہم اس ظلمہ سے
چھوٹنے کے طالب ہیں ثواب کی خواہان نہیں اور مال کے تلف کر ڈالنے اور خیرات
کر دینے میں متردد ہیں اور خیرات کی جانب کو ضائع کرنے کی جانب پر ترجیح دیتے ہیں
اور یہ جو کسی کا قول تھا کہ ہم غیر کے لیے وہی پسند کرتے ہیں جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں
تو یہ ٹھیک ہے مگر مال مذکور ہم پر حرام ہے کہ ہمکو اوسکی حاجت نہیں اور فقیر کے لیے
حلال ہے کیونکہ دلیل شرعی نے اوسکو حلال کیا ہے اور جب کہ مصلحت مقتضی
حلت کی ہوئی تو حلال کہنا واجب ہے اور جس صورت میں کہ وہ مال فقیر کو حلال ہوا
تو ہم اوسکے لیے حلال ہی کو پسند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اوسکو جائز ہے کہ اوس
مال کو اپنے نفس اور عیال پر تصدق کرے بشرطیکہ فقیر ہو اہل و عیال پر تصدق
تو اسلیے کہ اونکے اہل و عیال میں ہونے سے اوسکی فقیری جاتی نہیں رہتی بلکہ اوپر
تصدق کرنا اور اونکی نسبت کر بہتر ہے اور چونکہ وہ خود بھی فقیر ہے اسلیے اوسکو بھی
اوس میں سے بقدر حاجت لینا جائز ہے اگر بالفرض اوس مال کو کسی فقیر کو دیتا
تو درست ہوتا تو جب وہ خود ہی فقیر ہے تب اپنے نفس پر بھی تصدق کرنا جائز ہونا چاہیے
اب اس اصل کے بیان میں بھی ہم چند مسئلے لکھتے ہیں۔ مسئلہ جب کسی شخص
کے ہاتھ میں بادشاہ کے پاس سے کوئی مال پہونچے تو بعض یہ فرماتے ہیں کہ
اوس مال کو بادشاہ ہی کو واپس کر دے کیونکہ بادشاہ کو خوب معلوم ہے کہ یہ
کسکو دینا چاہیے اور یہ واپس کرنا اوس مال کے خیرات کرنے سے بہتر ہے اور
محاسبی نے اسی کو اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ اوسکو خیرات کیسے کریگا شاید اوسکا
کوئی مالک معین ہو اور اگر ایسے مال کو صدقہ کر دینا درست ہو تو یہ بھی درست ہونا چاہیے
کہ بادشاہ کے یہاں سے کوئی چیز چرا کر صدقہ کر دے۔ اور بعض یہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ جائز

کہ بادشاہ وہ مال اوسکے مالک کو دیگا تو اس صورت مین اوسکو خیرات کر دے کیونکہ
بادشاہ کو دینے مین ظلم پر اعانت اور اسباب ظلم کو زیادہ کرنا ہوگا اور مالک کا حق
برباد جاویگا۔ اور بہتر ہے کہ آدمی جب بادشاہ کی عادت جانتا ہو کہ وہ مال حوالہ مالک
نہ کریگا تب تو مالک کی طرف سے خیرات کر دے کیونکہ اگر اوسکا کوئی مالک معین
ہوگا تو اوسکے حق مین بادشاہ کو واپس کرنے کی نسبت کرنا ہی بہتر ہے اس لیے
کہ بادشاہ کو دینا تو ضائع کرنا اور ظلم پر اعانت کرنا ہے اور مالک کو جو فقیر کی دعا کی
برکت ہوتی اوس سے محروم کرنا اور اگر مالک معین نہ ہو بلکہ وہ مال حق مسلمانون کا
ہو تب بھی بادشاہ کو واپس کرنا اوسکا ضائع کرنا ہے اور اگر بادشاہ کے پاس کا مال
اوسکو میراث مین پہونچا ہو یا خود اوسنے بادشاہ سے حاصل کرنے مین تعدی کی ہو
تو اوسکا حال پڑی چیز پانے کا سا ہے جس کا مالک نامعلوم ہو اوس کو بھی مالک
کی طرف سے تصدق کر سکتا ہے مگر اتنا فرق ہے کہ پڑی چیز کا مالک خود بھی ہو سکتا ہے
گو تو انگر ہو باین لحاظ کہ اوسکو مباح وجہ سے حاصل کیا ہے یعنی پڑی ہوئی کو اوٹھا لیا ہے
اور صورت مفروضہ مین چونکہ مال وجہ مباح سے نہین آیا اسلیے خود مالک بننے سے
منع کرنا اور تصدق کو جائز رکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ مسئلہ جب کسی آدمی کے
ہاتھہ ایسا مال لگ جاوے جس کا کوئی مالک نہو اور ہمنے اس صورت مین یہہ
جائز رکھا ہے کہ وہ شخص اپنی مفلسی کے باعث اوس مین سے حاجت کے مقدار لے لیوے
تو اب مقدار حاجت مین بحث ہے جس کو ہمنے باب اسرار زکوۃ مین ذکر کیا ہے یعنے
بعض یون فرماتے ہین کہ اوس مین سے اسقدر لے کہ برس روز تک اوسکو اور اوسکے
عیال کو کافی ہو اور اگر یہ کر سکے کہ اوس سے کوئی زمین خریدے یا کوئی تجارت کرے
جس سے گذر عیال کی ہو سکے تو یہی کرے اور اس بات کو محاسبی نے پسند کیا ہے
لیکن یہ فرمایا ہے کہ اگر اپنے نفس مین توکل کی طاقت دیکھے تو کل مال خیرات
کر دے اور خدا تعالی کے لطف کا امیدوار ہو کہ وہ اپنے فضل سے مال حلال عنایت فرماوے
اور اگر توکل نہو سکے تو اوسکو جائز ہے کہ اوس مال سے کوئی زمین خرید کرے یا
تجارت مین لگاوے جس سے بسر اوقات ممکن ہو اور جس روز کہین سے حلال
کھانا ملے اوس روز اوسمین سے نہ کھاوے جب وہ حلال ہو چکے تب پھر اوسمین سے

کھاوے پھر اگر مال حلال ہی گذر کے لیے معین ہو جاوے تو جتنا مال حرام مین سے
پہلے کھا چکا ہو اوسقدر خیرات کردے اور وہ اوسکے ذمہ قرض ہیگا اور اوسمین سے کھانیمین
بھی یہ دستور رکھے کہ اگر ہو سکے تو صرف روٹی کھاوے گوشت نہ کھاوے اور اگر گوشت
کھاوے تو چٹنی کی طرح کھاوے نہ آسایش اور وسعت کے طور پر۔ یہ قول محاسبی
کا بہت خوب ہی اسکا کیا کہنا ہے مگر یہ جو کہا کہ جسقدر کھا چکا ہو اوسکو اپنے ذمہ
قرض کرلے اس مین کلام ہے اور واقع مین ورع اسی بات کا مقتضی ہے کہ اوسکو
قرض جانے اور جب وجہ حلال کا مال ملے تو اوس مین سے وتنا ہی تصدق کردے
لیکن گفتگو وجوب مین ہے کہ جس فقیر کو خیرات دیتا ہے اوسپر تو قرض واجب نہین ہوتا
تو یہ شخص خود اگر مفلسی کے باعث کچھ لیگا تو اسکے ذمہ واجب کیسے ہوگا خصوص
ایسی صورت مین کہ مال مذکور اوسکو میراث مین ملا ہو اور اوسنے خود کسی پر غصب
اور تعدی نہ کی ہو تو اوسپر ایسا سخت حکم کیونکر ہوگا۔ مسئلہ جب کسی شخص کی
ملک مین مال حلال اور حرام یا شبہہ کا ہو اور کل مال اوسکی حاجت سے زائد نہو
تو اگر وہ شخص عیالدار ہو تو چاہیے کہ خاص اپنے اوپر مال حلال خرچ کرے کیونکہ آدمی
سے خاص اپنے نفس کی بازپرس زیادہ ہے بہ نسبت غلامون اور عیال اور چھوٹے
بچون کے اور بالغ اولاد کو حرام سے محفوظ رکھے بشرطیکہ نوبت اس سے بڑھکر کسی
خرابی کی نہ پہونچتی ہو اور اگر پہونچتی ہو تو اونکو بقدر حاجت کھلاوے حاصل یہ کہ جو
بات غیر کے حق مین ممنوع ہے وہ خود اوسکے حق مین بھی ممنوع اور ایک چیز زیادہ ہے
یعنے یہ باوجود علم کے کھاتا ہے عیال کو تو عذر بھی ہے کہ ہم کو معلوم نتھا اور نہ ہمارے
اختیار مین تھا اسلیے چاہیے کہ حلال کو پہلے اپنے اوپر صرف کرے پھر عیال پر اور
جب اپنے اخراجات ہی مین تردد ہو کہ کھانے اور کپڑے مین حلال مخصوص کرے
یا اور کامون مین مثلاً نائی اور دھوبی اور رنگریز کی اجرت اور تیل ملنا اور مکان بنانا
اور جانورون کا کھاس دانہ خریدنا اور تنور گرم کرانا اور لکڑی کا دام اور چلاغ کے تیل کا دام
اور دوسرے خرچ اسی طرح کے سب مین حلال صرف کرنا چاہیے تو اس صورت مین
اول غذا اور لباس مین حلال کو خاص کرنا چاہیے اسلیے کہ جو چیز بدن سے متعلق ہے
اور بدون اوسکے کچھ مفر نہین اوسکا حلال ہونا انسب ہے اب اگر غذا اور لباس مین سے

پوچھا جاوے کہ کونسی چیز مین حلال کا ہونا زیادہ اچھا ہے تو ایک احتمال یہ ہے کہ غذا کو کہین اس وجہ سے کہ غذا گوشت اور خون مین ملتی ہے اور جو گوشت حرام سے بڑھتا ہے بموجب روایت حدیث کے آتش دوزخ اوسکو زیادہ لائق ہے اور لباس سے اتنا فائدہ ہے کہ برہنگی کا چھپانا اور گرمی سردی کا دور کرنا اور ظاہر یہ لوگون کی نظرون سے پوشیدہ رکھنا مگر جزو بدن نہین ہوتا اسلیے ہماری تر دیک ظاہر تر یہ ہے کہ غذا مین حلال کا ہونا مقدم ہے اور حارث محاسبی رح کا قول ہے کہ لباس مین صرف حلال مقدم چاہیے اسلیے کہ وہ مدت تک رہتا ہے اور غذا جلد فضلہ ہوکر جاتی رہتی ہے اور حدیث مین آچکا ہے کہ اللہ تعالی اوس شخص کی نماز نہین قبول کرتا جسکے بدن پر کپڑا دس کی خرید ہو اور اوسمین ایک درم حرام کا ہو تو یہ بھی ایک احتمال ہے مگر اسی طرح کی وعید اوس شخص کی باب مین بھی ہے جسکے پیٹ مین حرام ہو اور اوسکا گوشت حرام سے پیدا ہوا ہو اس بات کا لحاظ کرنا کہ گوشت اور ہڈی مال حلال سے پیدا ہو تو بہتر ہے اور اسی وجہ سے حضرت صدیقؓ نے جو نادانستہ پی لیا تھا اوسکو قے کر دیا تاکہ اوس سے گوشت بنکر ثابت اور پائدار نہو جاوے۔ اب اگر یون کہو کہ سب طرح سے خرچ کرنے مین غرض اوسکی نکلتی ہے تو پھر اپنے اوپر اور غیر پر خرچ کرنے مین کیا فرق ہوا اور غذا مین اور دوسرے مصارف مین خرچ کرنا کیسے علیحدہ ہوا اور یہ فرق کہان سے معلوم ہوا تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ فرق اس روایت حدیث سے معلوم ہوا کہ جب حضرت رافع بن خدیج کی وفات ہوئی تو انھون نے اپنی ترکہ مین ایک غلام بچھنے لگانیوالا اور ایک اونٹ پانی لانیوالا چھوڑا لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حال کہا تو آپنے اوس غلام کی کمائی سے منع فرمایا کئی بار آپ سے سوال ہوا آپنے اوسکی اجرت سے ممانعت ہی فرمائی لوگون نے عرض کیا کہ متوفی کے یتیم اوسکی کمائی کھائین آپنے فرمایا کہ اوسکی کمائی اونٹ پانی لانیوالے کو کھلا دو تو اس سے معلوم ہوا کہ مال حرام کو خود کھانے اور اپنے جانور کے کھلانے مین فرق ہے تو جب فرق کا طریق واضح ہو گیا تو جو تفصیل ہمنے ذکر کی ہے اوسکو اسپر قیاس کرلو مسئلہ جس شخص کے پاس مال حرام ہے اگر اوسکو وہ فقیرون پر خیرات کرے تو جائز ہے کہ خوب فراخی کے ساتھ

اونکو دیوے اور جب اپنے نفس پر خرچ کرے تو چاہیے کہ جسقدر ہوسکے تنگی کرے اور اگر اپنے عیال پر خرچ کرے تو نہ تنگی برتے نہ فراخی بلکہ متوسط طور پر خرچ کرے تو اس صورت مین تین مرتبے اوسکے خرچ کے ہوجاوینگے یعنے اگر کوئی مہمان اوسکے یہان آئے اور وہ مفلس ہو تو اوسکو خوب کھلاوے اور اگر غنی ہو تو اوسکو کچھ نہ کھلاوے ہان اگر جنگل مین ہو اور رات کو آوے اور کوئی چیز اوسکو میسر نہ آوے تو کھلانے کا مضائقہ نہین اسلیے کہ اس وقت مین وہ فقیر ہے گو تونگر ہے تو کیا ہوا اور اگر جو مہمان آیا ہے وہ متقی ہے ایسا کہ اگر جان جاویگا تو کھانیسے احتراز کریگا تو اوس سے حقیقت حال کہدے اور کھانا سامنے رکھدے تا حق مہمانی بھی ادا ہو اور دھوکا بھی نہ دیا جاوے کیونکہ جس چیز کو اپنے آپ مکروہ جانتا ہے اوس سے مسلمان بھائی کی تواضع نکرنی چاہیے اور یہہ بھروسا نکرنا چاہیے کہ اوسکو تو معلوم نہین تو اوسکو ضرر بھی نکریگا اسلیے کہ حرام جب معدہ مین جگہہ پکڑتا ہے تو سختی دل مین اثر ضرور کرتا ہے اگرچہ کھانیوالے کو معلوم نہو اور یہین وجہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضہ نے جو کچھ پیا تھا اوسکو قے کرڈالا حالانکہ نادانستگی مین پیا تھا اور اس مال کو اگرچہ ہم نے فتوی دیا ہے کہ فقیرون کیلیے حلال ہے مگر حاجت کے سبب سے اوسکو حلال کہا ہے تو اوسکا حال مثل سور اور شراب کے جاننا چاہیے کہ حالت اضطرار مین حلال کہا کرتے ہین یہ نہین کہ مال طیب مین ملجاوے مسئلہ جس صورت مین کہ مال حرام یا شبہہ کا کسی شخص کے والدین کے قبضہ مین ہو تو چاہیے کہ اونکے ساتھہ کھانا چھوڑدے اور اگر ناراض ہون تو حرام محض کی صورت مین اونکا کہنا نمانے اسلیے کہ خدا تعالی کی نافرمانی مین کسی مخلوق کی فرمانبرداری نکرنی چاہیے اور اگر مال شبہہ کا ہو تو کھانا نہ کھانا ورع مین داخل ہے اور اسکے مقابل یہ ہے کہ ماباپ کی رضا جوئی بھی ورع بلکہ واجب ہے اس صورت مین اگر احتراز کرے تو ایسی طرح کرے کہ اونکو ناگوار نہ گذرے اور اگر یہ نہوسکے تو کھانے مین شریک ہوجاوے مگر تھوڑا کھاوے اسطرح کہ چھوٹے چھوٹے لقمے لیکر دیر تک چباتا رہے اور بھائی اور بہن کا حق بھی موکد ہے اونکے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ چاہیے اسی طرح اگر مادر مشفقہ کوئی شبہہ کا کپڑا اوسکو پہناوے اور واپس کرنیسے ناراض ہوتی ہو تو چاہیے کہ اوسکو قبول کرکے اوسکے سامنے پہن لے اور اوسکے

پیٹھ پیچھے نکالڈالے اور اس باب مین کوشش کرے کہ اوس کپڑے سے نماز نہ پڑھی
اور اگر والدہ کے سامنے پڑھے تو مجبورانہ پڑھے اور جب ورع کے اسباب ایک دوسرے
کے معارض ہون تو ان دقائق کی تلاش ضرور ہے اور بشر حافی کا حال کتب مین
کہ اونکی ماںنے اونکو ایک تر چھوہارا دیا اور کہا کہ تجھے میرے حقوق کی قسم اسکو کھالے
اور وہ اوسکو اچھا نہ سمجھتے تھے اونھون نے کہا کربالاخانہ کا قصد کیا اونکی ماںبھی پیچھے
گئی وہان چڑھکر دیکھا تو تے کر رہے ہین غرض کہ اونھون نے چاہا کہ ماںبھی راضی رہے
اور معدہ بھی بچا رہے چنانچہ حضرت امام احمد سے کسی نے کہا کہ بشر حافی سے یہ مسئلہ
پوچھا گیا کہ شبہہ کے مال مین والدین کی اطاعت ہو یا نہین تو اونھون نے جواب دیا
کہ نہین امام احمد نے فرمایا کہ سخت جواب ہے پھر اون سے سائل نے کہا کہ محمد بن
مقاتل عبادانی سے جو یہ مسئلہ پوچھا تھا تو اونھون نے یہ فرمایا تھا کہ والدین کی اطاعت
کرنی چاہیے اب آپ کیا فرماتے ہین امام صاحب نے فرمایا کہ جب دو شخصون کے
قول کو سن چکے تو مجھے معاف رکھو پھر فرمایا کہ بہت بہتر ہو جو دونون باتون کی مدارات
کرو یعنے شبہہ سے بھی احتراز رکھو اور والدین کی اطاعت بھی ہو جاوے مسئلہ
جس شخص کے پاس مال حرام محض ہو تو اوسپر نہ حج واجب ہو اور نہ کفارہ مالی اوسکو
دینا چاہیے اسلیے کہ مفلس ہے اور مفلس پر حج ہے نہ مالی کفارہ اسی طرح زکوۃ بھی
اوسپر واجب نہین کیونکہ زکوۃ کے یہ معنے ہین کہ مثلاً مال کا چالیسوان حصہ نکالنا
واجب ہو اور یہان تو کل کا نکالنا واجب ہے کہ خواہ اوسکے مالک کو پہونچا دے اگر جانتا ہو
اور اگر مالک کو نجانتا ہو تو فقیرونکو دیڈالے لیکن جس صورت مین کہ آدمی کے پاس شبہہ کا مال
ہو کہ حلال ہونے کا احتمال بھی رکھتا ہو تو اوس مال کو اگر اپنے پاس رکھیگا تو اوسکی
حلت کے احتمال سے حج اوسپر واجب ہو جائیگا اور بدون مفلسی کے ساقط نہ ہوگا
اور اس صورت مین اوسکی مفلسی ثابت نہین اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلِلّٰهِ عَلَى
النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا اور چونکہ جس صورت مین مال کی حرمت
ظن غالب سے معلوم ہوتی ہے اوس مین حاجت سے زائد مال کو تصدق کرنا
واجب ہوتا ہے اسلیے زکوۃ کا وجوب اوسپر بطریق اولی ہونا چاہیے اور اگر کسی کفارہ
کا دینا اوسکو لازم آوے تو بردہ بھی آزاد کردے اور روزے بھی رکھے تاکہ یقیناً

کفارہ ادا ہو جاوے اور کچھ لوگون نے تو دونون باتین کرنے کو اوسپر واجب کہا ہے
اور بعض یہ کہتے ہین کہ اوسکو روزے رکھنے لازم ہین کھانا کھلانا یا بردہ آزاد کرنا لازم نہین
اسلیے کہ جیسی تونگری چاہیے وہ اوسکو حاصل نہین اور محاسبی کہتے ہین کہ کھانا کھلانا بھی
کافی ہے اور ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ جس شبہہ مین ہمنے حکم دیا ہے کہ اوس سے
احتراز کرنا واجب ہی اور اوسکو اپنے قبضہ سے باہر کرنا لازم باین وجہ کہ احتمال حرمت
اوسپر غالب ہی تو ایسے شبہہ مین تو روزون اور کھانا کھلانے مین جمع کرے روزے
تو اسلیے کہ وہ شخص مفلس کے حکم مین ہے اور کھانا کھلانا اس وجہ سے کہ اوسپر سب کا
تصدق کرنا واجب ہی اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ مال اوسکا ہو تو کفارہ لازم ہونا چاہیے
مسئلہ۔ جس شخص کے پاس مال حرام ہو اور اوسکو اپنی حاجت کیلیے روک رکھا ہو
وہ اگر نفل حج کرنا چاہے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ اگر پیادہ پا جاتا ہے تب تو کچھ مضائقہ نہین
اسلیے کہ وہ اوس مال کو بے عبادت بھی کھاتا ہے تو عبادت مین کھانا اولی ہے
اور اگر پیادہ نہین چل سکتا سواری کا محتاج تو ایسی حاجت کے لیے اوس مال مین
سے لینا جائز نہین جیسے کوئی شخص شہر مین رہکر اگر مہمات عیال اور حقوق مالیہ کی
بجا آوری مین تنگدست ہو تو اوسکو سواری کا خریدنا جائز نہین اور اگر اوس شخص کو یہ توقع ہو
کہ اگر چندے قیام کرونگا تو مال حلال میسر ہو جاویگا حتے کہ پھر بقیہ حرام کی حاجت
نہ رہیگی تو مال حرام لیکر پیادہ حج کو جانے سے یہ بہتر ہے کہ حلال کی توقع مین ٹھہرا رہے
مسئلہ جو شخص حج واجب کے لیے ایسا مال لیکر جاوے جس مین شبہہ ہو تو یہ
کوشش کرے کہ غذا مال طیب سے کھائے اور اگر تمام راستہ مین نہو سکے تو جب سے
احرام باندھے اوس وقت سے حلال ہونے تک غذا طیب کی فکر کرے اور اگر
یہ بھی نہو سکے تو اتنا ہی کرے کہ عرفہ کے روز خدائے تعالی کے سامنے کھڑا ہونا
اور دعا مانگنی ایسی طرح نہو کہ غذا بھی حرام ہو اور لباس بھی حرام بلکہ یہ کوشش کرے
کہ اوسکا بدن نہ اوسکے معدہ مین حرام ہو اور نہ بدن پر اسلیے کہ اگرچہ ہمنے مال مشتبہ
کو حاجت کے لیے جائز بتایا ہے تاہم وہ جواز ضرورت کے لیے ہے اوس سے یہ
غرض نہین کہ مال مذکور طیب ہو اور اگر یہ بھی نہ بن سکے تو اپنے دل مین خوف
اور غم اس بات کا رکھے کہ جو مال طیب نہین اوسکو مین اضطرار اور مجبوری سے

کھاتا ہون

کھاتا ہون شاید اس خوف وغم سے اللہ تعالی نظر عنایت فرماوے اور خطا کو معاف کردے یہ مسئلہ حضرت امام احمد رح سے ایک شخص نے یہ مسئلہ پوچھا کہ میرا باپ مرگیا اور اوسنے مال چھوڑا ہے اور وہ ایسے لوگون سے معاملات کرتا تھا جن سے معاملہ کرنا مکروہ ہے تو مین اب کیا کرون آپنے فرمایا کہ جسقدر اوسکو نفع ہوا ہوا وسکو چھوڑدے اور باقی رہنے دے اوسنے عرض کیا کہ اوسکا کچھ قرض اورون کے ذمہ ہے اور کچھ دوسرون کا اوسکے ذمہ ہے آپنے فرمایا کہ اوسکے ذمہ کا ادا کردے اور اوس کا لینا وصول کرے اوسنے پوچھا کہ آپ اسکو جائز جانتے ہین آپنے فرمایا کہ تو تیری مرضی یہ ہے کہ وہ اپنے قرضہ مین پھنسا رہے اور یہ جواب امام صاحب کا درست ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اکل سے مقدار حرام کو نکالڈالنا اونکے نزدیک درست ہے کیونکہ یہ فرمایا کہ مقدار نفع کو نکال ڈال اور ایک یہ کہ راس المال کی چیز بین آپکے نزدیک ملک مالک ہوگئین اسطرح کہ فاسد معاملات مین جو اوسنے اونکا عوض دیا اور تصرف بہت سے ہوئے اور واپس کرنا اصل مالکون کو دشوار پڑا تو تقابل اور مجرائی کے طور پر وہ اوس شخص کی ملک مین آگئین کہ اورونکے پاس اوسکی چیز گئی اور اوسکے پاس اورونکی آگئی اور قرض ادا کرنے مین اونھون نے اس بات پر اعتماد کیا کہ قرض یقینی ہے شبہہ کے سبب سے اوسکو ترک کرنا نہین چاہیے

پانچوین فصل اس ذکر مین کہ بادشاہون کے روزینون اور انعامات مین سے کونسی حلال ہین اور کون سے حرام — واضح ہو کہ جو شخص بادشاہ سے کوئی مال لے اوسکو دو باتین دیکھنی ضرور ہین اول یہ کہ وہ مال بادشاہ کے پاس کس آمدنی کی مد سے آیا دوسرے اپنی صفت جس سے کہ مستحق مال کے لینے کا ہوا اور یہ کہ جو مقدار لیتا ہے اگر اوسکو بلحاظ اپنے حال اور دوسرے اپنے جیسے مستحقون کے حال کے دیکھا جاوے تو اوسی مقدار کا خود مستحق ہے یا نہین اس لیے اس فصل کو دو بیانون مین لکھتے ہین —

بیان اول بادشاہ کی آمدنی کی مدات کے ذکر مین — زمین لاوارث کو قابل زراعت کرنے کے سوا جو مال کہ بادشاہ کو حلال ہے اور رعیت اوسمین شریک ہو وہ دو قسم ہے

اول قسم وہ ہے جو کفار سے لیا جاوے جیسے غنیمت جو لڑائی جیتنے سے ہاتھ لگے اور نے جو بدون لڑائی ہاتھ لگے اور جزیہ اور صلح کے اموال جو شرائط کے بموجب

لیے جاتے ہین - دوسری قسم وہ ہے جو مسلمانون سے بادشاہ کے ہاتھ لگے اس قسم کی آمدنی سے صرف دو طرح کے مال اوسکو حلال ہین اول وہ میراث یا مال جسکا کوئی وارث نہ ٹھہرے دوم وقف کا مال جس کا کوئی متولی نہو اور صدقات تو اس زمانہ مین لیے نہین جاتے کہ اونکا حال لکھا جاوے اور ان مدون کے سوا جتنے خراج یا ڈانڈ کہ مسلمانون سے لیے جاتے ہین اور مال رشوت سبکے سب حرام ہین پس اگر بادشاہ کسی فقیہ وغیرہ کے لیے کوئی جاگیر یا انعام یا خلعت لکھے تو آٹھ حال سے خالی نہین یا تو جزیہ کی آمدنی پر لکھیگا یا لاوارثی میراث پر یا اوقاف پر یا اپنی ملک پر جسکو قابل زراعت کیا ہے یا اپنی زرخرید ملک پر یا اوس عامل پر جو مسلمانون سے خراج لیتا ہے یا کسی سوداگر پر یا خزانۂ خاص پر اب ہر ایک کا حال سننا چاہیے اول جزیہ ہے جس کے چار خمس مسلمانون کی مصلحتون کے لیے ہین اور ایک خمس مصارف معینہ کے واسطے تو اگر بادشاہ ان مصارف کے خمس پر لکھیگا یا اون چار خمسون پر لکھیگا باین لحاظ کہ اوسمین مسلمانون کی بہتری ہے اور مقدار انعام مین بھی احتیاط ملحوظ ہوگی تو وہ مال حلال ہی اس شرط سے کہ جزیہ بوجہ شرعی مقرر کیا ہو یعنے فی کس ایک دینار یا چار دینار سالانہ سے زیادہ نہو کیونکہ مقدار جزیہ مین اختلاف ہی اور بادشاہ کو جائز ہے کہ اختلافی صورت مین جس قول پر چاہے عمل کرلے اور ایک شرط یہ ہے کہ جس ذمی سے جزیہ لیا جاتا ہے وہ ایسا پیشہ اپنی کمائی کا نہ رکھتا ہو جسکی حرمت یقینی ہو مثلاً بادشاہ ظالم کا عامل نہو اور نہ شراب بیچتا ہو اور ایک یہ کہ لڑکا اور عورت نہو اسلیے کہ ان دونون پر جزیہ نہین ہے تو جزیہ کے مقرر ہونے اور مقدار جزیہ مین اور جسکو وہ دیا جاوے اوسکی صفت مین اور جتنا قدر کہ دیا جاوے اوس مقدار مین ان باتون کا لحاظ ہونا چاہیے اسلیے ان سب باتون کی بحث واجب ہی - دوسری میراث اور اموال لاوارث ہین کہ وہ بھی مسلمانون کی بہتری کے لیے ہین اوپر لکھے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ جس شخص نے وہ مال چھوڑا ہے اوسکا سب مال حرام تھا یا اکثر یا کمتر اور انکا حکم پہلے لکھ چکے ہین اور اگر حرام نہ تھا تو اب یہ دیکھنا چاہیے کہ جس شخص کو دیا جاتا ہے اوسکے دینے مین کوئی بہتری ہی یا نہین اور کس قدر مین بہتری ہے تیسرے وقف کا مال ہے جو باتین میراثون مین قابل دیکھنے کے تھین وہ مال وقف مین بھی ملحوظ رہین اور ایک بات اسمین اور زیادہ ہے

کہ وقف کرنیوالے کی شرط کو دیکھنا چاہیے تاکہ جو چیز بادشاہ دیتا ہے وہ بموجب وقف
کے شرائط کے ہو سرمو فرق نہ رکھتی ہو۔ چوتھے وہ زمین کہ بادشاہ نے اوسکو قابل زراعت
کیا ہو اور اس مین کوئی شرط معتبر نہین اسلیے کہ بادشاہ کو اختیار ہے کہ اپنی ملک مین جسے
جسکو چاہے جسقدر چاہے حوالہ کردے ہان یہ بات ضرور قابل لحاظ ہے کہ غالبًا بادشاہ نے
جو اوس زمین کو اوٹھایا ہے تو مزدورون کو زبردستی پکڑلیا ہوگا یا اونکی مزدوری مال
حرام سے دی ہوگی کیونکہ زمین کا قابل زراعت کرنا خود بادشاہ کا تو کام نہین بلکہ کاریگرون
اور نہرون کا کھودنا اور احاطہ کا بنانا اور زمین کا برابر کرنا یہ سب باتین مزدورون کے
متعلق ہین پس اگر اون سے زبردستی بنوائی ہوگی تو بادشاہ اوس زمین کا مالک نہین ہوا
اور وہ حرام ہے اور اگر مزدورون کو اجرت دی مگر مال حرام سے ادا کی تو اس صورت مین
شبہہ ہے جسپر ہم پہلے اشارہ کر آئے ہین کہ عوض مین کراہت کی ہوجانے سے مال
مشتبہ ہوجاتا ہے۔ پانچوین مال زرخرید سلطانی یعنے زمین خواہ خلعت کی پارچے
اور گھوڑا وغیرہ تو یہ بادشاہ کی ملک ہین اور اوس مین اوسکو تصرف کرنے کا اختیار ہے
لیکن اگر اونکا دام مال حرام سے ادا کریگا یا مشتبہ سے تو ایک صورت مین حرام ہونگے
اور ایک مین مشتبہ اور انکی تفصیل پہلے گذر چکی پیچھے یہ صورت ہے کہ مسلمانون سے
جو خراج لینے پر عامل ہو یا جو مال غنیمت اور ڈانڈ کو جمع کرتا ہو اوسکے نام لکھدے تو یہ
مال حرام محض ہے کچھ شبہہ نہین اور اکثر جاگیرین اس زمانہ مین ایسی ہی ہین مگر
عراق کی زمینین البتہ ایسی نہین کہ وہ امام شافعی رح کے نزدیک مسلمانون کی
بہتری ہی کے لیے وقف ہین۔ ساتوین یہ کہ ایسے سوداگر کے نام لکھے جو خود
بادشاہ سے معاملہ کرتا ہے ہین وہ کسی دوسرے سے معاملہ نکرتا ہو تب تو اوسکا مال
ایسا ہے جیسے خزانۂ بادشاہی کا مال ہے اور اگر دوسرون سے معاملہ زیادہ کرتا ہے
تو جو کچھ وہ بادشاہ کے لکھنے کے بموجب دیگا وہ بادشاہ پر ادھار ہوگا اور اوسکا عوض
حرام سے وصول کریگا تو اس صورت مین عوض کے اندر خلل راہ پاویگا اور ثمن حرام
کا حکم پہلے لکھ چکے ہین۔ آٹھوین یہ کہ خزانۂ خاص پر لکھے یا ایسے عامل پر جسکے پاس
حلال اور حرام جمع ہوتا ہو پس اگر بادشاہ کی آمدنی بجز حرام کے اور کچھ نہو تو قطعی حرام
ہوگا اور اگر یقینًا معلوم ہو کہ خزانۂ شاہی مین حلال اور حرام دونون ہین اور احتمال

قریب یہ ہو کہ جو کچھ عالم مذکور کو دیتا ہے وہ بعینہ حلال ہے اور دل مین بھی یہ احتمال جمتا ہو
اور احتمال یہ بھی ہو کہ مال حرام ہو کیونکہ ان دونون مین تو اموال سلاطین اکثر حرام ہی ہین
اور مال حلال اونکے پاس نایاب یا کم یاب ہے تو اس صورت مین لوگون کو اختلاف ہے
بعض کا قول تو یہ ہے کہ جس چیز پر مجکو یقین نہو کہ یہ حرام ہے تو مین اوسکو لیسکتا ہون
اور کچھ یہ فرماتے ہین کہ جبتک یہ ثابت نہو جاوے کہ چیز مذکور حلال ہے تب تک اوسکا
لینا نچاہیے اسلیے کہ شبہہ کبھی حلال نہین ہوتا اور یہ دونون قول حد اعتدال سے بڑھی ہوئی ہین
اور قول معتدل اس مین وہی ہے جو ہمنے لکھا ہے کہ اگر غلب حرام ہے تو حرام ہے
اور اگر حلال غالب ہو اور حرام کے ہونیکا بھی یقین ہے تو محل توقف ہو جیسا پیشتر گذرا
اور جو لوگ اموال سلاطین کا لینا جائز کہتے ہین اس صورت مین کہ اونکے مال مین
حرام اور حلال دونون ہون اور جو چیز لیجاتی ہے خود اوسکی حرمت بعینہ ثابت نہ ہو
تو وہ اپنے قول کی دلیل یہ کہتے ہین کہ صحابہ رض مین سے بہت ایسے ہین جنھون نے
زمانہ ظالمون کا دیکھا اور اونسے مال لیے چنانچہ حضرات ابوہریرہ اور ابوسعید خدری
اور زید بن ثابت اور ابوایوب انصاری اور جریر بن عبداللہ اور جابر اور انس بن مالک
اور سعد بن مخرمہ اور ابن عمر اور ابن عباس وغیرہم رضی اللہ عنہم چنانچہ حضرت ابوہریرہ رض
اور ابوسعید رض نے مروان بن حکم اور یزید بن عبدالملک سے مال لیا ہے اور
حضرت ابن عمر رض اور ابن عباس رض نے حجاج بن یوسف سے لیا ہے اور بہت سے
تابعین نے لیا ہے جیسے شعبی اور ابراہیم اور حسن بصری اور ابن ابی لیلی ہین اور
حضرت امام شافعی نے ہارون رشید سے ایک دفعہ مین ہزار دینار لیے تھے اور امام
مالک رح نے خلفا سے بہت سے اموال لیے ہین اور حضرت علی رض فرماتے ہین
کہ جو کچھ بادشاہ تجکو دے اوسکو قبول کر کہ وہ تجکو حلال ہی سے دیتا ہے اور جو کچھ
اوسکو حلال سے ملتا ہے وہی زیادہ ہوتا ہے اور جن لوگون نے عطا شاہی سے
انکار کیا ہے تو اونکا ترک براہ ورع تھا اور اس خوف سے کہ کہین ایسی چیز نہ آجاوے
جو حلال نہو اور باعث خرابی دین ہو دیکھو حضرت ابوذر غفاری نے احنف بن قیس
کو فرمایا کہ عطا کو اوسوقت تک لو کہ بطیب خاطر ہو اور جب تمھارے دین کا مول ہو جاوے
تو ترک کر دو اور حضرت ابوہریرہ رض نے فرمایا کہ جب مجکو کوئی عطا دیتا ہے تو قبول کر لیتا ہون

اور نہیں دیتا ہے تو سوال نہیں کرتے اور حضرت سعید بن مسیب حضرت ابو ہریرہ رض سے ناقل ہیں کہ جب حضرت معاویہ اونکو کچھ دیتے تھے تو خاموش رہتے تھے اور اگر نہیں دیتے تھے تو اونکو کچھ کہا کرتے تھے اور شعبی حضرت مسروق سے ناقل ہیں کہ عطا لینے والے ہمیشہ عطا لیں گے یہاں تک کہ اونکو دوزخ میں داخل کرے یعنی ہوتے ہوتے حرام لینے لگیں گے نہ یہ کہ عطا فی نفسہ حرام ہے۔ اور نافع حضرت ابن عمر رض سے روایت کرتے ہیں کہ مختار اونکے پاس مال بھیجا کرتا تھا آپ اوسکو قبول کر لیتے تھے پھر فرماتے تھے کہ میں کسی سے سوال نہیں کرتا اور جو چیز مجکو اللہ تعالیٰ نے دی اوسکو پھیرتا نہیں اور ایکبار اوس نے آپکو ایک سانڈنی بھیجی تھی اوسکو آپ نے لیلیا اور وہ مختار کی سانڈنی کے نام سے مشہور تھی اور اس روایت کی معارض وہ روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رض سے مروی ہے کہ آپنے کسی کا ہدیہ واپس نہیں کیا بجز مختار کے ہدیہ کے اور روایت واپس کرنے کی زیادہ ثابت ہے بہ نسبت قبول ہدیہ کے۔ اور نافع سے یہ بھی مروی ہے کہ ابن معمر نے حضرت ابن عمر رض کے پاس سات ہزار درم بھیجے آپنے اونکو اوسی وقت تقسیم کر دیا پھر جو ایک سائل آیا تو آپ نے جو لوگوں کو دیا تھا کسی سے قرض لیکر اوس سائل کو دیا۔ اور جب حضرت امام حسن رض امیر معاویہ کے پاس تشریف لائے تو امیر معاویہ نے فرمایا کہ میں آپ کو وہ پیشکش کرتا ہوں کہ آپ سے پیشتر میں نے نہ کسی عرب کو دیا اور نہ آگے کو کسی کو دوں پھر چار لاکھ درم پیشکش کیے آپنے اونکو لے لیا۔ اور حبیب بن ابی ثابت سے مروی ہے کہ میں نے مختار کا جائزہ حضرات ابن عمر اور ابن عباس کے واسطے دیکھا ہے دونوں صاحبوں نے اوسکو قبول کر لیا لوگوں نے پوچھا کہ وہ کیا تھا اونھوں نے کہا کہ مال نقد اور کپڑا تھا۔ اور زبیر بن عدی سے مروی ہے کہ اونھوں نے کہا کہ حضرت سلمان فارسی کا ارشاد ہے کہ جب تیرا کوئی دوست عامل یا تاجر ہو کہ مرتکب بوا کا ہو اور وہ تجکو کھانے وغیرہ کی دعوت کرے یا کوئی چیز دیوے تو قبول کرلے کہ تیرے لیے جائز اور طیب ہے اور گناہ اور وبال اوسکے ذمہ ہے اور جب سود لینے والے کے باب میں قبول ثابت ہوا تو ظالم کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہیے کہ دونوں کا حال ایک ہی سا ہے۔ اور حضرت امام جعفر صادق رض اپنے باپ سے راوی ہیں کہ حضرت امام حسن اور امام حسین علیہما السلام

امیر معاویہ رضہ کے جائزے قبول کر لیا کرتے تھے - اور حکیم بن جبیر کہتے ہین کہ ہم حضرت سعید بن جبیر رضہ کے پاس گئے جبکہ وہ فرات کی اسفل جانب کے عاشر مقرر ہوئے تھے آپ نے اور عشر لینے والون کے پاس آدمی بھیجا کہ جو کچھ تمھارے پاس ہے اوسمین سے ہمکو بھی کھلاؤ اونھون نے کھانا بھیجدیا آپنے اوسکو کھایا اور ہم نے بھی آپکے ساتھ کھایا - اور علاء بن زہیر ازدی کہتے ہین کہ میرا باپ حلوان مین عامل تھا اوسوقت ابراہیم نخعی اونکے پاس آئے اونھون نے کچھ پیشکش کیا آپنے قبول کر لیا - اور حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہین کہ عاملون کے جائزہ لینے کا کچھ مضائقہ نہین کیونکہ وہ محنت کرکے کھاتے ہین اور اونکے بیت المال مین خبیث اور طیب سب طرح کا مال ہوتا ہے تو جو کچھ تم کو دینگے وہ اپنے طیب مال مین سے دینگے - تو دیکھو کہ ان سب لوگون نے ظالم بادشاہون کے جائزے لیے حالانکہ جو کوئی سلاطین کی اطاعت خدائے تعالی کی معصیت مین کرتا تھا یہ سب اوسکو برا کہتے تھے اور سلف مین سے جس نے بادشاہی عطا یا کو نہین لیا اونکا نہ لینا حرمت پر دلیل نہین بلکہ ورع کی راہ سے نہین لیا جیسے خلفاء راشدین اور ابوذر غفاری اور دوسرے زاہد کہ وہ اپنے زہد کے باعث حلال مطلق بھی نہ لیتے تھے اور جس حلال سے کہ کسی ممنوع کی طرف نوبت پہونچانے کا خوف ہوتا تھا اوسکو ورع اور تقوی کی جہت سے نہ لیتے تھے پس اون لوگون کے لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اموال سلطانی کا لینا جائز ہے اور حضرت سعید بن مسیب سے جو منقول ہے کہ انھون نے اپنی عطا بیت المال مین چھوڑ دی یہان تک کہ کئی اونٹ تیس ہزار نرخ ہو گئے اور حضرت حسن بصری رح سے جو اونکا قول نقل کرتے ہین کہ مین صراف کے پاس سے وضو نہین کرتا گو نماز کا وقت تنگ ہو جاوے کیونکہ مجکو اوسکے اصل مال کی خبر نہین تو یہ سب ورع کے اقوال ہین اور ہم اسکے منکر نہین ایسا کرنا واقع مین بہت خوب ہے بہ نسبت نہ کرنیکے لیکن کلام اس مین ہے کہ اگر کوئی انکا اتباع ورع مین نہ کرے اور اموال سلطانی لیوے تو حرام نہین ہے بلکہ جائز ہے یہ تقریر ہے اون لوگون کی جو ظالم بادشاہون سے مال لینا درست کہتے ہین - اور اس تقریر کا جواب یہ ہے کہ جن لوگون سے لینا منقول ہے وہ بہت کم ہے بہ نسبت اون روایات کے جو اونکے انکار اور واپس کرنیمین مروی ہین اور اگر نہ لینے مین صرف ایک احتمال ورع کا ہے تو لینے والون کے لینے مین تین احتمال

مختلف درجون کے آسکتے ہین بسبب ورع کے تفاوت کے کیونکہ سلاطین کی حق مین ورع کے چار درجے ہین - درجۂ اول یہ ہے کہ اونکے مال مین سے کچھ نہ لے جیسا سلف کے ورع والون نے کیا اور جیسا کہ خلفاء راشدین رضہ کیا کرتے تھے یہان تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے جو کچھ بیت المال مین سے لیا تھا اوس سب کا حساب کرکے جمع کیا تو چھ ہزار درم ہوئے وہ چھون ہزار آپنے بیت المال مین دلوا دیے اور ایکبار حضرت عمر فاروق رضہ بیت المال کا مال تقسیم کر رہے تھے کہ اونکی ایک لڑکی آئی اور مال مین سے ایک درم اوٹھا لیا آپ اوسکے پکڑنے کو ایسی طرح اوٹھے کہ چادر آپکے ایک شانہ پر سے اوتر گئی اور وہ لڑکی روتی ہوئی گھر مین چلی گئی اور درم کو اپنے منہ مین رکھ لیا آپنے اپنی اونگلی اوسکے منہ مین ڈالکر وہ درم نکال لیا اور لاکر خراج مین ڈال دیا اور فرمایا کہ لوگو عمر کو اور اوسکی اولاد کو اس مین سے اوسی قدر ہے جو اور دور اور نزدیک کے مسلمانون کو ہے - اور حضرت ابوموسی اشعری نے بیت المال مین جھاڑو دی اور ایک درم اونکو ملا آپنے وہ درم حضرت عمر رضہ کے چھوٹے لڑکے کو دیدیا جو وہان پھرتا تھا حضرت عمر رضہ نے جو وہ درم اوسکے ہاتھہ مین دیکھا تو دریافت کیا کہ کہان سے آیا اوسنے عرض کیا کہ ابوموسی نے مجکو دیا ہے آپنے ابوموسی اشعری رضہ سے فرمایا کہ کیا تمام مدینہ والون مین کوئی گھر تمھارے دانست مین عمر کے گھر سے زیادہ ذلیل تھا تمھارا یہ ارادہ ہے کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین کوئی ایسا نرہے جو ہم سے اپنا حق طلب کرے یہ کہکر وہ درم بیت المال مین ہٹا دیا باوجودیکہ وہ مال حلال تھا مگر آپ کو یہ خوف ہوا کہ کہین ہمارے حق مین اسقدر نہ پہونچے غرض کہ اپنے دین اور آبرو کے بچانیکے لیے اپنے حق سے کم پر کفایت کرتے تھے بموجب حدیث شریف دَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيبُكَ اور بموجب اس ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وَمَنْ تَرَكَ شَيْئًا فَقَدِ اسْتَبْرَأَ لِعِرْضِهِ وَلِدِينِهِ اور اس وجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اموال سلطانی کے باب مین تشدیدات سُنی تھین چنانچہ جب حضرت عباد بن صامت کو آپنے صدقہ یعنے زکوۃ وغیرہ کے لینے کو بھیجا تو ارشاد فرمایا کہ اے ابوالولید خدائے تعالی سے ڈرنا ایسا نہو کہ قیامت مین تو ایک اونٹ کو اپنی گردن پر لادکر لاوی جو بلبلاتا ہو یا گائے کو جو رانجتی ہو یا بکری کو جو مہیاتی ہو اونھون نے عرض کیا

کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ایسا ہی ہوگا آپنے فرمایا کہ ہان قسم ہے مجکو اوس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے ایسا ہی ہوگا مگر جسپر خدا تعالی رحم کرے اونھون نے عرض کیا کہ قسم ہے مجکو اوس ذات کی جس نے آپکو حق کے ساتھہ بھیجا کہ مین کسی چیز کا کبھی عامل نہ بنونگا اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنِّیْ لَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَلٰکِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا - اور خوف آپکو صرف مال کے حریص ہوجانے کا تھا اور اسی لیے ایک بڑی حدیث مین حضرت عمر رضی نے مال بیت المال کے باب مین یہ فرمایا کہ مین اپنے آپ کو اس مال کے باب مین ایسا پاتا ہون جیسے یتیم کے مال کا ولی ہوتا ہے اگر مجکو حاجت نہین ہوتی تو مین اس سے دور رہتا ہون اور اگر حاجت ہوتی ہے تو بطور شایستہ اوسمین سے کھاتا ہون - اور روایت ہے کہ طاؤس رح کو ایک لڑکے نے اونکی طرف سے ایک خوانچہ بناکر حضرت عمر بن عبد العزیز کو دیا آپنے تین سو اشرفیان اوسکو دیدین طاؤس رح کو جو حال معلوم ہوا اپنی ایک زمین بیچ کر آپکے پاس تین سو اشرفیان بھیجدین حالانکہ سلطان حضرت عمر بن عبد العزیز تھے تو یہ درجہ ورع کے درجون مین نہایت اونچا دوسرا درجہ یہ ہے کہ بادشاہ کا مال لیوے لیکن اوس وقت مین کہ معلوم ہوجاوے کہ جو کچھ مین لیتا ہون بوجہ حلال ہے اب اگر سلطان کی ملک مین کوئی دوسرا حرام ہوگا تو اوس شخص کو ضرر نکریگا اور کثر آثار صحابہ خواہ بالکل خواہ اکابر صحابہ جو اہل ورع تھے اون سب کا لینا اسی درجہ پر محمول ہے مثلاً حضرت ابن عمر رض کہ ورع مین نہایت مبالغہ کرتے تھے وہ کیسے مال سلطان کو بے سمجھے بوجھے لے لیتے وہ تو سلاطین پر سب سے زیادہ انکار کرتے تھے اور اونکے اموال کی برائی سب سے زیادہ کیا کرتے تھے چنانچہ ایکبار لوگ ابن عامر کے پاس جمع تھے جس وقت کہ وہ بیمار تھے اور اپنے عامل ہونے اور خدا تعالی کے نزدیک ماخوذ ہونیسے ڈرتے تھے لوگون نے اونسے کہا کہ ہمکو توقع ہے کہ تمھارے حق مین بہتر ہوا اسلیے کہ تمنے کنوئین کھدوائے اور حاجیون کے قافلون کو پانی پلوایا اور ایسا کیا اور ویسا کیا حضرت ابن عمر رض چپکے سنا کیے ابن عمر نے پوچھا کہ آپ کیا فرماتے ہین آپنے فرمایا کہ مین یہ کہتا ہون کہ یہ باتین اوسوقت ہین کہ کمائی اچھی ہو اور خرچ بھی اچھی طرح کیا ہو اور اب تم جاکر بھگت ہی لوگے اور دوسری روایت مین یون آیا ہے کہ آپنے یون فرمایا کہ خبیث چیز گنا ہون کا عوض

نہین ہوسکتی اور تم بصرہ کے حاکم ہے ہو میرے گمان مین تمنے اوس مین ہی برائی ہی کمائی ہے ابن عامر نے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ آپ میرے لیے دعا کیجیے آپنے فرمایا کہ مین نے سنا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلٰوةَ بِغَيْرِ طُهُوْرٍ وَلَا صَدَقَةً مِّنْ غُلُوْلٍ اور تم بصرہ کی حکومت رکھتے تھے غرض یہ کہ حضرت ابن عمر رض کا یہ قول اوس مال مین تھا جسکو کہ ابن عامر نے خیرات مین صرف کیا تھا۔ اور یہ بھی حضرت ابن عمر رض سے مروی ہے کہ حجاج بن یوسف کے وقت مین آپنے فرمایا کہ جب سے کہ دار الخلافت لٹا ہے مین نے آج تک شکم سیر ہو کر کھانا نہین کھایا۔ اور حضرت علی مرتضی رض سے مروی ہے کہ آپکے پاس ایک برتن سربمہر مین کچھ ستو تھے جن مین سے آپ پی لیا کرتے تھے کسی نے آپ سے کہا کہ آپ اس کو عراق مین ہو کر سربمہر رکھتے ہین یہان تو کھانا بہت ہی یعنے کوئی اسکو کیون لیگا آپنے فرمایا کہ مین اسپر مہر اسلیے نہین لگاتا کہ اس سے دوسرون کے ساتھ بخل منظور ہو مگر مجکو یہ برا معلوم ہوتا ہے کہ اس مین وہ چیز ملا دیجاوے جو اسمین کی نہو اور یہ بھی برا جانتا ہون کہ میرے پیٹ مین غیر طیب چیز داخل ہو غرض ان اکابر سے یہ اقوال و عادات مشہور ہین اور حضرت ابن عمر رض کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی چیز آپکو اچھی معلوم ہوتی اوسکو ملک سے خارج کر دیتے مثلاً ابن عامر نے آپکے غلام نافع رح کو تیس ہزار کے عوض مانگا آپنے فرمایا کہ مجکو یہ خوف ہے کہ کہین ابن عامر کے دراہم مجکو فتنہ مین نہ ڈالین یہ کہکر نافع کو آزاد کر دیا اور حضرت ابو سعید خدری رض فرماتے ہین کہ ہم مین سے ایسا کوئی نہین جسکو دنیا نے مائل نہ کر دیا بجز ابن عمر رض کے کہ اونکو میل دنیا نہوا تو اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر یا جو کوئی اونکے مثل منصب رکھتا ہو اوسپر یہ گمان نہین ہوسکتا کہ اونھون نے کوئی مال بدون اوسکے حلال جانے ہوئے لے لیا ہوگا۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ بادشاہ سے جو کچھ لیوے اوسکو فقیرون اور مستحقون پر تقسیم کر دے باین لحاظ کہ جس مال کا مالک معین نہو حکم شریعت اوس مین بھی ہے تو جس صورت مین کہ بادشاہ ایسا ہو کہ اگر اوس سے نہ لیا جاوے تو وہ خود تقسیم نکرے بلکہ اوس مال سے ظلم پر استعانت کرے تو اس حال مین ہم بھی کہتے ہین کہ مال کو اوس سے لیکر بانٹ دینا اس سے اچھا ہے کہ اوسکے ہاتھ مین رہنے دیا جاوے

بعض علما کی یہی راے ہے اور اسکی وجہ آگے مذکور ہوگی اور اکثر سلف کا لینا اسی پر محمول ہے اور اسی وجہ سے حضرت ابن مبارک نے فرمایا کہ جو لوگ بادشاہی عطاؤنکو آج لیتے ہین اور اپنی حجت حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضہ کو ٹھہراتے ہین وہ اُن دونون کا اقتدا نہین کرتے اسلیے کہ حضرت ابن عمر رضہ نے تو جو کچھ لیا اوسکو بانٹ دیا حتی کہ ساٹھ ہزار دیکر دوسرے سائل کے لیے اوس مجلس مین قرض لیا اور حضرت عائشہ رضہ نے بھی ایسا ہی کیا اور جابر بن زید نے قبول کرکے خیرات کردیا اور فرمایا کہ اونسے لیکر بانٹ دینا مجکو اس سے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اونکے قبضہ مین رہنے دون اور حضرت امام شافعی رح نے جو ہارون رشید سے لیا تھا اوسکو بھی چند ہی روز مین خیرات کردیا تھا یہان تک کہ اپنے لیے ایک حبہ نہین رکھا تھا۔ چوتھا درجہ یہ ہے کہ نہ تو یہ ثابت ہو کہ وہ مال حلال ہے اور نہ تقسیم کے لیے لیتا ہے بلکہ رکھنے کے لیے لیتا ہے مگر ایسے سلطان سے لیتا ہے جسکا اکثر مال حلال ہے اور زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین مین خلفا اسی طرح کے تھے اور اونکا اکثر مال حرام تھا اور اسکی دلیل حضرت علی رضہ کا ارشاد ہے کہ فرمایا کہ بادشاہ کو جو مال بوجہ حلال ملتا ہے وہ اکثر ہے اور ہر امر کو علما کی ایک جماعت نے اکثر پر اعتماد کرنیسے جائز رکھا ہے اور ہمنے صرف ایسی حالت مین عام لوگون کے مال مین توقف کیا ہے جنکے مال بنزلہ محصور کے ہین اور چونکہ مال سلطان حد حصر سے خارج سا معلوم ہوتا ہے تو عجب نہین کہ کسی مجتہد کا اجتہاد اسی طرف پہونچے کہ جس چیز کے حرام ہونے کا علم نہو اوسکا لینا جائز ہے بسبب غلبہ مال حلال کے اور ہمنے منع اوس صورت مین کیا ہے کہ حرام زیادہ ہو پس جب تمنے ان درجات کو سمجھ لیا تو معلوم کرلیا ہوگا کہ جاگیرین اور روزینے ظالم بادشاہونکے اس زمانہ مین ویسے نہین جیسی پہلے تھین اور انمین اور اون مین دو وجہون قطعی سے فرق ہے وجہ اول وہ یہ کہ اس زمانہ مین سلاطین کے اموال بالکل خواہ اکثر حرام ہین اسلیے کہ حلال صرف صدقات اور فی اور غنیمت کی مدین تھین اون مین سے کوئی بادشاہ کے پاس نہین آتی کہ اونکا وجود ہی نہین رہا تو اب جزیہ باقی رہا اور وہ ایسے ظلم سے لیا جاتا ہے کہ اوس ظلم کے ساتھ مین اوسکا لینا حلال نہین اسلیے کہ سلاطین نہ تو مقدار جزیہ مین حدود شرع کو لحاظ رکھتے ہین اور نہ ذمیون کے باب مین اور اُنکی

شرطونکو پورا کرتے ہین اور اسپر طرہ یہ ہے کہ جو آمدنی اونکی مسلمانون کے خراج اور ڈانڈ اور رشوتون سے ہوتی ہے اوسکی نسبت کر جزیہ سوان حصہ بھی نہین ہی۔ اور دوسری وجہ یہ کہ پہلے زمانہ کے ظالم چونکہ خلفاء راشدین کے زمانہ کے قریب تھے اپنے ظلم کو جانتے تھے اور صحابہ اور تابعین کی دلداری کا شوق رکھتے تھے اور اس بات کے حریص تھے کہ وہ لوگ ہماری عطا اور جائزے قبول کرلین اور بدون اونکے مانگے اور ذلیل کرنیکے اونکی خدمت مین بھیجدیا کرتے ہین اور اونکے قبول کرنیسے آسان مند ہوکر خوش ہوا کرتے تھے اور وہ لوگ سلاطین سے لیکر تقسیم کردیا کرتے تھے اور سلاطین کی غرضون کی اطاعت نہ کرتے تھے نہ اونکی مجلسون مین جاتے نہ اونکی بھیڑ بڑھاتے نہ اونکا باقی رہنا پسند کرتے بلکہ باقی کے لیے دعاء بد کرتے اور اونکے حق مین برا بھلا کہتے اونکی برائیون کو بڑا جانتے رہتے تو اونپر یہ خوف نتھا کہ جسقدر سلاطین سے اونکو دینا ملیگی اوسقدر اونکے دین مین نقصان پڑیگا اور اونکو بھی سلاطین کا کچھ خوف نتھا اور اب تو یہ حال ہے کہ سلاطین کا دل اوسی شخص کے دینے کو چاہتا ہے جس سے توقع ہو کہ ہمارا کچھ کار خدمت کریگا اور ہماری جماعت بڑھاویگا اور مدد کریگا اور ہماری مجلسون مین شریک ہوکر باعث زینت ہوگا اور ہمارے حق مین دعا اور ثنا مدام کرتا رہیگا اور سامنے اور غیبت مین ہماری تعریف مین مبالغہ کرتا رہیگا پس اگر لینے والا ان سات ذلتون کو اپنے اوپر نہ لے یعنی اول ذلت سوال دوم خدمت مین دوڑنا تیسرے دعا اور ثنا کہنی چوتھے استعانت کے وقت اونکے مقاصد مین مدد کرنی پانچوین مجلس اور سواری کے وقت اونکی جمعیت زیادہ کرنی چھٹے اونکی محبت اور اونکے دشمنون پر اونکی شرکت کا ظاہر کرنا ساتوین اونکے ظلمون اور برے کامون کو چھپانا تو یقین ہے کہ سلاطین اوسکو ایک درم بھی نہ دیوین اگرچہ وہ اپنے وقت کا مثلاً امام شافعی ہی ہو پس ان وجوہات کی نظر سے اس زمانہ کے سلاطین سے مال حلال بھی ہوتا تو لینا درست نہ تھا تو جس صورت مین کہ معلوم ہے کہ مال اونکا حرام یا مشکوک ہے تب بطریق اولی ناجائز ہوگا اب جو کوئی اونکے مال پر جرأت کرے اور اپنے نفس کو صحابہ اور تابعین رضہ سے تشبیہ دیوے تو وہ فرشتون پر لوہارون کو قیاس کرتا ہے اور اونسے مال لینے مین اونسے ملنے کی حاجت ہوتی ہے اور اونکی پاسداری کرنی پڑتی ہے

اور اونکے عالمون کی خدمت اور اونکے سامنے ذلت اوٹھانی اور اونکی تعریف کرنی اور ڈیوڑھی پر حاضر باشی کرنی پڑتی ہے اور یہ سب باتین گناہ ہین چنانچہ چھٹی فصل مین مذکور کرینگے۔ اور جب کہ بیان گذشتہ سے مدات سلاطین کی آمدنی کے معلوم ہوگئے کہ فلان حلال ہے اور فلان حرام اب اگر فرض کیا جاوے کہ کسی شخص کو مد حلال مین سے بقدر اوسکے استحقاق کے گھر بیٹھے بلایا کرے اور کسی عامل کی خوشامد اور خدمت کی ضرورت نہ پڑے نہ سلاطین کی تعریف اور تزکیہ کی نوبت آوے اور نہ اونکے مطالب مین موافقت ہو تو ایسی صورت مین مال کا لینا حرام تو نہ ہوگا مگر کئی وجہون سے مکروہ ہوگا جنکا بیان چھٹی فصل مین کیا جاویگا

دوسرا بیان ماخوذ کی مقدار اور لینے والے کی صفت کے ذکر مین۔ چونکہ بعض اموال ایسے ہین کہ اونکے مستحق معین ہوتے ہین جیسے مال وقف یا زکوۃ یا خمس فی یا خمس غنیمت اور بعض اموال ملک سلطان کے ہین جیسے وہ زمین جسکو قابل زراعت کرے یا جو چیز اوسکی زرخرید ہو کہ ان مین بادشاہ کو اختیار ہے جسکو چاہے اور جس قدر چاہے دیدے اسی لیے ہم اُن اموال مین بحث کرتے ہین جو مسلمانون کی مصالح (کے لیے ہون جیسے چار خمس فی کی اور میراثین لاوارثی ہین تو ان اموال کا دینا اونھین لوگونکو چاہیے جنکے دینے مین عوام کی بہتری ہو یا جو شخص اوس کا محتاج اور کمانے سے عاجز ہے اور جو شخص توانگر ہو اور اوسکے دینے مین کسی طرح کی بہتری نہو تو بیت المال کا مال اوسکو نہ دینا چاہیے ہر چند اس مین علما کو اختلاف ہی مگر صحیح یہی ہے کہ نہ دینا چاہیے۔ اور حضرت عمر رض کے کلام سے ایسا پایا جاتا ہے کہ بیت المال کے مال مین ہر مسلمان کا حق ہے بوجہ مسلمان ہونے اور جماعت اسلام کے زیادہ کرنیکے مگر باوجود اسکے حضرت عمر رض سب مسلمانون کو مال تقسیم نہین کیا کرتے تھے بلکہ اونھین کو دیتے تھے جن مین خاص صفتین ہوا کرتی تھین جب یہ ثابت ہوا تو معلوم ہوا کہ جو شخص ایسا کام کرتا ہو کہ اوسکا نفع مسلمانون کو ہو اور اگر وہ اوس کام کو چھوڑ کر کمائی کی فکر مین پڑے تو وہ کام نہو سکے تو ایسے شخص کا حق بقدر کفایت بیت المال مین ہوگا اس قاعدہ کی رو سے تمام علما کا حق بیت المال مین ہے کہ بقدر کفایت اونکو ملے مگر علوم سے ہماری غرض وہ علوم ہین جنسے دین کی بہتری ہو جیسے فقہ اور حدیث

اور تفسیر اور قرأت مین یہان تک کہ پڑھانے والے اور اذان دینے والے بھی
اسی مین ہین اور ان علوم کے طالب علم بھی داخل ہین کیونکہ اگر اونکو بقدر کفایت
نہ ملیگا تو تحصیل نہ کرسکین گے اور اسی مین وہ عامل بھی داخل ہین جنکے عمل سے
مصالح دنیاوی وابستہ ہین جیسے فوج کے آدمی جو ملک کو تلوار کے زور سے باغیون
اور ڈانڈا ڈالنے والون اور اسلام کے دشمنون سے بچاتے ہین اور اسی مین حساب دان
اور کاتب اور متصدی اور جن لوگون کی ضرورت دفتر خراج مین پڑتی ہے داخل ہین
بشرطیکہ دفتر اموال حلال کا ہو۔ غرضکہ یہ مال مصلحتون کے واسطے ہوتا ہے اور مصلحت
یا تعلق بدین ہے یا تعلق بدنیا پس علما سے دین کی حراست ہو اور لشکریون سے دین
کی حفاظت اور دین اور ملک توام ہین ایسا نہین کہ ایک کو دوسرے کی حاجت نہو
اور طبیب کے علم سے ہرچند کوئی امر دینی متعلق نہین مگر چونکہ اوسپر صحت جسم کی منحصر ہے
اور دین صحت کی بعد ہے تو اس علم والے کے لیے خواہ اور علم جو ایسا ہی ہو کہ اوسکی
حاجت مصلحت بدن مین یا مصلحت بلاد مین ہوتی ہو اوسکے لیے روزینہ بیت المال
مین سے ہونا چاہیے تاکہ جو شخص بدون اجرت اونسے علاج کرا چاہے تو کرسکین۔
اور ان لوگون مین حاجت کا ہونا شرط نہین بلکہ توانگری کے ہوتے ہوئے بھی انکو
دینا درست ہی چنانچہ خلفاے راشدین مہاجرین اور انصار کو دیا کرتے تھے حالانکہ حاجت
سبکو نتھی اور روزینہ کی بھی کوئی مقدار معین نہین بلکہ امام کی راے پر منحصر ہے اوس کو
اختیار ہے کہ چاہے اتنا دے کہ غنی کردے چاہے بقدر کفایت پر اکتفا کرے جیسی مصلحت
وقت اور مال مین گنجایش ہو کرسکتا ہے چنانچہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے امیر معاویہؓ
سے ایک دفعہ مین چار لاکھ درم لیے تھے اور حضرت عمرؓ کچھ لوگون کو بارہ ہزار درم
سالانہ دیا کرتے تھے اور حضرت عائشہ رضؓ کو اسی فہرست مین لکھ رکھا تھا اور کچھ لوگونکو
دس ہزار اور کچھ کو چھ ہزار اور اسی طرح ہر ایک کے لیے مختلف مقرر تھا۔ حاصل یہ کہ
مال بیت المال ان لوگون کا حق ہے اونپر تقسیم کیا جائے یہان تک کہ کچھ نہ رہے
اور اگر کسی شخص کو مال بہت دیا جاوے تو کچھ مضائقہ نہین اسی طرح بادشاہ کو اختیار ہے
کہ اس مال مین سے خصوصیات والون کو خلعت اور انعام کے ساتھ مخصوص کرے
کہ یہ اسپر پہلے بھی ہوتا تھا مگر اوس مین لحاظ مصلحت کا ضرور رہنا چاہیے اور جب

کوئی عالم یا شجاع انعام کے ساتھ مخصوص ہوگا تو دوسرے شخصونکو اوس سے ترغیب
ہوگی اور یہ شوق پیدا ہوگا کہ ہم بھی انھین کی طرح کام کرین تو معلوم ہوا کہ خلعت و انعام
سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اچھی بات کی ترقی ہو اور یہ سب باتین سلطان کے اجتہاد سے
وابستہ ہین - اور ظالم سلطانون کے باب مین دو باتون پر نظر چاہیے اول یہ کہ
سلطان ظالم حکومت سے برطرف کرنے کے قابل ہے تو وہ یا معزول ہے یا واجب العزل
پھر جب وہ حقیقت مین سلطان ہی نہین تو اوسکے پاس سے مال لینا کب درست ہوگا
دوسرے یہ کہ سلطان ظالم اپنا مال سب مستحقون کو تو دیتا نہین تو پھر ایک دو کو اوس سے
لینا کیسے درست ہوگا اور پھر اس مین کلام ہے کہ ایک دو کو بقدر اپنے حصہ کے لینا
درست ہے یا بالکل نہ لینا چاہیے یا جسکو جو کچھ ملے اوسکو لینا درست ہے پہلی صورت مین
ہماری راے ہے کہ وہ شخص اپنے حق لینے سے منع نکیا جاوے اسلیے کہ سلطان جس
صورت مین کہ صاحب شوکت ہوتا ہے اور اوسکا برطرف کرنا دشوار ہوتا ہے اور
دوسرے کو ایسی جگہ مقرر کرنے مین ایسا فساد برپا ہوتا ہو جسکی تاب نہو تو اوسی
سلطان کو رہنے دینا اور اوسکی فرمانبرداری کرنی واجب ہوا کرتی ہے جیسے کہ امرا
کی طاعت واجب ہے اور امیرون کی طاعت کرنی اور اونکی مساعدت سے باز رہنے
کے ترک مین بہت سے امر اور وعید وارد ہین پس ہماری راے یہی ہے کہ جس خلافت
کا متکفل کوئی شخص حضرت عباس رضہ کی اولاد مین سے ہو وہ منعقد ہے اور جن سلطانون
نے خلیفہ سے عہد کر لیا ہے اطراف بلاد مین اونکی حکومت نافذ ہے اور اس باب
مین جو مصلحت ہو اوسکو ہمنے اپنی کتاب مستظہری مین بیان کیا ہے اور مختصر یہ ہے کہ ہم سلطانون کی
صفات و شروط کا لحاظ اسلیے کرتے ہین کہ اس مین توقع زیادتی مصلحت کی ہے
اور اگر ہم حکومتون کو باطل کہدین تو دوسرے سے مصالح باطل ہوتے جاتے ہین تو نفع
کے طلب مین ہم راس المال کو کیسے کھو بیٹھین بلکہ اب تو حکومت شوکت کی تابع ہو
شوکت والے جس سے بیعت کر لین وہی خلیفہ ہے اور جسکی شوکت مستقل ہو اور
وہ خطبہ اور سکہ مین خلیفہ کا مطیع ہو تو وہی سلطان نافذ الحکم ہے اور اطراف زمین
مین قاضی والی اور نافذ الحکم ہین اور اسکی تحقیق ہم نے رسالہ اقتصاد فی الاعتقاد
مین احکام امامت کے ذکر مین لکھی ہے اب بیان لکھکر طول کلام نہین کرتے باقی رہی

دوسری بات کہ بادشاہ کی عطا چونکہ ہر مستحق کو عام نہین تو ایک شخص کو اوسکا لینا جائز ہے یا نہین تو اس مین علما کے چار قول مختلف ہین بعض نے نہایت مبالغہ کرکے یہ کہا ہے کہ جو کچھ لیگا اوس مین سب مسلمان شریک ہونگے اور ازانجاکہ یہ معلوم نہین کہ اوسکا حصہ اس قدر مین سے ایک خرمہرہ ہے یا زائد ہے یا کم اسلیے کل کو ترک کرنا چاہیے اور کچھ لوگ یہ کہتے ہین کہ اوس کو اوس روز کی غذا کی مقدار لینا درست ہے اسلیے کہ حاجت کی صورت مین مسلمانون پر اسی قدر کا استحقاق اوسکو حاصل ہے اور بعض نے یہ فرمایا ہے کہ اوسکو سال بھر کی غذا کا لینا جائز ہے کیونکہ ہر روز کی مقدار کفایت کا لینا مشکل ہے اور اس مال مین اوسکا حق ثابت ہے تو اپنا حق کیسے چھوڑ دے اور کچھ یہ کہتے ہین کہ جسقدر اوسکو ملے وہ تمامے تک ظلم رہیگا تو باقیون پر رہیگا اور یہی قیاس ہے اسلیے کہ یہ مال مسلمانون مین مشترک تو ہی نہین جیسے غنیمت لڑنے والون مین ہوتی ہے اور نہ یہ میراث ہے کہ ورثہ کی ملک ہوگئی ہے کہ اگر بالفرض وہ مرجاوین اور اونپر تقسیم نہو تو اونکے وارثون پر ارث کے بموجب بانٹنا واجب ہو بلکہ یہ مال حق غیر معین ہے اور اسکا تعین قبضہ سے ہے یا اسکو صدقات کا سا مال کہو کہ جب صدقہ مین سے فقیرون کو اونکا حصہ دیا جاتا ہے تب اونکی ملک ہوجاتا ہے اور اگر مالک مال مثلاً ظلم کرے اور صدقات مین سے مساکین اور مسافرون اور قرضداردن وغیرہ کو نہ دے صرف ایک جنس یعنے فقیرون کو دیدے تو یہ نہوگا کہ فقیر مالک کی ظلم کے سبب سے اوس صدقہ کے مالک نہون یہ اوس صورت مین ہے کہ بادشاہ اوسکو کل مال حوالہ نہین کرتا بلکہ اوس قدر دیتا ہے کہ اگر اورونکو بھی دیتا اور اونکی نسبت کر اسکو زیادہ دیتا تو اسکو لینا درست ہوتا کیونکہ عطا مین کمی بیشی درست ہے چنانچہ حضرت ابوبکر رضہ نے سبکو برابر دیا اور حضرت عمر رضہ نے آپسے عرض کیا کہ انکی فضیلت اللہ تعالی کی نزدیک ثابت ہے اور دنیا بقدر کفایت ہی ہے اور جب خود خلیفہ ہوئے تو کمی بیشی کی حضرت عائشہ رضہ کے لیے بارہ ہزار اور حضرت زینب کے لیے دس ہزار اور حضرت جویریہ کے لیے چھ ہزار اور اتنے ہی حضرت صفیہ کے لیے مقرر فرمائے اور ایک جاگیر حضرت علی مرتضی رضہ کے لیے جدا کردی اور حضرت عثمان رضہ نے بھی پانچ باغ اپنے لیے خاص کیے تھے پھر اپنے نفس پر حضرت علی کو ترجیح دی کہ آپ لیوین اور آپ نے

منظور کرلیے اور انکار نفرمایا اور اختلافیات مین یہ سب باتین مجتہد کی جانب سے درست
ہین اور یہ اون مسائل مین سے ہے جن مین ہم کہتے ہین کہ ہر مجتہد صواب ہی کرتا ہے یعنی
ایسے مسائل جن مین بعینہا کوئی نص نہین اور نہ اونکے قریب اور مثل پر نص ہے کہ
وہ بھی قیاس جلی کے اعتبار سے اوسی کے حکم مین ہو جاتا ہے جیسے یہ مسئلہ ہے اور
مسئلہ سزا ہی شراب نوشی بھی ایسا ہی ہے کہ صحابہ کرام نے اوس مین چالیس کوڑے
بھی لگائے اور اسّی بھی اور دونون سنت اور حق ہین اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور
عمر فاروق رضہ دونون صواب پر ہین اس جہت سے کہ صحابہ دونون کے فعل پر متفق تھے
جس شخص کو حضرت صدیق کے زمانہ مین زیادہ ملا تھا اور فاروق کے زمانہ مین کم ملا
اوسنے اپنی پہلی بیشی واپس نکی اور نہ اون لوگون نے جنکو زمانۂ حضرت فاروق مین
زیادہ ملا زیادتی کے قبول کرنے سے انکار کیا اور اس باب مین سب صحابہ مشترک
تھے سبھون نے یہی اعتقاد کیا کہ دونون راہین حق ہین تو جن اختلافات مین مجتہد
کی رائے صواب پر ہوا کرتی ہے اون مین اسی قسم کو دستور کر لینا چاہیے لیکن جس
مسئلہ مین نص موجود تھی یا قیاس جلی ہے اور مجتہد نے غفلت سے یا سوء تدبیر سے
اوس مین خلاف قیاس کہدیا یا نص کو چھوڑ دیا تو ایسے مسئلہ مین ہم یہ نہ کہین گے
کہ ہر مجتہد صواب پر ہے بلکہ صواب پر وہی ہے جو ٹھیک نص کو پہونچا یا معنے نص کو
اور ان سب باتون کے مجموعہ سے یہ حاصل ہوا کہ جو شخص ایسی صفت سے موصوف ہو
کہ اوس سے دین یا دنیا کی مصلحت متعلق ہو اور سلطان سے کوئی خلعت یا روزینہ
لے لیوے میراث یا جزیہ کے مال پر تو صرف لینے ہی سے فاسق نہو جاویگا بلکہ فسق
کی یہ حرکات ہین کہ سلاطین کی خدمت اور اعانت کرے اور اونکے دربار مین جاوے
اور تعریف مین مبالغہ وغیرہ امور کہ بدون اونکے مال غالباً نہین ملتا بجا لاوے

چنانچہ فصل ذیل مین ہم اسکو بیان کرینگے

چھٹی فصل اس ذکر مین کہ ظالم سلاطین سے اختلاط کونسا حلال ہے اور کونسا
حرام اور اون کے دربار مین جانے اور اونکی تعظیم کرنے کے حالات ۔ واضح ہو
کہ ظالم حاکمون اور عاملون کے ساتھ مین تین حالتین ہو سکتی ہین ایک جو سب مین
بڑی ہے یہ ہے کہ تم اونکے پاس جاؤ اور دوسری جو اس سے کم ہے وہ یہ ہے

کہ وہ لوگ تمہارے پاس اوین اور تمیسری جو برائی سے محفوظ ہی یہ ہی کہ تم اونسے الگ ہو نہ وہ تمکو دیکھین اور نہ تم اونکو اب انکو جدا سنو پہلی حالت سلاطین کے پاس جانا شریعت مین بہت مذموم ہے اور احادیث و آثار مین اسکے اوپر تشدیدات وارد ہین ہم اون کو یہان نقل کرتے ہین تاکہ تمکو معلوم ہو کہ شریعت نے کیا کچھ برا کہا ہے اور بعد کو لکھینگے کہ بمقتضاے فتواے علم ظاہری مین اونسا جانا حرام ہے اور کونسا مکروہ اور مباح احادیث اس باب مین یہ ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ظالم امرا کا ذکر فرمایا تو یہ ارشاد فرمایا فَمَنْ تَابَ فَهُمْ نَجَوْا وَاعْتَزَلَهُمْ سَلِمُوا وَكَادَ اَنْ يَسْلَمَ وَمَنْ وَقَعَ مَعَهُمْ فِي دُنْيَاهُمْ فَهُوَ مِنْهُمْ اور اس سے یہ غرض ہے کہ جو کوئی اونسے علیحدہ رہیگا وہ اونکے گناہ سے محفوظ رہیگا لیکن اگر اونپر عذاب نازل ہوگا تو اوسسے نہین بچیگا اس وجہ سے کہ اونکے ساتھ نزاع نہ کیا اور امر بالمعروف کا تارک ہوا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ میرے بعد امیر ہونگے جو جھوٹ بولین گے اور ظلم کرینگے تو جو کوئی اونکو جھوٹ پر سچا کہیگا اور اونکی اعانت ظلم پر کریگا وہ مجھ سے نہین اور نہ مین اوس سے اور وہ میرے پاس حوض پر وارد نہوگا اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَبْغَضُ الْقُرَّاءِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى الَّذِيْنَ يَزُوْرُوْنَ الْاُمَرَاءَ اور ایک حدیث مین ہے کہ امیرون سے بہتر وہ ہین جو علما کے پاس آتے ہین اور علما مین سے بدتر وہ ہین جو امرا کے پاس جاتے ہین اور حضرت انس رض سے یہ حدیث مروی ہے اَلْعُلَمَاءُ اُمَنَاءُ الرُّسُلِ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُخَالِطُوا السُّلْطَانَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ فَقَدْ خَانُوا الرُّسُلَ فَاحْذَرُوْهُمْ وَاعْتَزِلُوْهُمْ اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ حضرت حذیفہ رض فرماتے ہین کہ فتنون کی جگہ سے دور رہو لوگون نے عرض کیا کہ وہ کیا ہین فرمایا کہ امیرون کے دروازے ہین جب کوئی تم مین سے امیر کے پاس جاتا ہے تو جھوٹ بات پر اوسکو سچا کہتا ہے اور جو بات اوس مین نہین ہوتی اوسکو اوس مین بتلاتا ہے۔ اور حضرت ابو ذر رض نے سلمہ کو نصیحت کی کہ اے سلمہ سلطانون کے دروازون پر نجانا کہ تجکو اونکی دنیا مین جسقدر ملیگا اوس سے افضل وہ تیرے دین مین سے لے لین گے۔ اور سفیان ثوری فرماتے ہین کہ دوزخ مین ایک وادی ہے جس مین وہی قاری رہین گے جو

بادشاہون کے یہان جاتے ہین - اور اوزاعی فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے نزدیک اوس عالم سے بُرا کوئی نہین جو کسی عامل کے پاس جاوے اور سمنون فرماتے ہین کہ عالم کے حق مین کتنا بُرا ہے کہ جب اوسکی مجلس مین کوئی آوے اور اوسکو نپاوے اور پوچھے کہ کہان ہین تو یہ جواب ملے کہ وہ امیر کے یہان ہین اور مین یہ قول سنا کرتا تھا کہ جب تم عالم کو دیکھو کہ وہ دنیا سے محبت رکھتا ہے تو اوسکو اپنے دین پر متہم کرو اب اس قول کو مین نے خود امتحان کر لیا یعنے مین جب کبھی اس سلطان کے پاس گیا اور دربار سے نکلنے کے بعد اپنے نفس کا حساب لیا تو اوسپر میل پایا باوجودیکہ مین اون سے سختی کے ساتھہ بولتا ہون اور اونکی خواہشون کے مخالف کہتا ہون - اور حضرت عبادہ بن الصامت فرماتے ہین کہ قاری عابد اگر امیرون سے دوستی کرے تو یہ نفاق ہے اور اگر تونگرون سے محبت کرے تو ریا ہے - اور حضرت ابو ذر فرماتے ہین جو شخص کسی قوم کی بھیڑ کو زیادہ کرے تو وہ اونھین مین شمار ہوتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ظالمونکی جماعت بڑھانیسے ظالم کہلائیگا - اور حضرت ابن مسعود رض کا ارشاد ہے کہ آدمی جب بادشاہ کے پاس جاتا ہے تو اوسکا دین اوسکے ساتھہ ہوتا ہے اور وہان سے پھر کر آتا ہے تو دین رخصت ہو جاتا ہے لوگون نے پوچھا کہ اسکی کیا وجہ فرمایا کہ وہ شخص بادشاہ کو ایسی باتون سے خوش کرتا ہے جنسے خدا تعالی ناخوش ہو - اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے ایک شخص کو عامل کیا پھر سنا کہ وہ حجاج بن یوسف کا عامل رہا ہے آپنے اوسکو معزول کر دیا اوسنے عرض کیا کہ مین نے تو اوسکے عہد مین تھوڑی دن کام کیا تھا آپنے فرمایا کہ اوسکی صحبت ایک روز خواہ چند پاس ہی کی نحوست اور شرارت کے لیے کافی ہے - اور فضیل رح فرماتے ہین کہ جسقدر آدمی سلطنت والے کا مقرب ہوتا جاتا ہے اوسی قدر اللہ تعالی سے دور ہوتا جاتا ہے اور حضرت سعید بن مسیب تیل کی تجارت کیا کرتے اور فرماتے کہ اسکی وجہ سے ان سلاطینون سے کچھ حاجت نہین رہتی - اور وہیب رح فرماتے ہین کہ لوگ بادشاہون کے یہان جاتے ہین وہ امت کے حق مین چوریون سے بھی زیادہ مضر ہین اور محمد بن مسلمہ فرماتے ہین کہ جو قاری ان سلطانون کے دروازہ پر ہو اوسکی نسبت کرپاخانہ کا اوپر کی مکھی بہتر ہے - اور جب زہری رح نے سلطان سے اختلاط کیا تو اونکے ایک

برادر دینی نے اونکو خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ خدا تعالی ہمکو اور اسے ابو بکر تم کو
فتنون سے بچاوے کہ تمھارا یہ حال ہوگیا ہے کہ جو کوئی تم سے شناسائی رکھتا ہے
اوسکو شایان ہے کہ خدا تعالی سے دعا کرے کہ وہ تمپر رحم کرے تم بڑے بوڑھے ہو
اور اللہ تعالی کی نعمتون نے تمکو بھاری کر دیا ہے کہ اپنی کتاب کی سمجھ تمکو عنایت کی
اور طریق اپنے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلیم فرمایا لیکن اللہ تعالی نے
علما سے عہد لے لیا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ یہ جان رکھو کہ جس بات کے مرتکب تم ہوئے ہو
اوسکی ادنی خرابی یہ ہے کہ تم نے ظالم کی وحشت کو دور کیا اور اپنے قرب سے اوس
شخص پر گمراہی کا طریق آسان کر دیا جسنے نہ کوئی حق ادا کیا اور نہ کوئی باطل ترک کیا تم کو
اون لوگون نے اپنا مقرب بنا کر مرکز اپنے ظلم کا ٹھہرالیا کہ اونکی ظلم کی چکی تمھارے گرد
گھومے اور تم اونکے لیے پل بن گئے ہو کہ اپنی مصیبت مین تم پر کو عبور کرین سو تم راہ زن ہو
کہ تمھاری بدولت گمراہی کے مدارج طے کرین تمھاری سبب سے علما پر شک ڈالین گے
اور جاہلون کے دلون کو اپنی طرف کھینچین گے تو جتنا انھون نے تمھارا بگاڑ کیا
اوسکے مقابل تمھارا فائدہ ہیچ ہے تمکو کیا یہ خوف نہین کہ مصداق اس آیت کی ہو جاؤ
فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ الآیۃ اور یہ بھی یاد رکھو کہ تمکو
معاملہ ایسے شخص سے ہی جو تمھارے حال سے نادان نہین اور تمھارے افعال کے
وہ لوگ محافظ ہین جو غافل نہین تو اب تم اپنے دین کا علاج کرو کہ اوس مین دگ
آگیا ہے اور اپنے توشہ کی طیاری کرو کہ سفر دور و دراز موجود ہے اور اللہ تعالی سے
کوئی چیز زمین اور آسمان مین پوشیدہ نہین والسلام - ان اخبار اور آثار سے معلوم ہوتا ہے
کہ سلاطین کے اختلاط مین کس طرح کے فتنے اور فسادات ہین مگر ہم انکی تفصیل فقہ
کے طور پر کرتے ہین جس سے معلوم ہو کہ اس اختلاط مین سے حرام کونسا ہے اور
مکروہ اور مباح کونسا اسلیے ہم کہتے ہین کہ جو شخص بادشاہ کے پاس جاتا ہے وہ اپنے
خدا تعالی کی معصیت کا متعرض کرتا ہے خواہ اپنے فعل سے خواہ ساکت رہنے سے
خواہ قول سے خواہ اعتقاد سے ان چارون مین سے ایک نہ ایک ضرور ہوتی ہے
فعل کی معصیت اسطرح ہے کہ بادشاہون کے پاس جانا اغلب احوال مین چغلی ہوتے

مکانات مین ہوتا ہے اور مکانون مین رستہ چلنا اور بدون اجازت مالکون کے اونمین داخل ہونا حرام ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ یہ امر خفیف ہے لوگ اس مین درگذر کیا کرتے ہیں جیسے ایک خرما یا روٹی کا ٹکڑا اوٹھا لینے مین تعرض نہین کرتے تو اس تقریر سے تم دھوکھا مت کھانا کیونکہ درگذر کرنا غیر مغصوب چیز مین ہوتا ہے غصب کی چیز مین نہین ہوتا اسلیے کہ اگر یہ کہا جائے کہ ادنی بیٹھنے سے زمین کا نقصان نہین ہوتا پس قابل درگذر کے ہے اسی طرح زمین کو گذر جانے سے کچھ نقصان نہین تو ہر ایک گذرنیوالے کے لیے یہی کہا جائیگا پس سب کا حکم ایک ہی ہوا اور غصب سبکے فعل سے پورا ہوا ہے اور درگذر وہان کیا جاتا ہے کہ گذرنیوالا اکیلا ہو کیونکہ بعض اوقات مالک کو ایک شخص کا گذر جانا برا نہین معلوم ہوتا لیکن جبکہ اوسکی ملک سبکا راستہ کر لیا جاوے تو حرمت سبکے اوپر آجاویگی اور کسی کا گذرنا جائز نہوگا حاصل یہ کہ اس اعتماد پر کہ ہر ایک چلنے والے کے ایکبار گذرنے سے ملک مین نقصان نہین آتا کسی کی ملک کو راستہ بنا لینا درست نہین کیونکہ سب کا گذرنا تو ملک کو تباہ کرتا ہے اسکی مثال ایسی سمجھو کہ ضرب خفیف تعلیم مین مباح ہے مگر اسی شرط پر کہ تنہا ہو اب اگر بہت سے آدمی ملکر ایک شخص کے ضرب خفیف ہی لگاوین جس سے وہ مرجاوے تو سب پر قصاص ہوگا حالانکہ اگر وہی ضرب تنہا ایک کی طرف ہوتی تو موجب قصاص نتھی اب اگر یہ فرض کرو کہ ظالم مغصوبہ جگہ مین نہین بلکہ خود ایسی زمین مین ہے جو اوسکی ملک مین ہی تو اگر خیمہ وغیرہ مین ہوگا تب بھی اوسکے پاس جانا حرام ہے اسلیے کہ خیمہ اوسی کے مال حرام سے بنا ہے اور حرام کے خیمہ وغیرہ سے فائدہ لینا اور سایہ مین بیٹھنا حرام ہے اور اگر فرض کیا جاوے کہ یہ سب چیزین مال حلال سے ہین تو اس صورت مین صرف روبرو جانے اور السلام علیکم کہنے سے گناہگار نہوگا لیکن اگر سجدہ کریگا یا جھکے گا یا سلام و مجرے کے لیے کھڑا رہیگا تو ظالم کی تعظیم اوسکی حکومت کی جہت سے کریگا اور حکومت اوسکے ظلم کا سامان ہے اور ظالم کے سامنے گردن جھکانی گناہ ہے بلکہ اگر کسی ایسے غنی کے سامنے گردن جھکاوے جو ظالم نہو اور وجہ اس تعظیم کی سوائے تونگری کے اور کوئی بات نہو تو دین کے دو ثلث کم ہو جاتے ہین تو جس صورت مین کہ ظالم کے سامنے یہ نوبت ہو قیاس کرنا چاہیے کہ دین کی خرابی کس قدر ہوگی غرضکہ سوائے لفظ سلام کے اور کوئی حرکت تعظیمی

مباح نہین اور ہاتھون کو بوسہ دینا اور سلام کے لیے جھکنا معصیت نہین مگر خوف کے سبب سے یا امام عادل کے لیے یا کسی عالم کے لیے یا اور کسی کے لیے جو امر دینی کی وجہ سے بوسہ کا مستحق ہو تو مضائقہ نہین چنانچہ حضرت ابو عبیدہ جراح رض نے جب حضرت فاروق رض سے شام مین ملاقات کی تو آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور حضرت فاروق نے اونکو منع نفرمایا۔ اور بعض علمانے اس باب مین ایسا مبالغہ کیا ہے کہ سلاطین کے سلام کا جواب دینا بھی منع کیا ہے اور فرمایا کہ اونکو حقیر جانکر اونکی طرف سے منہ پھیر لینا عمدہ ثواب کی بات ہو مگر ہم یہ کہتے ہین کہ سلام کے جواب نہ دینے مین کلام ہے کیونکہ جواب سلام واجب ہو اوسکے ظلم کی جہت سے واجب کیسے دوسرے شخص کے ذمہ سے ساقط ہو جاوے گا پھر اگر جانیوالا ان باتون مین سے کوئی نہ کرے صرف سلام پر اکتفا کرے تو یہ ضرور ہوگا کہ اونکے فرش پر بیٹھے اور چونکہ اونکا سب مال حرام ہے تو اونکے فرش پر بیٹھنا بھی درست نہین یہ امور بلحاظ فعل کے ہوئے۔ اب سکوت کو سننا چاہیے کہ جانے والا انکو دربار مین حریر کے فرش اور چاندی کے برتن اور اونکا اور اونکے غلامون کا حریری لباس یا زیور وغیرہ جو حرام ہین دیکھیگا اور جو شخص کہ گناہ کی چیز دیکھکر خاموش ہو رہے وہ اوس برائی مین شریک ہوتا ہے اسکے سوا اونکی گفتگو مین فحش اور جھوٹ اور گالی اور ایذا کے کلمات اور غیبت سنیگا اور ان سب کو سنکر چپ رہنا حرام ہے خود انکو لباس پہنے اور کھانا کھاتے دیکھیگا اور جو کچھ اونکے پاس ہے وہ سب حرام ہے تو اسپر بھی سکوت کرنا جائز نہین پس اوس کو امر بالمعروف اور نہی منکر اپنی زبان سے واجب ہو اگر فعل سے نکر سکے اور اگر یہ کہو کہ وہ ڈر کے مارے کچھ نہین بولتا اسلیے یہ سکوت عذر سے ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسکو وہان جانے کی ضرورت کیا تھی غیر مباح چیز کے ارتکاب کی ضرورت صرف عذر شرعی سے ہو سکتی ہے تو اگر یہ نجانتا اور ان حالات کو نہ دیکھتا تو اوسکو شرعاً حکم بھی نہوتا کہ امر معروف بجا لاوے وہ تو اپنے آپ باعث اس ارتکاب کا ہوا ہے اسلیے اوسکا عذر بھی مسموع نہین۔ اور اسی بنا پر ہم کہتے ہین کہ جو شخص جانے کہ فلان جگہ مین فساد کی بات ہو اور مجھ سے اوسکا دور کرنا ممکن نہین تو اوسکو وہان جانا جائز نہین تاکہ جاکر اپنے سامنے وہ خرابی دیکھے اور چپ ہو رہے بلکہ یہ چاہیے کہ اوسکے

دیکھنے سے محترز رہے۔ اور قول یہ ہے کہ سلطان ظالم کے لیے دعا اور ثنا کہے یا جو کوئی صریح باطل اوسکی زبان سے نکلے تو کہدے کہ حضور بجا فرماتے ہین یا سر سے اشارہ کردے کہ درست ہے یا چہرہ پر بشاشت ظاہر کرے یا اوسکی محبت اور طرفداری کا اظہار کرے اور شوق ملازمت اور اوسکی عمر دراز ہونے اور باقی رہنے کی حرص بیان کرے کیونکہ غالب یہی ہے کہ دربار مین جاکر صرف سلام کرکے کھڑا نہ رہیگا کچھ نہ کچھ بولے گا تو وہان کی کلام انھین اقسام مین سے کوئی نہ کوئی ہوگی۔ دعا مین سے ظالم کے لیے یہ الفاظ حلال ہین خدا تعالی آپ کو نیکی دے یا اللہ تعالی آپ کو توفیق خیر عنایت فرماوے یا ایزد پاک اپنی طاعت مین آپکی زندگی زیادہ کرے یا جو اس قسم کے الفاظ ہون لیکن اوسکو مولی کہکر طول بقا اور حراست اور اتمام نعمت کی دعا مانگنی جائز نہین کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ دَعَا لِظَالِمٍ بِالْبَقَاءِ فَقَدْ اَحَبَّ اَنْ یُّعْصَی اللّٰہَ فِی اَرْضِہٖ اور اگر دعا مین مبالغہ کرکے اوسکی ثنا کریگا تو عجب نہین کہ وہ صفات ذکر کرے جو اوسمین نہون تو اوس سے جھوٹا اور منافق اور ظالم کا اکرام کرنیوالا ہوگا اور یہ تین گناہ ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالی غصہ کرتا ہے جسوقت کہ فاسق کی تعریف کیجاتی ہے اور ایک اور حدیث مین ہے مَنْ اَکْرَمَ فَاسِقًا فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی ھَدْمِ الْاِسْلَامِ۔ اور اگر ثنا سے گذر کر اوس کے قول کو سچا کہے گا یا اوس کے افعال کو اچھا بتاوے گا تو گناہگار ہوگا اسلیے کہ معصیت کو اچھا بتانا اور اوسپر ثنا کرنی گویا اوس معصیت پر مدد کرنا ہے اور اوسکی رغبت پر جنبش دینا جیسے کہ برا کہنا اور جھوٹا ٹھہرانا کسی کام کے زجر اور اوسکے لوازم کے ضعیف کرنے مین مفید ہوتا ہے اور معصیت پر اعانت کرنا بھی معصیت ہے اگر ایک لفظ کے آدھی ہی سے ہو۔ حضرت سفیان ثوری رح سے کسی نے مسئلہ پوچھا کہ ایک ظالم جنگل مین مرا جاتا ہے اوسکو پانی پلانا چاہیے یا نہین آپنے فرمایا کہ نہین اوسکو مرنے دینا چاہیے کیونکہ پانی پلانا اوسکی اعانت ہے اور دوسرے لوگون کا اس مسئلہ مین یہ قول ہے کہ اوسکو پانی اتنا پلاوے کہ اوسکے دم مین دم آجاوے۔ اور اگر ثنا سے تجاوز کرکے اظہار محبت اور شوق ملازمت کا ذکر کریگا تو اگر جھوٹا ہوگا تو جھوٹ اور نفاق کی معصیت مین مبتلا ہوگا اور اگر سچا ہوگا تو ظالم کی محبت اور دیر پائی چاہنے کی باعث گناہگار ہوگا کیونکہ

وہ مستحق اس بات کا ہے کہ اوس سے بغض فی اللہ کیا جاوے اور بغض فی اللہ واجب ہے اور معصیت سے محبت رکھنے والا اور راضی ہونیوالا گنا ہگار ہے اور جو شخص ظالم سے محبت کریگا وہ اگر ظلم کے باعث کریگا تب تو اوسکی محبت کے سبب سے گنا ہگار ہوگا اور اگر کسی اور وجہ سے محبت کریگا تب ترک واجب کے سبب سے عاصی ہوگا کہ واجب یہ تھا کہ اوس سے بغض رکھے اور اوسنے بغض نہ کیا بلکہ اولٹی محبت کی ۔ اور اگر ایک شخص مین دو باتین خیر و شر کی جمع ہون تو چاہے خیر کی وجہ سے اوس سے محبت کیجاوے اور شر کی وجہ سے اوسکو بُرا جانا جاوے اور باب پنجم مین ہم بیان کرینگے کہ بغض اور محبت جمع کسطرح ہوسکتی ہے اب اگر ان سب باتون سے محفوظ رہے کو محفوظ رہنا معلوم تو اپنے دل مین خرابی آنے سے قطعی نہ بچیگا یعنے یہ دیکھیگا کہ ظالم اتنی بڑی آسایش مین ہے اور پھر اللہ تعالی کی نعمت کم ہے اور اس صورت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت کا مرتکب ہوگا کہ آپنے فرمایا ہے یَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِيْنَ لَا تَسْكُنُوْا عَلٰى اَهْلِ الدُّنْيَا فَاِنَّهَا مُسْخِطَةٌ لِلرَّبِّ ۔ اسکے سوا اتنی خرابیان اسکے جانے مین اور ہونگی کہ دوسرے آدمی اسکا اقتدا کرینگے اور خود اون مین شریک ہوکر اونکی جماعت کو زیادہ کریگا اور اگر یہ شخص باعث اونکے تجمل کا ہوگا تو اپنے جانیسے اونکے تجمل کو بڑھاویگا اور یہ سب باتین یا مکروہ ہین یا ممنوع ۔ منقول ہے کہ حضرت سعید بن مسیب سے کہا گیا کہ ولید اور سلیمان جو عبد الملک کے بیٹے تھے ان دونون کی بیعت کرلو آپنے فرمایا کہ جب تک رات دن بدلتے ہین ہین دونون کی بیعت نہ کرونگا اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بیعتون سے منع فرمایا ہے لوگون نے کہا کہ تو ایک دروازہ سے گھسکر دوسرے سے نکل آئے آپنے فرمایا کہ بخدا کبھی نکرونگا اسلیے کہ کوئی میرا اقتدا نکرے آپکے تلوے کوڑے لگائے گئے اور ٹاٹ پہنایا گیا مگر وہان کا جانا منظور نکیا غرض کہ سلاطین کے پاس جانا بدون دو عذرون کے جائز نہین اول یہ کہ اونکی طرف سے امر الزامی حاضری کا ہو نہ پیام اکرامی اور یہ معلوم ہو کہ اگر مین نہ جاؤنگا تو مجکو ستاوینگے یا رعیت کی طاعت فاسد ہوجاویگی اور انتظام درہم برہم ہوگا تو اس صورت مین اوسپر جانا واجب ہے مگر نہ اونکی طاعت کیلیے بلکہ مصلحت خلق کے لحاظ سے کہ ولایت درہم برہم نہو ۔ دوسرے یہ کہ اسلیے اونکے پاس جاوے کہ کسی بھائی مسلمان پر سے ظلم کو دور کرے

یا نیت ہو کہ خود اپنے اوپر ظلم نہو خواہ اوسکو سمجھانے سے یا فریاد و واویلا کرنے سے تو اس طرح جانے کی اجازت ہے اس شرط سے کہ جھوٹ نہ بولے اور نہ تعریف کرے اور جس نصیحت کے قبول ہونیکی توقع ہو اوسکو بدون بیان کیے نہ رہے یہ حکم ہے بادشاہون کے پاس جانیکا۔ دوسری حالت یہ ہے کہ خود سلطان ظالم تمہاری ملاقات کو آوے تو اس صورت مین جواب سلام دینا تو ضروری ہے باقی رہا اوسکی تعظیم کرنی اور کھڑا ہونا تو یہ بھی حرام نہین اسلیے کہ اوسنے جو علم اور دین کی تعظیم کی تو اسوجہ سے قابل تعظیم ہوگیا جیسے ظلم کے باعث مستحق دوری کے تھا تو تعظیم کے بدلہ مین تعظیم اور سلام کے بدلہ مین جواب دینا چاہیے لیکن بہتر یہ ہے کہ اگر وہ خلوت مین آوے تو اوس کے لیے کھڑا نہ ہو تاکہ اس باعث سے اوسکو دین کی عزت ظاہر ہو اور ظلم اوسکی نظر مین حقیر معلوم ہو اور جانے کہ یہ دین کے لیے خفا ہوتے ہین اور جس سے خدا تعالی روگردانی کرتا ہے اوسی سے اوسکے خاص بندے اعراض کرتے ہین اور اگر مجمع مین ملاقات کو آوے تو ارباب حکومت کی حشمت کا پاس کرنا اونکی رعایا کے سامنے ضروری ہے پس اس نیت سے کھڑا ہونے مین کچھ مضائقہ نہین اور اگر جانے کہ نہ کھڑا ہونے سے رعیت مین کچھ فساد ہوگا اور اوسکے غصہ سے مجکو کچھ ایذا نہ پہونچے گی تو کھڑا ہونے کو ترک کرنا بہتر ہے۔ پھر ملاقات کے بعد واجب ہے کہ سلطان کو نصیحت کرے اور اگر وہ ایسی چیز کا مرتکب ہو جسکی حرمت نجانتا ہو اور توقع یہ ہو کہ حرمت جان جاویگا تو چھوڑ دیگا تو اوسکو اوس چیز کی حرمت بتلا دینی واجب ہے اور جن چیزون کی حرمت اوسکو خود معلوم ہے مثلاً شراب پینا اور ظلم کرنا تو اونکے ذکر کی کچھ ضرورت نہین بلکہ جن گناہون کا وہ مرتکب ہے اگر یہ گمان ہو کہ ڈرانا کچھ اثر کریگا تو اون گناہون سے ڈرا دینا چاہیے اور ایک یہ واجب ہے کہ سلطان کو راہ مصلحت بتلا دے یعنی اگر ظالم کی مطلب براری کا کوئی طریقہ موافق شرع کے خود جانتا ہو تو اوسکو وہ راہ بتا دے تاکہ اوسکا مطلب بھی ہو اور ظلم سے بھی بچا رہے غرض کہ اگر اپنی بات کو یہ جانے کہ سلطان مین تاثیر کریگی تو تین باتین اوسپر واجب ہین اول جو بات سلطان کو معلوم نہو اوسکا بتانا دوسرے جن باتونکو وہ جان بوجھکر کرتا ہے اونسے دھمکانا سوم جس چیز سے وہ غافل ہو اوسکی طرف رہنمائی کرنی۔ اور یہ تینون باتین اوس شخص کو بھی لازم ہین جسکو خود بادشاہ کے پاس

جانیکا اتفاق عذر سے خواہ بلا عذر ہو۔ محمد بن صالح کہتے ہین کہ مین حماد بن سلمہ کے پاس تھا دیکھا تو اونکے گھر مین چار چیزون کے سوا اور کچھ نتھا ایک اونکے بیٹھنے کا بوریا دوم تلاوت کا قرآن سوم کتابون کا بستہ چہارم وضو کا لوٹا ایک روز مین اونکے پاس ہی تھا کہ کسی نے دروازہ پر دستک دی معلوم ہوا کہ محمد بن سلیمان ہے آپنے اوسکو اجازت دی وہ اندر آکر سامنے بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ یہ کیا بات ہی کہ جب مین تمکو دیکھتا ہون تو رعب مجھپر چھا جاتا ہے آپنے فرمایا کہ اسکی یہ وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عالم جب اپنے علم سے اللہ تعالی کی رضا چاہتا ہے تو اوس سے ہر چیز ڈرتی ہے اور جب علم سے خزانہ کا جمع کرنا چاہتا ہے تو ہر چیز سے خود ڈرتا ہے پھر محمد بن سلیمان نے چالیس ہزار درم آپکو نذر کیے اور عرض کیا کہ انکو اپنے خرچ مین صرف فرمائیے آپنے فرمایا کہ جن لوگون پر تمنے ظلم کرکے یہ مال لیے ہین اونکو واپس کردو اوس نے عرض کیا کہ بخدا مین نے آپکی نذر وہ مال کیا ہے جو مجکو وراثت مین ملا ہے مین نے براہ ظلم کسی سے نہین لیا آپنے فرمایا کہ مجکو اس مال کی ضرورت نہین اوسنے عرض کیا کہ آپ اونکو لیکر لوگون کو تقسیم کردیجیے آپنے فرمایا کہ مین قسمت کرونگا شاید عدل کرون تو مجھے یہ ڈر ہے کہ جسکو اوس مین سے کچھ نہ ملے وہ یون کہے کہ اس شخص نے قسمت مین عدل نہین کیا اور میری حق تلفی سے اوسکو گناہ ہو پس انکو مجھسے علیحدہ ہی رکھو تیسری حالت یہ ہے کہ سلاطین سے علیحدہ رہے نہ خود اونکو دیکھے نہ وہ اوسکو دیکھین اور یہ امر واجب ہی اسلیے کہ اس باب مین سلامتی اسی صورت مین ہے پس آدمی پر واجب ہے کہ سلاطین کے ظلم کی وجہ سے دل مین اونکی عداوت رکھے اور اونکی دیرپائی نہ چاہے اور نہ اونکی تعریف کرے نہ اونکے حالات کا جویا رہے اور نہ جو لوگ اونسے متصل رہتے ہین اونکے نزدیک جاوے اور اونسے جدا رہنے کے باعث اگر کوئی چیز اپنے آپکو نہ ملے تو اوسپر افسوس نکرے اور یہ اوس صورت مین ہے کہ دل مین اوسکا دھیان گذرے اور اگر بالکل اونسے غافل ہی ہوجاوے تو اور بھی اچھا ہے اور جب دل مین یہ بات گذرے کہ اونکے پاس مال اور سامان عشرت بہت ہے تو یہ قول حاتم اصم کا یاد کرے کہ وہ فرماتے تھے کہ مجھ مین اور بادشاہون مین ایک ہی روز کا فرق ہے اسلیے کہ کل گذشتہ کی لذت تو اونکو میسر نہین اور آیندہ کل مین مجکو اور اونکو

دونونکو خوف ہی پس صرف آج کا دن باقی رہا ایک روز سے کیا ہوسکتا ہی یا حضرت ابو درداء
کے قول کو یاد کرے کہ اونھون نے فرمایا کہ مالدار کھانے اور پینے اور لباس مین ہمارے شریک ہین
وہ بھی کھاتے پیتے اور پہنتے ہین اور ہم بھی ایسا ہی کرتے ہین اور اونکے پاس فضول مال ہوتا ہے
جسکو وہ دیکھا کرتے ہین اور ہم بھی اونکے ساتھ دیکھ لیتے ہین فرق اتنا ہے کہ اونکو اوس کا
حساب دینا پڑیگا اور ہم اس باز پرس سے بری ہین اور جو شخص کہ کسی ظالم کے ظلم یا عاصی
کی معصیت پر واقف ہو چاہیے کہ اوسکا واقف ہونا اوس ظالم کا مرتبہ اوس کے دل مین
گھٹا دیگا یہ ضروری ہے کیونکہ جو شخص حرکت مکروہ کا مرتکب ہوتا ہی بالضرور دل سے اُتر جاتا ہی
اور معصیت کا مکروہ جاننا ضرور ہی کیونکہ تین حال سے خالی نہین یا تو اوسکو بھول جاوے یا
راضی ہو یا مکروہ جانے تو باوجود جاننے کے بھول تو سکتا نہین اور معصیت پر راضی ہونے کی
کوئی وجہ نہین تو ضرور ہوا کہ اوسکو بُرا ہی جانا جاوے تو یون چاہیے کہ جو شخص خدا تعالیٰ
کے حق مین قصور کرے اوسکو ایسا بُرا جانو جیسا اپنے حق مین قصور کرنیسے جانتے - اب اگر یہ کہو
کہ دل سے بُرا جاننا تو اختیاری بات نہین تو واجب کیسے ہوگا تو اسکا جواب یہ ہی کہ جو چیز محبوب
کے نزدیک بُری ہوتی ہے عاشق اپنی طبیعت سے اوسکو بُرا جانتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ
سے محبت نہین رکھتا وہ اوسکو پہچانتا نہین حالانکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور محبت واجب ہے
اور جب اللہ تعالیٰ سے محبت کریگا تو بالضرور جس چیز کو خدا تعالیٰ بُرا جانتا ہے اوسکو وہ بھی
بُرا جانیگا اور جسکو اللہ تعالیٰ چاہیگا اوسکو وہ دوست رکھیگا اور اسکی تحقیق باب محبت اور
رضا مین مذکور ہوگی - اب اگر یہ کہو کہ سلف کے علما تو سلاطین کے پاس جایا کرتے تھے تو اسکا
جواب یہ ہی کہ ہان سلف کے لوگون سے اول جاننیکا طور سیکھ لو تب جاؤ مین مضائقہ نہین چنانچہ
مروی ہے کہ ہشام بن عبد الملک بادشاہ حج کے لیے آیا جب مکہ معظمہ مین داخل ہوا تو کہا
کہ کسی شخص کو صحابہ رضہ مین سے میرے پاس لاؤ لوگون نے کہا کہ وہ تو انتقال کر گئے اوسنے کہا
کہ کسی تابعی کو لاؤ تو حضرت طاؤس یمنی کو لوگ بُلا لائے جب آپ ہشام کے سامنے گئے تو جوتا
فرش کے کنارہ پر اُتارا اور امیر المومنین کہکر سلام نہ کیا بلکہ یون کہا کہ اے ہشام السلام علیک
اور نہ اوسکی کنیت ذکر کی اور بعد سلام کے اوسکے مقابل بیٹھ گئے اور پوچھا کہ اے ہشام تم
کیسے ہو سلطان انکی حرکات سے افروختہ ہوا یہانتک کہ قصد مار ڈالنے کا کیا مگر لوگون نے
کہا کہ تو حرم خدا اور حرم رسول مین ہی یہ نہین ہوسکتا اوسنے آپ سے مخاطب ہوکر کہا کہ تمنے

یہ حرکت کیون کی آپنے فرمایا کہ مین نے کیا کیا اوسکو اور بھی غصہ زیادہ ہوا اور کہا کہ تمنے میری سامنے جوڑا اُتارا اور میری ہاتھ کو بوسہ ندیا اور مجکو امیر المومنین کہکر سلام نکیا اور میری کنیت نہ بیان کی اور میری مقابل بدون اجازت بیٹھہ گئے اور پوچھا کہ ہشام تم کیسے ہو آپنے جواب دیا کہ جوڑا اُتارنیکا حال یہ ہی کہ رب العزت کی سامنے ہر روز پانچ بار اُتارتا ہون وہ مجھپر نہ خفا ہوتا ہے نہ سزا دیتا ہی اور بوسہ دینے کی یہ وجہ ہی کہ مین نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سی سُنا ہے کہ فرماتے تھے کہ مرد کی لیے حلال نہین کہ کسی کے ہاتھ کو بوسہ دی بجز اپنی بی بی کے براہ شہوت اور اپنی اولاد کے بطور رحمت اور یہ جو کہتے ہو کہ مجکو امیر المومنین کہکر سلام نہ کیا تو اسکا سبب ہی کہ سب آدمی تمھاری حکومت سی رضی نہین اسلیے مجھے اچھا نہ معلوم ہوا کہ جھوٹ بولون اور کنیت نہ بیان کرنیکی یہ وجہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی انبیا کے تو نام لیے ہین اور فرمایا یا داؤد یا یحیی یا عیسیٰ اور اپنے دشمنون کو کنیت سی ذکر فرمایا جیسے تبت یدا ابی لھب اور یہ جو کہتے ہو کہ میری سامنے بیٹھہ گئے اسکا باعث یہ ہی کہ مین نی حضرت علی رضی سی سُنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جب تم کسی دوزخی کو دیکھنا چاہو تو ایسے شخص کو دیکھ لو کہ خود بیٹھا ہو اور لوگ اوسکے گرد کھڑے ہون ہشام یہ باتین سنکر بولا کہ آپ مجکو نصیحت فرمائیے آپنے فرمایا کہ مین نی حضرت علی مرتضی رضی سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے کہ دوزخ مین پہاڑون کی چوٹیون کی مانند سانپ ہین اور بچھو خچرون کی برابر ہین وہ اون امیرون کو کاٹینگے جو اپنی رعیت مین عدل نہین کرتے پھر آپ وہان سے اُٹھکر جلدی سے چلدیے۔ اور حضرت سفیان ثوری رضی سے منقول ہی کہ وہ منا مین ابو جعفر منصور کے پاس تشریف لیگئے اوسنے عرض کیا کہ آپ اپنی حاجت بیان فرمائیے آپنے فرمایا کہ خدا تعالیٰ سے خوف کر کہ تونے اپنی ظلم و تعدی سے زمین کو بھر دیا ہے منصور نی گردن جھکالی پھر سر اوٹھاکر کہا کہ آپ اپنی حاجت مجھسے بیان کرین فرمایا کہ تو جو اس مرتبہ کو پہونچا ہے تو صرف مہاجرین اور انصار کی تلوارون سے پہونچا ہے اب اونکی بچے بھوکون مرتی ہین خدا کا خوف کر اور اونکا حق اونکو حوالہ کر پھر سر نیچے کرلیا اور آخر کو سر اوٹھاکر کہا کہ اپنی حاجت پیش فرمائیے فرمایا کہ حضرت عمر فاروق رضی نے جب حج کیا تھا تو اپنے خزانچی سے پوچھا تھا کہ مین نے کتنا خرچ کیا اوسنے عرض کیا کہ کچھ اوپر دس درم اور تیری ساتھ اتنے مال دیکھتا ہون کہ جنکو اونٹ بھی نہین اوٹھا سکتے یہ کہکر آپ چلے آئے تو اکابر سلف اگر بزور و تکلف جاتی بھی تھے تو اسطرح

جایا کرتے تھے اور سلاطین سے نجات خدا واسطہ کا انتقام لینے کو لیے اپنی جان لڑا دیتے تھے
اور ابن ابی شیبہ عبد الملک بن مروان کے پاس تشریف لیگئے اوسنے عرض کیا کہ کچھ فرمایئے
آپنے فرمایا کہ قیامت کو وان قیامت کی سختیون اور تلخیون سے اور وہان کی تباہی دیکھینگے سو
وہی لوگ بچینگے جنھون نے اپنے نفس کو ناراض کرکے خدا تعالی کو راضی کیا ہوگا عبد الملک
رو پڑا اور کہا کہ جبتک مین زندہ رہونگا اس جملہ کو اپنی آنکھ کے سامنے رکھونگا۔ اور جب حضرت
عثمان غنی رضہ خلیفہ ہوئے تو تمام اصحاب آپکی خدمت مین آئے مگر حضرت ابوذر غفاری جو آپکے
دوست تھے اونھون نے تاخیر کی حضرت عثمان رضہ نے اونکو تاخیر پر عتاب فرمایا اونھون نے کہا
کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ آدمی جب کسی حکومت کا والی
کیا جاتا ہے تو اللہ تعالی اوس سے دور ہو جاتا ہے اور حضرت مالک بن دینار رح بصرہ کے حاکم
کے پاس تشریف لیگئے اور فرمایا کہ مین نے کسی کتاب مین دیکھا ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ سلطان
سے زیادہ بیوقوف کوئی نہین اور جو شخص میری نافرمانی کرے اوس سے بڑھکر نادان کوئی نہین
اور جو شخص مجھپر بھروسہ کرے اوس سے زیادہ دھوکھا کھانیوالا کوئی نہین اے خراب چرانیوالے
مین نے تجکو موٹی تندرست بھیڑ بکریان دین تو نے اونکا گوشت کھایا اور اون پہنی اور اونکو
ہانتا ہوا ڈھانچ کر دیا حاکم بصرہ نے کہا کہ آپکو معلوم ہے کہ آپ ہم پر دلیر اور ہم سے سیر کیون ہین
آپنے فرمایا کہ نہین اوس نے کہا اس کی یہ وجہ ہے کہ آپ ہم سے طمع کم رکھتے ہین اور مال کو
رکھہ نہین چھوڑتے۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح سلیمان بن عبد الملک کے ساتھ کھڑے تھے
اتنے مین سلیمان رعد کی آواز سنکر ڈر گیا اور اپنی چھاتی چار جامہ کے اگلے حصہ پر رکھدی
حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ یہ آواز اللہ تعالی کی رحمت کی تھی جب اوس کے عذاب
کی آواز سنوگے تب کیا صورت ہوگی پھر سلیمان نے لوگون کی طرف دیکھکر کہا کہ کتنے
زیادہ آدمی ہین آپنے فرمایا کہ اے امیر المومنین یہ سب آپکے مدعی ہین اوسنے کہا کہ خدا تعالے
تمکو انسے حوالہ ڈالے۔ اور کہتے ہین کہ سلیمان بن عبد الملک بقصد مکہ معظمہ مدینہ منورہ
مین آیا اور حضرت ابو حازم کو بلوایا اور کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ ہم موت کو برا جانتے ہین
آپنے فرمایا کہ اسکی یہ وجہ ہے کہ تمنے اپنی آخرت خراب کی اور دنیا کو آباد کیا اسلیے آبادی سے
ویرانہ مین جانیکو برا جانتے ہو اوسنے پوچھا کہ اللہ تعالی کے سامنے جانا کیسی ہوگا آپنے
فرمایا کہ نیک بندے تو ایسے جائینگے جیسے باہر رہتا ہوا آدمی اپنے گھر آوے اور گناہگار

ایسے آوینگے جیسے بھاگا ہوا غلام آقا کے سامنے لایا جاوے سلیمان رویا اور کہنے لگا کہ کاش ہمکو معلوم ہو کہ خدائے تعالے کے یہان ہم کیسے ہونگے ابو حازم نے فرمایا کہ اپنے حال کو قرآن مجید سے مطابق کرو اللہ تعالے فرماتا ہی اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ سلیمان نے کہا کہ پھر خدائے تعالے کی رحمت کہان ہی آپ نے فرمایا کہ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ سلیمان نے پوچھا کہ اللہ کے بندون مین سے زیادہ بزرگ کون ہی فرمایا کہ مروت اور تقوی والے پوچھا کہ اعمال مین سے افضل کون سا ہی فرمایا کہ فرائض کا ادا کرنا حرام چیزون سے اجتناب کے ساتھ پوچھا کہ کلام مین سے زیادہ کون سی سننے کے قابل ہی فرمایا کہ سچ کہنا ایسے شخص کے سامنے جس سے بیم و رجا ہو پوچھا کہ ایمان والون مین سے کون سا زیادہ دانا ہی فرمایا کہ وہ شخص جو اللہ تعالے کی طاعت پر عمل کرے اور لوگون کو اُسی کی طرف طالب ہو پوچھا کہ اہل ایمان سے زیادہ خسارہ مین کون ہی فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی ظالم کی خواہش مین چلے اور اپنی آخرت دوسرے کی دنیا کے عوض فروخت کرے پھر سلیمان نے پوچھا کہ ہم جس حال مین اب ہین اُسمین تم کیا کہتے ہو آپ نے فرمایا کہ کیا تم مجکو سنا دوگے اُسنے کہا کہ نہین بلکہ نصیحت فرمائیے فرمایا کہ اے امیر المومنین تمھارے باپ دادون نے لوگون پر تلوار کا دباؤ ڈال کر یہ ملک زبردستی لیا ہی نہ تو مسلمانون سے مشورہ کیا اور نہ اُنکی خوشی سے لیا یہان تک کہ بڑا کشت و خون کر کے چلدیے تو کاش اب تم جان لو کہ اُنھون نے کیا کیا اور لوگون نے اُنکو کیا کہا ایک شخص نے سلیمان کے جلیسون مین سے کہا کہ اے ابو حازم تمنے یہ بُرا کلام کیا آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے علما سے عہد لیا ہی کہ لوگون مین امر حق کو بیان کرین اور پوشیدہ نہ رکھین سلیمان نے عرض کیا کہ ہم کیسے اس خرابی کو دور کرین آپ نے فرمایا کہ وجہ حلال سے تحصیل کرو اور اُسکے موقع مین صرف کرو اُسنے کہا کہ یہ بات کس سے ہوسکتی ہی آپ نے فرمایا کہ جو شخص جنت کا طالب اور دوزخ سے خائف ہو اُس سے ہوسکتی ہی اُسنے عرض کیا کہ آپ میرے حق مین دعا فرمائیے آپ نے فرمایا کہ الٰہی اگر سلیمان تیرا دوست ہی تو اُسکے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائی آسان کردے اور اگر دشمن ہی تو اُسکو زبردستی اپنے محبوب اور پسند چیز کی طرف پہونچادے پھر سلیمان نے عرض کیا کہ مجکو وصیت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ مین مختصر سی وصیت کرتا ہون کہ اپنے رب کی عظمت اور پاکی اس درجہ پر تصور کرکہ جس کام سے اُسنے تجکو منع کیا ہی اُسکا مرتکب نہ دیکھے اور جس کام کا امر کیا ہی

ف ۱ بجائے بیت المقدس کے دمشق اور بیت المقدس کے درمیان ہی بین ۱۲ ف ۲ بجائے اہوازکی کے نیشاپور کی نیشکر بنگی والون سے ۱۲

اوسمین قاصر رہا وہ - اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے ابو حازم سے فرمایا کہ مجکو نصیحت فرمائیے آپنے فرمایا کہ لیٹ کر یہ تصور کرو کہ موت سر پر موجود ہے اور یہ وقت واپسین ہے پھر یہ دھیان کرو کہ ایسے وقت مین تم کونسی صفت کو اپنے آپ مین ہونا پسند کرتے ہو اور کونسی کا ہونا نہین پسند کرتے جس صفت کا ہونا پسند کرو اوسکو اوسی وقت اختیار کرو اور جس کا ہونا پسند نہین کرتے اوسکو اوسی وقت ترک کردو کیونکہ شاید وقت آخر قریب ہی آلگا ہو - اور ایک اعرابی سلیمان بن عبد الملک کے پاس آیا اوس سے سلیمان نے کہا کہ کچھ فرمایئے اوسنے کہا کہ اے امیر المومنین مین آپسے کچھ کہتا ہون اوسکو برداشت کرنا اور اگر برا مانوگے تو پچتاؤگے کہ ہمنے برداشت کیون نکیا سلیمان نے کہا کہ ہمارا حلم تو اتنا وسیع ہے کہ جس شخص سے نصیحت کی توقع نہین ہوتی اور احتمال دغا کا ہوتا ہے اوسکے ساتھ بھی حلم کرتے ہین تو جو شخص ہماری نصیحت کو کہیگا اور ہمسے کچھ فریب کریگا اوسکے ساتھ حلم کیسے نہ برتین گے اعرابی نے کہا اے امیر المومنین آپ کے گرد و پیش ایسے لوگ ہین کہ انھون نے اپنی جانون کے لیے برائی اختیار کی اور دین کو بیچ کر دنیا مول لی اور تمھاری رضامندی خدا تعالی کی خفگی کے عوض اختیار کی اللہ تعالی نے باب مین تو تمہارا خوف کیا اور تمہارے باب مین اللہ تعالی کا خوف نکیا آخرت کے ساتھ لڑائی اور دنیا کے ساتھ صلح پسند کی تو جس چیز پر اللہ تعالی نے تمکو امین کیا ہے تم اوسپر ان لوگونکو امین مت کرو کہ انھون نے امانت کے ضائع کرنے اور رعیت کے ذلیل و خوار کرنے مین کوئی دقیقہ نہین چھوڑا اور تم سے اونکے اعمال کی بازپرس ہوگی اور اوسوقت تمہارے اعمال کا سوال نہوگا تو تم اپنی آخرت بگاڑکر اونکی دنیا کو درست مت کرو کیونکہ لوگون مین زیادہ تر خسارہ اوسکو ہے جو دوسرے کی دنیا کے بدلہ مین اپنی آخرت کھوتا ہے سلیمان نے کہا کہ اے اعرابی تو نے اپنی تیغ زبان سے خوب پھول کترے اتنا کاٹ تو تیری تلوار مین بھی نہوتا اعرابی نے کہا کہ بجا ہے مگر یہ باتین آپکی فائدہ کی ہین نہ ضرر کی اور حکایت ہے کہ ابو بکرہ معاویہ رض کے پاس گئے اور فرمایا کہ اے معاویہ خدا تعالی سے خوف کرو اور جان لو کہ جو دن گذرتا جاتا ہے اور رات تمھارے پاس آتی ہے وہ تمہین دنیا سے دور اور آخرت سے نزدیک ہوتے جاتے ہو اور تمھارے پیچھے طالب ایسا ہے کہ اوس سے تم بچ نہین سکتے اور ایک حد تمہارے لیے مقرر ہے جس سے آگے نہین نکل سکتے اب تم بہت جلد اوس حد تک پہونچا چاہتے ہو اور عنقریب وہ طالب تمکو آپکڑیگا اور ہم اور ہمارے حالات سب فانی ہین اور جسکی طرف ہم جائینگے وہی باقی ہے اگر ہمارے

اعمال

اچھے ہونگے تو جزا اچھی ہوگی اور اگر بُرے ہونگے تو جزا بری ہوگی - غرضکہ علماء آخرت کا جانا
سلاطین کے پاس اسطرح پر تھا مگر علماء دنیا اسلیے جاتے ہین کہ اونکے دلون مین تقرب حاصل کرین
اونکو طرح طرح کی اجازتین دیتے ہین اور باریک حیلے اور گنجایش کے راستے جو اونکے مطلب کے
موافق پڑین سوجھاتے ہین اور اگر جس قسم کی باتین ہمنے لکھی ہین وعظ کے ضمن مین کہتے بھی ہین
تو اونسے غرض اصلاح نہین ہوتی بلکہ جاہ اور قبول سلاطین کی نظرون مین حاصل کرنا مقصود
ہوتا ہے اور اس امر مین دو دھوکے ہین جن مین احمق مبتلا ہوجاتے ہین اول یہ کہ
ظاہر یہ کرین کہ ہمارا مقصود سلاطین کے پاس جانے سے یہ ہے کہ وعظ سے اونکی اصلاح کرین اور
غالبًا جی مین یہ بات نہین ہوتی مگر خود اونکو بھی باعث اصلی اس کا معلوم نہین ہوتا وہ
باعث خفیہ خواہش شہرت کی ہوتی ہے اور یہ کہ سلاطین اونکو پہچان جاوین اور غرض اصلاح
کے صحیح ہونیکی یہ علامت ہے کہ اگر دوسرا شخص عالم اوس وعظ کا متکفل ہو اور اوسکا وعظ مقبول
ہوکر اصلاح کا اثر ظاہر ہونے لگے تو چاہیے کہ اوس سے خوش ہو اور اللہ تعالی کا شکر کرے
کہ جس مہم مین درپیش تھا اوسکو اللہ تعالی نے دوسرے کے ہاتھ سے سرانجام کرادیا اور میری
تکلیف کو بچا دیا جیسے کسی شخص پر واجب ہو کہ ایک مریض از کار رفتہ کا علاج کرے اس صورت مین
اگر دوسرا کوئی طبیب اس خدمت کو اپنے ذمہ لیوے تو پہلے طبیب کو نہایت خوشی ہوگی پس
اگر اپنے دل مین اپنے وعظ کو دوسرے کے وعظ پر ترجیح جانتا ہوگا تو معلوم ہوگا کہ اوس کو
دھوکا ہوا غرض اصلی اصلاح سلاطین نہین کچھ اور ہی مطلب ہے - دوم یہ کہ یون بیان
کرے کہ مین اسلیے جاتا ہون کہ کسی مسلمان پر سے ظلم دفع کرادون تو یہ بھی دھوکے کا مقام ہے
اور اسکی کسوٹی بھی وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی - اور جبکہ سلاطین کے پاس جانیکا طریق
ظاہر ہوگیا تو اب ہم چند مسائل لکھتے ہین جنسے مخالطت سلاطین اور اونکے مال کے
لینے مین جو حالات عارض ہوتے ہین اونکی کیفیت معلوم ہوگی **مسئلہ** جب سلطان
تمکو کوئی مال فقیرون کو دینے کیلیے بھیجے تو دو حال سے خالی نہین یا تو اوس مال کا کوئی
مالک معین ہوگا اس صورت مین تو اوسکا لینا تمکو حلال نہین یا کوئی مالک معین نہوگا
بلکہ اوس مال کا حکم یہ ہو کہ اوسکو صدقہ کردینا مساکین پر بموجب بیان گذشتہ واجب ہو
تو تمکو جائز ہے کہ اوسکو لیکر بانٹنے کے کفیل ہوجاؤ اور خود لیکر گناہگار مت ہو لیکن بعض علما
لینے ہی سے انکار کرتے ہین تو اب بہتر صورت کو دیکھنا چاہیے اسلیے ہم کہتے ہین کہ اگر تم

تین خطروں سے مامون ہوتو لینا تمھارے حق مین بہتر ہو۔ اول خطرہ یہ ہو کہ بادشاہ تمھارے لینے سے یہ سمجھے کہ ہمارا مال طیب ہو اگر طیب نہوتا تو تم اُسکے لیے ہاتھ نہ بڑھاتے اور اپنی تحویل مین نہ کرتے پس اگر ایسی ہی صورت ہو تو مال مت لو کہ خطرناک ہو کیونکہ جتنی بہتری تمھارے اُس مال کے تقسیم کرنے سے ہوگی وہ اُس بُرائی سے کم ہوگی جو سلطان کو مال حرام پر جرأت ہونے سے ہوگی۔ دوم یہ کہ دوسرے عالم خواہ جاہل تمکو دیکھ کر تمھارا اقتدا کرین اور لینے کو جائز سمجھین اور مساکین کو نہ دیوین تو یہ خرابی پہلی خرابی سے بھی زیادہ ہو چنانچہ کچھ لوگ لینے کے جائز ہونے پر حضرت امام شافعی کے لینے کی سند لاتے ہین اور اُنکے تقسیم کر دینے کو نہین دیکھتے کہ فقیرون کو دینے کی نیت سے لیا کرتے تھے تو جو شخص مقتدا ہو اُسکو اس امر سے نہایت بچنا چاہیے کیونکہ اُسکا فعل بہت مخلوق کی گمراہی کا سبب ہو جاتا ہو وہب بن منبہ کہتے ہین کہ کسی بادشاہ کے سامنے ایک شخص پکڑا آیا اور لوگون کے سامنے سلطان نے اُسکو زبردستی سور کا گوشت کھلانا چاہا اُسنے نہ کھایا پھر اُسکے سامنے بکری کا گوشت کیا گیا اور بلوا سے دھمکایا گیا اُسنے وہ بھی نہ کھایا لوگون نے اُس سے وجہ پوچھی اُسنے کہا کہ آدمیون کو یہ یقین ہو چکا کہ مجکو سور کا گوشت کھلانا تجویز ہوا ہو اب اگر مین زندہ باہر نکلتا اور کچھ کھا جاتا تو لوگ نہ جانتے کہ مین نے کیا کھایا اور گمراہ ہو جاتے اور وہب بن منبہ اور طاؤس رح حجاج کے بھائی محمد بن یوسف کے پاس گئے وہ لڑکا ہی سا تھا اور جاڑے کے دن مین کھلی مجلس مین بیٹھا تھا یہ دونون بھی کرسی پر بیٹھ گئے محمد بن یوسف نے اپنے غلام سے کہا کہ ایک چادر لاکر طاؤس رح کو اُڑھا دے اُسنے حکم کی تعمیل کی آپنے اپنے شانے ہلانے شروع کیے یہان تک کہ چادر گر پڑی محمد بن یوسف غصہ ہوا اور کہا کہ یہ مانا کہ آپکو اسکے استعمال کی ضرورت نہین لیکن اگر آپ اسکو لے کر صدقہ کر دیتے تو کیا ہوتا آپ نے فرمایا کہ درست ہو مگر مجکو یہ ڈر تھا کہ بعد کو لوگ کہینگے کہ طاؤس نے لیا تھا اور جو مین کرتا وہ نہ کرینگے تو مین ایسا ہی کرتا۔ سوم یہ کہ اسوجہ سے کہ بادشاہ نے تمکو خاص کیا اور مال تمھارے ہی پاس بھیجا دوسرے کے پاس ارسال نہ کیا تمھارے دل مین اُسکی محبت جنبش کر جائے اگر یہ معاملہ ہو تو ہرگز مال قبول مت کرو کہ زہر قاتل ہو اور ظالمون کی محبت دردلا علاج ہو اسلیے کہ جسکو آدمی دوست رکھتا ہو اُسکے باب مین مداہنت کیا کرتا ہو اور محسن سے محبت بلاشبہہ ہوتی ہو چنانچہ حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ نفوس کی سرشت مین رکھا گیا ہو کہ جو اُنکے ساتھ سلوک کرے اُس سے محبت کرین اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ لِفَاجِرٍ عِنْدِیْ یَدًا فَیُحِبَّ قَلْبِیْ اس ارشاد مین آپ نے بیان فرمایا کہ قلب غالبًا محبت سے خالی نہین رہتا۔ اور کہتے ہین کہ کسی حاکم نے حضرت مالک بن دینار رح کے پاس دس ہزار درم بھیجے آپنے اون سبکو تقسیم کردیا اونکے پاس محمد بن واسع آئے اور پوچھا کچھ تمکو اس امیر نے بھیجا تھا اوسکو کیا کیا آپنے فرمایا کہ میرے ساتھیون سے دریافت کرلو سب نے کہا کہ بالکل تقسیم کردیا محمد بن واسع نے کہا کہ مین تمکو خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہون کہ تمھارے دل مین اوس امیر کی محبت اب زیادہ ہے یا مال بھیجنے سے پہلے زیادہ تھی آپنے فرمایا کہ اب زیادہ ہے اونھون نے کہا کہ مجکو اسی کا خوف تھا اور واقع مین درست کہا کیونکہ جب اوس سے محبت رکھیگا تو اوسکی بقا چاہیگا اور معزول ہونیکو برا جانیگا اور اوسکے مرنے اور ادبار کو اچھا نہ سمجھیگا اور یہ پسند کریگا کہ اوسکی حکومت پہلے اور مال زیادہ ہو اور یہ سب باتین اسباب ظلم کی اور محبت کی ہین اور وہ مذموم ہے حضرت سلمان فارسی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہین کہ جو شخص کسی کام سے راضی ہو اگرچہ وہ غیر حاضر ہو مگر ایسا ہوگا کہ گویا اوسکے کرنے مین شریک تھا اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اسکے معنی بعض مفسرین نے یہی فرمائے ہین کہ ظالمون کے اعمال پر راضی مت ہو پس اگر تمکو اسقدر قوت ہو کہ مال لینے سے سلاطین کی محبت زیادہ نہو تو لینے مین کچھ مضائقہ نہین۔ چنانچہ کسی بصرہ کے عابد کا حال کہتے ہین کہ وہ مال لیکر تقسیم کردیا کرتا تھا لوگون نے اوس سے کہا کہ تمکو یہ ڈر نہین کہ سلاطین کی محبت کرنے لگو فرمایا کہ اگر کوئی شخص میرا ہاتھ پکڑ کر مجکو جنت مین داخل کردے اور پھر خدا تعالی کی نافرمانی کرے تو باوجود اتنے سلوک کے پھر بھی میرا دل اوس سے محبت نہ کریگا کیونکہ جس شخص نے اوسکو میرے ہاتھ پکڑنیکے لیے مسخر کیا ہے اوسی کی خاطر سے مین اوس سے بغض رکھتا ہون تقریر گذشتہ سے معلوم ہوا کہ اس زمانہ مین سلاطین سے مال لینا گو وہ وجہ حلال ہی سے ہو ممنوع اور مذموم ہے اسلیے کہ ان خرابیون مذکورہ بالا سے خالی نہین ہوتا مسئلہ اگر کوئی یہ کہے کہ مال کا لینا اور مساکین کو دینا تو درست ہی ہے مگر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نہین کہ سلطان کا مال چرا کر یا اوسکی ودیعت کو چھپا کر خواہ منکر ہوکر لوگون کو بانٹ دیا جاوے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ امر جائز نہین اسلیے کہ کیا معلوم ہے شاید اس مال کا کوئی مالک معین ہو اور سلطان کی نیت مین ہو کہ اوسکو واپس کردونگا اور یہ مال ویسا نہین ہوسکتا جیسا وہ خود تمھارے پاس بھیجدے کیونکہ عاقل سلطان پر یہ

گمان نہین کرتا کہ جس مال کا مالک اُسکو معلوم ہو اُسکو خیرات کردے تو اُسکا دینا اس بات کی دلیل ہی کہ اُسکو مالک کا حال معلوم نہین پس اگر بادشاہ ایسا ہو کہ اس قسم کے حالات اسپر مشتبہ رہتے ہین تو اُس مال کا قبول کرنا نہ چاہیے جب تک کہ خوب دریافت نکرلے پھر چوری کیسے ہوسکتی ہی اسلیے کہ یہ بھی تو ہوسکتا ہی کہ مال مسروق سلطان کی ملک ہو اُسنے اُو سے خریدا ہو کہ بظاہر اُسکا قبضہ ملک کی دلیل موجود ہی بلکہ اگر کوئی گری ہوئی چیز پاوے اور ظاہر ہو کہ اُسکا مالک کوئی لشکری ہی اور یہ احتمال ہو کہ اُسنے وہ چیز اُدھار لی ہوگی یا اور کسی طور سے اُسکی ملک مین آئی ہوگی تو اُس چیز کا اُسکو واپس کرنا واجب ہی تو معلوم ہوا کہ سلاطین کا مال چورانا واجب نہین نہ خود اُنکے پاس سے اور نہ اُسکے پاس سے کہ اُنھون نے ودیعت رکھا ہو اور اُنکی ودیعت کا انکار کرنا بھی جائز نہین اور جو کوئی اُنکا مال چوراوے اُسپر چوری کی سزا مونی واجب ہی لیکن اگر چور دعوی کرے کہ یہ مال اُنکی ملک نہین تو دعوی سے حد ساقط ہوجاویگی **مسئلہ** سلاطین کے ساتھ معاملہ کرنا حرام ہی اسلیے کہ اُنکے اکثر اموال حرام ہین تو جو کچھ عوض مین آویگا وہ حرام ہی ہوگا ہان اگر وہ چیز کا مول ایسی جگہ سے دیوین جسکی ملکیت قطعاً معلوم ہو تو اب اُس چیز مین کلام ہی جو اُنکے ہاتھ فروخت کیجاتی ہی اگر یہ معلوم ہو کہ بیع کو لیکر وہ خدائے تعالی کی معصیت کرینگے مثلاً ریشمی کپڑا بیچا ہی اور بائع کو معلوم ہی کہ سلطان اسکو پہنیگا تو یہ بیع حرام ہی جیسے انگور کا بیچنا شراب بنانے والے کے ہاتھ اور خلاف اس صورت مین ہی کہ بیع درست ہو اور اگر یہ احتمال ہو کہ بادشاہ خود پہنیگا اور یہ بھی ہو کہ مستورات کو پہناویگا تو یہ معاملہ شبہ مکروہ ہوگا یہ اُن اشیا کا حال ہی جنسے خود سے معصیت ہوتی ہی اور یہی حال ہی اُنسے گھوڑا بیچنے کا خصوص جب کہ مسلمانون سے لڑنے کو یا اُنسے خراج لینے کو سوار ہوتے ہون کیونکہ اس سے بھی اُنکی اعانت ہوتی ہی اور اعانت بھی ممنوع ہی باقی رہین وہ چیزین جنسے خود معصیت بلکہ وہ ذریعۂ معصیت ہین جیسے دراہم و دنانیر کا بیچنا یا جو ایسی ہی چیز ہو تو یہ بیع مکروہ ہی اسوجہ سے کہ ظلم پر اعانت ہی کیونکہ وہ ظلم کرنے مین مال اور گھوڑون اور اسباب ہی سے اعانت کرلیتے ہین اور یہ کراہت اُنکو کسی چیز کے تحفہ بھیجنے اور اُنکا کام بلا اجرت کردینے مین بھی جاری ہی یہان تک کہ اُنکی تعلیم مین اور اُنکی اولاد کو رسم خط و کتابت اور حساب سکھلانے مین ہان البتہ قرآن کا سکھلانا مکروہ نہین اسمین اگر کراہت ہی تو بلحاظ اجرت کے لینے کے ہی کہ وہ مال حرام سے ملتی ہی اُسکی حلت

اگر قطعی معلوم ہو تو مضائقہ نہین اور اگر سلاطین کسی کو اپنا وکیل کردین کہ بازارون مین سے اُنکے واسطے خرید و فروخت بدون اُجرت کیا کرے تو بوجہ اعانت یہ وکالت مکروہ ہو اور اگر ایسی چیز خریدیگا جس سے جانتا ہو کہ وہ معصیت کا قصد کرینگے جیسے غلام اور ریشمی کپڑا مثلاً ہم بستری اور لباس کے لیے اور ظلم اور قتل کے وقت گھوڑا سواری کے لیے تو یہ حرام ہوگا غرضکہ بیع سے قصد معصیت اگر ظاہر ہوگا تو حرمت حاصل ہوگی اور اگر ظاہر نہوگا اور بمقتضاے دلالت حال پایا جاتا ہو تو کراہت ہوگی مسئلہ جو بازار کہ سلاطین نے مال حرام سے بنالے ہین اُنمین تجارت حرام ہو اور اُنمین سکونت کرنا جائز نہین اگر کوئی سوداگر اُنمین رہکر شرعی طریق سے کچھ پیدا کریگا تو اُسکا مال حرام نہوگا مگر اپنی سکونت کے باعث سے گناہگار ہوگا اور لوگون کو اُن تاجرون سے خریدنا درست ہو لیکن اگر دوسرا بازار میسر ہو تو بہتر یہ ہو کہ اُسمین سے خریدین کیونکہ اُن تاجرون سے خریدنے مین اُنکو سکونت پر اعانت اور دوکانون کے کرایہ کا زیادہ کرنا ہو اسی طرح جس منڈی پر سلاطین نے خراج مقرر نہین کیا اُسمین معاملات کرنے اچھے ہین بہ نسبت اُن منڈیون کے جنپر خراج ہو اور بعض لوگون نے اتنا مبالغہ کیا ہو کہ جن اراضی پر سلاطین نے خراج مقرر کیا ہو اُنکے زمیندارون اور کسانون سے بھی معاملہ جائز نہین کہتے اسواسطے کہ بعض اوقات جو مال اُنکو ملتا ہو اُسکو خراج مین ادا کر دیتے ہین تو اعانت ظلم کی ہو جاتی ہو مگر یہ دین مین غلو کرنا اور مسلمانون پر تنگی ڈالنا ہو اسلیے کہ خراج سب زمینون پر ہو گیا ہو اور بدون زمین کی پیداوار کے لوگ رہ نہین سکتے اور اُسکے منع کرنے کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی اگر وجہ اعانت ہی ہو تو چاہیے کہ مالک کو زمین کی کاشتکاری کرانی بھی حرام ہو تاکہ خراج ہی نہ مانگا جاوے اور اسی طرح طول ہوتے ہوتے باب معاش بالکل منقطع اور مسدود ہو جاویگا۔ مسئلہ سلاطین کے قاضیون اور عاملون اور خادمون سے بھی معاملہ کرنا حرام ہو جیسا خود اُنسے حرام ہو بلکہ قاضیون وغیرہ سے حرمت زیادہ ہو قاضیون سے تو اس وجہ سے کہ وہ اُنکا صریح مال حرام لیتے ہین اور اُنکی جماعت کو زیادہ کرتے ہین اور لوگون کو اپنے لباس سے دھوکا دیتے ہین کیونکہ وہ عالمون کا لباس پہنکر سلاطین سے اختلاط کرتے ہین اور اُنکے مال لیتے ہین اور طبیعتون کی سرشت مین ہو کہ جاہ و حشمت والون کی مشابہت اور اقتدا کرتے ہین تو باعث مخلوق کے اُنکی طرف کھینچنے کا قاضی ہی ہوتے ہین اور خادمون اور حشم سے اسلیے معاملہ حرام ہو کہ اُنکا اکثر مال صریح غصب کا ہوتا ہو اُنکے ہاتھ مال مصلحت

اور میراث اور جزیہ اور وجہ حلال کا نہین لگتا تا کہ یہ کہا جاوے کہ اونکا مال ہین مال حلال سے
ملجا نیسے شبہہ حرمت ضعیف ہوگیا۔ طاؤس رح فرماتے ہین کہ مین سلاطین کے قاضیون کے پاس
گواہی نہین دیتا ہون گو مجکو یقیناً معلوم ہو اسلیے کہ مین ڈرتا ہون کہ کہین وہ لوگ اون پر
تعدی نکرین جنپر مین گواہی دون۔ حاصل یہ کہ رعیت کی خرابی بادشاہون کی خرابی سے ہوئی
اور بادشاہون کی خرابی علما کی خرابی سے ہوئی اگر قاضی اور علما خراب نہوتے تو بادشاہ کم بگڑتے
اس خوف سے کہ مبادا یہ لوگ کہین ہمکو برا نجانین اور ہمارا حکم نہ مانین اور اسی لحاظ سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لاتزال ھذہ الامۃ تحت یداللہ وکنفہ مالم یقرأوھا وعلموھا اقراءھا اس ارشاد مین قرا کو اسلیے ذکر فرمایا کہ وہی اوس زمانہ مین عالم تھے اور انکا
علم صرف قرآن مجید تھا اور اوسکے معانی جو حدیث سے سمجھے جاتے ہین اور انکے سوا اور علوم انکے
بعد پیدا ہوئے۔ اور حضرت سفیان ثوری رح نے فرمایا ہے کہ نہ سلطان سے میل کرو اور نہ اوس سے
جو سلطان سے ملے اور فرمایا کہ قلم بردار اور دوات والے اور کاغذ اور صحیفہ والے سب ایک دوسرے
کے شریک ہین اور یہ آپنے درست فرمایا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے باب مین
دس شخصون کو لعنت کی کہ اونمین نچوڑنے والا اور نچوڑوانیوالا بھی ہین اور حضرت ابن مسعود رض
فرماتے ہین کہ سود کا کھانیوالا اور کھلانیوالا اور دونون گواہ اور کاتب سو سب ملعون ہین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اور اسی طرح حضرت جابر اور حضرت فاروق رض نے اسکو مرفوعاً
روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابن سیرین رح فرماتے ہین کہ سلطان کا خط کہین مت لیجاؤ جبتک
کہ یہ جان لو کہ اوس مین کوئی مضمون ظلم نہین۔ اور حضرت سفیان رح نے خلیفہ وقت کو اپنے
سامنے سے دوات اوٹھا کر دینے سے انکار کر دیا تھا اور فرمایا تھا کہ جبتک یہ جان لو کہ تم کیا
لکھوگے تب تک نہ دونگا۔ غرضکہ سلاطین کے گرد وپیش جتنے خادم اور تابعین ہوتے ہین
سب ظالم ہین اونسے بغض فی اللہ رکھنا واجب ہے۔ عثمان بن زائدہ کے حال مین لکھتے ہین کہ اونسے
کسی سپاہی نے راستہ پوچھا وہ خاموش ہورہے اور اونچا سننا ظاہر کیا اس خوف سے کہ مبادا
یہ ظلم کو جاتا ہو تو راستہ بتلانیسے ظلم پر اعانت ہوگی۔ اور یہ مبالغہ جو سلاطین کے باب مین ہے
سلف سے فاسق تاجرون اور جولاہون اور پچھنے لگانیوالون اور حماموں اور سادہ کارون
اور رنگریزون اور دوسرے حرفہ والون کے ساتھ منقول نہین باوجودیکہ جھوٹ اور فسق ان لوگون مین
غالب ہے بلکہ ذمی کافرون کے ساتھ بھی اتنا تشدد منقول نہین یہ تو خاص ظالمون کے ساتھ ہے

جو یتیمون اور مسکینون کا مال کھاتے ہین اور مسلمانون کو مدام ستاتے ہین اور شریعت کی آثار و علامات کو مٹانے پر آمادہ ہین اور اس تشدد کی وجہ انکے ساتھ یہ ہی کہ معصیت دو قسم کی ہی ایک لازمی اور ایک متعدی فسق اور کفر قصور لازم ہین یعنے اونکا مرتکب اللہ تعالی کا گنہگار رہی اور کسی کو ضرر نہین پہونچاتا اوسکا حساب خدا تعالی پر ہی اور حکام کی معصیت ظلم سی ہی اور وہ متعدی ہی اسی وجہ سی اونکے باب مین تشدد زیادہ ہی اور جسقدر اونکا ظلم زیادہ اور عام ہوگا اوسی قدر اللہ تعالی کے نزدیک زیادہ خفگی کے مستحق ہونگے اسی لیے اونسے بہت اجتناب کرنا اور اونکی داد و ستد سی بشدت محترز رہنا واجب ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین یقال للشرطی دع سوطک وادخل النار اور فرمایا من اشراط الساعۃ رجال معھم سیاط کاذناب البقر پس یہ ہی اونکا حکم اور جو شخص اون مین سی معروف ہی وہ تو معروف ہی ہی اور جو معروف نہین اوسکی علامت گیا پہننا اور مونچھون کا زیادہ ہونا اور تمام ہیئتین مشہور ہین تو جو کوئی اوس ہیئت پر نظر آوی اوس سے اجتناب کرنا چاہیے اور یہ امر بدگمانی مین داخل نہین اسلیے کہ اوسنے تو خود خطا کی کہ ظالمون کا لباس پہنا لباس کی برابری سی دل کی مساوات معلوم ہوتی ہی اور زیبا اندوہی بتایا ہی جو مجنون ہو اور فاسقون کی صورت وہی بناویگا جو فاسق ہو ہان فاسق کبھی نیکبختون کی صورت بنا لیا کرتا ہی مگر نیک بخت کو نہین چاہیے کہ فسادیون کی سی صورت بناوی کیونکہ اس حرکت سی اونکی جماعت کو زیادہ کرتا ہی اور اللہ تعالی کا ارشاد ہی ان الذین توفٰھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم اونھین لوگونمین تو نازل ہوا ہی جو مسلمان تھے اور مشرکون سی ملکر اونکی جماعت کو بڑھایا کرتے تھے۔ اور مروی ہی کہ اللہ تعالی نے حضرت یوشع بن نون کو وحی بھیجی کہ مین تیری قوم سے چالیس ہزار اچھے بندے اور ساٹھ ہزار بری تباہ کرونگا اونھون نے عرض کیا کہ نیکون کی تباہی کا کیا باعث ہے ارشاد ہوا کہ وہ میری غصہ کے ساتھ برون پر غصہ نہوے اور اونکے کھانے پینے مین شریک رہے اس روایت سی معلوم ہوتا ہی کہ ظالمون سے بغض رکھنا اور خدا کی واسطے اونپر غصہ کرنا واجب ہی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ اللہ تعالی نے علماے بنی اسرائیل کو لعنت کی اسلیے کہ اونھون نے معاش کی باب مین ظالمون کے ساتھ اختلاط کیا مسئلہ جو مقامات کہ ظالمون کے بنائے ہون مثلاً پل اور سرائین اور مسجدین اور باولیان تو اونمین بھی احتیاط کرنی چاہیے یعنے پلون کو اوپر سے اترنا حاجت کے وقت درست ہے

اور حتی الوسع اوس سے احتراز کرنا ورع ہے اور اگر کوئی کشتی بلجاوے تو ورع موکد ہو جاتا ہے
اور باوجود کشتی بہم پہونچنے کے جو ہمنے پلون پر اترنا جائز کہا ہے اوسکی وجہ یہ ہے کہ جب پلون کی
چیزون کا کوئی مالک معین معلوم نہین تو اونکا حکم یہی ہے کہ خیرات مین صرف کی جاوین
اور اترنا بھی ایک امر خیر ہے لیکن اگر معلوم ہو کہ پل کی اینٹین اور پتھر فلان مکان سے یا مقبرہ
خواہ مسجد سے اوکھڑ کر لگی ہین تو اوس پل پر کو اترنا حلال نہین ہان اگر ایسا اضطرار ہو جسکے
ہوتے ہو ذخیرہ کا مال حلال ہو جاتا ہے تو کچھ مضائقہ نہین اوسپر سے اوتر کر چیز کے مالک سے
معاف کرا لے بشرطیکہ خود جانتا ہو۔ اور مسجد کا حال یہ ہے کہ اگر زمین مغصوب مین بنی ہو یا کسی
اور مسجد مین کی لکڑی یا کسی مالک معین کی غصب کر کے لگائی ہو تو اوسکے اندر جانا ہرگز جائز
نہین نہ جماعت کے لیے اور نہ جمعہ کے واسطے بلکہ اگر امام اوس مسجد کے اندر کھڑا ہو تو چاہیے کہ خود
اوسکے پیچھے مسجد سے باہر کھڑا ہو اسلیے کہ غصب کی زمین مین نماز ادا کرنی اگرچہ فرض کو ساقط
کر دیتی ہے اور اقتدا کی حق مین بھی منعقد ہے مگر اوسکے اندر کھڑا ہونیسے گناہگار رہتا ہے اور
اگر ایسے مال سے بنی ہو جس کا مالک معلوم نہو تو اگر دوسری مسجد بہم پہونچے تب تو ورع یہ ہے کہ
دوسری مین چلا جاوے اور اگر دوسری نہو تو جمعہ اور جماعت اوسمین ترک نکرے اسوجہ سے
کہ یہ بھی تو احتمال ہے کہ شاید بنانیوالے نے اپنی ملک سے بنائی ہو گویہ احتمال ان ظالمون کی
حالات کے لحاظ سے بعید ہے اور اگر اوسکا مالک معین نہین تب تو وہ مسلمانون کی بہتری کے لیے ہے
اوس مین پڑھنے کا مضائقہ نہین اور جس صورت مین کہ بڑی مسجد مین کسی ظالم سلاطین کی
عمارت ہو تو باوجود مسجد مین گنجایش ہونیکے جو کوئی اوس عمارت مین نماز پڑھیگا اوسکا عذر
ورع مین مسموع نہوگا۔ امام احمد رح سے کسی نے پوچھا کہ آپ جو جماعت کی نماز کو لیے نہین نکلتے
اسکی کیا وجہ ہے حالانکہ ہم لشکر مین موجود ہین آپنے فرمایا کہ میری حجت یہ ہے کہ حسن بصری
اور ابراہیم نخعی کو یہ خوف تھا کہ حجاج اونکو فتنہ مین نہ ڈالے اسلیے شریک جماعت ہوتے تھے
مین بھی ڈرتا ہون کہ فتنہ مین مبتلا ہون اسلیے نہین نکلتا۔ اور مسجد کی رنگت اور گچکاری
اس بات کی مانع نہین کہ اوس مین داخل ہو کیونکہ یہ چیزین فائدہ لینے کی نہین صرف
زینت کی ہین اور بہتر یہ ہے کہ نماز کو جاوے تو اونکی طرف نگاہ نکرے اور چٹائیان جو مسجدون مین
ڈالتے ہین اگر اونکا کوئی مالک معین ہو تو اونپر بیٹھنا حرام ہے ورنہ چونکہ مصلحت عام
کے لیے ہوتی ہین تو اونکا بچھانا جائز ہے مگر حتی الوسع اونکو ترک کرنا اور دوسری مسجدون مین

جہان فرش ظالمون کا ڈالا ہوا نہو جانا مقتضای ورع ہی اسلیے کہ اونکی چٹائیان بھی غصبہ کا مقام ہی اور باولیون کا بھی حکم وہی ہے جو ہم فی ذکر کیا کہ ورع کی رو سی اون مین وضو کرنا اور پانی پینا اور اونکے اندر جانا درست نہین لیکن اگر نماز کے قضا ہو جانیکا خوف ہو تو وضو کرے اور یہی حال مکہ معظمہ کے راہ کی چشمون کا ہی اور سرائین اور مدرسون کی زمین اگر مغصوب ہو یا انمین کسی معین جگہ ہی اوٹھوا کر لگی ہون اور اونکے مستحق کو واپس کرنا اونکا ممکن ہو تو اس صورت مین اونکے اندر جانیکی اجازت نہین اور اگر مالک کا حال مشتبہ ہو تو وہ ایک امر خیز ہے لگی ہین اون مین جانیکا مضائقہ نہین مگر احتیاط اون سے اجتناب کرنیمین ہے اگر اونکے اندر جانے سے فسق لازم نہ آویگا اور یہ عمارتین اگر سلاطین کی خادمون نے بنائی ہون تو اونکا معاملہ زیادہ دشوار ہی اسلیے کہ لاوارثی مالون کو مصالح مین خرچ کرنیکا اونکو اختیار نہین اور ایک وجہ یہ ہے کہ اونکے مال غالبًا حرام ہوتے ہین کیونکہ مال مصالح اونکو لے لینا درست نہین یہ کام والیان ملک اور ارباب حکومت کا ہی مسئلہ زمین مغصوب اگر شارع عام کر دیجائے تو اوس پر راستہ چلنا جائز نہین اور اگر اوسکا کوئی مالک معین نہو تو راہ چلنا جائز ہے مگر ورع یہ ہی کہ حتی الوسع نہ چلے پس اگر شارع مباح ہو اور اوسپر چھتا پٹا ہو تو راہ سے گذر جانا اور اوس چھتے کے نیچے بیٹھ جانا جیسے کھلے میدان مین کسی ضرورت کو بیٹھتے ہین جائز ہے مگر دھوپ یا مینہ کے بچاؤ کے لیے اوسکے تلے بیٹھنا حرام ہی اسلیے کہ چھتا انھین غرضون کے لیے بناتی ہین اور جب وہ حرام کا ہوا تو اوس سے نفع لینا حرام ہے اور ایسا ہی حکم ہی اوس شخص کا جو مسجد یا زمین مباح مین جاوی جس کی چھت یا چار دیواری غصب کی ہو یعنی صرف اوسپر گذرنیسے منتفع نہین ہوگا مگر خاص چھت یا دیوار سے گرمی یا سردی یا آنکھ سے آڑ منظور ہوگی تو حرام ہوگی اسلیے کہ حرام سے انتفاع ہوا اور جیسے کہ زمین غصب پر سکون اور استقرار سے انتفاع ہوتا ہی ویسے ہی چھت سے سایہ لینے مین انتفاع ہی تو دونون مین کچھ فرق نہین

ساتوین فصل مسائل متفرقہ کے ذکر مین جنکی حاجت بہت ہوتی ہی اور اونکے استفتا پوچھے گئے ہین مسئلہ یہ پوچھا گیا کہ صوفیون کا خادم بازار مین جاکر کھانا جمع کرتا ہی یا نقد لیکر اوسکا کھانا مول لیتا ہے تو اس کھانے مین سے کسکو کھانا حلال ہی اور صوفیون کے لیے مخصوص ہی یا نہین ہمنے اسکا جواب یہ دیا کہ صوفیون کے حق مین اوسکے کھا لینے کے حلال ہونیمین تو کچھ شبہہ ہی نہین لیکن غیر شخص اگر خادم کی رضامندی سے کھائینگے تو

اونکو بھی حلال ہی مگر شبہہ سے خالی نہین حلت کی وجہ تو یہ ہی کہ صوفیون کی خادم کو جو کوئی کچھہ دیتا ہی وہ صوفیون کی سبب سے دیتا ہی مگر لینے والا وہ خود ہی صوفی نہین ہوتی تو وہ ایسا ہو جیسا عیال دار آدمی عیال کی باعث سی کچھ لوگون سے پاوی کیونکہ وہ اونکا کفیل ہی اور جو کچھہ وہ لیتا وہ اوسکی ملک ہو جاتی ہی عیال کی ملک نہین ہوتی اور اوسکو جائز ہی کہ عیال کی سوا دوسرے شخص کو کھلادی اور یہ کہنا بعید ہی کہ خادم کو جو کچھہ ملا وہ دینے والی کی ملک سی باہر نہین ہوا اور خادم اوس سی کوئی چیز لیلینے اور سیر کرنے پر مسلط نہین اسلیے کہ اس قول کا انجام یہ ہی کہ تعاطی کافی نہین حالانکہ یہ بات ضعیف ہی قوی یہی ہی کہ تعاطی کافی ہی خصوصاً صدقات اور ہدایا مین کوئی ایسا نہین کہ تعاطی کو کافی نہ کہتا ہو اور یہ بھی کہنا بعید ہی کہ خادم کو جو کچھ ملا وہ اون صوفیون کی ملک مین آگیا جواوسکے سوال کیوقت خانقاہ مین موجود ہین اسلیے کہ باتفاق خادم مذکور کو جائز ہی کہ جو شخص اونکے بعد آوی اوسکو اوس کھانیمین سے کھلادی اور اگر بالفرض موجود اشخاص یا اون مین سی ایک مرجاوی تو واجب نہین کہ اوسکا حصہ اوسکے وارث ہی پر صرف کری اور یہ کہنا بھی ممکن نہین کہ خادم کا دیا جانا جنس اہل تصوف کا لیے ہے اور اوسکا مستحق کوئی شخص نہین اسلیے کہ ملک کا دور کرنا جنس کی طرف اس بات کا موجب نہین کہ چند افراد اوسکے تصرف پر مسلط کردیے جاوین کیونکہ اوس مین تو بیشمار داخل ہین بلکہ یہ بات جو اوس جنس کا پیدا ہوگا وہ بھی داخل ہی اور ایسی اموال مین حکام تصرف کیا کرتے ہین خادم ساری جنس کا نائب نہین ہوسکتا پس اب بجز اسکے اور کچھ نہین کہہ سکتے کہ وہ کھانا خادم کی ملک ہی اور وہ صوفیون کو شرط تصوف اور مروت کی پورا کرنیکو کھلاتا ہے اگر وہ اونکو کھانیسے منع کردی تو وہ بھی اوسکو روکدین کہ ہماری کفالت کی نام سے سوال مت کرو پھر لوگ اوسپر سلوک کچھہ نکرین جیسے عیالدار کے ساتھہ عیال کے باعث سلوک کرتے ہین اگر عیال نرہین تو سلوک سے ہاتھہ روک لین مسئلہ یہ پوچھا گیا کہ ایک مال صوفیون کی لیے وصیت کیا گیا اوسکا صرف کرنا کس شخص پر جائز ہی مین نے جواب دیا کہ تصوف امر باطن ہی اوسپر واقفیت نہین ہوا کرتی اور نہ یہ ہوسکتا ہی کہ حقیقت تصوف کو قطعاً منضبط کرین بلکہ چند امور ظاہری بیان کرسکتے ہین جنپر اعتماد کرکے عرف والے آدمی کو صوفی کہا کرتے ہین اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص ایسی صفت کا ہو کہ اگر صوفیون کی خانقاہ مین آوے تو اوسکا وہان رہنا اور اون لوگون مین مانا جانا اونکی نزدیک برا نہو تو ایسا شخص صوفیون کی جرگہ مین داخل ہوگا اور تفصیل اسکی یہ ہے

کہ اُسمین پانچ صفتین دیکھنی چاہیئن اول نیک بختی دوم فقیری سوم لباس صوفیون کا چہارم
کسی حرفہ مین مشغول نہونا پنجم خانقاہ مین بطور ایک ساتھ رہنے کے اُنسے ملا جُلا رہنا پھر ان
صفات مین سے بعض ایسی ہین کہ اگر آدمی مین نہون تو صوفی کا لفظ بھی اُسپر نہ بولا جائیگا اور
بعض ایسی ہین کہ گو وہ نہون دوسری صفات سے اُنکا جبر نقصان ہوجاتا ہی مثلاً جس شخص مین
نیک بختی نہو بلکہ فسق ہو تو وہ اُس مال کا مستحق نہوگا اسلیے کہ صوفی نیک بخت آدمی کو کہتے ہین
جو صفت مخصوص کے ساتھ موصوف ہو تو جس شخص کا فسق ظاہر ہوگا گو وہ لباس صوفیون کا
رکھتا ہو مستحق اُس مال کا نہین جو صوفیون کے لیے وصیت ہوا ہو اور صغیرہ گناہون کا
ہم اعتبار نہین کرتے فسق سے غرض ارتکاب کبیرہ ہی اور حرفہ کرنا اور مال پیدا کرنے مین مشغول ہونا
بھی مانع استحقاق ہی تو کسان اور عامل اور تاجر اور پیشہ ور دوکان مین خواہ گھر پر اور مزدور جو اجرت
پر خدمت کرے یہ سب اُس مال کے مستحق نہین جو صوفیون کے لیے وصیت ہوا اور لباس سے
اور صوفیون مین ملے جلے رہنے سے اسکا جبر نقصان نہین ہوتا ہان کتابت اور سینا یا کوئی
ایسا ہی کام جو صوفیون سے ہوسکے کرنا مانع استحقاق نہین بشرطیکہ ان کاسون کو دوکان پر نہ کرے
اور نہ پیشہ اور حرفہ کے طور پر اور اسکا جبر نقصان اُنکے ساتھ رہنے اور دوسری صفات کے
پائے جانے سے ہوجائیگا اور حرفون پر قادر ہونا بدون اُنکے کرنے کے مانع استحقاق نہین اور وعظ
کہنا اور درس دینا منافی لفظ صوفی کے نہین بشرطیکہ لباس اور ساتھ رہنا صوفیون کے اور
فقیری موجود ہو کیونکہ اسمین کچھ تناقض نہین کہ صوفی کے ساتھ مین قاری یا واعظ یا عالم
خواہ مدرس کہا جاوے بلکہ اُسکے ساتھ مین کسان خواہ سوداگر خواہ عامل کہنا نازیبا اور منافی ہی
اور فقیری کا حال یہ ہی کہ اگر آدمی کے پاس اتنا مال ہوجاوے کہ جس سے بظاہر لوگ امیر کہنے لگین تو
اتنے مال کے ہوتے ہوئے صوفیون کی وصیت کا لینا اُسکو درست نہین اور اگر مال ہو مگر آمدنی خرچ
کو کفایت کرتی ہو تو اُس سے اُسکا حق باطل نہوگا اور یہی حال ہی اگر مال اتنا ہو کہ زکوۃ کے واجب
ہونے سے کم ہو گو اُسکا خرچ کچھ نہوتا ہو اور یہ ایسی باتین ہین کہ انکی دلیل بجز عادتون کے
اور کچھ نہین ۔ اور اُنسے ملا جلا رہنے اور خانقاہ کی سکونت مین شریک ہونے کو بھی کچھ اثر ہی
لیکن جس شخص مین خاص یہ صفت ہو اور وہ اپنے مکان خواہ مسجد مین اُنھین کے لباس اور
اخلاق مین رہتا ہو تو وہ اُنکے حصہ مین شریک ہوگا اور ترک مخالطت کا جبر لباس کی مخالفت
سے ہوجاویگا اور اگر لباس بھی ویسا نہوگا صرف باقی صفات پائی جائینگی تو مستحق نہوگا

ہان اگر اس صورت مین خانقاہ مین اُنکے ساتھ رہتا ہوگا تو اُسپر بھی اُنکی تبعیت سے اُنھین کا حکم لگ جائیگا
غرضکہ لباس اور اختلاط ایک دوسرے کے عوض ہوسکتے ہین اور جو فقیہ کہ لباس صوفیانہ
نہین رکھتا اگر وہ خانقاہ مین نہین رہتا تو صوفی شمار نہوگا اور اگر صوفیون کے ساتھ رہتا ہی اور باقی
صفتون سے بھی موصوف ہی تو بعید نہین کہ اُنکی تبعیت مین اُسپر بھی اُنکا حکم کچھ آوے اور صوفی کے
لیے استحقاق مال مذکور مین یہ شرط نہین کہ کسی مشائخ کے ہاتھ سے اُسنے خرقہ بھی پہنا ہو یہان تک
کہ اگر اور شرائط پائی جاوین اور خرقہ کا پہننا نہ پایا جاوے تو اس سے کچھ ضرر نہین اور جو صوفی
کہ بی بی رکھتا ہو اور اسوجہ سے کبھی گھر پر اور کبھی خانقاہ مین رہتا ہو تو وہ اُنکے زمرہ سے خارج
نہوگا۔ **مسئلہ** جو مال کہ خانقاہ اور اُسکے رہنے والون کے لیے وقف ہو تو وصیت کی بہ نسبت
اُسمین گنجایش زیادہ ہی اسلیے کہ وقف کے معنے یہ ہین کہ صوفیون کی مصلحتون مین صرف ہو تو جو
صوفی مہمان ہو وہ بھی اُنکی رضامندی سے اُنکے دسترخوان پر ایک یا دو بار کھالے تو درست ہی
کیونکہ کھانے کی چیزون کی بنا تسامح پر ہو یہان تک کہ مشترک غنیمت مین سے اُنکو تنہا ایک
شخص کا لینا درست ہی اور صوفیون کے ساتھ مین اُس مال وقف سے قوال بھی کھا سکتا ہی
کہ وہ اُنکے مصالح سے شمار ہوتا ہی مگر جو مال کہ صوفیون پر وصیت ہوا ہو اُسکا قوال کو دینا جائز
نہین اسی طرح جو لوگ کہ صوفیون کے پاس آوین یعنے عامل اور تاجر اور قاضی اور عالم
اور دوسرے لوگ جنکو صوفیون کی توجہ منظور ہو تو اُنکو بھی مال وقف مین سے اُنکی رضا کے
ساتھ کھالینا حلال ہی اسلیے کہ وقف کرنے والا اسی نیت سے وقف کرتا ہی کہ صوفیون کی جو عادت ہی
اسی صورت سے اسکو صرف کرینگے تو اسمین عرف ملحوظ ہوگا لیکن یہ حال دوامی نہین یعنے جو شخص
صوفی نہین اُسکو اُنکے ساتھ رہنا اور کھانا علی الدوام جائز نہین گو صوفی راضی ہون کیونکہ اُنکے
اختیار مین یہ تو نہین کہ وقف کرنے والے کی شرط کو بدل دین اور اپنے ساتھ غیر جنس کو ملالین
اور عالم اگر اُنکا سا لباس اور اخلاق رکھتا ہو تو اُسکو اُنکے پاس اُترنا درست ہی اور عالم ہونا
منافی صوفی ہونے کے نہین اور نہ تصوف مین جاہل ہونا شرط ہی اُن لوگون کے نزدیک جو تصوف
سے واقف ہین اور بعض احمق جو یہ بکتے ہین کہ علم حجاب اکبر ہی اور جہل حجاب خاص ہی تو اُنکے
قول پر التفات نہ کرنا چاہیے اور ہمنے اس جملہ کے معنے باب العلم مین بیان کیے اور یہ کہ حجاب
علم مذموم ہوتا ہی نہ علم محمود اور ان دونون علمون کی تفصیل بھی اُسی جگہ بیان کی ہی اور
جس صورت مین کہ فقیہ اُنکے لباس اور اخلاق سے متصف نہو تو صوفیون کو پہونچتا ہی

کہ اُسکو اپنے پاس نہ اُترنے دین اور اگر اُسکے اُترنے سے راضی ہو جاوین تو اُسکو اُنکے ساتھ بطور تبعیت کھانا حلال ہوگا اور ترک لباس کا جبر نقصان اُنکے ساتھ رہنے سے اور لباس والون کی رضامندی سے ہو جاویگا اور یہ وہ باتین ہین کہ عادات انکے شاہد ہین اور انمین بعض امور متقابل ہین جنکی اطراف کا حکم نفی اور اثبات مین مخفی نہین اور اوساط متشابہ ہوتے ہین تو جو کوئی اشتباہ کی جگہون سے محترز رہیگا وہ اپنے دین کو پاک وصاف رکھیگا چنانچہ شبہات کے بیان مین ہمنے اُسکو لکھدیا ہی۔ مسئلہ یہ پوچھا گیا کہ رشوت اور ہدیہ مین فرق کیا ہی رضامندی سے دونون دیے جاتے ہین اور غرض بھی دونون مین ہوتی ہی پھر کیا وجہ ہی کہ رشوت حرام ہوئی اور ہدیہ حرام نہوا مین نے یہ جواب دیا کہ مال کا خرچ کرنے والا کبھی مال بدون غرض کے نہین خرچ کرتا لیکن غرض یا آخرت کی ہوتی ہی جیسے ثواب یا دنیا کی ہوتی ہی اور غرض دنیا کی یا مال ہی یا فعل یا کوئی مقصود معین یا تقرب دوسرے کے دل مین بطلب محبت محض یا محبت کے ذریعہ سے کسی اور غرض کا نکالنا تو یہ پانچ قسمین ہوئین اول وہ دنیا جس سے ثواب آخرت مقصود ہو اور یہ اسوجہ سے کہ جسکو دینا منظور ہی وہ محتاج ہی یا شریف النسب ہی یا عالم ہی یا فی نفسہ صالح اور متدین ہی پس اگر محتاج جان کر دیا جاتا ہی اور درحقیقت مین محتاج نہین تو لینے والے کو اُسکا لینا حلال نہین اور اگر شرف نسب کے سبب سے دیا جاتا ہی اور جانتا ہی کہ مین اپنے دعوی نسب مین جھوٹا ہون تو اُسکا لینا حلال نہین اور اگر علم کی جہت سے دیا جاتا ہی تو لینا اُسوقت حلال ہوگا کہ علم مین اُسیقدر ہو جتنا دینے والے کو اعتقاد ہی اور اگر ایسی صورت ہو کہ وہ تو اپنے دل مین اُسکو کامل سمجھ کر دیتا ہی کہ ثواب زیادہ ہو اور یہ کامل نہین تو لینا حلال نہوگا اور اگر دینداری اور صلاح کی وجہ سے دیا جاتا ہی اور یہ باطن مین فاسق ہی اس درجہ کو کہ اگر دینے والا جان لے تو نہ دے تو اس صورت مین بھی لینا حلال نہوگا اور نیک بخت ایسے کم ہوتے ہین کہ اگر اُنکے باطن کا حال ظاہر ہو جاوے تو لوگون کے دل اُنکی طرف مائل رہین بلکہ اللہ تعالی کا ستر جمیل ہی ایک مخلوق کو دوسرے کا محبوب کر دیتا ہی اور اگلے ورع والے خرید مین ایسے شخص کو اپنا وکیل کیا کرتے تھے جسکو آدمی نجانین کہ یہ شخص اُنکا وکیل ہی اور اس سے غرض یہ ہوتی تھی کہ اہل معاملہ ہمکو خریدار سمجھکر کچھ دام کم لینگے اور اجنبی خریدار سے نرخ بازار لینگے تو یہ خوف تھا کہ اُنکا درگزر کرنا کہین ہماری دیانت کا عوض نہو اور ہم دین کے بدلے مین کھانے والے نہ ٹھہرین کیونکہ دین کا معاملہ نازک ہی اور تقوی اس باب مین پوشیدہ ہی علم اور نسب اور فقیری کا سا حال نہین تو چاہیے کہ دین کی وجہ سے

جو چیز ملے اُسکے لینے سے حتی الوسع اجتناب کیا جائے۔ دوم وہ دینا جس سے سروکار کوئی غرض معین منظور ہی جیسے فقیر کسی دولت در کو بطمع خلعت ہدیہ دے تو یہ ہبہ بشرط عوض ہی اسکا حکم ظاہر ہی یہ اُسوقت لینا حلال ہوتا ہی کہ جس عوض کی طمع ہو وہ ملجاوے اور معاملہ کی شرطین بھی سب پائی جاوین سوم وہ دینا جس سے کوئی فعل معین مراد ہو مثلاً ایک شخص کو بادشاہ سے حاجت ہی اور وہ وکیل سلطانی یا اور کسی ذی رتبہ خواہ خواص کو ہدیہ دے تو ظاہر ہی کہ یہ ہدیہ بشرط عوض ہی کہ قرینہ حال سے جانا جاتا ہی تو جو عمل کہ اُس ہدیہ کا عوض ہی اُسکو دیکھنا چاہیے اگر وہ حرام ہو مثلاً سعی کرنی اس باب مین کہ روزینہ حرام جاری ہوجاوے یا کسی آدمی کو ستایا جاوے یا اور کوئی فعل اسی طرح کا ہو تو اُس ہدیہ کا لینا حرام ہی اور اگر وہ عمل واجب ہی مثلاً دفع کرنا ظلم کا کہ جو شخص اُسکو دفع کرسکے اُسپر واجب ہی یا شہادت متعین کا ادا کرنا کہ یہ بھی واقف کار پر واجب ہی تو ان جیسے امور پر لینا حرام ہی اور مال رشوت یہی ہی جسکی حرمت مین کچھ شک نہین اور اگر وہ عمل نہ تو حرام ہو اور نہ واجب بلکہ مباح ہو اور اُسمین اتنی مشقت بھی ہو کہ اُسپر اجرت عرفاً لیا کرتے ہون تو ایسے عمل کے عوض مین ہدیہ لینا حلال ہوگا بشرطیکہ لینے والا اُسکی غرض پوری کردے اور یہ ہدیہ قائم مقام اجرت کے ہی جیسے یون کہنا کہ اگر یہ عرضی بادشاہ تک پہونچا دو تو تمکو ایک دینار دین اور پہونچانے مین کچھ مشقت اور عمل قیمت والے کی ضرورت پڑتی ہو یا یون کہے کہ فلان شخص سے یہ درخواست کرو کہ فلان غرض مین میرا مددگار ہو یا مجھکو فلان چیز انعام مین دیدے اور وہ شخص اُسکی غرض کے پورا کرنے مین بہت سی باتین طویل کرے تو ہدیہ اُسکے حق مین اُن باتون کی اجرت ہوگی جیسے قاضی کے سامنے جھگڑے کے وکیل کی گفتگو پر اجرت ملتی ہی تو وہ حرام نہین بشرطیکہ حرام مین سعی نہ کرے اور اگر اُسکا مقصود ایسے کلمہ سے حاصل ہوتا ہو جسمین کچھ مشقت نہو لیکن اُس کلمہ کا نکلنا ذی عزت کی زبان سے یا فعل کا صادر ہونا کسی جاہ وحشم والے سے مفید پڑتا ہو مثلاً امیر یا وزیر کا دربان سے یہ کہدینا کہ جب یہ شخص آوے تو روکنا مت یا عرضی کو فقط بادشاہ کے سامنے رکھ دینا تو اسکے عوض مین کچھ لینا حرام ہی کیونکہ جاہ کے عوض مین کچھ لینے کا جواز شریعت مین ثابت نہین بلکہ اُس سے نہی وارد ہی چنانچہ بادشاہون کو ہدایا دینے کے باب مین بیان ہوگا اور جس صورت مین کہ بعض غرضون کا عوض باوجود مقصود ہونے کے لینا جائز نہین مثلاً شفعہ سے دست بردار ہونے کا عوض اور مبیع کو عیب کے سبب سے پھیر دینے کا اور درخت کی شاخین جو ہوا مین پھیلتی ہین اور ہوا ملک بادشاہ ہی اُنکا عوض ناجائز ہی تو صرف جاہ کا عوض کیسے

جائز ہوگا اور اُسی کے قریب یہ ہی کہ جس شخص کو کوئی دوا معلوم ہو کہ اُسکو دوسرا نہ جانتا ہو اُسکے
بتلانے پر عوض لینا مثلاً ایک آدمی ایسی بوٹی جانتا ہی جس سے بواسیر یا کوئی اور مرض دور ہوجاتا ہو
اور بدون اجرت کے اُسکو نہین بتاتا تو یہ اجرت جائز نہین اسلیے کہ ذرا زبان ہلا دینی کوئی قیمتی
چیز نہین جسکی اجرت ہو جیسے ایک تل کا دانہ کہ اُسکی قیمت کچھ نہین ہوتی اور نہ اُسکے بتلانے
پر اجرت چاہیے اسلیے کہ اُسکے بتلانے سے اُسکا علم تو کم ہوتا ہی نہین دوسرے کو ویسا ہی علم
ہوجاتا ہی اور وہ بھی عالم بدستور رہتا ہی اور اُس سے کم اس ماہر کی اجرت ہی جو کسی فن کو خوب
جانتا ہی اور ادنی عمل سے کام کرتا ہی اور اجرت بہت لیتا ہی مثلاً ایک شخص صیقل گر ہی کہ اپنے فن مین
اتنی مہارت اور خوبی رکھتا ہی کہ تلوار اور آئینہ کا بل ایک دفعہ کے ہاتھ مارنے مین نکالدیتا ہی
لیکن اسطرح کی اجرت مین ہمارے نزدیک کچھ مضائقہ نہین اسلیے کہ اوّل تو اُسکی صنعت
سے تلوار اور آئینہ کی قیمت بعض اوقات بہت زیادہ ہوجاتی ہی دوسرے یہ کہ ایسی صنعتون کے
سیکھنے مین آدمی بہت مشقتین اسی لیے اُٹھایا کرتا ہی کہ اُس سے روزی پیدا کرے اور اپنے نفس پر
کثرت عمل کو ہلکا کرے۔ چہارم وہ دینا جس سے صرف محبت دوسرے شخص کی مراد ہو یعنی جسکو
دے اُسکے دل کی محبت کا حاصل کرنا مقصود ہو اور اُس محبت سے کوئی غرض معین نہو بلکہ
صرف انس اور تاکید محبت اور دلون کا ایک دوسرے کو چاہنا منظور ہو تو یہ دینا عقلا کا مقصود
اور شریعت مین مستحب اور مطلوب ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین تَهَادَوْا تَحَابُّوْا
حاصل یہ کہ ہرچند انسان کی غرض غالبًا غیر کی محبت سے خود محبت ہی نہین ہوتی
بلکہ اُسکی محبت سے کسی فائدہ کے لیے ہوتی ہی لیکن جس صورت مین کہ وہ فائدہ متعین نہو اور اُسکے
نفس مین کوئی ایسی غرض معین نہ جم جاوے جو حال مین یا آیندہ کو اُس فائدہ کا باعث ہو تو اُسکو
ہدیہ کہتے ہین اور اُسکا لینا حلال ہی۔ پنجم وہ دینا کہ جس سے دوسرے شخص کے دل مین تعجب اور
محبت مطلوب ہو مگر نہ صرف محبت اور انس کی وجہ سے بلکہ اس جہت سے کہ اُسکے جاہ کی بدولت
اپنی غرضین نکلین اور اُن اغراض کی جنس منحصر ہو گو جد اجد امعین نہون اور ایسی صورت
ہو کہ اگر اُس شخص کو جاہ وحشمت نہوتی تو ہدیہ نہ دیتا پس اگر اُسکو جاہ علم خواہ نسب کا ہو تو
معاملہ خفیف ہی اور ہدیہ کا لینا مکروہ ہی کیونکہ اُسمین رشوت کی مشابہت ہی لیکن ظاہر مین
ہدیہ ہی اور اگر جاہ حکومت ہو مثلاً قاضی ہو یا عامل یا زکوٰۃ وغیرہ کا محصل یا خراج وغیرہ کا
تحصیل کرنے والا یا کوئی اور سلطانی کام رکھتا ہو یہانتک کہ اوقاف کا متولی ہو مثلاً اور اگر

ج
لیکن ین
ہو دوا اور
دوسرے
بھی بلا
لی ہو
اور ان کا
لینا
خفیف
لکھا ہو
۱۲

بالفرض اس حکومت پر نہوتا تو کوئی اُسکو ہدیہ نہ دیتا تو یہ رشوت ہی ہدیہ کی صورت مین پیشکش ہوئی ہی کیونکہ دینے والے کا مقصود فی الحال طلب تقرب اور اکتساب محبت ہی مگر ایک غرض کے لیے جسکی جنس منحصر ہی کیونکہ ظاہر ہی کہ حکومت سے بہت کچھ طالب نکل سکتے ہین اور اُسکو محبت محض نہونے کی علامت یہ ہی کہ اگر اسی وقت دوسرا حاکم ہوجاوے تو ہرگز ہدیہ مذکور حاکم معزول کو نہ دیگا بلکہ نئے حاکم کو دیگا تو اسطرح کے ہدیہ مین باتفاق سخت کراہت ہی اور اُسکے حرام ہونے مین اختلاف ہی اور علت متعارض ہی یعنی محض ہدیہ کہین یا وہ رشوت کہین جو صرف جاہ کے مقابل کسی غرض معین مین دیتے ہین اور جب مشابہت قیاسی ایک دوسرے کے متعارض ہوتی ہی اور اخبار اور آثار اُنمین سے ایک کی تقویت کر دیتے ہین تو اُسی کی طرف میل کرنا متعین ہوجاتا ہی اب اس باب مین جو اخبار کو دیکھتے ہین تو تشدد پاتے ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ لوگون پر ایک زمانہ آویگا جسمین ہدیہ کے نام سے حرام کو حلال سمجھا جاویگا اور عبرت کے لیے قتل حلال جانینگے بے گناہ مارا جائیگا تاکہ عام لوگون کو عبرت ہو۔ اور حضرت ابن مسعود رضہ سے کسی نے پوچھا کہ سحت کیا ہی آپ نے فرمایا کہ آدمی کسی کا کام کردے پھر اُسکے پاس ہدیہ آوے۔ غالبًا آپکی غرض کام کر دینے سے یہ ہی کہ ذرا سے کہدینے مین جسمین مشقت نہو کام کر دیا ہو یا یہ کہ تبرعًا بدون اجرت کی نیت کے کیا ہو تو اب اگر کوئی چیز عوض کے طور پر بعد کو آوے اُس کا لینا درست نہوگا۔ اور حضرت مسروق نے ایک شخص کی سفارش کی اُسنے آپکی خدمت مین ایک لونڈی ہدیہ بھیجی آپ غصہ ہوئے اور اُسکو واپس کر دیا اور فرمایا کہ اگر مین جانتا کہ تیرے دل مین یہ ہی تو ہرگز تیری حاجت مین نہ بولتا اور جسقدر رکھتی ہی اُسمین کچھ نہ کہونگا۔ اور طاؤس رح سے بادشاہ کے ہدایا کا حال پوچھا گیا فرمایا کہ حرام ہی اور حضرت عمر فاروق رضہ نے اپنے دو بیٹون سے اُس مال کا نفع لیلیا جو اُنھون نے بیت المال مین سے مضاربت کے طور پر لیا تھا اور فرمایا کہ تمکو جو لوگون نے دیا تو اسی وجہ سے دیا کہ میرا رشتہ دار بھجا یعنے بوجہ جاہ حکومت نفع ہوا اسلیئے اُسکو لیکر بیت المال مین شامل کر دیا۔ اور حضرت ابو عبیدہ جراح کی بی بی نے خاتون ملکہ روم کے پاس خوشبو ہدیہ بھیجی ملکہ نے اُنکے پاس ایک جواہر بھیجدیا حضرت عمر رضہ نے وہ جواہر اُنسے لے لیا اور اُسکو بیچ کر خوشبو کا دام اُنکے حوالہ کیا اور باقی بیت المال مین ملادیا۔ اور حضرت جابر اور ابو ہریرہ رضہ سے بادشاہون کے لیے ہدایا کا حال پوچھا گیا فرمایا کہ مال خیانت ہی اور جب حضرت عمر بن عبد العزیز نے ہدیہ کو واپس کیا تو لوگون نے عرض کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرمایا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ آپکے لیے وہ ہدیہ تھا اور ہمارے حق مین رشوت ہی یعنے آپکو جو لوگ دیتے تھے تو نبوت کی وجہ سے دیتے تھے

نہ حکومت کے باعث سے اور ہمکو حکومت ہی کی وجہ سے ملتا ہی اور ان سب اخبار اور آثار سے بڑھکر وہ حدیث ہی جسکو ابو حمید ساعدی نے روایت کیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازد کے صدقات پر ایک والی بھیجا جب وہ آپ کی خدمت مین آیا تو بعض چیزین اپنے ساتھ کی روک لین اور کہا کہ یہ تمکو ہدیہ ملی ہین اور یہ باقی تمھارے لیے ہین آپ نے فرمایا کہ پھر تو اگر سچا ہی تو اپنے باپ اور ماں کے گھر مین کیون نہ بیٹھا کہ تجکو ہدیہ آتا پھر آپ نے ارشاد فرمایا مَالِیْ اَسْتَعْمِلُ الرَّجُلَ مِنْکُمْ فَیَقُوْلُ هٰذَا لَکُمْ وَهٰذَا لِیْ هَدِیَّةٌ اَلَا جَلَسَ فِیْ بَیْتِ اُمِّهٖ لِیُهْدٰی لَهٗ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا یَاْخُذُ مِنْکُمْ اَحَدٌ شَیْئًا بِغَیْرِ حَقِّهٖ اِلَّا لَقِیَ اللّٰهَ یَحْمِلُهٗ فَلَاُعْرِفَنَّ اَحَدًا مِنْکُمْ لَقِیَ اللّٰهَ بِبَعِیْرٍ لَهٗ رُغَاءٌ اَوْ بَقَرَةٌ لَهَا خُوَارٌ اَوْ شَاةٌ تَیْعَرُ پھر آپ نے اپنے دونون ہاتھ اٹھائے یہانتک کہ مین نے سفیدی آپکی بغلون کی دیکھی پھر ارشاد فرمایا کہ آگاہی مین نے پہونچایا کہ نہین غرضکہ جب اخبار و آثار سے یہ تشدد ثابت ہوا تو قاضی اور والی کو چاہیے کہ اپنے آپ کو خانہ نشین فرض کرلے پھر جو چیز کہ حالت معزولی اور خانہ نشینی مین اسکو ملتی تھی وہ حکومت کے وقت مین آوے تو اسکا لینا درست ہی اور جس چیز کو جانے کہ یہ خاص حکومت کے سبب سے ملتی ہی اسکا لینا حرام ہی اور اگر بعض دوستون کے ہدیہ مین اشتباہ پڑے کہ نہین معلوم حالت معزولی مین دیتے یا نہین تو وہ مال شبہہ ہی اس سے اجتناب کرنا چاہیے باب حلال و حرام خدا تعالی کے فضل و انعام سے تمام ہوا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَّظَاهِرًا وَّبَاطِنًا وَّصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ عَبْدٍ مُّصْطَفٰی

پانچوان باب

دوستی اور صحبت کے آداب اور اقسام خلق کے ساتھ بسر کرنے کے طریقون کے ذکر مین

رباعی

الفت کے سبب بپا ہی دنیا کا نظام
بے الفتی ہر گز نہین ایمان کا کام
اَلْمُؤْمِنُ اٰلِفٌ ہی معروف حدیث
ہو خلق حسن کا سب سے پابند مدام

واضح ہو کہ ایک دوسرے سے محبت فی اللہ کرنی اور دین مین بھائی بننا افضل قربات ہی اور جو طاعتین کہ عادات مین سے نکلتی ہین ان سب مین یہ زیادہ لطیف ہی لیکن اسکی کچھ شرطین ہین جنکے باعث سے آدمی دوست فی اللہ کے زمرہ مین گنے جاتے ہین اور چند حقوق ہین کہ انکے لحاظ سے یہ دوستی آمیزش کدورت اور وساوس شیطانی سے خالی ہو جاتی ہی جو اسکے حقوق کی بجاآوری سے قرب خدا اور ادا شروط سے درجات علی حاصل ہوتے ہین اسلیے

ہم اُسکی تفصیل تین فصلون مین بیان کرتے ہین

پہلی فصل الفت اور اخوت کی فضیلت اور اُسکی شرطون اور درجون اور فوائد کے ذکر مین مشتمل پانچ بیانون پر

پہلا بیان الفت اور اخوت کی فضیلت مین - واضح ہو کہ الفت خوش خلقی کا نتیجہ ہی اور جدا رہنا بدخلقی کا ثمرہ پس خوش خلقی آپس کی دوستی اور الفت اور موافقت کا موجب ہوتی ہی اور بدخلقی بغض اور حسد اور جدائی کا پھل لاتی ہی اور ظاہر ہی کہ اصل اچھی ہوتی ہی تو پھل بھی اچھا ہوتا ہی اور دین کے اندر خوش خلقی کی فضیلت عیان ہی کہ یہ وہی چیز ہی جس سے خداوند پاک نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی اور فرمایا وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اکثر ما یدخل الناس الجنۃ تقوی اللہ و حسن الخلق اور حضرت اسامہ بن شریک رضہ کہتے ہین کہ ہمنے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو چیز ین انسان کو ملی ہین انمین سے بہتر کون سی ہی آپ نے فرمایا کہ خلق حسن اور فرمایا بعثت لاتمم محاسن الاخلاق اور فرمایا اثقل ما یوضع فی المیزان خلق حسن - اور فرمایا کہ اللہ تعالی نے کسی آدمی کی پیدائش اور خلق اچھا نہین بنایا کہ پھر اُسکو آگ کھاوے یعنے جسکی صورت اور سیرت دونون اچھی ہون وہ مستحق آتش نہین اور حضرت ابوہریرہ رضہ کو ارشاد فرمایا کہ ای ابوہریرہ حسن خلق کو اپنے اوپر لازم کرلے انھون نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن خلق کیا ہی فرمایا کہ تو ملے اُس سے جو تجھسے جدا ہو اور معاف کرے اُسکو جو تجھپر ظلم کرے اور دیوے اُسکو جو تجھکو محروم رکھے - اور یہ بھی مخفی نہین کہ خلق حسن کا ثمرہ الفت اور انقطاع وحشت ہی تو جب حسن خلق اچھا ٹھہرا تو اُسکا ثمرہ بھی اچھا ہوگا علاوہ اُسکے خاص الفت کی تعریف مین اتنی آیتین اور اخبار اور آثار وارد ہین کہ اُسکی فضیلت کو کافی ہین خصوص جس صورت مین کہ رابطہ الفت تقوی اور دیانت اور اللہ تعالی کی محبت ہو - اللہ تعالے الفت کی نعمت کا مخلوق پر احسان عظیم جتاکر فرماتا ہی لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ پھر پھوٹ کی برائی اور اُس سے زجر کے لیے ارشاد فرمایا وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ

اس آیت مین نعمت سے مراد الفت ہی - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ مِنْ اَحَبِّکُمْ اِلَیَّ وَاَقْرَبِکُمْ مِنِّیْ مَجْلِسًا اَحَاسِنَکُمْ اَخْلَاقًا اَلْمُوَطِّئُوْنَ اَکْنَافًا اَلَّذِیْنَ یَاْلَفُوْنَ وَیُؤْلَفُوْنَ اور فرمایا اَلْمُؤْمِنُ اٰلِفٌ مَاْلُوْفٌ وَلَا خَیْرَ فِیْمَنْ لَا یَاْلَفُ وَلَا یُؤْلَفُ اور دینی برادری کی تعریف مین ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالی بہتری چاہتا ہی اُسکو دوست نیک بخت عنایت فرماتا ہی کہ اگر وہ بھولے تو یاد دلا دے اور یاد کرے تو اُسکو مدد کرے - اور فرمایا کہ جب دین کے دو بھائی ملتے ہین اُنکی مثال ایسی ہی جیسے دو ہاتھ کہ ایک دوسرے کو دھوتا ہی اور دو ایمان دار جب کبھی ملتے ہین تو اللہ تعالے ایک کو دوسرے سے کچھ بہتری کا فائدہ دلوا ہی دیتا ہی - اور اخوت فی اللہ کی ترغیب کے باب مین فرمایا ہی جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی سے اخوت فی اللہ کرے تو اللہ تعالے جنت مین اُسکو ایسے عالی درجہ پر پہونچا دے کہ اُسکو کسی عمل سے اُسکا ملنا نصیب نہ ہو اور ابو ادریس خولانی فرماتے ہین کہ مین نے حضرت معاذ رض کی خدمت مین عرض کیا کہ مجکو آپ سے محبت فی اللہ ہی فرمایا کہ تمکو مژدہ ہو پھر مژدہ ہو کہ مین نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہی کہ قیامت کے روز کچھ لوگون کے لیے عرش کے گرد کرسیان بچھین گی اُنکے چہرے چودھوین رات کے چاند کی طرح ہونگے لوگ گھبراوینگے اور ڈرینگے اور وہ نہ گھبراوینگے نہ خوف کرینگے اور وہ اللہ کے ولی ہین کہ نہ اُنپر کچھ خوف ہی اور نہ وہ غم کرین لوگون نے عرض کیا کہ وہ کون ہین یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپنے فرمایا کہ وہ محبت فی اللہ رکھنے والی ہین - اور حضرت ابو الدرداء رض نے اُسکو روایت کیا ہی اس مین یون فرمایا ہی کہ عرش کے گرد نور کے منبر ہونگے اُنپر ایک قوم ہوگی جنکے لباس اور چہرے نور کے ہون گے وہ لوگ نبی ہونگے نہ شہید مگر نبی اور شہید اُنپر غبطہ کرینگے لوگون نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اُنکا وصف ہمسے بیان فرمایئے آپنے فرمایا کہ وہ لوگ آپسمین محبت فی اللہ رکھنے والے ہین اور آپسمین فی اللہ نشست رکھنے والے اور باہم فی اللہ علیحدہ ہونے والے - اور فرمایا کہ جو دو شخص فی اللہ محبت کرتے ہین اُن دونون مین سے اللہ تعالے کے نزدیک زیادہ محبوب وہ ہوتا ہی جو دوسرے سے زیادہ محبت رکھتا ہو - اور کہتے ہین کہ دو شخص جو فی اللہ برادر ہین اگر اُن مین سے ایک کا مقام اعلی ہوگا تو دوسرا بھی اُسی مقام پر اُسکے ساتھ بلند کیا جاویگا اور وہ اُسکے ساتھ لاحق کر دیا جاویگا جیسے اولاد ماپ کے ساتھ اور رشتہ دار ایک دوسرے کے ساتھ لاحق کیے جاوینگے کیونکہ جب برادری فی اللہ حاصل ہوگی تو رشتہ قرابت سے کم نہو گی اللہ تعالے فرماتا ہی اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری محبت اُن لوگوں کے لیے ثابت ہے جو میری خاطر ایک دوسرے کے پاس آتے جاتے ہیں اور میری محبت اُن لوگوں کے واسطے واجب ہے جو میرے واسطے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور میری محبت اُن لوگوں کے لیے ثابت ہے جو میرے لیے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں اور میری محبت اُن لوگوں کے لیے واجب ہے جو ایک دوسرے کی مدد میری خاطر کرتے ہیں۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَیْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِیْ اَلْیَوْمَ اُظِلُّھُمْ فِیْ ظِلِّیْ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّیْ اور فرمایا سَبْعَۃٌ یُظِلُّھُمُ اللّٰہُ فِیْ ظِلِّہٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّہٗ اِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌّ نَشَاَ فِیْ عِبَادَۃِ اللّٰہِ وَرَجُلٌ قَلْبُہٗ مُتَعَلِّقٌ بِالْمَسْجِدِ اِذَا خَرَجَ مِنْہُ حَتّٰی یَعُوْدَ اِلَیْہِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰہِ اجْتَمَعَا عَلٰی ذٰلِکَ وَتَفَرَّقَا عَلَیْہِ وَرَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰہَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاہُ وَرَجُلٌ دَعَتْہُ امْرَاَۃٌ ذَاتُ حَسَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰہَ تَعَالٰی وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَۃٍ فَاَخْفَاھَا حَتّٰی لَا تَعْلَمَ شِمَالُہٗ مَا تُنْفِقُ یَمِیْنُہٗ اور فرمایا جب کوئی شخص دوسرے شخص سے فی اللہ ملتا ہے اُسکی زیارت کے شوق اور دیدار کی رغبت میں تو ایک فرشتہ اُسکے پیچھے سے اُسکو یوں کہتا ہے کہ تو پاک ہوا اور تیرا چلنا ستھرا ہوا اور تجکو جنت ستھری ہوئی۔ اور فرمایا کہ ایک شخص اپنے کسی برادر فی اللہ کے ملنے کو چلا اللہ تعالیٰ نے راہ میں اُسکے لیے فرشتہ بٹھلا دیا اُسنے پوچھا کہ تمھارا قصد کہاں کو ہے اُسنے کہا کہ اپنے فلاں بھائی کے ملنے کو جاتا ہوں کہا کہ تمکو اُس سے کچھ مطلب ہے کہا کہ نہیں پوچھا کہ تمسے اور اس سے کچھ قرابت ہے جواب دیا کہ نہیں پوچھا کہ اُسنے کچھ تمھارے ساتھ سلوک کیا ہے کہا کہ نہیں فرشتہ نے پوچھا پھر کس وجہ سے اُسنے جواب دیا کہ میں فی اللہ اُس سے محبت رکھتا ہوں فرشتہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجکو تیرے پاس بھیجا ہے کہ تجکو اطلاع کردوں کہ اللہ تعالیٰ تجھسے محبت رکھتا ہے اس وجہ سے کہ تو اُس اپنے بھائی سے محبت رکھتا ہے اور تیرے لیے جنت واجب کردی۔ اور فرمایا کہ ایمان کی رسیوں میں زیادہ مضبوط محبت فی اللہ اور بغض فی اللہ ہے۔ اسی حدیث کے باعث واجب ہے کہ آدمی کے کچھ دشمن ہوں جنسے بغض فی اللہ رکھتا ہو اور کچھ دوست ہوں جن سے محبت فی اللہ رکھتا ہو۔ اور مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی پر وحی بھیجی کہ تو نے دنیا میں جو زہد کیا تو اُس سے تجکو سرِدست راحت ملی اور تو نے کہ میری طرف ہو رہا تو اس سے تجکو عزت ہوئی یہ بتا تو کہ میرے باب میں کسی دشمن سے عداوت یا کسی دوست سے محبت کی ہے یا نہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الٰہی کسی بدکار کا مجھپر احسان مت کرنا کہ اس وجہ سے میری محبت

اُسکو نصیب ہوا اور مروی ہی کہ اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اگر تم میری عبادت تمام آسمانون اور زمین کے باشندون کی عبادت سی کرو اور محبت فی اللہ اور بغض فی اللہ تم مین نہو تو وہ عبادت تمھاری کچھ کام نہ آویگی۔ اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ اہل معصیت سے دشمنی کرکے خدا یتعالی کی محبت پیدا کرو اور اُنسے دور رہنے سے اللہ تعالی کا قرب حاصل کرو اور اُنکو ناراض کرکے خدا یتعالی کی رضا کے طالب ہو لوگون نے عرض کیا کہ یا روح اللہ پھر ہم کسکے پاس بیٹھین فرمایا کہ اُن لوگون کے پاس بیٹھو جنکے دیکھنے سے خدا یاد آوے اور جنکی تقریر تمھارا علم بڑھاوے اور جنکا عمل تمکو شوق آخرت دلاوے۔ اور اخبار گذشتہ مین مروی ہی کہ اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اے پسر عمران ہوشیار رہو اور اپنے لیے یار غار طلب کرو اور جو دوست کہ میری خوشی پر تیرا موافق نہو وہ تیرا دشمن ہی۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اے داؤد یہ کیا بات ہی کہ تم الگ کونے مین تنہا بیٹھے ہو عرض کیا کہ الہی مین نے تیری خاطر خلق کو برا جانا ارشاد ہوا کہ اے داؤد ہوشیار رہو اور اپنے لیے دوست طلب کرو اور جو دوست کہ میری مسرت پر تیرا موافق نہو اُسکے ساتھ مت رہنا کہ وہ تیرا دشمن ہی تیرے دل کو سخت کریگا اور تجھکو مجھسے دور کریگا۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کی اخبار مین ہی کہ کہنے جناب احدیت مین عرض کیا کہ الہی یہ بات کس طرح سے ہو کہ سب لوگ مجھسے محبت کرین اور جو معاملہ کہ میرے اور تیرے درمیان ہی اُسمین سلامت بھی رہون حکم ہوا کہ لوگون سے اُنکے اخلاق کے موافق سلوک کرو اور جو معاملہ مجھ مین اور تجھ مین ہی اُسمین احسان کرو اور ایک روایت مین یون ہی کہ دنیا والون سے اُنکے اخلاق سے احتیاط کرو اور آخرت والون سے اُنکے اخلاق سے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تم مین سے خدا یتعالی کے نزدیک زیادہ محبوب وہ ہین جو الفت کرتے ہین اور الفت کیے جاتے ہین اور زیادہ مبغوض وہ ہین جو چغلی کھاتے ہین اور بھائیون مین جدائی ڈالتے ہین اور فرمایا کہ اللہ تعالی کا ایک فرشتہ ہی جسکا بدن نصف آگ کا ہی اور نصف برف کا وہ یہہ کہتا ہی کہ الہی جیسی تو نے برف اور آگ مین الفت کی ویسی ہی اپنے نیک بندون کے دلون مین الفت کر۔ اور فرمایا کہ جب کوئی بندہ نیا دوست فی اللہ پیدا کرتا ہی تب ہی اللہ تعالی اُسکے لیے جنت مین ایک نیا درجہ مقرر کرتا ہی۔ اور فرمایا کہ دوست فی اللہ قیامت مین سُرخ یاقوت کے عمود پر ہونگے اُس عمود کے سر پر ستر ہزار کرسیان ہونگی وہ لوگ جنت والون کو جھانکینگے اُنکا حُسن جنت والون پر ایسا چمکیگا جیسا سورج دنیا والون کے اوپر چمکتا ہی تو جنت والے کہینگے

کہ چلو فی اللہ دوستوں کو دیکھیں پس اُنکا حسن اہل جنت کی نظر میں سورج کی جوت کی طرح چمکیگا اُنکا لباس سبز دیبا کا سا ہوگا اور اُنکی پیشانیوں پر لفظ اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰہِ لکھا ہوگا۔ اور آثار اس باب میں یہ ہیں کہ حضرت علی رضؓ نے فرمایا کہ دوستوں کو ضرور پیدا کرو کہ وہ دنیا میں بھی کام آتے ہیں اور آخرت میں بھی دیکھو دوزخ والے اُس روز یہ کہینگے فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِیْنَ وَلَا صَدِیْقٍ حَمِیْمٍ اور حضرت ابن عمر رضؓ فرماتے ہیں کہ بخدا اگر میں اتنے روز رکھوں کہ افطار نکروں اور رات بھر عبادت کیا کروں کہ نہ سوؤں اور اپنا مال نفیس نفیس خدا تعالیٰ کی راہ میں دیدوں لیکن جس روز میں مروں میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی محبت اور اُسکے عاصیوں کا بغض نہو تو یہ سب باتیں میرے کچھ کام نہ آوینگی۔ اور ابن سماک رح نے اپنی موت کے وقت عرض کیا کہ الٰہی تو جانتا ہی کہ میں ہرچند تیری نافرمانی کرتا تھا مگر جو شخص تیرا مطیع ہوتا تھا اس سے محبت رکھتا تھا الٰہی میری اس عادت کو میرے لیے اپنے قرب کا باعث کر۔ اور حضرت حسن بصری رح وہ مضمون فرماتے ہیں جو اسکی ضد ہی یعنے ای ابن آدم اس قول سے دھوکے میں مت آ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کیونکہ تجکو ابرار کا درجہ بدون اُنکے اعمال کے ہرگز نہ ملیگا یہود اور نصاریٰ بھی تو اپنے انبیا سے محبت رکھتے ہیں اور اُنکے ساتھ نہیں۔ اور اسمیں یہ اشارہ ہی کہ صرف محبت بدون موافقت بعض اعمال یا کل اعمال کے مفید نہیں۔ اور حضرت فضیل رح نے اپنے کسی وعظ میں فرمایا ابن تو فردوس بریں میں رہنا چاہتا ہی اور خدا تعالیٰ کی ہمسایگی اُسکے مکان میں انبیا اور صدیقین اور شہدا اور صالحین کے ساتھ ڈھونڈھتا ہی کس برتے پر تنا پانی کونسی شہوت کو تونے ترک کیا کونسے غصہ کو پیا کونسے قاطع رحم سے تو ملا کونسے اپنے بھائی کے قصور کو معاف کیا کونسی سے قرب سے تو فی اللہ دور ہوا کونسی سے بعید سے تو فی اللہ قریب ہوا اور مروی ہی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ تونے کبھی میرے لیے کوئی کام کیا ہی عرض کیا کہ الٰہی میں نے تیرے لیے نماز پڑھی روزہ رکھا صدقہ دیا زکوٰۃ دی حکم ہوا کہ نماز تیرے لیے برہان ہی اور روزہ سپر ہی اور صدقہ سایہ ہی اور زکوٰۃ نور ہی تیرے لیے کون سا عمل کیا حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ الٰہی مجھے بتادے کہ تیرے لیے کون سا عمل ہی ارشاد ہوا کہ تونے کبھی میرے لیے کسی دوست سے دوستی یا کسی دشمن سے دشمنی کی ہی یا نہیں تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جانا کہ محبت فی اللہ اور عداوت فی اللہ افضل اعمال ہی۔ اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑا ہو کر ستر برس عبادت کرے تب بھی

اللہ تعالی اُسکا حشر اُسی کے ساتھ کریگا جس سے اُسکو محبت ہوگی - اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ فاسق سے بغض فی اللہ رکھنا موجب تقرب الی اللہ ہی - اور ایک شخص نے محمد بن واسع رح سے کہا کہ مین آپ سے محبت فی اللہ رکھتا ہون اُنھون نے فرمایا کہ جس شخص کی خاطر تم مجھسے محبت کرتے ہو وہ تمسے محبت کرے پھر اپنا منھ پھیر کر کہا کہ الٰہی مین تجھ سے پناہ مانگتا ہون اس بات سے کہ لوگ مجکو تیری خاطر سے محبوب جانین اور تو مجھسے بغض رکھے - اور ایک شخص داؤد طائی رح کے پاس گیا آپ نے فرمایا کہ تمھارا کیا مطلب ہی اُسنے کہا کہ صرف آپکی زیارت آپ نے فرمایا کہ تمنے تو اچھا کام کیا کہ زیارت کی مگر مین اپنے حال کو سوچتا ہون کہ اگر مجھسے یہ کہا جائیگا کہ تو کون ہی کہ زیارت کیا جاتا ہی کیا زاہد ہی یا عابد ہی یا نیک بخت ہی تو اُسوقت کیا ہوگا مین تو انمین سے بخدا ایک بھی نہین پھر اپنے نفس کی توبیخ پر متوجہ ہوکر کہنے لگے کہ جوانی مین تو فاسق تھا اب بُڑھاپے مین ریاکار ہوگیا بخدا ریاکار کا فاسق سے بہت بُرا درجہ ہی اور حضرت عمر رض نے فرمایا ہی کہ جب کوئی تم مین سے کسی بھائی کو دوست پاوے تو اُس کو مضبوط پکڑ لے کہ ایسے آدمی کم ملا کرتے ہین - اور حضرت مجاہد رح فرماتے ہین کہ جب فی اللہ محبت کرنے والے آپس مین ملکر ایک دوسرے کو دیکھکر خوش ہوتے ہین تو اُنکے گناہ ایسے جھڑتے ہین جیسے جاڑے مین درخت کے پتے سوکھ کر گرتے ہین اور حضرت فُضیل رح فرماتے ہین کہ آدمی کو اپنے بھائی کے چہرے پر نظر مودت اور رحمت سے دیکھنا عبادت ہی -

دوسرا بیان اس ذکر مین کہ اخوت فی اللہ کے معنے کیا ہین اور اُسمین اور دنیا کی اخوت مین کیا فرق ہی جاننا چاہیے کہ محبت فی اللہ اور بغض فی اللہ دقیق باتین ہین انکا حال تقریر آیندہ سے منکشف ہوگا وہ یہ ہی کہ صحبت دو طرح کی ہی ایک یہ کہ اتفاقی ہوجائے جیسے ہمسایہ مین رہنے سے یا مکتب خواہ مدرسہ مین ساتھ رہنے سے یا بازار مین یکجائی ہونے سے یا ایک جگہ نوکر ہونے سے یا سفر مین رفیق ہونے سے دوسرے وہ کہ بقصد و اختیار پیدا کی جاوے اور ہمکو بیان اسی کا منظور ہی کیونکہ اخوت فی الدین یقینًا اسی قسم مین واقع ہی اسلیے کہ ثواب اور ترغیب اُنھین افعال مین ہوتی ہی جو اختیاری ہون اور صحبت کے معنے ہین پاس بیٹھنا اور ملنا جُلنا اور یہ باتین انسان دوسرے سے جبھی کرتا ہی جب اُسکو محبوب جانتا ہی کیونکہ غیر محبوب سے تو اجتناب اور دُوری کیا کرتا ہی اور اُس سے اختلاط نہین چاہتا اور جس سے محبت رکھتا ہی تو دو حال سے خالی نہین یا صرف اُسکی ذات سے محبت ہی کوئی اور مقصود اور محبوب چیز نہین جس کا ذریعہ اُسکی محبت کو

کیا جائے یا اسلیے محبت کرتا ہی کہ اُسکے ذریعہ سے دوسرا مقصود حاصل ہو پھر یہ مقصود تین صورت سے خالی نہین یا صرف متعلق منافع دنیاوی سے ہو یا آخرت سے متعلق ہو یا متعلق باللہ تعالیٰ ہو تو یہ چار قسم کی محبت ہوئی اب ان چارون کو جدا جدا لکھا جاتا ہی قسم اول یہ کہ انسان دوسرے شخص سے محبت صرف اُسکی ذات کے لیے کرے اور یہ ہوسکتا ہی کہ ایک آدمی دوسرے کے نزدیک فی ذاتہ محبوب ہو یعنے جب وہ اُسکو دیکھے اور پہچانے اور اُسکے اخلاق کا مشاہدہ کرے تو اُسکو لذت حاصل ہو اسوجہ سے کہ وہ اُسکو اچھا جانتا ہی کیونکہ اہل جمال اُس شخص کے حق مین لذیذ ہوتا ہی جو اُسکے جمال کو معلوم کرے اور ہر لذیذ محبوب ہوتا ہی اور لذت اچھا جاننے کے بعد ہوتی ہی اور اچھا جاننا سرشتی مناسبت اور موافقت کا تابع ہوتا ہی پھر وہ مستحسن یا تو ظاہر کی خوبصورتی ہو یعنے اعضا ظاہری کا اچھا ہونا یا صورت باطنی ہو یعنے عقل کا کامل ہونا اور اخلاق کا اچھا ہونا اور اخلاق کے اچھے ہونے سے افعال اچھے ہوتے ہین اور کمال عقل کی تابع علم کی کثرت ہی اور یہ سب باتین طبع سلیم اور عقل مستقیم کے نزدیک مستحسن ہین اور ہر مستحسن چیز قابل لذت اور محبوب ہوتی ہی بلکہ دلون کی الفت کے باب مین ایک اور بات اس سے باریک تر ہی یعنے دیکھتے ہین کہ بعض اوقات دو شخصون مین دوستی اور مودت مضبوط ہوجاتی ہی حالانکہ اسکا باعث نہ ظاہر کی ملاحت ہوتی ہی نہ خوبی عادت بلکہ وجہ اُسکی مناسبت باطنی اور مشابہت معنوی ہوتی ہی جو اُن دونون مین الفت اور موافقت کا موجب ہوتی ہی کیونکہ چیز کا مشابہ اپنی سرشت سے اُسکی طرف کھنچتا ہی اور اسی مضمون کا شعر کسی نے کہا ہی شعر

جانب مثل دلا مثل کو ہوتی ہی کشش	جیسے ہر عضو مین جانی ہی غذا اُس جیسی

اور باطنی مشابہتین پوشیدہ ہین اور اُنکے اسباب دقیق ہین آدمی کی طاقت نہین کہ اُنپر واقف ہو اور اسی رمز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث مین ارشاد فرمایا اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ کہ جان پہچان کا ہونا نتیجہ جدا رہنے کا ہی اور الفت نتیجہ تناسب کا ہی جسکا تقاضہ سے تعبیر فرمایا اور ایک روایت مین یون ہی اَنَّ الْاَرْوَاحَ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ فِي الْهَوَاءِ تَلْتَقِيْ فَتَتَشَامُّ اور بعض علمانے اس مضمون کو اسطرح بیان کیا ہی کہ اللہ تعالیٰ نے ارواح کو پیدا کرکے اُنمین سے بعض کے دو ٹکڑے کیے اور اُنکو اپنے عرش کے گرد طواف کرایا تو اُن دو ٹکڑون مین سے جن دو دو مین تعارف وہان ہوگیا وہ دنیا مین بھی ملے رہے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا

روایت مین مسیرۃ یوم

کہ دو مومنون کی روحین ایک مہینہ کے فاصلہ سے ملتی ہین حالانکہ انھون نے آپس مین ایک دوسرے کو کبھی نہین دیکھا۔ اور مروی ہی کہ ایک عورت مکہ معظمہ مین عورتون کو ہنسایا کرتی تھی اور دوسری ایسی ہی مدینہ منورہ مین تھی وہ مکیہ اتفاقاً مدینہ منورہ کو گئی اور اُس مدنی عورت کے پاس اُتر کر حضرت عائشہ رضہ کے پاس گئی اور آپ کو ہنسایا آپ نے پوچھا کہ تو کہان اُتری ہی اُ سنے کہا کہ فلان عورت کے پاس آپ نے فرمایا کہ سچ کہا ہی اللہ تعالی اور اُسکے رسول نے مین نے سُنا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَۃٌ الخ اور واقعی یہ ہی کہ مشاہدہ اور تجربہ شاہد ہی کہ تناسب کے وقت الفت باہمی ہوتی ہی اور طبیعتون اور اخلاق باطنی اور ظاہری مین تناسب کا ہونا سمجھ مین آتا ہی اور جن اسباب سے کہ یہ مناسبت ہوتی ہی اُنکا دریافت کرنا قوت بشری سے خارج ہی غایت یہ ہی کہ منجم یہ ہذیان سرائی کرے کہ جب ایک کا زائچہ دوسرے کے زائچہ کے تسدیس یا تثلیث پر ہوتا ہی تو یہ صورت موافقت اور مودت کی ہی اور مقتضی تناسب اور میل کی اور جب مقابلہ یا تربیع پر ہوتا ہی تو مقتضی دوری اور عداوت کا ہوتا ہی تو یہ قول اگر سچا بھی ہو یعنے خدا تعالی نے جو عداوت آسمانون اور زمین کی پیدائش مین مقرر کرلی ہی اُسکے مطابق ایسا ہی ہوا کرتا ہی تو جتنا اشکال اصل تناسب کے معلوم ہوتے ہین تھا اُس سے زیادہ اُسمین ہوگا پس ایسی بات مین خوض نرنے کی کیا ضرورت ہی جسکا راز بشر کے لیے واضح نہین کیا گیا کیونکہ انسان کو تو علم مین سے تھوڑا ہی سا عنایت ہوا ہی اور اُسکی تصدیق کے لیے تجربہ اور مشاہدہ ہمکو کافی ہین اور حدیث شریف مین یہ آچکا ہی کہ اگر ایک مومن اُس مجلس مین جاوے جسمین سو منافق اور ایک ایماندار ہو تو وہ اُسی ایماندار کے پاس آکر بیٹھیگا اور اگر ایک منافق ایسی مجلس مین جاوے جسمین سو ایماندار اور ایک منافق ہو تو وہ اسی منافق کے پاس آکر ہم نشست ہوگا۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہی کہ مثل کو اپنی مثل کی طرف کشش ہوتی ہی اگرچہ اُسکو علم نہو۔ اور حضرت مالک بن دینار رحمہ فرمایا کرتے کہ دنیا آدمیون مین دو کا اتفاق جبھی ہوگا کہ ایک مین دوسرے کا کوئی وصف پایا جاوے اور لوگون کی شکلین ایسی ہین جیسے پرندون کی جنسین کہ اُڑنے مین دو قسم کے پرند کبھی نہین متفق ہوتے اور بدون مناسبت اُنکا پرواز ایک ساتھ نہین ہوتا ہی چنانچہ مشہور ہی کہ کبوتر بکبوتر باز باز بکند ہمجنس باہمجنس پرواز ایک روز اُنھون نے کوے کو کبوتر کے ساتھ اُڑتا دیکھکر تعجب کیا کہ یہ کیسے ساتھ ہوگئے یہ تو ایک شکل کے نہین پھر جو اُنکو دیکھا تو معلوم ہوا کہ دونون لنگڑے تھے

ابن سیرین رحمہ اللہ تعالی جلیس (بیٹھنے والے) شر (برے) کو فوقیت (برتری) ابن مسعود رضہ

تب فرمایا کہ اسی وجہ سے انمین اتفاق ہوا۔ اور اسی وجہ سے بعض حکمانے کہا ہی کہ ہر انسان اپنے ہم شکل سے اُنس کیا کرتا ہی جیسے ہر پرند اپنے ہمجنس کے ساتھ اُڑتا ہی اور جب دو شخص چندے ساتھ رہین اور حالت مین ہم شکل نہون تو ضرور ہی کہ جدا ہوجاوینگے اور یہ بات ایسی ظاہر ہوگئی ہی کہ بعض شاعر بھی اسکو جان گئے ہین چنانچہ کسی نے اس مضمون کو باندھا ہی شعر

وجہ فرقت کی جو پوچھی تو یہ مین اُنسے کہا	میری صورت کا نتھا اسلیے ہون اس سے جدا

غرضکہ انسان کو محبت دوسرے سے کبھی لذاتہ ہوتی ہی نہ کسی فائدہ کے سبب سے کہ اُسکو حال مین یا مآل مین حاصل ہو بلکہ صرف اُس مجانست اور مناسبت کی وجہ سے جو باطن کی سرشتون اور پوشیدہ اخلاق مین ہوتی ہی اور اسی قسم مین خوبصورتی کی محبت بھی داخل ہی بشرطیکہ اُس سے شہوت رانی مقصود نہو کیونکہ اچھی صورتین بذات خود لذت بخش ہوتی ہین گو وہان اصل شہوت ہی نہو مثلاً سبزون اور کلیون اور پھولون اور سرخی آمیز سیبون اور آب روان اور سبزے کے دیکھنے سے آنکھ کو لذت ہوتی ہی اور سوائے اُنکی ذات کے اور کوئی غرض بدرمیان نہین ہوتی اور یہ محبت چونکہ سرشتی اور خواہش نفس سے ہی اور ملحدون کو بھی ہوتی ہی اسلیے خدا کے واسطے کی محبت اُسمین داخل نہین لیکن اگر اس محبت مین کوئی غرض بد ملجا دیگی تو بُری ہوجاویگی مثلاً محبت کسی اچھی صورت کی شہوت رانی کے لیے جہان کہ اُسکی تعمیل حلال نہو اور اگر کوئی بُری غرض نہ ہو تو یہ محبت مباح ہی کہ نہ اُسکو محمود کہینگے نہ مذموم کیونکہ محبت تین ہی طرح کی ہوتی ہی یا قابل حمد یا قابل مذمت یا مباح کہ نہ قابل حمد ہو نہ قابل مذمت۔ دوسری قسم یہ ہی کہ انسان دوسرے سے محبت اس نظر سے کرے کہ اُسکی ذات سے اُسکا مقصود حاصل ہو تو یہ محبت دوسری چیز کا وسیلہ ہوتی ہی اور محبوب چیز کا وسیلہ بھی محبوب ہوتا ہی اور جو چیز کہ غیر چیز کی خاطر محبت کیجاتی ہی تو حقیقت مین محبوب وہ غیر ہی ہوتی ہی مگر پہلی چیز چونکہ ذریعۂ محبوب ہی اسلیے محبوب ہی اور اسی وجہ سے لوگ سونے اور چاندی کو محبوب سمجھتے ہین حالانکہ ان دونون کی ذات سے کوئی غرض نہین ہوتی کیونکہ نہ کھائی جاتی ہین نہ پہنی جاتی ہین مگر چونکہ وہ ذریعہ دوسری محبوب چیزون کی ہین اسلیے محبوب ہین تو یہی حال بعض لوگون کا ہی کہ اُنسے لوگ اسی طرح سے محبت کرتے ہین جیسے چاندی اور سونے سے اس لحاظ سے کہ وہ ذریعہ مقصود ہوتے ہین یعنے اُنکی محبت سے جاہ یا مال یا علم حاصل ہوتا ہی مثلاً آدمی جو بادشاہ سے محبت کرتا ہی تو اسی وجہ سے کہ اُسکے مال یا جاہ سے نفع ہوتا ہی اور اُسکے خواص سے جو محبت کرتا ہی تو اس

غرض سے کہ وہ لوگ بادشاہ کے سامنے اس کا حال اچھی طرح پیش کرین اور اُسکے دل مین اُسکی جگہ کردین اور جس مقصود کے لیے شخص محبوب کو ذریعہ کیا جاتا ہی اگر اُسکا فائدہ صرف دنیاوی ہی ہو تو ذریعہ کی محبت فی اللہ محبت نہوگی اور اگر دنیاوی فائدہ پر انحصار تو نہین مگر محبت کرنے والے کی غرض اس سے دنیا ہی کا فائدہ ہی تب بھی وہ محبت فی اللہ متصور نہوگی جیسے شاگرد محبت اوستاد سے تحصیل کے لیے کرے تو ہر چند علم کے فوائد منحصر بہ دنیا نہین مگر شاگرد کی غرض اس سے اگر تحصیل دنیا اور قبول ہونا مخلوق مین ہوگی تو اُسکی محبت فی اللہ نہوگی کیونکہ مقصود اُسکا اس صورت مین جاہ اور مال ہوگیا جسکے حصول کا ذریعہ علم ہی اور علم کے حاصل ہونے کا وسیلہ اُستاد ہی تو یہ محبت فی اللہ کچھ بھی نہوئی ہان اگر علم کو تقرب الی اللہ کی نظر سے تحصیل کرتا تو البتہ محبت فی اللہ ہوتی ورنہ اس طرح کی محبت اُوستاد کی تو کافر سے بھی ہوتی ہی پھر اس محبت کی بھی دو قسمین ہین ایک مذموم دوسری مباح یعنے اگر علم کو مقاصد مذمومہ کا ذریعہ کرنے کی نیت ہی مثلاً ہمسرون کا زیر کرنا اور یتیمون کے مال کا جمع کرنا اور قاضی بن کر رعیت کو ستانا وغیرہ تو محبت بھی مذموم ہوگی اور اگر مباح مقاصد کی نیت ہوگی تو محبت بھی مباح ہوگی غرضکہ ذریعہ چونکہ بذات خود مستقل نہین ہوتا اور مقصود کا تابع ہوتا ہی اسلیے حکم اور صفت ذریعہ پر وہی ہوتی ہی جو مقصود پر ہو۔ تیسری قسم یہ ہی کہ محبت لذاتہ نہو غیر کے لیے ہو اور وہ غیر بھی حظوظ دنیاوی مین سے نہو بلکہ حظوظ آخرت مین سے ہو اور یہ محبت ظاہر ہی کہ محبت فی اللہ مین متصور ہوگی مثلاً کوئی شخص اپنے اُستاد اور مرشد سے باین وجہ محبت کرے کہ اُنکے ذریعہ سے علم کی تحصیل اور عمل کی درستی ہوگی اور علم و عمل سے اُسکا مقصود آخرت کی بہتری ہو تو اُسکی محبت فی اللہ محبت مین شمار ہوگی اسی طرح جو اُستاد اپنے شاگرد سے محبت کرے اور مقصود دنیاوی نہو صرف یہ لحاظ ہو کہ یہ مجھ سے علم سیکھتا ہی اسکی بدولت مجھکو رتبہ تعلیم ملیگا اور عالم ملکوت مین درجہ تعظیم پر ترقی کرونگا کیونکہ حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ جو شخص جانے اور عمل کرے اور لوگون کو سکھاوے وہ آسمان کے ملکوت مین عظیم کہا جاتا ہی اور ظاہر ہی کہ تعلیم بدون متعلم کے نہین ہوسکتی تو اس صورت مین اُستاد کو اس کمال کے حاصل ہونیکا سبب شاگرد ہی ہوا پس اگر استاد اس سے محبت بدین لحاظ کرے کہ وہ میرے لیے ذریعہ حصول سعادت اخروی ہی کہ اسی کے باعث سے درجہ تعظیم آسمان کے ملکوت مین ملیگا تو وہ محبت فی اللہ ہوگا۔ اسی طرح جو شخص اپنا مال خیرات کرتا ہو اور مہمانون کو اکٹھا کرکے اُنکے لیے

عمدہ اور عجیب کھانے غزہ دار خدا یتعالی اسکے تقرب کے لیے پکواتا ہو وہ اگر کسی باورچی اپنے فن کے
طاق سے محبت کریگا تو وہ بھی محبین فی اللہ مین سے ہوگا ایسا ہی اگر کسی ایسے شخص سے محبت کریگا
جو اسکے صدقات کو مستحقون کو پہونچا دیا کرے تو وہ بھی فی اللہ محبت رکھنے والا ہوگا بلکہ اس سے
بڑھکر ہم کہتے ہین کہ اگر کوئی شخص اُس آدمی سے محبت کرے جو اُسکی خدمت خود کرتا ہو یعنے
اُسکے کپڑے دھونے اور گھر مین جھاڑو دینی اور کھانا پکانا اپنے ذمہ کرلے تاکہ اُسکو علم و عمل کے
لیے فراغت ملے اور اُسکا مقصود ان کاموں کے لینے سے عبادت کے لیے فارغ ہونا ہو تو وہ
بھی محب فی اللہ ہوگا۔ اور اس سے زیادہ اور ہم کہتے ہین کہ جب ایک شخص دوسرے کی سب
اغراض دنیاوی کا کفیل ہوجاوے یعنے کھانا اور لباس اور مسکن وغیرہ ضروریات اپنے پاس
سے دے تاکہ اُسکو علم اور عمل کے لیے فراغت ہوجاوے اور دوسرا شخص بہمین لحاظ اس سے محبت
رکھے اور اپنے علم و عمل سے اللہ تعالی کا تقرب چاہتا ہو تو وہ بھی محب فی اللہ ہی چنانچہ اگلے
لوگون مین کچھ صلحا ایسے تھے کہ اُنکے مقاصد دنیاوی کی کفالت بعض اہل ثروت نے کرلی
تھی اور یہ دونون شخص محبین فی اللہ مین سے تھے۔ اور اس سے زیادہ ہم کہتے ہین کہ جو شخص
ایک نیکبخت عورت سے نکاح کرے اس غرض سے کہ اُسکے سبب سے شیطانی وسوسہ سے
بچے اور اپنے دین کو بچاوے یا اس نیت سے کہ اس سے کوئی فرزند نیکبخت ہو جو میرے لیے
دعا خیر کرے اور وہ شخص اپنی بی بی کو ذریعہ مقاصد دینی سمجھ کر محبوب جانے تو وہ بھی محب فی اللہ
ہوگا اور اسی وجہ سے احادیث مین عیال پر نفقہ کرنے کا بہت اجر اور ثواب وارد ہوا ہے حتی کہ اگر لقمہ
کھانیکا اگر اپنی بی بی کے منھ مین دیوے تو اُسپر بھی ثواب ملتا ہے۔ بلکہ ہم کہتے ہین کہ اگر کوئی
کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالی کی محبت اور اُسکی رضا اور دیدار اخروی کی محبت مین مشہور ہو تو وہ
شخص اگر کسی غیر سے محبت کریگا تو محب فی اللہ ہوگا اسلیے کہ یہ ہو نہین سکتا کہ وہ کسی ایسے چیز
سے محبت کرے جس مین اُسکے محبوب کی مناسبت نہو تو جس چیز سے محبت کریگا رضاء مولے
جو اُسکا محبوب اور مطلوب ہے اول مدنظر رکھیگا۔ بلکہ ہم اس سے زیادہ کہتے ہین کہ جب ایک شخص
مین دو باتین جمع ہون کہ ایک ذریعہ تقرب الی اللہ ہو اور دوسری ذریعہ حصول دنیا اور کوئی
دوسرا شخص جسکے دل مین اللہ تعالی اور دنیا کی محبت اکٹھی ہو اس سے بہمین وجہ محبت
کرے کہ اُسکو دونون باتون کی صلاحیت ہے تو وہ بھی محبین فی اللہ مین سے ہوگا جیسے
کوئی اُستاد اپنے شاگرد کو دین سکھاوے اور مال دیکر دنیا کی ضروریات سے بچاوے اور

اج پیشتر اسکی باب مین ضرورت نہ سمجھی گئی ۱۲

شاگرد جسکی طبیعت مین طلب راحت دنیا اور سعادت آخرت دونون ہون اُسکو دونون امر کا ذریعہ سمجھکر اُستاد سے محبت کرے تو یہ محبت فی اللہ ہوگی کیونکہ محبت فی اللہ مین یہ شرط نہین کہ حظ دنیا کی محبت بالکل نہو اسلیے کہ جس دعا کا حکم انبیا علیہم السلام کو ہوا ہی اس مین دنیا اور آخرت دونون کو جمع کیا ہی چنانچہ ایک دعا یہ ہی رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً اور حضرت عیسی علیہ السلام نے اپنی دعا مین فرمایا الہی مت ہنسا مجھپر میرے دشمن کو اور مت بڑائی ہونچا میرے سبب سے میرے دوست کو اور مت کر میری مصیبت میرے دین مین اور مت کر دنیا کو سب سے بڑا مقصد میرا تو اس دعا مین دشمنون کی ہنسی کو ٹالنا حظوظ دنیا ہی مین سے ہی اور یہ نہین کہا کہ دنیا کو میرا مقصد ہرگز مت کر بلکہ یون دعا مانگی کہ دنیا کو میرا بڑا مقصد مت کر۔ اور ہمارے پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعا مین یہ فرمایا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ رَحْمَۃً اَنَالُ بِھَا شَرَفَ کَرَامَتِکَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اور فرمایا اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ مِنْ بَلَآءِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَۃِ حاصل یہ کہ جس صورت مین سعادت اخروی کی محبت اللہ تعالی کی محبت کی منافی نہین تو دنیا مین صحت اور سلامتی اور کفایت اور کرامت کی محبت کیسے محبت الہی کی منافی ہوگی کیونکہ دنیا اور آخرت دونون ایک دوسرے کے قریب ہین ایک حال مین ہی اور ایک مآل مین تو یہ کیسے ہوسکتا ہی کہ انسان اپنے کل کے حظوظ کو تو محبوب سمجھے اور آج انسے محبت نکرے اور کل مین جو انسے محبت کرتا ہی تو اسی وجہ سے کہ کل حالت دائمی ہوجائیگی تو معلوم ہوا کہ حالت دائمی بھی مطلوب ہی اور وہ آج کی محبت سے حاصل ہوتی ہی ہان حظوظ دنیاوی کی دو قسمین ہین ایک وہ کہ حظوظ اخروی کے مخالف ہون اور ان سے روکدین یہ وہ امور ہین جنسے انبیا اور اولیا نے خود احتراز کیا ہی اور دوسرون کو ان سے اجتناب کرنے کا حکم دیا اور دوسرے وہ کہ انکے مخالف نہین یہ وہ باتین ہین کہ انبیا اور اولیا نے ان سے دست کشی نہین کی جیسے نکاح کرنا اور حلال کھانا وغیرہ پس جو چیزین کہ آخرت کے حظوظ کے مخالف ہون تو شایان عاقل یہ ہی کہ اُنسے نفرت کرے نہ محبت یعنے انسے نفرت عقلی کرے نہ طبعی مثلا اگر کسی بادشاہ کا کھانا لذیذ موجود ہو اور آدمی جانتا ہو کہ اگر اُسکو کھاؤنگا تو میرا ہاتھ کاٹا جائیگا یا گردن اڑادیجائیگی تو جیسے نفرت اس کھانیسے ہوتی ہی ویسی ہی حظوظ دنیاوی سے چاہیے یہ مقصود نہین کہ لذیذ کھانے کو صحبت نچاہے اور اگر کھالے تو لذیذ معلوم نہو کیونکہ یہ امر تو محال ہی بلکہ یہ غرض ہی

کہ عقل اُسکے کھانے سے مانع ہو اور نفرت کی وجہ وہی ضرر ہو جو ہاتھ کٹنے اور گردن مارے جانے سے متصور ہی اور مقصود اس سے یہ ہی کہ اگر شاگرد اپنے استاد سے محبت بدنیوجہ کریگا کہ اُسکو دین سکھاتا ہی کہ دنیوی مہمات کا خبر گیران ہی یا استاد شاگرد سے باین لحاظ محبت کرے کہ علم دین سیکھتا ہی اور دنیا کی ضرورتون مین کام آتا ہی یعنے محبت کی علت ایک دنیاوی خط ہو اور ایک اخروی تو وہ محبین فی اللہ مین متصور ہوگا مگر اسمین ایک شرط ہی اور وہ یہ ہی کہ اگر استاد مثلاً شاگرد کو علم پڑھانا موقوف کردے یا شاگرد کو اُستاد سے تحصیل کرنا بن نہ آوے تو محبت اس وجہ سے کم ہوجاوی تو اس شرط کے نپائے جانے سے جسقدر محبت کم ہوگی اُسی قدر محبت خدا کے واسطے ہوگی اور اسی قدر پر فی اللہ محبت کا ثواب بھی ملیگا۔ اور یہ کچھ محال نہین کہ جس آدمی سے تمہاری بہت سی غرضین وابستہ ہون اس سے تم زیادہ محبت کرو اور اگر وہ کچھ غرضون کے پورا کرنے سے باز رہے تو تمھاری محبت بھی کم ہوجاوے اور زیادہ مطلب برآری ہو تو محبت بھی اور زیادہ ہوجاوے چنانچہ سونا اور چاندی اگر مقدار مین برابر ہون تو جتنی محبت سونے کی تمکو ہوگی اتنی چاندی کی نہوگی اسلیے کہ جتنی غرضین سونے سے نکلتی ہین وہ چاندی کی نسبت کرزیادہ ہوتی ہین تو جب محبت کی زیادتی غرض کی زیادتی سے ہوسکتی ہی اور اجتماع اغراض دنیوی اور اخروی کا محال نہین تو جس محبت مین دونون غرضین ہونگی وہ منجملہ محبت فی اللہ ہوگی اور محبت فی اللہ کی تعریف یہ ہی کہ جو محبت ایسی ہو کہ اگر خدا تعالی اور آخرت پر ایمان نہ ہوتا تو وہ محبت بھی نہوتی تو وہ محبت فی اللہ ہوگی اسی طرح جو زیادت محبت کہ خدا تعالی اور روز آخرت پر ایمان نہونے سے موجود نہوتا وہ بھی فی اللہ محبت مین سے ہوگی اور یہ ہرچند دقیق ہی مگر کمیاب ہی۔ جُریری نے کہا ہی کہ لوگون نے قرابتون مین دین کا اتنا برتاو کیا کہ دین پتلا ہوگیا پھر دوسری قرن مین وفا کا معاملہ کیا یہان تک کہ وفا جاتی رہی اور تیسری مین مروت کا تعامل کیا کہ وہ بھی جاتی رہی اب بجز خوف اور خواہش کے اور کچھ نہین رہا۔ چوتھی قسم یہ ہی کہ آدمی دوسرے سے لوجہ فی اللہ محبت کرے یعنے نہ اس غرض سے کہ اُس سے کوئی غرض علمی یا عملی حاصل ہو یا سوا ذات الہی کے اور کوئی مقصود ہو یہ قسم محبت کی سب سے اعلی اور سب سے دقیق اور خفیہ ہی مگر تاہم ممکن الوجود ہی اسلیے کہ غلبہ محبت کی تاثیر یہ ہی کہ محبوب سے محبت متجاوز ہوکر اُن لوگون اور چیزون پر ہوجاتی ہی جو محبوب سے متعلق ہون گو دور کا علاقہ ہو مثلاً اگر کسی کو دوسرے شخص سے محبت زیادہ ہوتی ہی تو وہ محبوب کے محبوب اور خدم اور ثناخوان سے

اور اُس شخص سے جسکی تعریف محبوب کرے محبت کیا کرتا ہی اور اُس سے بھی محبت کرتا ہی جو محبوب کی رضا مین پیش قدم ہو یہانتک کہ بقیہ بن ولید کہتے ہین کہ ایماندار جب دوسرے ایماندار سے محبت کرتا ہی تو اُسکے کہنے سے بھی محبت کرتا ہی اور واقع مین اُنکا قول درست ہی اور تجربہ عشاق کے حالات کا اُسکا شاہد ہی اور شعرا کے اشعار سے یہی مضمون ٹپکتا ہی اور یہین وجہ محبوب کا کپڑا یا دوسرا نشان رکھ چھوڑتے ہین اور اُسکی یادگار سمجھتے ہین اور اُسکے گھر اور محلہ اور ہمسایون سے محبت کرتے ہین چنانچہ مجنون بنی عامرہ نے اس مضمون کا قطعہ کہا ہی قطعہ

میرا گذر دیار مین لیلی کے جب ہوا	بوسہ پہ بوسہ مین در و دیوار کو دیا
تڑپا نہین دیار کی الفت سے میرا دل	پر ساکن دیار کی الفت مین مر مٹا

غرضکہ مشاہدہ اور تجربہ سے معلوم ہوتا ہی کہ محبت محبوب کی ذات سے بڑھکر اُن چیزون پر بھی پہونچتی ہی جو اُسکو محیط ہون یا اُسکے اسباب سے متعلق ہون یا کوئی دور ہی کی مناسبت اُس سے رکھتی ہون مگر یہ خاصیت غلبۂ محبت کی ہی اصل محبت اُسمین کافی نہین اور جسقدر غلبۂ محبت کو قوت ہوتی ہی اُسی قدر ذات محبوب سے اُسکے گرد کی چیزون اور اسباب متعلقہ مین زیادہ پھیلتی جاتی ہی اسی طرح جب اللہ پاک کی محبت غالب ہوتی اور دل پر زور سے چھاجاتی ہی اور نوبت شیفتگی کی پہونچتی ہی تو جو چیز اُسکے سوا موجود ہی اُسکی طرف بھی پھیلتی ہی اس سبب سے کہ ماسوی کا وجود اُسکی قدرت کا نشان ہی اور یہ قاعدہ ہی کہ جو شخص کسی سے محبت کرتا ہی وہ اُسکی صنعت اور کتابت اور تمام افعال سے محبت کرتا ہی اور اسی لیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کوئی نیا پھل آپکے پاس لاتا تو آپ اُسکو اپنی آنکھ سے لگاتے اور اُسکی تعظیم کرتے اور فرماتے کہ یہ میرے رب نے ابھی موجود فرمایا ہی (یعنے نبت سے خطا وار ہاتھون مین نہین ملا گیا نہ پانون مین روندا گیا نہ زمین پر بسر ہوا بلکہ عالم غیب سے حکم پاکر عالم شہادت مین تازہ وارد ہوا ہی اسکو وہ عالم چھوڑے تھوڑا زمانہ گذرا ہی) اور اللہ تعالی کی محبت کبھی اس لحاظ سے ہوتی ہی کہ بندہ کو اُسکے وعدون کی توقع اور دولت اخروی کے ملنے کی امید ہوتی ہی اور کبھی اس لحاظ سے کہ اُسنے زمانۂ سلف مین طرح طرح کی نعمتین اور احسان عطا فرمائے ہین اور کبھی صرف لذاتہ ہوتی ہی کوئی اور بات اگلی یا پچھلی کچھ نہین ہوتی اور اقسام محبت مین سے یہ سب سے دقیق اور اعلی ہی اور اسکا بیان چہارم جلد کے باب المحبت مین مذکور ہوگا بہرحال محبت الہی کسی طرح پر ہو جب وہ قوت پکڑتی ہی تو جو چیزین کسی وجہ کا بھی تعلق اُس سے رکھتی ہین اُنمین پھیلتی ہی

کہ جو چیزین فی نفسہ دردہندہ اور مکروہ ہوتی ہین وہ نظر مین اچھی معلوم ہوتی ہین اور فرط محبت مین اُنکا درد معلوم نہین ہوتا اور وہ درد اِس خوشی مین چھپ جاتا ہی کہ یہ کام ہمارے محبوب کا ہی اور اُسنے ہماری دردرسانی کا قصد کیا ہی اسکی مثال ایسی جانو جیسے کوئی محبوب اپنے عاشق کو بوجہ عتاب کوئی ضرب لگاوے یا چٹکی لے کہ اس صورت مین فرط محبت سے وہ خوشی ہوتی ہی کہ درد اُسمین نہین معلوم ہوتا بلکہ اُسکو خوش قسمتی اور راحت سمجھتے ہین۔ اللہ تعالی کی محبت مین بعض لوگون کی یہ نوبت ہوگئی ہی کہ وہ کہتے ہین کہ مصیبت اور نعمت مین ہم کچھ فرق نہین کرتے کیونکہ دونون اللہ تعالی کی طرف سے ہین ع انچہ از دوست میرسد نیکوست اور ہمہ خوش اُسی چیز سے ہوتے ہین جسمین اُسکی رضا ہو یہان تک کہ بعض اُنمین سے یہ فرماتے ہین کہ خدا تعالی کی معصیت کرکے اگر مغفرت بھی ملے تو مین اُسکو نہین چاہتا۔ اور بعضون نے اس مضمون کا ایک شعر کہا ہی ؎ تجھین نہین اے خدا مجھے چین جس طرح سے چاہے آزمائے اور اسکی تحقیق باب المحبت مین انشاء اللہ آویگی اور مقصود یہ ہی کہ اللہ تعالی کی محبت جسقدر قوی ہوتی ہی تو اس بات کا موجب ہوتی ہی کہ جو شخص اُسکی عبادت کا حق ادا کرے یا اُسکی صفت اُسکے نزدیک پسند ہو یعنے خوش خلق ہو یا شریعت کے آداب سے متصف ہو اُسکے ساتھ بھی محبت کیجاے۔ اور جو ایماندار کہ اللہ تعالی اور آخرت کا محب ہی اُسکے سامنے جب دو آدمیون کا ذکر کیا جاویگا کہ ایک عالم اور عابد ہی اور دوسرا فاسق اور جاہل تو وہ اپنے دل مین اول شخص کی طرف میل پاویگا پھر یہ میل جسقدر ایمان مین اور اللہ تعالی کی محبت مین ضعف ہوگا اُسی قدر ضعیف ہوگا اور جسقدر ان دونون باتون مین قوت ہوگی اُسی قدر قوی ہوگا اور یہ میل ضرور حاصل ہوگا گو وہ دونون شخص غائب ہون اور اُسکو یقین ہو کہ مجکو ان دونون سے دین مین اور دنیا مین کسی قسم کی بہتری یا برائی نہ پہونچیگی تو اس میل کا نام محبت للہ فی اللہ ہی بدون کسی مطلب کے کیونکہ اس سے محبت کرنے کی یہی وجہ ہی کہ اللہ تعالی اس سے محبت رکھتا ہی اور خدا تعالی کے نزدیک وہ پسندیدہ ہی اور خدا تعالی سے محبت رکھتا ہی اور اُسکی عبادت مین مشغول ہی اگر یہ میل ضعیف ہوتا ہی تو اُسکی کچھ تاثیر ظاہر نہین ہوتی اور نہ اُسکا کچھ ثواب اور اجر ظاہر ہو مگر جس صورت مین کہ قوی ہوتا ہی تو اس بات کا موجب ہوتا ہی کہ محبوب کا طرفدار ہوجیے اور جان اور مال اور زبان سے اُسکی مدد کیجیے اور اس باب مین لوگ اُسی قدر متفاوت ہوتے ہین جس قدر

کہ اللہ تعالی کی محبت مین متفاوت کرتے ہین اور اگر بالفرض محبت اسی باب پر منحصر ہوتی کہ محبوب سے کوئی حظ حال مین یا مآل مین حاصل ہو تو جو نیکبخت عالم اور عابد اور صحابہ اور تابعین وفات پا چکے ہین اُنسے محبت ہو ہی نہ سکتی بلکہ انبیا علیہم الصلوات والسلام سے بھی محبت ممکن نہ تھی حالانکہ ان سب کی محبت ہر مسلمان دیندار کے دل مین مرکوز ہی اور اُسکا ظہور اُسوقت ہوتا ہی کہ کوئی دشمن اگر اُنمین سے کسی کو بُرا کہتا ہی تو ایماندار کو غصہ آتا ہی اور اگر کوئی اُنکی مدح وثنا بیان کرتا ہی اور اُنکی خوبیون مین رطب اللسان ہوتا ہی تو اُسکو خوشی ہوتی ہی اور ان سب کی محبت للہ محبت مین داخل ہی اسلیے کہ یہ لوگ اللہ تعالی کے بندگان خاص ہین اور یون دستور ہی کہ جو کوئی بادشاہ سے یا کسی خوبصورت سے محبت رکھتا ہی تو اُسکے خواص اور خادمون سے اور اُسکے محبوب شخصون سے بھی محبت رکھتا ہی مگر محبت کا امتحان حظوظ نفس کے مقابلہ سے کیا جاتا ہی اور کبھی محبت ایسی غالب ہوتی ہی کہ اپنے نفس مین کوئی خواہش بجز محبوب کی خواہش کے نہین رہتی چنانچہ اسی مضمون کو کسی نے اس شعر مین باندھا ہی ؎ مجکو منظور ہی وصل اُسکو ہی منظور فراق ؛ اُسکی مرضی کے لیے اپنی خوشی کو چھوڑا اور کسی دوسرے نے کہا ہی ؎ جس زخم مین رضا ہو تمھاری نہین الم ؛ جو تا جو میری کھال کا پہنو نہین ہی غم اور کبھی محبت اسطرح ہوتی ہی کہ اُسکے باعث بعض حظوظ چھوڑ دیے جاتے ہین اور بعض نہین چھوڑے جاتے مثلاً نفس یہ گوارا کرتا ہی کہ محبوب کو نصف مال دیدیجیے یا تہائی یا سوا حصہ تو چونکہ مال بھی محبوب چیز ہی اسلیے مال کی مقدارین میزان محبت ہوتی ہین یعنی درجہ محبت جبھی پہچانا جاتا ہی کہ اُسکے مقابلہ مین دوسرا محبوب ترک کیا جائے پس جس شخص کے دل کو محبت گھیر لیتی ہی اُسکے دل مین سوائے محبوب کے اور کوئی چیز نہین رہتی وہ اپنے لیے کچھ مال باقی نہین رکھتا جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے کہ نہ اپنے لیے اہل رکھا نہ مال یعنی اپنی لخت جگر حضرت عائشہ صدیقہ کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کیا اور تمام مال بھی آپ پر صرف کیا حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے اور آپ کی خدمت مین حضرت ابوبکر رض ایک کمل پہنے حاضر تھے جسکے دونون پلّون کو اپنی چھاتی پر ایک لکڑی یا کانٹے سے ٹانک رکھا تھا کہ اتنے مین حضرت جبریل علیہ السلام اُترے اور سلام عزیز علام کیطرف سے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مین پہونچا کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ کیا بات ہی کہ ابوبکر رض کو مین دیکھتا ہون کہ کمل پہنے ہین اور اُسکے پلّون کو اپنی چھاتی پر خلال سے ٹانک رکھا ہی

ع ب
عبارت
مصنف
اور ترجمانی
سے کہا کہ
جبریہ فضیلت
ہین ۱۲

آپ نے فرمایا کہ اُنھون نے اپنا مال فتح مکہ سے بیشتر مجھپر خرچ کردیا حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ
اُنکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام کہیے اور یہ فرمائیے کہ تمھارا رب تمسے فرماتا ہی کہ تم اپنی
اس فقیری مین مجھسے راضی ہو یا ناراض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رض کی طرف
متوجہ ہوے اور فرمایا کہ اے ابوبکر یہ جبرئیل علیہ السلام ہین کہ تمکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے
سلام کہتے ہین اور پوچھتے ہین کہ تم اپنی فقیری مین اللہ تعالیٰ سے راضی ہو یا ناراض حضرت
ابوبکر رض روے اور عرض کیا کہ بھلا مین اپنے رب سے ناراض ہونگا مین اپنے رب سے راضی
ہون اس تقریر سے یہ حاصل ہوا کہ جو شخص کسی عالم یا عابد یا کسی ایسے شخص سے جو علم خواہ عبادت
یا خیرات کی رغبت رکھتا ہو محبت رکھے تو اُسکی محبت محبت فی اللہ ہوگی اور جسقدر محبت قوی
ہوگی اُسی قدر اُسکو ثواب ہوگا۔ یہ ہی شرح محبت فی اللہ اور اُسکے درجات کی اگرچہ اُسکی ضمن مین
بعض فی اللہ بھی سمجھ مین آسکتا ہی مگر ہم اُسکو جداگانہ لکھتے ہین۔

تیسرا بیان بغض فی اللہ کے ذکر مین مخفی نہ رہے کہ جن شخصون پر فی اللہ محبت کرنی واجب ہی
اُنھین پر فی اللہ بغض کرنا ضرور ہی مثلاً اگر تم کسی شخص سے باینوجہ محبت کرو کہ وہ اللہ تعالیٰ کا
مطیع اور اُسکے نزدیک محبوب ہی تو اگر وہ شخص خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرے تو تمکو لازم ہی
کہ اس سے بغض رکھو اسلیے کہ وہ خدا تعالیٰ کا نافرمان اور اُسکے نزدیک مستحق خفگی ہوا غرض کہ محبت
اگر کسی سبب سے ہوتی ہی تو اُسکی ضد سے بغض ہوا کرتا ہی اور یہ دونون باتین لازم ملزوم
ہین ایک دوسری سے جدا نہین ہوتی اور یہ قاعدہ محبت اور بغض فی العادت مین عام ہی
مگر ہر ایک انمین سے دل مین گڑی رہتی ہی اور غلبہ کے وقت ظاہر ہوتی ہی اور اسی کے بموجب
افعال مترشح ہوتے ہین یعنے باقتضاے محبت قرب اور موافقت ظاہر ہوتی ہی اور بغض کی
صورت مین بُعد اور مخالفت مترشح ہوتی ہی اور فعل مین ظاہر ہونے کے بعد اول صورت مین موالات
بولی جاتی ہی اور دوسری مین معادات اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام
کو فرمایا کہ تو نے میرے باب مین کسی سے موالات یا معادات کی ہی کہ نہین جیسے ہمنے پہلے
ذکر کیا اور یہ دونون مفرد ہونے کی صورت مین تو ظاہر ہین مثلاً اگر کسی شخص کی طاعت ہی تمکو
معلوم ہو تو تم اس بات پر قادر ہو کہ اُسکے ساتھ محبت کرو یا کسی کا فسق و فجور ہی
تمکو معلوم ہو تو ہو سکتا ہی کہ تم اُس سے بغض رکھو لیکن مشکل اُس
صورت مین ہی کہ طاعت اور معاصی ملے ہون کہ تم یہ کہوگے کہ محبت اور بغض تو

دوسرے کے ضد ہین یہ دونون کیسے جمع کرون اسی طرح اُنکے نتایج مختلف ہین یعنے موافقت اور منافقت اور موالات اور معادات کہ دونون ایک ساتھ کیسے کیے جاوین تو اسکا جواب یہ ہی کہ خدائے تعالی کے حق مین ان دونون باتون مین تناقض نہین جیسے کہ خطوط انسانی مین بھی تناقض نہین کیونکہ اگر ایک شخص مین چند خصلتین جمع ہون کہ کچھ اُن مین سے محبوب ہون اور کچھ مکروہ تو تمکو اس شخص کے ساتھ بعض وجوہ سے محبت ہوگی اور بعض سے بغض مثلاً کسی کی بی بی نہایت خوبصورت ہی مگر بدذات ہی یا لڑکا ذکی خدمتگزار ہی مگر بدکار ہی تو اب ظاہر ہی کہ اُسکو ان دونون سے من وجہ محبت ہوگی اور ایک وجہ سے بغض ہوگا تو اسکا حال اُنکے ساتھ دو حالتون کے درمیان مین ہوگا نہ محض محبت ہوگی نہ صرف بغض اسی طرح اگر ایک شخص کے بالفرض تین لڑکے ہون ایک ذکی اور خدمتگزار ہو اور دوسرا غبی اور نافرمان اور تیسرا غبی اور خدمتگزار یا ذکی اور نافرمان ہو تو وہ اپنے جی مین ان تینون کے ساتھ تین حالتین متفاوت رکھیگا جیسے ان تینون کی خصلتین متفاوت ہین اسی طرح تمہارا حال بھی لوگون کے ساتھ متفاوت ہونا چاہیے یعنی جس شخص پر غلبۂ فجور ہو اسکے ساتھ بغض اور اعراض اور جدا رہنا ہو اور جس پر غلبۂ طاعت ہو اسکے ساتھ محبت اور التفات اور صحبت ہو اور جسمین دونون چیزین جمع ہون اُسکے ساتھ کچھ محبت کی باتین اور کچھ بغض کی ہون - اب اگر یہ کہو کہ ہر ایک مسلمان کے حق مین اسلام طاعت ہی تو باوجود اسلام کے اس سے بغض کیسے کیا جاوے تو اُسکا جواب یہ ہی کہ اسلام کی وجہ سے اُس سے محبت کرو اور معصیت کی وجہ سے اُس سے بغض کرو اور ایسی صورت اُسکے ساتھ رکھو کہ اگر مثلاً اُسکو کافر کی یا بدکار کی حالت پر قیاس کرو تو دونون مین کچھ فرق معلوم ہوگا یہی فرق اسلام کی وجہ سے محبت ہی اور اسی سے حق اُسکا ادا ہو جاتا ہی اور خدائے تعالی کے حق مین طاعت اور قصور کو ایسا سمجھو جیسے اپنے حق کی طاعت اور قصور کو جانتے ہو مثلاً جو شخص ایک غرض مین تمہاری مساعدت کرے اور دوسری مین مخالفت تو اُسکے ساتھ ایک درمیانی حالت مین رہو کہ نہ راضی رہو نہ ناراض اور نہ التفات ہو نہ اعراض اور نہ محبت ہو نہ نفرت اور نہ اتنا مبالغہ اسکی تعظیم مین کرو جتنا اس شخص کے لیے کرتے ہو جو تمام غرضون مین تمہارا موافق ہو اور نہ اتنی زیادتی اُسکی اہانت مین کرو جتنی اس شخص کے لیے کرو جو سب غرضون مین تمہارا مخالف ہو پھر اس حالت درمیانی کا سیل کبھی تو اہانت کی طرف ہو جاتا ہی جبکہ قصور کا غلبہ ہوتا ہی اور کبھی تعظیم کی طرف جس صورت مین کہ غلبۂ

موافقت ہوتا ہی تو اسی طرح تمھارا حال اس شخص کے ساتھ مین ہونا چاہیے جو کبھی اللہ تعالی کی اطاعت کرے اور کبھی معصیت اور بعضے اوقات اُسکے رضا کا متعرض ہوا اور کبھی اُسکی خفگی کا اب اگر یہ پوچھو کہ بغض کا اظہار کونسی بات سے ہوسکتا ہی تو اس کا جواب یہ ہی کہ قول سے بھی ممکن ہی اور فعل سے بھی قول سے اس طرح کہ کبھی تو اس سے گفتگو کرنی ترک کردے اور کبھی سخت و سست کہے اور خفیف کرے اور فعل سے اسطرح کہ کبھی تو اسکی اعانت مین سعی نہ کرے اور کبھی اسکو برائی پہونچانے اور اُسکے کام بگاڑنے مین کوشش کرے اور ان باتون مین بعض بہ نسبت باقی کے زیادہ سخت ہین مگر فسق اور معصیت جو اس شخص سے سرزد ہون انکے مطابق ہونے چاہیین جیسی خطا کرے اسی قسم کا بغض کیا جاوے لیکن جو لغزش اس طرح کی اس سے سرزد ہو کہ معلوم ہو کہ وہ خود اسپر نادم ہی اور آگے کو اصرار نکریگا تو بہتر یہ ہی کہ اُس سے چشم پوشی اور درگذر کیجائے اور اگر کسی صغیرہ یا کبیرہ پر اصرار کرے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ تم مین اور اس شخص مین اگر پہلے سے پکا یارانہ اور صحبت اور الفت ہی تو اُسکا حکم اور ہی جسکو ہم آگے بیان کرینگے اور اسی مین علما کا اختلاف ہی لیکن اگر الفت اور صحبت موکد نہو تو بغض کے آثار کا ظاہر کرنا ضروری ہی یا تو اس طرح کہ اس سے اعراض کرکے علیحدگی اختیار کرے اور توجہ کم کردے یا اُسکو زبان سے سخت و سست کہکر خفیف کرے یہ صورت اعراض کی نسبت کہ سخت ہی تو خفیف معصیتون مین اعراض کا استعمال کرنا چاہیے اور سخت معصیتون مین بُرا بھلا کہنا اسی طرح فعل سے بغض ظاہر کرنے کے بھی دو درجے ہین ایک تو یہ کہ اُسکی اعانت اور رفاقت اور مساعدت ترک کیجاوے یہ ادنی مرتبہ ہی اور دوسرا یہ کہ اُسکے کام بگاڑ دے اور کوئی غرض اُسکی پوری نہونے دے جیسے دشمن ایک دوسرے کے مطالب کے مانع ہوتے ہین مگر یہ صورت انمین مطالب مین برتنی چاہیے جنسے طریق معصیت خراب ہوجاوے اور وہ معصیت نکرنے پاوے اور جن مطالب کی تاثیر معصیت کے ترک کرنے مین نہو انکا بگاڑنا نہین چاہیے مثلاً ایک شخص نے شراب خواری سے خدائے تعالے کی معصیت کی اور اب وہ ایک عورت سے نسبت چاہتا ہی کہ اگر بالفرض اس سے نکاح ہوجاوے تو لوگ اُسکے مال اور جمال اور جاہ پر رشک کرین لیکن اُسکا نکاح نہ تو مانع اُسکی شراب خواری کا ہی اور نہ باعث ترغیب مے نوشی ہی اب اگر تمکو یہ قدرت ہو کہ چاہو تو اُسکی اعانت کرکے اُسکا نکاح کرادو اور چاہو کوئی رخنہ ڈال کر نکاح نہونے دو تو اس صورت مین تمکو یہ ضرور نہین کہ خواہی نخواہی اُسکے مطلب کے فوت مین کوشش کرو ہان اگر اعانت اپنے غصہ کے ظاہر کرنے کو نکرو تو کچھ مضائقہ

نہین مگر اعانت کا ترک کرنا واجب نہین کیونکہ کیا عجب ہی کہ تمھاری نیت اعانت سے یہ ہو کہ ہماری وجہ سے اسکا کام اگر نکل جائیگا تو یہ ہماری دوستی کا معتقد ہوکر جو کچھ ہم کہینگے اسکو مان لیگا تو ایسی نیت سے اعانت کرنی بہتر ہی اور اگر یہ نیت نہو تب بھی برعایت ادا حق اسلام اسکی اعانت ممنوع نہین بلکہ اگر اُسنے کوئی قصور خاص تمہارا یا تمہارے کسی متعلق کا کیا ہو تو اسکو اُسکے انجاح مرام مین اعانت کرنی بہت بہتر ہی اور اسی باب مین یہ آیت نازل ہوئی ہی۔ وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ اسکی شان نزول یہ ہی کہ مسطح بن اثاثہ نے حضرت عائشہ رضہ کے بہتان مین شرکت کی تھی اور حضرت ابوبکر صدیق رضہ اُنکو کچھ مال پہلے دیا کرتے تھے اس واقعہ کے بعد آپنے قسم کھائی کہ اُسکو کچھ نہ دونگا تب یہ آیت اُتری تو باوجودیکہ مسطح کی خطا ایسی بُری تھی کہ اس سے زیادہ اور کوئی نہین یعنے حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت گستاخی اور حضرت عائشہ رضہ جیسی بی بی پر زبان درازی کی مگر چونکہ اس حادثہ مین گویا قصور حضرت ابوبکر صدیق رضہ کا کیا تھا اور صدیقون کی عادت یہ ہی کہ جو شخص اُنپر ظلم کرے اُسکو معاف کرین اور جو اُنکے ساتھ بُرائی کرے اُسپر احسان کرین لہذا یہ آیت اُتری اور حضرت صدیق رضہ نے جو مسطح کا دینا موقوف کردیا تھا اُسکو جاری کردیا اور اس مضمون پر کاربند ہوے ؎ بدی را بدی سہل باشد جزا ۔ اگر مردی احسن الی من اساء اور احسان اسی پر اچھا ہوتا ہی جو اپنے اوپر ظلم کرے لیکن جو شخص کسی دوسرے پر ظلم کرے اور خدا نے تعالی کی نافرمانی کرے تو اُسپر احسان کرنا اچھا نہین اسلیے کہ ظالم پر احسان کرنا مظلوم کے ساتھ بُرائی کرنی ہی حالانکہ مظلوم کے حق کا لحاظ کرنا اور ظالم سے اعراض کرکے اُسکے دل کو قوی کرنا خدا ے تعالی کے نزدیک اس سے اچھا ہی کہ ظالم کے دل کو تقویت ہو لیکن جس صورت مین کہ تم خود مظلوم ہو تو تمھارے حق مین بہتر یہی ہی کہ معاف کردو اور درگذر کرو۔ اور سلف کے طریق اہل معاصی پر بغض ظاہر کرنے کے باب مین مختلف ہین مگر اس بات پر سب متفق ہین کہ ظالمون اور بدعتیون اور اُن لوگون پر جو اللہ تعالی کی معصیت ایسی کرین جس کا ضرر دوسرون کو پہونچے بغض کا اظہار چاہیے اور جن لوگون نے کہ معصیت خود اپنے حق مین کی تو اس باب مین سلف کے طریق مختلف ہوے کسی نے تمام اہل معصیت پر رحم کی نگاہ کی اور بعض نے بہت مبالغہ انکار مین کیا اور اُنسے ملنا چھوڑ دیا چنانچہ امام احمد حنبل رح ادنی بات مین کا بہ کا ملنا ترک کردیتے تھے

کہ یحیی بن معین کے اس قول پر کہ مین کسی سے نہین مانگتا اور اگر بادشاہ مجھکو کچھ بھیج دیگا تو مین لے لونگا اُن سے ملنا چھوڑ دیا اسی طرح حارث محاسبی سے ملاقات ترک کردی کہ انھون نے ایک کتاب فرقہ معتزلہ کے رد مین لکھی تھی اور فرمایا کہ تم پہلے اُنکا اعتراض نقل کرتے ہو تب جواب دیتے ہو تو لوگون کو ان شبہات مین خود ڈالتے ہو اور ابو ثور سے اس وجہ سے ملنا چھوڑ دیا تھا کہ اُنھون نے اس حدیث کی تاویل کی تھی اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ اور درگذر کرنا ایک امر ہی جو نیت کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہی اور اختلاف حال کے باعث نیت مختلف ہوتی ہی پس اگر دل پر یہ گمان غالب ہو کہ مخلوق مضطر اور عاجز ہین جو اُنکی تقدیر مین لکھ گیا ہی اسی کے سخر ہین تب تو عداوت اور بغض مین تساہل کا موجب ہوگا اور اُسکی بھی ایک وجہ ہی لیکن کبھی اسطرح کی حالت مداہنت مین سے مشتبہ ہوجاتی ہی کہ اکثر معاصی سے چشم پوشی کی وجہ مداہنت ہوتی ہی اور لوگون کی دلداری اور یہ خوف کہ کہین مجھسے وحشت اور نفرت نکرنے لگین اور شیطان اس بات کو جاہل احمق کے خیال مین یون ڈالتا ہی کہ مین لوگون کو بنظر رحم دیکھتا ہون کہ یہ حرکت ان سے بوجہ اضطرار اور مجبور ہونے کے سرزد ہوئی ہی اور اسکے صادق ہونے کی کسوٹی یہ ہی کہ اگر کوئی شخص خاص اسکا کوئی قصور کرے اور اُسوقت بھی مجرم کو یہ شخص بنظر رحم دیکھے اور کہے کہ شدنی یہی تھی اور تقدیر کے آگے تدبیر نہین چلتی یہ جرم تو اُسپر لکھا ہوا تھا اُسکا ارتکاب کیسے نہوتا تب تو البتہ خدائے تعالے کے حق مین قصور پر اغماض کرنا صحیح ہوگا اور اگر اپنے قصور پر تو جل مرین اور خدائے تعالی کے قصور پر اغماض کرین تو یہ صورت مداہنت اور لوگون کی رعایت اور شیطان کے دھوکے کی ہی اس سے آگاہ رہنا چاہیے۔ اب اگر یہ کہو کہ ادنی درجہ بغض کے اظہار کا ترک ملاقات اور اعراض کرنا اور رفاقت اور اعانت کا قطع کردینا ہی تو کیا یہ باتین واجب ہین کہ اگر بندہ ایسا نکرے تو گنہگار ہو تو اُسکا جواب یہ ہی کہ علم ظاہر مین یہ باتین تکلیف کے اندر داخل نہین اور نہ اُنکے واجب ہونے کا حکم پایا جاتا ہی اسلیے کہ ہم قطعا جانتے ہین کہ جن لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رض کے زمانہ مین شراب پی اور برائیان کین وہ ملاقات مین بالکل چھوڑے نہ جاتے تھے بلکہ یون ہوتا تھا کہ بعض لوگ تو اُنکو سخت سست کہتے تھے اور اظہار بغض کرتے تھے اور بعض اُنسے اعراض کرتے تھے اور اُنسے کسی طرح مزاحمت نکرتے تھے اور بعض ان کو بنظر رحمت دیکھتے تھے اور اُنسے بیر کرنا اور دور رہنا پسند نہ کرتے تھے غرض کہ یہ دینی دقائق ہین طریق آخرت کے چلنے والون کی راہین ان مین مختلف ہین ہر ایک کا عمل اسی طرح کا ہوتا ہی جسکو اُسکا حال مقتضی ہو اور مقتضاء احوال امور مین یا کراہت ہی یا استحباب تو بھی ان باتون کا کرنا فضائل کے رتبہ مین ہوگا

ع اور ہمنے کہا کہ پیغمبر کی قوم کو پہنچی صورت پیدا کرنے سے مسلم اور ابن اسحاق رضی اللہ تعالے عنہ ۱۲

حرمت یا واجب ہونے کی حد کو نہ پہونچیگا اسلیے کہ تکلیف شرعی مین تو اصل معرفت اللہ تعالی کی اور صرف محبت داخل ہی اور یہ محبت کبھی محبوب سے متعدی ہو کر اُسکے غیر پر پہونچتی ہی اور متعدی وہی محبت ہوتی ہی جو درجۂ افراط اور استیلا کو پہونچے تو اُس درجہ کی محبت عوام خلق کے حق مین فتوی کے رو سے ہرگز تکلیف شرعی مین داخل نہین

چوتھا بیان

اون لوگون کے مراتب کے ذکر مین جو فی اللہ بغض کرتے ہین اور اُنکے معاملہ کی کیفیت مین - اب اگر یہ کہو کہ فعل سے بغض و عداوت کا ظاہر کرنا گو واجب نہین مگر اُسکے مستحب ہونے مین تو شک نہین اور عاصی اور فاسق مراتب مختلف پر ہین تو اُنسے معاملہ کرنے مین فضل کیسے حاصل ہو اور سبکے ساتھ ایک ہی طرح چلنا چاہیے یا نہین - تو اُسکا جواب یہ ہی کہ مخالف حکم خدا تعالی کا دو قسم ہی ایک مخالف فی العقیدہ دوم مخالف در عمل اور مخالف فی العقیدہ تین طرح پر ہو سکتا ہی یا کافر یا بدعتی اور بدعتی دو حال سے خالی نہین یا دوسرون کو اپنی بدعت کی طرف طالب ہی یا اپنے عجز خواہ اختیار سے خاموش ہی اب تینون کو جدا جدا سنو اول کافر کا حکم دریافت کرو کہ اگر حربی ہو تو مستحق قتل اور غلام بنانے کا ہی ان دونون باتون سے بڑھکر کوئی اہانت نہین اور اگر ذمی ہی تو اُسکو ایذا دینا جائز نہین بجز اسکے کہ اُس سے اعراض کیا جاوے اور راستون مین دب کر نکلے اور سلام کی ابتدا اپنی طرف سے نہو اور اگر وہ السلام علیک کہے تو جواب مین وعلیک کہدیا جائے اور بہتر یہ ہی کہ اُس سے گفتگو اور معاملہ اور ساتھ کھانا نہ کیا جاوے لیکن انبساط اور اختلاط جیسا دوستون کے ساتھ ہوتا ہی وہ تو سخت مکروہ ہی گویا کہ اختلاط کو حرمت کی حد کو پہونچتا ہی اللہ تعالی فرماتا ہی لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ وَاَبْنَآءَهُمْ الآیۃ اور فرمایا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ الآیۃ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لَا تَتَرَآءَى نَارَاهُمَا مُسْلِمٌ وَّمُشْرِكٌ وہ بدعتی جو اپنی بدعت کی طرف دوسرون کا طالب ہو اُسکا یہ حکم ہی کہ اگر بدعت ایسی ہو جس سے کافر ہو جاتا ہو تو اُسکا معاملہ ذمی سے بڑھکر ہی اسلیے کہ وہ نہ اقرار جزیہ کا کرے اور نہ عقد ذمہ کے لیے مانع اور اگر ایسی بدعت ہو کہ اُس سے کافر نہوتا ہو تو اُسکا معاملہ جو اُسمین اور اللہ تعالی مین ہی کافر کی نسبت کر خفیف ہی مگر اہل اسلام کو اُسپر انکار کرنا کافر کی نسبت کر زیادہ چاہیے اسلیے کہ کافر کی برائی مسلمانون پر متعدی نہین کہ وہ اُسکے کفر کے معتقد ہین اور ہمین وجہ اُسکے قول پر التفات نہین کرتے اور نہ وہ دعوی اپنے

مسلمان ہوسنے اور اعتقاد حق کا کرتا ہی بخلاف بدعتی کے جو طالب اپنی بدعت کی طرف ہو کہ وہ یہی
کہتا ہی کہ جس چیز کی طرف مین بلاتا ہون وہی حق ہی پس وہ خلق کی گمراہی کا باعث ہی اور اُسکی برائی
دوسرون کو لگتی ہی تو اُسپر بغض کا ظاہر کرنا اور اُس سے عداوت رکھنی اور ملاقات ترک کرنی
اور اُسکی بدعت کی وجہ سے اُسکی حقارت کرنی اور اُسکو بُرا کہنا اور لوگون کو اُسکے پاس نہ آنے
دینا نہایت درجہ کو مستحب ہی اور اگر وہ تنہائی مین سلام کرے تو جواب دینے مین کچھ مضائقہ نہین
اور اگر یہ معلوم ہو کہ اُس سے اعراض کرنا اور جواب کا نہ دینا اُسکے دل مین بدعت کو بُرا کر دیگا اور
اُسکی زجر و توبیخ مین اثر کریگا تو اس صورت مین جواب کا نہ دینا بہتر ہی اسلیے کہ جواب سلام اگرچہ
واجب ہی مگر ادنی غرض مصلحت آمیز کے باعث ساقط ہو جاتا ہی مثلاً آدمی اگر حمام مین ہو یا قضاء
حاجت کرتا ہو تو جواب سلام اُسپر سے ساقط ہی اور بدعتی کا زجر کرنا ان غرضون کی نسبت کرزیادہ
ضروری ہی اور اگر سلام مجمع مین کرے تو ترک جواب بہتر ہی کہ لوگ اُس سے نفرت کرین اور اُسکی
بدعت کو بُرا سمجھین - اور اسی طرح اُسپر سلوک نہ کرنا اور اُسکی مدد نہ کرنا خصوص اُن امور مین جو لوگون
پر ظاہر ہون بہتر بات ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین جو شخص بدعت والے کو چھوڑ دے
اور اُسکے قول و فعل کو نہ مانے اللہ تعالی اُسکے دل کو امن اور ایمان سے بھر دیگا اور جو شخص بدعت
والے کی اہانت کریگا اللہ تعالی اُسکو قیامت کے دن امن دیگا اور جو شخص اُس سے نرمی کریگا یا اُسکی تعظیم
کریگا یا بکشادہ پیشانی اُس سے ملیگا تو وہ اُس بات کو خفیف جانیگا جو اللہ تعالی نے محمد صلی اللہ علیہ
وسلم پر نازل فرمائی ہی **سوم** عامی بدعتی جو دوسرون کو اپنے عقیدہ کی طرف نہ بلاوے اور نہ اُسکی
اقتدا کا خوف ہو تو اُسکا معاملہ آسان ہی اُسکے ساتھ یون کرنا چاہیے کہ ابتدا ہی سے سخت کہنا اور
اہانت نہ چاہیے بلکہ نرمی سے اُسکو نصیحت کرنی چاہیے کیونکہ عوام کے دل جلد بدل جاتے ہین
اور اگر نصیحت مفید نہو اور اعراض کرنے سے بدعت اُسکی نظرون مین بُری ہوتی ہو تو اعراض
ہی زیادہ مستحب ہو جائیگا اور اگر یہ معلوم ہو کہ خواہ کچھ کرو وہ کاٹھ کا اُلو ہی رہیگا کہ دل مین جو
بات جم گئی وہ نہ نکلیگی اور طبیعت کُند ہی تو اس صورت مین بھی اعراض اولی ہی کیونکہ بدعت کے قبیح
جاننے مین اگر مبالغہ نہین کیا جاتا تو پھیل جاتی ہی اور اُسکا فساد عام ہو جاتا ہی - اب اُسکا حال سنو
جو عمل اور فعل سے معصیت کرے اور عقیدہ مین مخالف نہو پس اُسکی معصیت یا تو ایسی ہوگی کہ اُس سے
دوسرون کو ایذا ہو جیسے ظلم اور غصب اور جھوٹی گواہی اور غیبت اور لوگون کو بُرا دینا اور چغلی کھانا وغیرہ
اور یا ایسی ہوگی کہ اُس سے دوسرون کو ایذا نہو اور یہ بھی دو حال سے خالی نہین ایک یہ کہ دوسرونکو شامل ہو

ح ابو نعیم در حلیہ و ابن عدی بسند ضعیف ۱۲

فساد کی طرف بلاوے جیسے شراب فروش کہ عورت مرد کو جمع کرکے اسباب شر و فساد اُنکے لیے آمادہ
کرتا ہی دوسرے وہ کہ غیر کو اپنے فعل کی طرف نہین بلاتا جیسے وہ شخص کہ شراب پیتا ہی یا زنا کرتا ہی
پھر یہ بھی دو قسم ہی یا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہی یا صغیرہ کا اور دونون صورتون مین اصرار کرتا ہی
یا نہین تو ان سب تقسیمون سے تین قسمین حاصل ہوتی ہین اور ہر ایک قسم کے لیے ایک مرتبہ ہی
کہ کسی مین شدت زیادہ ہی کسی مین کم اور سب کے ساتھ ایک چال نہین چلا جاتا پہلی قسم معصیت کی جو سب
مین شدید ہی وہ ہی جس سے لوگون کو ضرر ہو مثلاً ظلم اور غصب و بیعوبی گواہی اور غیبت اور چغلی تو
جو لوگ ان حرکات کے مرتکب ہون بہتر ہی کہ اُنسے اعراض کیا جاوے اور اُنکا اختلاط متروک ہو
اور اُنکے معاملہ سے کشیدگی ظاہر کیجاوے اسلیے کہ جس معصیت سے خلق کو ایذا ہو وہ سخت ہوتی ہی
پھر اس قسم کی معصیت بھی کئی قسم ہی مثلاً ایک شخص خون کا ظلم کرتا ہی اور دوسرا مال کا اور تیسرا آبرو کا اور
یہ ایک دوسرے سے سخت ہین تو اُنکی اہانت کرنی اور اُنسے اعراض کرنا نہایت موکد ہی اور جس
صورت مین کہ اہانت سے یہ توقع ہو کہ اُنکو یا غیرون کو توبیخ ہوگی تو اُس صورت مین حکم اور زیادہ
موکد اور سخت ہوگا۔ دوسری قسم کا عاصی خرابی ہی جو اسباب فساد کو آمادہ کرتا ہی
اور خلق پر طریق فساد آسان کرتا ہی تو یہ ہر چند مخلوق کو دنیا مین ایذا نہین دیتا مگر اپنے فعل
سے اُنکا دین چھینتا ہی گو اُنکی مرضی سے ہو تو یہ بھی اول قسم کے قریب ہی گو اُس سے ہلکا ہی کیونکہ
جو گناہ بندہ کے اور اللہ تعالی کے درمیان ہی ہر چند عفو کے قریب ہی مگر اس جہت سے
کہ وہ فی الجملہ دوسرون کی طرف متعدی ہوتا ہی سخت یقیناً ہی تو ایسے شخص کا حکم بھی یہی ہی
کہ اُسکی اہانت کیجاوے اور اعراض اور علیحدگی اور سلام کا جواب نہ دینا عمل مین آوے بشرطیکہ
یہ گمان ہو کہ اُس سے اُسکو خواہ غیرون کو کسی قسم کا زجر ہوگا۔ سوم وہ گناہگار کہ خود شراب
خواری یا کسی واجب کے ترک کرنے یا امر ممنوع کے مرتکب ہونے سے فاسق ہوتا ہی تو اُسکا
معاملہ خفیف ہی لیکن اُس گناہ کے ارتکاب کے وقت اگر دیکھ لیا جاوے تو ایسی طرح اُسکا روکنا واجب ہی
جس سے وہ باز رہے گو مارنے سے ہو یا خفیف کرنے سے اسلیے کہ بُری بات سے منع کرنا واجب ہی اور
اگر وہ گناہ سے فارغ ہو چکا اور معلوم ہی کہ یہ فلان گناہ کا عادی ہی اور اُسپر اصرار کرتا ہی تو اگر
یہ ثابت ہو کہ نصیحت کرنے سے دوبارہ نہ کریگا تو نصیحت کرنا واجب ہی اور اگر یقینی علوم نہین کہ باز
آویگا مگر ظن غالب ہی تو افضل ہی کہ نصیحت اور زجر نرمی سے کیا جاوے یا اگر سختی سے مفید پڑے تو سختی
زجر کیا جاوے اور جس صورت مین کہ معلوم ہو کہ وہ اصرار کرتا ہی اور نصیحت اُسکو کارگر نہین تو اُسکے سلام کے جواب سے

اور اُسکے اختلاط سے باز رہنے میں کلام ہی اور علما کا اس باب میں اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ اسکا مدار آدمی کی نیت پر ہی کہ مدار اعمال نیتوں پر ہوا کرتا ہی کیونکہ نرمی کرنے اور خلق کو نظر رحمت سے دیکھنے میں ایک طرح کی تواضع اور انکسار ہی اور درشتی اور اعراض میں ایک گونہ زجر ہی تو آدمی اُسکا حکم اپنے دل سے پوچھے اور جس بات کو اپنی خواہش نفس اور مقتضائے طبع کے مطابق پاوے اُسکا اُلٹا کرے کیونکہ اُسکا خفیف کرنا اور اُسپر درشتی برتنی کبھی تکبر اور شیخی سے ہوتی ہی اور اپنی برتری کا اظہار اور نیک بختی پر گھمنڈ ہوتا ہی اسی طرح ملائمت بعض اوقات مداہنت کے سبب سے اور لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنے سے ہوتی ہی کہ اُس سے اپنا کوئی مطلب نکلنا مقصود ہوتا ہی یا نظر قریب خواہ بعید یہ ڈر ہوتا ہی کہ کہیں لوگوں کی وحشت اور نفرت ہمارے جاہ یا مال میں تاثیر نہ کر جاوے اور یہ سب باتیں اشارات شیطانی کی ہو جب چلنے کی ہیں اہل آخرت کے اعمال سے بعید ہیں غرضکہ جو شخص اعمال دین کا راغب ہی وہ اپنے نفس کے ساتھ ان دقائق کے کریدنے اور ان حالات کی نگرانی میں اجتہاد کرتا ہی اور اس باب میں دل مفتی ہوتا ہی اور کبھی تو اپنے اجتہاد میں حق کو پہونچتا ہی اور کبھی چوک جاتا ہی اور کبھی جان بوجھ کر اپنی خواہش نفس کا اتباع کر بیٹھتا ہی اور کبھی اس دھوکے میں اقدام کرتا ہی کہ اُسکو یہی گمان ہوتا ہی کہ میں خدا تعالے کے لیے عمل کرتا ہوں اور راہ آخرت پر چلتا ہوں اور ان دقائق کا بیان تیسری جلد کے باب الغرور میں آویگا۔ اور جو فسق اسطرح کا ہی کہ اُسکا گناہ بندہ اور خدا تعالی کے درمیان ہی اور اُسکا ضرر خاص عاصی ہی پر دوسرے پر نہیں اُسکے معاملہ کے ہلکا ہونے کی دلیل یہ روایت ہی کہ یہ شراب پینے والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کئی بار پیا گیا پھر وہ دوبارہ وہی حرکت کرتا تھا اور پکڑا آتا تھا ایک نے اصحاب سے کہا کہ خدا اُسپر لعنت کرے بہت ہی شراب پیتا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی پر شیطان کا مددگار نہو یا کوئی اور لفظ فرمایا جس کا مضمون یہ تھا اس سے یہ معلوم ہوا کہ ملائمت کرنی بہ نسبت درشتی اور سختی کے بہتر ہی

پانچوان بیان اُس ذکر میں کہ جس شخص سے صحبت اختیار کیجاوے اُسمیں کون کون صفتیں ہونی ضروری ہیں۔ واضح ہو کہ ہر ایک انسان اس بات کی لیاقت نہیں رکھتا کہ اُسکی صحبت اختیار کیجیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آدمی اپنے خلیل کے طریق پر ہوتا ہی تو تم میں سے کوئی جس کسی کو خلیل بناوے اُسکو دیکھ بھال لیوے۔ پس فرض ہی کہ آدمی کچھ خصلتوں اور صفتوں سے متمیز ہوں جنکے سبب سے اُسکی صحبت کی رغبت ہو اور

اور جو فوائد کہ صحبت سے مطلوب ہین اُنکے لحاظ سے ان خصلتون کا ہونا شرط ہونا چاہیے اسلیے کہ شرط اُسی کو کہتے ہین جسکا پایا جانا مقصود تک پہونچنے کے لیے ضروری ہو تو معلوم ہوا کہ شرطون کا ظہور بلحاظ مقصود کے ہوتا ہی۔ اب صحبت سے فوائد دنیاوی اور دینی دونون مطلوب ہوتے ہین دنیاوی فوائد جیسے مال سے یا جاہ سے نفع لینا یا صرف دیدار اور ہم نشینی سے دل کا بہلانا وغیرہ اور ہمکو انکا بیان کرنا منظور نہین اور فوائد دینی مین بھی بہت سی غرضین مجتمع ہوا کرتی ہین مثلاً ایک یہ کہ علم اور عمل کا استفادہ منظور ہو۔ دوم جاہ سے استفادہ باین لحاظ کہ جو لوگ دل کو پریشان کرین اور عبادت سے مانع ہون انکی ایذا سے محفوظ رہے سوم استفادہ مال سے تاکہ غذا کی طلب مین اوقات ضائع نہون اور عبادت مین اس سے بیفکری ہو جائے چہارم ضرورات مین مدد لینا تاکہ مصیبت اور حوادث مین کام آوے پنجم صرف دعا کی برکت حاصل کرنی ششم آخرت مین اسکی شفاعت کی توقع کرنی چنانچہ بعض سلف نے فرمایا ہی کہ دوست بہت سے پیدا کرو کہ ہر ایماندار شفاعت کریگا تو کیا عجب ہی کہ تم کسی اپنے دوست کی شفاعت مین داخل ہو جاؤ اور ایک غریب تفسیر مین وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِ کے معنے یون مذکور ہین کہ ایمانداروں کی شفاعت دوستون کے باب مین قبول فرما کر دوستون کو اُنکے ساتھ جنت مین داخل کریگا۔ اور کہتے ہین کہ بندہ کی جب مغفرت ہو جاویگی تو وہ اپنے دوستون کے لیے سفارش کریگا اور اسی لیے سلف کے کچھ لوگون نے صحبت اور الفت اور اختلاط کی ترغیب کی ہی اور تنہائی اور جدا رہنے کو بُرا سمجھا ہی۔ پس یہ فوائد دینی ہین کہ ہر ایک فائدہ انمین سے کچھ شرطین چاہتا ہی کہ بدون اُنکے حاصل نہوگا اور اُنکی تفصیل طویل ہی مگر مجملاً یہ ہی کہ جس شخص کی صحبت اختیار کیجائے اسمین پانچ باتین ہونی چاہییں اول عقل دوم خوش خلقی سوم یہ کہ بدکار نہو چہارم یہ کہ بدعتی نہو پنجم یہ کہ دنیا کا حریص نہو عقل کا ہونا اسلیے چاہیے کہ راس المال اور اصل یہی ہی احمق کی صحبت مین کچھ خیر نہین اور اسکا انجام وحشت اور جدائی ہی گو کتنی ہی مدت کی ہو حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتی ہین کہ

مان میرے قول کو تو جاہلون سے کر گریز	دوستی جاہل کی کردیتی ہی عاقل کو برباد
صحبت ناجنس کا انجام یہی ہوتا ہی	لفظ جاہل سے تجھے بیشک کریگی خلق یاد
دل کو دل سے راہ ہی اور چیز کا شی قیاس	ہی اثر صحبت کو پیارے کر لے اسکو دل نہاد

اور سعدی شیرازی نے پندنامہ مین گویا یہی مضمون کہا ہی ؎ نجاہل صفت کردن اولی بود + کز دشمنگ دنیا و عقبی بود

شرح
اور دوم استفادہ ایمان والون کی جہ سے کام کرنے مین اور اسکی تفسیر ہمکو اپنے فضل سے

کیونکہ ممکن ہی کہ احمق آدمی قصد دوست کے نفع اور اعانت کا کرے اور وہ اسکے حق مین بموجب ضرر ہوا اور اُس احمق کو خبر بھی نہو اور اسی لیے کسی شاعر نے یہ قطعہ کہا ہی

قطعہ گر عدو ہو دی خردمند نہین مجکو ڈر	دوست سے ڈرتا ہون جو ہو بے گرفتار جنون
فن واحد ہی خرد اُسکا طریقہ معلوم	ناک سکتا ہون اسے لیک جنون کے ہین فنون

اور اسی لیے کہتے ہین کہ احمق سے جدا رہنا اللہ تعالی سے قرب حاصل کرنا ہی۔ اور حضرت سفیان ثوری فرماتے ہین کہ احمق کے چہرہ کو دیکھنا خطا مکتوب ہی اور ہماری غرض عاقل سے یہ ہی کہ جو باتون کو ایسی طرح سمجھے جس طرح نفس لامرہ ہین اگر خود سمجھے تو بہا ورنہ سمجھانے اور سکھانے کے بعد اصل اور تہ کو معلوم کرلے۔ اور خوش خلقی کی ضرورت اسلیے ہی کہ اکثر عاقل چیزون کو مطابق نفس الامر کے سمجھتے ہین مگر جب اُنپر غصہ یا شہوت کا غلبہ ہوتا ہی یا بخل یا نامردی کا دباؤ پڑتا ہی تو وہ اپنی خواہش کی اطاعت کرجاتے ہین اور جو بات اُنکو معلوم ہوتی ہی اُسکے خلاف کرتے ہین اسلیے کہ اپنی صفات کے زیر کرنے اور اخلاق کے درست کرنے سے عاجز ہوتے ہین تو ایسون کی صحبت سے کچھ نفع نہین۔ اور فاسق ہونے کی ضرورت اسلیے ہی کہ جو فاسق اپنے فسق پر اصرار کرے اُسکی صحبت مین کچھ فائدہ نہین کیونکہ جو شخص اللہ تعالے سے خوف کرتا ہی وہ کبیرہ پر اصرار نہین کرتا اور جو شخص خدا تعالی سے نہین ڈرتا اُسکے فساد سے مامون رہنا اور اُسکی دوستی پر اعتماد کرنا نہ چاہیے وہ تو غرضون کے متغیر ہونے سے بدلتا رہیگا اور اللہ تعالی فرماتا ہی وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ اور فرمایا فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ اور فرمایا فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا اور فرمایا وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ اور اسکے مفہوم مین فاسق سے زجر پایا جاتا ہی علاوہ اسکے فسق اور فاسقون کے دیکھنے سے معصیت کا معاملہ دل پر آسان ہوجاتا ہی دل کو اُس سے نفرت نہین رہتی حضرت سعید بن مسیب رح فرماتے ہین کہ ظالمون کی صحبت دیکھو ورنہ تمہارے اچھے اعمال خبط ہوجائینگے بلکہ اُن لوگون کے اختلاط مین سلامتی نہین سلامتی اُنسے علیحدہ رہنے مین ہی اللہ تعالی فرماتا ہی وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا لفظ سلاما مین الف عوض ہ کے ہی یعنے سلامۃ کہتے ہین مراد یہ ہی کہ ہم تمہارے گناہ سے سلامت رہے۔ اور بدعتی ہونے کی ضرورت اسلیے ہی کہ اُسکی صحبت مین یہ خوف ہی کہ کہین اُسکی بدعت اپنے آپ مین اثر نہ کرے اور اُسکی نحوست دوسرے مین متعدی نہو اور بدعتی تو

قابل ترک ملاقات اور جدا رہنے کے ہی تو اوسکی صحبت کیسے اختیار کیجائیگی حضرت عمر رضہ دوست متدین کے طلب کی ترغیب مین ارشاد فرماتے ہین بموجب روایت سعید بن مسیب رض کے کہ یارا ن صادق کو لازم پکڑو اور اُنکی حمایت مین زندگی کرو کیونکہ وہ عیش کے وقت زینت ہین اور مصیبت کے وقت سامان اُسکے دفع کا اور اپنے دوست کے حال کو اچھی صورت پر محمول کیا کرو یہانتک کہ ایسی بات اُسکی تمکو معلوم ہو جس سے تمکو ظن غالب ہو اور اپنے دشمن سے کنارہ کرو اور اپنے دوست سے پرحذر رہو بجز امین کے اور امین وہی ہی جو خدا تعالی سے خوف کرے پس بدکار کی صحبت مت اختیار کرو ورنہ اُسکی بدکاری سیکھ جاوگے اور اُسکو اپنے راز کی اطلاع مت کرو اور اپنے معاملہ مین مشورہ اُن لوگون سے لو جو خدا تعالی سے ڈرتے ہین - اور دنیا پر حریص ہونے کی یہ وجہ ہی کہ ایسے شخص کی صحبت زہر قاتل ہی اسلیے کہ آدمی کی سرشت مین ہی کہ دوسرے کی مشابہت اور اقتدا کیا کرتا ہی بلکہ ایک کی طبیعت اپنے ہمنشین کی طبیعت مین سے کچھ باتین چرا لیتی ہی اور صاحب طبیعت کو خبر بھی نہین ہوتی پس اگر دنیا کے حریص کی مجالست ہوگی تو اُس سے حرص دنیا ہی جنبش مین آویگی اور زاہد کی مجالست سے زہد کو تحریک ہوگی اسی وجہ سے دنیا کے طالبون کی صحبت مکروہ ہی اور راغبین آخرت کی صحبت مستحب - اب جاننا چاہیے کہ حسن خلق کو اوپر مجملا بیان کر دیا ہی اُسکو مفصل علقمہ عطاردی نے اپنی وصیت مین مرنے کے وقت اپنے بیٹے سے بیان کیا ہی چنانچہ بیون کہا ہی کہ بیٹا اگر تجکو لوگون کی صحبت کی ضرورت پڑے تو ایسے شخص کے ساتھ رہنا کہ جب تو اُسکی خدمت کرے تو تیری حفاظت کرے اور جب تو اُسکے پاس بیٹھے تو تجکو زینت دے اور اگر تجکو کوئی مشقت پیش ہو تو وہ برداشت کرے اگر تو اپنا ہاتھ خیر کے لیے پھیلانا چاہے تو وہ پھیلاوے اور اگر تجھسے کوئی خوبی دیکھے تو اُسکو شمار کرے اور اگر برائی دیکھے تو اسکو روکے جسوقت تو اُس سے سوال کرے تو دیوے اور اگر تو خاموش رہے تو خود ابتدا کرے اور اگر تجھپر کوئی بلا نازل ہو تو تیری غمخواری کرے جب تو کوئی بات کہے تو تیرے قول کی تصدیق کرے اور اگر تو کسی کام کا قصد کرے تو اچھا مشورہ دے اور اگر تم دونون مین اختلاف ہو تو تجکو اپنے نفس پر ترجیح دے تو یہ وصیت جمیع حقوق صحبت کی جامع ہی اور سب کی کفایت کو مشروط کر دیا ہی یحیی بن اکثم کہتے ہین کہ خلیفہ مامون نے ان باتون کو دیکھکر کہا کہ ایسا شخص کہان ہی کسی نے خلیفہ سے کہا کہ آپ سمجھے کہ یہ وصیت کیون کی ہی خلیفہ نے کہا کہ نہین اُسنے کہا کہ علقمہ کی غرض یہ تھی کہ کسی کی صحبت اختیار نہ کرے اسلیے اتنی شرطین لگا دین - اور بعض ادبا نے فرمایا ہی کہ آدمیون مین

اُسی کی صحبت کر جو تیرے راز کو چھپاوے اور عیب کو ظاہر نہ کرے اور مصیبتون مین ساتھ دے اور نفسیں چیزون مین تجکو اپنے اوپر مقدم رکھے اور تیری خوبیون کو پھیلاوے اور برائیون کو نہ کرے اور اگر ایسا شخص نہ ملے تو پھر اپنے ہی نفس کی صحبت اختیار کر اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس مضمون کا قطعہ ارشاد فرمایا ہی قطعہ

وہ تیرا سچا دوست ہی جو تیرے ساتھ ہو	تیرے بھلے کے واسطے اپنا ضرر کرے
دنیا کے حادثون سے جو اتبر ہو تیرا حال	آرام اپنا دور کرے تجکو چین دے

اور بعض علما نے فرمایا ہی کہ صرف دو آدمیون سے صحبت اختیار کرنی چاہیے ایک وہ کہ تم اُس سے کچھ امر دین سیکھو کہ تمھارے کام آوے اور دوسرے وہ کہ تم اُسکو کچھ دین کی بات بتاؤ تو مان لے اور تیسرے شخص کے پاس نہ پھٹکو اہ بعض فرماتے ہین کہ آدمی چار قسم کے ہین ایک بالکل شیرین کہ اُس سے تیسری نہو دوسرا بالکل تلخ کہ اُس سے کھایا نجاوے تیسرا جو کھٹ مٹھا ہو تو اُس سے کچھ حاصل کر مشیر اس سے کہ وہ تجھ سے حاصل کرے اور چوتھا جو نمکین ہو تو اُسکو فقط حاجت کے وقت اختیار کرنا چاہیے اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ پانچ آدمیون کا ساتھ مت اختیار کر اول جھوٹا کہ تجکو اُس سے دھوکا ہو گیا ہی اُسکا حال مثل سراب کے ہی بعید کو تجھسے قریب کریگا اور قریب کو بعید دوم احمق کہ اُس سے تجکو کچھ نہ ملیگا وہ تجکو نفع پہونچانا چاہیگا اور اپنی بیوقوفی سے ضرر پہونچا دیگا سوم بخیل کہ جب تجکو اُسکی طرف حد سے زیادہ حاجت ہو گی اُسوقت مین تجھسے یاری توڑ دیگا چہارم نامرد کہ شدت کے وقت تجکو چھوڑکر آپ رفو چکر ہو گا پنجم فاسق کہ ایک لقمہ یا اُس سے کمتر کے عوض مین تجکو بیچ کر لیگا کسی نے پوچھا کہ لقمہ سے کمتر کیا ہی آپ نے فرمایا کہ لقمہ کی طمع کرنی اور پھر اُسکا نہ ملنا۔ اور حضرت جنید رح نے فرمایا ہی کہ میرے پاس اگر فاسق خوش خلق بیٹھے تو اس سے بہتر ہی کہ میری صحبت مین قاری بد خلق رہے اور ابن ابی الحواری رح فرماتے ہین کہ مجکو میرے استاد ابو سلیمان نے فرمایا کہ اے احمد دو آدمیون کے سوا اور کسی کے پاس مت بیٹھنا ایک وہ شخص کہ اُس سے تو اپنے دنیاوی معاملہ مین مستفید ہو اور ایک وہ کہ اُسکے ساتھ ہو کر امر آخرت سے منتفع ہو اور ان دو کے سوا اور سے مشغول ہونا بڑی بیوقوفی ہی۔ اور سہیل تستری رح فرماتے ہین کہ اصناف مردم مین سے تین آدمیون کی صحبت سے اجتناب کرنا چاہیے اول جابر غافلون سے دوم علماء مداہنون سے سوم صوفیون جاہلون سے اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ اکثر ان کلمات کے صحبت کے تمام مقاصد کو محیط نہین اور احاطہ مقاصد

اوسی طور سے ہو جو ہمنے ذکر کیا ہو کہ مقاصد کو دیکھکر اونھین کے اعتبار سے شرائط ملحوظ ہون کیونکہ جو شرطین صحبت کی مقاصد دنیاوی کے لیے ہین وہ مقاصد آخرت اور اخوت دینی کی صحبت مین شرط نہین چنانچہ بشرح فرماتے ہین کہ بھائی تین ہوتے ہین ایک آخرت کے لیے اور ایک دنیا کے لیے اور ایک دل بہلانے کے لیے۔ اور یہ سب باتین ایک شخص مین کم مجتمع ہوتی ہین بلکہ چند شخصون مین متفرق ہوتی ہین تو ضرور ہو کہ شرطین بھی اون مین متفرق ہون اور ماسون نے کہا ہو کہ بھائی تین طرح کے ہین ایک تو غذا کی مثل ہو کہ اوس سے مفر نہین دوسرا دوا کی مثل ہو کہ کبھی اوسکی ضرورت ہو اور کبھی نہو تیسرا روگ کی مثل ہو کہ اوسکی کبھی ضرورت نہ پڑے مگر امتحانًا بندہ کو کبھی اوس سے کام پڑ جاتا ہو یہ شخص ہو کہ جس سے نہ انس ہو نہ نفع ہو اور کہتے ہین کہ سب آدمیون کی مثال ایسی ہو جیسے درخت اور سبزہ ہو کہ اون مین سے بعض سایہ دار ہوتے ہین اور ثمردار نہین ہوتے وہ تو ایسے لوگ ہین جنسے دنیا مین فائدہ ہو نہ آخرت مین اسلیے کہ دنیا کا نفع ڈھلتے سایہ کی طرح سریع الزوال ہوتا ہو اور بعض درخت ایسے ہین کہ پھل رکھتے ہین سایہ نہین رکھتے تو اونکی مثل وہ لوگ ہین جو آخرت کے کام کے ہین نہ دنیا کے اور بعض درخت ایسے ہین جن مین پھل اور سایہ دونون ہوتے ہین اور بعض ایسے ہین جنمین دونون چیزون مین سے ایک بھی نہین جیسے ببول کا درخت کہ کپڑے پھاڑنے کا ہے نہ کھانیکا نہ پینے کا اور حیوانات مین اوس جیسے چوہا اور بچھو ہین اور آدمیون مین وہ ہین جن سے نہ نفع دین نہ دنیا بلکہ مردم آزار ہین اللہ تعالی فرماتا ہی يَسْعَوْنَ لَمَنْ ضَرُّهٗ اَقْرَبُ مِنْ نَفْعِهٖ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ایک شاعر نے یہ مضمون باندھا ہے ؎

ہر ایک فرد بشر کا مزہ نرالا ہے	جو غور کیجیے یکسان نہین بر نگ شجر
کسی کے پھل مین حلاوت ہو اور شیرینی	کسی مین ذائقہ کوئی نہین نہ کوئی ثمر

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص کو ایسا رفیق ملے جس سے اخوت کرے اور ان مقاصد مین سے کوئی اوس سے حاصل کرے اوسکے لیے تنہائی بہتر ہو۔ حضرت ابوذر رض فرماتے ہین کہ بری ہمنشین سے تنہائی بہتر ہے اور تنہا رہنے سے نیک بخت ہمنشین اچھا ہو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ زندہ کرو طاعات کو اون لوگون کے پاس بیٹھنے سے جن سے لوگ حیا کرین۔ اور حضرت امام احمد رح فرماتے ہین کہ مجکو بلا مین ایسے ہی لوگون کی صحبت نے ڈالا جنسے مین حیا نہین کرتا اور عثمان سے فرمایا کہ بیٹا علما کے پاس بیٹھ اور اونکے زانو سے اپنا زانو بھڑا کہ دل حکمت سے ایسا

زندہ ہوتا ہی جیسے زمین مردہ ہو سلا دھار پانی پڑنیسے - یہان تک بیان اخوت کے معانی اور شرائط اور فوائد کا جتنا ہمکو لکھنا منظور تھا ہو گیا اب ہم اوسکے حقوق اور لوازم اور حقوق کے بجا آوری کے طریق لکھتے ہین ف اس بیان مین مضامین مقدم موخر بہت تھے مترجم نے سب کے بطور خود مسلسل اور مرتب کر دیا ہی تا کہ مخل مطلب فہمی نہ ہو -

دوسری فصل اخوت اور صحبت کے حقوق کے ذکر مین - واضح ہو کہ عقد اخوت دو شخصو نمین ایک علاقہ ہی جیسے نکاح خاوند بی بی مین ایک علاقہ ہوتا ہی اور جسطرح کہ نکاح چند حقوق کا مقتضی ہی جنکا پورا کرنا حق نکاح کے ادا کرنیکے لیے واجب ہی چنانچہ اونکا ذکر باب آداب النکاح مین بیان ہو چکا اسی طرح عقد اخوت مین کچھ حقوق کی بجا آوری ضروری ہی مثلاً جس سے بھائی چارہ کرو تو اوسکا حق تمپر مال مین اور نفس مین اور زبان مین اور دل مین ہوگا اور سب حقوق کا مجموعہ آٹھ ہی جنکی تفصیل یہ ہی - **اول حق** مال مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ دو بھائیون کی مثال دو ہاتھون کی مثل ہی کہ ایک دوسرے کو دھوتا ہی - دو ہاتھون کی مثال فرمائی اور ایک ہاتھ اور ایک پانون کی نہ فرمائی اسلیے کہ دونون ہاتھ ایک ہی غرض پر ایک دوسرے کی مدد کرتے ہین اسی طرح دونون بھائیون کی اخوت کامل اوسوقت ہوتی ہی کہ دونون ایک مقصد مین ایک دوسرے کی رفاقت کرین تو وہ گویا من وجہ ایک شخص ہین اور یہ امر اس بات کا مقتضی ہی کہ نفع اور نقصان مین دونون ایک دوسرے کے سہیم اور مال اور حال مین باہم شریک ہون اور خصوصیت مرتفع ہو جائے اور یارون کے ساتھ مال سے سلوک کرنا تین مراتب رکھتا ہی - سب سے کمتر یہ ہی کہ یار کو بمنزلہ اپنے خادم وغیرہ کے جانو اور جو کچھ تمھارے مال مین پس انداز ہو اوس سے اوسکی خبر گیری کرو اور جسوقت اوسکو ضرورت داعی ہو اور تمھارے پاس پس انداز مال مین سے موجود ہو تو تم اوسکو بدون مانگنے کے حوالہ کردو اور اگر اوسکو حاجت تم سے مانگنے کی ہوئی تو حق اخوت مین نہایت کوتاہی ہوگی - دوسرا مرتبہ یہ ہی کہ اوسکو قائم مقام اپنے نفس کے جانو اور اوسکی شرکت اپنے مال مین پسند کرو یہانتک کہ اپنا مال اوس سے نصفا نصف بانٹنے کو گوارا ہو حسن بصری رح فرماتے ہین کہ سلف کے دوستون کا یہہ دستور تھا کہ ایک چادر کے دو ٹکڑے کر کے آدھی آپ رکھتے اور آدھی اپنے دوست کو دیتے - اور تیسرا مرتبہ جو سب سے بڑھکر ہے وہ یہ ہی کہ دوست کو اپنے نفس پر ترجیح دو اور اوسکی حاجت کو اپنی حاجت سے مقدم جانو اور یہ مرتبہ صدیقین کا اور انتہا رتبہ

دوستان

دوستان فی اللہ ہی اور اس رتبہ کا کمال یہ ہی کہ نفس مین دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دی چنانچہ مروی ہی کہ چند صوفیون کی چغلی کسی خلیفہ کے سامنے ہوئی جنمین ابوالحسین نوری رح بھی تھے اوسنے سبکو گردن مارنے کا حکم دیا ابوالحسین نوری سب سے پیشتر جلاد کے سامنے گئے اور فرمایا کہ اول مجکو قتل کر اوسنے اس بات کی وجہ پوچھی گئی آپنے فرمایا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ اس لحظہ مین اپنے بھائیون کی زندگی کو اپنی زندگی پر مقدم کرون اسی قول کے سبب سبکی رہائی ہوگئی۔ پس اگر ان تینون مرتبون مین سے تم کو کوئی مرتبہ اپنے بھائی کے ساتھ میسر ہو تو جان لو کہ عقد اخوت تمھارے باطن مین ابھی تک منعقد نہین ہوئی بلکہ رسم اختلاط حسب معمول ورواج جاری ہی جس کا اعتبار عقل اور دین مین کچھ نہین۔ اور میمون بن مہران کہتے ہین کہ جو شخص یارون سے اس بات پر راضی ہو کہ اوسکو زیادہ نہ سمجھین تو اوسکو چاہیے کہ اہل صور سے بھائی چارہ کرے اور دیندارون کے نزدیک تو درجہ کمتر بھی پسند نہین چنانچہ مروی ہی کہ عتبہ غلام ایک اپنے یار کے گھر تشریف لائے اور اوس سے فرمایا کہ مجکو تیرے مال مین سے چار ہزار کی حاجت ہی اوسنے کہا کہ دو ہزار لیلو اونھون نے اوس سے منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ تو نے دنیا کو خدا تعالی پر ترجیح دی تجکو شرم نہین آتی کہ فی اللہ محبت کا دعوی کرکے یہ کہتا ہی اور جو شخص کہ اخوت کے مراتب مین سے سب سے کمتر رکھتا ہو چاہیے کہ اوس سے تم دنیا کا معاملہ مت کرو ابوحازم رح فرماتے ہین کہ جب کوئی تمھارا بھائی فی اللہ ہو تو اوس سے اپنے دنیاوی معاملات نکرو اس سے اونکی غرض یہی ہی کہ جو کوئی ادنی مرتبہ اخوت کا رکھتا ہو۔ اور سب سے اعلی مرتبہ وہ ہی جسکے سبب سے اللہ تعالی ایمانداروں کی تعریف اس آیت مین فرماتا ہی وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ یعنے اونکے مال ملے جلے تھے کوئی اپنے اسباب کو دوسرے سے علیحدہ نکرتا تھا اور بعض اکابر ایسے تھے کہ اگر کوئی یون کہتا کہ میری جوتی تو اوس کا ساتھ چھوڑ دیتے تھے کہ اوسکو اپنے نفس کی طرف کیون نسبت کیا۔ اور فتح موصلی رح اپنے ایک یار کے یہان تشریف لائے وہ گھر پر موجود نتھے آپنے اُنکی بی بی کو حکم کیا وہ اونکا صندوق لائین آپنے اپنی حاجت کی چیز اوس مین سے لی اور تشریف لیگئے جب صاحب خانہ تشریف لائے تو اونکی لونڈی نے اوسے یہ حال کہا اونھون نے خوش ہوکر فرمایا کہ اگر تو سچی ہی تو تو خدا تعالی کے واسطے آزاد ہی۔ اور ایک شخص حضرت ابوہریرہ رض کی خدمت مین آیا اور عرض کیا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ آپ سے اخوت فی اللہ کرون آپنے فرمایا کہ تو اخوت کا حق بھی جانتا ہی

اوسنے عرض کیا کہ مجکو بتا دیجیے آپنے فرمایا کہ تو اس اخوت کی بعد اپنے دینار و درم کا مستحق مجھ سے زیادہ نہ رہیگا اوسنے کہا کہ مین ابھی اس درجہ کو نہین پہونچا آپنے فرمایا کہ اچھا میری پاس سے رخصت ہو۔ اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ایک شخص سے فرمایا کہ تم مین سے کوئی اپنے بھائی کی آستین یا تھیلی مین ہاتھ ڈالکر جو چاہتا ہے بدون اوسکی اجازت کے لیتا ہے یا نہین اوسنے عرض کیا کہ نہین آپنے فرمایا کہ تو تم بھائی نہین ہو۔ اور کچھ لوگ حضرت حسن بصری رضہ کی خدمت مین آئے اور عرض کیا کہ آپنے نماز پڑھلی آپنے فرمایا کہ ہان اونھون نے کہا بازار والون نے تو ابھی نہین پڑھی آپنے فرمایا کہ بازار والون سے دین کا طریق کون سیکھے مین نے یہ بھی تو سنا ہے کہ اونمین سے ایک اپنے بھائی کو درم نہین دیتا۔ یہ بات آپنے براہ تعجب فرمائی۔ اور ایک شخص حضرت ابراہیم ادہم کی خدمت مین آیا اور آپ کا ارادہ بیت المقدس کا تھا اوسنے عرض کیا کہ مین آپ کا رفیق ہوا چاہتا ہون آپنے فرمایا کہ اس شرط پر کہ جو تیری چیز ہو اوسپر تجھسے زیادہ میرا اختیار ہو اوسنے کہا کہ یہ مجکو منظور نہین آپنے فرمایا کہ مجکو تیرا ساتھ کرنا اچھا معلوم ہوا راوی کہتا ہے کہ آپ کی رفاقت مین جب کوئی شخص ہوا کرتا تھا تو آپ کی خلاف مرضی نہ کرتا تھا اور آپ ساتھ بھی اوسی کو لیتے تھے جو آپکا موافق ہوتا تھا ایک بار آپکے ساتھ ایک شراک بنانیوالا ساتھ ہوا کسی منزل مین ایک شخص نے آپکے لیے ایک پیالہ ثرید کا بھیجا آپنے اپنے رفیق کی گٹھری کھولکر ایک ٹھاشراکون کا نکال کر پیالہ مین بھرا اور ہدیہ والے کے پاس بھیجدیا جب رفیق آیا کہ اوسنے پوچھا کہ شراک کہان ہین آپنے فرمایا کہ یہ ثرید کس چیز کا کھایا اسی کی عوض مین گئی اوسنے عرض کیا کہ آپ دو یا تین عطا فرما دیتے یہ تو بہت تھی فرمایا کہ درگذر کر خدا تعالی تجھسے درگذر فرماویگا اور ایک بار اپنے رفیق کا گدھا بدون اوسکی اجازت کے ایک اور شخص کو پیادہ پا دیکھکر دیدیا جب رفیق آیا تو خاموش ہو رہا اور برا نہین مانا حضرت ابن عمر رضہ فرماتے ہین کہ ایک شخص کی پاس اصحاب رضہ مین سے بکری کی سری ہدیہ مین آئی اونھون نے سوچا کہ میرے فلان بھائی کو میری نسبت کرا سکی حاجت ہے وہ سری اونکے پاس بھیجدی اونھون نے تیسرے کے پاس بھیجدی اور تیسرے نے چوتھے کے پاس یہانتک کہ سات ہاتھون پڑکر پھر اول شخص کے پاس آگئی۔ اور مروی ہے کہ حضرت مسروق رضہ نے بہت بھاری قرض لیا اور اونکے یار خیثمہ کے ذمہ قرض تھا تو آپ نے جا کر وہ قرض ادا کر دیا اور اونکو خبر بھی نہوئی اور خیثمہ رح نے حضرت مسروق کا قرض اونکی ناواستگی مین ادا کر دیا۔

بھی ایسا نہ کرے کہ اُنکا فاش کرنا خبث باطن کا نشان ہی - پانچوین یہ کہ اُسکے احبا اور اقارب اور اہل و فرزند کی طعن سے سکوت کرے چھٹے یہ کہ اگر کسی نے اُسکو بُرا کہا ہو تو اُسکے سامنے اُسکا ذکر نہ کرے کیونکہ گالی گویا ہی دیتا ہی جو اُسکی نقل آدمی کے سامنے کرتا ہی اور حضرت انسؓ فرماتے ہین کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ لَا یُوَاجِہُ اَحَدًا بِشَیْءٍ یَکْرَھُہٗ اور یا ابلاول کلام کے نقل کرنے والے سے ہوتی ہی پھر اصل کہنے والے سے چنانچہ سعدی شیرازی فرماتے ہین ؎

یکے تیرے افگند و در رہ فتاد	وجودم نیاز رد و رنجم نہ داد
تو بر داشتی و آمدی سوے من	ہمی در سپوزی بہ پہلوے من

باہم کچھ کوئی اُسکی تعریف کرے اُسکا چھپانا نہین چاہیے کیونکہ اول سر و نقل کرنے والے سے ہوتا ہی اور پھر اصل کہنے والے سے اور اسکا چھپانا داخل حسد ہی غرضکہ خاموشی اُن باتون سے چاہیے جو اُسکو بُری لگین لیکن جسصورت مین کہ امر معروف یا نہی بات سے منع کرنے کے لیے آدمی پر بولنا واجب ہو وہان خاموشی کی اجازت شرعًا نہ پاوے تو ایسی صورت مین اُسکے بُرا ماننے کی پروا نہ کرے اسلیے کہ یہ بولنا حقیقت مین اُسکے ساتھ سلوک کرنا ہی گو اُسکے گمان مین یہی ہی کہ میرے ساتھ بظاہر بدی کرتے ہین مگر اُسکی بُرائیان اور عیب اور اُسکے گھر والون کے عیب بیان کرنے غیبت مین داخل ہین جو ہر مسلمان کے حق مین حرام ہین اور تم اگر دو باتون کو سوچو تو پھر اُسکو بُرا کہنے پر زبان نہ کھولوگے اول یہ کہ اپنے احوال پر غور کرو اور اگر اُنمین کوئی برائی پاؤ تو جو بات اپنے بھائی مین دیکھو اُسکو اپنے نفس پر ناگوار مت جانو اور یہ سمجھو کہ جیسے مین ایک برائی کے کرنے مین معذور ہون اور اُسکے ترک سے عاجز ویسے ہی یہ شخص بھی اس ایک خصلت مین اپنے نفس کو نہین دبا سکتا اور ایسا آدمی کہان ہی جو برائی سے خالی ہو اور جو بات کہ تم حق اللہ مین ترک کرتے ہو اُسکی توقع اپنے دوست سے نہ کرو کہ خاص تمھارے حق مین وہ اُسکو بجا لاویگا کیونکہ جتنا حق خدائے تعالی کا تم پر ہی اُس سے زیادہ تمھارا حق اُسپر نہین ہی - اور دوسری بات یہ ہی کہ اگر تمکو یہی منظور ہو کہ صاحب عیب سے پاک ہو تو خلق سے عزلت اختیار کرو اور کسی سے صحبت مت رکھو کیونکہ دنیا مین جتنے آدمی ہین اُنمین بُرائیان بھی ہین اور بھلائیان بھی اگر کسی کی خوبیان ہی زیادہ ہون تو اسی کو غنیمت جاننا چاہیے غرضکہ کریم ایماندار ہمیشہ اپنے نفس مین اپنے دوست کی خوبیان موجود رکھتے ہین تاکہ دل سے دوستی اور توقیر اور حرمت اُبھرے اور منافق لئیم ہمیشہ بدیان اور عیب تاکتا رہتا ہی چنانچہ مشہور ہی ؎

چشم بد اندیش کہ بر کندہ باد	عیب نماید ہنرش در نظر

ورہنرے داری و ہفتاد عیب	دوست نہ بیند بجز آن یک ہنر

حضرت ابن مبارک فرماتے ہین کہ ایماندار معذرت کا جویا رہتا ہی اور منافق لغزشون کا طالب اور فضیل فرماتے ہین کہ بھائیون کے قصورون کو معاف کرنا جو نہ دی ہی اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِسْتَعِیْذُوْا بِاللّٰہِ مِنْ جَارِ السُّوْءِ الَّذِیْ اِنْ رَأٰی خَیْرًا سَتَرَہٗ وَاِنْ رَأٰی شَرًّا اَظْہَرَہٗ اور کوئی آدمی ایسا نہین جسکی چند خصلتون کے سبب سے اسکو اچھا کہنا ممکن نہو اسی طرح اسکو برا بھی کہہ سکتے ہین چنانچہ مروی ہی کہ ایک آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین ایک شخص کی تعریف کی جب دوسرا روز ہوا تو اسکی برائی کی آپنے فرمایا کہ کل تو اسکی تو تعریف کرتا تھا اور آج مذمت کرتا ہی اسنے عرض کیا کہ مین نے کل بھی اسپر سچ بولا تھا اور آج بھی جھوٹ نہین کہتا اسنے کل مجکو راضی رکھا تھا اسلیے جو باتین مین اسمین بہتر جانتا تھا انکو ذکر کیا اور آج جو اسنے مجکو ناراض کیا تو جو بری سی بری بات اسکی مجکو معلوم تھی اسکو بیان کیا آپنے فرمایا اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا گویا کہ اس امر کو آپ نے برا سمجھ کر اسکو سحر سے تشبیہ دی اسی طرح ایک دوسری حدیث مین ارشاد فرمایا اَلْبَذَاءُ وَالْبَیَانُ شُعْبَتَانِ مِنَ النِّفَاقِ اور ایک اور حدیث مین ہی اِنَّ اللّٰہَ یُبْغِضُ الْبَلِیْغَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِیْ یَتَخَلَّلُ بِلِسَانِہٖ تَخَلُّلَ الْبَقَرَۃِ بِلِسَانِہَا اسی طرح حضرت امام شافعی رحمۃ نے فرمایا ہی کہ مسلمانون مین کوئی ایسا نہین کہ خدائے تعالے کی طاعت ہی کرے اور معصیت نکرے اور نہ ایسا ہی کہ معصیت ہی کرے طاعت نکرے تو جس شخص کی طاعت معصیت سے غالب ہو وہی عدل ہی تو جب حق اللہ مین ایسا شخص عدل ٹھہرتا ہی تو تم اگر ایسے کو اپنے حق مین اور مقتضائے اخوت مین عدل سمجھو تو مناسب تر ہی اور جسطرح کہ تمکو اپنے یار کی برائیان بیان کرنے سے خاموشی واجب ہی اسی طرح دل سے سکوت کرنا بھی واجب ہی یعنی اسکے ساتھ بدگمانی مت کرو کیونکہ بدگمانی دل سے غیبت کرنی ہی اور اس سے بھی ممانعت شرعی پائی جاتی ہی اور اسکی غایت یہ ہی کہ جبتک دوست کے فعل کے لیے اچھا محمل ملسکے خراب موقع پر اسکو حمل نہ کرنا چاہیے مگر جبات کہ یقین اور مشاہدے سے منکشف ہوجاوے تو ہوسکتا ہی کہ تم اسکو آگاہ کردو لیکن اسکا حمل کرنا سہو اور نسیان پر جتی الوسع ضروری ہی اور اس ظن کی دو قسمین ہین ایک تو نفرس ہی جسکی کوئی علامت ہو کہ علامت کے موجود ہونے سے ظن کو جنبش ضروری ہوتی ہی جسکو آدمی دور نہین کرسکتا اور دوسرا وہ ہی جسکا منشا تمھاری بداعتقادی ہوتی ہی مثلاً کوئی کام اسنے کیا جو وجہون پر محمل ہوسکتا ہی مگر چونکہ تمھارا اعتقاد اسکی طرف اچھا نہین تو تم اس

فعل کو خراب ہی وجہ پر محمول کرتے ہو حالانکہ کوئی علامت ایسی نہین جس سے وہ فعل اسی وجہ سے خاص ہو جاوے تو ایسا ظن باطن کا تصور ہی دوست پر منحصر نہین ہر مسلمان کے ساتھ اس طرح کا ظن حرام ہی اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْمُؤْمِنِ مِنَ الْمُؤْمِنِ دَمَہٗ وَمَالَہٗ وَعِرْضَہٗ وَاَنْ یَّظُنَّ بِہٖ ظَنَّ السُّوْءِ اور فرماتے اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ اور بدگمانی کا مقتضا یہ ہی کہ آدمی دوسرے کے احوال خفیہ دریافت کرے اور خود چوری سے اسکی حرکات کا نگران ہو حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَقَاطَعُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا یہان تجسس سے مراد اخبار کا معلوم کرنا ہی اور تحسس سے غرض خود اپنے آپ دوسرے کو تاکتے رہنا کیا کرتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ عیبون کا چھپانا اور انسے تجاہل اور تغافل کرنا دینداروں کی خصلت ہی اور برائی کے چھپانے اور اچھی بات کے ظاہر کرنے کی فضیلت اتنی ہی کافی ہی کہ دعا ماثورہ مین اللہ تعالے کو اُن اوصاف سے متصف کیا ہی یَا مَنْ اَظْہَرَ الْجَمِیْلَ وَسَتَرَ الْقَبِیْحَ اور خدائے تعالے کے نزدیک پسند یہی ہی کہ جو اخلاق اسکے ہین انھین کو آدمی اپنی عادت ٹھہراوے تو جب وہ عیبون کو چھپاتا ہی اور گناہون کو بخشتا ہی اور اپنے بندون سے درگذر فرماتا ہی تو تم کیسے ایسے شخص سے درگذر نہ کروگے جو تمھارے برابر ہی یا زیادہ ہی اور کسی حال مین تمھارا غلام یا پیدا کیا ہوا نہین اور حضرت عیسی علیہ السلام نے حواریون سے ارشاد فرمایا کہ جب تم اپنے کسی بھائی کو سوتا ہوا دیکھتے ہو اور ہوا سے اسکا کپڑا اُڑ گیا ہو تو کیا کرتے ہو انھون نے عرض کیا کہ ہم اسکو ڈھانپ دیتے ہین اور کپڑا اُڑھا دیتے ہین آپ نے فرمایا نہین بلکہ تم اسکا ستر کھول دیتے ہو انھون نے عرض کیا کہ سبحان اللہ ایسا کون کرتا ہی آپ نے فرمایا کہ جب کوئی تم مین سے اپنے بھائی کے باب مین کوئی بات سنتا ہی تو اُسپر زیادہ کرتا ہی اور اسکے ساتھ مین ایک دوسری بات اول سے بڑھ کر ملا دیتا ہی۔ اور واضح ہو کہ آدمی کا ایمان کامل نہین ہوتا جبتک کہ اپنے بھائی کے لیے وہ بات پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہی اور درجات اخوت مین سے ادنی یہ ہی کہ اپنے بھائی سے ایسا معاملہ کرے جیسا خود چاہتا ہو کہ دوسرا مجھ سے کرے اور اسمین کچھ شک نہین کہ آدمی دوسرے سے یہی توقع کیا کرتا ہی کہ ہمارے عیبون سے چشم پوشی کرے اور اگر اپنی توقع کے خلاف اُس سے ظاہر ہوتا ہی تو اُسپر نہایت تاؤ کھاتا ہی تو بڑے تعجب کی بات ہی کہ خود تو توقع چشم پوشی کی رکھے اور اسکے عیبون سے چشم پوشی نہ کرے ایسے بے انصاف کے لیے نص قرآنی مین خرابی موجود ہی چنانچہ اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہی

قولہ تعالیٰ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ اور جو شخص انصاف اس مقدار سے زیادہ چاہے جتنا اسکا دل دوسرے کے لیے گوارا کرتا ہو تو وہ اس آیت کے مضمون مین داخل ہو اور عیب پوشی مین کوتاہی کرنے اور اسکے ظاہر کرنے مین سعی کرنے کی علت ایک روگ ہو جو باطن کے اندر گڑا رہتا ہو یعنے حقد اور حسد کہ یہ دونون چیزین جسکے اندر ہوتی ہین اسکے باطن کو خباثت سے پُر کر دیتی ہین مگر اسکے باطن مین یہ چیزین دبی ہوئی اور مقید رہتی ہین جبتک کہ کوئی موقع نہین ہوتا اور جب اسطرح کا موقع ملتا ہو تو بیڑی ٹوٹ جاتی ہو اور پردہ حیا اُٹھ جاتا ہو اور وہی خباثت درونی ٹپکنے لگتی ہو تو جسصورت مین کہ حقد اور حسد باطن مین ہو اسصورت مین کسی سے اخوت نہ کرنی چاہیے بلکہ علیحدگی بہتر ہو بعض حکما کا قول ہو کہ بھائیون پر ظاہر کا عتاب بہ نسبت باطنی کینہ کے اچھا ہو اور کینہ ور کا لطف بجز اُس سے وحشت کرنے کے اور کچھ نہین بڑھاتا اور جس شخص کے دل مین کسی مسلمان کا کینہ ہوتا ہو تو اسکا ایمان ضعیف ہو اور اسکا معاملہ خطرناک ہو اسکا دل صلاحیت دیدار الٰہی کی نہین رکھتا چنانچہ عبدالرحمن بن جبیر اپنے باپ سے راوی ہین کہ انھون نے کہا کہ مین یمن مین تھا اور میرا ہمسایہ ایک یہودی تھا کہ توریت کی خبرین مجھ سے کہا کرتا تھا جب وہ سفر سے آیا تو مین نے اُس سے کہا کہ اللہ تعالے نے ہم مین ایک پیغمبر مبعوث فرمایا جسنے ہمکو مسلمان ہونے کو فرمایا ہم مسلمان ہوگئے اور ہمارے لیے ایک کتاب اللہ تعالی نے نازل فرمائی ہو جو توریت کی تصدیق کرتی ہو اُس یہودی نے کہا کہ تم درست کہتے ہو مگر جو حکم تمھارے پیغمبر لائے ہین اُنکو تم کرنہ سکوگے ہم اُنکی اور اُنکی امت کی پہچان توریت مین اسطرح پاتے ہین کہ کسی آدمی کو اپنے دروازے کی چوکھٹ سے باہر پانون رکھنا حلال نہین اُس حال مین کہ اسکے دل مین کسی مسلمان پر کینہ ہو اور حقوق زبانی مین سے یہ بھی ہو کہ جس راز کو اُسنے ودیعت اپنے پاس رکھا ہو اسکا افشا نہ کیجیے اور اگر ضرورت ہو تو اسکا انکار بھی درست ہو کہ اُسنے مجھ سے کوئی راز نہین کہا گو یہ جھوٹ ہوگا مگر ایسے موقع پر سچ واجب نہین بلکہ یون سمجھنا چاہیے کہ جیسے آدمی کو اپنے عیبون اور اسرار کا چھپانا جائز ہو گو جھوٹ بولنا پڑے اسی طرح یہ بات اپنے بھائی کے حق مین کرنی درست ہو کیونکہ وہ بھی قائم مقام اپنے نفس کے ہو گویا ایک جان دو قالب ہین حقیقت مین اخوت کی ہو اسی لیے جو عمل کہ ایسے دوست کے سامنے آدمی کرے تو ریاکار نہوگا اور نہ عمل باطنی سے نکلکر عمل ظاہری مین داخل ہوگا کیونکہ بھائی کے

سلامہ فوالی اوی گواہی دیتا ہون والون کی وہ جماعت جسکی گواہی قبول ہو اور جسکی گواہی قبول نہو

عمل کو جانتا ایسا ہی جیسا خود اپنے آپ کو جانتا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنْ سَتَرَ عَوْرَةَ أَخِيهِ سَتَرَهُ اللهُ تَعَالَى فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ اور دوسری روایت مین یون ہی مَنْ سَتَرَ عَوْرَةَ أَخِيهِ فَكَأَنَّمَا أَحْيَا مَوْءُودَةً اور فرمایا إِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ بِحَدِيثٍ ثُمَّ الْتَفَتَ فَهُوَ أَمَانَةٌ اور فرمایا کہ مجالس امانت کے ساتھ ہین مگر تین مجلسین ایک وہ جسمین ناحق خون کیا جاوے دوسری وہ جسمین زنا حلال سمجھا جاوے تیسری وہ جسمین مال بوجہ ناجائز حلال کیا جاوے اور فرمایا کہ دو آپسکے بیٹھنے والے امانت کے ساتھ بیٹھتے ہین اُنمین سے ایک کو حلال نہین کہ ایک کی بات ایسی ظاہر کرے جو اُسکو بُری لگے۔ کسی ادیب سے سوال کیا گیا کہ تم راز کی حفاظت کیسے کرتے ہو کہا کہ مین راز کے حق مین قبر بنجاتا ہون اور یہ مثل بھی مشہور ہی بھلے مانسون کے صدور رازون کے قبور ہین۔ اور کہتے ہین کہ احمق کا دل منہ مین ہوتا ہی اور عاقل کی زبان دل مین ہوتی ہی یعنے احمق اپنے دل کی بات چھپا نہین سکتا اور ایسی طرح ظاہر کردیتا ہی کہ اُسکو خبر بھی نہین ہوتی اور ہمین وجہ احمقون سے ترک ملاقات اور اُنکی صحبت بلکہ اُنکی صورت دیکھنے سے احتراز واجب ہی اور کسی دوسرے سے پوچھا گیا کہ تم راز کو کس طرح چھپاتے ہو کہا کہ کہنے والے سے انکار کرتا ہون اور پوچھنے والے سے قسم کھاتا ہون۔ اور کسی اور کا قول ہی کہ مین راز کو چھپاتا ہون اور اس امر کو بھی پوشیدہ رکھتا ہون کہ راز کو چھپاتا ہون اور ابن المعتز نے راز کے چھپانے کے باب مین یون کہا ہی شعر

راز کو مجھسے کہا جسنے چھپانے کے لیے	رکھکے مین نے اُسکو سینہ مین وہین دفنا دیا

اور ایک شخص نے اس سے بڑھ چڑھ کر قطعہ کہا ہی

قطعہ ہی نہین راز مرے سینہ مین مردہ کیطرح	کیونکہ مردہ کو توقع ہی اُٹھے روز جزا
بلکہ مین بھولتا ہون راز کو اس صورت سے	گویا اُس سے کبھی اکدم کو بھی آگاہ نتھا
ہوتا سینہ سے اگر راز چھپانا ممکن	راز کار از مرے دل سے بھی مخفی رہتا

اور ایک شخص نے اپنا راز کسی اپنے دوست سے کہا پھر اُس سے کہا کہ تجھے یاد کرلیا اُسنے جواب دیا کہ مین تو بھولگیا اور ابو سعید تنوخی فرمایا کرتے تھے کہ جب تمکو کسی شخص سے بھائی چارہ منظور ہو تو اول اُسکو خفا کردو پھر خفیہ ایک آدمی اسمین کرو کہ اُس سے تمھارا حال اور تمھارے راز دریافت کرے اور اگر وہ تمھارے حق مین بہتر کہے اور تمھارے راز افشا نکرے تب اُسکی صحبت اختیار کرو۔ اور ابو زید سے کسی نے پوچھا کہ تم کس صفت کے آدمی سے صحبت رکھتے ہو فرمایا کہ جو میرے وہ مخفی حال جانتا ہی جو خدا یتعالی کو معلوم ہین اور پھر اُنکو ایسا ہی چھپاتا ہی جیسا خدا یتعالی نے پردہ پوشی کرتا ہی۔

اور ذوالنون مصری رح فرماتے ہین کہ جس شخص کو یہ بات پسند نہو کہ مجکو گناہون سے معصوم دیکھے اُسکے ساتھ رہنے مین کچھ بہتری نہین اور جو آدمی غصہ کی حالت مین راز افشا کرے وہ پاجی ہی رضا کے وقت تو رازداری ہر ایک طبیعت سلیم کا مقتضا ہی - اور کسی حکیم کا قول ہی کہ جو شخص چار باتون مین بدل جاوے اُسکی صحبت اختیار مت کر یعنے غصہ مین اور ہوا اور رضا مین اور طمع مین جدا ہو اور بے طمعی مین جدا بلکہ چاہیے کہ ان سب صورتون مین صادق الاخوت ہو اور اسی لیے کسی نے یہ قطعہ کہا ہی قطعہ

جدائی مین بھی یہ دستور ہی کریمون کا	چھپائین رشتی کو احسان کو کرین ظاہر
دے لیئم اگر دوستی کو ترک کرین	چھپائین خوبی کو بہتان کو کرین ظاہر

اور حضرت ابن عباس رض بن عبد المطلب نے اپنے صاحبزادہ ابن عباس رض کو ارشاد فرمایا کہ چونکہ مین دیکھتا ہون کہ امیر المومنین عمر رض مکو بوڑھو نپر مقدم کرتے ہین اسلیے مین پانچ باتین کہتا ہون اُنکو یاد کر تو اول یہ کہ اُنکا راز افشا مت کرنا دوسرے یہ کہ اُنکے پاس کسی کی غیبت مت کرنا تیسرے یہ کہ اُنکے سامنے کوئی جھوٹ مت بولنا چوتھے یہ کہ اُنکے کسی حکم کی نافرمانی مت کرنا پانچوین یہ کہ ایسی بات مت کرنا کہ اُنکو تمھاری خیانت ثابت ہو شعبی رح فرماتے ہین کہ انمین سے ہر ایک بات ہزار سے بہتر ہی - اور حقوق زبانی مین سے یہ بھی ہی کہ جو بات اپنا دوست کہے اُسکو نہ کاٹے اور نہ اُسکا مزاحم ہو حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ نکسی بیوقوف کی بات کاٹو کہ وہ تمکو ایذا دیوے اور نہ کسی عقلمند کی بات کاٹو کہ وہ تمسے بغض کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص خود باطل پر ہو کر بات کاٹنا ترک کرے اُسکے لیے جنت کے ایک کنارہ مین گھر بنیگا اور جو کوئی حق پر ہو کر بات کاٹنے کو ترک کریگا اُسکے لیے سب سے اوپر کی جنت مین مکان بنایا جائیگا - یہ ثواب بات کاٹنے کے چھوڑنے کا ہی حالانکہ باطل پر ہو کر ترک کرنا واجب ہی اور حق پر ہو کر ساکت رہنا نفل ہی مگر نفل پر ثواب اسلیے زیادہ ہو کہ حق پر ہو کر خاموش ہونا نفس پر نہایت شاق ہی بہ نسبت باطل پر ہو کر سکوت کرنے کی اور ثواب بقدر مشقت کے ہوا کرتا ہی - اور آتش حقد دو بھائیون مین بھڑک اُٹھنے کا سبب قوی یہی بات کاٹنا اور مناقشہ ہی اسلیے خلاف اول رایون مین ہوتا ہی پھر اقوال مین پھر بدنون مین تو گویا عین تقاطع اور تخالف یہی بات کاٹنا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ نہ ایک دوسرے سے تقاطع کرو نہ آپس مین بغض رکھو نہ حسد کرو نہ باہم جدائی رکھو اور اللہ کے بندے

بھائی ہوجاؤ - اور فرمایا اَلْمُسْلِمُ اَخُ الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُهٗ وَلَا یَحْرِمُهٗ وَلَا یَخْذُلُهٗ یَحْسُبُ الْمَرْءِ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ اور سب سے زیادہ حقیر سمجھنا بات کا سُنا ہی کیونکہ جو شخص دوسرے کی گفتگو کو رد کرتا ہی تو وہ حال سے خالی نہین یا تو اُسکو جہل و حماقت کی طرف نسبت کرتا ہی یا حقیقت اشیا کے فہم سے اُسکی غفلت اور سہو ثابت کرتا ہی اور یہ دونون باتین موجب حقارت اور باعث کینہ اور وحشت ہین - اور ابو امامہ باہلی رضؓ کی حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اُس وقت مین کہ ہم ایک دوسرے کی بات کاٹ رہے تھے تو آپ غصہ ہوئے اور فرمایا کہ بات کاٹنے کو چھوڑ دو کہ اُسمین بہتری کم ہی اور اُسکو جانے دو کہ اُسمین فائدہ تھوڑا ہی اور بھائیون مین عداوت پیدا کرتا ہی اور کسی بزرگ کا قول ہی کہ جو شخص بھائیون سے وحشت مشت کرے اور اُنکی بات کاٹے اُسکی مروت کم ہوجاتی ہی اور بزرگی جاتی رہتی ہی اور عبداللہ بن حسن فرماتے ہین کہ لوگون کی بات کاٹنے سے دور بھاگو ورنہ تمپر کسی عاقل کا دانو پل جائیگا یا کوئی جاہل گلچپ ہوجائیگا - اور کسی بزرگ کا قول ہی کہ لوگون مین سب سے عاجز وہ ہی جو یارون کی طلب مین کوتاہی کرے اور اُس سے بھی عاجز وہ ہی جو یار حاصل کرکے تلف کردے اور ظاہر ہی کہ کثرت مناقشہ باعث تلف کرنے اور جدائی اور عداوت کا ہوتی ہی - اور حضرت حسن فرماتے ہین کہ ہزار شخصون کی دوستی کے عوض ایک آدمی کی عداوت ست مول لو حاصل یہ کہ مناقشہ کا باعث صرف یہی ہی کہ اپنی تمیز اور عقل اور فضل کو زیادہ ظاہر کرنا اور دوسرے کو جاہل ٹھہرانا اور اسمین تکبر اور حقیر سمجھنا اور ایذا دینا اور حمق و جہالت کی گالی دینی سب کچھ پایا جاتا ہی اور دشمنی مین بجز ان باتون کے اور کیا ہوتا ہی پس اخوت اور دوستی مین یہ باتین کیسے شامل ہونگی کہ حضرت ابن عباس رضؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کی بات مت کاٹ اور اُس سے مزاح مت کر اور نہ کوئی وعدہ ایسا کر جسکا تو خلاف کرے - اور ایک حدیث مین یہ ارشاد ہی کہ تم لوگونکو اپنے مال دینے ہو لیکن اُنکو تمسے کشادگی پیشانی اور خوش خلقی ملنی چاہیے - اور بات کا سُنا خوش خلقی کے خلاف ہی اور سلف کے لوگ بات کاٹنے سے اتنا ڈرتے تھے کہ دوست کی بات پر تکرار نکرتے اُنکا مذہب یہ تھا کہ اگر کوئی اپنے بھائی سے یہ کہے کہ اُٹھ اور وہ پوچھے کہ کہان کو تو اُسکا ساتھ چھوڑ دے بلکہ یون چاہیے کہ اسکے کہنے کے ساتھ ہی کھڑا ہوجائے اور کچھ نہ پوچھے - اور ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ میرا ایک دوست عراق مین تھا عداوت کے وقت مین اُسکے پاس جاکر کہنا

ابی امامہ و ابی الدرداء
اول جملہ ابو الدرداء
بروایت ابو امامہ
آخر کا جملہ اور روایت
دونونکی ضعیف ہی
سنن ترمذی بروایت
ابن ابی سلیم اور
کہا کہ غریب ہی
صحیح حاکم و بیہقی در
شعب بروایت
انس رضؓ

کہ اپنے مال مین سے کچھ مجھکو دو وہ ایک قبیلی میرے سامنے رکھدیتا مین اُسمین سے بقدر حاجت لے لیتا ایک روز جو مین اُسکے پاس گیا اور کہا کہ مجھکو کچھ ضرورت ہی تو اُسنے کہا کہ کسقدر چاہتے ہو اسکے سنتے ہی اُسکی دوستی کی حلاوت میرے دل مین سے جاتی رہی - اور کسی دوسرے بزرگ کا قول ہی کہ جب تم اپنے بھائی سے کچھ مانگو اور وہ پوچھے کہ کیا کرو گے تو اُسنے حق اخوت ترک کردیا - اور یہ بھی یاد رہے کہ اخوت کا قائم ہونا کلام کی موافقت اور فعل کی مطابقت اور شفقت سے ہوتا ہی ابو عثمان حیری کہتے ہین کہ دوستون کے ساتھ یک سخن ہونا اُن پر شفقت کرنے کی نسبت کہیں بہتر ہی اور واقع مین بھی ایسا ہی ہی جیسا اُنھون نے کہا -

چوتھا حق اخوت کا زبان پر بولنے مین ہی کیونکہ اخوت جیسا اس بات کی مقتضی ہی کہ اُسکے سامنے بُری باتون سے سکوت کیا جاوے ایسا ہی اس بات کو چاہتی ہی کہ جو باتین یار کو پسند ہون وہ اُسکے سامنے بیان کیجاوین بلکہ یہ امر اخوت ہی سے خاص ہی ورنہ جو شخص سکوت ہی پر قانع ہی وہ گویا مُردون کا ساتھی ہی یارون کی تلاش اسلیے ہوتی ہی کہ اُنسے کچھ فایدہ ہو نہ یہ کہ اُنکی ایذا سے بچے رہین اور خاموشی کے معنے یہی ہین کہ دوسرے کو زبان سے نہ ستایا جاوے پس آدمی کو چاہیے کہ اپنے یار سے بولے بات کرے اور جن باتون کا پوچھنا واجب ہو اُنکو پوچھے مثلاً اگر کوئی مانع پیش آجاوے جس سے دل کو اضطرار ہو یا اُسکی تندرستی معلوم ہونے مدت ہوگئی ہو یا کوئی اور حالت جو اُسکو بُری معلوم ہوتی ہو طاری ہو تو چاہیے کہ اُسکو زبان سے کہے کہ ہمکو بھی اس سے رنج ہی اور جن حالتون سے کہ وہ خوش ہوتا ہو اُنمین اپنا شریک ہونا زبان سے بیان کرے کیونکہ اخوت کے معنے یہی ہین کہ درد و راحت مین شریک ہو - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اِذَا اَحَبَّ اَحَدُکُمْ اَخَاہُ فَلْیُخْبِرْہُ اس حدیث مین جو خبر دینے کے لیے ارشاد فرمایا تو اُسکی وجہ یہ ہی کہ اس سے محبت بڑھتی ہی مثلاً اگر تم کسی سے محبت کرو اور اُسکو معلوم نہو کہ تمکو اُس سے محبت ہی تو محبت کی ترقی نہوگی لیکن اگر وہ جان جاویگا کہ تمکو محبت ہی تو بالطبع تمسے محبت کریگا اور جب تمکو معلوم ہوگا کہ یہ بھی مجھسے محبت کرتا ہی تو بالضرور تمکو محبت اُسکے ساتھ زیادہ ہوگی اسی طرح دونون طرفون سے محبت دم بدم بڑھتی جائیگی اور شریعت مین ایماندارونکا باہم محبت کرنا مطلوب ہی اور دین مین بھی یہ امر محبوب ہی اور اسی وجہ سے شارع علیہ السلام نے اُسکا طریق سکھایا اور ارشاد فرمایا تَھَادَوْا وَتَحَابُّوْا اور ایک حق زبان سے بولنے کا یہ ہی کہ جس نام سے دوست کو پکارا جانا

پسند ہو وہی نام لیکر پکارے اور سامنے اور پیچھے اوسکا نام وہی لے جو اوسکو محبوب ہو حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ تین باتین ایسی ہین کہ اگر تم اونکو بھائی کے ساتھ برتو تو اوسکی دوستی تمہارے ساتھ خالص ہوجاویگی اول یہ کہ جب اوس سے ملو اول سلام کرو دوم یہ کہ اچھی طرح اوسکو بٹھلاؤ سوم یہ کہ اوسکو جسنام سے اچھا معلوم ہوتا ہو اوسکو لیکر پکارو۔ اور ایک حق یہ ہے کہ جس شخص کے سامنے دوست کو اپنی تعریف پسند ہو اوسکے سامنے جو خوبیان تمکو معلوم ہون اونکو ذکر کرو کہ یہ امر کشش محبت کا بڑا سبب ہے اور اسیطرح اوسکی اولاد اور اہلخانہ اور کردار کی تعریف کرنی بلکہ اوسکی عقل اور صورت اور نوشت اور اشعار اور تصنیف خواہ اور چیزون کی خوبی بیان کرنی جنسے وہ خوش ہو مگر اس تعریف مین جھوٹ اور مبالغہ نہو بلکہ جو بات قابل تحسین ہو اوسکی خوبی بیان کیجاوے اور اس سے زیادہ ضروری یہ امر ہے کہ اگر غیر شخص اوسکی تعریف کرتا ہو تو اظہار فرحت کے ساتھ دوست سے اوسکا قول نقل کرے کہ اوسکا خفیہ کرنا محض حسد ہے۔ اور ایک حق یہ ہے کہ اگر دوست نے کوئی سلوک تمہارے ساتھ کیا ہو تو اوسکا شکر ادا کرو بلکہ اگر اوسنے نیت سلوک کی کی ہو اور وہ پورا نہوا ہو تب بھی مشکور ہونا بیان کرے کہ حضرت علی مرتضی رضہ فرماتے ہین کہ جو شخص اپنے بھائی کی حسن نیت پر مشکور نہوگا وہ اوسکے حسن سلوک پر بھی مشکور نہوگا۔ اور سب سے زیادہ تاثیر محبت کی کھینچنے کی یہ ہے کہ جب کوئی شخص اوسکو پیٹھ پیچھے برا کہے یعنے صراحۃً یا کنایۃً اوسکی عزت کو درپے ہو تو خود دوست کی طرف داری اور حمایت کیلئے مستعد ہو اور اوس بدگو کو چپکا کرے اور للکارے اس سے خاموشی کرنی موجب کینہ اور نفرت دل ہے اور حق اخوت کی ادا کرنے مین کوتاہی کا باعث ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دو دوستون کو دو ہاتھون سے تشبیہ دی کہ ایک دوسرے کو دھوتا ہو تو اسکی وجہ یہی ہے کہ ایک دوست دوسرے کی مدد کرے اور اوسکا قائم مقام ہے۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا اَلْمُسْلِمُ اَخُ الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُہٗ وَلَا یَخْذُلُہٗ وَلَا یَسْلِمُہٗ اور اوسکی برائی سننی عین سوا کرنا اور اوسکو اعدا کے حوالہ کرنا ہے اسلیے کہ اوسکی حرمت کو ٹکڑے ہونے دینا ایسا ہی ہے جیسے اوسکے گوشت کو پارہ پارہ ہونے دینا اسکو ایسا سمجھو کہ گتے تمکو چیر ڈالتے ہون اور تمہاری بوٹیان اڑاتے ہون اور کوئی تمہارا بھائی تمکو چپکا کھڑا دیکھے اور تمپر ترس کھاوے تو تمکو کیسا برا معلوم ہوگا حالانکہ حرمت کا ہتک ہونا دلون پر گوشت کے پارہ پارہ ہونے سے زیادہ ناگوار ہوتا ہے اور یہین وجہ غیبت کو خدا تعالی نے مردار کے گوشت کھانے سے مشابہ فرمایا چنانچہ ارشاد ہے اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتًا فَکَرِہْتُمُوْہُ اور روحین جو خواب مین

لوح محفوظ کو دیکھتے ہین تو فرشتہ اونکے دیکھے ہوئے معاملات کو محسوسات کی شکل مین بنا کر دکھلا دیتا ہے اور غیبت کو مردار گوشت کھانیکی صورت مین پیش کرتا ہے حتی کہ اگر کوئی خواب مین دیکھے کہ گوشت مردار کا کھاتا ہے تو اوسکی تعبیر یہی ہے کہ لوگون کی غیبت کرتا ہے اسلیے کہ وہ فرشتہ جو کسی بات کی صورت بناتا ہے تو صرف ظاہر کا لحاظ نہین کرتا بلکہ اوس چیز اور صورت مثالیہ مین مشارکت اور مناسبت معنوی کا لحاظ رکھتا ہے جو مثال مین بمنزلہ روح کے ہے۔ اس تقریر سے مقصود یہ ہے کہ حق اخوت کی رعایت کرنی اور دشمنون کی برائی کو وقت اوسکی حمایت کرنی اور بدگوئون کی بدگوئی سے اوسکو رہائی دینی آدمی پر واجب ہے۔ اور مجاہد رح فرماتے ہین کہ دوست کو اوسکی غیبت مین ایسی طرح ذکر کرو جیسا تم چاہتے ہو کہ تمھاری غیبت مین کوئی تمھارا ذکر کرے تو اس صورت مین تمھارے لیے دو باتین سمجھنی کارآمد ہین اول یہ کہ فرض کرو کہ جو بات دوست کو کسی نے کہی وہ تمکو کہتا اور دوست مذکور وہان موجود ہوتا تو تمھارا دل اوسوقت کیا چاہتا کہ تمھارا دوست تمھارے باب مین کیا کہے تو جو تقریر دوست کی اوس وقت مین تمکو پسند ہوتی وہی تمکو اوس پر طعنہ کرنیوالے کے ساتھ کرنی چاہیے دوسری یہ کہ فرض کرو کہ تمھارا دوست دیوار کے پیچھے موجود ہے اور تمھاری تقریر سنتا ہے اور اوسکے گمان مین یہ ہے کہ تم اوسکا موجود ہونا نہین جانتے تو اوسوقت مین اوسکی طرفداری جتانی اور اوسکے ستانے کو جو کچھ تمھارے دل مین جنبش ہو وہی اوس کی پیٹھ پیچھے بھی ہونی چاہیے چنانچہ بعض اکابر فرماتے ہین کہ جب میرے کسی بھائی کا ذکر اوسکی غیبت مین ہوتا ہے تو مین خیال کرلیتا ہون کہ وہ بیٹھا ہوا ہے اور پھر وہ باتین کہتا ہون کہ اگر بالفرض وہ ہوتا اور سنتا تو اوسکو اچھی معلوم ہوتین۔ اور کسی دوسرے بزرگ کا قول ہے کہ جب میرے کسی بھائی کا مذکور ہوتا ہے تو اپنے آپکو اوسکی صورت مین سمجھ لیتا ہون اور اوس کے باب مین وہ بات کہتا ہون جسکو اپنے حق مین کہا جانا بہتر سمجھتا ہون۔ اور یہ امر سچی مسلمانی مین سے ہے کہ اپنے بھائی کے لیے وہی بات مناسب معلوم کرے جو اپنے حق مین بہتر سمجھتا ہے۔ اور حضرت ابو درداء ایک ہل مین دو بیل جوتے ہوئے دیکھے کہ قلبہ رانی کر رہے ہین اتنے مین ایک کھڑا ہو گیا اپنا بدن کھجلانے لگا دوسرا بھی کھڑا ہو رہا آپ یہ دیکھکر رو پڑے اور فرمایا کہ یہی حال فی اللہ دوستون کا ہے کہ دونون اللہ تعالی کے واسطے کام مین لگے ہوتے ہین اور ایک کھڑا ہو جاتا ہے تو دوسرا بھی اوسکا موافق ہوتا ہے اور پورا اخلاص موافقت ہی سے ہوتا ہے اور جو شخص محبت مین اخلاص نرکھتا ہو وہ منافق ہے اور اخلاص یہ ہے کہ آگے اور پیچھے اور زبان اور دل اور ظاہر و باطن اور

تنہائی اور جماعت مین یکسان ہو وہی ان دو دو چیزون مین سے اگر کسی مین اختلاف اور فرق ہوگا
وہی دوستی کا بگاڑ اور دین کا خلل اور اہل ایمان کی طریق کا رخنہ ہے اور جو شخص اپنے نفس پر
اس بات کا قادر نہو کہ ہر حال مین یکسان رکھ سکے تو اوسکو چاہیے کہ صحبت اور دوستی کا نام نہ لے
تنہائی اختیار کرے کیونکہ دوستی کا حق نباہنا مشکل ہے اسکی تاب وہی کو ہوتی ہے جو محقق ہو اور اسکے
ثواب جزیل کا شایان بھی وہی ہے جو موافق ہو اور اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص
تیرے ہمسایہ مین ہو اوس کی ہمسائگی اچھی طرح کرکہ تو مسلمان ہو جائیگا اور جو شخص تیری صحبت مین ہو
اوسکی مصاحبت اچھی کرکہ تو ایمان دار ہو جائیگا۔ تو دیکھو اس حدیث مین ایمان کو تو صحبت کی
جزا فرمایا اور اسلام کو ہمسایہ کی جزا تو جتنا فرق ایمان اور اسلام کی فضیلت مین ہے وہی حق صحبت
اور حق ہمسایگی کی بجاآوری کی مشقت مین ہے اسلیے کہ صحبت کے لیے بہت سے حقوق قریبہ متوالیہ
بلکہ علی الدوام درکار ہین اور ہمسایگی کے لیے حقوق قریبہ ہوتی ہین مگر کبھی کبھی ہوتی ہین اونکے لیے
دوام کی قید نہین۔ اور منجملہ حقوق زبانی کے ایک تعلیم اور نصیحت ہے کیونکہ علم کی حاجت اپنے
دوست کو مال کی ضرورت سے کم نہین جب مال مین اوسکو اپنا شریک کرنا حق الفت ٹھہرا تو علم مین
بھی بطریق اولی شریک کرنا چاہیے یعنی اگر تمکو سب علوم سے بہرہ وافی ہے تو چاہیے کہ جو امور دین
مین خواہ دنیا مین دوست کے کار آمد اور مفید ہون اوسکو تعلیم کرو اور تمہاری تعلیم کے بعد اگر وہ
علم کے بموجب کاربند نہو تو تمکو لازم ہے کہ اوسکو نصیحت کرو اسطرح کہ افعال بد کی برائی ان
اور اونکے ترک کی فوائد اوسکے سامنے ذکر کرو اور جو بات کہ اوسکو دنیا اور آخرت مین بری معلوم
ہوتی ہو اوس سے ڈراؤ تاکہ وہ اون حرکات سے باز آوے اور اوسکے عیوب پر اوسکو خبردار کرو اور
بری بات کی قباحت اور اچھی بات کی خوبی اوسکے دل مین جماؤ مگر چاہیے کہ یہ امور خفیہ تنہائی
مین اوس سے کہو تاکہ کسیکو اوسکی اطلاع نہو اسلیے کہ مجمع مین کہنا توبیخ اور فضیحت مین داخل ہے
اور تنہائی مین کہنا شفقت اور نصیحت شمار کیا جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰۃُ الْمُؤْمِنِ اس سے یہ مراد ہے کہ اوسکے باعث سے وہ بات معلوم کر لیتا ہے جو
اپنے آپ نہین سوجھتی یعنے ایک ایماندار اپنے دوسرے بھائی کی وجہ سے اپنے عیبون پر مطلع ہو جاتا ہے
اگر تنہا ہوتا تو یہ بات حاصل نہوتی جیسے آئینہ سے اپنی ظاہری صورت کی عیب پر واقف ہو جاتا ہے
اور بدون آئینہ کے نہین معلوم کر سکتا۔ اور حضرت امام شافعی رضہ فرماتے ہین کہ جو شخص اپنے
بھائی کو خفیہ سمجھا دے وہ اوسکو نصیحت کرتا ہے اور زینت دیتا ہے اور جو اوسکو مجمع مین فہمائش کرے

تو نصیحت کرتا ہی اور عیب لگاتا ہی - اور مسعر سی پوچھا گیا کہ جو شخص تمکو تمہاری عیوب بتاوی اوس سی تم محبت کرتی ہو کہ نہین کہا کہ اگر وہ مجکو خود تنہا لیکر نصیحت کری تو البتہ مین اوس سی محبت کرتا ہون اور مجمع مین مجکو فضیحت کرتا ہی تو محبت نہین کرتا ہون اور واقع مین درست کہا اسلیے کہ مجمع مین نصیحت کرنا فضیحت ہی ہی دیکھو قیامت کی دن خدا تعالی اپنی دوستون پر جو عتاب فرماویگا تو اونکو اپنی پناہ کی اندر اور ستاری کے سایہ مین علیحدہ گناہون پر خفیہ مطلع کریگا اور اوسکا نامۂ اعمال مہر لگا ہوا اون فرشتونکو دیگا جو اوسکے ساتھ جنت تک جائینگے جب دروازہ جنت کے قریب پہونچینگے اوس وقت وہ نوشتہ سربند اوسکے حوالہ کرینگے کہ اوسکو پڑہ اور جو لوگ مستحق خفگی کے ہین وہ برسر مجمع پکاری جائینگے اور اونکے گناہون کی لیی اونکے اعضا بولینگے جس سی زیادہ تر رسوائی اور فضیحت ہوگی خدا تعالی اوس روز کی رسوائی اور فضیحت سی ہمکو پناہ مین رکھے غرضکہ فضیحت اور نصیحت مین فرق یہی ہی کہ نصیحت تنہائی مین ہوتی ہی اور فضیحت مجمع مین جیسے مدارات اور مداہنت کہ دونون چشم پوشی ہوتی ہین لیکن اگر چشم پوشی اسلیے ہی کہ تمہارا دین سلامت رہی اور بھائی کی اصلاح ہو تب تو مدارات ہی اور اگر اسلیے ہی کہ اپنی نفس کا حظ اور شہوتین حاصل ہون اور جاہ بنا رہی تو اسکا نام مداہنت ہی - اور ذوالنون مصری فرماتی ہین کہ خدا تعالی سی صحبت موافقت ہی کی ساتھ اختیار کرو اور خلق سی نصیحت ہی کی ساتھ اور نفس سی مخالفت ہی کی ساتھ اور شیطان سی عداوت ہی کی ساتھ - اب اگر یہ کہو کہ جس صورت مین نصیحت کی اندر عیوب کا ذکر ہوگا تو اوس سی تو دل کا نفرت و لانا ہوا یہ امر حق اخوت مین سی کیسے ہوا تو اسکا جواب ہی کہ تنفر دل کا اوس عیب کی ذکر سی ہوتا ہی جسکو دوسرا شخص اپنی آپ مین خود جانتا ہی اور جس عیب کو وہ اپنی نفس مین نہین جانتا اوسپر اوسکا آگاہ کرنا عین شفقت اور اوسکے دل کو اپنی طرف مائل کرنا ہی بشرطیکہ عاقل ہو اور بیوقوفون سی ہمکو بحث نہین کیونکہ اگر کوئی حرکت مذموم تم سی ہوگئی یا کوئی بری صفت تم مین ہی اور دوسرا شخص تمکو اوس فعل یا صفت سی آگاہ کردی تو اوسکی مثال ایسی ہوگی جیسے تمہاری کپڑون مین کوئی بچھو یا سانپ ہو اور وہ قصد تمہاری ہلاک کرنیکا رکھتا ہو اور دوسرا شخص تمکو آگاہ کردی تو اب اگر تم اوس شخص کی نصیحت کو برا جانو تو تم سے زیادہ بیوقوف اور کون ہوگا اور ظاہر ہی کہ بری صفتین بھی بچھو اور سانپ ہین اور آخرت مین ہلاک کرنیوالی ہین کیونکہ وہ دلون اور روحون کو کاٹتی ہین اور اونکا درد بہ نسبت دنیا کی سانپ بچھوؤن کی جو ظاہر بدن کو کاٹتے ہین زیادہ ہین

اور وہ اس ایک سے پیدا ہین جو دلون کو جھا نکتی ہی۔ اور حضرت عمر رہ عیوب پر آگاہی کرنے کو ہدیہ فرمایا کرتے اور فرماتے اللہ تعالی رحم کرے اس شخص پر جو اپنے بھائی کے پاس اسکے عیبون کا ہدیہ لیجاوے اور ہین وجہ جب حضرت سلمان آپ کے پاس آئے تو آپ نے انسے پوچھا کہ اپنے نزدیک میری بڑی بات جو تمنے سنی ہو بیان کرو انھون نے کہا کہ اس سے مجکو معاف فرمایئے آپنے اصرار کیا انھون نے فرمایا کہ مین نے سنا ہی آپ کے پاس دو لباس ہین ایک دن کو پہنے ہین اور ایک رات کو اور مین نے سنا ہی کہ آپ نے ایک دسترخوان پر دو سالن جمع کیے حضرت عمر رہ نے فرمایا کہ انکی مذمت کرو ان دو باتون کے سوا کچھ اور سنا ہی انھون نے کہا نہین۔ اور حذیفہ مرعشی نے یوسف بن اسباط کو کہا کہ مین نے سنا ہی کہ تمنے اپنا دین دو پیسے کے عوض بیچ ڈالا کہ دودھ والا جو تمھارا آشنا تھا اس سے تمنے دودھ کو پوچھا کہ کتنے کا ہی اسنے کہا کہ چھ پیسے کا تمنے کہا کہ نہین چار پیسے کا اسنے کہا کہ لیجا تم اپنے سر سے غافلون کا پلہ اتارو اور خواب غفلت سے جاگو اور جان لو کہ جو شخص قرآن پڑھتا ہی اور اسکے سبب سے غنی نہین ہوتا اور دنیا کو اختیار کرتا ہی مجکو ڈر ہی کہ کہین وہ خدائے تعالی کی آیتون سے ٹھٹول کرنے والا نہو اور اللہ تعالی نے جھوٹون کا وصف فرمایا ہی کہ اپنے ناصحون سے بغض رکھتے ہین چنانچہ ارشاد ہی وَلٰكِن لَّا تُحِبُّونَ النَّاصِحِينَ اور یہ صورت اسی عیب مین ہی جس سے آدمی غافل ہو لیکن اگر تمکو معلوم ہی کہ وہ اپنی خطا کو جانتا ہی مگر اپنی طبیعت سے مجبور ہی تو مگر وہ اس گناہ کو چھپاتا ہو تو اسکی پردہ دری چاہیے اور اگر ظاہر کر کے مرتکب ہوتا ہو اب البتہ نصیحت مین نرمی کرنی چاہیے اور کبھی کنایہ سے اور کبھی تصریح سے ایسی طرح سمجھانا چاہیے کہ اسکو وحشت نہو اور اگر جانو کہ نصیحت اس مین اثر نہ کریگی اور وہ اپنی طبیعت سے مضطر ہی اور ہین وجہ گناہ پر مصر تو اس سے سکوت کرنا بہتر ہی اور یہ سب باتین اُن امور مین ہین جو دوست کے مقاصد دینی اور دنیوی سے متعلق ہون اور امور اس طرح کے ہون کہ تمھارے حق مین کوتاہی کرنے سے علاقہ رکھتے ہون تو اُن مین تغافل کرنا اور درگذر اور معاف کرنا واجب ہی اسنے دانستہ چشم پوشی کرنی چاہیے انکے لیے اس سے محبت کرنی نصیحت کی بات نہین ہان اگر وہ امور ایسے ہون کہ اسنے بوجہ ترک ملاقات کی پہونچ جائیگی تو تنہائی مین اسپر عتاب کر لینا اس سے بہتر ہی کہ اس سے یاری ترک کیجاوے اور عتاب بھی کنایۃً کرنا صریحاً کہنے سے بہتر ہی اور لکھکر اسکو دینا زبانی کہنے سے

اچھا ہی اور تحمل کرنا سب سے اچھا ہی اسلیے کہ دوستی سے تمھاری یہ غرض ہونی چاہیے کہ تم اُسکا
لحاظ کرو اور اُسکا حق ادا کرو اور اُسکے قصور پر تحمل کرو یہ نیت نہونی چاہیے کہ اُس سے اپنے
کاموں مین مدد لو اور وہ تمھارے ساتھ نرمی کرے غرض کہ نیت اپنے نفس کی اصلاح کی
ہونی چاہیے ۔ ابو بکر کتانی کہتے ہین کہ ایک شخص میری صحبت مین رہنے لگا اور میرے
دل پر گران تھا مین نے ایک روز اُسکو ایک چیز دے ڈالی تاکہ جو بات میرے دل مین ہی وہ
جاتی رہے مگر وہ بات نہ گئی پھر مین نے اُسکا ہاتھ پکڑا اور حجرہ مین لیجاکر اُس سے کہا کہ اپنا
پاؤن میرے گال پر رکھ اُسنے انکار کیا مین نے کہا کہ ضرور رکھنا پڑیگا اُسنے ویسا ہی کیا تب
وہ بات میرے دل سے نکلی ۔ اور ابو علی رباطی کہتے ہین کہ مین نے عبد اللہ رازی کے ساتھ ہو انچاہا
وہ جنگل مین جایا کرتے تھے اُنھون نے فرمایا کہ پہلے یہ ٹھہرالو کہ حاکم تم ہوگے یا مین مین نے کہا کہ حاکم
آپ ہی ہونگے فرمایا کہ پھر تمکو کہنا ماننا ہوگا مین نے کہا کہ بہتر آپ نے پھر ایک تھیلا لیکر اُسمین سامان
سفر رکھا اور اُسکو اپنی پیٹھ پر لاد لیا جب مین آپ سے کہتا کہ یہ بوجھ مجکو مجھ دیجیے تو آپ فرماتے کہ
مین حاکم ہون کہ نہین تمکو میرا کہنا ماننا چاہیے ایک رات ہمکو مینھ نے آلیا آپ کے پاس ایک
چادر تھی مجکو بٹھلا دیا اور صبح تک مجھپر اُس چادر کو تانے کھڑے رہے کہ مجھپر پانی نہ پڑے مین
اپنے جی مین کہتا تھا کہ کاش مین مرجاتا اور یہ نہ کہتا کہ حاکم تم ہو ۔ پانچوان حق اخوت
کا یہ ہی کہ دوست کی لغزشون اور خطاؤن کو معاف کرو ۔ اور قصور خبکا دوست مرتکب ہو
دو حال سے خالی نہین یا تو کسی معصیت کے ارتکاب سے اپنے دین مین کوتاہی کرتا ہی یا
خاص تمھارے حق مین کمی کرتا ہی تو جو قصور دین مین گناہ کے مرتکب ہونے یا اُسپر اصرار کرنے سے
ہو تو اُسکے لیے تمکو نصیحت مین ایسی نرمی برتنی چاہیے جس سے اُسکی کجی بتدریج راستی اور اُسکی مدبری
بہ محبت ہو جائے اور اُسکے حال مین از سر نو صلاح اور رجوع آجائی پس اگر یہ بات نہ
ہوسکے اور وہ اصرار پر جما ہوا ہو تو ایسے شخص سے دوستی کے باقی رکھنے یا جدائی اختیار کرنے
مین صحابہ اور تابعین کا طریق مختلف ہی حضرت ابو ذر رضہ مذہب تو یہ ہی کہ اُس سے جدائی کرنی
چاہیے اور فرماتے ہین کہ جب آدمی کا دوست اپنے پہلے حال سے بدل جائے تو اُسکو
چاہیے کہ جیسے اچھی حالت کی وجہ سے اُس سے محبت کرتا تھا اب بری حالت کے سبب سے
اُس سے بغض کرے اور اُنکے نزدیک محبت اور بغض فی اللہ کا مقتضا یہی ہی اور حضرت ابو درداء
اور کچھ دوسرے صحابی یہ فرماتے ہین کہ جب تمھارے بھائی کا حال بدل جائے اور حالت سابقہ نہ رہے

تو اسکے سبب سے اسکو ترک مت کرو کیونکہ آدمی کبھی سیدھا ہوتا ہی کبھی کج ہو جاتا ہی سدا ایک حال پر نہین رہتا۔ اور حضرت ابراہیم تیمی فرماتے ہین کہ اگر تمھارے بھائی نے گناہ کیا ہو تو اس گناہ کے باعث اُس سے جدائی اور ترک ملاقات مت کرو کہ اسلیے کہ وہ آج گناہ کا مرتکب ہوگا اور کل کو چھوڑ دیگا اور یہ بھی اُنھین کا قول ہی کہ لوگون سے عالم کی لغزش کا ذکر مت کر اسلیے کہ عالم لغزش کرتا ہی اور پھر اُسکو چھوڑ دیتا ہی۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ عالم کی لغزش سے ڈرو اور اُس سے ترک ملاقات کرو اور توقع کرو کہ وہ اپنی حرکت سے رجوع کریگا اور حضرت عمر نے ایک شخص سے اخوت کی تھی اور وہ شام کو چلا گیا تھا جب کوئی شخص شام سے آیا تو آپ نے اُس سے پوچھا کہ میرے فلان بھائی کا کیا حال ہی اُسنے عرض کیا کہ وہ آپکا بھائی کیون ہوتا وہ تو شیطان کا بھائی ہی آپ نے فرمایا کہ کیا وجہ اُسنے کہا اُسنے بہت سے گناہ کبیر کیے یہانتک کہ شراب مین مبتلا ہوا آپ نے فرمایا کہ جب تم شام کو جاؤ مجھے اطلاع کرنا اور جسوقت وہ جانے لگا تو آپ نے ایک پرچہ اُسکو لکھا اسطرح بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ پھر اُسکے بعد اُسکو عتاب اور ملامت کیا جب اُس شخص نے یہ مضمون پڑھا رویا اور کہا کہ اللہ تعالی نے درست فرمایا اور عمر رضی نے مجکو نصیحت کی پھر توبہ کی اور اپنی پہلی حالت پر رجوع کیا۔ اور کہتے ہین کہ ایک شخص کسی پر عاشق ہوگیا اُسنے اپنے فی اللہ دوست کو اُس حال سے اطلاع دی اور کہا بھائی مین تو قصور ہوگیا اب اگر تیرا دل میرے ساتھ قید محبت کرنے کو نہ چاہے ہی تو مت کر اُسنے جواب دیا کہ مین ایسا نہین ہون کہ میری خطا کی جہت سے معاملہ دوستی فسخ کردون پھر اُس شخص نے اللہ تعالی سے عہد کیا کہ جبتک میرے یار کو اس خواہش نفسانی سے نہ بچا دیگا مین نہ کھاؤنگا اور نہ پیونگا اور نہ سونگا اور بھوکا پیاسا رہنا شروع کیا اور ہر روز دوست سے پوچھ لیتا کہ تمھارا کیا حال ہی وہ یہی کہتا کہ دل اُسی بات پر جما ہی اور یہ میرے غم اور بھوک کے روز بروز بڑھتا جاتا تھا یہانتک کہ چالیس روز بے آب و دانہ گذر گئے اب جو اُسنے دوست سے پوچھا تو اُسنے کہا کہ میرے دل سے خواہش نفسانی دور ہوئی غرضکہ اتنے دنون کے بعد کھایا اور پیا حالانکہ دوست کے غم مین قریب مرگ ہوگیا تھا اسی طرح ایک اور حکایت سلف کے دو بھائیون کی ہی کہ ایک راہ راست سے منحرف ہوگیا تھا کسی نے دوسرے سے کہا کہ تم اسکی ملاقات چھوڑ نہین دیتے وہ تو بگڑ گیا اُنھون نے جواب دیا

کہ اسی وقت مین تو اسکو میری زیادہ ضرورت پڑی ہو ایسے وقت مین کیونکر ترک کرونگا مین تو
اب اسکا ہاتھ پکڑکے بلامیت عتاب کرونگا اور پہلی حالت پر رجوع کرنے کو کہونگا شیخ سعدی
دوست آن دانم کہ گیرد دست دوست ✤ در پریشان حالی و درماندگی ✤ اور بنی اسرائیل کی
حکایت مین ہو کہ دو بھائی ایک پہاڑ پر عبادت کیا کرتے تھے انمین سے ایک گوشت خریدنے
کو نیچے اترا قصائی کی دوکان پر ایک عورت کو دیکھکر فریفتہ ہوا اور تنہائی مین لیجاکر اس سے بدکاری
اور تین روز اسکے پاس ٹھہرا رہا اور مارے حیا کے اپنے بھائی پاس نہ گیا جب اسکے بھائی نے
تین روز تک اسکو نہ دیکھا تو شہر مین اترا اور پوچھتے پوچھتے اسکا سراغ لگاتا ہوا کرکے اسکو
کسبی کے پاس بیٹھا ہو دیکھتے ہی اسکے گلے لگایا اور چومنے چاٹنے لگا وہ چونکہ اپنی خطا سے نہایت
شرمندہ تھا اسلیے انکار کرنے لگا کہ مین تمکو پہچانتا ہی نہین پھر دوسرے نے کہا کہ او بھائی آج
تجکو تمہارا حال اور قصہ معلوم ہو گیا تم جیسے اسوقت مین مجھکو عزیز اور محبوب ہو ایسے کسی وقت
مین نہ تھے جب اس شخص نے کہا کہ باوجود اپنی خطا کے مین اسکی نظرون سے نہین گرا ساتھ ہو گیا
اور پھر جیسے تھے ویسے ہو گئے پس کچھ لوگون کا طریقہ خطا وارد وستون سے اس طرح ہوا کرتا ہی
اور یہ طریق بہ نسبت حضرت ابو ذر رضہ کے طریق کے زیادہ لطیف اور زیادہ فقہ کے مطابق ہی
اس مین بھی شک نہین کہ آپ کا طریق بہتر اور اسلم ہی۔ اب اگر یہ کہو کہ تمنے اس طریق کو زیادہ
لطیف اور فقہ کے زیادہ موافق کیون کہا معصیت کے مرتکب سے تو ابتداءً ہی اخوت کرنی جائز
نہین تو آخر اس سے علیحدگی واجب ہونی چاہیے اسلیے کہ حکم جب کسی علت سے ثابت ہوتا ہی تو
قیاس بھی ہی کہ اس علت کے دور ہونے سے جاتا رہے اور چونکہ معاملہ اخوت کی علت دین مین
ایک دوسرے کا معاون ہوتا ہی تو ظاہر ہو کہ ارتکاب معصیت سے یہ علت مفقود ہوگی تو اب
اخوت بھی نہ رہنی چاہیے تو اسکا جواب یہ ہی کہ اس طریق کو لطیف کہنے کی وجہ یہ ہی کہ اس مین نرمی
اور دل کا مائل کرنا اور مہربانی پائی جاتی ہی جس سے توبت گناہ سے رجوع اور توبہ کی پہونچتی ہی کیونکہ
صحبت کے باقی رہنے سے جیکو پائداری ہوگی اور اگر علیحدگی اور ترک ملاقات ہوگی اور مجرم کو توقع
صحبت کی نہ رہیگی تو گناہ پر اصرار ہمیشہ کریگا۔ اور فقہ سے زیادہ تر موافق ہونے کی یہ وجہ ہی کہ
اخوت قایم مقام قرابت کے ہو جاتی ہی اور جب منعقد ہو جاتی ہی تو اسکا حق مستحکم ہو جاتا ہی
اور اسکا نباہنا اور اسکے موجب کاربند ہونا واجب ہوتا ہی اور اسکے نباہنے کے یہ ہی
کہ دوست ایام حاجت مین منہ موڑ لجائے اور دین مین حاجت پہلی بہ نسبت مالی حاجت

سے زیادہ سخت ہی اور ارتکاب گناہ سے وہ ایسی آفت مین مبتلا ہو گیا جسکے سبب سے اُسکو دین مین
حاجت پڑی تو اب ضرور ہی کہ اُسکی رعایت کیجائے اور چھوڑ نہ دینا چاہیے بلکہ ہمیشہ اُسکے ساتھ نرمی برتی جائے
بلکہ جس حادثہ مین وہ پھنس گیا ہی اُس سے نجات پانے پر مدد ملے کہ دوستی مصائب اور حوادث ہی کے
لیے ہوتی ہی اور اس سے بڑی مصیبت کونسی ہوگی جس سے دین مین خلل ہو جب گنہگار کسی پرہیزگار کی صحبت
مین رہتا ہی اور اُسکے خوف اور وظائف کو دیکھتا ہی تو چند روز مین وہ بھی اپنے گناہ سے منہ موڑ کر اُسپر
اصرار کرنے سے شرماتا ہی بلکہ سست آدمی جب کام کے حریص کے ساتھ رہتا ہی تو اُس سے شرما کر خود بھی کام کرنے
کی حرص کرتا ہی جعفر بن سلیمان رح کہتے ہین کہ جب مین عمل مین سستی کرتا ہون تو محمد بن واسع کو دیکھتا ہون
اور اُنکے ہمہ تن طاعت پر متوجہ ہونے کو خیال کرتا ہون تو مجکو سرور عبادت مین پھر
جوش کا تون ہو جاتا ہی اور سستی دور ہو جاتی ہی اور ایک ہفتہ خوب چست بنا رہتا ہون - اور اُسکی
تحقیق یہ ہی کہ دوستی کا سلسلہ مثل نسب کے سلسلے کی ہی اور معصیت کے سبب سے قریب کو چھوڑنا نہ چاہیے
اور ہمین وحی اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے اقارب کے باب مین ارشاد فرماتا ہی -
فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ اور یہ ارشاد نہوا کہ مین تمسے بری ہون اسلیے
کہ حق قرابت اور سلسلہ نسب کا ملحوظ رہے - اور اسی کی طرف حضرت ابو درداء نے اشارہ فرمایا یعنے جب
اُنسے کہا گیا کہ تم اپنے فلان بھائی سے بغض نہین رکھتے وہ تو مرتکب فلان فلان حرکات کا ہوا
آپ نے فرمایا کہ مین اسکی حرکات کو برا جانتا ہون اور وہ خود تو میرا بھائی ہی - اور دین کی اخوت
قرابت کی اخوت سے زیادہ مستحکم ہوتی ہی اور اسی جہت سے جب کسی حکیم سے یہ سوال ہوا کہ تمہارے نزدیک
بھائی اور دوست مین سے کونسا محبوب تر ہی تو اُسنے جواب دیا کہ بھائی سے بھی اُسی صورت مین محبت
کرتا ہون کہ وہ میرا دوست ہو اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ بہت بھائی تمہارے
ایسے ہین جو تمہاری ماں سے نہین پیدا ہوئے اور اسی وجہ سے کہا گیا ہی کہ قرابت دوستی کی محتاج ہی
اور دوستی کو قرابت کی حاجت نہین - اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ ایک روز
کی دوستی صلہ ہی اور ایک مہینہ کی دوستی قرابت ہی اور ایک سال کی دوستی قرابت قریبہ ہی جو کوئی
اُسکو قطع کریگا اللہ تعالیٰ اُسکو قطع کریگا - غرضکہ عقد اخوت منعقد ہونے کے بعد اُسکا نباہنا
واجب ہی اور اسی سے جواب اس بات کا بھی نکل آیا کہ فاسق کے ساتھ ابتداء مواخات کس لیے
نہین چاہیے یعنے اُسکی وجہ یہی ہی کہ پہلے سے اُسکا کوئی حق نہین ہی پس اگر پیشتر سے اُسکا کوئی ساتھ
قرابت ہو تو اُسکے ساتھ بھی ترک ملاقات نہ چاہیے بلکہ اچھی طرح سے پیش آنا چاہیے اور

اسکی دلیل یہ ہی کہ ابتداءً صحبت اور اخوت کا ترک کرنا نہ تو مذموم ہی نہ مکروہ بلکہ یون کہتے ہین کہ تنہائی بہتر ہی لیکن اخوت کو ہمیشہ کے لیے منقطع کرنے سے نہی آئی ہی اور فی نفسہ بُری چیز ہی اور انقطاع اخوت کی نسبت ابتداءً ترک کی طرف ایسی ہی جیسی طلاق کو ہی ترک نکاح کی طرف کہ طلاق ترک نکاح سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بُری ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قطع اخوت کے باب مین فرماتے ہین شرار عباد اللہ المشاؤن بالنمیمۃ المفرقون بین الاحبۃ اور بعض اکابر سلف فرماتے ہین کہ شیطان کو یہی منظور تھا کہ تمھارے بھائی سے کوئی ایسی ہی حرکت کرادے تاکہ تم اسکو چھوڑ دو اور ترک ملاقات کرو تو جب تمنے ایسا ہی کیا تو شیطان کی دل چاہتی بات سے کیا چھوڑا اسکے دونون مطلب پورے ہوگئے یعنے جیسا کہ آدمی کو مبتلا بہ عصیان کرنا شیطان کو محبوب ہی ویسا ہی دوستون مین بگاڑ ہوجانا اسکو پسند ہی تو جب کسی دوست سے خطا ہوجائے اور شیطان کا ایک مطلب پورا ہو تو کیا ضرور ہی کہ دوست سے ترک ملاقات کرکے اپنے دشمن کی دوسری غرض پوری کرین۔ اور جب ایک شخص نے ارتکاب معصیت کیا تھا اور دوسرے نے اسکو گالی دی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دوسرے کو جھڑکا اور فرمایا کہ آپنے بھائی پر شیطان کے مددگار مت بنو یعنے ایک غرض تو اسکی ہوچکی دوسری پوری مت کرو۔ پس اس سب تقریر سے صحبت کے باقی رکھنے اور ابتداءً صحبت نہ کرنے مین فرق معلوم ہوتا ہی وہ یہ ہی کہ یون کہہ سکتے ہین کہ فاسقون سے اختلاط کرنا بھی ممنوع ہی اور دوستون سے مفارقت بھی ممنوع ہی تو یہ دونون امر ایک دوسرے کے متعارض ہین اور جو صورت کہ معارض سے خالی ہو وہ ایسی نہین جو اس سے خالی نہو اور ابتداءً ترک اخوت مین کوئی معارض نہین صرف ایک ہی جملہ کی تعمیل ہی کہ فاسقون سے اختلاط ممنوع ہی تو اس صورت مین مناسب یہی ہی کہ انسے مہاجرت اور دور رہنے کو اولیٰ کہا جائے اور صحبت کی بقا مین دونون ایک دوسرے کے معارض ہین مگر حق اخوت کا نباہنا دوسرے کی تاکید کرتا ہی اسلیے وہی اولیٰ ہوگا یہ سب حال دوست کی اُن خطاؤن کا ہی جو اسکے دین مین نہون اور جو خطائین کہ خاص دوست کے حق مین ہون اور موجب وحشت و نفرت ہون انمین بالاتفاق حکم کرنا اور معاف کرنا بہتر ہی بلکہ جن باتون کا محل کوئی عمدہ وجہ ہوسکے اور انمین کوئی عذر قریب یا بعید متصور ہو تو انکو اسی پر حمل کرنا بمقتضائے عقد اخوت واجب ہی چنانچہ کہتے ہین کہ دوست کو چاہیے کہ دوست کی خطا کے لیے ستر عذر نکالے اور پھر بھی دل نہ مانے تو اپنے نفس کو ملامت کرے اور کہے کہ تو کتنا سخت دل ہی کہ تیرا یار ستر عذر کرتا ہی اور تو نہین مانتا اس سے معلوم ہوا کہ معیوب تو ہی ہی اسکی خطا نہین پس اگر اسکو اچھا کرنا قبول نہ کرے تو اتنا ہی ہو کہ اگر ہوسکے تو غصہ نہو مگر یہ بات

ہو نہ سکیگی کیونکہ حضرت امام شافعی رحمہ فرماتے ہین کہ جس شخص کو غصہ دلایا جاوے اور غصہ وہ نہو تو وہ گدھا ہی اور جس شخص کو منایا جاوے اور وہ نہ منے تو وہ شیطان ہی پس آدمی کو چاہیے کہ نہ گدھا بنے نہ شیطان بنے بلکہ خود اپنے دوست کا نائب ہو کر اپنے دل کو مناوے اور اس بات سے احتراز کرے کہ درصورت نہ ماننے کے شیطان بنجائے۔ احنف رحمہ فرماتے ہین کہ دوست کا حق یہ ہی کہ اُسکی تین باتون پر تحمل کرو اول غصہ کے ظلم پر دوسرے ناز کے ظلم پر تیسرے لغزش کے ظلم پر۔ اور کسی دوسرے نے فرمایا ہی کہ مین نے کبھی کسی کو گالی نہین دی اسلیے کہ اگر مجھکو کسی کریم نے بُرا کہا تو ایسے شخص کی خطا معاف کرنے کا مین زیادہ مستحق ہون اور اگر کسی لئیم نے مجھکو بُرا کہا تو اُسکی مکافات اسلیے نہ کی کہ اپنی آبرو کو اُسکا نشانہ کیون بناؤن پھر یہ شعر پڑھا ؎

عفو کرتا ہون کریمون کی خطا تا ہووے اجر	گالیان گر دون لئیمون کو تو مجھکو عار ہی

اور کسی دوسرے نے ایک قطعہ کہا ہی جسکا مضمون یہ ہی قطعہ

روٹھے ہی دوستون سے گذرون کی زندگی پر	یہ اختلاط باہم تو جان سے غنیمت
خُذ ما صفا کو سن لے دَع ما کدر کو کر یاد	گر دوست سے خطا ہو دل مین نہ لا کدورت

اور جب آدمی کا دوست عذر کرے خواہ سچا ہو عذر یا جھوٹا تو اُسکا عذر قبول کرنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنِ اعْتَذَرَ اِلَیْہِ اَخُوْہُ فَلَمْ یَقْبَلْ عُذْرَہٗ فَعَلَیْہِ مِثْلُ اِثْمِ صَاحِبِ الْمَکْسِ اور دوسری حدیث مین ارشاد فرمایا اَلْمُومِنُ سَرِیْعُ الْغَضَبِ سَرِیْعُ الرِّضَاءِ تو سریع الغضب ارشاد فرمایا یہ نہین فرمایا کہ غصہ کرتا ہی نہین اور اسی طرح اللہ تعالےٰ نے فرمایا اَلْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ یہ نہین فرمایا کہ جنمین غصہ بالکل نہو۔ اور اسکی وجہ یہ ہی کہ عادت کی رو سے یہ امر ممکن نہین کہ انسان کے زخم لگایا جاوے اور اُسکو درد نہ معلوم ہو ہان یہ ہو سکتا ہی کہ اُسپر صبر اور تحمل کرے اور جس طرح کہ زخم سے ایذا ہونی بدن کی طبیعت کا مقتضا ہی اسی طرح اسباب غضب سے درد ہونا دل کی طبیعت کا مقتضا ہی تو یہ ہو سکتا ہی کہ غصہ کو پی جاوے اور اُسپر تحمل کیا جاوے اور اُسکے مقتضا کے خلاف عمل کیا جاوے یعنے غصہ کا اقتضا یہ ہوتا ہی کہ دوسرے سے بدلہ لیجیے تو عوض کا ترک کرنا ہو سکتا ہی مگر یہ ممکن نہین کہ دلسے بالکل نکال ڈالا جاوے کیونکہ سرشت کا بدلنا ممکن نہین اور کسی شاعر نے کہا ہی ؎

ترک الفت دوستون سے جرم پر کرتے ہو تم	پھر بتاؤ وہ کہان ہی جو خطا کرتا نہین +

اور ابو سلیمان دارانی رحمہ نے احمد بن ابی الحواری سے فرمایا کہ اگر اس زمانہ مین تم کسی سے اخوت کرو

تو چاہیے کہ جو بات تمکو اُس سے بری معلوم ہو اُسپر اُسکو عتاب مت کرو ورنہ یہ خوف ہی کہ جو اب
مین تم وہ بات دیکھو کہ پہلے سے بھی بدتر ہو احمد کہتے ہین کہ مین نے اس امر کا امتحان کیا تو ویسا ہی پایا
جیسا آپ نے ارشاد کیا تھا۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ دوست کی خطا پر صبر کرنا اُسپر عتاب کرنے سے
اچھا ہی اور عتاب کرنا ترک ملاقات کی نسبت کر بہتر ہی اور ترک ملاقات غیبت کی نسبت کر بہتر ہی اور چاہیے
کہ غیبت کرنے کے وقت بغض مین مبالغہ نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ
وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُمْ مِنْهُمْ مَوَدَّةً اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین أَحْبِبْ حَبِيبَكَ هَوْنًا مَا
عَسَى أَنْ يَكُونَ بَغِيضَكَ يَوْمًا مَا وَأَبْغِضْ بَغِيضَكَ هَوْنًا مَا عَسَى أَنْ يَكُونَ
حَبِيبَكَ يَوْمًا مَا اور حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ نہ دوستی ہی اتنی کرو کہ افراط کو پہونچے اور نہ بغض اس درجہ
کو ہو کہ اپنے ساتھی کا تلف ہو جانا چاہو۔ چھٹا حق اخوت کا یہ ہی کہ اپنے دوست کے لیے اُسکی زندگی
مین اور اُسکے مرنے کے بعد وہ دعا مانگے جو اپنے لیے محبوب جانتا ہو اسی طرح اُسکے گھر والون اور متعلقون
کے حق مین دعا مانگے اور اُسکے لیے اور اپنے لیے دعا مانگنے مین فرق نہ کرے جس طرح اپنے لیے مانگے اُسی طرح
اُسکے لیے مانگے کیونکہ واقع مین اُسکے لیے دعا مانگنی اپنے ہی لیے دعا مانگنی ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم فرماتے ہین إِذَا دَعَا الرَّجُلُ لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ قَالَ الْمَلَكُ لَكَ وَلَكَ بِمِثْلِ ذَلِكَ اور ایک روایت مین قَالَ الْمَلَكُ
الخ کی جگہ یہ مضمون ہی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ مین تجھسے شروع کرونگا یعنے اس دعا کو اول تیرے حق مین
قبول کرونگا اور ایک حدیث مین ارشاد ہی کہ آدمی کی دعا اُسکے بھائی کے حق مین اسقدر قبول ہوتی ہی
کہ خود اُسکے حق مین نہین ہوتی اور ایک حدیث مین یہ ارشاد ہی دَعْوَةُ الرَّجُلِ لِأَخِيهِ فِي الْغَيْبِ لَا تُرَدُّ
اور حضرت ابو درداء رضہ فرمایا کرتے کہ مین اپنے ستر بھائیون کے لیے سجدہ مین دعا مانگا کرتا ہون سب کے نام
لے لے کر اور محمد بن یوسف اصفہانی فرماتے کہ نیک بخت دوست جیسا آدمی کہان ملے کہ تمھارے مرنے
کے بعد گھر والے تو تمھارا ترکہ پائین اور جو کچھ تمنے چھوڑا ہو اُس سے چین اُڑائین اور صرف وہ تنہا تمھارا
غم کرے اور تمھارے اعمال گذشتہ اور احوال آیندہ کا اُسکو تردد ہو رات کی تاریکی مین تمھارے لیے دعا مانگے
اور تم مٹی کے ڈھیر کے نیچے ہو گویا کہ وہ اس باب مین فرشتون کا اقتدا کرتا ہی چنانچہ حدیث مین ہی کہ جب
آدمی مرتا ہی تو لوگ کہتے ہین کہ پیچھے کیا چھوڑا اور فرشتے کہتے ہین کہ آگے کیا بھیجا اعمال گذشتہ
اچھے ہوتے ہین تو خوش ہوتے ہین اور اُسکا حال پوچھتے ہین اور اُسکی سفارش کرتے ہین۔ اور
کہتے ہین کہ جس شخص کو اپنے دوست کے مرنے کی خبر پہونچے اور وہ اُسپر رحمت بھیجے اور اُسکے لیے دعا
مغفرت کرے تو ایسا لکھا جاویگا کہ گویا اُسکے جنازہ پر حاضر تھا اور اُسکی نماز پڑھی اور یہ روایت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی کہ مردہ کا حال اپنی قبر مین ڈوبتے کا سا حال ہی جو سب چیز کا سہارا چاہتا ہی مردہ بھی اپنے بیٹے یا باپ یا بھائی یا قریب کی دعا کا منتظر رہتا ہی اور مردون کی قبر مین زندون کی دعا سے نور پہاڑون کے برابر آجاتے ہین - اور بعض سلف کا قول ہی کہ مردون کے حق مین دعا ایسی ہی جیسے زندون کے حق مین ہدایا کہ ایک فرشتہ دعا کو ایک نور کے طباق مین رکھکر اور اسپر رومال نور کا ڈھانپ کر مردہ کے پاس لیجاتا ہی اور کہتا ہی کہ یہ ہدیہ تیرے فلان دوست نے یا تیرے فلان رشتہ دار نے بھیجا ہی تو مردہ اُس سے ایسا خوش ہوتا ہی جیسے زندہ ہدیہ سے خوش ہوتا ہی

ساتوان حق اخوت کا وفا اور اخلاص ہی وفا کے معنے یہ ہین کہ دوست کی زندگی تک اسکی دوستی پر ثابت اور قائم رہے اور اسکے مرنے کے بعد اسکی اولاد اور دوستون اور اقارب سے وہی معاملہ رکھے اسلیے کہ دوستی سے غرض یہ ہوتی ہی کہ آخرت مین کام آوے پس اگر مرنے کے پیشتر ہی جاتی رہے تو اتنی محبت اور سعی ہیکار ہو جائے اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سات شخصون کے ذکر مین جنکو خدائے تعالیٰ اپنے سایہ مین جگہ دیگا فرمایا اور دو شخص وہ ہین جنھون نے باہم محبت فی اللہ کی اسی پر اکٹھی رہے اور اسی پر جدا ہوئے - اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ وفات کے بعد تھوڑی سی وفا بھی زندگی کی حالت مین بہت سی وفا سے بہتر ہی اور یہین وجہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑھیا کی تعظیم کی جو آپکے پاس آتی تھی آپ سے جو اسکا حال پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہ ہمارے پاس خدیجہ رضہ کے وقت مین آیا کرتی تھی اور پہلے وقت کو نہ بھولنا دین کی بات ہی غرضکہ دوست کی دوستی نباہنے مین یہ بھی ہی کہ اسکے تمام دوستون اور قریبون اور متعلقون کی رعایت کرے اور انکی مراعات کا اثر دوست کے دل مین بہ نسبت اسکے خود کی مراعات کے زیادہ ہوتا ہی اسلیے کہ وہ خود اپنے متعلقین کے تقدم سے زیادہ خوش ہوتا ہی علاوہ اسکے شفقت اور محبت کا زور اسی وقت معلوم ہوتا ہی کہ محبوب سے تجاوز کرکے متعلقون تک پہونچے یہانتک کہ اسکے دروازہ کے کتے کو بھی اور کتون پر دل مین ترجیح ہو - اور اگر دوام محبت کا نباہنا منقطع ہو جائیگا تو شیطان کی من پڑیگی کیونکہ اسکو جتنی حد و دفی اللہ دوستون سے اتنی اُن دو شخصون سے نہین جو کسی اچھے کام مین ایک دوسرے کی مدد کرین اور وہ ہمیشہ اسی تاک مین رہتا ہی کہ دو دوستون مین بگاڑ کردے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی وَقُلْ لِعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنزَغُ بَيْنَهُمْ اور حضرت یوسف کے حال مین ارشاد فرماتا ہی وَقَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ وَجَاءَ بِكُم مِّنَ الْبَدْوِ مِن بَعْدِ أَن نَّزَغَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي اور کہتے ہین کہ جب دو شخص فی اللہ محبت کرتے ہین تو انمین جدائی کی کوئی صورت نہین

ہم
یہ حدیث مشکوٰۃ کے باب الاستغفار وغیرہ مین ہی - اور بیہقی نے شعب الایمان مین عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہی

بجز اسکے کہ اُنمین سے کوئی گناہ کا مرتکب ہو۔ اور بشر رح فرمایا کرتے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کی طاعت مین قصور کرتا ہی تو اللہ تعالیٰ اُس سے اُسکے انیس کو چھین لیتا ہی اسلیے کہ دوستون کے باعث دل کے تردد دفع ہوتے ہین اور دین پر مدد ملتی ہی۔ اور اسی وجہ سے حضرت ابن مبارک نے فرمایا کہ سب چیزون مین لذیذ تر دوستون کے ساتھ بیٹھنا اور کفایت کی جانب رجوع کرنا ہی اور محبت دائمہ اُسکو کہتے ہین جو فی اللہ ہو اور جو کسی مطلب کے لیے ہوتی ہی وہ اس مطلب کے زائل ہونے کے بعد جاتی رہتی ہی اور محبت فی اللہ کا ایک ثمرہ یہ ہی کہ اس مین نہ دین کے باب مین حسد ہو نہ دنیا کے باب مین اور حسد کی وجہ یہ ہی کیونکہ جو کچھ دوست کا ہی اُسکا فائدہ دوسرے دوست کو پہونچتا ہی اور اللہ تعالیٰ نے فی اللہ دوستون کو اسی وصف سے یاد فرمایا وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ اور حاجت کا پایا جانا ہی حسد ہی۔ اور وفا محبت سے ایک یہ بات ہی کہ دوست کی خاطر داری مین اپنا حال نہ بدلے گو کسی بلند مرتبہ پر خود پہونچ جائے اور اگر جاہ و حشمت کے زیادہ ہونے سے دوستون پر برتری کریگا تو یا جی ہین ہی کسی شاعر نے کہا ہی

طالع کی یاوری سے جو خوش وقت ہون کریم	کرتے ہین مفلسی کے جلیسون کو اسپہ یاد

اور کسی بزرگ نے اپنے لڑکے کو وصیت کی کہ بیٹا لوگون مین سے کسی سے صحبت مت اختیار کرنا مگر جسمین یہ صفات ہون کہ جب تجکو اسکی طرف حاجت ہو تو وہ تجھسے قریب ہو اور اگر تو اسکی پروانہ رکھتا ہو تو تجھسے طمع نہ کرے اور اگر اُسکا مرتبہ بڑھجاوے تو تجھپر برتری نہ کرے۔ اور کسی حکیم کا قول ہی کہ جب تمھارا کوئی دوست کسین کا حاکم ہوجاوے اور اپنی حکومت مین تمھارے ساتھ پہلے کی نسبت کرا دھی ہی دوستی رکھے تو بہت ہی اور ربیع نقل کرتے ہین کہ حضرت امام شافعی رح نے بغداد مین کسی شخص سے دوستی کی تھی چند روز کے بعد وہ شخص سیبین کا حاکم ہوگیا اور اُسکا حال سابق کی طرح پر نہ رہا تو امام شافعی رض نے اُسکے پاس یہ مضمون اشعار مین لکھکر بھیج دیا قطعہ

جا تری الفت کو دے دی میرے دل نے کل الطلاق	ہی ہمیشہ کو دے بائن نہین اب تک ہوئی
باز آ تو اپنی خصلت سے تو ہی یہ ایک بس	اور آیندہ کو الفت آپ کی دو پر رہی
ورنہ تو کر دون اُسکو جفت اُس جیسی طلا	دو طلاقون سے پڑے الفت یہ پھر آفت نئی
اور اگر مین تین قطعی دیدین تو یہ جان لو	کچھ نہ کام آوے گی تمکو سلطنت سیبین کی

اور یاد رکھو کہ جو امر حق متعلق بدین ہو اُسکے خلاف پر دوست کی موافقت کرنی داخل وفا نہین بلکہ مقتضاے وفا یہ ہی کہ ایسی صورت مین اُسکی مرضی کے خلاف کرے چنانچہ امام شافعی رض نے

محمد بن عبد الحکم سے دوستی کی تھی اور اُنکو اپنا مقرب بنایا تھا اور توجہ کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ مصر مین میرے ٹھہرنے کا باعث بجز اس شخص کے اور کوئی نہین ایک بار وہ بیمار پڑے اور امام شافعیؒ اُنکی عیادت کو تشریف لے گئے تو اُنھون نے اس مضمون کا قطعہ پڑھا قطعہ

دوست بیمار ہوا مین جو عیادت کو گیا	اُسکی بیماری کے ڈر سے مجھے آزار ہوا
پھر جو وہ آیا عیادت کو مرے بالین پر	اُسکا دیدار مجھے ہوگیا معجون شفا

اور لوگون کو اُنکے صدق مودت سے یہ گمان غالب تھا کہ امام صاحب بعد اپنی وفات کے حلقہ کا امر اُنکے سپرد کرینگے مگر جب امام صاحب کو مرض موت ہوا تو لوگون نے پوچھا کہ آپکے بعد ہم کس کے پاس بیٹھین گے محمد بن عبد الحکم آپ کے سرہانے موجود تھے اُنکو یہ توقع ہوئی کہ مجکو اشارہ فرمائینگے لیکن امام صاحب نے فرمایا کہ سبحان اللہ ابو یعقوب بویطی کے سوا اور کون بیٹھیگا اس مین کیا تردد ہے اس بات سے محمد بن عبد الحکم کچھ کبیدہ خاطر ہوئے اور امام صاحب کے شاگرد سب بویطی کی طرف مائل ہوگئے پس باوجودیکہ محمد بن عبد الحکم نے تمام مذہب امام صاحب کا اُن سے یاد کیا تھا مگر چونکہ بویطی محمد بن عبد الحکم سے افضل اور قریب بہ زہد تھے اسلیے امام صاحب نے مسلمانون کی خیر خواہی خدائے تعالی کے واسطے کی اور مداہنت کو بالائے طاق رکھا اور دوست کی رضا کو اللہ تعالی کی رضا پر ترجیح نہ دی جب آپ کا انتقال ہوگیا تو محمد بن عبد الحکم نے آپ کا مذہب ترک کرکے اپنے باپ کا مذہب اختیار کیا اور امام مالک کی کتابین پڑھین اور اس مذہب مین بڑے رتبہ کا شخص ہوا اور بویطی نے زہد و گمنامی کو پسند کیا اور یہ اچھا نہ سمجھا کہ سب کے ساتھ حلقہ مین بیٹھے اور عبادت مین مشغول ہوئے اور کتاب اُم تصنیف کی جو اب ربیع بن سلیمان کی طرف منسوب و معروف ہے واقع مین بنائی ہوئی بویطی کی ہے مگر اُنھون نے اُسمین اپنا نام نہین لکھا بعد کو ربیع نے اُسمین کچھ زیادہ کیا اور تصرف کرکے مشہور کیا غرضکہ کمال محبت کی وفا کا ایک یہ ہے کہ خیر خواہی خدا واسطے کی ہو احنف فرماتے ہین کہ محبت ایک جوہر ہے کہ اگر اُسکی حفاظت نہ کرو تو آفت مین جا ڈالے تو اُسکی حفاظت کے لیے غصہ کو اتنا پیو کہ اگر کوئی دوست تمپر ستم کرے تو اُسکے سامنے خود عذر کرو اور رضا اس درجہ کی اختیار کرو کہ اپنے نفس مین فضیلت جانو نہ دوست کی طرف سے تقصیر اور صدق اور اخلاص اور وفاے کامل کی علامت ایک یہ ہے کہ اُسکی جدائی اور فراق ہمیشہ شاق گذرے اور منقطع کردے جیسا کسی نے کہا ہے

جدا کسی سے کسی کا غرض حبیب نہ ہو	یہ داغ وہ ہے کہ دشمن کو بھی نصیب نہ ہو

ابن عیینہ کے سامنے جب اس مضمون کا شعر پڑھا گیا تو اُنھون نے فرمایا کہ مین کچھ لوگون کے صاحب

رہا ہون کہ تیس برس سے اُسسے جدا ہو گیا ہون میرے خیال مین کبھی نہین آتا کہ اُسکی حسرت میرے
دل سے جاتی رہی ہو اور ایک وفا کی بات یہ ہے کہ دوست کے حق مین لوگون کی شکایت نہ سنے مخصوص
ایسے لوگون سے کہ پہلے تو ظاہر کرین کہ ہم فلان شخص کے دوست ہین اور پھر اُسکی طرف سے ایسی باتین
کہین جس سے دلون مین کینہ پیدا ہو اور یہ بڑی باریک تدبیر ہے اس مین پھوٹ ڈالنے کی ہے کہ دل ملا کر
دوستی کا کرین تاکہ سامع کے گمان مین متہم نہ ٹھہرین اور آخر کو یہ گل کھلا دین اور جو شخص دوستی مین
اس امر سے احتراز نہین کرتا اور دوست کے حق مین چغلی سنتا ہے تو اُسکی دوستی ہمیشہ نہین رہتی
کسی شخص نے ایک حکیم سے کہا کہ مین آپ سے دوستی کیا چاہتا ہون اُسنے جواب دیا کہ تین باتین منظور
کرو تو مین دوستی کرونگا اول تو یہ کہ میری شکایت نہ سننا دوسرے یہ کہ میرے کہنے کے مخالف مت کرنا
تیسرے یہ کہ ناز و نخرے سے مجھے پامال مت کرنا۔ اور ایک وفا کی بات یہ ہے کہ دوست کے دشمن سے
دوستی نہ کرے امام شافعی رحمہ فرماتے ہین کہ جب تمہارا دوست تمہارے دشمن کا مطیع ہو گیا تو دونون
تمہاری عداوت مین شریک ہو گئے آٹھوان حق الصحبت کا یہ ہے کہ دوست کو تکلیف نہ دے اور اُس سے
تکلف نہ کرے یعنے اُسپر اپنا کوئی بوجھ نہ ڈالے اور ایسی فرمایش نہ کرے جس سے اُسکو مشقت ہو نہ اُسکی
جاہ و مال سے مدد کی درخواست کرے اور نہ یہ کہے کہ ہماری تواضع اور خبر گیری کیا کرو اور ہمارے حقوق
ادا کرو بلکہ اُسکی دوستی سے سوائے خدا تعالی کے اور کوئی مقصود نہ رکھے اور یہی سمجھے کہ اُسکی دعا سے
برکت ہوگی اور ملاقات سے جی خوش ہوگا اور دین پر مدد ملیگی اور اُسکا کوئی کام اگر ہم کر دینگے اور بوجھ
ہلکا کر دینگے تو اللہ تعالی کی نزدیکی حاصل ہوگی بعض اکابر کا قول ہے کہ جو کوئی دوستون سے ایسی
چیز کی خواہش کرے جسکی خواہش وہ اُس سے نہ کرین تب تو اُنپر ظلم کرتا ہے اور جو شخص ویسی ہی چیز
کی خواہش کرے جو وہ کرتے ہین تو اُنپر مشقت ڈالتا ہے اور جو کوئی کچھ درخواست اُنسے نہین کرتا
تو وہ اُنسے سلوک کرتا ہے۔ اور کسی حکیم کا قول ہے کہ جو کوئی اپنے آپ کو دوستون مین اپنی قدر سے
زیادہ رکھے تو خود بھی گناہگار رہوگا اور وہ بھی گناہگار ہونگے اور جو کوئی اپنی ہستی کے موافق ہی اُنسے
رہیگا تو خود مشقت اُٹھائیگا اور اُنکو مشقت مین ڈالیگا اور جو کوئی اپنی قدر سے کم ہو کر اُنمین رہیگا
تو اپنے آپ اور وہ سب آرام سے رہینگے اور زیادہ تر ہلکا پھلکا رہنے کی صورت یہ ہے کہ تکلف کو
ترک کرے حتی کہ جس بات مین اپنے نفس سے نہ شرماوے اُنمین دوست سے بھی نہ شرماوے اور حضرت جنید رح
فرماتے ہین کہ فی اللہ دوستی کرنے والے اگر ایک دوسرے سے وحشت یا حیا کرتے ہین تو دونون مین سے کسی مین
رونق نہ ہوتا ہے۔ اور حضرت علی مرتضی رضہ فرماتے ہین کہ دوستون مین سے بدتر وہ ہے جو تیرے لئے تکلف کرے

اور اوسکی مدارات بجلو کرنی پڑی اور نہ بن سکے تو عذر کرنیکی ضرورت ہو اور فضیل رح فرماتے ہین کہ آدمی مین پھوٹ تکلف ہی سے ہوتی ہے ایک دوسرے کے پاس جاتا ہے اور وہ اوسکے لیے تکلف کرتا ہے اور یہی تکلف باعث ترک ملاقات ہو جاتا ہے۔ اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ ایماندار اہل ایمان کا بھائی ہے کہ نہ اوسکو ٹوٹتا ہے اور نہ اوس سے تکلف کرتا ہے۔ اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ صوفیہ کرام کے چار طبقون کے ساتھ مین رہا ہون ہر طبقہ مین تیس شخصون سے صحبت رہی یعنے حارث محاسبی اور اونکا گروہ اور حسن مسوحی اور اونکی جماعت اور سری سقطی اور اونکا طبقہ اور ابن کریبی اور اونکے ہمراہی ان لوگون مین سے جن دو شخصون مین باہم محبت کی اور ایک دوسرے سے وحشت اور تکلف کیا تو اوسکی وجہ یہی ہوئی ہے کہ دونون مین سے کسی مین کچھ علت تھی۔ اور کسی شخص سے سوال ہوا کہ صحبت کس سے کیجاوے جواب دیا کہ جو شخص تم سے تکلف کا بار دور کر دے اور حیا کی مشقت باہم ساقط کرے۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ سب مین بھاری میرے دوستون مین سے مجھپر وہ ہے جو میرے لیے تکلف کرتا ہے اور مین اوس سے شرماتا ہون اور سب سے ہلکا مجھپر وہ ہے جسکے ساتھ مین ایسی طرح رہتا ہون جیسا تنہا رہتا ہون اور کسی صوفی کا قول ہے کہ لوگون مین سے ایسے ہی کے ساتھ رہا کرو کہ اگر نیکی کرو تو اوسکی نظرون مین زیادہ نہو اور گناہ کرو تو اوسکے نزدیک کم نہ ہو دونون حال مین اوسکے نزدیک برابر ہونیکی کرو تو اپنے لیے اور گناہ کرو تو اپنے لیے۔ اور یہ اسلیے کہا کہ اس سے تکلف اور حیا سے نجات ہو جاتی ہے ورنہ جب آدمی کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ فلان بات کرنیسے دوسرے کی نظرون مین اُتر جاونگا تو طبیعت مین حیا اور روکاوٹ آجاتا ہے۔ اور بعضون نے فرمایا ہے کہ دنیا داروں کے ساتھ ادب سے رہنا چاہیے اور آخرت والون کے ساتھ علم سے اور عارفون کے ساتھ جیسے چاہو رہو۔ اور کسی اور شخص نے کہا ہے کہ صحبت ایسے ہی کی اختیار کرو کہ اگر گناہ تم کرو تو وہ تمہاری طرف سے توبہ کرے اور اوسکے ساتھ برائی کرو تو اولٹا عذر تمسے کرے اور تمہاری مشقت کو خود اوٹھالے اور اپنی مشقت تمپر نہ ڈالے۔ اس قول کے کہنے والے نے دوستی کی راہ لوگون پر تنگ کر دی واقع مین یون نہین ہے بلکہ یون چاہیے کہ ہر دیندار عاقل سے دوستی کرے اور خود نیت کرے کہ ان شرطون کو اوسکے ساتھ ادا کرے اور اوسکو تکلیف ان شرائط کی نہ دے تاکہ بہت سے دوست ہو جائین کیونکہ اس صورت مین محبت فی اللہ ہوگی اور اگر دوسرے سے توقع اون امور کی کریگا تو محبت صرف اپنے نفس کے فائدون کے لیے ہوگی اور یہین جہت حضرت جنید رح سے کسی نے کہا کہ اس زمانہ مین دوست کمیاب ہین فی اللہ دوست کہان ہے آپنے اوس سے اعراض کیا اوسنے تین بار یہی کہا جب

جب بہت اصرار کیا تو آپنے فرمایا کہ اگر ایسا دوست چاہتے ہو کہ تمکو مشقت سے بچائے اور تمہاری تکلیف اپنے سر پر ہر تب تو البتہ کم ہے اور اگر ایسا دوست فی اللہ چاہتے ہو کہ تم اوسکی خدمت کرو اور اگر وہ تکلیف دے تو صبر کرو تو میرے پاس اس قسم کے بہت لوگ ہین جس سے چاہو محبت کرلو وہ شخص خاموش ہو رہا۔ اب جاننا چاہیے کہ آدمی تین طرح کے ہین ایک تو وہ ہے کہ جسکی صحبت سے تمکو فائدہ ہو دوسرا وہ کہ اوسکو تم کچھ فائدہ دے سکتے ہو اور اوس سے تمکو کچھ ضرر نہو تیسرا وہ کہ اوسکو تم فائدہ بھی نہ پہونچا سکو اور اوسکی صحبت سے تمکو ضرر بھی ہو تو ایسا شخص احمق بدخلق ہے اوسکی صحبت سے احتراز چاہیے اور دوسری قسم کے آدمی سے اجتناب مت کرو کیونکہ دنیا مین اگر اوس سے کوئی نفع نہین تو آخرت مین تو فائدہ ہوگا کہ اوسکی سفارش اور دعا اور اوسکی خدمت کرنیکا ثواب تمکو ملیگا اور تیسری قسم کا شخص بہرحال قابل صحبت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اگر تو میرا کہنا مانے تو تیرے بہت سے دوست ہو جائین یعنے اگر اونکی غمخواری کرو اور اونکی ایذا کو برداشت کرو اور اونپر چندکر تو یار بنجائینگے۔ اور کسی بزرگ کا قول ہے کہ مین نے لوگون سے پچاس برس صحبت اختیار کی کبھی مجھ مین اور اون مین جھگڑا نہوا اسلیے کہ مین اونکے ساتھ اپنے بھروسے پر رہا کسی پر بار نڈالا اور جسکی یہ عادت ہوگی اوسکے بہت دوست ہو جائینگے۔ اور ترک تکلف کی ایک بات یہ ہے کہ نفل عبادت مین دوست کا مزاحم اور معترض نہو کچھ صوفی اس شرط پر ایک دوسرے کی اخوت کرتے تھے کہ چار باتون مین یکسان رہنا اول یہ کہ ہمیشہ اگر ایک روزہ رکھے تو دوسرا نہ کہے کہ افطار کر دوم یہ کہ اگر ہمیشہ افطار کرے تو یہ کہے کہ روزہ رکھ سوم یہ کہ ساری رات سوئے تو یہ کہے کہ اٹھ چہارم یہ کہ تمام شب جاگے تو سونے کو نہ کہے اور یہ چارون حالتین برابر ہین کسی مین اخوت کی کمی بیشی نہو اسلیے کہ اگر انمین تفاوت ہوتا ہے تو طبیعت ریا اور رکاؤ کی طرف جنبش بالضرور کرتی ہے۔ اور کہتے ہین کہ جسکی کلفت گئی اوسکی الفت دائمی ہوئی اور جسکا کھڑاگ کم ہوا اوسکی دوستی ہمیشہ رہی۔ اور کسی صحابی کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تکلف کرنیوالون پر لعنت فرمائی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَنَا وَالْاَتْقِیَاءُ مِنْ اُمَّتِیْ بُرَآءُ مِنَ التَّکَلُّفِ۔ اور کسی بزرگ کا قول ہے کہ جس شخص نے اپنے دوست کے گھر چار باتین کین اوسکا انس اوس سے کامل ہوگیا اول اوسکے یہان کھانا کھائے دوم بیت الخلا مین جائے سوم نماز پڑھے چہارم سو رہے ان باتون کا ذکر کسی بزرگ کے سامنے ہوا اونھون نے فرمایا کہ پانچوین بات رہگئی وہ یہ ہے کہ اگر اپنی بی بی کے ساتھ اوسکے گھر جائے تو اوسکی کوٹھری مین اوس سے ہم بستر نہو اسلیے کہ گھر انھین پانچ باتونکی لیے

بنایا کرتے ہین ورنہ عابدون کی عبادت کی لیے تو مسجدون مین زیادہ آرام ہوتا ہی جب یہ باتین دوست کے گھر مین ہوئین تو اب اخوت کامل اور تکلف زائل اور بے تکلفی حاصل ہوئی اور عرب کے لوگ جو سلام کا جواب دیتے ہین اور کہتے ہین مرحبا اور اہلا اور سہلا تو اسمین انھین امور کی طرف اشارہ ہی اسلیے کہ اول لفظ کے معنے ہین کہ تمہارے لیے ہمارے دل اور مکان مین جگہ وسعت ہی اور دوسرے لفظ کے معنے ہین کہ یہ گھر تمہارا ہی یہان تمہارا دل لگیگا کسی طرح ہمسے تمکو وحشت نہوگی اور تیسرے لفظ سے یہ مراد ہی کہ ان سب باتون مین تمپر آسانی ہی جو تم چاہوگے ہمپر گران نہ گذریگا اور آسانی اور ترک تکلف اسی بات سے پورا ہوتا ہی کہ اپنے آپ کو اپنے دوستون سے کم سمجھے اور اونپر اچھا گمان کرے اور اپنے نفس پر بدگمان رہے تو جب اونکو اپنے آپ سے بہتر جانیگا تو واقع مین سب سے اچھا آپ ہوگا ابو معاویہ سے سوال فرمایا کہ میرے یار سب مجھ سے بہتر ہین لوگون نے پوچھا کہ یہ کیسے ہی فرمایا کہ ہر ایک مجکو اپنے آپ سے بہتر سمجھتا ہی اور جو شخص مجکو اپنے اوپر فضیلت دے وہ مجھسے اچھا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہی اور جو شخص کہ تیرے لیے وہ بات تجویز نکرے جو اپنے لیے کرتا ہی اوسکی صحبت مین کچھ خیر نہین - اور نظر مساوات سے دوست کو دیکھنا ادنی درجہ ہی اور کامل درجہ اسی مین ہی کہ دوست کو افضل جانے اور یہین وجہ حضرت سفیان نے فرمایا ہی کہ جب کوئی تجکو کہے کہ اے بدترین خلق اور تو غصہ ہووے تو اس صورت مین تو بدترین خلق ہی یعنے اپنے بدتر ہونیکا اعتقاد ہمیشہ اپنے دل مین ہونا چاہیے اور باب کبر و عجب جلد سوم مین اسکی وجہ مذکور ہوگی اور کسی شخص نے اپنے انکسار اور دوستونکو افضل جاننے کے بارے مین قطعہ کہا ہی

قطعہ ایسے شخصون سے کر درسم تواضع اختیار	جو تمھین احمق نجانین بلکہ سمجھین ہو لئیق
اور جو سب دوستون سے آپ کو سمجھے بڑا	ایکساعت کے لیے بھی تم نہو اوسکے رفیق

اور دوسرے نے اسی باب مین یہ کہا ہی قطعہ

معرفت یارون کے ہمکو یار کچھ ایسے ملے	جنکے باعث سے ملے اونسے بھی کامل تر ہوئے
اور کچھ یارون کو ہمنے راہ مین دیکھا فقط	لیک یاران حقیقی سے بھی وہ بڑھکر ہوئے

اور جب اپنے آپ کو بہتر سمجھیگا تو اپنے دوست کو حقیر جانیگا حالانکہ حقارت عام مسلمانون کی بھی بری ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یَّحْقِرَ اَخَاہُ الْمُسْلِمَ اور ایک وجہ انبساط اور ترک تکلف کی یہ ہی کہ اپنے سب مقاصد مین دوستون سے مشورہ کیا کرے اور اونکی صلاح مانا کرے اللہ تعالی فرماتا ہی وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ اور اپنا پیارا اونسے

کوئی نہ چھپانا چاہیے چنانچہ مولنا یعقوب کرخی کہتے ہین کہ ہمو بن سالم میرے چچا حضرت معروف کرخی کے دوست تھے ایکبار اونسے آکر یہ کہا کہ بشر بن حارث آپسے عقد محبت چاہتے ہین اور آپسی بالمشافہ کہنے ہوئے شرماتے ہین اسلیے مجکو بھیجا ہے کہ آپ سے اونکی یہ التجا ہے کہ آپ عقد محبت اونسے کرلین اسطرح کہ آپ جانین یا وہ اور محبت اسطرح کی ہو جسکو وہ باعث ثواب جانین اور قابل اعتبار جانین اور اوسمین وہ چند شرطین کرتے ہین ایک یہ کہ معاملہ محبت مشہور نہو دوسری یہ کہ اونکے اور آپکے درمیان رسم زیارت اور طریق ملاقات جاری نہو کہ اونکو بہت ملاقات اچھی نہین معلوم ہوتی حضرت معروف رح نے ارشاد فرمایا کہ برادر میرا تو یہ حال ہے کہ جب کسی سے محبت کرتا ہون تو رات دن اوسکی جدائی نہین چاہتا ہون اور ہر وقت اوسکی زیارت کیا کرتا ہون اور ہر حال مین اوسکو اپنے اوپر ترجیح دیتا ہون پھر آپنے اخوت کی فضیلت مین بہت سی حدیثین بیان فرمائین اور اثنار تقریر مین فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضی رضہ کے ساتھ اخوت کی تو اونکو علم مین شریک کیا اور قربانی کے اونٹ اونکو بانٹ دیئے اور جو لڑکی کہ سب مین افضل اور محبوب ترتھی وہ اونکو بیاہ دی اور اسکی وجہ صرف اخوت ہی تھی اور چونکہ بشر رح کی درخواست تھی لیکر آئے ہو اسلیے مین تمکو گواہ کرتا ہون کہ مین نے اپنے اور اونکے درمیان عقد اخوت فی اللہ اس شرط پر کیا کہ اگر اونکو ملنا ناپسند ہو تو وہ میرے ملنے کو نہ آوین مگر میرا جب دل چاہیگا مین اونکے دیکھنے کو جاونگا اور مین اونکو کہدیتا ہون کہ جن جگہون مین ہم دونون مجتمع ہون اون مین مجھسے ملا کرین اور یہ اجازت دیتا ہون کہ کوئی بھید اپنا مجھ سے نہ چھپاوین اور اپنے سب حالات پر مجکو واقف کرین پھر ابن سالم نے یہ سب تقریر بشر رح سے جاکر کہی وہ خوش ہوئے اور اونکے ارشادات کو منظور کرلیا۔ غرضکہ حقوق صحبت یہی تھی جو ہمنے مجملاً اور مفصلاً دونون طور سے بیان کردیا اور یہ پوری اوسیوقت ہوتی ہین کہ ایسی طرح ادا ہون کہ دوستون کا فائدہ ہو اور تمہارا نقصان اور ایسی طرح نہون کہ تمہارا فائدہ ہو اور اونکا نقصان اور ایک بات اور کرنی چاہیے کہ اپنے آپ کو اونکے خادم کا قائم مقام سمجھو کہ اپنے تمام اعضا کو اونکے حقوق مین بقدر رکھو مثلاً آنکھ سے اونکو بنظر مودت دیکھو کہ وہ بھی یہ سمجھ جائین اور اونکی خوبیون کی طرف دیکھو اور عیبون سے اندھے بنجاؤ اور جب وہ تمہاری طرف متوجہ ہو کر گفتگو کرین تو اپنی آنکھ دوسری طرف نہ پھراؤ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جو لوگ آپکے پاس بیٹھتے ہر ایک کو اپنے چہرۂ مبارک سے حصہ عطا فرماتے یعنے ہر ایک کی طرف کو توجہ کرتے اور جو کوئی آپ سے سنتا وہ بھی گمان کرتا کہ سب سے زیادہ آپکا کرم مجھ پر ہے یہان تک کہ آپکی نشست اور

نسائی سے زوائد ابن ماجہ
علی مرتضی رضہ فضائل مین
نقل کیا ہے اور ترمذی نے
ابن عمر رضہ سے
فی الدنیا والآخرۃ
نقل کیا ہے اور حاکم نے
روایت ابن عباس
نقل کیا کہ حضرت علی
فرمایا کہ تم میرے بھائی
اور ولی اور وارث
ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے

سننا اور بیان فرمانا اور لطیف طور پر سوال فرمانا اور توجہ کرنا سب حاضرین جلسہ کے لیے ہوتا تھا اور آپ کی مجلس شریف حیا اور تواضع اور امانت کی مجلس ہوتی تھی اور آپ کا دستور تھا کہ اپنے یارون کے سامنے سب لوگون سے زیادہ تبسم اور ضحک فرماتے اور جس چیز سے اصحاب تعجب کرتے اُس سے آپ زیادہ تعجب کرتے اور اصحاب رضؓ کی ہنسی بھی آپ کی خدمت مین مسکرانا تھا ایک تو آپ کے فعل کی اقتدا کے باعث اور دوسرے آپ کی توقیر کی وجہ سے۔ اور زبان کے حقوق اخوت کو ہم لکھ ہی چکے ہین اب مکرر طول دینا ضرور نہین اور منجملہ حقوق زبانی یہ ہی کہ دوستون پر چیخ نہ بیٹھے اور اُنسے گفتگو ایسی ہی طرح کرے کہ وہ سمجھ لین اور کان پر یہ حق ہی کہ جب دوست کچھ کہین اُنکی گفتگو لذت سے سنے اور اُسکو سمجھ جانے اور اپنی خوشنودی ظاہر کرے اور اُنپر اعتراض اور جھگڑا نکال کر بات نہ کاٹ دے اور اگر کسی وجہ سے اُنکی گفتگو نہ سن سکے تو اُنسے معذرت کرے اور کان کو ایسی باتون کے سننے سے بچا دے جو دوستون کو بُری معلوم ہون۔ اور ہاتھون پر یہ حق ہی کہ جن اُمورین کہ ہاتھ سے کیے جاتے ہین دوستون کی اعانت سے اُنکو نہ کھینچے۔ اور پاؤن پر یہ حق ہی کہ اُنسے دوستون کے پیچھے خادمون کی طرح چلے نہ مخدومون کی طرح اور اُنسے اُسی قدر آگے بڑھے جتنا وہ بڑھادین اور اُنکے پاس اتنا ہی ہو جتنا وہ نزدیک کرین اور جب وہ اِسکے پاس آوین تو اُنکے لیے کھڑا ہو جائے اور جبتک وہ نہ بیٹھ لین آپ نہ بیٹھے اور جہان جگہ ملے وہان بیٹھ جائے اور جبکہ اتحاد کامل ہو جاتا ہی تو اُن حقوق مین سے بعض سہل بھی ہو جاتے ہین جیسے کھڑا ہونا اور عذر کرنا اور تعریف کرنی کہ ہر چند حقوق صحبت سے ہین مگر ان مین ایک قسم کی اجنبیت اور تکلیف ہی اسلیے جب بساط تکلف نہ ہو جاتا ہی تو پھر دوستون کے ساتھ وہی معاملے برتے جاتے ہین جو اپنے نفس سے کیے جائین اسلیے کہ یہ ظاہری آداب باطنی آداب اور صفاء قلب کے عنوان ہین اور جبکہ دل صاف ہو جاتے ہین تو ان ظاہری تکلفون کی ضرورت نہین رہتی۔ اور جس شخص کی نظر خلق کی صحبت کی طرف ہوتی ہی وہ کبھی تو کج ہوتا ہی اور کبھی راست اور جسکی نظر خالق کی طرف ہوتی وہ ظاہر مین راستی کا ساتھی ہوتا ہی اور اپنے باطن کو جب للہ اور محبت خلق سے زینت دیتا ہی اور ظاہر کو خدائے تعالیٰ کی عبادت اور اُسکے بندون کی خدمت سے زیب دیتا ہی اسلیے کہ بندون کی خدمت اللہ واسطے کی خدمتون مین سے اعلیٰ قسم ہی کہ اُسکو بدون حسن خلق کے آدمی حاصل نہین کر سکتا ہی اور اپنے حسن خلق سے درجہ صائم النہار اور قائم اللیل کا بلکہ زیادہ پاتا ہی۔ خاتمہ فصل اس مین ہم چند آداب اصناف خلق کے ساتھ ہم نشینی اور زیست بسر کرنے کے

ح
تفریق نہ
پہلا صحبت
میں عارف
بن صحبت
سنت
صحبت
تفریق
اور اس کا
فرق بسبب
اور آپس کا
تعجب کا
تعالیٰ تو دی
بن بالمند
ب بن
مذکور ہی
۱۲

بعض حکما کے کلام سے منتخب کرکے لکھتے ہین - اگر تمکو اچھی طرح میل جول منظور ہی تو ان امور مفصلہ ذیل پر عمل کرو دوست اور دشمن سے یکسان دہ پیشانی ملو نہ انکو ذلیل کرو نہ آپ ہیبت مین پڑو - وقار اختیار کرو نہ اتنا کہ تکبر ہو جائے اور تواضع کرو نہ اتنی کہ ذلیل ہو - انمین سب کامون مین اوسط درجہ پر رہو کہ افراط اور تفریط سب باتون مین مذموم ہی - اپنے دونون جانب کو مت دیکھو - کثرت سے مڑکر نگاہ مت کرو - جماعتون کے پاس کھڑے مت رہو - اور جب بیٹھو تو اطمینان سے بیٹھو جس سے یہ معلوم نہو کہ اٹھا چاہتے ہین - انگلیان مت چٹکاؤ داڑھی اور انگوٹھی وغیرہ سے مت کھیلو - دانتون مین خلال مت کرو - ناک مین انگلی مت دو - کثرت سے نہ تھوکو - بہت سرتبہ ناک صاف مت کرو - منھ پر سے مکھیان بہت مت اوڑاو - انکرائی اور جمھائی لوگون کے سامنے بہت مت لو اسی طرح نماز اور تنہائی مین بھی - مجلس مین غل اور شور مت کرو - بات مسلسل ترتیب وار کہو - جو کوئی اچھی بات کہے اسپر کان لگاؤ بدون اس بات کے کہ تعجب مبالغہ کے ساتھ ظاہر کرو اور دوبارہ کہنے کے لیے درخواست نہ کرو - مضحکات اور کہانیون کے لیے خاموش رہو - اور اسکا ذکر مت کرو کہ تمکو اپنا الہام یا شعر یا تصنیف یا فلان چیز اچھی معلوم ہوتی ہی - عورتون کی طرح بہت زینت مت کرو اور نہ غلامون کی طرح میلے کچیلے رہو - سرمہ اور تیل کثرت سے مت لگاؤ - حاجتون مین اصرار مت کرو ظلم پر کسی کو شجاع مت کہو - اپنے زن و فرزند سے بھی اپنے مال کی مقدار مت کہو غیرون کا تو کیا ذکر ہی اسلیے کہ اگر انکے عندیہ مین تھوڑا ہوگا تو تم انکی نظرون مین خوار ہوگے اور اگر بہت ہوگا تو کبھی تمسے خوش نہ رہینگے - انکو نہ اتنا ڈراؤ کہ تمھارے پاس نہ بیٹھینگے اور نہ اتنا پیار جتاؤ کہ سر پر چڑھ بیٹھین اپنے لونڈی غلامون سے ہنسی مت کرو ورنہ تمھارا وقار جاتا رہیگا - اور جب کسی مقدمہ کی حمایت کرو تو عزت کے ساتھ رہو اور نادانی سے احتراز کرو اور جلدی مت کرو اور اپنی حجت کو تامل کرلو اور ہاتھون سے بہت اشارہ مت کرو اور جو لوگ پیچھے ہون انکو گردن موڑکر بہت مت دیکھو اور پالتی مارکر مت بیٹھو اور جب غصہ تھم جاوے تب بولو - اور اگر بادشاہ تمکو اپنا مقرب کرے تو اس سے ایسی طرح رہو کہ گویا بھال کی نوک پر ہو اور اگر تمسے ہنسی خوشی رہے تو یہ مت سمجھو کہ اب نہین بگڑیگا بلکہ اسکے انقلاب سے ڈرتے رہو کہ دم بھر مین بگڑ جاتا ہی اور اسکے ساتھ ملائمت ایسی کرو جیسی بچون سے کرتے ہین تو اس سے وہ گفتگو کرو جسکی اسکو تمنا ہو اور وہ اگر تمھارے ساتھ ملطف پیش آوے تو اس وجہ سے اسکے زن و فرزند اور نوکرون کے معاملہ مین دخل نہ دو گو اسکے عندیہ مین تم دخل دینے کے مستحق ہو اسلیے کہ بادشاہ اور اسکے گھر والون کے معاملہ مین دخل دینے والا

ایسا کرتا ہی کہ پھر کبھی نہین اُٹھتا - اور جو دوست کہ تندرستی کا یار ہو اُس سے احتراز کرو کہ وہ دشمنون سے زیادہ ہی - اپنے مال کو آبرو کی نسبت کم عزیز مت سمجھو اور اگر کسی مجلس مین جاؤ تو اُسکا طریق یہ ہی کہ اول سلام کرو اور جو لوگ پہلے آچکے ہون اُنکے اوپر مت جاؤ اور جہان جگہ دیکھو وہان بیٹھو بشرطیکہ تواضع اور انکسار کے بھی مناسب ہو اور بیٹھنے مین جو شخص پاس ہو اُسکو سلام کرو اور راستہ مین اول تو بیٹھنا نہ چاہیے اور اگر بیٹھو تو اُسکے آداب یہ ہین کہ نگاہ نیچی رکھو اور مظلوم کی مدد کرو اور فریادی داد خواہ کا ساتھ دو اور کمزور کا سہارا دو اور بھولے ہوے کو راہ بتاؤ اور سلام کا جواب دو سائل کو کچھ عطا کرو اچھی بات کا امر کرو بُری بات سے روکو - تھوکنے کا موقع تلاش کرو قبلہ کی جانب مت تھوکو اور نہ دہنی جانب بلکہ بائین طرف یا بائین پاؤن کے نیچے تھوکو - اور بادشاہون سے ہم نشین مت ہو اور اگر ہو تو اُسکا ادب یہ ہی کہ غیبت اور جھوٹ سے احتراز کرو اور راز کو مخفی رکھو اور حاجتین کم بیان کرو اور گفتگو مین الفاظ شائستہ اور شستہ بیان کرو اور بادشاہون کے اخلاق کا ذکر کرو اور ہنسی کم کرو اور اُنسے بہت خوف کرو اگرچہ تمسے دوستی ظاہر کرین اور اُنکے سامنے ڈکار مت لو اور نہ کھانے کے بعد اُنکے پاس خلال کرو - اور بادشاہ کو چاہیے کہ ہم نشینون کی ہر ایک بات کا تحمل کرے لیکن افشاء راز اور ملک مین خلل ڈالنے اور عزت کے درپے ہونیکو تحمل نہ کرے - اور عوام کے پاس نہ بیٹھے اور اگر اتفاق ہو تو اُسکا طریق یہ ہی کہ اُنکی بات مین دخل نہ دے اور اُنکی بیہودہ باتین کم سنے اور جو الفاظ اُنسے بُرے سرزد ہون اُنسے تغافل کرے اور باوجودیکہ اُنسے کچھ غرض متعلق ہو تب بھی اُنسے ملاقات کم کرے - ہنسی ٹھٹھا عاقل سے کرو نہ غیر عاقل سے اسلیے کہ عاقل تمسے کینہ کریگا اور بیوقوف کو تمپر جرأت ہو کیونکہ ٹھٹھا کرنا ہیبت دور کرتا ہی اور آبرو کھوتا ہی اور آخر کو کینہ لاتا ہی اور دوستی کی حلاوت کھوتا ہی اور عالم کی سمجھ مین عیب لگاتا ہی اور بیوقوف کو دلیر کرتا ہی اور دانا کے نزدیک مرتبہ کم کرتا ہی اور پرہیزگار ٹھٹھے والے کو بُرا سمجھتے ہین اور ٹھٹھا دل کو بجھاتا ہی اور خدا تعالی سے دور کرتا ہی اور غفلت پیدا کرتا ہی اور ذلت کا موجب ہی اس سے باطن اندھے ہوتے ہین اور دل مرتے ہین اسی سے عیبون کی کثرت ہوتی ہی اور گناہ کھل جاتے ہین - اور کہتے ہین کہ ٹھٹھا بجز حماقت اور اترانے کے نہین ہوتا - اور اگر کوئی شخص کسی مجلس مین مثلاً مزاح یا شور وغوغا کا ہو تو چاہیے کہ اُٹھنے کے وقت خدا تعالی کا ذکر کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنْ جَلَسَ فِي مَجْلِسٍ فَكَثُرَ فِيهِ لَغَطُهُ فَقَالَ قَبْلَ اَنْ يَقُومَ مِنْ مَجْلِسِهِ ذٰلِكَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ اِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا كَانَ فِي مَجْلِسِهِ ذٰلِكَ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ
جو شخص کسی مجلس مین بہت بکواس کرے اور اُسکی بکواس مین بیہودہ باتین بہت ہون تو اُسکو چاہیے کہ اُٹھنے سے پہلے یہ کلمات کہے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ اِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا كَانَ فِي مَجْلِسِهِ ذٰلِكَ

تیسری فصل مسلمانوں اور یگانوں اور ہمسایوں اور لونڈی غلاموں کے حقوق اور انسے پیش آنے کی کیفیت کے بیان میں۔ جاننا چاہیے کہ انسان یا تنہا رہتا ہے یا غیر کے ساتھ اور چونکہ انسان کا تنہا رہنا بدون اختلاط اپنے ہم جنس کے دشوار ہے اسلیے اسکو اختلاط کا طریق سیکھنا بھی ضرور ہے اور ملنے والے کے ساتھ ادب اسی قدر ہوتا ہے جتنا اسکا حق ہو اور حق اسقدر ہوتا ہے جتنا اسکا علاقہ ہو جس سے کہ اختلاط ہوا ہے اور علاقہ یا تو قرابت کا ہوگا جو سب سے خاص ہے یا اسلام کی اخوت کا جو سب سے عام ہے یا ہمسایگی یا سفر خواہ مدرسہ کی صحبت یا دوستی کا اور ان علاقوں میں سے ہر ایک کے بہت سے درجے ہیں مثلاً قرابت کا کوئی حق ہے مگر قریب اگر محرم ہوگا تو اسکا حق زیادہ ہے اور جسقدر محرم کا حق ہے اس سے زیادہ والدین کا حق ہے اسی طرح ہمسایہ کا حق مکان کے نزدیک اور دور ہونے کے موافق مختلف ہوتا ہے اور فرق اس صورت میں معلوم ہوتا ہے کہ کسی نسبت کر اسکو لحاظ کریں مثلاً یگانہ شہروں میں ہمسایہ وطن کے رشتہ دار کا قائم مقام ہوتا ہے کہ شہر میں ہمسایگی کا حق اسی کو حاصل ہے یہی حال مسلمان کے حق کا ہے کہ جتنی معرفت اور شناسائی زیادہ ہوگی اسی قدر حق زیادہ ہوگا مثلاً جس سے سنکر جان پہچان ہے اسکے حق کی نسبت کر اس کا زیادہ حق ہے جس سے صورت شناسی ہے اور شناسائی ہونیکے بعد اختلاط سے اس کا استحکام ہوجاتا ہے اسی طرح صحبت کے درجات بھی مختلف ہیں مثلاً صحبت درس اور مکتب کا حق بہ نسبت صحبت سفر کے موکد تر ہے اور یہی حال دوستی کا ہے کہ متفاوت ہوا کرتی ہے یعنے جب قوی ہوجاتی ہے تو اخوت ہوجاتی ہے اور اس سے بڑھتی ہے تو محبت ہوتی ہے اور اس سے تجاوز کرتی ہے تو خلت ہوجاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ خلیل بہ نسبت حبیب کے زیادہ قریب ہوتا ہے اسلیے کہ محبت اسکو کہتے ہیں جو دل میں جگہ کرے اور خلت وہ ہے جو دل کی رگ رگ میں پیوستہ ہوجائے تو جو خلیل ہوگا وہ حبیب بھی ہوگا اور یہ نہیں کہ جو حبیب ہو وہ خلیل بھی ہو اور تجربہ اور مشاہدہ سے دوستی کے درجات کا متفاوت ہونا ظاہر ہے اور خلت کو جو ہمنے اخوت سے زیادہ کہا اسکے معنے یہ ہیں کہ خلت ایسی حالت کا نام ہے جو اخوت کی نسبت کر کامل تر ہے اور اسکو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے پہچانتے ہیں لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَابَكْرٍ خَلِيلًا وَلٰكِنْ صَاحِبُكُمْ خَلِيلُ اللّٰهِ اسلیے کہ خلیل اسکو کہتے ہیں کہ محبت محبوب کی اسکے دل کے تمام اجزاء ظاہری اور باطنی میں گھس جائے اور تمام دل کو گھیر لے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک کو بالکلیہ بجز محبت الٰہی کے اور کسی چیز نے نہیں گھیرا تھا اسلیے خلت میں شرکت نہ ہوسکی باوجودیکہ آپنے حضرت علی رضہ کو بھائی بنایا اور ارشاد فرمایا اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا النُّبُوَّةَ

اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا مگر میں تمہارا صاحب خلیل خدا ہوں بخاری و مسلم بطریق سعید بن مسیب عن ابی ہریرہ رضہ ۱۲ صحیح

صحیح مسلم باب فضائل علی رضہ

تو حضرت مرتضیٰ کے لیے نبوت سے عدول فرمایا جیسے حضرت صدیق کے لیے خلت سے پس حضرت صدیق رضا اخوت مین حضرت علی مرتضی رضا کے شریک رہے اور ہر امر مین برابر رہے کہ آپ کو قربت اور لیاقت خلت کی حاصل تھی مستبعد ملیکہ خلت مین شرکت کی گنجایش ہوتی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیاقت پر آگاہ کرنے کو فرمایا کہ لو کنت متخذا ابا بکر خلیلا لاتخذتہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے خلیل اور حبیب دونون ہین چنانچہ مروی ہے کہ آپ ایک روز فرحان اور شاداں منبر پر چڑھے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجکو خلیل کیا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل کیا پس مین اللہ تعالیٰ کا حبیب ہون اور مین اسکا خلیل ہون - اس تقریر سے معلوم ہوا کہ شناسائی سے پہلے کوئی اور علاقہ نہین اور خلت کے بعد کوئی درجہ اور ان دونون کے سوا جو اور مدارج ہین وہ ان دونون کے درمیان مین ہین اور ہم حق صحبت اور اخوت کو بیان کر چکے اور محبت اور خلت وغیرہ جو اور چیزین ہین وہ سب انھین مین آگئین مگر جسقدر محبت اور اخوت کے مراتب مین تفاوت ہوتا ہے اُسی قدر اُن حقوق مراتب مین بھی تفاوت ہوتا ہے جیسا پہلے مذکور ہوا یہانتک کہ اقصاے حقوق یہ ہے کہ محبوب کو اپنے نفس اور مال سے ترجیح دے جیسے حضرت ابوبکر رضا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے نفس اور مال کو فدا کیا اور حضرت طلحہ رضا نے اپنے بدن کو آپکے تن مبارک کا سپر بنایا اور ہم اب یہ چاہتے ہین کہ اخوت اسلامی اور قرابت اور ہمسایہ اور لونڈی غلامون کے حقوق لکھین اسلیے اس فصل کو چار بیانون مین منقسم کرتے ہین

بیان اول مسلمانون کے حقوق مین مجمل حقوق یہ ہین کہ مسلمان سے جب ملاقات ہو اسکو سلام کرنا اور جب پکارے اُسکا جواب دینا اور چھینکے تو یرحمک اللہ کہنا اور بیمار ہو تو عیادت کرنی اور مر جائے تو جنازہ پر جانا اور اگر تمپر قسم کھائے تو اُسکی قسم کو سچا کرنا اور نصیحت چاہے تو اسکو بہتر بات بتانی اور اُسکے پیٹھ پیچھے اُسکو برا نہ کہنا اور اُسکے لیے وہ بات پسند کرنی جو اپنے لیے پسند ہو اور اُسکے حق مین وہ بات بری سمجھنی جو اپنے حق مین بری لگے اور یہ سب اسوا احادیث و آثار مین وارد ہین اور حضرت انس رضا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپنے فرمایا کہ مسلمانون کے حقوق سے چار باتین تحمیر لازم ہین اول یہ کہ نیکی کرنے والے کی مدد کرے دوم گناہ کرنے والے کے لیے مغفرت چاہے سوم اُسکے بدنصیب کے لیے دعا مانگے چہارم انعمین کے ثواب سے محبت رکھے - اور حضرت ابن عباس رضا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد رحماء بینہم کے معنے یہ ہین کہ نیک آدمی بدکار کے لیے دعا مانگے اور بدکار نیک کے واسطے یعنے جب بدکار شخص امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین سے کسی نیک کو دیکھے تو یون دعا مانگے

الٰہی تو نے جو اسکو خیر عنایت کی اسکو اسمین برکت کر اور اسکو اسی پر ثابت رکھ اور جو اس سے فائدہ عنایت فرما اور جب نیکبخت کسی بدکار کو دیکھتے تو یہ دعا مانگتے الٰہی اسکو ہدایت کر اور توفیق عنایت فرما اور اسکی خطا معاف کر اب حقوق کو شرح لکھتے ہین اول حق یہ ہے کہ جمیع اہل ایمان کے لیے وہی بات چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے اور انکے لیے وہی بات بری سمجھے جو اپنے لیے بری سمجھتا ہے نعمان بن بشیر فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپنے فرمایا مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَكٰى عُضْوٌ مِّنْهُ تَدَاعٰى سَائِرُهٗ بِالْحُمّٰى وَالسَّهَرِ اور حضرت ابوموسیٰ آپ سے راوی ہین کہ فرمایا اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا دوسرا حق یہ ہے کہ کسی مسلمان کو اپنے فعل یا قول سے ایذا نہ دے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ اور ایک بڑی حدیث شریف مین جو فضیلت کی باتون کے لیے حکم فرمایا ہے اسمین یہ ارشاد ہے کہ اگر تجھ سے یہ امور بن نہ پڑین تو اتنا ہی کر کہ لوگون کو بدی سے بچا کہ یہ ایک صدقہ ہے کہ تو نے اپنی طرف سے خیرات کیا۔ اور فرمایا اَفْضَلُ الْمُسْلِمِيْنَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ اور فرمایا کہ تمکو معلوم ہے کہ مسلم کون ہے لوگون نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اسکا رسول زیادہ جانتا ہے فرمایا کہ مسلم وہ ہے جسکے ہاتھ اور زبان سے مسلمان بچے ہین انھون نے عرض کیا کہ پھر مومن کون ہے آپنے فرمایا کہ جس سے اہل ایمان اپنی جانون اور مالون کے باب مین مامون ہون انھون نے عرض کیا کہ پھر مہاجر کون ہے فرمایا کہ جو برائی کو چھوڑ دے اور اس سے اجتناب کرے۔ اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ اسلام کیا چیز ہے آپنے ارشاد فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تیرا دل اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہو اور مسلمان تیرے ہاتھ اور زبان سے سلامت ہین اور مجاہد رح فرماتے ہین کہ دو خصمون بد خصومت مسلط کیجاوینگی پھر وہ اتنا کھجلاوینگے کہ انمین سے کسی کی ہڈی ظاہر ہو جائیگی اور چمڑا اور گوشت اڑ جاویگا اسکو کوئی نامالیکر پکاریگا کہ تجکو اسکی کچھ تکلیف ہے یا نہین وہ کہیگا کہ ہان بہت تکلیف ہے جواب ملیگا کہ یہ اسکی سزا ہے کہ تو اہل ایمان کو ستایا کرتا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مین نے ایک شخص کو جنت مین سیر کرتے دیکھا اسنے راہ مین سے ایک درخت کاٹا تھا جو لوگون کو ایذا دیتا تھا۔ اور حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ مجکو کچھ تعلیم فرمایئے جسکی تعمیل سے مین نفع اٹھاؤن آپنے فرمایا اُعْزِلِ الْاَذٰى عَنْ طَرِيْقِ الْمُسْلِمِيْنَ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا جو کوئی مسلمانون کی راہ مین سے ایسی چیز دور کردے جو انکو

ابتدا مسلمانون کی مثال باہم دوستی اور رحم کرنے مین ایسی ہے جیسے جسم کہ جب اسکا کوئی عضو دکھتا ہے تو سارا بدن بیقرار ہو جاتا ہے بخاری و مسلم ۱۲ منہ

ایک ہے جسکے عمارت اسکا ایک حصہ دوسرے حصہ کو تقویت دیکر بلند ہوتا ہے بخاری و مسلم ۱۲ منہ

اور مسلمان وہ ہے جسکا مسلمان سے ایذا نہ پہنچے بخاری و مسلم ۱۲ منہ

مسلمان کون ہے ۱۲ منہ

صحیح بخاری و مسلم ۱۲ منہ

افضل وہ ہے جسکے ہاتھ اور زبان سے مسلمان سلامت رہین ۱۲ منہ

مسلمان سلامت رہین ۱۲ منہ

بخاری و مسلم بروایت ابوموسیٰ ۱۲ منہ

صحیح بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲ منہ

صحیح مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲ منہ

صحیح مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲ منہ

مسلمانون کے راستہ مین سے ایذا دہ چیز کا دور کرنا ۱۲ منہ

ستاتی ہو تو اللہ تعالیٰ اُسکے لیے اسکے عوض مین ایک نیکی لکھیگا اور جسکے لیے خدائے تعالیٰ ایک نیکی لکھیگا اُسکے لیے اُس نیکی کے سبب سے جنت واجب کر دیگا۔ اور فرمایا کہ کسی مسلمان کو جائز نہین کہ اپنے بھائی کی طرف ایسی نگاہ سے اشارہ کرے جس سے اُسکو ایذا ہو۔ اور فرمایا کہ کسی مسلمان کو حلال نہین کہ مسلمان کو ڈراوے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے ایذا دیے جانے کو بُرا جانتا ہے۔ اور ربیع بن خثیم کہتے ہین کہ آدمی دو قسم ہین ایک اہل ایمان اُنکو تو ایذا مت دو دوسرے جاہل اسکے ساتھ جاہل مت بنو۔ تیسرا حق یہ ہے کہ ہر مسلمان سے تواضع کرے اور اسپر تکبر نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے مجھپر وحی بھیجی کہ یہانتک فروتنی کرو کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے۔ پھر اگر دوسرا شخص آدمی پر فخر کرے تو اُسکو تحمل کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتا ہے خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ اور ابن ابی اوفی سے یہ حدیث مروی ہے کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَاْلَفُ وَلَا یُتَاَلَّفُ اَنْ یَمْشِیَ مَعَ الْاَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ فَيَقْضِيَ حَاجَتَهُمَا حق تیسرا حق یہ ہے کہ ایک مسلمان کی چغلی دوسرے سے نہ کھائے اور جو کچھ ایک سے سنے وہ دوسرے کو نہ پہونچائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ اور خلیل بن احمد کہتے ہین کہ جو شخص تجھسے دوسرون کی چغلی کھائیگا وہ تیری چغلی دوسرون سے کھائیگا اور جو تجھسے غیرون کی خبر کہیگا وہ تیری خبر غیرون سے کہیگا اسی مضمون کو سعدی مرحوم فرماتے ہین

ہر کہ عیب دگران پیش تو آورد شمرد	بے گمان عیب تو پیش دگران خواہد برد

پانچوان حق یہ ہے کہ جس شخص سے شناسائی ہو اُس سے اگر کبیدگی کی صورت ہو جائے تو تین دن سے زیادہ ترک ملاقات نہ کرے کہ ابو ایوب انصاری فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یَهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلٰثٍ فَيَعْرِضُ هٰذَا وَيَعْرِضُ هٰذَا وَخَيْرُهُمَا الَّذِيْ يَبْدَاُ بِالسَّلَامِ اور فرمایا مَنْ هَجَرَ اَخَاهُ سَنَةً فَقَدْ اَتٰى مُسْلِمًا عَظِيْمًا اَتَاهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حضرت عمر سے فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو فرمایا کہ چونکہ تمنے اپنے بھائیون کی خطا معاف فرمائی اسلیے مین نے تمہارا ذکر ذاکرون مین بلند کر دیا۔ اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین مَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ قَطُّ اِلَّا اَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمَ لِلّٰهِ اور حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہین کہ جب کسی آدمی نے اپنا مظلمہ معاف کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اسکی مغفرت ہی فرمائی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَا نَقَصَ مَالٌ مِنْ صَدَقَةٍ وَصَا

زاد اللہ رجلا بعقولہ الا خیرا وما من احد تواضع للہ الا رفعہ اللہ پھر ہر شخص کو حق ہے کہ اگر کسی سے تو ہر شخص پر حتی الوسع احسان ہی کرے یہ تمیز نہ کرے کہ کونسا احسان کون ہے اور عدم لیاقت کس میں ہے حضرت امام زین العابدین اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادے سے علیہم السلام راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قابل سلوک پر بھی احسان کرو اور ناقابل پر بھی کیونکہ اگر احسان اسکے شخص کو نہ پہونچیگا جو قابل احسان ہے تو تم تو بہر حال قابل احسان ہو۔ اور اسی روایت سے یہ حدیث شریف منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان کے بعد عقل کی اصل لوگون سے دوستی کرنی اور ہر نیک و بد سے سلوک کرنا ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کوئی شخص آپ کا دست مبارک پکڑ لیتا تو آپ اپنا ہاتھ اس سے نہ چھوڑاتے یہانتک کہ وہ خود ہی چھوڑ دیتا اور آپ کا زانو مبارک جلیس کے زانو سے نکلا ہوا معلوم نہ ہوتا اور جب کوئی آپ سے گفتگو کرتا اسکی طرف آپ متوجہ ہوتے پھر اسکی طرف سے روے مبارک نہ پھیرتے یہانتک کہ وہ گفتگو سے فارغ نہو لیتا ساتوان حق یہ ہے کہ کسی مسلمان کے پاس بدون اسکی اجازت کے نہ جاوے بلکہ تین بار اجازت چاہے اگر وہ اجازت دے تو فبہا اور اگر وہ اجازت نہ دے تو واپس چلا آوے حضرت ابو ہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اجازت لینا تین بار ہے اول بار مین وہ چیکے ہو جائینگے اور دوسری مین مشورہ بلانے کا کرینگے اور تیسری مین خواہ اجازت دینگے یا کہدینگے کہ چلے جاؤ آٹھوان حق یہ ہے کہ سب لوگون سے خوش خلقی سے پیش آوے ہر شخص کی لیاقت کے موافق گفتگو کرے اگر جاہل ہے تو نرمی کی باتین ملو عاجز کے ساتھ تقریر دقیق پیش کریگا تو خود بھی تکلیف ہوگی اور دوسرے کو ایذا دیگا

با ہیچ نفہم لاف معنی چہ زنی	غفلانہ بہ طفل گفتگو باید کرد

نواں حق یہ ہے کہ بوڑھون کی عزت کرے اور لڑکون پر رحم کرے حضرت جابر رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیس منا من لم یوقر کبیرنا ویرحم صغیرنا اور لڑکون پر تلطف کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ہے من اجلال اللہ اکرام ذی الشیبۃ المسلم اور بوڑھون کی تعظیم کا تتمہ یہ ہے کہ انکی اجازت کے بدون انکے سامنے کلام نہ کرے چنانچہ حضرت جابر رضہ فرماتے ہین کہ جہینہ کا قافلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا انمین سے ایک لڑکا بولنے کے لیے کھڑا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹھہر تیرا شخص کہان ہے کہ وہ گفتگو کرے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ہے جو نوجوان کسی بوڑھے کی تعظیم کرتا ہے اللہ تعالی اسکے لیے بھی بوڑھے کی عمر مین پہونچنے پر کسی کو مقرر کر دیتا ہے

کہ اوسکی تعظیم کرے۔ تیسین زندگی کی دوام کی خوشخبری ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ بوڑھون کی تعظیم کی توفیق اوسی کو ہوتی ہے جسکے لیے اللہ تعالی نے عمر کی زیادتی لکھدی ہے۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ قیامت قائم نہوگی یہانتک کہ لڑکا موجب غصہ نہو جاوے اور مینہ باعث بہجت سبزہ کا اور گرم ہوا کا اور پانی ہر طرف نہ نکلین اور کریم غائب نہو جاوین اور چھوٹا بڑی اور لئیم آدمی کریم پر جرأت نہ کرنے لگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے تشریف لاتے اور لڑکے آپ کو ملتے تو اونکے پاس آپ توقف فرماتے اور لوگون سے کہتے کہ انکو میرے پاس لاؤ جب وہ پاس آتے تو کسیکو آگے اور کسیکو پیچھے بٹھا لیتے اور کسیکے لیے صحابہ رض سے اجازت فرماتے کہ تم اوٹھا لو تو اکثر آخر کو لڑکے فخر کیا کرتے اور ایک دوسرے سے کہتا کہ مجھکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر اپنے آگے بٹھلایا اور تجکو پیچھے سوار کیا اور بعض یون کہتے کہ صحابہ رض سے کہدیا کہ تمکو اپنے پیچھے سوار کرلین اور چھوٹے بچون کو جو آپ کی خدمت مین دعا اور برکت اور نام رکھنے کو لاتے تو آپ کی گود مین اونکو لٹا دیتے اور کبھی ایسا ہوتا کہ بچہ آپکے اوپر پیشاب کر دیتا اور جو شخص دیکھتا ہوتا وہ بچہ کو للکارتا تو آپ دس شخص کو ارشاد فرماتے کہ اسکا پیشاب بند مت کرو اور اوسکو ویسی ہی رہنے دیتے یہانتک کہ بالکل پیشاب کر چکتا پھر اوسکے لیے دعا کرتے اور اوسکا نام رکھتے یہانتک کہ اوسکے گھر والے خوش ہو جاتے اور یہ گمان نکرتے کہ آپکو اسکے پیشاب سے ایذا ہوئی اور جب چلے جاتے تب اپنا کپڑا دھوڈالتے۔ دسوان حق یہ ہے کہ سب خلق کے ساتھ ہشاش بشاش اور نرم رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رض کو فرمایا کہ تمکو معلوم ہے کہ دوزخ کس شخص پر حرام ہے اونھون نے عرض کیا کہ اللہ تعالی اور اوسکا رسول زیادہ جانتا ہے آپنے فرمایا کہ اوسپر حرام ہے جو نرم اور سہل اور آسان گیر اور ملنسار ہو۔ اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی آسانی والے اور کشادہ پیشانی کو دوست رکھتا ہے اور کسی نے آپ کی خدمت اقدس مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجکو ایسا عمل بتا دیجیے کہ مجکو جنت مین داخل کرے آپنے فرمایا کہ موجبات مغفرت کی یہ باتین ہین بدل سلام اور خوبی کلام۔ اور حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین کہ ایک ادنی چیز ہے یعنی خندہ پیشانی اور نرم گفتار رہنا۔ اور ایک حدیث شریف مین ارشاد فرمایا اتقوا النار ولو بشق تمرۃ فان لم تجدوا فبکلمۃ طیبۃ اور فرمایا کہ جنت مین چند درجے ہین کہ اونکے باہر کی چیز اندر سے اور اندر کی باہر سے معلوم ہوتی ہے ایک اعرابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کن لوگون کے لیے ہین آپ نے فرمایا کہ جو کلام اچھی طرح کرے اور کھانا کھلائے اور رات کو اوسوقت نماز پڑھے کہ لوگ سوتے ہون۔ اور حضرت معاذ بن جبل رض فرماتے ہین

کہ مجکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مین تجکو وصیت کرتا ہون خدا تعالی سے ڈرنے اور راست گفتاری اور وفاء عہد اور ادای امانت اور ترک خیانت اور ہمسایہ کی رعایت اور یتیم پر رحمت اور نرم بولنے اور سلام کرنے اور تواضع کرنے کی۔ اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ ایک عورت راہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوئی اور عرض کیا کہ مجکو خدمت اقدس مین کچھ عرض ہے اور آپ کے ہمرکاب اوسوقت کچھ صحابہ رض تھے آپنے اوسے فرمایا کہ کوچہ کی جونسی طرف مین تیرا ول چاہے بیٹھ جا مین تیرے پاس بیٹھکر سن لونگا اوسنے ویسا ہی کیا آپ اوسکے پاس بیٹھ گئے یہانتک کہ جو کچھ اوسکو کہنا تھا اوسنے کہدیا۔ اور وہب بن منبہ فرماتے ہین کہ بنی اسرائیل مین سے ایک شخص نے ستر برس اسطرح روزے رکھے کہ ساتوین روز افطار کرتا اوسنے اللہ تعالی سے دعا مانگی کہ مجکو یہ کھلا دے کہ شیطان آدمیون کو کس طرح بہکاتے ہین جب بہت عرصہ گذرا اور اوسکی دعا مقبول نہوئی تو اوسنے کہا کہ جو خطا میرے اور میرے پروردگار کے معاملہ مین مجھسے ہوئی ہے اگر اوسپر اطلاع پاتا تو میری حق مین اس دعا کے مانگنے سے بہتر ہوتا اتنے مین اللہ تعالی نے اوسکے پاس ایک فرشتہ بھیجا اوسنے اوس سے کہا کہ مجکو اللہ تعالی نے تیرے پاس بھیجا ہے اور وہ فرماتا ہے کہ یہ کلام جو تو نے کیا میرے نزدیک تیسے ہی گذشتہ عبادت کی نسبت کہیں بہتر ہے اور اللہ تعالی نے تیری آنکھین کھولدی ہین اب تو دیکھ لے اوسنے جو دیکھا تو معلوم کیا کہ آدمیون مین سے کوئی ایسا نہین جسکے گرد شیطان مکھیون کی طرح نہون اوسنے عرض کیا کہ الہی انسے کون بچتا ہے ارشاد ہوا کہ پرہیزگار اور نرم شخص بچتا ہے۔ گیارہوان حق یہ ہے کہ جس مسلمان سے کوئی وعدہ کرے اوسکو پورا کرنا چاہیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وعدہ عطا ہے اور فرمایا کہ وعدہ قرض ہے اور فرمایا ثَلٰثٌ فِی الْمُنَافِقِ اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ثَلٰثٌ مَنْ کُنَّ فِیْهِ فَهُوَ مُنَافِقٌ وَاِنْ صَلّٰی وَصَامَ اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ الخ۔ بارہوان حق یہ ہے کہ لوگون کا عوض اپنے نفس سے لے اور اونکے ساتھ وہی کام کرے جسکو چاہے کہ لوگ اوسکے ساتھ کرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ بندہ اپنے ایمان کو پورا نہین کرتا جبتک اوسمین تین خصلتین نہون اول مفلسی کی ہو تو خرچ کرنا دوم اپنے نفس سے انتقام لینا سوم سلام کرنا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ دوزخ سے دور رہے اور جنت مین داخل ہو تو چاہیے کہ ایسے حال مین مرے کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی شہادت دے رہا ہو اور لوگون کے ساتھ وہ کام کرے

جسکو خود اپنے ساتھ دوسرون سے چاہتا ہو۔ اور حضرت ابو درداء رضؓ کو فرمایا کہ اپنے جلیس کی تشہینی اچھی طرح کر کہ تو ایماندار ہو جائیگا اور لوگون کے لیے وہ بات پسند کر جو اپنے لیے پسند کرتا ہے کہ تو مسلم ہو جائیگا۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ چار باتین کرو جو تمہارے لیے اور تمہاری اولاد کے لیے سب باتون کی اصل ہین انمین سے ایک خاص میرے لیے ہے اور ایک خاص تیرے لیے اور ایک مشترک ہے مجھ مین اور تجھ مین اور ایک تجھ مین اور مخلوق مین مشترک ہے جو بات کہ خاص میرے لیے ہے وہ یہ ہے کہ تو میری عبادت کرے اور میرا شریک کسی کو نکرے اور جو تیرے لیے خاص ہے وہ تیرا عمل ہے کہ اوسکی جزا تجکو ایسے وقت مین دونگا کہ تجکو اپنے عمل کی اوس وقت شدت سے حاجت ہو اور جو بات تجھ مین اور مجھ مین مشترک ہے وہ یہ ہے کہ تو دعا مانگے اور مین قبول کرون اور جو تجھ مین اور مخلوق مین ہے وہ یہ ہے کہ تو انکی صحبت اس امر سے کرے جس سے تو چاہے کہ وہ تیرے ساتھ رہین۔ اور حضرت موسی علیہ السلام نے درخواست کی کہ الہی تیرے بندون مین سب سے عادل زیادہ کون ہے فرمایا کہ جو لوگون کا عوض اپنے نفس سے لیوے۔ تیرھوان حق یہ ہے کہ جس شخص کے لباس اور صورت سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ شخص بڑے رتبہ کا ہے تو اوسکی تعظیم زیادہ کرے یعنے ہر ایک شخص کے ساتھ اوسکے مرتبہ کے موافق پیش آنا چاہیے۔ مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کسی سفر مین ایک منزل مین اوترین انمین اونکا خاصہ آیا اور ایک سائل مانگنے آیا آپنے فرمایا کہ ہمسکین کو ایک روٹی دیدو پھر ایک شخص سوار آیا آپ نے فرمایا کہ اسکو بلاؤ اور کھانا کھلاؤ لوگون نے عرض کیا کہ آپنے مسکین کو تو دیکر ٹال دیا اور اسکو بلواتی ہو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے آدمیون کا ایک رتبہ بنایا ہمکو بھی اونکو اوسی مرتبہ پر رکھنا چاہیے وہ مسکین تو ایک روٹی پر راضی ہو گیا مگر ہمکو نامناسب ہے کہ اس توانگر کو اس صورت پر ایک روٹی دیدین۔ اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی اپنے حجرہ مین تشریف لیگئے اور آپکے اصحاب اسقدر آپکی خدمت مین حاضر ہوئے کہ حجرہ شریف بھر گیا پھر جریر بن عبد اللہ بجلی تشریف لائے اندر جگہ نہ دیکھی تو وہین پیچھے بیٹھ گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک لپیٹ کر اونکی پاس پھینکدی اور فرمایا کہ اس چادر پر بیٹھ جاؤ جریر رضؓ نے اوسکو لیکر آنکھون سے لگایا اور اوسکو بوسہ دیکر رونے لگے اور پھر تہ کر کے آپکے پاس پھیکدی اور عرض کیا کہ مین اس قابل نہین کہ آپکے کپڑے پر بیٹھون اللہ تعالی آپکا اکرام فرماوے جیسے آپنے میرا اکرام کیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دہنے بائین دیکھکر فرمایا کہ جب تمہارے پاس کسی قوم کا کریم شخص آوے تو اوسکی تعظیم کرو اسیطرح جس شخص کا آدمی کے اوپر

قدیمی حق ہے اور اسکی تعظیم بھی ضرور ہے۔ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ جنھوں نے آپکو دودھ پلایا تھا آپ کی خدمت مین آئین آپنے اونکے لیے اپنی چادر بچھادی پھر فرمایا کہ اے مادر خوب کیا آپ تشریف لائین پھر اونکو چادر پر بٹھلا کر فرمایا کہ سفارش کرو تمہاری سفارش قبول کرونگا اور جو سوال کروگی وہ دونگا اونھون نے فرمایا کہ مین اپنی قوم کی سفارش کرتی ہون آپنے فرمایا کہ مین نے اپنا اور بنی ہاشم کا حق تمکو دیا یعنے جسقدر انکے حصہ مین لوگ آوین اونکو تمہارے حوالہ کردونگا پس ہر طرف سے لوگ اوٹھے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمنے بھی اپنا حق اونکو دیا پھر اونکے ساتھ بعد کو سلوک کیا اور خیبر مین سے اپنا حصہ اونکو بخشدیا جو حضرت عثمان غنی رضؓ نے ایک لاکھ درم کو اونسے مول لیا۔ اور بعض اوقات آپکی خدمت مین کوئی حاضر ہوا اور آپ تکیہ لگائے بیٹھے ہوتے جس مین اتنی گنجایش نہوتی کہ اوسکو اپنے ساتھ بٹھلاتے تو تکیہ کو نکال کر اوس شخص کو دیدیتے اور اگر وہ انکار کرتا تو اوسکو قسم دیکر بٹھلاتے۔ چودھوان حق یہ ہے کہ اگر صورت مسلمانون مین اصلاح کردینے کی بن سکے تو چاہیے کہ اونمین صلح کرادی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ کیا مین تمکو وہ بات نہ بتادون جو نماز اور روزون اور خیرات کے درجہ سے افضل ہو صحابہ رضؓ نے عرض کیا کہ ضرور ارشاد فرمایئے آپنے فرمایا کہ آپس مین صلح کرادینی اور باہمدگر پھوٹ ڈالنا دین کا بیڑا نیوالا ہے۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ اِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ ۔ اور حضرت انس رضؓ راوی ہین کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے کہ اتنے مین آپ اتنا ہنسے کہ آپکے سامنے کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے حضرت عمر رضؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدا ہون آپ پر میرے والدین آپ کس بات سے ہنسے آپنے فرمایا کہ میری امت کے دو شخص رب العزت کے سامنے دوزانو بیٹھے اور ایک نے عرض کیا کہ یارب میرا حق اس سے دلادے اللہ تعالی نے دوسرے کو ارشاد فرمایا کہ اپنے بھائی کا حق دیدے اوسنے عرض کیا کہ الہی میری نیکیون مین سے کچھ نہین رہا جو اوسکو حوالہ کردون اللہ تعالی نے مدعی کو فرمایا کہ اب تو کیا کریگا اوسکے پاس تو نیکیون مین سے کچھ نہین رہا اوسنے عرض کیا کہ میرے گناہ کچھ اوسپر کردیے جاوین پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھون سے آنسو جاری ہوئے اور فرمایا کہ یہ دن بڑا سخت ہے کہ آدمی کو اوس روز یہ حاجت پڑیگی کہ اوسکے گناہ کوئی اپنے ذمہ کرلے پھر آپنے فرمایا کہ اللہ تعالی نے مظلوم کو ارشاد فرمایا کہ اپنی آنکھ اوٹھا کر جنت مین نگاہ کرو وہ دیکھکر عرض کرنے لگا کہ یارب مجھے معلوم ہوتا ہے کہ چاندی کے شہر اور سونے کے محل موتیونسے جڑے ہین

حاشیہ: ح حاکم بروایت ابی الطفیل اقول یعنے فرقہ صادر مبارکہ یہ مضمون نقل کیا ہے اگرچہ قصہ نہین لکھا ح احمد بحدیث ابن عمر رض ۱۲ ح ابوداود و ترمذی بروایت ابن الاوداء ۱۲ ح ہم قصہ آپس مین صلح کرانی ہے بطرانی در بکر دوغیلی رض کہا ہے بروایت عبداللہ بن عمرو اور اس سند مین فلان ابن فلان ضعیف ہے ح حاکم اور سکو صحیح کہا ہے اور ذہبی اور ابن حبان نے اسکو ثقہ کہا ہے

یہ کسی نبی کے ہین یا صدیق یا شہید کے اللہ تعالی نے فرمایا کہ یہ اُس شخص کے ہین جو اُنکا دام دے اُسنے عرض کیا کہ پروردگار اُنکا دام کسکے پاس ہوگا ارشاد ہوا کہ تیرے پاس اُسنے عرض کیا کہ وہ کیا ہی فرمایا کہ اپنے بھائی کو معاف کردینا اُسنے عرض کیا کہ الٰہی مین نے معاف کیا اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا کہ تو اُٹھ اور اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑکے اُسکو جنت مین داخل کر پھر اپنے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی سے ڈرو اور آپسمین صلح کرتے رہو کیونکہ اللہ تعالی قیامت مین اہل ایمان کے درمیان صلح کریگا اور ایک حدیث مین ارشاد ہوا ہے لَیْسَ بِکَذَّابٍ مَنْ اَصْلَحَ بَیْنَ اثْنَیْنِ فَقَالَ خَیْرًا اَوْ نَمٰی خَیْرًا اِس سے معلوم ہوتا ہی کہ لوگون مین صلح کرا دینی واجب ہی کیونکہ جھوٹ کا ترک کرنا واجب ہی اور کوئی واجب ذمہ سے ساقط نہین ہوتا اِلّا اُس صورت مین کہ دوسرا واجب اُس سے زیادہ موکد ذمہ پر ہوجاوے تو جب دو شخصون مین صلح کرنے والا جھوٹ نہ ٹھہرا تو معلوم ہوا کہ اصلاح باہم ترک کذب کی نسبت کہ زیادہ موکد ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ح کُلُّ الْکَذِبِ مَکْتُوْبٌ اِلَّا اَنْ یَکْذِبَ الرَّجُلُ فِی الْحَرْبِ فَاِنَّ الْحَرْبَ خُدْعَۃٌ اَوْ یَکْذِبَ بَیْنَ اثْنَیْنِ فَیُصْلِحُ بَیْنَهُمَا اَوْ یَکْذِبَ بِکَلَامٍ اِلٰی اِمْرَأَتِہٖ لِیُرْضِیَهَا پندرھوان حق یہ ہی کہ سب مسلمانون کے عیبون کو چھپاوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ح مَنْ سَتَرَ عَلٰی مُسْلِمٍ سَتَرَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اور فرمایا کہ جو بندہ دوسرے کی عیب پوشی کریگا اللہ تعالی قیامت کے دن اُسکی عیب پوشی فرمائیگا - اور حضرت ابوسعید خدری رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی اپنے بھائی کا کوئی عیب دیکھے اور پھر اُسکو چھپاوے تو وہ جنت مین داخل ہوگا - اور جب ماعز نے اپنے زنا کا حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تو اسکو اپنے کپڑے کے تلے ڈھانپ لیتا تو تیرے حق مین اچھا ہوتا - اس سے معلوم ہوتا ہی کہ مسلمان کو اپنے عیب کا پوشیدہ رکھنا بھی لازم ہی اسلیے کہ اُسکے خود اسلام کا حق اُسکے ذمہ ایسا ہی واجب ہی جیسے غیر کے اسلام کا حق حضرت ابوبکر صدیق رض فرماتے ہین کہ اگر مین کسی شرابخوار کو پکڑ لیاؤن تو مجکو یہی اچھا معلوم ہوتا ہی کہ خدا تعالے اُسکا عیب چھپاوے اور اگر کسی چور کو پکڑ لاؤن تب بھی یہی اچھا معلوم ہوتا ہی کہ اللہ تعالے اُسکی عیب پوشی فرمائے - اور مروی ہی کہ حضرت عمر رض مدینہ منورہ مین ایک رات گشت فرماتے تھے آپنے ایک مرد اور ایک عورت کو زنا کرتے دیکھا صبح کو لوگون سے کہا کہ اگر بالفرض کوئی امام کسی مرد اور عورت کو زنا کرتے دیکھے اور اُن دونون کو حد مارے تو تباؤ تمھاری کیا رائے ہی اُنھون نے عرض کیا کہ آپ امام ہین آپکو غیبا ہی لیکن حضرت علی مرتضی رض نے فرمایا کہ آپ کو حد مارنا جائز نہین اور نہ تمھارے اوپر

ح

حد قائم کیجائیگی اسلیے کہ خدائے تعالیٰ نے زنا کے لیے چار شاہدون سے کم نہین فرمائے پھر آپنے چند روز توقف کرکے وہی سوال کیا اور سب لوگون نے اپنا پہلا ہی جواب دیا اور حضرت علی رضہ نے بھی وہی فرمایا جو پیشتر فرمایا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت عمر رضہ کو اس امر مین تردد تھا کہ حدود الٰہی مین امام کو اپنے علم کے بموجب حکم دینا جائز ہی یا نہین اسلیے بطور مشاورت فرضی کے اُنسے سوال کیا یہ نہ فرمایا کہ مین نے ایسا دیکھا ہی اس ڈر سے کہ کہین ایسا نہو کہ یہ امر ہمکو درست نہو تو اسصورت مین اُنکا حال بیان کرنا گالی ٹھہرے اور حضرت علی مرتضیٰ رضہ کی راے اسطرف مائل ہوئی کہ امام کو یہ امر جائز نہین اور شریعت مین عیب پوشی کے مطلوب ہونے کے لیے یہ معاملہ بہت بڑی دلیل ہی کیونکہ سب عیبون مین فاحش تر زنا ہی جسکا ثبوت چار گواہون پر ہی جو مرد کے عضو کو عورت کے عضو کے اندر اسطرح دیکھین جیسے سرمہ دانی مین سلائی اور یہ امر کبھی نہین ہوتا اور اگر قاضی اُسکو تحقیقاً معلوم بھی کرلے تو اُسکو جائز نہین کہ اُسکو افشا کرے تو باب زنا کے انسداد کی حکمت کو دیکھو کہ اُسکے لیے سزا اسقدر کرنا ہی جو سب سے بڑی سزا ہی مگر اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی کو بھی تامل کرو کہ اپنی مخلوق کے گناہگارون پر کیسا بھاری پردہ ڈالا ہی کہ زنا کا حال کھلنے کا رستہ تنگ کردیا ہی ہمکو توقع ہی کہ قیامت کے دن اُسکے اس کرم عمیم سے ہم محروم نہ رہین کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کا عیب دنیا مین چھپاتا ہی تو اُسکا کرم اس بات کا مقتضی کب ہوگا کہ قیامت مین اُسکو فاش کرے اور اگر دنیا مین فاش کریگا تو اس بات سے کریم تر ہی کہ دوبارہ اُسکو فاش کرے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضہ روایت کرتے ہین کہ ایک رات مین مدینہ منورہ مین ہمراہ حضرت عمر رضہ کے گشت کرتا تھا کہ اتنے مین ہمکو ایک چراغ معلوم ہوا ہم اُسکی طرف کو چلے جب اُسکے قریب پہونچے تو دیکھا کہ ایک دروازہ بند ہی اور مکان کے اندر لوگ شور و غل مچا رہے ہین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ تمکو معلوم ہی کہ کسکا گھر ہی مین نے کہا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ یہ گھر ربیعہ بن اُمیہ کا ہی اور یہ لوگ اسوقت متوالے ہین تمھاری کیا راے ہی اُنکو گرفتار کرین مین نے کہا کہ ہم نے وہ کام کیا جسکو اللہ تعالےٰ نے منع فرمایا ہی چنانچہ ارشاد ہی وَلَا تَجَسَّسُوْا یعنی بھید کی تلاش مت کرو پس حضرت عمر رضہ انکو ویسے ہی چھوڑکر واپس چلے آئے اِس سے معلوم ہوتا ہی کہ عیب کا چھپانا اور اُسکے درپے نہونا واجب ہی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضہ کو فرمایا کہ اگر تم لوگون کے عیبون کے درپے ہوگے تو اُنکو خراب کردوگے یا قریب ہی کہ اُنکو بگاڑ دوگے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اے گروہ اُن لوگون کی جو زبان سے ایمان لائے اور دل مین

ایمان

ایمان داخل نہین ہوا مسلمانون کی غیبت مت کر اور اُنکے عیوب کے درپے نہوا سلیے کہ جو شخص اپنے بھائی مسلمان کے عیب کے درپے ہوتا ہی اللہ تعالی اُسکے عیب کے درپے ہوتا ہی اور جس شخص کے عیب کے درپے خدائے تعالے ہوتا ہی وہ اُسکو رسوا کر دیتا ہی گو اپنے گھر کے اندر ہی رہے - اور حضرت ابوبکر صدیق رض فرماتے ہین کہ اگر بالفرض مین کسی شخص کو حدود الٰہی مین سے کسی حد پر دیکھون تو مین اُسکو گرفتار نہ کرون اور نہ اُسکے لیے کسی کو بلاؤن یہان تک کہ میرے ساتھ کوئی دوسرا ہو یعنے دو شاہد ہونے سے البتہ قابل مواخذہ ہو جائیگا - اور کسی بزرگ نے فرمایا کہ مین حضرت ابن مسعود رض کی خدمت مین تھا کہ ایک شخص دوسرے کو پکڑ کر آپ کے پاس لایا اور عرض کیا کہ یہ متوالا ہی آپ نے فرمایا کہ اسکو سونگھو لوگون نے سونگھا تو معلوم ہوا کہ واقع مین شراب پی ہی آپ نے اُسکو قید کیا یہان تک کہ اُسکا خمار جاتا رہا پھر ایک گھوڑا منگایا اور اُسکی چوٹی کی گرہ کھولدی اور جلاّد کو فرمایا کہ اسکے کوڑے لگاؤ اور ہاتھ کو اونچا کر کے لگانا اور سب اعضا پر متفرق لگانا جلاّد نے تعمیل ارشاد کی وہ شخص قبا یا کرتہ پہنے ہوے تھا جب جلاّد کوڑے سے فارغ ہوا تو جو شخص اُس مجرم کو لایا تھا اُس سے آپ نے پوچھا کہ تو مجرم کا کون ہی اُسنے کہا کہ مین اسکا چچا ہون آپ نے فرمایا کہ تو نے اسکی تعلیم اور تادیب خوب نہ کی اور نہ اُسکی عیب پوشی کی اور امام کو چاہیے کہ جب حد اُس تک پہونچے تو اُسکی تعمیل کرے اللہ تعالی بہت معاف کرنے والا ہی اور معاف کرنے کو پسند فرماتا ہی پھر آپ نے یہ آیت پڑھی وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا الآیہ پھر فرمایا کہ مجھے یاد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول کس شخص کا ہاتھ کاٹا تھا آپکی خدمت مین ایک چور حاضر کیا گیا آپ نے اُسکا ہاتھ قطع کیا مگر گویا آپکا چہرہ مکدر ہو گیا لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے گویا اسکا ہاتھ کاٹنا برا جانا آپ نے فرمایا کہ مجکو برا نہ جاننے کا مانع کون بات ہی اپنے بھائی پر شیطان کے مددگار مت بنو اُنھون نے عرض کیا کہ پھر آپ نے معاف کیون نہ فرمادیا آپ نے فرمایا کہ حاکم کو چاہیے کہ جب حد اُس تک پہونچ جاوے تو اُسکو جاری کرے اللہ تعالی بہت درگذر کرتا ہی اور درگذر کرنے کو پسند کرتا ہی پھر آپ نے یہ آیت پڑھی وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا اَلَا تُحِبُّونَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور ایک روایت مین یون ہی کہ ہاتھ کاٹنے کے بعد آپکا چہرہ ایسا متغیر ہو گیا گویا چہرہ مبارک پر راکھ پڑ گئی ہی - اور مروی ہی کہ حضرت عمر رض مدینہ منورہ مین رات کو گشت کر رہے تھے کہ ایک مکان مین سے ایک مرد کے گانے کی آواز سُنی آپ دیوار پر چڑھ گئے دیکھا تو اُسکے پاس ایک عورت اور شیشہ شراب موجود ہی آپ نے فرمایا کہ اے خدا کے دشمن کیا تو یہ سمجھتا ہی کہ خدائے تعالے تیری پردہ پوشی فرمائیگا اور تو اُسکی نافرمانی کرتا رہیگا اُسنے عرض کیا کہ اے امیر المومنین آپ جلدی نہ فرمایئے

اگر مین نے ایک بات مین خدائے تعالے کی نافرمانی کی تو آپنے تین باتون مین نافرمانی کی
اسکا ارشاد ہی وَلَا تَجَسَّسُوْا حالانکہ آپنے تجسس کیا اور آسنے فرمایا ہی وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ
مِنْ ظُهُوْرِهَا اور آپ میرے پاس دیوار پھاندکر آئے اور وہ فرماتا ہی لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ
حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا اور آپ میرے گھر مین بدون اجازت اور سلام کے چلے آئے
حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ بھلا اگر مین تجکو چھوڑدون تو کچھ آگے کو درست ہوجائیگا اُسنے عرض کیا
کہ یا امیر المومنین اگر آپ مجکو معاف کرینگے تو مین ایسی حرکت کے گرد کبھی نہ پھرونگا آپ نے اسکو اُسی
حالت پر چھوڑکر معاودت فرمائی - اور ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضہ سے کہا کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے قیامت کے دن کی سرگوشی کے باب مین کسطرح سُنا ہی آپ نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہی کہ اللہ تعالی ایماندار کو اپنے قریب بلاویگا اور اُسکے اوپر اپنا سایہ رحمت
کرکے لوگون سے چھپائیگا اور فرمائیگا کہ تو فلان گناہ پہچانتا ہی فلان گناہ پہچانتا ہی وہ عرض کریگا یارب
ہان پہچانتا ہون یہان تک کہ جب اُس سے اُسکے گناہون کا اقرار لیگا اور وہ اپنے دل مین سمجھیگا
کہ مین تباہ ہوا اُس سے ارشاد فرمائیگا کہ مین نے تیرے بندہ مین نے تیری عیب پوشی دنیا مین اسلیے کی تھی
کہ آج تیری خطاؤن کو معاف کردون پھر اُسکو نیکیون کا نامہ دیا جاویگا اور کافرون اور منافقون کا یہ حال
ہوگا کہ اُنپر گواہ کہینگے کہ یہ وہی لوگ ہین جنھون نے اپنے رب پر جھوٹ بولا آگاہ رہو اللہ کی
لعنت ہی ظالمون پر - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا كُلُّ اُمَّتِيْ مُعَافًى اِلَّا الْمُجَاهِرِيْنَ
اور وہ شخص بھی مجاہر ہوگا جو برا عمل خفیہ کرے پھر اُسکی اطلاع کردے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہین مَنِ اسْتَمَعَ سِرَّ قَوْمٍ وَهُمْ لَهٗ كَارِهُوْنَ صُبَّ فِيْ اُذُنَيْهِ الْاٰنُكُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
سولھوان حق یہ ہی کہ تہمت کی جگہون سے احتراز کرے تاکہ اہل اسلام کے دل بدگمانی سے اور اُنکی
زبانین غیبت سے بچی رہین کیونکہ اگر وہ اُسکو برا کہکر خدائے تعالے کی نافرمانی کرینگے اور اِس
معصیت کا باعث وہی شخص ہوگا تو وہ بھی اُنمین شریک ہوگا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی
وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم فرماتے ہین کہ جو شخص اپنے ان باپ کو گالی دے وہ تمھارے نزدیک کیسا ہی لوگون نے عرض کیا
کہ بھلا کوئی اپنے ان باپ کو گالی دیتا ہی آپ نے فرمایا کہ ہان دوسرے کے ان باپ کو گالی دیتا ہی تو دوسرا
اُسکے ان باپ کو گالی دیتا ہی - حاصل یہ ہی کہ معصیت کا باعث ہونا ایسا ہی گویا خود اُسکا مرتکب ہوا
اور حضرت انس رضہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بی بی سے گفتگو فرمائی

کہ اتنے مین کوئی شخص گذرا آپنے اوسکو بلاکر فرمایا کہ یہ میری بی بی صفیہ ہی اوسنے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مین کسی پر کو گمان کرتا تو یہ نہین تھا کہ آپ پر گمان کرون آپنے ارشاد فرمایا کہ شیطان آدمی مین اوسکی خون کی جگہ چلتا ہے اور ایک روایت مین یون ہے کہ عشرہ آخر رمضان مین آپ اعتکاف مین تھے اور دو شخص گذرے اونسے فرمایا عَلٰی رِسْلِکُمَا اِنَّھَا صَفِیَّۃُ اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ یَّقْذِفَ فِیْ قُلُوْبِکُمَا شَرًّا - اور حضرت عمر رض فرمایا ہی کہ جو شخص اپنے آپ کو تہمتون کی جگہ مین کھڑا کریگا تو پھر اگر اوسپر کوئی بدگمانی کریگا تو پھر اپنے نفس کی اور کسی کو ملامت نکریگا کیونکہ نہ ایسا کرتا نہ کوئی بدگمان ہوتا - اور حضرت عمر رض نے ایک شخص کو دیکھا کہ رستہ پر ایک عورت سے باتین کرتا ہی آپ اوسکو درہ سے مارنے لگے اوسنے عرض کیا کہ یا امیر المومنین یہ میری بی بی ہی آپنے فرمایا کہ پھر ایسی جگہ کیون نہین باتین کرتا جہان تجکو لوگ نہ دیکھین - ستر ہوان حق یہ ہے کہ جس شخص کے عندیہ مین اپنی قدر و منزلت ہو اگر اوس سے کسی دوسرے کو کام پڑے تو اوس سے کسی کی سفارش کردے اور اوسکی مطلب براری کی لیے جو کچھ اپنے آپسے ہوسکے کر گذرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اِنِّیْ اُوْتٰی وَاُسْاَلُ وَتُطْلَبُ اِلَیَّ الْحَاجَۃُ وَاَنْتُمْ عِنْدِیْ فَاشْفَعُوْا لِتُؤْجَرُوْا وَلْیَقْضِ اللّٰہُ عَلٰی یَدَیْ نَبِیِّہٖ مَا اَحَبَّ - اور حضرت معاویہ رض راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری سامنے سفارش کیا کرو تاکہ تمکو ثواب ملے اور مین کوئی معاملہ کرنا چاہتا ہون لیکن اوس مین دیر لگاتا ہون کہ تم میری سامنے سفارش کرو اور ثواب پاؤ - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ کوئی صدقہ زبان کی صدقہ سے افضل نہین کسی نے پوچھا زبان کا صدقہ کسطرح ہوتا ہی فرمایا کہ سفارش کرنے سے کہ اوسکے باعث خون محفوظ ہو جاتا ہی اور دوسرے کو فائدہ پہونچتا ہی اور غیر سے بلا ٹلتی ہی - اور عکرمہ رض حضرت ابن عباس رض سے راوی ہین کہ بریرہ کا شوہر ایک غلام مغیث نام تھا اوسکی صورت گویا میری سامنے ہی کہ بریرہ کی پیچھے کھڑا رو رہا ہے اور اوسکے آنسو اڑھی پر جاری ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رض سے فرمایا کہ عجیب بات ہی کہ مغیث بریرہ کو اتنا چاہتا ہی اور بریرہ اوس سے بشدت متنفر ہی پھر آپنے بریرہ کو فرمایا کہ خوب ہو جو تو اوسکے پاس پھر جاوے کہ وہ تیرے بچہ کا باپ ہی اوسنے عرض کیا کہ اگر آپ مجکو حکم فرماتے ہین تو مین ایسا ہی کرون آپنے فرمایا کہ مین حکم تو نہین کرتا ہون بلکہ سفارش کرتا ہون -

اٹھارہوان حق یہ ہی کہ ہر ایک مسلمان ہی کلام سے پیشتر سلام سے ابتدا کرے اور سلام کے وقت مصافحہ کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو شخص سلام سے پیشتر کلام شروع کرے تو

اوسکو جواب مت دو جبتک کہ اول سلام نہ کرلے۔ اور ایک صحابی کہتے ہین کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور سلام نکیا اور نہ اجازت مانگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہٹ جا اور یہ کہہ کہ السلام علیکم مجھے اندر آنے کی اجازت ہے۔ اور حضرت جابرؓ راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اپنے گھرون مین جاؤ تو گھر والون پر سلام کرو کیونکہ جب کوئی تم مین سے سلام کرتا ہے تو اوسکے گھر مین شیطان نہین آتا۔ اور حضرت انس رضؓ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت آٹھ برس کی اپنے مجکو ارشاد فرمایا کہ اے انس وضو پورا کیا کر کہ اس سے تیری عمر زیادہ ہوگی اور میری امت مین سے جس سے ملو اوس سے سلام کیا کر کہ تیری نیکیان زیادہ ہونگی اور جب تو اپنے گھر مین داخل ہو تو گھر والون کو سلام کیا کر تیرے گھر مین برکت بہت ہوگی اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا أَفَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ اور فرمایا جب مسلمان دوسرے پر سلام کرتا ہے اور وہ جواب دیتا ہے تو فرشتے اوسپر ہر بار رحمت بھیجتے ہین اور فرمایا کہ جب مسلمان دوسرے پر گذرتا ہے اور سلام نہین کرتا تو فرشتے تعجب کرتے ہین يَسْلَمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِي وَإِذَا سَلَّمَ مِنَ الْقَوْمِ وَاحِدٌ أَجْزَأَ عَنْهُمْ اور حضرت قتادہ رضؓ سے منقول ہے کہ پہلے لوگون کی ملاقات کا تحفہ سجدہ تھا اللہ تعالیٰ نے اس امت کا تحفہ سلام عطا فرمایا اور یہ تحفہ اہل جنت کا ہے اور ابو مسلم خولانی جب کسی قوم مین گذرتے تو سلام نکرتے اور کہا کرتے کہ اور تو کوئی وجہ سلام نکرنیکی نہین ہے مگر مجھے یہ ڈر رہتا ہے کہ کہین ایسا نہو کہ لوگ میرے سلام کا جواب نہین اور فرشتے اوسپر لعنت کرین اور سلام کے ساتھ مصافحہ بھی سنت ہے۔ اور ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور کہا السلام علیکم آپنے فرمایا کہ اسکے واسطے دس نیکیان ہین پھر دوسرا شخص آیا اور کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ آپنے فرمایا بیس پھر اور آیا اور کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپنے فرمایا تیس۔ اور حضرت انسؓ کا دستور تھا کہ لڑکون کے پاس کو جاتے تو اونسے سلام کرتے اور فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے۔ اور عبد الحمید بن بہرام سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ مسجد مین تشریف لیگئے اور ایک جماعت عورتون کی بیٹھی تھی آپنے اپنے دست مبارک سے سلام کا اشارہ فرمایا اور عبد الحمید راوی حدیث نے بھی اس حدیث کی بیان کرتے وقت ہاتھ سے اشارہ کیا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا لَا تَبْدَءُوا الْيَهُودَ وَلَا النَّصَارَى بِالسَّلَامِ وَإِذَا لَقِيتُمْ أَحَدَهُمْ

فی الطریق فاضطروھم الی اضیقہ۔ اور حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تصافحوا اھل الذمۃ ولا تبدؤھم بالسلام فاذا لقیتموھم فی الطریق فاضطروھم الی اضیقہ۔ اور حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہین کہ یہود کی ایک قوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئی اور کہا السام علیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علیکم حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہین کہ مین نے کہا بل علیکم السام واللعنۃ آپنے فرمایا کہ اے عائشہ اللہ تعالی نرمی کو پسند فرماتا ہے حضرت عائشہ رضؓ نے عرض کیا کہ آپنے سنا نہین انھون نے کیا کہا آپنے فرمایا کہ مین نے کہدیا علیکم۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا یسلم الراکب علی الماشی والماشی علی القاعد والقلیل علی الکثیر والصغیر علی الکبیر۔ اور فرمایا کہ یہود اور نصاری کی مشابہت مت کرو کہ یہودیون کا سلام انگلیون کے اشارہ سے ہے اور نصاری کا سلام ہتھیلیون کے اشارہ سے ابو عیسی صاحب ترمذی نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے۔ اور ایک حدیث مین فرمایا کہ جب کوئی تم مین سے کسی مجلس مین آوے تو چاہیے کہ سلام کرے اور اگر مرضی ہو تو بیٹھ جاوے پھر جب کھڑا ہو تو سلام کرے اور اگر مرضی ہو دوسرے کی نسبت کر زیادہ مستحق نہین۔ اور حضرت انسؓ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دو ایماندار ملتے ہین اور مصافحہ کرتے ہین تو اون دونون مین ستر رحمتین تقسیم کیجاتی ہین انمین سے اوسکو ملتی ہین جو ہم دونون مین سے زیادہ کشادہ پیشانی ہو۔ اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیز کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جب دو مسلمان ملتے ہین اور ایک دوسرے کو سلام کرتے ہین اور مصافحہ کرتے ہین تو اون دونون کے درمیان سو رحمتین نازل ہوتی ہین نوے تو ابتدا کرنیوالیکو ملتی ہین اور دس دوسرے کو۔ اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ مصافحہ دوستی بڑھاتا ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحفہ تمہارے آپس کے سلام کا مصافحہ ہے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ مسلمان کا بوسہ دینا اپنے بھائی کو مصافحہ ہے۔ اور جو شخص دین کا بزرگ ہو اوسکے ہاتھہ کو بوسہ دینا برکت حاصل کرنیکے لیے اور اوسکی تعظیم کرنیکے لیے مضائقہ نہین۔ اور حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہین کہ ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو بوسہ دیا ہے۔ اور کعب بن مالکؓ راوی ہین کہ جب میری توبہ نازل ہوئی تو مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا اور آپ کے ہاتھہ کو بوسہ دیا۔ اور مروی ہے کہ ایک اعرابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجکو اجازت دیجیے کہ آپکے سر اور ہاتھہ کو بوسہ دون آپنے اجازت دیدی اوسنے بوسہ روی و سر مبارک کو دیا۔ اور حضرت ابو عبیدہ رضؓ حضرت عمرؓ سے ملے تو آپ سے مصافحہ کیا اور ہاتھہ کو بوسہ دیا

اور دونون چیخکر رونے لگے - اور حضرت بہار بن عازبؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے تھے کہ مین نے سلام کیا آپنے جواب سلام نہ دیا یہانتک کہ وضو سے فارغ ہوا اور سو وقت جواب سلام دیا اور ہاتہ بڑہاکر مصافحہ کیا مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین جانتا تھا کہ مصافحہ کرنا عجمیون کی عادت ہی آپنے فرمایا کہ دو مسلمان جب ملتے ہین اور مصافحہ کرتے ہین تو اون دونون کے گناہ جھڑ جاتے ہین - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جب آدمی کسی قوم پر گذرے اور اونپر سلام کرے اور وہ جواب سلام دین تو اوسکو اونپر ایک درجہ کی زیادتی ہوگی کہ اونکو سلام یاد دلایا اور اگر اوسکے سلام کا جواب دینگے تو جو جماعت اونسے بہتر اور طیب خواہ افضل ہوگی وہ اوسکے سلام کا جواب دیگی (یعنے فرشتے جواب سلام دینگے) اور سلام کے وقت جھکنا ممنوع ہی حضرت انسؓ فرماتے ہین کہ ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ ہم مین سے کوئی دوسرے کیلیے جھکے یا نہین آپنے فرمایا کہ نہین عرض کیا کہ ایک دوسرے کو بوسہ دے یا نہین آپنے فرمایا نہین عرض کیا کہ باہم مصافحہ کرے یا نہین آپنے فرمایا ہان - اور معانقہ اور بوسہ کے باب مین سفر سے آنیکے وقت حدیث وارد ہے اور حضرت ابوذرؓ فرماتے ہین کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ملا ہون تبھی آپنے مجھسے مصافحہ کیا ہی اور ایک روز آپنے مجکو تلاش کیا مین گھر پر نتھا جب مجکو معلوم ہوا تو حاضر ہوا آپ تخت پر رونق افروز تھے مجھسے معانقہ فرمایا - اس سے معلوم ہوا کہ معانقہ بہت اچھا ہی اور علما کی تعظیم کیلیے رکاب کا تھامنا آثار مین آیا ہی چنانچہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت زید بن ثابت کی رکاب تھامی تھی اور حضرت عمرؓ نے بھی آپ کی رکاب تھامی یہانتک کہ آپ سوار ہوگئے اور فرمایا کہ زید بن ثابت اور اونکے ساتھیون سے ایسا ہی کیا کرو - اور کسی کی تعظیم کیلیے کھڑا ہوجانا مکروہ ہی بشرطیکہ وہ شخص اسکا طالب نہو اور اگر وہ خود چاہی کہ لوگ میری عظمت کرین اور کھڑے ہون تو اس صورت مین کھڑا ہونا مکروہ ہی حضرت انسؓ فرماتے ہین کہ ہم لوگون کے نزدیک کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب نتھا مگر ہمارا دستور تھا کہ جب آپکو دیکھتے تھے تو کھڑے نہوتے تھے اسلیے کہ جانتے تھے کہ یہ امر آپکو ناپسند ہی - اور مروی ہی کہ آپنے ایک بار فرمایا کہ جب تم مجکو دیکھو تو کھڑے مت ہو جیسے عجمی کرتے ہین اور فرمایا مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَمْثُلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ - اور فرمایا لَا يُقِيْمُ الرَّجُلُ الرَّجُلَ عَنْ مَجْلِسِهٖ ثُمَّ يَجْلِسُ فِيْهِ وَلٰكِنْ تَوَسَّعُوْا وَتَفَسَّحُوْا - اور اس امر سے اکابر سلف احتراز کرتے تھے اسی نبی کی سبب سے - اور فرمایا کہ جب لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھ چکین اور کوئی شخص اپنے بھائی کو بلاوے اور اوسکو جگہ دیوے تو اوسکو

ح لغات الصالحین ترجمہ ریاض الصالحین ۱۲ ح ترمذی ابوداؤد ح ترمذی ابوداؤد ح ابوداؤد ح ترمذی ح ابوداؤد

اسکے پاس چلا جانا چاہیے کیونکہ اُسنے اپنے بھائی کا اکرام کیا اور اگر اُسنے جگہ نہ دی تو یہ شخص جہاں زیادہ وسعت پاوے وہاں بیٹھ جاوے۔ اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھنے کی جگہ نہ ملی اس وقت میں کسی نے سلام کیا آپ نے جواب نہ دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص قضاء حاجت میں مصروف اُسکو سلام کرنا مکروہ ہے اور یہ بھی مکروہ ہے کہ سلام اس طرح ابتداء کرے کہ علیک السلام اس لفظ کو ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کہا تھا آپنے فرمایا کہ علیک السلام مُردہ کا تحفہ ہے اسکو تین بار فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے ملے تو یوں کہنا چاہیے السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اور جو شخص کسی مجلس میں آوے اور سلام کرے اور جگہ بیٹھنے کی نہ پاوے تو چاہیے کہ وہاں سے واپس نہ جاوے بلکہ صف کے پیچھے بیٹھ جاوے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں تین شخص آئے انمیں سے دو آپ کی طرف بڑھے ایک کو تو تھوڑی سی جگہ مل گئی وہ انمیں بیٹھ گیا اور دوسرا لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا الٹے پھیر کر چلا گیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو فرمایا کہ ان تینوں شخصوں کا حال میں تمسے کہتا ہوں کہ ایک تو اللہ تعالیٰ کی طرف ملک رہا اسکو اللہ تعالیٰ نے جگہ دی اور دوسرے نے حیا اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے اس سے حیا کی اور تیسرے نے روگردانی کی تو اللہ تعالیٰ نے اس سے روگردانی کی۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ إِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ أَنْ يَتَفَرَّقَا اور حضرت ام ہانی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپنے پوچھا کہ یہ کون ہے کسی نے عرض کیا کہ ام ہانی ہیں آپنے فرمایا کہ مرحبا ام ہانی

آٹھواں حق یہ ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کی عزت اور جان اور مال کو ظالم سے بچاوے بشرطیکہ بچانے پر قادر ہو اور ظالم کو اُس پر سے دفع کرے اور اُسکی طرف ہو کر ظالم سے لڑے اور مظلوم کی مدد کرے کہ اخوت اسلامی کی مقتضا سے یہ امر آدمی پر واجب ہے حضرت ابو درداء رضہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے دوسرے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے برا کہا اور کسی نے دوسرے کی طرف ہو کر اسکو روکا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ أَخِيهِ كَانَ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جو مرد مسلمان اپنے بھائی کی عزت بچائیگا اللہ تعالیٰ پر ضرور ہے کہ قیامت کے دن اسکو آتش دوزخ سے بچائے۔ اور حضرت انس رضہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے سامنے اُسکے کسی بھائی مسلمان کا ذکر ہوا اور وہ اُسکی مدد کی طاقت رکھتا ہو اور مدد کرے تو اللہ تعالیٰ اُس سے دنیا و آخرت میں دھر کیجگہ کریگا اور جسکے پاس کسی بھائی مسلمان کا ذکر ہوا اور وہ اُسکی مدد کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اُسکی مدد کریگا اور

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جو کوئی اپنے بھائی مسلمان کی عزت دنیا میں بچائیگا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسکے لیے ایک فرشتہ بھیجیگا کہ اسکو دوزخ سے بچائے۔ اور حضرت جابر اور ابو طلحہ رضہ فرماتے ہیں کہ ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپنے فرمایا کہ جو مسلمان دوسرے مسلمان کی نصرت ایسی جگہ کرے کہ وہان اسکی بیحتک عزت اور زوال حرمت ہو تو اللہ تعالیٰ اسکی نصرت ایسی جگہ میں کریگا جہان اسکا دل نصرت کو چاہتا ہوگا اور جو شخص کسی مسلمان کی فرمداری ایسے موقع میں نہ کریگا جہان اسکی حرمت جاتی ہو تو اللہ تعالیٰ اسکو ایسے موقع میں بے یار و مددگار چھوڑیگا جہان اسکو مدد کا ملنا محبوب ہوگا بلیسوان حق یہ ہے کہ اسکی چھینک کا جواب دے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ چھینکنے والا کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ اور جسکا جواب دے وہ یہ کہے یَرْحَمُکُمُ اللّٰہُ اور چھینکنے والا پھر اسکو کہے یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو تعلیم کیا کرتے اور فرماتے کہ جب کوئی تم میں سے چھینکے تو یوں کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ جب وہ یہ کہے تو جو شخص اسکے پاس ہو وہ کہے یَرْحَمُکَ اللّٰہُ اور جب پاس والے یہ کہیں تو چھینکنے والا یہ کہے یَغْفِرُ اللّٰہُ لِیْ وَلَکُمْ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھینکنے والے کو جواب دیا اور دوسرے کو نہ دیا دوسرے نے اسکی وجہ پوچھی آپنے فرمایا کہ اسنے خدائے تعالیٰ کا شکر کیا اور تو چپ ہو رہا۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ مسلمان کو تین بار چھینکنے کا جواب دیا جائے اور زیادہ وہ چھینکنے تو زکام ہے۔ اور ترمذی نے کہا کہ آپنے ایک چھینکنے والے کو تین بار جواب دیا جب اسنے اور چھینکا تو آپنے فرمایا کہ تجکو زکام ہوگیا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب چھینکتے تو آواز پست کرتے اور ملک کپڑے یا ہاتھ سے چھپا لیتے اور ایک روایت میں ہے کہ منہ ڈھانپ لیتے تھے۔ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس توقع پر چھینکتے کہ آپ یَرْحَمُکُمُ اللّٰہُ فرماوین مگر آپ یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ فرمایا کرتے۔ اور عبد اللہ بن عامر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چھینکا اور کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ کَمَا یُحِبُّ رَبُّنَا وَیَرْضٰی وَبَعْدَ مَا یَرْضٰی وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ پھر جب آپنے سلام پھیرا تو استفسار فرمایا کہ یہ کلمات کسنے کہے تھے اس شخص نے عرض کیا کہ میں نے کہے تھے اور میری نیت اسکے کہنے سے خیر ہی کی تھی آپنے فرمایا کہ میں نے بارہ فرشتوں کو دیکھا کہ ہر ایک انکی طرف مبادرت کرتا تھا کہ کون انکو لکھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس چھینک ہو اور وہ پہلے الحمد للہ کہے تو اسکو درد گردہ نہوگا۔ اور ایک حدیث میں فرمایا اَلْعُطَاسُ مِنَ اللّٰہِ وَالتَّثَاؤُبُ

مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَضَعْ يَدَهُ عَلَى فِيهِ فَإِذَا قَالَ آهْ آهْ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَضْحَكُ مِنْ جَوْفِهِ اور حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہین کہ جب آدمی استنجا کرنے کی حالت مین چھینکے تو اللہ تعالی کا ذکر کرنے مین کچھ مضائقہ نہین اور حضرت حسن بصری فرماتے ہین کہ اپنے جی مین الحمد للہ کہہ لے - اور کعب احبار رضہ حضرت موسی علیہ السلام کا حال فرماتے ہین کہ آپنے جناب احدیت مین عرض کیا کہ الٰہی تو قریب ہے کہ مین آہستہ کہکر تجھسے کہون یا بعید ہے کہ تجھکو آواز دون ارشاد ہوا کہ جو کوئی مجھکو یاد کرتا ہے مین اسکا جلیس ہون عرض کیا کہ ہم ایسے حال مین ہوتے ہین کہ آپکو یاد کرنا ناخوش ہو جیسے جنابت اور قضاء حاجت ہے ارشاد ہوا کہ میرا ذکر ہر حال مین کرو -

اکیسوان حق یہ ہے کہ اگر کسی شر پر سے پالا پڑے تو چاہیے کہ اس سے خوش خلقی کرکے محفوظ رہے بعض اکابر فرماتے ہین کہ ایماندار سے اخلاص دلی کرنی چاہیے اور بدکار سے اسکے کردار کے مخالف کام کرنا چاہیے کیونکہ وہ ظاہری خوش خلقی سے راضی ہو جاتا ہے حضرت ابو درداء رضہ فرماتے ہین کہ ہم بعض لوگون کے سامنے ہنستے ہین اور ہمارے دل انکو لعنت کرتے ہین اور یہی ہوشیاری کے معنے یہی ہین اور یہ امر ایسے ہی لوگون کے ساتھ ہوتا ہے جنکے شر سے ڈر ہو اللہ تعالی فرماتا ہے اِدْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ اور حضرت ابن عباس رضہ وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ کی تفسیر مین فرماتے ہین کہ سیئہ سے مراد فحش و ایذا ہے اور حسنہ سے سلام اور مدارات - اور آیت وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ مین فرماتے ہین کہ خوف و حیا اور مدارات سے مراد ہے - اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آنے کی اجازت چاہی آپنے فرمایا کہ اسکو آنے دو کہ یہ اپنی قوم مین نہایت برا شخص ہے جب وہ اندر آیا تو آپنے اس سے ایسی نرمی باتون مین فرمائی کہ مجھکو یہ گمان ہوا کہ آپ کے نزدیک اسکی کچھ عزت ہے جب وہ چلا گیا تو مین نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ جسوقت وہ آیا تھا اسوقت تو آپنے وہ کچھ فرمایا پھر اسکے ساتھ نرم گفتگو فرمائی آپنے فرمایا کہ اے عائشہ خدائے تعالی کے نزدیک قیامت کے دن سب مین برا مرتبہ اس شخص کا ہوگا جسکو اسکے فحش کے خوف سے چھوڑ دین - اور ایک حدیث مین ہے کہ جس چیز کو دیکر آدمی اپنی عزت بچاوے وہ اسکے حق مین صدقہ ہے اور آثار مین وارد ہے کہ لوگون سے اختلاط انکے اعمال کے بموجب کرو اور دلون سے انسے علحدہ رہو - اور محمد بن حنفیہ رضہ فرماتے ہین کہ جو شخص ایسے لوگون سے جنکی صحبت سے مفر نہین باخلاق پیش نہ آوے جبتک کہ خدائے تعالی کوئی راہ نکالے تو وہ دانشمند نہین

بائیسوان حق یہ ہے کہ تونگرون کے پاس بیٹھنے سے احتراز کرے اور مساکین سے اختلاط رکھے

اور یتیمون کے ساتھ سلوک کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ اَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ احْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ اور حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے عہد سلطنت مین جب مسجد مین داخل ہوتے اور کسی مسکین کو دیکھتے تو اُسکے پاس بیٹھتے اور فرماتے کہ مسکین دوسرے مسکین کا ہمنشین ہوا اور کہتے ہین کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کسی لفظ سے پکارا جانا اتنا محبوب نہ تھا جتنا یا مسکین کہہ کر پکارا جانا اچھا معلوم ہوتا تھا۔ اور کعب احبار رضی سے مروی ہے کہ قرآن مین جس جگہ یا ایہا الذین آمنوا ہے وہ توریت مین یا ایہا المساکین ہے۔ اور عبادہ بن صامت رضی فرماتے ہین کہ دوزخ کے سات دروازے ہین جن مین تو انگرون کے لیے ہین اور تین عورتون کے لیے اور ایک فقرا اور مساکین کے واسطے ہے۔ اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ مین نے سنا ہے کہ کسی نبی نے جناب الٰہی مین عرض کیا کہ الٰہی مین کس طرح جانون کہ تو مجھسے راضی ہے ارشاد ہوا کہ ان باتون کو دیکھ لے کہ مساکین تجھسے راضی ہین۔ اور ایک حدیث مین ارشاد ہے کہ اپنے آپ کو مُردون کے پاس بیٹھنے سے بچاؤ لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مُردے کون ہین آپ نے فرمایا کہ تو انگر۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ الٰہی مین تجھکو کہان تلاش کرون ارشاد ہوا کہ شکستہ دلون کے پاس۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ فاجر کی نعمت پر رشک مت کرو کیونکہ تمکو معلوم نہین کہ مرنے کے بعد اُسکا کیا حال ہوگا اُسکے پیچھے تو ایک طالب جلد باز لگا ہوا ہے اور یتیم کی تیمارداری کے فضائل ان روایات سے معلوم ہوتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کہ کسی ایسے یتیم کو اپنے پاس بالغ ہونے تک رکھے جسکے ماں باپ مسلمان تھے تو اُسکے لیے قطعاً جنت واجب ہے اور فرمایا اَنَا وَکَافِلُ الْیَتِیْمِ کَھَاتَیْنِ فِی الْجَنَّۃِ وَاَشَارَ بِاُصْبُعَیْہِ اور فرمایا جو شخص یتیم کے سر پر رحم کا ہاتھ پھیرے تو جتنے بالون پر کہ اُسکا ہاتھ گذریگا ہر ایک بال کے عوض مین ایک نیکی اُسکو ملیگی۔ اور فرمایا کہ مسلمانون کے گھرون مین سے اچھا وہ ہے جس مین یتیم ہو اور اُسکے ساتھ سلوک کیا جاتا ہو اور مسلمانون کے گھرون مین برا گھر وہ ہے جس مین یتیم ہو اور اُسکے ساتھ برائی کیجاتی ہو تیئیسوان حق یہ ہے کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کرے اور اُسکے دل مین خوشی داخل کرنے کی کوشش کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ اور فرمایا اِنَّ لِلّٰہِ مَلَکًا یَتْبَعُ عَوْرَاتِ اِخْوَانِہٖ فَاِذَا رَاٰی فِیْہِ شَیْئًا اَقَالَہٗ مِنْہُ اور فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کردے تو گویا تمام عمر اللہ تعالیٰ کی خدمت کرے۔ اور فرمایا کہ جو شخص کسی ایماندار کو راحت پہونچاوے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُسکو آرام دیگا۔ اور فرمایا کہ جو شخص رات خورد مین

ای فقرہ کو کہ کہ کہ اللہ علیہ وسلم کی دعا مانگا کرتے تھے اور اسکو مسکینون کی جماعت مین حشر کی دعا کرنا بیان کیا ہے ابن ماجہ و حاکم نے روایت کی ہے ابن ماجہ نے روایت کی ہے ترمذی نے روایت کی ہے حاکم نے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے ابن ماجہ نے روایت کی ہے ابو داؤد نے روایت کی ہے ترمذی نے روایت کی ہے حاکم نے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے ابن ماجہ نے روایت کی ہے ابو داؤد نے روایت کی ہے ترمذی نے روایت کی ہے حاکم نے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے

ایکساعت اپنے بھائی کے کام مین چلیگا خواہ اوسکو پورا کرے یا نہ کرے یہ امر اوسکے حق مین دو مہینے کے اعتکاف سے بہتر ہوگا - اور فرمایا جو شخص غمزدہ ایماندار کی مشکل آسان کرے یا کسی مظلوم کی مدد کرے اللہ تعالی اوسکو تہتر مغفرت بخشدے - اور فرمایا انصر اخاک ظالما او مظلوما فقیل کیف ینصر ظالما وقال تمنعه من الظلم - اور فرمایا کہ اللہ تعالی کے نزدیک یہ امور زیادہ محبوب ہین ایماندار کا دل خوش کرنا اوس سے کسی غم کو ٹالنا اوسکا قرض ادا کرنا اور بھوکا ہو تو کھانا کھلانا - اور فرمایا جو شخص کسی ایماندار کو منافق سے بچاوے جو اوسکو دق کرتا ہو تو اللہ تعالی قیامت کے دن اوسکے پاس ایک فرشتہ بھیجیگا جو اوسکے گوشت کو دوزخ کی آگ سے بچائیگا - اور فرمایا کہ دو خصلتین ایسی ہین کہ اونسے زیادہ کوئی برائی نہین ایک خدا تعالی کے ساتھ شریک کرنا دوسرے اللہ تعالی کے بندون کو ضرر پہونچانا - اور دو خصلتین ایسی ہین کہ اونسے بڑھکر کوئی نیکی نہین اول اللہ تعالی پر ایمان لانا دوم اوسکے بندونکو فائدہ پہونچانا - اور ایک حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی مسلمانون کی غمخواری نکرے وہ اونسے نہین - اور حضرت معروف کرخی فرماتے ہین کہ جو کوئی ہر روز تین بار یہ دعا پڑہ لیا کرے اللھم اصلح امة محمد اللھم ارحم امة محمد اللھم فرج عن امة محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی اوسکو ابدال مین لکھ لیگا - اور ایک روز علی بن فضیل رونے لگے لوگون نے پوچھا آپ کیون روتے ہین فرمایا کہ مجکو اوس شخص کی حال پر رونا آتا ہے جسنے مجھپر ظلم کیا ہے کہ کل کو خدا تعالی کے سامنے کھڑا ہوگا اور اوس سے پوچھا جائیگا کہ ظلم کیون کیا تھا اور اوسکے پاس کوئی حجت نہوگی

چوبیسوان حق یہ ہے کہ بیمار پرسی کرے کہ اس حق کی ثابت ہونے اور ثواب پانے کو جان پہچان اور مسلمان ہونا مریض کا کافی ہے اور بیمار پرسی کے آداب یہ ہین کہ بیمار کے پاس تھوڑا بیٹھنا اور اوسکے کمتر سوال کرنا اور اوسکے حال پر ترس ظاہر کرنا اور شفا کی دعا مانگنی اور اوس جگہہ کی قبائح سے نگاہ نیچے رکھنی - اور اجازت چاہنے کا طریق یہ ہے کہ دروازہ کے مقابل کھڑا نہو اور نرمی سے کواڑ کھٹکھٹاوے اور جب کوئی پوچھے کون ہے تو یہ نکہے کہ مین ہون اور نہ یون پکارے کہ او لڑکے بلکہ الحمد للہ یا سبحان اللہ کہے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مریض کی عیادت کا کامل یہ ہے کہ اوسکی پیشانی یا ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھکر پوچھے کہ کیسے ہو اور سلام کی تکمیل مصافحہ ہے - اور فرمایا کہ جو شخص بیمار کی عیادت کرے وہ گویا جنت کے نخلستان مین بیٹھا ہے یہان تک کہ جب اوٹھتا ہے اوسپر ستر ہزار فرشتے متعین ہوتے ہین کہ رات تک اوسپر رحمت بھیجے - اور فرمایا جب کوئی آدمی بیمار کی عیادت کرتا ہے تو رحمت مین داخل ہوتا ہے اور جب بیمار کے پاس بیٹھتا ہے تو رحمت اوسکو اندر مستحکم ہوجاتی ہے

اور فرمایا کہ جو کوئی اپنے بھائی مسلمان کی عیادت یا زیارت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو اچھا ہوا اور تیری رفتار طیب ہوئی اور تو نے جنت مین ایک گھر بنا لیا۔ اور فرمایا کہ جب بندہ بیمار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اوسکے پاس دو فرشتے بھیجتا ہے اور اونکو حکم دیتا ہے کہ دیکھو یہ اپنے عیادت کرنیوالون سے کیا کہتا ہے پس اگر عیادت کرنیوالون کی آنے پر مریض مذکور خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہے تو فرشتے یہ بات جناب الٰہی مین عرض کرتے ہین حالانکہ وہ خود زیادہ جانتا ہے پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھپر لازم ہے کہ اگر مین اس بندہ کو وفات دونگا تو اوسکو جنت مین داخل کرونگا اور اگر اوسکو شفا بخشونگا تو اوسکے گوشت سے بہتر گوشت بدل دونگا اور خون سے بہتر خون اور اوسکے گناہ معاف کرونگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ جس کی بہتری چاہتا ہے اوسکو مبتلا مصائب کرتا ہے کہ گناہون سے پاک ہو جاوے۔ اور حضرت عثمان رضہ فرماتے ہین کہ مین بیمار ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کی اور فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اُعِيْذُكَ بِاللّٰهِ الْاَحَدِ الصَّمَدِ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ مِّنْ شَرِّ مَا تَجِدُ اوسکو کئی بار آپنے فرمایا۔ اور ایک بار حضرت علی مرتضیٰ رضہ بیمار ہوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپکے پاس تشریف لاے اور فرمایا کہ یون کہو اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ تَعْجِيْلَ عَافِيَتِكَ وَصَبْرًا عَلٰى بَلِيَّتِكَ وَخُرُوْجًا مِّنَ الدُّنْيَا اِلٰى رَحْمَتِكَ کہ مین تیرے ایک بات تمکو عنایت ہوگی۔ اور بیمار کو مستحب ہے کہ یون کہو اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ اور حضرت علی مرتضیٰ رضہ فرماتے ہین کہ جب تم مین سے کسی کو پیٹ کی بیماری ہو جاوے تو چاہیے کہ اپنی بی بی سے اوسکی مہر مین سے کچھ مانگے اور اوسکا شہد خرید کر مینہہ کے پانی مین ملا کر پی جاوے تو اوسکو یہ نسخہ رچتا پچتا اور برکت کی شفا ہوگی یعنے اسلیے کہ ان تینون چیزون کو باب مین قرآن مجید مین یہی صفات مذکور ہین مہر مین فرمایا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا اور شہد کو باب مین فرمایا فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ اور مینہہ کو یہ فرمایا وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضہ کو فرمایا کہ کیا مین تجکو ایسی بات بتا دون جو اسکے شایان تر ہے کہ اگر آدمی اپنے مرض سے اول ہی کے گرنمین پڑہ لے تو اللہ تعالیٰ اوسکو دوزخ سے نجات دے حضرت ابوہریرہ نے عرض کیا کہ بہتر ارشاد فرمایئے آپنے فرمایا یہ پڑہ لیا کرے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعِبَادِ وَالْبِلَادِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا اَكْبَرُ كَبِيْرًا اَعُوْذُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّمَلِكٍ وَّمِنْ كُلِّ جَبَّارٍ اَللّٰهُمَّ اِنْ اَنْتَ اَمْرَضْتَنِيْ لِتَقْبِضَ رُوْحِيْ فِيْ مَرَضِيْ هٰذَا فَاجْعَلْ رُوْحِيْ اَرْوَحَ مَا كَانَتْ فِيْ وَقْتٍ مِّنْ اَوْقَاتِهَا مِنْكَ

وبارک علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید اللھم ارحم محمدا وآل محمد کما ترحمت علی ابراہیم وآل ابراہیم انک حمید مجید اللھم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید اللھم ارحم محمدا وآل محمد کما ترحمت علی ابراہیم وآل ابراہیم انک حمید مجید اللھم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید

اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مریض کی عیادت اتنی ہے جتنی مدت اونٹنی کو دوبارہ دوہنے کے درمیان ہوتی ہے اور طاؤس فرماتے ہیں کہ افضل عیادت وہ ہے جو سب میں ہلکی اور جلد ہو۔ اور حضرت ابن عباس رضی نے فرمایا کہ بیمار پرسی ایک بار تو سنت ہے اور زیادہ ہو تو نفل ہے۔ اور بعض اکابر نے فرمایا کہ عیادت تین دن کے بعد چاہیے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیادت ناغہ دیکر کرو اور آدمی میں نرمی اختیار کرے اور مریض کے لیے مجمل آداب یہ ہیں کہ اچھی طرح صبر کرے اور شکایت اور اضطراب کم کرے اور ملتجی بدعا رہے اور دوا کے ساتھ خالق دوا پر توکل رکھے۔ پچیسواں حق یہ ہے کہ اونکے جنازہ کے ہمراہ جاوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلَهُ قِيرَاطٌ مِنَ الْأَجْرِ فَإِنْ وَقَفَ حَتَّى تُدْفَنَ فَلَهُ قِيرَاطَانِ اور حدیث صحیح میں ہے کہ قیراط کوہ احد کی مثل ہے اور جب حضرت ابوہریرہ نے اس حدیث کو بیان کیا اور حضرت ابن عمر رضی نے سنا تو فرمایا کہ ہمنے ابتک بہت سی قیراطوں کو ذخیرہ آخرت کر لیا ہے۔ اور ہمراہی جنازہ سے مسلمان کا حق ادا کرنا اور عبرت حاصل کرنی مقصود ہے مگر اہل دنیا جب کوئی جنازہ دیکھتے ہیں تو فرماتے ہیں ہم بھی آتے ہیں نصیحت پوری ہے مگر غفلت چھا رہی ہے پہلے لوگ چلے جاتے ہیں اور پچھلے نہیں سمجھتے۔ اور مالک بن دینار اپنے بھائی کے جنازہ کے ساتھ نکلے روتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ بخدا مجکو چین نہ پڑیگی جبتک نہ جان لوں کہ تمہارا انجام کیا ہوا اور زندگی بھر تو واللہ مجکو یہ حال کبھی کھلتا ہے۔ اور اعمش فرماتے ہیں کہ ہم جنازوں پر حاضر ہوتے تھے مگر یہ نہ جانتے تھے کہ تعزیت اور تسلی کسکی کریں کیونکہ اندوہ وملال سبکو یکساں ہوتا تھا۔ اور ابراہیم زیادہ تر لوگوں کو دیکھا کہ ایک مردہ پر دعا رحمت کرتے ہیں فرمایا کہ اگر تم اپنے لیے دعا رحمت کرو تو بہتر ہے اسلیے کہ یہ مردہ تو تین ہولوں سے نجات پا چکا یعنی ملک الموت کی صورت دیکھ چکا اور موت کی تلخی بھی چکھ لی اور خاتمہ کی خوف سے مامون ہوا اور تمکو یہ سب باتیں باقی ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثَةٌ فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقَى وَاحِدٌ يَتْبَعُهُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَعَمَلُهُ فَيَرْجِعُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَيَبْقَى عَمَلُهُ چھبیسواں حق یہ ہے کہ اونکی قبر پر جاوے اور اس سے مقصود دعا اور عبرت اور دل کا نرم کرنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے جو دیکھنی کی جگہ نہیں دیکھی ہے اور قبر سے زیادہ ہولناک ہے۔ اور حضرت عمر رضی فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ باہر نکلے آپ قبرستان میں تشریف لائے اور ایک قبر کے پاس بیٹھے میں اور لوگوں کی نسبت آپ سے بہت قریب تھا آپ روئے تو ہم بھی روئے آپنے پوچھا کہ تم کیوں روئے

ہمنے عرض کیا کہ آپ کیوں روئی کی جہت سے آپ نے فرمایا کہ یہ قبر آمنہ بنت وہب یعنی والدہ ماجدہ کی ہے
مین نے اپنے رب سے اجازت زیارت کی مانگی تو اجازت عنایت فرمائی پھر مین نے درخواست کی کہ اونکے لیے
دعاء مغفرت کرون اسکو اللہ تعالی نے نمانا اسوجہ سے مجکو وہ رقت ہوئی جو اولاد کو ہوا کرتی ہے۔
اور حضرت عثمان رض جب قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ آپکی داڑھی تر ہو جاتی اور فرماتے کہ مین نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے اِنَّ الْقَبْرَ اَوَّلُ مَنَازِلِ الْاٰخِرَةِ فَاِنْ نَجَامِنْهُ
صَاحِبُهُ فَمَا بَعْدَهٗ اَيْسَرُ وَاِنْ لَّمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهٗ اَشَدُّ اور مجاہد رح فرماتے ہیں
کہ آدمی سے اوسکی قبر اول یہ کلام کرتی ہے کہ مین کیڑون کا گھر ہون تنہائی کا مکان ہون خانہ غربت
ہون منزل ظلمت ہون یہ چیزین مین نے تیری لیے رکھ چھوڑی ہین تو نے میری لیے کیا سامان کیا ہے
اور حضرت ابوذر رض فرماتے ہین کہ سنلو مین تمکو اپنی مفلسی کا دن بتاتا ہون وہ روز ہے جس مین
قبر مین رکھا جاونگا۔ اور حضرت ابو درداء قبرون کے پاس بیٹھتے لوگون نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ مین
ایسے لوگون کے پاس بیٹھتا ہون کہ مجکو آخرت کی یاد دلاتے ہین اور اگر اونکے پاس سے چلا جاتا ہون
تو میری غیبت نہین کرتے۔ اور حاتم اصم رح فرماتے ہین کہ جو شخص قبرستان مین گذرے اور اپنے باب مین
فکر نکرے اور نہ اونکے لیے دعا مانگے تو وہ اپنے نفس کی اور اونکی خیانت کرتا ہے۔ اور ایک حدیث مین ہے
کہ ہر ایک رات کو ایک منادی پکارتا ہے کہ اے قبر والو تم کن لوگون کا رشک کرتے ہو وہ کہتے ہین
کہ ہم اہل مسجد کا رشک کرتے ہین کہ وہ روزے رکھتے ہین اور نماز پڑھتے ہین اور اللہ کا ذکر کرتے ہین اور
ہمکو یہ باتین میسر نہین۔ اور حضرت سفیان فرماتے ہین کہ جو شخص قبر کو زیادہ یاد رکھیگا وہ اوسکو جنت
کے باغون کا ایک باغ پائیگا اور جو اوسکی یاد سے غافل رہیگا وہ اوسکو دوزخ کے گڑھون کا ایک
گڑھا پائیگا۔ اور ربیع بن خثیم نے اپنے گھر مین ایک قبر کھود رکھی تھی جب اپنے دل مین سختی پاتے تو
اوسکے اندر لیٹتے اور ساعت بھر ٹھہر کر کہتے رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّيْ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ
پھر فرماتے کہ لے ربیع اب تو لوٹا دیا گیا اب عمل کر لے پیشتر اس سے کہ لوٹایا نجائے۔ اور میمون بن مہران
کہتے ہین کہ مین حضرت عمر بن عبدالعزیز رح کے ساتھ قبرستان مین گیا جب آپنے قبرون کو دیکھا
تو رو پڑے اور فرمایا کہ اے میمون یہ قبرین بنی امیہ میرے آباؤ کی ہین گویا دنیا کے لوگون کی لذتین
کبھی شریک تھی دیکھو اب پچھڑی پڑی ہین اور صرف قصے کہانی رہگئے کیڑے انکے بدنون کو کھا گئے
پھر آپ روئے اور فرمایا کہ بخدا مین ان لوگون سے زیادہ کسی کو نہین جانتا کہ عیش کیا ہوا اور
اللہ تعالی کے عذاب سے مامون رہا ہو اور تعزیت اور تسلی دینے والے کے آداب یہ ہین کہ انکسار کرنا

اور غم کا اظہار اور قلت کلام اور ترک تبسم کو ملحوظ رکھو اور جنازہ کی ہمراہی کے آداب خشوع اور ترک سخن اور میت کی حال مین تامل کرنا اور اپنی موت کو سوچنا اور اوسکے سامان کی تیاری کی فکر کرنا اور جنازہ کو قریب پڑا ہوا جاننا مین اور جنازہ کو جلد لیجانا سنت ہو۔ یہ باتین ہین جنسے عام خلق کی ساتھ بسر کرنیکے آداب معلوم ہوتی ہین اور مجملاً آداب جوان سب کے جامع ہین یہ ہین کہ کسی کو حقیر مت جانو خواہ زندہ ہو یا مردہ ورنہ تباہ ہو جاؤ گے اسلیے کہ تمکو کیا خبر ہو شاید وہی تمسے بہتر ہو کیونکہ وہ ہر چند فاسق ہو مگر شاید خاتمہ نیکبختی پر ہو اور تمہارا خاتمہ اوسکے حال کی موجب ہو۔ اور کسی کو دنیا کی حالت کی اعتبار سے بچشم تعظیم نہ دیکھو کیونکہ اللہ تعالی کی نزدیک دنیا حقیر ہو اور اوسکی چیزین ذلیل اور جس صورت مین تمہاری نفس کے اندر دنیا اور اوسکے والون کی عظمت ہوگی تو دنیا کی پہلے ہوگی اسلیے خدا تعالی کی نظرون سے گر جاؤ گے۔ اور اونکو اپنا دین اس غرض سے مت دو کہ اون سے دنیا حاصل کرو ورنہ اونکی نظرون مین حقیر ہو جاؤ گے پھر دنیا بھی نہ ملیگی اور اگر ملی بھی تو اونی چیز کو بیکار عمدہ چیز عوض مین کھو بیٹھو گے اور اون سے دشمنی مت کرو اسطرح کہ عداوت ظاہر ہو جاوے اور پھر اسی کی ہو رہو اور دین و دنیا سب اسی مین چلی جاوے اور اونکا دین تمہاری باب مین جاتا رہے ہان اگر کوئی بات دین کی خرابی کی اونسے نظر پڑے تو اونکے بری افعالون سے عداوت رکھو اور اونپر بچشم ترحم نظر کرو کہ بیچارے خدا تعالی کی نافرمانی کرنیسے مستحق اوسکے غصہ اور عذاب کے ہو گئے اونکو یہی درد کافی ہے کہ دوزخ مین جائینگے تمکو کیا ضرورت ہے کہ اونسے عداوت کرو۔ اور اونکی دوستی اور منہ پر تعریف کرنی اور ظاہر مین تمکو دیکھکر خوش ہونا پر باطنمین مت کرو اسلیے کہ اگر یہ باتین تلاش کروگے تو واقع مین ظاہر کے مطابق سو مین سے ایک مین پاؤ گے بلکہ عجب نہین کہ ایسا شخص نہ ملے کہ جسکا ظاہر و باطن یکسان ہو اور اپنے حالات کی شکایت اونسے نکرو ورنہ اللہ تعالی تمکو اونھین کے حوالہ کریگا۔ اور یہ توقع نکرو کہ غیبت و باطن مین دوستی ہماری حق مین ویسے ہین جیسے سامنے ظاہر مین ہین کیونکہ یہ طمع جھوٹی ہے ایسے لوگ کہان ملتے ہین اور اونکے پاس کی چیزون مین طمع مت کرو کہ سردست تمکو ذلت ہوگی اور غرض بھی پوری نہ ہوگی۔ اور اگر تمکو اونکی حاجت ہو تو تکبر کی راہ سے اونکو کاٹ کھانیکو نہ دوڑو اور اگر اپنا استغنا ظاہر کرنیسے تکبر کروگے تو اللہ تعالی اسکی سزا یہ دیگا کہ تمکو اونکی التجا کرنی پڑیگی اور جب کسی بھائی سے حاجت مانگو اور وہ پوری کردی تو وہ بھائی کا کام ہے اور اگر پوری نہ کری تو اوسپر عتاب مت کرو ورنہ دشمن ہو جائیگا اور مدت تک اوسکا رنج تمکو کھینچنا پڑیگا۔ اور جس شخص کو جانو کہ یہ کہنا نہین مانیگا اور دشمن ہو جائیگا اوسکو نصیحت مت کرو بلکہ اوسکی نصیحت اسطرح ہے کہ کنایۃً اور علی الاطلاق بیان کیا جاوے خاص کسیکی تصریح نہو۔ اور جب تم دیکھو کہ لوگ تمہاری تعظیم کرتی ہین اور سلوک سے پیش آتے ہین تو اللہ تعالی کا شکر کرو جسنے اونکو تمہارے بسمخر کردیا اور اللہ تعالی سے پناہ مانگو اس بات سے کہ تمکو اونکے حوالہ کرے۔ اور جب تمکو خبر پہونچے کہ لوگ میری عیبت کرتے ہین یا اونکی کوئی شرارت دیکھو یا کوئی برائی اونسے تمکو پہونچے تو اونکا معاملہ خدا تعالی کے سپرد کرو اور اونکی شر سے پناہ مانگو اپنے نفس کو مکافات کی فکر مین مشغول مت کرو ورنہ ضرر زیادہ ہوگا اور اس شغل مین عمر مفت برباد جائیگی۔

اور اونسے یہ نکھو کہ تمنے ہماری قدر و منزلت نہ پہچانی اور یہ عقیدہ رکھو کہ اگر تم قدر و منزلت کے مستحق ہوگی تو اللہ تعالی اونکو دل مین ڈال ہی دیگا کیونکہ دلون مین محبت اور بغض کا ڈالنے والا اللہ ہی ہے۔ اور مناسب نہین اسطرح رہو کہ حق بات کو سنلو اور باطل سے بہرے بنو اونکے حق کو زبان پر لاؤ اور باطل سے سکوت کرو۔ اور اکثر لوگون کی صحبت سے احتراز کرو کہ وہ نہ لغزش کو معاف کرین نہ خطا کو بخشین نہ عیب کو چھپائین حساب کو ٹری کو ٹری کا کرین تھوڑی سی بات پر حسد کرین اپنا انتقام لینے دوسرون کا انصاف نہ کرین بھول چوک پر مواخذہ کرنے مین عمر کو ضائع کرنے سے ہمیشہ بھائیون کو بہکانے مین اور چغلی اور بہتان سے اور نیز مفارقت کرانے مین اکثرون کی صحبت مین نقصان اور زیان ہے اور اونسے علیحدہ رہنا ہی زیبا اور شایان۔ اگر خوش ہوتے ہو تو بظاہر خوشامد ہے اور ناخوش ہوتے ہو تو دل مین کینہ اور حسد ہے نہ کینہ کی حالت مین اونسے چین موجود ہے نہ خوشامد کی صورت مین توقع بہبود ہے بظاہر دوستی لباس مین اور باطن مین دشمنی خناس کہان کہان خیال دوڑاتی ہین تمہارے پیچھے چشمکون سے اشارے کراتی ہین دوستون کا یہ وقار ہے کہ حسد کو مارے اونکی موت کا انتظار ہے جلسون مین تمہاری خطائین شمار کرین تاکہ غصہ اور وحشت کی حالت مین اون سب کی تمپر بھر مار کرین۔ اور جسکو خوب نہ آزمالو اوسکی دوستی پر اعتماد نکرو اور آزمانیکا طور یہ ہے کہ مدت تک ایک مکان خواہ ایک جگہ مین اوسکے ساتھ رہو اور بحالی اور بیحالی اور بیوقوفی اور توانگری اوسکی مین اوسکو دیکھو یا اوسکے ساتھ کوئی سفر کرو یا روپیہ اشرفی کا معاملہ اوس سے کر دیا تمکو کوئی سختی پیش آوے اور اوس مین اوسکے محتاج ہو تو ان باتون مین اگر اوسکو اچھا پاؤ تو اگر وہ عمر مین تمسے بڑا ہے تو اوسکو بمنزلہ باپ کے جانو اور اگر چھوٹا ہو تو بیٹا تصور کرو اور اگر برابر ہو تو بھائی بناؤ۔ غرضکہ خلق کے ساتھ بسر کرنیکے یہ آداب ہین جو مذکور ہوئے

دوسرا بیان ہمسایہ کے حقوق کے ذکر مین۔ واضح ہو کہ جسقدر اخوت اسلامی کے حق ہین ہمسایگی کے اونسے سوا ہین اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر ہمسایہ مسلمان ہوگا تو اوسکا حق بہ نسبت اور مسلمانون کے زائد ہوگا اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ ہمسایہ تین ہین اول وہ جسکا ایک حق ہے دوم وہ جسکے دو حق ہون سوم وہ جسکے تین حق ہون جسکے تین حق ہین وہ تو مسلمان ہمسایہ رشتہ دار ہے کہ اوسکو حق ہمسایگی اور حق اسلام اور حق قرابت حاصل ہے اور جسکے دو حق ہین وہ مسلمان ہمسایہ ہے کہ اوسکو حق ہمسایگی اور حق اسلام ہے اور جسکا ایک حق ہے وہ مشرک ہمسایہ ہے۔ تو دیکھنا چاہیے کہ شارع علیہ السلام نے صرف ہمسایگی کے سبب سے مشرک کا حق ثابت کیا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جو شخص تیرے ہمسایہ مین ہے اوسکی ہمسایگی اچھی طرح کر کہ اس سے تو مسلمان ہو جائیگا اور فرمایا مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهٗ اور فرمایا مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهٗ اور فرمایا لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى يَأْمَنَ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ اور فرمایا قیامت کے دن اول جو باہم دو شخص خصومت کرینگے وہ دو ہمسائے ہونگے۔ اور فرمایا جب تو اپنے ہمسایہ کے کتے کو کچھ پھینک مارا تو تو نے اوسکو ایذا دی۔ اور کہتے ہین کہ ایک شخص حضرت ابن مسعود رضہ کی خدمت مین آیا اور عرض کیا کہ میرا ایک ہمسایہ ہے کہ وہ مجھکو ستاتا ہے اور گالی دیتا ہے اور تنگ کرتا ہے

آپنے فرمایا کہ جاؤ اگر اوسنے تمھارے باپ مین خدا تعالی کی نافرمانی کی تو تم اوسکے باپ مین خدا تعالی کی اطاعت کرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا گیا کہ فلانی عورت دنکو روزہ رکھتی ہی اور رات بھر عبادت کرتی ہی اگر اپنے پروسیون کو ستاتی ہی تو آپنے فرمایا کہ دوزخ مین جائیگی - اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوکر ہمسایہ کی شکایت کی آپ نے فرمایا کہ صبر کر پھر تیسری یا چوتھی بار کی شکایت مین آپنے فرمایا کہ اپنا اسباب نکالدے وہ شخص کہتا ہی کہ لوگ اسباب کے پاس آتے تو پوچھتے کہ تجھے کیا ہوا ہی کوئی کہدیتا کہ اسکے ہمسایہ نے ستایا ہے تو وہ کہتے کہ خدا تعالی اوسپر لعنت کری غرضکہ وہ ہمسایہ اوسکے پاس آیا اور کہا کہ اپنا اسباب اوٹھا لے بخدا کہ اب دوبارہ ایسی حرکت نکرونگا - اور زہری رضی سے مروی ہی کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین اپنے ہمسایہ کی شکایت کرنے آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مسجد شریف کے دروازہ پر پکار دیا جاوے کہ سنلو چالیس گھر ہمسایہ مین زہری فرماتے ہین کہ چالیس اوسپر اور چالیس اوسپر اور چالیس ایسے اور چالیس ویسے اور چارون طرف کو اشارہ کیا - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ برکت اور نحوست عورت اور مکان اور گھوڑی مین ہی عورت کا مبارک ہونا یہ ہی کہ مہر تھوڑا ہونا اور نکاح سہولت سے ہونا اور اوسکا خوش خلق ہونا اور اوسکی نحوست یہ ہی کہ مہر کا زیادہ ہونا اور نکاح دشواری ہونا اور اوسکا خلق برا ہونا اور مکان کا مبارک ہونا یہ ہی کہ فراخ ہو اور ہمسایہ کہ لوگ اچھے ہون اور اوسکی نحوست یہ ہے کہ تنگ ہو اور ہمسایہ برا ہو اور گھوڑی کا مبارک ہونا اوسکا فرمانبردار ہونا اور عادتون کا اچھا ہونا ہی اور اوسکی نحوست یہی اور بدرکاب ہونا ہی - اب جاننا چاہیے کہ ہمسایہ کا حق یہی نہین کہ اوسکو ایذا نہ دیجیے کیونکہ یہ بات اینٹ پتھر وغیرہ مین بھی ہی کہ اونسے ایذا نہین پہونچتی بلکہ یہ چاہیے کہ اگر ہمسایہ ایذا دی تو برداشت کری اور صرف برداشت ہی پر اکتفا نکرے بلکہ اوسکے ساتھ نرمی کرے اور سلوک اور احسان سے پیش آوے کیونکہ کہتے ہین کہ مفلس ہمسایہ قیامت کے دن اپنے ہمسایہ کا دامن پکڑیگا اور عرض کریگا کہ یارب اس سے سوال کر کہ اپنے سلوک سے مجکو کیون محروم رکھا اور مجھسے اپنا دروازہ کیون بند کیا - اور جن منفعہ کو خبر پہونچی کہ اونکا کوئی ہمسایہ دیوان ہوگیا ہی اور اپنے قرضہ مین مکان بیچتا ہی اور آپ اوسکی دیوار کے سایہ مین بیٹھا کرتے تھے فرمایا کہ اگر اس شخص نے مفلسی کی سبب اپنا گھر بیچدیا تو ہمسے اوسکے دیوار کے سایہ مین بیٹھنے کا حق بھی اوا نہوا پھر اوسکو مکان کا دام دیکر کہا کہ گھر کو فروخت مت کرو - اور کسی بزرگ نے ذکر کیا کہ ہمارے گھر مین چوہے بہت ہوگئے ہین اونسے کسی نے کہا آپ بلی کیون نہین پال لیتے اونھون نے کہا کہ یہ ڈر ہی کہ کہین بلی کی آواز سنکر چوہے ہمسایون کے مکانون مین نہ چلے جائین اور جو بات اپنے لیے پسند نہین کرتا وہ اونکے لیے پسند کرون - اور ہمسایہ کے حقوق مجمل یہ ہین کہ اوس سے پیشتر سلام کرے اور گفتگو کو اوسکے ساتھ طوالت نہ دی اور اوسکے حال کو بہت استفسار کری اور حالت مرض مین اوسکی بیمار پرسی کرے اور مصیبت مین اوسکو تسلی دی اور اوسکا ساتھ نچھوڑی اور خوشی مین مبارکباد دی اور آپ بھی اوسکے ساتھ خوشی ظاہر کری اور اوسکی خطاؤن سے درگذر کری اور چھت پر سے اوسکے گھر مین نجھانکے

اور دیوار پر کڑیان رکھنے یا پرنالہ سے پانی گرنے یا صحن سے مٹی ڈالنے مین اوسکو روک کرے اور اوسکے گھر مین جانے کا راستہ تنگ نکرے اور جو کچھ وہ اپنے گھر مین لیجاوے اوسپر تاک نہ لگائے اور اگر اوسکا کوئی عیب معلوم ہو تو اوسکو چھپاوے اور اگر اوسپر کوئی حادثہ واقع ہو تو جھٹ اوسکی دستگیری کرے اور وہ جب گھر پر نہ ہو تو اوسکے مکان کو دیکھنے سے غافل نرہے اور اوسکی برائی نہ سنے اور اوسکے اہلخانہ سے آنکھ نہ لڑائے اور اوسکی خادمہ پر نگاہ نہ لگائے اور اوسکے بچہ سے گفتگو مین نرمی برتے اور جو کچھ اوسکو دینا یا دین کا معاملہ معلوم نہو اوسکو ٹھیک ٹھیک بتادے اور سوا انکے وہ حقوق جو عام مسلمانون کے لیے ہم ذکر کر چکے ہین اونکا لحاظ ہمسایہ کے ساتھ بھی رکھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تمکو معلوم ہے کہ ہمسایہ کا حق کیا ہے اوسکے حق یہ ہین کہ اگر تمسے مدد چاہے تو اوسکی مدد کرو اور قرض مانگے تو قرض دو اور اگر تم سے کوئی کام پڑے تو پورا کرو اور بیمار ہو تو عیادت کرو اور مر جاوے تو اوسکی خبر لو اور اوسکے ساتھ بھلائی کرو اور اوسکو کچھ بہتری حاصل ہو تو مبارکباد کہو اور مصیبت پڑے تو تعزیت کرو اور بدون اوسکی اجازت اپنی عمارت اونچی مت کرو کہ اوسکی ہوا رکے اور اگر کوئی میوہ خرید کرو تو اوسکو ہدیہ دو ورنہ چھپا کر اپنے گھر مین لاؤ اور اپنے بچے کو وہ میوہ لیکر باہر نجا نہ دو تاکہ اوسکے بچہ کو رنج نہو اور اپنی ہانڈی کی خوشبو اور بگھار سے اوسکو ایذا مت دو مگر اوس صورت مین کہ ایک چمچہ اوسکے یہان بھی بھیجو تمکو معلوم ہے کہ ہمسایہ کا حقوق کیا ہین قسم ہے اوس ذات کی جسکے ہاتھ مین میری جان ہے کہ ہمسایہ کا حق اوسی سے ادا ہوگا جسپر خدا تعالیٰ رحم کرے اسیطرح اس حدیث کو روایت کیا ہے عمرو بن شعیب نے اپنے باپ سے اور اوسنے اپنے دادا سے اور اوسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ حضرت مجاہد رح فرماتے ہین کہ مین حضرت ابن عمر رض کے پاس تھا اور اونکا ایک غلام بکری کا پوست اتار رہا تھا آپ نے فرمایا کہ اے غلام جب بکری صاف کر چکے تو اول ہمارے ہمسایہ یہودی کو دینا کئی بار آپ نے ایسا ہی فرمایا تب اوس غلام نے عرض کیا کہ آپ کتنی بار فرمائینگے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہمکو ہمسایہ کے باب مین وصیت کیا کرتے تھے یہان تک کہ ہمکو خوف ہوا کہ کہین اوسکو وارث تو نہین کر دینگے۔ اور ہشام فرماتے ہین کہ حضرت حسن بصری کے نزدیک قربانی کا گوشت یہود اور نصاریٰ کو کھلانے مین کچھ مضائقہ نتھا اور حضرت ابوذر رض فرماتے ہین کہ میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو وصیت کی کہ جب تم ہانڈی پکاؤ تو اوسمین شوربا زیادہ کرو پھر اپنے ہمسایہ کے گھر والون کو دیکھو اور اوسمین سے اونکو لیکر نکالکر بھیجدو اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے دو ہمسایہ ہین ایک کا دروازہ تو میرے سامنے ہے اور دوسرے کا دروازہ مجھسے دور ہے اور بعض اوقات میرے پاس اتنی چیز ہوتی ہے کہ دونون کو دینے کی گنجایش نہین ہوتی تو اون دونون مین کسکا حق زیادہ ہے آپنے فرمایا جسکا دروازہ تمہارے سامنے ہے اوسکا حق زیادہ ہے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رض نے اپنے فرزند عبدالرحمن کو دیکھا کہ اپنے ہمسایہ سے تند خوئی اور درشت کلامی کرتے ہین آپنے فرمایا کہ ہمسایہ سے ایسا نکرو کہ بات رہجاتی ہے اور آدمی چلدیتے ہین۔ اور حسن بن عیسیٰ نیشاپوری کہتے ہین کہ مین نے عبداللہ بن مبارک رض سے پوچھا کہ میرا ہمسایہ میرے پاس آکر شکایت کرتا ہے کہ تمہارے غلام نے ایسا کیا اور غلام اوس فعل سے انکار کرتا ہے تو اب غلام کو

مارنے کو بھی دل نہیں چاہتا کہ شاید وہ مجبور ہو اور اسکا چھوڑ دینا بھی برا معلوم ہوتا ہے کہ ہمسایہ مجھسے ناراض ہوگا تو اب
میں کیا کروں آپنے فرمایا کہ تمہارا غلام اگر کوئی تمہارا قصور کرے تو اسکو اسوقت سے دو جب ہمسایہ کی شکایت کرے تم
اسکے قصور سابق پر اسکو ادب دو کہ اس صورت میں ہمسایہ بھی راضی رہیگا اور اسکی شکایت بھی قصوری پر ہو جائیگی۔ اور حضرت عائشہ رضہ
فرماتی ہیں کہ دس باتیں مکارم اخلاق کی ہیں اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے اسکو عنایت کرتا ہے ممکن ہے کہ آدمی میں ان اور اسکے
باپ میں نہوں اور غلام میں ہوں اور اسکے آقا میں نہوں ان اول سے راستی گفتاری قوم لوگوں سے راستی برتنی سوم سائل کو
دینا چہارم سلوکوں کی مکافات کرنی پنجم صلہ رحم ششم امانت کی حفاظت ہفتم ہمسایہ کے حق کی رعایت ہشتم حیا کی
پاس نہم مہمان کی دعوت دہم جو سب کی اصل ہے وہ حیا ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ اے مسلمان عورتو کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کی بھیجی ہوئی چیز کو حقیر جانے گو بکری کی کھری ہی ہو۔ اور ایک
حدیث میں ارشاد فرمایا کہ مرد مسلمان کی یہ بھی سعادت ہے کہ مکان وسیع اور ہمسایہ نیک اور سواری عمدہ میسر ہو
اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھکو کیسے معلوم ہو کہ میں نے
کوئی کام اچھا کیا یا برا آپنے فرمایا کہ اگر تو اپنے ہمسایوں کو کہتے سنے کہ اچھا کیا تو جان لے کہ اچھا کیا اور اگر یوں کہتے سنے کہ برا
کیا معلوم کر لے کہ برا کیا۔ اور حضرت جابر رضہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کی دیوار میں کوئی
ہمسایہ یا شریک ہو تو اسکو نہ روخت کرے جب تک ہمسایہ یا شریک پیش نہ کرے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضہ سے مروی ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ ہمسایہ اپنے ہمسایہ کی دیوار میں کھونٹیاں گاڑنے سے خواہ وہ راضی ہو یا نہو۔ اور حضرت
ابن عباس رضہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا یَمْنَعَنَّ اَحَدُکُمْ جَارَہٗ اَنْ یَّضَعَ خَشَبَتَہٗ فِیْ حَائِطِہٖ
اور حضرت ابو ہریرہ رضہ فرمایا کرتے کہ تم اس بات سے اعراض کیوں کرتے ہو میں تو اسکو تمہارے شانوں کے بیچ میں
لادونگا یعنی ہمسایہ کو لکڑی دیوار پر رکھنے سے منع مت کرو اور اسکو ناگوار مت جانو میں تمہیں اس سنت کی
تعمیل بزور لونگا اور بعض علماء اسکے وجوب کی طرف گئے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یعنی اداء اللہ
یہ خبر اسئلہ کسی نے عرض کیا کہ عسلہ کے کیا معنی ہیں آپنے فرمایا کہ ہمسایوں کے نزدیک اسکو محبوب کر دیتا ہے
تیسرا بیان اقارب کے حقوق کے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنَا الرَّحْمٰنُ
وَھٰذِہِ الرَّحِمُ شَقَقْتُ لَھَا اسْمًا مِنِ اسْمِیْ فَمَنْ وَصَلَھَا وَصَلْتُہٗ وَمَنْ قَطَعَھَا بَتَتُّہٗ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا
مَنْ سَرَّہٗ اَنْ تَطُوْلَ لَہٗ فِیْ اَجَلِہٖ وَیُوَسَّعَ لَہٗ فِیْ رِزْقِہٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَہٗ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جس شخص کو خوشی معلوم ہو
کہ اسکی عمر دراز ہو اور رزق میں وسعت ہو تو چاہیے کہ خدائے تعالیٰ سے ڈرے اور اپنے رشتہ قرابت کو ملا رکھے۔ اور کسی نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کونسا آدمی افضل ہے آپنے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا ہو اور صلہ رحم بہت
کرتا ہو اور امر معروف اور نہی عن المنکر بہت کرتا ہو۔ اور حضرت ابو ذر رضہ فرماتے ہیں کہ مجکو میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم

وصیت کی کہ صلہ رحم کرو اگرچہ تجھسے اعراض کیا جاسے اور مجھکو حکم فرمایا کہ حق کہون اگرچہ تلخ ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرابت عرش سے لٹکی ہی اسکو جوڑنے والا وہ نہین جو مکافات کرے بلکہ جوڑنے والا وہ ہی کہ جب اسکی قرابت منقطع ہوجاے تو وہ اسکو جوڑ دے۔ اور فرمایا کہ سب طاعتون مین جلد تر ثواب صلہ رحم کا ملتا ہی یہان تک کہ گھر والے بدکار ہوتے ہین لیکن انکے مال بڑھتے ہین اور شمار زیادہ ہوجاتی ہی جسوقت کہ باہم صلہ رحم کرتے ہین۔ اور زید بن اسلم رضہ فرماتے ہین کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ کے فتح کے لیے نکلے تو ایک شخص نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ اگر آپ کا ارادہ خوبصورت عورتون اور سرخ لونڈیون کا ہو تو آپ نبی مالج پر قصد کرین آپنے فرمایا کہ اللہ تعالی نے مجھکو نبی مالج سے منع فرمایا ہی اسلیے کہ وہ صلہ رحم کرتے ہین اور حضرت اسما بنت ابی بکر صدیق رضہ فرماتی ہین کہ میرے پاس میری ماں تشریف لائین مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ میری ماں آئی ہی اور وہ ابھی مشرک ہی مین اس سے ملون آپنے فرمایا ہان اور ایک روایت مین یون ہی کہ مین اسکو کچھ دون آپنے فرمایا ہان صلہ رحم کر۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ مساکین پر صدقہ کرنا ایک ہی صدقہ ہی اور قرابت والے کو کچھ دینا دو صدقے ہین۔ اور جب حضرت ابو طلحہ رضہ نے چاہا کہ اپنا باغ جو انکو محبوب تھا صدقہ کرین موجب آیت لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ یہ باغ فی سبیل اللہ اور فقرا و مساکین کے لیے ہی آپنے فرمایا کہ تمھارا ثواب ثابت ہوگیا اب اسکو اپنے اقارب مین تقسیم کردو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل دنیا اس قرابتی کا ہی جو باطن مین عداوت رکھتا ہو اور یہ ارشاد ایسا ہی ہی جیسا یہ فرمایا ہی کہ نیکیون مین افضل یہ ہی کہ ملو اس سے جو تمسے علیحدہ رہے اور دو اسکو جو تمکو محروم کرے اور درگذر کرو اس سے جو تم پر ظلم کرے۔ اور مروی ہی کہ حضرت عمر رضہ نے اپنے عاملون کو لکھا کہ اقارب سے کہدو کہ باہم ملاقات کیا کرین اور ایک دوسرے کے ہمسایہ مین رہین اور پاس رہنے کو اسلیے منع فرمایا کہ ہمسایہ مین رہنے سے حقوق بہت سے ہوجاتے ہین اور بعض اوقات موجب وحشت اور قطع قرابت ہوا کرتے ہین۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ جسقدر قرابت مضبوط ہوتی ہی اسی قدر حقوق بھی موکد ہوتے ہین اور سب سے زیادہ مخصوص اور قریب باپ کی قرابت اولاد کے ساتھ ہی اسلیے والدین اور اولاد کے حقوق اور اقارب سے زیادہ ہین والدین کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنْ بَرَّ وَالِدَيْهِ حَتّٰى يَمُوتَ عَلَى ذٰلِكَ فَلَهُ الْجَنَّةُ اور فرمایا والدین کے ساتھ سلوک کرنا نماز اور روزہ اور حج اور عمرہ اور جہاد فی سبیل اللہ سے افضل ہی اور فرمایا کہ جو شخص صبح کے وقت اپنے باپ دونون کو خوش رکھے اسکے لیے جنت کی طرف دو دروازے کھل جاتے ہین اور جو شخص شام کے وقت انکی مرضی کے مطابق ہو اسکو بھی ویسا ہی ہی اور اگر ماں باپ مین سے ایک ہی ہوگا تو ایک ہی دروازہ کھلیگا اگرچہ وہ دونون ظلم کرین اس جملہ کو تین بار فرمایا اور جو کوئی صبح کو اپنے باپ کو ناراض کریگا اسکے لیے دوزخ کی جانب کھل جائینگے اور جو شام کو ناراض کریگا اسکا بھی یہی حال ہی اور اگر

۱۲۱ حاشیہ
۱ ابن جلد ۲ ص ۲۴ مسلم فرمایا ۲ عائشہ طرانی اوسط بیہقی شعب الایمان ۳ ابن جلد ۲ ص ۳۲ ۴ ابن جلد ۲ ص ۳۲ ۵ ابن جلد ۲ ص ۳۲ ۶ عبد الرحمن بن عوف ضعیف ۷ ابو طلحہ ۸ ابو ہریرہ ۹ بخاری ۱۰ بخاری ۱۱ بخاری ۱۲ بخاری ۱۳ بخاری ۱۴ بخاری ۱۵ بخاری ۱۶ بخاری ۱۷ بخاری ۱۸ بخاری ۱۹ بخاری ۲۰ بخاری ۲۱ بخاری ۲۲ بخاری ۲۳ بخاری ۲۴ بخاری ۲۵ بخاری ۲۶ بخاری ۲۷ بخاری ۲۸ بخاری ۲۹ بخاری ۳۰ بخاری ۳۱ بخاری ۳۲ بخاری ۳۳ بخاری ۳۴ بخاری ۳۵ بخاری ۳۶ بخاری ۳۷ بخاری ۳۸ بخاری ۳۹ بخاری ۴۰ بخاری ۴۱ بخاری ۴۲ بخاری ۴۳ بخاری ۴۴ بخاری ۴۵ بخاری ۴۶ بخاری ۴۷ بخاری ۴۸ بخاری ۴۹ بخاری ۵۰ بخاری ۵۱ بخاری ۵۲ بخاری ۵۳ بخاری ۵۴ بخاری ۵۵ بخاری ۵۶ بخاری ۵۷ بخاری ۵۸ بخاری ۵۹ بخاری ۶۰ بخاری ۶۱ بخاری ۶۲ بخاری ۶۳ بخاری ۶۴ بخاری ۶۵ بخاری ۶۶ بخاری ۶۷ بخاری ۶۸ بخاری ۶۹ بخاری ۷۰ بخاری ۷۱ بخاری ۷۲ بخاری ۷۳ بخاری ۷۴ بخاری ۷۵ بخاری ۷۶ بخاری ۷۷ بخاری ۷۸ بخاری ۷۹ بخاری ۸۰ بخاری ۸۱ بخاری ۸۲ بخاری ۸۳ بخاری ۸۴ بخاری ۸۵ بخاری ۸۶ بخاری ۸۷ بخاری ۸۸ بخاری ۸۹ بخاری ۹۰ بخاری ۹۱ بخاری ۹۲ بخاری ۹۳ بخاری ۹۴ بخاری ۹۵ بخاری ۹۶ بخاری ۹۷ بخاری ۹۸ بخاری ۹۹ بخاری ۱۰۰ بخاری ۱۰۱ بخاری ۱۰۲ بخاری ۱۰۳ بخاری ۱۰۴ بخاری ۱۰۵ بخاری ۱۰۶ بخاری ۱۰۷ بخاری ۱۰۸ بخاری ۱۰۹ بخاری ۱۱۰ بخاری ۱۱۱ بخاری ۱۱۲ بخاری ۱۱۳ بخاری ۱۱۴ بخاری ۱۱۵ بخاری ۱۱۶ بخاری ۱۱۷ بخاری ۱۱۸ بخاری ۱۱۹ بخاری ۱۲۰ بخاری ۱۲۱ بخاری

ایک ہوگا تو ایک ہوگا اگر پورہ ظالم کرین اسکو مین بار کر فرمایا۔ اور ایک حدیث مین آیا ہے فرمایا کہ جنت کی خوشبو پانسو برس کی راہ سے معلوم ہوتی ہے مگر فرزند نافرمان اور قرابت کا توڑنے والا اسکو نہ سونگھینگے۔ اور فرمایا کہ احسان کرنے ماں اور باپ اور بہن اور بھائی کے ساتھ پھر اور رشتہ داروں کے ساتھ بحسب قرب قرابت۔ اور مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ اے موسیٰ جو شخص اپنے باپ کی اطاعت کرتا ہے اور میری نافرمانی کرتا ہے اسکو مین مطیع لکھتا ہون اور جو شخص باپ کی نافرمانی کرے اور میری اطاعت کرے اسکو مین نافرمان لکھتا ہون اور کہتے ہین کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس تشریف لائے تو حضرت یوسف کھڑے نہوے اللہ تعالیٰ نے انپر وحی بھیجی کہ کیا تم اپنے باپ کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونے کو گران جانتے ہو قسم ہے اپنے عزت اور جلال کی تیری پشت سے کوئی نبی نہین پیدا کرونگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اگر کوئی شخص صدقہ دینا چاہے تو کچھ مضائقہ نہین کہ اپنے باپ کے نام سے دیدے جس صورت مین کہ وہ دونون مسلمان ہون پس اسکا ثواب ان دونون کو ملیگا اور اسکو بھی انمین کی برابر ثواب ملتا ہے بدون اسبات کے کہ انکے ثواب مین کچھ کمی ہو اور مالک بن ربیعہ کہتے ہین کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین تھے کہ اتنے مین ایک شخص بنی سلمہ مین سے آپ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے والدین مرگئے ہین انکا حق مجھپر کوئی ہے کہ ادا کرون فرمایا کہ ہان انکے لیے نماز پڑھ اور دعا مغفرت مانگ اور انکا عہد و حیثیت بجالا اور انکے دوستون کی تعظیم کر اور صلہ رحم کو جسکا پیوند انمین دونون کے سبب سے ہے اور فرمایا ان ابر البر ان یصل الرجل اھل ود ابیہ اور فرمایا کہ ان کے ساتھ سلوک کرنا باپ کی نسبت کردونا ہے اور فرمایا کہ ان کی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے لوگون نے عرض کیا کہ اسکی کیا وجہ ہے آپ نے فرمایا کہ ماں باپ کی نسبت کزیادہ مہربان ہوتی ہے اور رحم کی دعا ساقط نہین ہوتی اور اولاد کے حقوق یہ ہین کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مین کسکے ساتھ سلوک کرون آپ نے فرمایا کہ اپنے والدین کے ساتھ اسنے عرض کیا کہ میرے ماں باپ نہین فرمایا کہ اپنے بچہ پر احسان کر جیسا تیرے والدین کا حق تجھپر ہے ویسا ہی تیرے بچہ کا حق ہے۔ اور ایک حدیث مین فرمایا اللہ رحم کرے اس باپ پر جو اپنے فرزند کی مدد نیک ہونے پر یعنی اس سے ایسے برے کام نکرے جس سے وہ نافرمان ہوجاے۔ اور فرمایا کہ دینے مین اپنی سب اولاد کو برابر کرو۔ اور کہتے ہین کہ فرزند سات برس کی عمر تک آدمی کا کھلونا اور گلدستہ ہے اور سات برس تک خادم پھر یا دشمن ہے یا شریک اور حضرت انس فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرزند کی پیدائش کے ساتوین روز اسکا عقیقہ ہو اور نام رکھا جاے اور آلائش دور کی جاے اور جب چھ برس کا ہو تو اسکو ادب سکھایا جاوے اور نو برس کا ہو تو اسکا بستر علیحدہ کیا جاوے اور تیرہ برس کا ہو تو نماز نہ پڑھنے پر پیٹا جاوے اور جب سولہ برس کا ہو جاوے تو اسکا باپ اسکی شادی کردے پھر اسکا ہاتھ پکڑکر کہے کہ مین نے تجکو ادب سکھایا علم پڑھایا نکاح کردیا مین اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہون دنیا مین

کما ہے فضیحت ۱۲ الفتون ۱۲ دونون ۱۲ سلم اور ابن عباس ۱۲ شعب الایمان ۱۲ بیہقی اور حاکم ۱۲ ابی شیبہ ۱۲ بیہقی ۱۲ ابی سنن ۱۲ خلاف اور ۱۲ والعقوبۃ ۱۲

احیاء العلوم کی اصل عبارت کے موافق ترجمہ کیا ہے ۱۲ ۲ ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ اور ابن حبان اور حاکم نے ۱۲ ۳ ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ اور ابن حبان اور حاکم نے ۱۲ ۴ ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ اور ابن حبان اور حاکم نے ۱۲ ۵ ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ اور ابن حبان اور حاکم نے ۱۲ ۶ ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ اور ابن حبان اور حاکم نے ۱۲ ۷ ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ اور ابن حبان اور حاکم نے ۱۲ ۸ ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ اور ابن حبان اور حاکم نے ۱۲ ۹ ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ اور ابن حبان اور حاکم نے ۱۲ ۱۰ ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ اور ابن حبان اور حاکم نے ۱۲ ۱۱ ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ اور ابن حبان اور حاکم نے ۱۲

شیرے فتنہ سے اور آخرت مین تیرے عذاب سے۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ فرزند کا حق والد پر یہ ہے کہ اسکو اچھی طرح ادب سکھائے اور اسکا نام اچھا رکھے۔ اور فرمایا کل غلام رھین بعقیقتہ یذبح عنہ یوم السابع ویحلق رأسہ اور حضرت قتادہ نے فرمایا ہے کہ جب تم عقیقہ ذبح کرو تو اسکے بال لیکر شہر گ کے سامنے کرو پھر اسی طرح خون مین تر کرو لڑکے کے چند بال پر رکھدو تاکہ خون تار کی طرح جاوے پھر سر کا سنہ ہوا ڈالا جاوے اسکے بعد بال مونڈے جاوین اور ایک آدمی حضرت عبداللہ بن مبارک کی خدمت مین آیا اور اپنے کسی لڑکے کی شکایت کی آپنے فرمایا کہ تو نے اسکو کبھی بد عا دی ہے کہا ہان آپنے فرمایا کہ خود کردہ را چہ علاج اسکو تو نے ہی بگاڑا اور بچہ کے اوپر رحم اور نرمی کرنا مستحب ہے قرع بن حابس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے فرزند حضرت امام حسن علیہ السلام کو پیار کر رہے ہین اسنے عرض کیا کہ میرے دس لڑکے ہین مین نے انمین سے کسی کو پیار نہین کیا آپنے فرمایا من لا یرحم لا یرحم اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو ایک روز فرمایا کہ اسامہ کا منہ دھو دین دھونے لگی مگر گھن کرتی تھی آپنے میرا ہاتھ جھٹکدیا پھر اسامہ کو لیکر اسکا منہ دھویا اور پیار کیا اور فرمایا کہ اسنے ہمپر احسان کیا کہ لڑکی نہین ہوا۔ اور ایک بار آپ منبر پر تھے اور حضرت امام حسن علیہ السلام پھسلے آپنے اتر کر انکو اٹھالیا اور یہ آیت پڑھی انما اموالکم واولادکم فتنۃ اور عبداللہ بن شداد کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگون کو نماز پڑھاتے تھے کہ تنے مین حضرت امام حسین علیہ السلام تشریف لائے اور آپ کی گردن پر سوار ہو گئے جسوقت کہ آپ سجدہ مین تھے آپنے سجدہ مین بہت سی دیر لگائی یہان تک کہ لوگون کو گمان ہوا کہ کوئی نیا معاملہ ہوا ہے آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگون نے عرض کیا کہ آپنے سجدہ مین اتنی دیر لگائی یہان تک کہ ہمنے گمان کیا کہ کوئی اور بات ہو گئی ہے آپنے فرمایا کہ میرا فرزند مجھپر سوار ہو گیا تھا اسلیے مجھے اچھا نہ معلوم ہوا کہ بدون اسکے مطلب پورا ہونے کے جلدی اتار دون اور ہمین کئی فائدے بھی ہوئے اول تو قرب الی اللہ کہ سب سے زیادہ قرب حالت سجدہ مین ہوتا ہے دوسرے اولاد پر رحم کرنا تیسرے امت کو رحم سکھلانا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ فرزند کی بو جنت کی خوشبو ہے۔ اور حضرت امیر معاویہ نے احنف بن قیس کو بلوایا جب وہ آئے تو دریافت کیا کہ اولاد کے باب مین آپ کیا کہتے ہین انھون نے فرمایا اے امیر المومنین وہ ہمارے دلون کے میوے اور پشتون کے تکیے ہین ہم انکے حق مین زمین فرمان بردار اور آسمان سایہ دار ہین بڑے بڑے مہمات مین ہم انھین کی خاطر رکھتے ہین اگر وہ کچھ مانگین تو انکو دو اور اگر روٹھ جائین تو مناؤ کر جتنا تم کو دل و جان سے چاہینگے اور حتی الوسع تمسے محبت رکھینگے اور تم انپر بھاری مت ہو اور سخت مت پکڑو ورنہ تمھاری زندگی سے عاجز ہو کر چاہینگے کہ جلد مر جاؤ اور تمھارے پاس سے ہٹا انکو برا معلوم ہوگا امیر صاحب نے انسے فرمایا کہ اے احنف بخدا تمھارے آنے سے پیشتر مین یزید پر چلا رہا تھا جب احنف رخصت ہوئے تو امیر صاحب یزید سے خوش ہوئے اور اسکے پاس دو لاکھ درم اور دو سو تھان بھیجدیے یزید نے یہ سن سے آدھا احنف کو بانٹ دیا یعنی لاکھ درم اور سو تھان انکے پاس روانہ کیے۔ غرض کہ ان اخبار سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کا حق نہایت موکد ہے اور انکے حقوق کی بجا آوری اخوت کے بیان سے تمکو معلوم ہو گئی جسکو ہم پہلے لکھ آئے ہین کیونکہ یہ علاقہ اخوت سے

۱ آخر پارہ کی پہلی تقریب ہے اور اسکی عورت کو بھی ذبح کیا جاسکتا ہے عورت کو ساتون روز ذبح کرنا مستحب ہے بال مونڈے جاوین اور بال سنن ابوداؤد کتاب الجہاد

۲ بخاری روایت ابوہریرہ رضہ ۱۲ من لا یرحم لا یرحم نہین کرتا اوپر رحم نہین کیا جاتا ۱۲

۳ آخر سطر جزوی ۱۲ نہین گذرا مگر حدیث عائشہ ذکر کیا ہے کہ اسامہ دوڑتے ہوئے آئے اور آپکے پیر پر گر پڑے

۴ حدیث ابن عباس رضہ ۱۲

۵ حدیث ابن شداد عبداللہ بن شداد ۱۲ صحابی ہے

۶ حدیث ابن عباس رضہ ۱۲

۷ اولاد بھی ہمین چاہتی ہے اور ہم اولاد کو چاہتے ہین

۸ احنف بن قیس تابعی ہے

موکدہ تر ہے بلکہ اسمین دو باتین زاید ہین اول یہ کہ اکثر علما اس بات پر ہین کہ طاعت والدین کی شبہات مین واجب ہے گو حرام محض مین واجب نہین بیان نکہ اگر تھالے بدون کھانا کھانے مین وہ نارض ہون تو نکو چاہیے کہ اُنکے ساتھ کھاوے اسلیے کہ شبہ کا ترک کرنا ورع ہے اور رضی رکھنا والدین کا واجب تو واجب پر ورع کو تقدیم نہین ہوسکتی اسی طرح کسی اور مباح بانفل مین تکو جائز نہین کہ بدون اُنکی اجازت کے سفر کرو اور فرض اسلام سے حج کو جانا بھی نفل ہے اسلیے کہ اُسکا اوا تاخیر کے ساتھ بھی ہوسکتا ہے اور طالب علم کے لیے سفر کرنا بھی نفل ہے مگر اُس صورت مین کہ نماز اور روزہ اور دوسرے فرائض کا علم حاصل کرنا منظور ہو اور شہر مین کوئی بتانے والا نہو جیسے کوئی شخص شہر اول اول اسلام لایا اور شہر مین شریعت اسلامیہ کا سکھانے والا کوئی نہین تو اس صورت مین والدین کے حقوق کا مقید نہ رہے اور وطن چھوڑ دے ورنہ بدون اُنکی مرضی کے سفر اختیار نکرے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ایک شخص یمن سے ہجرت کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا اور جہاد کا ارادہ کیا تو آپ نے اُس سے استفسار فرمایا کہ یمن مین تیرے والدین ہین یا نہین اُسنے عرض کیا کہ ہین آپ نے پوچھا کہ اُنھون نے تجکو اجازت دے دی اُسنے عرض کیا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ تو اول جاکر اپنے والدین سے اجازت لے اگر وہ اجازت دین تو جہاد کر ورنہ جتنا تجھسے ہوسکے اُنکی اطاعت کر کہ یہ توحید کے بعد اور اعمال سے بہتر ہے جنکو تو خدا تعالے کے سامنے لیجائیگا اور ایک شخص آپ کی خدمت مین حاضر ہوا کہ جہاد کے باب مین آپ سے مشورہ لے آپ نے اُس سے دریافت فرمایا کہ تیری ماں ہے کہا نہین اُسنے عرض کیا کہ ہے آپ نے فرمایا کہ اُسکے ساتھ رہ کہ جنت اُسکے پانون کے تلے ہے۔ اور ایک شخص آپ کی خدمت مین حاضر ہوا اُسکی ذوجہ بھی کہ ہجرت پر بیعت کرے اور عرض کیا کہ مین آپ کی خدمت مین جب حاضر ہوا ہون کہ اپنے والدین کو روتا ہوا چھوڑ آیا ہون آپ نے فرمایا کہ تو اُن کو ہنسا جا جیسا کہ تو نے اُنکو روتا ہوا چھوڑا ہے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ حَقُّ كَبِيرِ الْإِخْوَةِ عَلَى صَغِيرِهِمْ كَحَقِّ الْوَالِدِ عَلَى الْوَلَدِ اور فرمایا کہ جب تم مین سے کسی کی سواری شوخی کرے یا اُسکی بی بی خواہ اور کوئی گھر والا بدخلق ہو جاے تو چاہیے کہ اُسکے کان مین اذان کہے یعنی اس سے سواری کی شوخی اور آدمی کی بدخلقی زائل ہوجاویگی

جو تمہا بیان ملوک کے حق کے ذکر مین واضح ہو کہ ملک کی دو قسمین ہین ایک ملک نکاح دوسری ملک قبالہ اول کے حقوق آداب نکاح مین گذر چکے اور ملک قبالہ بھی کچھ حقوق کی مقتضی ہے جنکی رعایت لونڈی غلامون کے ساتھ ضروری ہے اسلیے کہ سب سے پچھلی وصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمائی کہ اپنے لونڈی غلامون کے باب مین خدائے تعالی سے ڈرو جو کچھ تم کھاتے ہو اُسمین سے اُنکو کھلاؤ اور جو پہنتے ہو اُسمین سے اُنکو پہناؤ اور اُنسے ایسے کام نزو رکھو جنکی اُنکو طاقت نہو اور جو تمکو پسند ہون اُنکو رہنے دو اور جنکو برا جانو اُنکو فروخت کر ڈالو اور اللہ تعالی کی مخلوق کو عذاب مت دو کہ خدائے تعالی نے اُنکو تمہارے بس مین کر دیا ہے اور اگر وہ چاہتا ہو تو تمکو اُنکی ملک مین نکر دیتا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ مملوک کو کھانا اور لباس اچھی طرح دینا چاہیے اور اُس سے زبردستی وہ کام نہ لیا جائے جسکی اُسکو

ع
احمد بن [illegible]
[illegible]
[illegible]
[

طاقت نہو اور فرمایا لا یدخل الجنۃ خب ولا منکر ولا خائن ولا سیئ الملکۃ اور حضرت ابن عمر رضہ فرماتے ہین
کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ہم خادم سے کتنے بار قصور کو معاف کیا کرین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا پھر یہ ارشاد فرمایا کہ ہر روز ستر بار معاف کیا کرو۔ اور حضرت عمر رضہ کا دستور تھا کہ ہر شنبہ کے روز
عوالی کو جایا کرتے جو مدینہ منورہ سے تین میل ہے پس اگر کسی غلام کو ایسے کام مین پاتے جسکی طاقت اسکو نہوتی تو اس سے
کچھ کام کم کر دیتے اور حضرت ابوہریرہ رضہ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو اپنی سواری پر دیکھا اور اسکا غلام پیچھے
دوڑتا آتا تھا فرمایا کہ اے بندۂ خدا اسکو بھی اپنے پیچھے بٹھالے کہ وہ تیرا بھائی ہے جیسی جان تجھ مین ہے ویسی ہی اسمین بھی ہے
اسنے اسکو بھی بٹھالیا پھر حضرت ابوہریرہ رضہ نے فرمایا کہ بندہ اللہ تعالی سے دور ہی ہوتا جاتا ہے جب تک کہ آدمی اسکے پیچھے
پیادہ چلتے ہین اور حضرت ابودرداء رضہ کی ایک لونڈی نے اُنسے عرض کیا کہ مین نے تمکو ایک برتن سے زہر دیا
مگر تم مین کچھ اثر نہوا آپ نے پوچھا کہ تو نے زہر کیون دیا اُسنے عرض کیا کہ اس خیال سے کہ آپ سے راحت حاصل ہو
اسپر آپنے فرمایا کہ تو جا مین نے خدائے تعالے کی رضا کے لیے تجکو آزاد کیا اور زہری رضہ فرماتے ہین کہ جو بندہ مملوک کو اسکے
مولا نے آزاد کرنیکی نیت سے کوڑے مارے تو وہ آزاد ہے اور احنف بن قیس سے کسی نے پوچھا کہ تمنے بردباری کس سے سیکھی اُنھون نے کہا
کہ قیس بن عاصم سے سائل نے آکر کہا کہ اُنکا حلم کیا مشہور ہے کہا کہ وہ اپنے گھر مین بیٹھے تھے کہ اتنے مین اُنکی لونڈی ایک سیخ کباب کی
اُنکے پاس لائی وہ سیخ اسکے ہاتھ سے چھوٹ کر اُنکے لڑکے پر گری جو اسی وقت زخمی ہو کر مر گیا اُس لونڈی کے حواس جاتے رہے
اور نہایت ہراسان ہوئی اُنھون نے سوچا کہ بدون آزاد کرنے کے اسکا ڈر موقوف نہوگا اُس سے کہا کہ خوف مت کر جا تو
آزاد ہے۔ اور عمرون بن عبداللہ کا غلام جب اُنکی حکم عدولی کرتا تو فرماتے کہ تو اپنے آقا کے مثل ہو گیا کہ مرا آقا اپنے خادم کی
نافرمانی کرتا ہے اور تو اپنے آقا کی نافرمانی کرتا ہے ایکبار اُس غلام نے اُنکو بہت آزردہ کیا تو فرمایا کہ تو یہ چاہتا ہے کہ مین
تجکو بازارون مین سودا نہوگا جاتو آزاد ہے اور میمون بن مہران کے پاس ایک لونڈی تھی آپ کے یہان کوئی مہمان آگیا آپنے
لونڈی سے کہا کہ کھانا جلد لے آ وہ ہاتھ مین بھرا ہوا پیالہ لیکر جلد چلی اور ایسی پھسلی کہ وہ پیالہ آقا کے سر پر گر گیا اُنھون نے
فرمایا کہ تو نے مجکو جلا دیا لونڈی نے عرض کیا کہ اے خیر کے سکھانے والے اور لوگون کے ادب دینے والے اللہ تعالی کے
ارشاد کی وجہ سے کار بند ہو جیسے اُنھون نے پوچھا کہ اللہ تعالی نے کیا ارشاد فرمایا ہے اُسنے کہا کہ وہ فرماتا ہے والکاظمین الغیظ
اُنھون نے فرمایا کہ مین نے اپنے غصہ کو ضبط کیا اُسنے کہا کہ آگے یہ ارشاد ہے والعافین عن الناس اُنھون نے فرمایا
کہ مین نے تجکو معاف کیا اُسنے کہا کہ کچھ اور بھی سلوک کیجیے کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے واللہ یحب المحسنین اُنھون نے
فرمایا کہ تو خدائے تعالی کے واسطے آزاد ہے۔ اور ابن منکدر فرماتے ہین کہ ایک شخص نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے اپنے غلام کو مارا اُسنے یہ کہنا شروع کیا کہ خدائے تعالی کے لیے اور اُسکی رضا کے لیے مجھے چھوڑ دو مگر اُس شخص نے
معاف نہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام کی فریاد سنی اور اُس شخص کے پاس قاصد بھیجا جب اُسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

دیکھا اپنا ہاتھ روک لیا آپ نے فرمایا کہ اس غلام نے تجھکو خدا کے واسطے دیدیا تو نے معاف نہ کیا اس مجبور دیکھکر بہت خوش ہوئے اور اسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاؤ خدا تعالیٰ کی رضا کے لیئے آپ نے فرمایا کہ اگر تم ایسا کرو گے تو آتش دوزخ تمھارا بھونک نہ دیگی اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ غلام جب اپنے آقا کی خیرخواہی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اچھی طرح کرتا ہے تو اسکو دوہرا ثواب ملتا ہے اور جسوقت ابورافع رضی اللہ عنہ آزاد ہوئے تو روئے اور کہا کہ مجھکو دوثواب ملتے تھے اب ایک جاتا رہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سامنے تین ایسے شخص پیش کیئے گئے جو سب سے پیشتر جنت میں جائینگے اور تین ایسے جو اول دوزخ میں داخل ہونگے جو تین کہ اول جنت میں جائینگے ایک شہید ہے دوم غلام جسنے اپنے پروردگار کی عبادت اچھی طرح کی اور اپنے آقا کی خیرخواہی کی سوم پارسا عیال دار سوال کا تارک اور جو تین دوزخ میں اول جائینگے ایک امیر ظالم دوسرے مالدار کہ خدا تعالیٰ کا حق ادا نہیں کرتا تیسرے فقیر شیخی باز اور ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے ایک غلام کو مارتا تھا کہ اتنے میں اپنی پشت کی جانب سے دوبارہ آواز سنی خبردار اے ابومسعود میں نے جو متحیر پھر کر دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے میں نے کوڑا ہاتھ سے ڈالدیا آپ نے فرمایا کہ بیشک جتنی قدرت تجکو اسپر ہے اس سے اللہ تعالیٰ کو تجھپر قدرت ہے اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جب کوئی تم میں خادم مول لے تو چاہیے کہ اول اسکو شوربہ کھلائے کہ اسکے نفس کے حق میں یہ اچھی ہے اس حدیث کو معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جسوقت تم میں سے کسی کا خادم اسکا کھانا لاوے تو چاہیے کہ اسکو ساتھ بٹھلا کر کھلائے اور اگر ایسا نہ کرے تو اسکو علیحدہ دیدے اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جب کسی کے غلام نے کھانا تیار کرکے اسکو پکانے اور بیٹھنے کی محنت سے بچا دیا اور کھانا اسکے سامنے لا کر کھانا چاہیے کہ اسکو بٹھلا کر ساتھ کھلائے ورنہ علیحدہ دیدے یا ایک لقمہ کو رحم میں آکر اسکے ہاتھ پر رکھدے اور کہدے کہ اسکو کھالے اور جب آپ نے فرمایا کہ رحم میں آکر ہے تو اسکی تاکید بھی کردیا کہ ایسا نہ کرے اور ایک شخص حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا دیکھا تو آٹا گوندھتے ہیں اسنے عرض کیا کہ آپ یہ کونسا کام فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اسکو بھیجنے والے کا کام ہے بھیجا ہے معلوم ہوا کہ اسپر بوجھ لادکر بھیجا اور ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس کسی کا غلام اسکے لیئے کھانا تیار کرے اور اسکو اپنے ساتھ بٹھلا کر کھلائے اور اگر ایسا نہ کرے تو اسکو ایک یا دو لقمے دیدے کیونکہ اسنے اسکی محنت اٹھائی ہے اور ایک حدیث میں فرمایا کہ کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ غرض کہ مملوک کے حقوق بہت ہیں کہ تو اسکی طاقت سے زیادہ کام نہ لیوے اور اسکی اصلاح کرے اور حقارت کی نظر سے نہ دیکھے اور اسکے قصور معاف کرے اور جب ان میں سے کوئی قصور تجھ سے ہو تو یوں سوچے کہ میں بھی تو آخر اللہ تعالیٰ کی سرکار کا غلام ہوں اسکی طاعت میں قصور کرتا ہوں اور وہ مجھ سے انہیں دیتا اگر اسنے کوئی خطا کی تو کیا عجب ہے حالانکہ خدائے تعالیٰ مجھ سے زیادہ قادر ہے بہ نسبت اسکے کہ میں اسپر قادر ہوں فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخصوں کے اول کی پرسش نہ ہوگی ایک وہ جو جماعت سے علیحدہ ہوا دوم جسنے امام کی نافرمانی کی اور اسی حالت میں مرا ان دونوں کی پرسش نہ ہوگی سوم وہ عورت جسکا خاوند چلا گیا اور

دنیا کی ضروریات سے اُسکو فارغ کر گیا مگر اُسکے بعد اُسنے بناؤ سنگار کیا اور باہر نکلا تو اُسکی بھی پرسش نہوگی اور تین اور ہین جنکے حال کی پرسش نہوگی ایک وہ کہ اللہ تعالے سے اُسکی چادر مین منازعت کرے اور اُسکی چادر کبریا اور ازار عزت ہی اور ایک وہ شخص کہ اللہ تعالی سے شک مین ہی اور ایک وہ کہ اُسکی رحمت سے ناامید ہو وقف چادر کبریا ہی اور ازار عزت ہی یہ جملے بطور مثال کے ہین یعنی جیسے ایک چادر اور ازار مین دوسرا شریک نہین ہوتا ویسے ہی خدائے تعالی اپنی کبریا اور عزت مین یکتا ہی اُسکا کوئی شریک نہین۔ باب آداب صحبت تمام ہوا وَاللّٰہُ اَوَّلًا وَّآخِرًا وَظَاہِرًا وَّبَاطِنًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ عَبْدِہٖ مُصْطَفٰی

چھٹا باب عزلت کے آداب کے بیان مین

رہائی دینا مین بہت کم ہین جو ہون خوش طینت — ان لوگون کے ملنے سے بھلی ہی عزلت
بچنا جو ہو منظور تو سن لے احسن — وحدت مین سلامت ہی دوئی مین آفت

واضح ہو کہ گوشہ نشینی اور اختلاط مین سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دینے مین لوگون کا اختلاف بہت ہی اور ہر ایک مین کچھ خرابیان ہین جنکے باعث آدمی کو نفرت ہوتی ہی اور کچھ فوایان ہین کہ اُنکی جہت سے رغبت ہوتی ہی اور اکثر عابدون اور زاہدون کا میل اعتزال عزلت کی جانب ہی اور اُسکو اختلاط پر ترجیح دیتے ہین اور ہمنے باب پنجم مین جو اختلاط اور اخوت و رفاقت کی فضیلت مذکور کی وہ گویا اس مضمون کے مخالف پڑتی ہی جسکی طرف اکثرون کا میل ہی کہ عزلت کو اختیار کرتے ہین اسلیے اس باب مین اس امر کو واضح کر دینا ضرور ہوا اور یہ مطلب دو فصلون کے لکھنے سے حاصل ہوگا

پہلی فصل اس فکر مین کہ لوگون کے مذہب و اقوال اس باب مین کیا ہین اور ترجیح کے دلائل کیا۔ مذہبون کا اختلاف اس باب مین اتنا ہوا ہی کہ تابعین مین بھی ظاہر ہوا چنانچہ سفیان ثوری اور ابراہیم نخعی اور داؤد طائی اور فضیل بن عیاض اور سلیمان خواص اور یوسف بن اسباط اور خدیفہ مرعشی اور بشر حافی کا مذہب یہ ہی کہ عزلت اختیار کرنی چاہیے اور اختلاط پر اسکو فضیلت ہی اور اکثر تابعین یہ فرماتے ہین کہ اختلاط کرنا اور بہت سے یار اور دوست بنانے اور مرنے مین سے الفت اور محبت ہم پہنچانی اور ہمین پر اُنکے سبب سے مدد چاہنی مستحب ہی اسلیے کہ نیکی اور تقوی پر ایک دوسرے کو مدد دینا اسی صورت مین پایا جاتا ہی جسکا حکم وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی مین ہی اور اس امر کی طرف سعید بن مسیب اور شعبی اور ابن ابی لیلی اور ہشام ابن عروہ اور ابن شبرمہ اور شریح اور شریک بن عبد اللہ اور ابن عیینہ اور ابن مبارک اور شافعی اور احمد بن حنبل اور دوسرے بہت لوگ مائل ہین اور علمائے جو اس باب مین جملے فرماتے ہین اُنمین سے بعض تو مطلق ہین جنسے دونون رایون مین سے ایک کی جانب میل پایا جاتا ہی اور بعض مین کچھ ایسے کلمات بھی ہین جنسے میل کی علت معلوم ہوتی ہی اب ہم اول قسم کے جملون کو لکھتے ہین اور دوسری قسم کے جملون کو وہان لکھینگے جہان خرابیون اور فوایدکا ذکر کرینگے پس کہتے ہین کہ حضرت عمر رضہ سے مروی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ تم سب اپنا اپنا حصہ عزلت مین سے لو۔

اور حضرت ابن سیرین فرماتے ہین کہ عزلت عبادت ہی۔ اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ اللہ تعالی محب ہونے کے لیے کافی ہی اور قرآن مونس ہونے کو اور موت واعظ ہونے کو کفایت ہی اللہ تعالی کو ساتھی بنالے اور لوگون کو ایک طرف کر۔ اور ابو الربیع زاہد نے داؤد طائی سے کہا کہ مجکو نصیحت فرمائیے اُنھون نے فرمایا کہ دنیا سے روزہ رکھو اور آخرت کو اپنے افطار کے لیے مقرر کرو اور لوگون سے ایسا بھاگ جیسے شیر سے بھاگتا ہی۔ اور حضرت حسن بصری فرماتے ہین کہ کچھ جملے مجکو توریت کے یاد ہین۔ آدمی نے قناعت کی اور بے پروا ہوا۔ لوگون سے علحدہ ہوا اور سالم رہا۔ شہوتون کو ترک کیا اور آزاد ہوا۔ جسد کو ترک کیا تو صاحب مروت ہوا۔ تھوڑا صبر کیا تو بہت نفع اُٹھایا۔ اور وہیب بن الورد فرماتے ہین کہ مجھے سُنا ہی کہ حکمت کے دس جزہین نو تو سکوت مین ہین اور ایک آدمیون سے عزلت اختیار کرنے مین۔ اور یوسف بن مسلم نے علی بن بکار سے کہا کہ آپ تنہائی پر بڑے صابر ہین اور علی بن بکار اُن دنون مین اپنے گھر بیٹھ رہے تھے باہر نہ نکلتے تھے اُنھون نے جواب دیا کہ جوانی مین تو اس سے بھی زیادہ چیز پر صبر کرتا تھا یعنی لوگون کے پاس بیٹھنا تھا اور اُنسے کلام نہ کرتا تھا۔ اور سفیان توری رح فرماتے ہین کہ اب وہ زمانہ ہی کہ آدمی چپکے اپنے گھر مین بیٹھ رہے۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ ہم ایک کشتی مین سوار تھے اور ہمارے ساتھ ایک جوان شخص علوی بھی سوار تھا سات روز ہمارے ہمراہ رہا مگر ہمنے اُسکو بولتے نہ سُنا آخر ہمنے اُس سے کہا کہ خدائے تعالی نے ہمکو اور تمکو سات دن سے یکجا کیا ہی یہ کیا بات ہی کہ تم ہمسے نہ بولو نہ بولو اُسنے اس مضمون کا قطعہ پڑھا **قطعہ** بکھیڑا کم ہی نہ غم ہی کسیکے مرنے کا نہ ڈر ہی یہ کہ کوئی امر فوت ہو ویگا یہ علم سیکھا ہی طفلی کے چاؤ پورے کر نہایت اسکی ہی تنہائی اور چپ رہنا اور ابراہیم نخعی رح نے ایک شخص سے کہا کہ علم تحصیل کر پھر عزلت اختیار کر اور ایسا ہی ربیع بن خثیم نے فرمایا ہی۔ اور کہتے ہین کہ حضرت مالک بن انس رض جنازون مین آتے تھے اور بیمارون کو پوچھنے اور یار دوستون سے ملتے تھے مگر رفتہ رفتہ ایک ایک بات ترک کی یہانتک کہ سب کو چھوڑ دیا اور فرمایا کرتے کہ آسان بات نہین کہ آدمی اپنے سب عزیزون کو بیان ہی کر دیا کرے۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح سے کسی نے کہا کہ بہتر ہو اگر آپ کچھ فرصت ہم لوگون کے لیے نکال لین آپ نے فرمایا کہ فرصت ہی فرصت ہوئی اب خدائے تعالی کے پاس ہی فرصت ملیگی۔ اور فضیل فرماتے ہین کہ مین آدمی کا ممنون ہون اگر وہ راستہ مین مجھسے ملے اور مجکو سلام نہ کرے اور جب مین بیمار پڑون تو عیادت نہ کرے۔ اور ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ ربیع بن خثیم اپنے مکان کے دروازے پر بیٹھے ہوے تھے کہ اتنے مین ایک پتھر آپ کی پیشانی پر لگا اور اُسکو زخمی کیا آپ پیشانی پر سے خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ای ربیع اب تو تجکو نصیحت ہو گئی پھر اُٹھکر مکان مین چلے گئے اور اپنے جنازہ کے نکلنے تک پھر کبھی دروازہ پر نہ بیٹھے۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاص اور سعید بن زید رض عقیق مین اپنے اپنے گھرون کے اندر بیٹھ رہے مدینہ منورہ مین جمعہ وغیرہ کو نہ آتے تھے

یہانتک کہ عقیق ہی مین دونون کا انتقال ہوا۔ اور یوسف بن اسباط کہتے ہین کہ مین نے سفیان ثوری کو کہتے سنا ہے کہ قسم ہے اُس ذات کی جسکے سوا اور کوئی معبود نہین کہ اب عزلت ضروری ہوگئی۔ اور بشر بن عبداللہ فرماتے ہین کہ لوگون سے شناسائی کم کرو اسلیے کہ تمکو کیا خبر ہے کہ قیامت مین تمھارا کیا حال ہوگا اگر بالفرض رسوائی ہوگی تو تمھارے واقف کار تھوڑے ہی ہون تو بہتر ہے۔ اور کوئی امیر حاتم اصم رح کے پاس گیا اور عرض کیا کہ آپ کو کچھ مجھسے کام ہو تو ارشاد فرمایئے اُنھون نے فرمایا کہ بڑا مطلب یہ ہے کہ نہ تو مجھکو دیکھیے اور نہ مین تجھکو۔ اور ایک شخص نے سہل تستری رح سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ آپ کے ساتھ رہون آپ نے فرمایا کہ ہم دونون مین سے جب ایک شخص مرجائیگا اُسوقت کون ساتھ ہوگا جو اُسوقت ساتھی ہو اُسی کے ساتھ رہنا چاہیے۔ اور فضیل رح سے کسی نے کہا کہ تمھارا دل کا علی یہ کہتا ہے کہ کاش مین ایسی جگہ ہون کہ لوگون کو دیکھون اور وہ مجھکو نہ دیکھین فضیل رو پڑے اور کہا کہ افسوس ہے علی کے حال پر اُسنے بات کو ہی مگر ادھوری کہی پوری جب ہوتی کہ یون کہتا کہ نہ مین لوگون کو دیکھون نہ وہ مجھے دیکھین۔ اور یہ بھی فضیل رح کا قول ہے کہ بہت سے لوگون سے شناسائی ہونی آدمی کے عقل کے ضعیف ہونے کی علامت ہے۔ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ مجلسون مین سے افضل وہ ہے جو تمھارے گھر کے نہایت اندر ہو کہ نہ تم کسی کو دیکھو اور نہ کوئی تمکو دیکھے۔ غرض کہ جو لوگ عزلت کی طرف مائل ہین یہ اُنکے اقوال ہین اب مناسب ہے کہ اس فصل کو دو بیانون مین منقسم کیا جاے اور ہر ایک بیان مین

فریقین کی حجتین اور اُنکا خلل ذکر کیا جائے

پہلا بیان اُن لوگون کی حجتون کے ذکر مین جو اختلاط کی طرف مائل ہین اور اُن حجتون کے ضعیف ہونے کی وضاحت لوگون کی اول دلیل یہ آیت ہے وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ اور یہ آیت وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ کہ اس آیت مین اللہ تعالی نے لوگون پر اپنا احسان بتایا کہ اُنمین سبب الفت پیدا کیا اور یہ دلیل ضعیف ہے اسلیے کہ تفرقہ سے مراد اس آیت مین قرآن مجید اور اصول شریعت مین رایون کا جدا ہونا اور مذہبون کا اختلاف ہے اور الفت سے یہ عرض ہے کہ دلون مین سے اُن کینون کو نکال ڈالا جو سبب فتنہ اور باعث خصومات ہون اور عزلت ان امور کی منافی نہین یہ باتین اس مین بھی ممکن ہین۔ دوسری دلیل یہ حدیث شریف ہے المؤمن الف مالوف ولا خیر فیمن لا یالف ولا یولف اور یہ بھی ضعیف ہے اسلیے کہ اسمین اشارہ بد خلقی کی برائی کی طرف ہے جسکے سبب سے الفت نہین ہوسکتی اسکا مصداق وہ شخص نہین ہے جو خوش خلقی ہو اور اختلاط کرے تو خود دوسرون سے الفت کرے اور دوسرے اُس سے الفت کرین لیکن اپنے نفس کی سلامتی اور اصلاح کے لیے اختلاط کو ترک کردیا ہو تیسری دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین من فارق الجماعة فمات میتة جاهلية اور ایک حدیث مین یون ارشاد فرمایا من شق عصا المسلمین وخالف الجماعة فمات میتة جاهلية اور ایک حدیث مین یون ارشاد فرمایا من فارق الجماعة قید شبر فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه اور یہ دلیل بھی ضعیف ہے اسلیے کہ جماعت سے یہان وہ جماعت مراد ہے

جو ایک امام کی بیعت پر متفق ہو گئی ہو تو جو شخص اُن لوگون کے خلاف کریگا وہ باغی ہو گا تو جدائی سے غرض راے کی مخالفت ہے اور یہ اسلیے ممنوع ہے کہ مخلوق کے لیے ایک امام ضرور ہونا چاہیے جسکی وہ اطاعت کرین اور جب اُسپر متفق ہو جائین اور یہ صورت بدون اکثرون کی بیعت کے ہو نہین سکتی اسلیے اس لحاظ سے من مخالف ہونا معاملہ دینی کو برہم کرنا اور فتنہ کو برپا کرنا ہے اسمین عزلت کا کچھ ذکر نہین۔ چوتھی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن سے زیادہ ترک ملاقات سے منع فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا جو شخص اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے اور مر جاے تو دوزخ مین جاویگا۔ اور فرمایا کسی مرد مسلمان کو حلال نہین کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے اور جو ملاقات مین سبقت کریگا وہ جنت مین داخل ہو گا۔ اور فرمایا جو شخص اپنے بھائی کو چھ دن سے زیادہ چھوڑے تو وہ مثل اُسکے قاتل کے ہے۔ پس اگر آدمی عزلت کریگا تو بالکل دوست آشناؤن کو چھوڑ دیگا جو ان احادیث کی رو سے ممنوع ہے اور یہ دلیل بھی ضعیف ہے کیونکہ اس چھوڑنے سے مراد یہ ہے کہ لوگون سے ناراض ہو کر بات کر لی اور سلام اور معمولی اختلاط ترک کرے اسمین یہ صورت داخل نہین کہ بدون ناراضی کے اختلاط ترک کر دے علاوہ اسکے دو جگہ مین تین دن سے زائد بھی ترک اختلاط درست ہے ایک یہ کہ معلوم ہو کہ تین دن سے زائد چھوڑنے مین دوسرا شخص راہ راہ ہو جائیگا دوم یہ کہ اپنی سلامتی اسی مین سمجھے اور ممانعت حدیث کی ہر چند عام ہے مگر اُس سے یہ دونون صورتین مخصوص و مستثنی ہین اسلیے کہ حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو ذوالحجہ اور محرم اور صفر کے کچھ دنون تک چھوڑ دیا تھا اور حضرت عمر رضہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو ایک مہینے کو ترک کیا تھا اور اُنسے قسم کھائی تھی اور اپنے اُس مقام مین چڑھ گئے تھے جسمین آپ کا غلہ وغیرہ رہتا تھا اُسمین انتیس دن ٹھہرے جب آپ اُترے تو عرض کیا گیا کہ آپ تو انتیس دن رہے آپ نے فرمایا کہ مہینا کبھی انتیس کا ہوتا ہے۔ اور حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مرد مسلمان کو حلال نہین کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زائد چھوڑے مگر اُس صورت مین کہ اُسکے شر سے محفوظ و مامون نہو۔ تو اس حدیث مین تخصیص کی صراحت موجود ہے اور حضرت حسن بصری رح کا قول اسی حدیث پر مبنی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ احمق سے جدا رہنا خدا تعالی کے قریب ہے یعنی زندگی بھر اُس سے جدائی چاہیے کیونکہ حماقت کا علاج ممکن نہین۔ اور محمد بن عمر واقدی کے سامنے کسی نے ذکر کیا کہ ایک شخص نے دوسرے سے ترک ملاقات کی اور مرنے تک نہ ملا انھون نے کہا کہ یہ معاملہ پہلے بھی کچھ لوگون نے کیا ہے چنانچہ سعد بن ابی وقاص رضہ نے عمار بن یاسر رضہ سے ملاقات ترک کی یہانتک کہ دونون کی وفات ہوئی اور حضرت عثمان غنی رضہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضہ سے نہ ملتے تھے اور حضرت عائشہ رضہ نے حضرت حفصہ کو چھوڑ دیا تھا اور طاؤس رح نے دس برس تک ملاقات زندگی بھر کو چھوڑ دی تھی اور یہ جدائی اس بات پر محمول ہے کہ ان بزرگون نے اپنی سلامتی اسی مین دیکھی تھی۔ پانچوین دلیل یہ ہے کہ مروی ہے کہ کوئی شخص کو ہستان مین گیا کہ وہان عبادت کرے اسکو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس مین لائے آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو تم مین سے کوئی ایسا نہ کرے اسلیے کہ بعض اسلام کے

ع ابوداؤد و ابن ماجہ اول ابی ہریرہ رضہ ثانی ابی ایوب رضہ ثالث ابی خراش رضہ ۱۲

ع بخاری و مسلم ۱۲

ع بخاری و مسلم ۱۲

مواقع میں تم میں سے کسی کا رہنا اللہ تعالیٰ کی چالیس برس کی عبادت سے بہتر ہے اور فرمایا تھا کہ سوقت ابتداء اسلام میں جہاد بہت ضروری تھا اور عزلت سے جہاد چھوٹا جاتا تھا چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ فرمایا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جہاد کو نکلے ہمارا گذر ایک گھاٹی پر ہوا جس میں ایک چھوٹا سا چشمہ تھوڑے پانی کا تھا ایک شخص نے ہم میں سے کہا کہ خوب ہو کہ اس گھاٹی میں لوگوں سے علیحدہ ہو کر میں عزلت کروں مگر جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر نہ کرلونگا تب تک ایسا نہ کرونگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو ارشاد فرمایا کہ ایسا نہ کرو کیونکہ خدا کی راہ میں تم میں سے کسی کا ٹھہرنا اپنے گھر میں ساٹھ برس عبادت کرنے سے بہتر ہے کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ خدا تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے اور تم جنت میں داخل ہو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو اسلیے کہ جو کوئی خدا کی راہ میں اتنی دیر تک رہیگا جتنی دو دوھ کی دوھاریں نکالنے کے بیچ میں عرصہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو جنت میں داخل کریگا چھٹی دلیل یہ ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یاخذ القاصیۃ والناحیۃ والشاذۃ وایاکم والشعاب وعلیکم بالعامۃ والجماعۃ والمساجد اور اس حدیث میں ایسا شخص مراد ہے جو علم کی تکمیل سے پیشتر عزلت کرے اور اسکا بیان عنقریب آویگا اور یہ بھی کہ قبل تحصیل علم عزلت ممنوع ہے مگر ضرورت کے لیے مضائقہ نہیں

دوسرا بیان اُن لوگوں کے دلائل کے ذکر میں جو عزلت کی تفصیل کے طرف مائل ہیں اور وجہ اُنکے ضعیف ہونے کی ان لوگوں کی دلیل اول یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول نقل فرماتا ہے وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَاَدْعُو رَبِّي الآیہ اور ارشاد فرمایا فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَهَبْنَا لَهُ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ نعمت عزلت کے باعث سے ملی اور یہ دلیل ضعیف ہے اسلیے کہ ہر کافروں کے اختلاط سے یہی فائدہ ہے کہ انکو اسلام کی طرف بلائیں اور جب اُس سے ناامید ہو جائیں تو جان لیا کہ چاہیے یہ لوگ نہ مانینگے تو بجز انکو چھوڑ دینے کے اور کوئی صورت نہیں اور گفتگو مسلمان کے اختلاط میں ہے کہ اُنکے ملنے سے برکت ہوتی ہے چنانچہ مروی ہے کہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو مٹی کے ڈھکے ہوئے مٹکوں سے وضو کرنا زیادہ پسند ہے یا ان پانی کے حوضوں سے جنسے لوگ طہارت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ان پانی کے حوضوں سے وضو کرنا محبوب ہے اس وجہ سے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں کی برکت حاصل ہو اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خانہ کعبہ کا طواف کیا تو چاہ زمزم کی طرف توجہ فرمائی کہ اسکا پانی نوش فرمائیں تو دیکھا کہ چند ڈول کھجوروں میں بھیگی ہوئی ہیں اور لوگوں نے انکو ہاتھوں سے مل دیا ہے اور اُسی کو لے کر پی رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ مجکو بھی یمن سے پلاؤ حضرت عباس رضؓ نے عرض کیا کہ یہ تو نبیذ ہے کہ ہاتھوں سے ملا اور بھگو لگایا ہے آپ فرمائیں تو آپکے لیے ان ڈھکے ہوئے گھڑوں میں سے جو مکان کے اندر ہیں تھوڑا سا شربت لاؤں آپنے فرمایا کہ مجکو اسی میں سے پلاؤ جسمیں سے لوگ پیتے ہیں مسلمانوں کے ہاتھوں کی برکت کا خواہاں ہوں غرض کہ اُسمیں سے نوش فرمایا حاصل یہ کہ کفار و مشرکین سے عزلت کرنے سے مطلق

نکلتا ہی کہ مسلمانون سے عزلت چاہیے حالانکہ انکے اختلاط مین بہت سی برکت ہی۔ دوسری دلیل یہ ہی کہ حضرت موسی علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ کہا تھا وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاعْتَزِلُوْنِ یعنی یاس کی صورت مین آپ نے عزلت کی طرف التجا کی اور اصحاب کہف کے حال مین اللہ تعالی فرماتا ہی وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا یَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ یَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ اِیمین عزلت کے لیے امر کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب قریش نے ایذا دی اور آپ پر جفا کی تو آپ اُنسے علیحدہ ہوکر پہاڑ کی گھاٹی مین چلے گئے اور اپنے یاران خاص کو عزلت کا اور حبشہ کی طرف ہجرت کرنیکا حکم فرمایا چنانچہ سب ہجرت کرگئے اور جب اللہ تعالی نے اپنا بول بالا کیا سب مدینہ منورہ مین آپ سے جا ملے۔ اِس دلیل مین بھی یہی بات ہی کہ کافرون سے جسوقت یاس ہوا اُنسے عزلت اختیار کی یہ نہین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانون سے عزلت کی ہو یا کفار مین سے جسکے مسلمان ہونے کی توقع تھی اُس سے علیحدگی اختیار فرمائی ہو۔ اور اصحاب کہف نے باہمد گر عزلت نہین کی حالانکہ سب ایماندار تھے بلکہ کفار سے علیحدگی کی تھی اور گفتگو مسلمانون سے عزلت کرنے مین ہی پس اصحاب کہف کی عزلت حجت نہین ہوسکتی تیسری دلیل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عقبہ بن عامر جہنی نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نجات کی کیا صورت ہی آپ نے فرمایا کہ اپنے مکان ہی کے ہو رہو اور اپنی زبان بند کرو اور اپنی خطا پر روؤ اور مروی ہی کہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ کونسا آدمی افضل ہی آپ نے ارشاد فرمایا مؤمن مجاهد بنفسه وماله فی سبیل الله تعالی قیل ثم من قال رجل معتزل فی شعب من الشعاب یعبد ربه ویدع الناس من شره اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ان الله یحب العبد التقی الغنی الخفی اور ان احادیث سے حجت لانے مین جو شبہ ہی اِسلیے کہ آپ کا ارشاد عقبہ بن عامر کو اسوجہ سے تھا کہ آپ نے اُنکا حال نور نبوت سے دریافت کرلیا تھا کہ اُنکے حق مین گھر مین بیٹھ رہنا اختلاط کی نسبت کرلائق اور سالم تر ہی کیونکہ سب اصحاب کو آپ نے یہ حکم نہین دیا اور ایسا اکثر ہوتا ہی کہ کسی شخص کے حق مین عزلت ہی مین سلامتی ہوتی ہی نہ اختلاط مین جیسے بعض کے حق مین گھر بیٹھ رہنا اچھا ہوتا ہی جہاد مین جانے سے اور اس سے یہ نہین پایا جاتا کہ مطلقاً ترک جہاد افضل ہو اور لوگون کے اختلاط مین مجاہدہ اور مشقت ہوا کرتی ہی اور اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی کہ جو شخص لوگون سے اختلاط کرتا ہی اور اُنکی ایذا پر صبر کرتا ہی وہ اُسکی نسبت کہ بہتر ہی جو لوگون سے نہ ملے اور اُنکی ایذا پر صبر نہ کرے اور اسی امر پر یہ ارشاد آپ کا محمول ہی رجل معتزل یعبد ربه ویدع الناس من شره یعنی ہمین اشارہ اُس شخص کی طرف ہی جو سرشت مین شر پر ہو اور لوگ اُسکے اختلاط سے ایذا پاوین اور یہ جو آپ کا ارشاد ہی ان الله یحب التقی الغنی الخفی اسمین اشارہ ہی گمنامی کے اختلاط کرنے اور شہرت سے محترز رہنے کے لیے اور یہ امر عزلت سے متعلق نہین اسلیے کہ بہت سے راہب ایسے ہوتے ہین کہ اُنکو تمام خلق جانتی ہی اور بہت سے اختلاط کرنیوالے ایسے ہین کہ اُنکی شہرت کچھ بھی نہین ہوتی تو پھر ایسی حدیث کو حجت ٹھہرانا جو عزلت سے متعلق ہی نہین کیا مفید ہوگا چوتھی دلیل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا کہ کیا مین تمکو سب لوگون مین سے بہتر کو نہ بتادون المختون نے عرض کیا کہ کیون نہین آپ ارشاد فرما دیجیے آپ نے اپنے دست مبارک سے

مغرب کی طرف اشارہ کیا پھر فرمایا کہ بہتر وہ شخص ہی جو خدای تعالیٰ کے راستہ مین اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے منتظر رہے کہ خود دھاوا کرے یا دوسرے لوگ اُسپر دھاوا کرین اور مین تمکو وہ بھی بتائے دیتا ہون جو بعد اُسکے سب سے اچھا ہی اور اپنے ہاتھ سے حجاز کی طرف کو اشارہ کرکے فرمایا کہ اُسکے بعد وہ آدمی ہی جو پہاڑیون کے گلہ مین نماز ادا کرتا ہی اور زکوۃ دیتا ہی اور اپنے مال مین خدائے تعالیٰ کا حق پہچانتا ہی اور لوگون کے شرون سے الگ ہی **باب فریقہ** کی تحقیق بیان کرنے کے بعد ہم کہتے ہین کہ دونون جانب کی دلیلون سے خاطر خواہ تسکین نہین ہوتی اسلیے ضرور ہوا کہ عزلت کے فوائد اور ضررون کو مفصل لکھکر اور ایک کو دوسرے کے مقابل کرکے دیکھین تاکہ امر حق واضح ہوجائے۔

دوسری فصل عزلت کے فوائد اور آفات مین اور اُسکی فضیلت کے باب مین امر حق کی توضیح مین ۔

واضح ہو کہ عزلت اور اختلاط مین لوگون کا اختلاف ایسا ہی جیسا نکاح اور تجرد کی فضیلت مین اختلاف ہی اور باب النکاح مین ہم ذکر کرچکے ہین کہ مطلق فضیلت ایک کو دوسرے پر نہین ہی سکتے بلکہ احوال اور اشخاص کے لحاظ سے کسی کے حق مین نکاح افضل ہی اور کسی کے حق مین ترک نکاح چنانچہ نکاح کے آفات و فوائد کو مفصل بیان کرکے ہم نے اس حکم کو متفرع کیا ہی پس اسی طرح ہم اس مضمون متنازع فیہ کو بیان کرتے ہین اور اول عزلت کے فوائد کو کہتے ہین عزلت کے فوائد دو قسم ہین ایک دنیاوی اور ایک دینی فوائد دینی جیسے تنہائی مین عبادت اور فکر اور تربیت علمی پر مواظبت کرنے سے طاعتون کا حاصل کرنا یا حین منہیات کا مرتکب ہونا اختلاط پر نصری اُسسے بچا رہنا مثلاً ریا اور غیبت کرنا اور امر معروف اور نہی منکر سے ساکت رہنا اور جلیسان بد کے بُرے اخلاق اور خبیث اعمال کا اپنی طبیعت مین آجانا وغیرہ اور فوائد دنیاوی یہ ہین کہ خلوت مین تحصیل پر قادر ہونا جیسے پیشہ وتنہائی مین اپنا کام خوب کرتے ہین اور اُن خرابیون سے بچا رہنا جو اختلاط کی صورت مین پیش ہوتی ہین مثلاً دنیا کی بہار کو تاکنا اور لوگون کا بہت تر اُسکی طرف متوجہ ہونا اور خود دوسرون کی چیز پر طمع کرنا اور اپنی چیز مین دوسرون کا طمع کرنا اور اختلاط کی جہت سے پردہ مروت کا دور ہونا اور ہمنشین کی بُری عادت سے ایذا پانا یعنی بات کاٹنے یا بدگمان ہونے یا چغلی کھانے یا باہم حسد کرنے سے یا اُسکی بدصورتی اور بدگوئی سے ایذا پانا کہ عزلت کے باعث ان سب سے محفوظ رہتا ہی غرض کہ سب فوائد عزلت کے

یہی ہین انکو ہم چھ فائدون مین منحصر کرتے ہین

پہلا فائدہ عزلت کا یہ ہی کہ عبادت اور فکر کے لیے فارغ ہونا اور خلق کی مناجات کے عوض مین اللہ تعالیٰ کی مناجات سے انس حاصل کرنا اور معاملہ دین و دنیا اور ملکوت زمین و آسمان مین اسرار الٰہی کے معلوم کرنے مین لگا رہنا نصیب ہوتا ہی کیونکہ یہ امور فراغ کو چاہتے ہین اور اختلاط کی صورت مین فراغ میسر نہین پس عزلت ہی ان امور کا وسیلہ ہوتی ہی اور اسلیے کسی حکیم نے کہا ہی کہ کوئی شخص بدون کتاب اللہ کے تمسک کے خلوت نہین کرسکتا اور جو لوگ کتاب اللہ پر تمسک کرتے ہین وہی ہین کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دنیا مین راحت پائی اور اللہ تعالیٰ کی یاد اُسی کے سبب سے کرتے ہین ذکر اللہ ہی مین زندہ رہے اور ذکر اللہ ہی پر وفات پائی اور ذکر اللہ ہی پر

اللہ تعالیٰ سے ملے۔ اور اسمیں شک نہیں کہ ایسے لوگوں کو اختلاط فکر اور ذکر سے نافع ہوتا ہے اسلیے انکے حق میں عزلت ہی بہتر ہے اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتدا میں جبل حرا پر سب سے علیحدہ ہوکر عزلت فرماتے تھے یہاں تک کہ آپ میں نور نبوت قوی ہوگیا پھر مخلوق آپ کو اللہ تعالیٰ سے حاجب نہوئی تھی ظاہر کے بدن سے آپ مخلوق کے ساتھ تھے اور دل سے متوجہ الی اللہ حق کہ لوگوں کو گمان تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رض آپ کے خلیل ہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادیا کہ ہماری ہمت والا نہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مستغرق ہے اور ارشاد فرمایا لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا ولکن صاحبکم خلیل اللہ اور ظاہر میں لوگوں سے ملا رہنا اور باطن میں ہمہ تن خدائے تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا بجز زور نبوت کے اور کسی کی مجال نہیں ایسا نہو کہ ہر متدین شخص اپنے نفس سے دھوکے میں آکر اس رتبہ کی طمع کرنے لگے اور بعض اولیاء اللہ کا درجہ اسقدر ہوجاتا کچھ بعید بھی نہیں چنانچہ حضرت جنید بغدادی رح سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں تیس برس سے اللہ تعالیٰ سے باتیں کرتا ہوں اور لوگوں کو گمان ہے کہ ہم سے باتیں کرتے ہیں اور یہ بات اُس شخص کو میسر ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں استاد ہو بے کہ اُسمیں غیر کی گنجائش نہ رہے اور ایسا ہونا محال نہیں اسلیے کہ یہ تو مخلوق کے عاشقوں کا حال بھی ہوجاتا ہے کہ ظاہر میں لوگوں سے ملتے ہیں مگر یہ نہیں سمجھتے کہ خود کیا کہتے ہیں اور دوسرے اُنسے کیا گفتگو کرتے ہیں کیونکہ محبوب کی فریفتگی دل پر کمال درجہ کی ہوتی ہے بلکہ جس شخص پر دنیاوی اُمور کے باہمیں کوئی سخت تردد آپڑتا ہے تو بعض اوقات اُسکی فکر میں ایسا ڈوبتا ہے کہ لوگوں سے ملتا ہے مگر کسی کو نہیں پہچانتا اور نہ انکی آواز سنتا ہے اور عاشقوں کے نزدیک آخرت کا معاملہ بہت بڑا ہے اگر اسکی فکر میں آدمی کا ایسا حال ہوجائے تو کیا بعید ہے مگر اکثروں کے لیے عزلت سے دل لگنا بہتر ہے اور یہمیں وجہ کسی حکیم سے جو پوچھا گیا کہ خلوت سے لوگوں کی غرض کیا ہے تو اُسنے جواب دیا کہ اُس سے یہ مطلوب ہے کہ فکر دائم ہوجائے اور علوم دلوں میں ثابت اور مستحکم ہوں تاکہ عمدہ طور سے زندگی کریں اور تیسری معرفت کی چکھیں۔ اور کسی راہب سے کہا گیا کہ تم تنہائی پر بڑے صابر ہو اُسنے کہا کہ میں تو تنہا نہیں رہتا اپنے پروردگار کا ہم نشین ہوں جب میں چاہتا ہوں کہ وہ مجھسے کچھ فرمائے تو اُسکی کتاب پڑھنے لگتا ہوں اور اگر چاہتا ہوں کہ میں اُس سے کچھ کہوں تو نماز پڑھتا ہوں۔ اور کسی حکیم سے پوچھا گیا کہ زہد اور عزلت سے تمکو کیا چیز ملی اُسنے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا اُنس۔ اور سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم ادہم رح کو شام کے شہروں میں دیکھا اور عرض کیا کہ خراسان کو آپ نے بالکل چھوڑ دیا فرمایا کہ مجکو کرلہ اسی جگہ ملتا ہے کہ میں اپنا دین ایک پہاڑ سے دوسرے پر لیے پھرتا ہوں اگر مجکو کوئی دیکھ پاتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ شخص وسواسی ہے یا کوئی شریر ہے خواہ ملامت ہے۔ اور غزوان رقاشی سے کسی نے کہا کہ یہ ہم نے مانا کہ تم بستی نہیں مگر اپنے دوستوں کے پاس بیٹھنے سے کونسی چیز مانع ہے اُنھوں نے کہا کہ جس سے مجھے غرض تھی اُسکی ہمنشینی سے میرے دل کو راحت مل گئی اور دوستوں کے پاس بیٹھنے سے کیا مطلب رہا اور حضرت حسن بصری سے لوگوں نے کہا کہ یہاں ایک شخص ہے کہ ہم نے اُسکو جب دیکھا ہے تو تنہا ایک ستون کی آڑ میں بیٹھا دیکھا ہے وہ آپ کی مجلس میں شریک نہیں ہوتا آپ نے فرمایا کہ اگر تم اُسکو دیکھو تو مجکو اطلاع کرنا چنانچہ ایک روز اُسکو دیکھکر آپ سے کہدیا کہ وہ شخص ہے

جسکا حال ہم نے آپ سے کہا تھا آپ اُسکے پاس تشریف لیگئے اور فرمایا کہ ای بندۂ خدا مجکو معلوم ہوتا ہی کہ تمکو عزلت پسند ہی مگر کیا بات ہی کہ تم لوگون کے پاس نہین بیٹھتے اُنھون نے جواب دیا کہ ایک ایسا ہی معاملہ ہی جسنے مجکو لوگون سے روک دیا ہی آپ نے فرمایا کہ پھر اسی شخص کے پاس بیٹھا کر جسکو حسن کہتے ہین اُسنے کہا کہ مین ایسے امر مین لگا ہون کہ نہ مجھے لوگون کے پاس بیٹھنے کی فرصت ہی نہ حسن کے پاس آپ نے پوچھا کہ میان صاحب وہ کونسا امر ہی اُسنے کہا کہ صبح اور شام مجھپر خدای تعالی کی نعمت ہوتی رہتی ہی اور مین گناہ کرتا ہون تو مین نے یہ بہتر سمجھا کہ نعمت الٰہی پر اُسکا شکر کرون اور اپنے گناہ سے اُس سے مغفرت کی درخواست کرون پس ان دونون باتون سے مجکو فرصت نہین ملتی آپ نے فرمایا کہ ای بندۂ خدا میرے نزدیک تو حسن سے زیادہ سمجھتا ہی جو کام کرتا ہی اُسی کو پسند کرتا ہی کہتے ہین کہ حضرت اویس قرنی بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے مین ہرم بن حبان اُنکی خدمت مین حاضر ہوئے اُنھون نے پوچھا کہ کیسے آئے اُنھون نے جواب دیا کہ تم سے انس حاصل کرنے کو آیا ہون حضرت اویس نے فرمایا کہ مجھے ایسا کوئی نہین معلوم ہوتا کہ اپنے پروردگار کو پہچان کر اُسکے غیر سے انس حاصل کرے۔ اور فضیل رح کا قول ہی کہ جب مین رات آتی دیکھتا ہون تو خوش ہوتا ہون اور کہتا ہون کہ اب اپنے پروردگار سے خلوت کرونگا اور جب دیکھتا ہون کہ صبح ہوئی تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھتا ہون کہ اب لوگ مجکو گھیرینگے اور کوئی ایسا شخص میرے پاس آجاویگا جو مجکو میرے پروردگار سے غافل کردیگا۔ اور عبداللہ بن زید کہتے ہین کہ خوش حال اُن لوگون کا جنھون نے دنیا مین بھی عیش کی اور آخرت مین بھی عیش کرینگے لوگون نے پوچھا یہ کسطرح ہوگا اُنھون نے فرمایا کہ دنیا مین تو اللہ تعالی سے مناجات کرتے رہے اور آخرت مین اُسکے پڑوس مین ہونگے۔ اور ذوالنون مصری رح فرماتے ہین کہ اہل ایمان کی خوشی اور لذت اسی مین ہی کہ تنہائی مین اپنے پروردگار سے مناجات کرے اور مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ جسکو مخلوق کی ہم کلامی کے عوض مین خدای تعالی کی ہم کلامی سے انس حاصل نہو وہ کم علم اور دل کا اندھا ہی اُسنے اپنی عمر ضائع کھوئی۔ اور ابن مبارک رح فرماتے ہین کہ کیا اچھا حال ہی اُس شخص کا جو صرف اللہ تعالی کا ہو رہے۔ اور ایک نیک بخت نقل کرتے ہین کہ مین شام کی سیر کرتا پھرتا تھا کہ ایک عابد کو کسی پہاڑ سے نکلتے دیکھا اُسنے جو مجکو دیکھا تو ایک درخت کی آڑ مین چھپ گیا مین نے اُسکے پاس جاکر کہا کہ سبحان اللہ آپ کو اتنا بخل ہی کہ یہ بھی گوارا نہین کرتے کہ مین تمکو دیکھون اُسنے کہا کہ میان صاحب اصل یہ ہی کہ مین اس پہاڑ مین مدت مدید سے اپنے دل کا علاج کر رہا ہون کہ دنیا اور اہل دنیا سے صبر کرے اور اس باب مین نے بہت مشقت اُٹھائی اور عمر صرف کی ہی اور اللہ تعالی سے دعائین مانگی ہین کہ ایسا نہ کرنا کہ بجز محنت اور مشقت کے اور کچھ ہاتھ نہ لگے ہمارے اللہ تعالی نے میرے دل کا اضطراب دور کیا اور تنہائی اور علیحدگی سے اسکو مانوس کردیا اب جو مین نے تمکو دیکھا تو یہ خوف ہوا کہ کہین دل کا حال پھر پیشتر کا سا نہو جاوے پس تم مجھسے علیحدہ رہو کہ مین تمھارے شر سے پناہ مانگتا ہون رب العارفین اور حبیب القانتین کی پھر ایک نعرہ مارا کہ آہ افسوس دنیا مین اتنا زیادہ ٹھہرے پھر میری طرف سے مُنھ پھیر لیا اور ہاتھون کو جھٹک کر کہا کہ ای دنیا مجھسے علیحدہ رہ میرے سوا کسی اور کو اپنی زینت دکھا اور جو

تجھکو چاہیے اُسکو دعوے کا وے پھر کہا پاک ہو وہ ذات جسنے اپنی خدمت کی لذت اور اپنی طرف منقطع ہونے کی حلاوت عارفون کے دلون کو ایسی چکھائی جس سے اُنکے دل بہشت اور حورون کی یاد بھول گئے اور اُنکی ہمت نے کچھ صرف اپنی ہی یاد مین نہین کی دی کہ اُنکے نزدیک کوئی چیز اُسکی مناجات سے بڑھکر مزہ دار نہین پھر قدوس تعالیٰ نے اُنکو تنہائی مین اُسکے ذکر سے اُنس اور اُسکی معرفت کی کثرت ہوتی ہے اور اسی بات مین کسی نے یہ مضمون کہا ہے قطعہ مجھکو بہبودی نہین ہے جانکر بیہودون سے تا ملاقی ہووے شاید تیرا اور میرا خیال ہمنشینون سے الگ ہو تا ہون مین اس تاک مین ہون تا کرون فرصت سے اپنے دل مین تیری قیل و قال اور ہمین وجہ کسی حکیم نے کہا ہے کہ جب آدمی اپنے آپ مین کوئی فضیلت نہین پاتا تو خود اپنے نفس سے وحشت کرتا ہے اور اسی وجہ سے لوگون سے بہت ملکر وحشت کو اپنے نفس پر سے دفع کرتا ہے لیکن جس صورت مین کہ اُسکی ذات مین فضیلت ہوتی ہے تو تنہائی تلاش کرتا ہے تاکہ خلوت کے باعث فکر پر قدرے اور علم و حکمت کو ظاہر کرے۔ اور کہتے ہین کہ آدمیون سے اُنس حاصل کرنا اس کی نشانی ہے حاصل یہ کہ خلوت سے فراغ کا ملنا بہت بڑا فائدہ ہے مگر بعض شخص اس کے حق مین ہے کل کے لیے اور جس شخص کو کہ ذکر دائمی سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس میسر ہو اور دوام فکر سے خدائے تعالیٰ کی معرفت مین مستحکام ہوتا ہوا سکے حق مین جتنی باتین ہین اختلاط سے متعلق ہین اُن سب کی نسبت کر تنہا رہنا افضل ہے اسلیے کہ علت غائی تمام عبادات کی اور ثمرہ سب معاملات کا یہ ہے کہ آدمی اللہ کا محب اور عارف ہو اور ایسے حال مین مرے اور محبت بھی ہوتی ہے کہ دوام ذکر سے انس حاصل ہو اور معرفت بدون دوام فکر کے نہین ہوتی اور دل کا فارغ ہونا محبت اور معرفت دونون کے لیے شرط ہے اور اختلاط کے ساتھ فراغ نہین ہو سکتا۔ دوسرا فائدہ عزلت کا یہ ہے کہ جگناہ آدمی کو اکثر اختلاط سے پیش ہوا کرتے ہین اور تنہائی مین اُنسے محفوظ رہتا ہے اُنسے بچنا میسر ہوتا ہے اور وہ گناہ چار ہین غیبت اور ریا اور جھوٹ اور معروف اور نہی منکر سے اور بیہودی چوری طبیعت مین اخلاق قبیحہ اور اعمال خبیثہ کا داخل ہونا جنکا باعث حرص دنیا وی ہوتی ہے غیبت کا تو یہ حال ہے کہ اگر باب آفات زبان کو اس کتاب کی جلد سوم مین مطالعہ کرکے غیبت کی وجہین معلوم کروگے تو جان لوگے کہ اختلاط کی صورت مین اُس سے بچا رہنا ایک بڑا کام ہے بجز صدیقون کے اور کوئی نہین بچ سکتا اسلیے کہ لوگون کی عادت پڑگئی ہے کہ جہان بیٹھے ہین اسی کا چرچا رکھتے ہین بلکہ اسمین چاشنی اور لذت اور ثقل اور گرنگ کی سی حلاوت سمجھتے ہین اور تنہائی کی وحشت کو اسی سے ٹالتے ہین پس اگر تم لوگون سے اختلاط کرکے اُنھین کی سی کہو گے تب تو گنہگار اور مستحق غصہ پروردگار ہوگے اور اگر خاموش رہو گے تب بھی غیبت کرنے والون مین گنے جاؤگے ہر سننے والا غیبت کا ایسا ہی ہے جیسا غیبت کرنے والا اور اگر تم لوگون کو غیبت سے منع کروگے تو وہ تمھارے دشمن ہو جائینگے اور جسکی غیبت کرتے تھے اُسکو چھوڑکر تمھاری غیبت کرینگے اور اکثر شدد و شد کا مضمون ہوگا بلکہ عجب نہین کہ غیبت سے بڑھکر تمکو تحقیر جانین اور کافر ایمان سنا مین اور امر بالمعروف اور نہی منکر دین کے اصول مین سے ہے اور واجب ہے چنانچہ اسکا ذکر اس جلد کے آخر مین آویگا اور جو شخص لوگون سے اختلاط کریگا تو ضرور دیکھیگا کہ کوئی بات منکر کی ہوگی پس اگر اُسپر سکوت کریگا تب تو اللہ تعالیٰ کا نافرمان ٹھہرےگا اور اگر منع کریگا تو اپنے آپ کو انواع ضرر کا ہدف بنائیگا اور عجب نہین کہ جن افعال سے منع کیا ہو اُنسے زیادہ اور معاصی دیکھنے پڑین اور اُنسے احتراز تلاش

کرنا پڑے اور عزلت میں اُن امور سے نجات رہتی ہے کیونکہ اختلاط کی صورت میں انکو دیکھکر نہ چپ رہتے بنے نہ کہتے بنے گو تم مشکل کو گرنگو تم مشکل کا مضمون ہوا ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے ایکبار خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ لوگو تم یہ آیت پڑھتے ہو یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ مگر تم اسکو اسکی جگہ نہیں استعمال نہیں کرتے اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے اذا رای الناس المنکر فلم یغیروا اوشک ان یعمھم اللہ بعقاب اور ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندہ سے پرسش فرمائیگا یہانتک کہ یوں ارشاد کریگا کہ دنیا میں جب تجھ نے بری بات دیکھی تھی اسکو کیسلیے منع نہ کیا پھر اگر اللہ تعالیٰ بندہ کو جواب سوجھاویگا تو وہ عرض کریگا کہ الٰہی مجھکو تیرے رحم کی توقع تھی اور لوگوں سے خوف تھا اور یہ اُس صورت میں ہے کہ مارپیٹ سے ڈرے یا ایسی بات سے جسکی طاقت اپنے آپ میں نہو اور اُسکی پہچان مشکل ہو اور جہاں خطر نہیں اور عزلت میں اس سے نجات ہے اور ابھی بات کے امر کرنے سے خصومت کا اُبھارا دشمنوں میں کینہ ہوتا ہے جیسے کسی نے کہا ہے ؎ زندگی میں نے نصیحت میں تمھاری صرف کی ؎ مجھسے پر افسوس ہے کہ عداوت ہوگئی ؎ اور جو شخص امر بالمعروف کا ارتکاب کرتا ہے غالباً ندامت اُٹھاتا ہے کیونکہ امر معروف کرنا ایسا ہے جیسا کوئی ٹیڑھی دیوار کو سیدھا کرنا چاہے اور عجب نہیں کہ دیوار اُسی پر آپڑے اور پھر کہیے کہ کاش میں اُسکو جھکی ہوئی رہنے دیتا بان اگر کچھ لوگ اسکو مدد دیں اسطرح کہ دیوار کو تھام لیں یہانتک کہ شخص اُسمیں اُترا ہو اور خوب مضبوط لگا دے تو البتہ اُسکا سیدھا ہونا بدون ضرر کے ہو سکتا ہے لیکن امر معروف کرنے میں دیکھا نہیں جاتا کہ اُنکے سہارے کسی کو کچھ کہیے اسی لیے یہ ہنر ہے کہ آدمی کنج عافیت اختیار کرے۔ اور ریا کے دل کا علاج ہے جس سے احتراز کرنا ابدال اوتاد کو بھی دشوار ہے اور دن کا تو کیا ذکر ہے کیونکہ جو شخص لوگوں سے ملیگا انکی مدارات کرنی پڑیگی اور جو مدارات کریگا وہ ریا کریگا اور جو اُنکے دکھاوے کے لیے اعمال کریگا وہ انھیں باتوں میں مبتلا ہوگا جنمیں وہ مبتلا ہیں اور جیسے وہ تباہ ہوئے ویسا ہی وہ بھی تباہ ہوگا اور دینی خرابی اُسمیں یہ ہے کہ نفاق لازم آویگا مثلاً اگر تم دو عداوت والوں سے ملو تو اگر ایسی طرح ہر ایک سے نہ ملو جو اُسکی مرضی کے موافق ہو تب تو دونوں کے نزدیک دشمن ٹھہروگے اور اگر دونوں سے اُسی کی منھ دیکھی بات کہوگے تو بدترین خلق ٹھہروگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تجدون من شرار الناس ذا الوجھین الذی یاتی ھؤلاء بوجہ وھؤلاء بوجہ اور لوگوں کے اختلاط میں دینی بات یہ ضرور ہے کہ ملنے کے وقت اظہار شوق اور شدت سے اشتیاق بیان کیا جاے حالانکہ یہ امر تو اصل ہی میں جھوٹ ہوتا ہے یا مقدار زیادتی میں دروغ یقیناً ہوتا ہے اور یہ بھی ضرور ہے کہ ملنے والے سے اُسکے حالات پوچھنے سے اپنی شفقت ظاہر کریں پس اگر تم کسی سے پوچھو کہ اپکا مزاج شریف اور آپ کے اہل و عیال کیسے ہیں اور دل میں تمھارے اُنکا کچھ دھیان نہو تو یہ نفاق خالص ہے اور حضرت ابن مسعود رضؓ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی اپنے گھر سے نکلتا ہے اور راستہ میں کوئی شخص اُس سے اپنی حاجت کہتا ہے کہ فلاں کام میرا کر دیجیے تو وہ بظاہر اُسکا مشکور ہوتا ہے کہ خوب کیا تمنے اپنا مطلب مجھسے کہا مگر شاید اُسکی حاجت میں کچھ کام نہیں کرتا پس ایسا شخص گھر کو جو پھرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر جدا خفا کرتا ہے اور اپنے دین کو جدا برباد کرتا ہے

اور سری سقطی فرماتے ہین کہ اگر میرے پاس میرا کوئی دوست آوے اور مین اُسکے دکھانے کو اپنی داڑھی ہاتھ سے برابر کرون تو مجھے یہ ڈر ہے کہ میرا نام کہین منافقون کے دفتر مین نہ لکھا جائے۔ اور فضیل بن عیاض تنہا مسجد حرام مین بیٹھے تھے کہ ایک اُنکا دوست اُنکے پاس گیا اُنھون نے پوچھا کہ کیسے آئے اُسنے کہا دل بہلانے کے لیے اُنھون نے فرمایا کہ یہ تو وحشت کا کام ہے کیونکہ تم یہ چاہتے ہوگے کہ میرے دکھانے کو زینت کرو اور مین تمھارے دکھانے کو بن سنور بیٹھون اور تم میری خاطر جھوٹ بولو اور مین تمھاری خاطر پس اس سے بہتر یہ ہے کہ یا تم میرے پاس سے چلے جاؤ یا مین تمھارے پاس سے اُٹھ جاؤن۔ اور کسی عالم کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ جس بندہ سے محبت کرتا ہے تو یہ بھی چاہتا ہے کہ اُسکی اطلاع اُسکو نہو۔ اور طاؤس رح خلیفہ ہشام کے پاس تشریف لیگئے اور اُسکو فرمایا کہ اے ہشام تم کیسے ہو ہشام غصہ ہوا اور کہا کہ تمنے مجھکو امیر المؤمنین کیون نہ کہا آپنے فرمایا کہ اسلیے کہ سب مسلمان تمھاری خلافت پر متفق نہین تو مجھکو خوف ہوا کہ امیر المؤمنین کہنے سے کہین مین دروغگو نہو جاؤن تو جس شخص سے اسطرح کا احتراز ہو سکے اُسکو لوگون سے اختلاط کرنے کا مضائقہ نہین ورنہ اپنا نام منافقین کے دفتر مین لکھوانے پر راضی ہو تو اختلاط کرے۔ اور سلف کے اکابر جو آپسمین ملتے تھے تو مزاج پوچھتے اور اُسکے جواب دینے سے احتراز کرتے تھے کیونکہ اُنکا دستور احوال دین دریافت کرنے کا تھا نہ حالات دنیا کے پوچھنے کا چنانچہ حاتم اصم نے حامد لفاف سے پوچھا کہ تمھارا حال کیسا ہے اُنھون نے جواب دیا کہ سالم اور عافیت سے ہون حاتم کو یہ جواب بُرا معلوم ہوا کہا کہ اے حامد سلامتی تو پل صراط کے پار اور عافیت جنت مین ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب کوئی پوچھتا کہ آپ آج کیسے ہین تو فرماتے کہ ایسا ہون کہ جس چیز کی توقع کرتا ہون اُسکی تقدیم پر قادر نہین اور جس چیز سے ڈرتا ہون اُسکو ٹال نہین سکتا اپنے عمل کے بدلے مین گرو ہون اور بہتری یا اصل دوسرے کے ہاتھ ہے پس کوئی محتاج مجھسے زیادہ حاجتمند نہین اور ربیع بن خثیم سے اگر کوئی پوچھتا کہ آج آپ کیسے ہین تو کہتے کہ ضعیف گناہگار ہین اپنی قسمت کا دانہ پانی پورا کرتے ہین اور اس انتظار مین ہین کہ کب مرتے ہین۔ اور حضرت ابو درداء اگر کوئی پوچھتا کہ آج آپ کیسے ہین فرماتے کہ اچھا ہون اگر دوزخ سے بچ جاؤن اور سفیان ثوری رح سے اگر کوئی پوچھتا کہ آپ کیسے ہین فرماتے کہ انکا شکر اُسکے سامنے کرتا ہون اور ایک کی برائی دوسرے کے سامنے اور ایک سے بھاگ کر دوسرے پاس جاتا ہون۔ اور حضرت اویس قرنی رض سے کسی نے پوچھا کہ آپکیسے ہین آپ نے فرمایا کہ اُس شخص کا حال کیا پوچھتے ہو کہ شام ہو تو یہ نہین جانتا کہ صبح پکڑ دونگا اور صبح ہو تو یہ نہ جانے کہ شام پکڑ ونگا۔ اور مالک بن دینار رح سے کسی نے پوچھا کہ آج آپ کیسے ہین فرمایا کہ ایسا ہون کہ عمر گھٹتی جاتی ہے اور گناہ بڑھتے جاتے ہین اور کسی حکیم سے پوچھا گیا کہ تم کیسے ہو کہا کہ موت کی خاطر اپنی زندگی کو پسند نہین کرتا اور اپنے رب کے سامنے اپنے نفس سے راضی نہین۔ اور کسی دوسرے حکیم سے سوال کیا گیا کہ تم کیسے ہو کہا کہ اپنے رب کا رزق کھاتا ہون اور اُسکے دشمن ابلیس کی اطاعت کرتا ہون اور کسی نے محمد بن واسع سے پوچھا کہ آپ کیسے ہین آپ نے فرمایا کہ جو

شخص ہر روز آخرت کی طرف کو ایک منزل چلتا ہو اُسکا حال تم ہی سمجھ لو کہ کیا ہوگا اور حامد نفاف سے کسی نے پوچھا کہ تم کیسے ہو کہا کہ یہ تمنا ہو کہ ایک دن اور رات عافیت مین گذرے سائل نے کہا کہ کیا آپ ہر روز عافیت سے نہین ہین فرمایا کہ عافیت اُسی روز ہوتی ہو جسمین خدائے تعالیٰ کی نافرمانی نکرون۔ اور ایک شخص نزع کی حالت مین تھا اُس سے کسی نے پوچھا کہ تمھارا کیا حال ہو اُسنے کہا کہ اُس شخص کا کیا حال ہوگا جو کہ سفر دور و دراز بدون زاد کے طے کیا چاہتا ہو اور قبر وحشت ناک مین بدون مونس کے جاتا ہو اور بادشاہ عادل کے سامنے بدون حجت کے حاضر ہوتا ہو۔ اور حسان بن ابی سنان سے کسی نے پوچھا کہ آپ کیسے ہین فرمایا کہ اُس شخص کا حال کیا پوچھتے ہو جو مرگیا پھر اُٹھایا جائیگا پھر حساب لیا جائیگا۔ اور حضرت ابن سیرین رح نے ایک شخص عیال دار سے جو بیمار تھا پوچھا کہ تمھارا کیا حال ہو اُسنے کہا کہ کیا حال پوچھتے ہو اُسکا جسکے ذمہ پانسو درم قرضہ ہون اور وہ عیال دار ہو حضرت ابن سیرین اپنے گھر مین جاکر ہزار درم نکال لائے اور اُس شخص کو دیکر فرمایا کہ پانسو سے تو اپنا قرضہ ادا کرنا اور پانسو اپنے عیال کے لیے رکھنا اور آپکے پاس بجز اُن ہزار درم کے اور نہ تھے پھر فرمایا کہ بخدا اب کسی سے اُسکے حال کا استفسار کبھی نہ کرونگا اور یہ عہد اسلیے کیا کہ آپ کو یہ خوف ہوا کہ استفسار کرنے کے بعد اگر اعانت نہ کرسکی تو استفسار ریا و نفاق مین متصور ہوگا۔ حاصل یہ کہ اکابر سلف کا سوال دین کے احوال اور خدائے تعالیٰ کے معاملہ مین دل کے حالات سے ہوتا تھا اور اگر دنیا کے امور کو پوچھتے تھے تو جو کچھ دوسرے کی حاجت معلوم ہوتی تھی اُسکے پورا کرنے مین اہتمام کرتے تھے اور حتی الوسع انجاح مرام کردیتے تھے۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین اُن لوگون کو جانتا ہون کہ ایک دوسرے سے ملاقات نہ کرتے تھے لیکن اگر ایک شخص دوسرے کے تمام متاع پر حکم کرتا تو دوسرا اُسکو کبھی نہین روکتا اور اب مین ایسے لوگ دیکھتا ہون کہ آپسمین ملتے ہین اور ایک دوسرے سے اتنا نپاک کرتے ہین کہ گھر کی مرغی تک کا حال پوچھتے ہین لیکن اگر ایک شخص بے تکلفی کرکے دوسرے سے بالفرض ایک پیسہ لینا چاہے تو وہ ہرگز نہین دیتا تو یہ بات بجز ریا اور نفاق کے اور کیا ہو اور اسکی علامت یہ ہو کہ تم دیکھتے ہو کہ جب دو شخص ملتے ہین تو ایک کہتا ہو مزاج شریف اور دوسرا کہتا ہو آپکا مزاج لطیف کہ نہ اول انتظار جواب کا کرتا ہو نہ دوسرا اُسکے سوال کا جواب دیتا ہو بلکہ اپنا سوال پیش کرتا ہو اور اسکی وجہ یہی ہو کہ اُنکو معلوم ہو کہ یہ امر دوسرے کے دکھانے اور تکلف کا ہو بلکہ بعضے اوقات دل مین تو کینہ اور بغض ہوتا ہو اور زبان سے خیریت پوچھی جاتی ہو۔ اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ پہلے لوگ جب السلام علیکم کہتے تھے تو اسی وقت کہتے تھے کہ دل سلامت ہوتے تھے اور اب جو کہتے ہین کہ آپ کیسے ہین اور خدائے تعالیٰ آپکو تندرست رکھے اور آپکا مزاج مبارک کسطرح ہو اللہ تعالیٰ آپکو بخیر رکھے تو اگر ان اقوال کو ہم تامل کرین تو یہ سب بدعت کی راہ سے ہین نہ تعظیم کے طور پر چاہین لوگ ہمسے ناراض ہون چاہین راضی رہین۔ اور آپ نے اسلیے فرمایا کہ اگر تم ملتے ہی دوسرے سے کہنے لگو کہ مزاج شریف تو یہ بدعت ہو ایک شخص نے ابوبکر بن عیاش سے پوچھا کہ مزاج شریف آپنے اُسکو جواب نہ دیا اور کہا کہ کیا

اس بدعت سے معاف رکھو اور فرمایا کہ ابتدا اس آفسار کی اسطرح ہوئی کہ حضرت عمرؓ کے عہد مبارک مین جب شہر عمواس مین جو شام کے ملک مین ہے وبا طاعون پھیلی اور لوگ نہایت کثرت سے مرے تو اُسوقت اگر کوئی اپنے بھائی سے صبح کو ملتا تھا تو پوچھتا تھا کہ آپ کو صبح بخیر ہوئی یعنے رات کو طاعون سے محفوظ رہے کہ نہین اور شام کو ملتا تھا تو دن کی خیریت پوچھتا تھا کہ شام بخیر گذری پھر رفتہ رفتہ ہر ملاقات مین یہ تکلف جاری ہوگیا۔ غرضکہ اختلاط عادتون کے اعتبار سے غالبًا اقسام تکلف اور ریا اور نفاق سے خالی نہین ہوتا اور یہ سب باتین بُری ہین انمین سے کوئی ممنوع اور حرام ہے اور کوئی مکروہ اور عزلت کی وجہ سے ان بُرائیون سے نجات رہتی ہے کیونکہ جو شخص خلق سے ملے اور اُنکے عادات مین اُنکا شریک نہو تو لوگ اُس سے ناخوش ہونگے اور اُسکو گران جانینگے اور اُسکی غیبت کرینگے اور ایذا کے درپے ہونگے تو انکا دین اس شخص کے باب مین برباد جاویگا اور اگر یہ اُنسے بدلا لیگا تو اُسکی دنیا اور دین دونون ضایع ہونگے اور لوگون کے اعمال و اخلاق کو دیکھکر دیکھنے والے کی طبیعت کا اونکو چورا لینا ایک خفیہ مرض ہے کہ اُسپر عاقلون کو بھی آگاہی نہین ہوتی غافلون کا تو کیا ذکر ہے مثلاً اگر کوئی شخص کسی فاسق کے پاس مدت تک بیٹھے گودل مین اُسکو برا جانتا ہے تب بھی اپنے دل کا حال پیشتر کی نسبت کر متفاوت پائیگا یعنی اُسکے پاس بیٹھنے سے پہلے جتنی نفرت اور گرانی اپنے دل مین فساد سے معلوم کرتا ہوگا اُسقدر نفرت فساد سے اب نہ رہیگی اسلیے کہ بُرائی کے دیکھتے دیکھتے طبیعت پر سہل ہوجاتی ہے اور اُسکا بُرا ہونا دل مین جاتا رہتا ہے اور خرابی سے رُکنے کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ دل مین اُسکی وقعت بہت ہوتی ہے جب کثرت سے دیکھنے کے باعث وہ حقیر ہوجاتی ہے تو کیا عجب ہے کہ روکنے والی قوت مضمحل ہوکر آدمی خود اُس خرابی یا اُس سے کمتر کے کرنے کا آمادہ ہوجائے۔ اور جس صورت مین کہ آدمی دوسرے کو کبیرہ گناہ کرتے دیکھتا ہے تو اپنے گناہ صغیرہ اُسکی نظرون مین حقیر معلوم ہوتے ہین اور یہین وجہ ہے جو شخص تونگرون کی طرف نظر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نعمت اپنے اوپر کم سمجھتا ہے تو انکرون کی صحبت اسی لیے اختیار کیجاتی ہے تاکہ جو کچھ اپنے پاس ہے اُسکو کم جانا جائے اور فقیرون کی صحبت اسلیے پسند ہوتی ہے کہ جو نعمتین اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائی ہین اُنکو بڑا سمجھین یہی حال مطیعون اور عاصیون کی طرف دیکھنے کا ہے کہ اُسکی تاثیر بھی بطبیعت مین ویسی ہی ہے یعنی جو شخص صرف صحابہ اور تابعین ہی کا حال دیکھے کہ اُنھون نے عبادت کسطرح کی اور دنیا سے کیسے برکنار رہے تو وہ اپنے نفس کو ہمیشہ ذلیل اور اپنی عبادت کو حقیر سمجھیگا اور جانیگا کہ مین نہایت قاصر ہون اسی وجہ سے کوشش اپنی تکمیل مین ضرور کرتا رہیگا اور یہ چاہیگا کہ ان اکابر کا اقتدا کامل طور پر نصیب ہو اور جو شخص اُن حالات کو دیکھیگا جو دنیا داون پر غالب ہین یعنی صدہا سے اُنکا روگردان رہنا اور دنیا کی طرف متوجہ رہنا اور معاصی کا عادی ہونا تو وہ شخص اپنے دل مین اگر ادنیٰ رغبت نیک بات کی پائیگا اُسی کے سبب سے اپنے نفس کو بڑا سمجھیگا۔ اور یہی تباہ ہونے کی صورت ہے۔ اور طبیعت کے بدلنے کے لیے صرف خیر اور شر کی باتون کا سُننا کافی ہوا کرتا ہے دیکھنا تو درکنار رہا اور اسی دقیقہ سے اس حدیث کے

معنی معلوم ہوتے ہین عند فی ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ اسلیے کہ رحمت تو جنت کے داخل ہونے اور دیدار الہی کرنے
کہتے ہین اور یہ باتین ذکر کے وقت نازل نہین ہوتین بلکہ انکا سبب نازل ہوتا ہی یعنی دل کے اندر سے ایک جوش اور
حرص صالحین کے اقتدا کی اور اپنی تقصیر اور کمی پر خجالت اور کراہت اُبھرتی ہی غرض کہ رحمت فعل خیر کے باعث
ہوتی ہی اور فعل خیر رغبت کی جہت سے اور رغبت احوال صالحین کے ذکر کرنے سے تو نزول رحمت کے یہی معنی ہوے کہ وہ
چیز نزول کرتی ہی جو انجام کو ذریعۂ رحمت ہوا و جیسا اس حدیث کے الفاظ سے یہ معنی سمجھ مین آتے ہین ایسا ہی
آدمی اس کلام کے فحوی سے یہ سمجھ سکتا ہی کہ فاسقون کا احوال بیان کرنے کے وقت لعنت برستی ہی اسلیے کہ کثرت سے
انکا ذکر کرنا گناہون کو طبیعت پر ہلکا کر دیتا ہی اور لعنت اللہ تعالی سے دور ہونے کو کہتے ہین اور دور ہونے کا سبب
معاصی ہین اور دنیاوی لذات اور سردست کی شہوات پر بطور مشروع متوجہ ہونا اور خدا تعالی سے منہ پھیرنا
اور اُن معاصی کا سبب یہ ہی کہ دل سے انکی گرانی اور بُرائی جاتی رہے اور گرانی کے جانے کا باعث اُنکے ساتھ مانوس
ہونا ہی اور انس کثرت سے سننے کے سبب سے ہوتا ہی۔ تو جس صورت مین صالحون اور فاسقون کے احوال
سننے کا یہ حال ہو تو اُنکے دیکھنے کو سمجھ لو کہ بطریق اولی مؤثر ہوگا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تصریح فرمائی ہی
چنانچہ ارشاد فرمایا مثل الجلیس السوء کمثل الکیر ان لم یحرقك بشرره علق بك من ریحه یعنی جیسے کپڑا لوہین
بس جاتا ہی اور آدمی کو خبر نہین ہوتی اسی طرح فساد دل پر سہل ہو جاتا ہی اور اُسکو خبر نہین ہوتی اور فرمایا مثل
الجلیس الصالح مثل صاحب المسك ان لم یهب لك منه تجد ریحه اور اسی لیے ہم کہتے ہین کہ جس شخص کو کسی
عالم کی لغزش معلوم ہو تو دو وجہ سے اُسکا ذکر کرنا حرام ہی اول تو یہ کہ غیبت عالم کی ہوگی دوسرے یہ کہ لوگ عالم کا حال سنکر
اُس خطا مین سہل انکاری کرینگے اور اُسکی گرانی اُنکے دلون سے ساقط ہو جائیگی اور اُسپر جرأت کرنا بُری بات نہ جانینگے
کیونکہ جب کوئی اُس خطا کا مرتکب ہوگا اور اُسپر کوئی اعتراض کریگا تو وہ جواب دیگا کہ ہمسے ایسا ہو جانا کیا بعید ہی ایسے
تو عالم اور عابد بھی مجبور ہین اور جبتک اُسکے اعتقاد مین یہ بات رہیگی کہ ایسی حرکت پر عالم اور انگشت نما شخص مبادرت
نہین کیا کرتے تب تک اُسکو اس حرکت کا ارتکاب بُرا معلوم ہوگا اور جہان معتبر اور مقتدا لوگون کی کوئی اس قسم کی بات سنی گئی
تبھی اُنکو اپنی حرکت کی سند ہو جاتی ہی مثلاً اکثر شخص جو دنیا پر لڑنے جھگڑنے مین اور اُسکے جمع کرنے کے حریص ہین اور
ریاست کی محبت پر مرتے ہین اُنکے دلون پر اس بُرائی کی بُرائی اسی وجہ سے آسان ہی کہ خیال کرتے ہین کہ صحابہ ریاست کی محبت سے
محترز نہ تھے بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت معاویہ رض کے مناقشہ کو اپنی سند بیان کرنے لگتے ہین اور اپنے
جی مین تصور کرتے ہین کہ یہ مناقشہ طلب حق کے لیے نہ تھا بلکہ طلب ریاست کے لیے تھا پس اسی جھوٹے اعتقاد سے
امر ریاست انپر آسان ہو جاتا ہی اور اسی قسم کی معصیتون کے مرتکب ہونے لگتے ہین اور سرشت بد لغزشون کے
اتباع اور حسنات سے اعراض پر مائل ہوتی ہی بلکہ جس جگہ لغزش نہین ہوتی اپنی غرض کے لیے لغزش مان لیتی ہی تاکہ

بہانہ مجاہدے اور یہ امر شیطان کے دقیق مکروں میں سے ہے اور یہیں سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کے خلاف کرنے والوں کی ان الفاظ سے تعریف فرمائی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کی مثل بیان فرمائی کہ جو شخص بیٹھکر حکمت کی بات سنے پھر اُسمیں سے بُرائی کے سوا اور کچھ یاد نہ رکھے اُسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی چرواہے کے پاس آوے اور اس سے کہے کہ اپنے گلہ میں سے مجکو ایک موٹی بکری ذبح کرنے کے لیے دے اور وہ جواب دے کہ گلہ میں جا اور جو بکری اُسمیں سب سے بہتر مجکو ملے اُسکو پکڑ لے اور وہ جاکر گلہ کے کتے کا کان پکڑ لاوے پس جو شخص کہ ائمہ کی لغزشیں نقل کرتا ہے یہ مثال اُسکی بھی ہو سکتی ہے علاوہ ازیں اکثر آدمیوں کا دستور ہے کہ جب کسی مسلمان کو دیکھیں کہ رمضان کے دنوں میں بلا وجہ روزہ نہیں رکھتا تو اس امر کو اتنا بعید جانیں کہ عجب نہیں کہ اُسکو کافر جاننے لگیں لیکن ایسے لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ نماز نہیں پڑھتے یا قضا کرتے ہیں تو اُنسے نفرت اُنکی طبیعت کو نہیں ہوتی ہے جیسے روزہ نہ رکھنے والوں سے نفرت ہوتی ہے باوجود یکہ ایک نماز کا ترک کرنا بعضوں کے نزدیک موجب کفر ہے اور بعض کے نزدیک گردن مارنے کا باعث ہے اور رمضان کے سب روزے نہ رکھنے سے بھی یہ سزا کسی کے نزدیک نہیں پھر اسکی وجہ اور کچھ نہیں بجز اسکے کہ نمازیں تساہل اکثر ہوتا ہے اور دن میں پانچ بار اسکا مشاہدہ ہوتا ہے تو دیکھتے دیکھتے دل سے اس برائی کی وقعت جاتی رہی ہے اور روزہ چونکہ سال میں ایکبار ہوتا ہے اُسکی وقعت بدستور ہے اسی طرح اگر کوئی عالم ریشمی کپڑا یا سونے کی انگوٹھی پہنے یا چاندی کے برتن سے پانی پی لے تو لوگ اُسکو سخت بعید جانیں اور بہت انکار کریں حالانکہ اُسکو بارہا بڑی دیر تک لوگوں کی غیبت ہی کرتے دیکھتے ہیں اور بُرا نہیں جانتے اگرچہ غیبت زنا سے بڑھکر ہے تو حریر پہننے سے بڑھکر کیسے نہوگی مگر چونکہ غیبت سنتے سنتے اور غیبت کرنے والوں کو دیکھتے دیکھتے دل پر اُسکی برائی نہیں رہی اسی لیے اُسمیں سہل انگاری برتی جاتی ہے۔ پس ان دقائق کو سمجھکر لوگوں سے ایسا بھاگو جیسا شیر سے بھاگتے ہو اسلیے کہ لوگوں میں تم وہی بات دیکھوگے جس سے تمکو دنیا کی حرص اور آخرت سے غفلت زیادہ ہو اور معصیت کو سہل سمجھو اور طاعت میں رغبت کم کرو پھر اگر کوئی ہمنشین تمکو ایسا مل جاوے جسکی صورت اور سیرت تمکو اللہ تعالیٰ کی یاد دلاوے تو اُسکا ساتھ دو اور اُسکو غنیمت سمجھو اور اُس سے علیحدہ نہو کہ عاقل کے حق میں اُسکا وجود اکسیر اور سونے کی چڑیا ہے اور یہ بھی خوب طرح جان لو کہ اچھا ہمنشین تنہائی کی نسبت کہیں بہتر ہے اور بُرے جلیس سے تنہا رہنا اچھا ہے اور جب تم اُن دونوں کو سمجھ لو گے اور اپنی طبیعت کا حال ملاحظہ کرو گے اور پھر جس سے اختلاط کیا چاہتے ہو اُسکے حال پر التفات کرو گے تو تمکو واضح ہو جاویگا کہ اس سے عزلت اختیار کرنی بہتر ہے یا متمسط رہنا لیکن خبردار مطلق حکم مت کر بیٹھنا کہ عزلت بہتر ہے یا اختلاط اسلیے کہ خیر میں تفصیل کے ساتھ ہیں اُنمیں مطلق ہاں یا نہیں کہدینا محض خلاف ہے بلکہ تفصیل وار میں تفصیل ہی شایان ہے تمیسرا فائدہ عزلت کا یہ ہے کہ فتنوں اور خصومتوں سے نجات ملتی ہے اور انمیں گرفتار ہونے سے دین اور نفس دونوں محفوظ رہتے ہیں اور چونکہ فتنوں اور تعصبات سے شہر کمتر خالی ہیں تو جو کوئی لوگوں سے علیحدہ رہیگا وہ اُنکے فتنوں

وغیرہ سے بھی سلامت رہیگا حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب فتنوں کا ذکر فرمایا اور انکو
علی الاطلاق ارشاد فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ لوگوں کے عہد درہم ہو گئے اور امانتیں ہلکی پڑ گئیں اور وہ اس صورت سے ہو گئے اور آپ نے ہاتھوں کی
انگلیاں ایک دوسری میں ڈال لیں تو میں نے عرض کیا کہ آپ ایسے وقت میں مجکو کیا حکم فرماتے ہیں آپنے فرمایا کہ اپنے
گھر میں بیٹھ رہو اور زبان بند کرو اور جو بات جانتے ہو اسکو کرو اور جو نہیں جانتے ہو اسکو ترک کرو اور خاص لوگوں کا طریق
لازم پکڑو عوام کا ترک کرو۔ اور حضرت ابو سعید خدری رضہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شک
ان یکون خیر مال المسلم غنما یتبع بها شعف الجبال و مواقع القطر یفر بدینه من الفتن اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ
روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب لوگوں پر ایسا وقت آویگا کہ دیندار کا دین سلامت نہ رہیگا مگر جو شخص اپنا
دین لیکر ایک گانوں سے دوسرے گانوں میں اور ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ میں اور ایک بل سے دوسرے بل میں لومڑی کی طرح ادھر ادھر پھرا کریگا پھر کہا لوگوں نے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ زمانہ کب ہوگا آپنے فرمایا کہ جسوقت معیشت حلال تعالی کی معصیت کے سوا اور کسی چیز سے
نہ ملیگی جب ایسا وقت ہوگا تو مجرد رہنا واجب ہوگا لوگوں نے عرض کیا کہ آپنے تو ہمکو نکاح کرنے کا حکم فرمایا ہے مجرد رہنا کیسے واجب ہوگا
آپنے فرمایا کہ جب یہ وقت ہوگا تو آدمی کی تباہی اسکے والدین کے ہاتھوں ہوگی اور اسکے ماں باپ ہونگے تو اسکی بی بی اور اولاد کے ہاتھ سے
اور یہ بھی نہ ہونگے تو رشتہ دار کے ہاتھ سے ہوگی لوگوں نے عرض کیا کہ یہ کیسے ہے آپنے فرمایا کہ اسکو ننگ و عار کا عیب لگاتے ہیں تو وہ متکلف وہ کام
کرتا ہے جسکی طاقت اسکو نہیں ہوتی اور ہی امر اسکو تباہی کی گہرائی میں پہونچا دیتا ہے۔ اور حدیث میں جو تجرد کے باب میں ہے مگر غربت بھی اس سے سمجھی جاتی ہے
کیونکہ عیالدار معیشت اور اختلاط سے خالی نہیں رہتا اور کسی معصیت بدون معصیت کے نہیں کرتا۔ اور میں نہیں کہتا کہ جو زمانہ حدیث بالا میں فرمایا ہے
اسکا وقت یہ ہے بلکہ اس حال کے وقت سے بہت پیشتر ہو گیا ہے اور اسی وجہ سے حضرت سفیان ثوری کا قول مشہور ہے کہ تجرد اعلی واجب ہو گئی۔ اور حضرت
عبداللہ بن مسعود رضہ نے ذکر کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ اور ایام ہرج کا ذکر فرمایا میں نے عرض کیا کہ یہ کیا ہے آپنے فرمایا کہ جسوقت ادمی اپنے نشیمن میں
نہ رہے میں نے عرض کیا کہ اگر میں وہ زمانہ پاؤں تو آپ مجکو کیا حکم فرماتے ہیں آپنے فرمایا کہ اپنے نفس اور زبان کو روکو اور اپنے گھر میں داخل ہو میں نے عرض کیا
کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی شخص میرے یا میرے مکان میں چلا آوے آپنے فرمایا کہ اپنی کوٹھری میں گھس جاؤ میں نے عرض کیا کہ اگر کوئی
کوٹھری میں بھی گھس جاوے آپنے فرمایا کہ اپنی مسجد میں داخل ہو اور اسطرح کرو اور آپنے اپنا پہونچا پکڑ لیا اور کہا کہ میرا ارادہ ہے یہانتک کہ تو وفات
پاوے۔ اور حضرت سعد رضہ کو جب لوگ نے امیر معاویہ رضہ کے ہمراہ میں نکلنے کے لیے اور انہوں نے کو کہا انہوں نے جواب دیا کہ میں اس نے کو نہیں چلتا ہوں
ایک طرح چل سکتا ہوں کہ مجکو ایسی تلوار دو جو آنکھوں سے دیکھتی ہو اور زبان سے بولتی ہو کہ اگر کافر کو دیکھے تو بتا دے اور میں اسکو مار ڈالوں اور
ایمان دار کو دیکھے اسکا مال مجھسے کہدے تاکہ میں کسکو نہ ماروں اور فرمایا کہ ہماری اور تمہاری مثل ایسی ہے جیسے کہ کہتے ہیں کہ کسی شخص سے پوچھا جاتا ہے اور اسکا
آنا جانا بھی بند ہو کہ تو کہاں جاتا ہے تو کوئی کہے کہ راہ نہیں طرف کہ ہو اور اسی طرف کو چلدیں اور حیران و پریشان بھٹکتے پھریں اور کوئی کہے
کہ ہاں کہ ہو اور اسطرف جا کر خراب خستہ ہوں اور کہے کہ لوگ اسی جگہ ٹھہریں اور انتظار کریں کہ آندھی موقوف ہو جاوے اور راہ معلوم ہونے لگے غرضکہ
حضرت سعد رضہ کو لوگوں نے فتنوں میں شرکت کی اور حتیکہ فتنہ فرو ہو لیا لوگوں سے استلاء نہ کیا اور حضرت ابن عمر کا حال لکھتے ہیں کہ جب آپکو خبر ہوئی کہ

کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے عراق کو قصد فرمایا آپ روانہ ہوئے اور تین منزل پر ملازمت حاصل کی اور پوچھا کہ آپ کہان کا ارادہ کرتے ہین فرمایا کہ عراق کا اور جو خطوط عراق سے آئے وہ دکھلائے اور فرمایا کہ یہ اُنکے خطوط اور عہد نامے ہین آپ نے فرمایا کہ ان خطون پر آپ لحاظ نہ فرمائین اور وہان تشریف نہ لیجائین حضرت امام علیہ السلام نے نہ مانا آپ نے فرمایا کہ مین آپ سے ایک حدیث بیان کرتا ہون کہ حضرت جبریل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئے اور آپکو دنیا اور آخرت کے پسند کرنے مین اختیار دیا آپنے آخرت کو پسند فرمایا اور دنیا کو ناپسند کیا اور آپ لخت جگر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہین بخدا کہ آپ لوگون مین سے کوئی دنیا کا والی نہوگا اور تمسے دنیا کو اسی چیز نے علیحدہ رکھا ہی جو تمھارے حق مین بہتر ہی آپ نے واپس پھرنے سے انکار کیا تو حضرت ابن عمر رضہ اُنسے معانقہ کرکے رونے لگے اور فرمایا کہ ای شہید آپ کو خدائے تعالی کے سپرد کرتا ہون - اور صحابہ رضہ مین دس ہزار آدمی تھے مگر فتنہ کے دنون مین چالیس سے زیادہ آدمیون نے جرأت نہ کی - طاؤس رح اپنے گھر مین بیٹھ رہے لوگون نے اُنسے وجہ پوچھی فرمایا کہ زمانہ کی خرابی اور حاکمون کے ظلم کے باعث بیٹھ رہا ہون اور جب حضرت عروہ نے عقیق مین محل بنوایا اور اسمین بیٹھ رہے لوگون نے کہا کہ آپ محل مین بیٹھ رہے اور مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ترک کیا فرمایا کہ مین نے دیکھا کہ تمھاری مسجدون مین لہو ولعب ہوتا ہی اور بازارون مین لغو اور کوچون مین فحش کا غل ہی اسلیے یہ امر اختیار کیا کہ اسمین ان سب باتون سے نجات ہی - اس سب تقریر سے معلوم ہوا کہ عزلت کا ایک فائدہ یہ ہی کہ آدمی محصومات اور فتنون سے محفوظ رہتا ہی چوتھا فائدہ عزلت کا یہ ہی کہ لوگون کی ایذا سے رہائی رہتی ہی بیشے لوگ کبھی تو ہمکو غیبت سے ستاتے ہین اور کبھی بدگمان ہوکر تہمت لگاتے ہین اور کبھی تمسے وہ سوال کرتے ہین جو تمسے پورا نہوسکے اور کبھی جھگڑے اور جھوٹ سے ایذا دیتے ہین کیونکہ اختلاف کی صورت مین تمھارے اعمال اور اقوال اُنکے پیش نظر ہوتے ہین جس عمل اور قول کی کنہ کو اُنکی عقل دریافت نہین کرتی اُسکو یاد رکھتے ہین اور جب موقع شر کا پاتے ہین اسوقت اُسکو ظاہر کرتے ہین پس جس صورت مین کہ تم اُنسے عزلت کروگے تو ان سب امور سے احتراز کرنے کی حاجت نہوگی جو چاہوگے سو کروگے ان امور سے احتیاط اختلاط ہی مین درکار ہی اوس لیے کسی حکیم نے دوسرے شخص سے کہا کہ مین تجکو ایک قطعہ سکھاتا ہون جو دس ہزار درم سے اچھا ہی اُسنے پوچھا کہ وہ کیا ہی اُسنے اس مضمون کا قطعہ پڑہا قطعہ

کہنا ہو کچھ اگر کہو آہستہ رات مین	ون کو اگر کہو تو کرو پہلے التفات
مشہور ہی مثل کہ نہین لوٹتے کبھی	جھٹکر کمان سے تیر نکل کر دہن سے بات

اور اسمین کچھ شک نہین کہ جو شخص لوگون سے اختلاط رکھیگا اور اُنکے اعمال مین شریک ہوگا تو اسکا حاسد یا دشمن ضرور ہوگا جو اسپر بدگمانی کریگا اور یہ وہم کریگا کہ یہ شخص میری دشمنی پر آمادہ ہی اور میرپر کوئی داؤ چلیگا اور خفیہ دغا کریگا اسلیے کہ آدمی جب کسی چیز کے زیادہ حریص ہوتے ہین تو ہر کھٹکے کو اپنے ہی حق مین مضر جانتے ہین اور چونکہ دنیا پر شدت سے حریص ہین تو غیر کو بھی یہی سمجھتے ہین کہ یہ شخص ہمارا رقیب ہی متنبی نے دو شعر کہے ہین جنکا ترجمہ یہ ہی قطعہ

بدگمان ہوتا ہی انسان جب کرے اعمال بد	جانتا ہی وہم معمولی کو صادق برملا
دشمنون کے قول پر رکھتا ہی بغض اجتناب سے	شک کی تاریکی مین وہ آخر کو رہتا ہی پھنسا

اور کہتے ہین کہ بدون کی صحبت مین بیٹھنا ابراء کے ساتھ بدگمانی کا موجب ہوتا ہی اور اقسام بدی کے جو انسان کو آشناؤن اور اختلاط والون سے پہونچتے ہین بہت ہین ہم اُنکی تفصیل کو ترک کرتے ہین اسلیے کہ جتنا ہم لکھ چکے ہین اسمین مجمل آ گئے ہین اور عزلت مین ان سب سے نجات ہوتی ہی اور جن لوگون نے عزلت اختیار کی ہی اُنکے اقوال سے بھی ایسا ہی کچھ پایا جاتا ہی چنانچہ حضرت ابو درداء فرماتے ہین کہ آدمی کو آزمائے تاکہ اُسکو دشمن جانے اور کسی شاعر نے اس مضمون کا قطعہ کہا ہی

بدون تجربہ مخلوق کی کرے جو ثنا	تو بعد تجربہ ممدوح کو کہیگا بُرا
یہان تلک کہ قریب اور بعید کو ترک	نہ دل لگے کہین جز کنج عافیت آسکا

اور حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ عزلت مین ہمنشین بد سے راحت ملتی ہی - اور کسی نے عبداللہ بن زبیر رضہ سے کہا کہ آپ یزید کے پاس مین تشریف نہین لاتے فرمایا کہ جو لوگ وہان اب باقی ہین وہ یا نعمت حسد کرتے ہین یا دوسرے کی تکلیف پر خوش ہوتے ہین اور ابن سماک رح کہتے ہین کہ ہمارے ایک دوست نے ہمکو خط مین یہ مضمون لکھا کہ آدمی دو قسم کے ہم اُس سے علاج کیا کرتے تھے اور اب ایسے روگ ہوگئے ہین جسکا کچھ علاج نہین تو اُنسے ایسا بھاگو جیسا شیر سے بھاگتے ہو - اور کوئی عرب بدو ایک مدت تک یاس رہتا اور کہا کرتا کہ یہ ہمنشین تین خصلتین رکھتا ہی جو میری بات سنتا ہی تو میری چغلی نہین کھاتا اور اگر مین اُسپر تھوک بھی دیتا ہون تو برداشت کرتا ہی اور اگر بدخلقی کرتا ہون تو مجھپر غصہ نہین ہوتا یہ بات ہارون رشید نے سنی فرمایا کہ اس شخص نے مصاحبون کے باب مین مجھکو زاہد بنا دیا - اور کسی بزرگ کا ذکر ہی کہ وہ شہر مین یا قبرستان مین بیٹھے رہتے کسی نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ تنہائی ہی کسی چیز مین مجھکو سلامتی نہ معلوم ہوئی اور نہ قبر سے زیادہ کوئی شی واعظ ہی اور نہ دفتر سے زیادہ کوئی جلیس سودمند ہی - اور حضرت حسن رح کہتے ہین کہ مین نے قصد حج کیا تاہت بنا فی جو اولیاء اللہ مین سے تھے اُنھون نے جبر کرکے کہا کہ مین نے سنا ہی کہ آپ حج کو جاتے ہین مین چاہتا ہون کہ آپکے ساتھ رہون حسن رح نے فرمایا کہ سبحان اللہ صاحب اسی مین خیر ہی کہ خدائے تعالی کی پردہ پوشی کے ساتھ رہین مجھے یہ دیکھکر کہ ساتھ اگر رہینگے تو ایسے حال ایک دوسرے کے دیکھینگے جنسے باہم بغض کی صورت ہو اور اس قول سے ایکا اور فائدہ عزلت کا معلوم ہوا یعنے دین مروت اور اخلاق اور فقر و عیب کا بھرم بندھا رہتا ہی اور عیوب دیکھے رہتے ہین اور اللہ تعالی نے پردہ پوشی کرنے والون کی تعریف فرمائی ہی چنانچہ ارشاد ہی یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ اور کسی شاعر نے کہا ہی

مال کا جانا شریفون کے لیے عیب نہین	وضع ظاہر کے بگڑنے سے ہی پر اُنکو ننگ

اور انسان اپنے دین اور دنیا اور اخلاق اور افعال مین ایسے عیوب ضرور رکھتا ہی جنکا چھپانا ہی دارین مین اُسکے حق مین مناسب ہوتا ہی اور اُنکے ظاہر ہونے پر سلامتی باقی نہین رہتی حضرت ابو درداء فرماتے ہین کہ پہلے لوگ پیٹھ

جنمین کا شانہ تھا اور آج کانٹے ہین جنمین پتے نہین اور جب حضرت ابو درداء کے زمانہ کا حال یہ ہو جو آخر قرن اول تھا تو ظاہر ہے کہ جو زمانہ کے بعد ہوا وہ اس سے بدتر ہی ہوا اور سفیان بن عیینہ کہتے ہین کہ سفیان ثوری رح نے اپنی زندگی کے ایام مین مجکو بیداری مین اور بعد مرنے کے خواب مین یہ ارشاد فرمایا کہ لوگون سے آشنائی کم کر کہ اُنسے بچنا بہت مشکل ہے اور میرے گمان مین جو برائی مجکو پہونچی وہ آشنائی سے پہونچی - اور ایک بزرگ کہتے ہین کہ مین مالک بن دینار کی خدمت مین آیا آپ تنہا بیٹھے تھے اور ایک کتا آپکے زانو پر اپنی گردن رکھے ہوئے تھا مین نے چاہا کہ کتے کو ہٹا دون آپنے فرمایا کہ اسکو رہنے دو یہ کچھ ضرر اور ایذا نہین دیتا اور ہمنشین سے بدتر ہے - اور کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ آپنے لوگون سے عزلت اختیار کی انھون نے جواب دیا کہ مجکو یہ خوف ہوا کہ کہین ایسا نہو کہ میرا دین جاتا رہے اور مجکو خبر بھی نہو - اسمین یہ اشارہ ہوا کہ ہمنشین بد کے اخلاق کو طبیعت چرا لیتی ہے - اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ اللہ سے ڈرو اور لوگون سے احتراز رکھو کیونکہ یہ لوگ اگر اونٹ پر چڑھتے ہین تو اُسکی چربی خشک کر دیتے ہین اور گھوڑے پر سوار ہوتے ہین تو اُسکی کمر لگا دیتے ہین اور اہل ایمان کے دل مین جگہ کرتے ہین تو اُسکو خراب کر دیتے ہین اور کسی بزرگ کا قول ہے کہ آشنا کم کرو کہ تمہارا دل و دین خوب محفوظ رہیگا اور حقوق سے ہلکے پھلکے رہو گے اسلیے کہ جسقدر آشنا زیادہ ہونگے اُسی قدر حقوق زیادہ ہونگے اور سب کا ادا کرنا دشوار ہیگا اور کسی بزرگ کا قول ہے کہ جسکو پہچانتے ہو اُس سے اجنبی بنو اور جسکو نہین پہچانتے اُس سے آشنائی مت کرو پانچوان فائدہ عزلت کا یہ ہے کہ لوگ تمسے کچھ طمع کرینگے نہ تم اورون سے اور لوگون کی طمع کا تمسے منقطع ہونا ایک امر نہایت مفید ہے اسلیے کہ لوگون کا راضی کر دینا تو ممکن نہین اس سے یہی بہتر ہے کہ آدمی اپنے ہی نفس کی اصلاح کرے اور ادنی اور آسان حقوق مین سے جنازہ پر جانا اور بیمار پرسی اور ولیمون اور عقد نکاح مین حاضر ہونا ہے اور ان سب مین تضیع اوقات اور آفات کا متعرض ہونا ہے پھر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی ان مین سے بعض حقوق نہین ادا کر سکتا ہے اور عذر ہر چند مقبول ہوتا ہے مگر ہر ایک عذر قابل ظاہر کرنے کے نہین ہوتا تو لوگ یہی کہتے ہین کہ آپنے فلان شخص کا حق ادا کیا اور ہمارا حق ادا نکیا اور یہی وجہ عداوت کی ہو جاتی ہے چنانچہ کہتے ہین کہ جو شخص ہمارا عیادت کے وقت مین نہین پوچھتا وہ یہ چاہتا ہے کہ ہمارا بیمار ہی مر جائے تاکہ اچھا ہونے پر اُسکی نظر مین عیادت نہ کرنے سے شرمندگی نہو اور جو شخص کسی کی شادی غمی مین نہین شریک ہوتا اُس سے سب راضی رہتے ہین اور جو ایک کا شریک ہوا دوسرے کا نہوا اُس سے وحشت کرتے ہین اور اگر آدمی دن اور رات تمام اوقات مین ان امور مین مشغول رہے تب بھی سب حقوق ادا نہو سکینگے اور جس صورت مین کہ کسی کو دنیا یا دین کا مشغل بھی ہو تو اُس سے کیسے ادا ہو سکتے ہین حضرت عمرو بن العاص رض نے فرمایا دوستون کا زیادہ ہونا قرضخواہون کا زیادہ ہونا ہے یعنے جتنے دوست زیادہ ہونگے اُتنے ہی اُنکے حق ادا کرنے ہونگے اور ابن رومی نے ایک قطعہ کہا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے قطعہ

دوست ہی ہوتا ہے آخر کو عدو	پس نہ لو کثرت احباب کا نام
دیکھ لو بنتے ہین امراض بدن	کھانے پانے سے ہوتے ہین تمام

حضرت امام شافعی رح فرماتے ہین کہ باجیون کے ساتھ سلوک کرنا ہمعداوت کی جڑ ہی - باقی رہی دوسری شق یعنے تمھاری طمع کا منقطع ہونا دوسرون سے تو یہ بھی بڑا فائدہ ہی اسلیے کہ جو کوئی دنیا کی بہار اور زینت کو دیکھتا ہی اُسکی حرص جنبش کرتی ہی اور حرص کے زور سے طمع اُبھرتی ہی اور اکثر طمعون مین بجز نامرادی کے اور کچھ نہین پاتا اسلیے بہت ایذا اُٹھاتا ہی اور جس صورت مین کہ عزلت کرلی تو نوبت دیکھنے کی نہ آئیگی اور جب دیکھنے کا نہین تو اُسکی تمنا اور طمع بھی نہ کریگا اور بمعین وجہ اللہ تعالی نے فرمایا ولا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منہم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انظروا الی من ھو اسفل منکم ولا تنظروا الی من ھو فوقکم فانہ اجدر ان لا تزدروا نعمۃ اللہ علیکم اور عون بن عبداللہ کہتے ہین کہ مین ابتدا مین تو انگرون کے پاس بیٹھا کرتا تھا تو ہمیشہ رنجیدہ اور اُداس رہتا کہ اُنکے کپڑے اپنے کپڑون سے بہتر دیکھتا اور اُنکی سواری اپنی سواری سے اچھی پاتا مگر پھر مین نے فقیرون کی ہمنشینی اختیار کی تو مجکو راحت ہوگئی - اور کہتے ہین کہ مزنی رح ایکدن جامع فسطاط کے دروازہ سے نکلتے تھے راستے مین ابن عبدالحکم اپنے لشکر کے ہمراہ وہان کو گذرا مزنی اُسکا حال دیکھکر ششدر رہ گئے اور یہ آیت پڑھی وجعلنا بعضکم لبعض فتنۃ اتصبرون پھر فرمایا کہ ہان مین صبر کرونگا اور راضی ہونگا اور آپ تنگدست اور کم مایہ تھے غرض کہ جو شخص اپنے گھر مین رہتا ہی وہ ان جیسے فتنون مین مبتلا نہین ہوتا اور دنیا کی زینت دیکھنے پر تو وہی حال ہونگے یا یہ کہ دین اور یقین آدمی کا قوی ہو اور صبر کرے اور ظاہر ہی کہ صبر کی تلخی صبر سے بھی زیادہ ہی یا یہ کہ اُسکی خواہش اور طمع اُبھر کھڑی ہو اور دنیا کی طلب کی تدبیر کرے اور ہمیشہ کو تباہ ہوجائے دنیا مین تو اس طرح کہ اکثر طمعین آدمی کی پوری نہین ہوتین ہر طالب اور طامع اس سمع سے گویا تر زبان رہتا ہی - اے بسا آرزو کہ خاک شدہ اور آخرت مین تباہی کی وجہ یہ ہی کہ دنیا کی متاع کو اللہ تعالی کے ذکر پر ترجیح دے اور بمعین وجہ ابن اعرابی نے ایک شعر اس مضمون کا کہا ہی ؎

ذلت نظر جب آئی اسیری کی راہ مین	پہونچا مین بر تری مین فقیری کی راہ سے

اسمین یہ اشارہ ہی کہ طمع سر دست موجب ذلت کی ہی چنانچہ اسی دوسرے کا شعر ہی ؎

طمع راسہ حرفست وہر سہ تہی	ازان نیست سر مطمعان را بہی

چھٹا فائدہ عزلت کا یہ ہی کہ جاہلون اور احمقون کے دیکھنے اور اُنکی بیہودگی اور اخلاق سے ایذا اُٹھانے سے نجات ہوتی ہی کہ ایسے لوگون کا دیکھنا گویا نصف نابینائی ہی - اعمش رح سے کسی نے پوچھا کہ آپ کی آنکھین جیسی کیون ہوگئین فرمایا کہ نصف عمر لوگون کے دیکھنے سے اور کہتے ہین کہ امام ابوحنیفہ رح جی اُنکے پاس گئے تھے اور کہا تھا کہ حدیث بیان کرو کہ اللہ تعالی جس شخص کی آنکھین جنین لیتا ہی اُنکے عوض مین اُسکو وہ چیز دیتا ہی جو آنکھون سے بہتر ہو تو مجکو کون چیز عوض مین ملی آنھون نے طرافت کی راہ سے کہا کہ [illegible] کا عوض یہ دیا کہ گران لوگون کے دیکھنے سے بچایا

اور تم بھی انھین مین سے ہو۔ اور ابن سیرین رح کہتے ہین کہ ایک شخص محمد سے کہتا تھا کہ مین نے ایک بار کران شخص کو دیکھا تو مجکو غش آگیا۔ اور جالینوس نے کہا ہی کہ ہر شی کا ایک بخار ہی اور روح کی تپ ثقیل شخصون کو دیکھنا ہی۔ اور امام شافعی رح فرماتے ہین کہ جب مین کران شخصون کے پاس بیٹھا ہون تو میری بدن کی جو طرف انکی جانب ہوتی ہی وہ دوسری طرف کی نسبت کر مجکو بھاری معلوم ہوتی ہی اور پہلے وہ فائدون کے سوا جو فائدے مقاصد دنیوی سے متعلق ہین مگر یہ فوائد دین سے بھی متعلق ہوسکتے ہین کیونکہ انسان جب ثقیل آدمی کے دیکھنے سے ایذا پائیگا تو اسکی غیبت کرنے لگیگا اور خدائے تعالی کی حکمت کو برا سمجھیگا اور جب دوسرے شخصون سے غیبت یا بدگمانی یا حسد یا چغلی وغیرہ کے باعث ایذا اٹھائیگا تو بدون انکی مکافات کے چین نہ لیگا اور یہ سب باتین انجام کو دین مین خرابی لاتی ہین اور عزلت مین ان سب سے سلامتی رہتی ہی اسکو سمجھ لینا چاہیے۔ اب آفات عزلت کی بیان کی طرف ہم متوجہ ہوتے ہین واضح ہو کہ جو مقاصد دینی اور دنیاوی کہ غیر کی مدد سے حاصل ہوتے ہین وہ بدون اختلاط کے میسر نہین ہوسکتے اور جو امور کہ اختلاط سے بہم ہوتے ہین ظاہر ہی کہ عزلت سے وہ جاتے رہینگے اور انکا جاتا رہنا ہی عزلت کا نقصان ہی تو اب اختلاط کے فوائد کو اگر لحاظ کرو تو معلوم ہوجائیگا کہ عزلت کے باعث اتنے فوائد فوت ہوجائینگے یعنے اختلاط سے یہ فوائد ہین تعلیم اور تعلم نفع پہونچانا اور حاصل کرنا ادب دینا اور ادب سیکھنا انس حاصل کرنا اور دوسرون کا انیس ہونا اور حقوق کی بجاآوری سے ثواب پانا اور پہونچانا تواضع کا عادی ہونا اور حالات کے دیکھنے سے تجربون کا حاصل کرنا اور عبرت پکڑنی تو یہ فوائد اختلاط کے ساتھ ہوئے اب انکی تفصیل لکھی جاتی ہی۔ آفت اول عزلت کی یہ ہی کہ تعلیم و تعلم فوت ہوجاتا ہی جنکی فضیلت ہم باب العلم مین ذکر کرچکے ہین اور یہ دونون دنیا کے اندر بڑی عبادات مین سے ہین اور بدون اختلاط کے یہ ہو نہین سکتے ہان اتنی بات ہی کہ علوم بہت ہین اور بعض ضروری نہین ہین اور بعض ضروری ہین تو جن علوم کا سیکھنا آدمی پر فرض ہی اگر انکو نہ سیکھیگا اور عزلت کریگا تو گنہگار رہوگا اور اگر بمقدار فرض کو سیکھ چکا ہی اور باقی علوم مین خوض اس سے نہین ہوسکتا ہی اور عبادت کرنے کو دل چاہتا ہی تو عزلت کرلے اور اگر علوم نقلی اور عقلی کی تکمیل پر قادر ہی تو قبل تعلم عزلت کرنا اسکے حق مین نہایت خسارہ ہی اور اسی لیے ابراہیم نخعی اور دوسرے اکابر نے فرمایا ہی کہ پہلے عالم ہو پھر عزلت کرو۔ اور جو شخص علم سیکھنے سے پہلے عزلت کرتا ہی وہ اکثر اپنی اوقات سونی مین یا کسی ہوس کی فکر مین ضائع کرتا ہی اور غایت یہ ہی کہ تمام اوقات وظیفہ مین دوبار ہے اور بدن سے اعمال کرتا رہے مگر دل طرح طرح کے فکرون سے اسکی سعی کو بیکار اور عمل کو باطل کردیگا کہ اسکو خبر بھی نہوگی ہمیشہ اللہ تعالی کی ذات اور صفات کے

اعتقاد میں کچھ کے کچھ وہم باندھ کر اُنسے انس حاصل کریگا اور اکثر فاسد وسوسے اُسکو پیش آئینگے جنکے باعث اکثر حالات میں شیطان کا کھلونا بنے گا اور دل میں اپنے آپ کو عابد سمجھیگا غرضکہ علم دین کی اصل ہے اور عوام اور جاہلوں کی عزلت میں کچھ خیر نہیں یعنے جو شخص تنہائی میں عبادت کرنا اچھی طرح نہیں جانتا اور اُسکو معلوم نہیں کہ خلوت میں کونسی باتیں ضروری ہیں اُسکو عزلت سے کچھ فائدہ نہوگا اسلیے کہ آدمی کا نفس ایسا ہی جیسا مریض کہ طبیب مشفق کے علاج کا حاجتمند ہوتا ہے تو اگر کوئی جاہل مریض طب نہ سیکھے اور طبیب سے تنہا رہنا چاہے تو ظاہر ہے کہ مرض سے دونی ایذا پائیگا پس بجز عالم کے اور کسی کو عزلت زیبا نہیں۔ اور تعلیم میں بھی بُرا ثواب ہے بشرطیکہ معلم اور متعلم دونوں کی نیت درست ہو اور جس صورت میں کہ معلم کا قصد ہو کہ میری قدر بہت ہو اور شاگرد اور پیرو زیادہ ہوں تو یہ امر دین کی خرابی ہے اور اسکی وجہ باب العلم میں مذکور ہے۔ اور اس زمانہ میں عالم کا حکم یہ ہے کہ اگر اپنے دین کی سلامتی چاہے تو عزلت کرے کیونکہ اب کوئی طالب علم ایسا نظر نہیں آتا جو دین کے فائدے کے لیے تحصیل کرتا ہو بلکہ ایسی چکنی باتوں کے طالب ہیں جنسے وعظ میں عوام کو اپنی طرف پھیر لیں یا مضامین مناظرہ سیکھتے ہیں کہ انسے ہمسروں کو بند کریں اور حکام کے یہاں تقرب حاصل کریں اور فخر و مباہات کے مقام میں استعمال میں لاویں اور مرغوب علموں میں سے سب میں اقرب علم مذہب ہے یعنے روایات فقیہ جنپر فتوی ہے مگر اُنکو غالباً اسلیے سیکھتے ہیں کہ ہمسروں سے بڑھ کر رہیں اور عہدہ جات سلطانی پر مامور ہو کر مال جمع کریں تو دین اور احتیاط اسی امر کی مقتضی ہیں کہ عالم ایسے طالب علموں سے احتراز کرے اور اگر کوئی طالب علم ایسا ملے جو اللہ تعالیٰ کے واسطے علم سیکھے اور علم سے مدنظر خدائے تعالیٰ کا تقرب ہو تو ایسے طالب علم سے احتراز کرنا اور اُس سے علم کا چھپانا سخت گناہ کبیرہ ہے اور ایسا طالب علم اگر میسر بھی ہوتا ہے تو بڑے بڑے شہروں میں ایک دو سے زائد نہیں ہوتا۔ اور سفیان ثوری کے اس قول سے دھوکا مت کھانا کہ ہمنے علم کو غیر اللہ کے لیے سیکھا مگر علم نے نہ مانا بجز اسکے کہ خدا ہی کے لیے ہو اور اس دھوکے میں آکر یہ مت سمجھنا کہ عالم علم کو غیر اللہ کے لیے سیکھتے ہیں مگر بعد کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں کیونکہ اکثر لوگوں کا حال تمھارے پیش نظر ہے اُسکو دیکھ کر عبرت کرو کہ اکثر دنیا کی طلب ہی میں مرتے ہیں اور اُسی کے حریص رہتے ہیں کم دیکھو گے کہ دنیا سے اعراض کریں یا اُسکے زاہد بنیں اور مثل مشہور ہے کہ شنیدہ کے بود مانند دیدہ اور جان لو کہ جس علم کی طرف سفیان رحمہ نے اشارہ فرمایا ہے وہ علم حدیث اور تفسیر اور سیر انبیاء اور اصحاب کبار کا ہے کہ اُسمیں خوض کرنا موجب خوف الٰہی کا ہوتا ہے اور اگر وہ اسوقت اثر نہیں کرتا تو مال میں سہ مرتبہ بڑھ کر اور علم کلام اور فقہ محض جو معاملات کے فتاوی اور خصومات مذہبی کے فیصلوں پر مشتمل ہے

اسکی تاثیر یہ نہین کہ جو کوئی اُس مین دنیا کی وجہ سے رغبت کرے تو اُسکو اللہ تعالی کی طرف متوجہ کردے بلکہ اسکے پڑھنے سے تو آخر عمر تک دنیا کا حریص ہی رہیگا اور غالبًا جو باتین کہ ہمنے اپنی اس کتاب مین لکھی ہین اگر طالبعلم انکو دنیا ہی کی رغبت کے لیے سیکھے تو اُسکو اجازت دیجا سکتی ہے اسوجہ سے کہ توقع پڑتی ہے کہ آخر عمر مین اپنی حرکت سے باز آوے کیونکہ یہ کتاب اللہ تعالی کا خوف دلانے اور آخرت پر راغب کرنے اور دنیا سے ڈرانے سے بھری ہوئی ہے اور یہ وہ باتین ہین کہ احادیث اور تفسیر قران مجید مین ملتی ہین اور علم کلام اور اقوال راجح اور مرجوع فقہیہ مین نہین ملتین تو ایسا نہو کہ آدمی اپنے دل مین دھوکا کھاکر صرف اسکی تحصیل کا ہو رہے اور جانے کہ مین بہتر کرتا ہون کیونکہ تقصیر والا اگر اپنے قصور کو جانتا ہے تو وہ اُس سے اچھا ہوتا ہے جو نادان اور دھوکا کھایا ہو یا عمدًا نادان بنکر گھٹی اُٹھائے۔ اور جو عالم کہ تعلیم پر شدت سے حریص ہو عجب نہین کہ اُسکی غرض قبول اور جاہ ہو اور اسکو سردست یہی نفع ہو کہ جاہلون پر فخر اور ناز کرکے اپنا دل خوش کرلیا کیونکہ علم کی آفت تکبر ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اور بشرح سے مروی ہے کہ اُنھون نے سترہ صندوق کتب احادیث کے جنکو اُنھون نے سنا تھا دفن کردیے تھے اور روایت حدیث نہین کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مجکو تمنا ہے کہ روایت حدیث کرون اسی وجہ سے نہین کرتا اگر ایسی صورت ہو کہ دل مین ہوس حدیث کے بیان کرنے کی نہو تو البتہ روایت کرون اور اسی وجہ سے اُنھون نے فرمایا ہے کہ لفظ حد شنا دنیا کے دروازون مین کا ایک پھاٹک ہے اور جب کوئی حدثنا کہتا ہے تو وہ یہی کہتا ہے کہ میرے لیے وسعت کرو۔ اور رابعہ عدویہ نے حضرت سفیان ثوری سے فرمایا کہ تم اچھے آدمی ہو بشرطیکہ دنیا کی رغبت نہوتی آپنے پوچھا کہ مین نے کونسی چیز مین رغبت کی ہے رابعہ نے کہا کہ حدیث مین اور اسمین وجہ ابو سلیمان دارانی رح نے فرمایا کہ جسنے نکاح کیا حدیث کو لکھا یا سیاحی مین مشغول ہوا تو اُسنے دنیا کی طرف میل کیا۔ اور ان آفات پر ہم باب العلم مین آگاہ کرچکے ہین اور احتیاط اسی مین ہے کہ جسقدر ہوسکے شاگرد کم کرے اور عزلت اختیار کرکے اس امر سے احتراز کرے بلکہ جو شخص تدریس اور تعلیم سے دنیا کا طالب ہو تو اُس زمانہ مین اُسکے حق مین بہتر یہی ہے کہ اگر عاقل ہو تو اپنا کام چھوڑ دے کیونکہ ابو سلیمان خطابی نے اس زمانہ کا حال یون بیان کیا ہے اور واقع مین درست کہا ہے جو لوگ تمھارے پاس بیٹھنے اور تمسے پڑھنے کے راغب ہون اُنکو ترک کرو کہ تمکو اُنسے نہ مال ملے نہ جمال وہ لوگ ظاہر کے دوست اور باطن کے دشمن ہین جب تمکو دیکھتے ہین تو خوشامد کرتے ہین اور پیٹھ پیچھے بُرا کہتے ہین اگر کوئی پاس آتا ہے تو تمھارے افعال کا نگران رہتا ہے اور باہر جاکر تمھاری بُرائی بیان کرتا ہے

یہ لوگ نفاق اور چغلی اور کینہ اور فریب کے بندے ہین اُنکے جمع ہونے سے دھوکا ست کمانا اُنکی غرض علم کی تحصیل نہین بلکہ جاہ ومال کے خواہان ہین تمکو اپنے مطالب کا زینہ خواہ اپنی حاجات کا گدھا بنایا چاہتے ہین اگر اُنکی کسی غرض مین تمسے کوتاہی ہوجائے تو سخت دشمن ہوجاتے ہین پھر تمھارے پاس اپنی آمد ورفت کا ناز کرتے ہین اور اس امر کو تمپر حق واجب سمجھتے ہین اور تمسے اس بات کے خواہان رہین کہ اپنی عزت اور دنیا ودین سب اُنکے لیے خرچ کرو یعنے اُنکے دشمن سے عداوت کرو اور اُنکے قریب کی مدد اور خادم اور دوست کی اعانت کرو اُنکی یہ مرضی ہو کہ تم عالم ہو کر اُنکے لیے بیوقوف بنو اور متبوع اور رئیس ہو کر اُنکے تابع خسیس ٹھہرو اور یہین وجہ مشہور ہے کہ عوام سے کنارہ کرنا مروت کامل ہے یہ خلاصہ تقریر الوسیلہ ان کا ہے اور بہت درست وبجا ہے کہ مدرس بیچارے ہمیشہ کی غلامی مین رہتے ہین یعنے جو کوئی اُنکے پاس آتا ہے وہ اپنا حق جتاتا ہے اور بڑا احسان جتاتا ہے گویا مدرس کو کوئی جاگیر بخش دی ہے اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اگر مدرس اپنے روزینہ سے طالب علم کے کھانیکی خبر نہ لے تو اُسکے پاس کوئی نہین جاتا اور اُسکا روزینہ اسقدر نہین ہوتا کہ طلبہ کی خوراک کی بھی صورت ہوجائے تو وہ بیچارہ سلاطین کا سلامی ہوتا ہے اور اقسام کی ذلت اور رسوائی کھینچتا ہے یہانتک کہ سلطان کسی حرام آمدنی پر اُسکے لیے کچھ لکھدیتا ہے اب اُسکو عامل کی خدمت اور غلامی کرنی پڑتی ہے اور بہت دنون اُسکی دربارداری مین ذلیل ہوتا ہے حتی کہ مال اُس سے اسطرح وصول ہوتا ہے گویا اُسنے اپنی گرہ سے دیا ان سب قسمون کے بعد طلبہ مین تقسیم کرنے کا نیا درد اُٹھاتا ہے یعنے اگر سب کو برابر دیتا ہے تو منتہی شخص ناراض ہوتے ہین اور مدرس کو احمق کہتے ہین کہ ان کو تمیز نہین کہ مصارف اہل فضل کے کتنے ہوتے ہین اور طریق عدل کا قائم رکھنا نہین جانتے اور اگر باہم تفاوت کے ساتھ دیتا ہے تو بیوقوف زبان سے اُسپر گل تراشتے ہین اور شیر وارثوہا کی طرح آسپر بھبکتے اور لپکتے ہین غرضکہ دنیا مین تو یون مٹی خراب رہتی ہے اور آخرت مین جو مال لیکر تقسیم کرتا ہے اُسکے مظلمہ مین خراب ہوگا اور طرفہ یہ ہے کہ مدرس صاحب کا نفس باوجود ان مصائب کے اُنکو جھوٹی آرزوؤن مین ڈالتا ہے اور فریب کے دانو کھیلتا ہے کہ تو اپنے کام مین سستی نہ کر جو کچھ تو کرتا ہے اُس سے رضائے الٰہی کا طالب ہے اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور علم دین کے پھیلانے مین ساعی ہے اور بندگان خدا مین سے جو علم کے طالب ہین اُنکی خدمت کرتا ہے اور سلاطین کے مال خاص اُنکی ملک نہین بلکہ وہ مصلحتون کے لیے ہین اور علم کے زیادہ کرنے سے کوئی مصلحت زیادہ نہین کیونکہ علما کے سبب سے دین کا اظہار اور اہل دین کی تقویت ہے۔ اور اگر یہ مدرس شیطان کا کھلونا نہوتا

تو ادنی تامل سے جان لیتا کہ زمانہ کی خرابی کی وجہ یہی ہے کہ ایسے فقیہ بہت ہو گئے ہین کہ جو پاتے ہین کھا جاتے ہین اور حلال و حرام مین کچھ فرق نہین کرتے اور جاہل اُنکو دیکھ کر گناہون پر جرأت کرتے ہین اور اُنکے قدم بقدم چلتے ہین اور اسی وجہ سے کہتے ہین کہ رعیت نہین خراب ہوتی مگر بادشاہون کے خراب ہونے سے اور بادشاہ نہین خراب ہوتے مگر علما کے خراب ہونے سے ہم خدائے تعالی سے پناہ مانگتے ہین مغالطہ کھانے اور بصیرت کے جانے سے کیونکہ یہ ایسا روگ ہے جسکا کوئی علاج نہین ——

دوسری آفت عزلت کی یہ ہے کہ نفع اور انتفاع فوت ہو جاتا ہے یعنے لوگون سے خود نفع اُٹھانا کمانے اور معاملہ کرنے سے ہوتا ہے اور یہ بدون اختلاط کے میسر نہین تو جو شخص معاملات و کسب کا حاجتمند ہے وہ خواہی نہ خواہی عزلت کا تارک ہوگا پھر معاملات مین اگر شریعت کے بموجب کاربند ہوگا تو اختلاط مین بڑی دقت اُٹھانی پڑیگی چنانچہ باب المکاسب مین ہم اسکو لکھ چکے ہین۔ پس اگر آدمی کے پاس اسقدر مایہ ہو کہ کفایت سے چلے تو کافی ہو جائے تو ایسے کے حق مین عزلت افضل ہے اسلیے کہ باب کسب معیشت کا باب بجز معاصی کے اور نہین ہے ہان اگر یہ منظور ہو کہ کسب معیشت مین خیرات کا صیغہ جاری رکھے اور حلال وجہ سے کما کر صدقہ دیا کرے تو اُس عزلت سے بہتر ہے جو صرف نفل کے لیے اختیار کرے مگر اُس عزلت سے افضل نہین ہو خدائے تعالی کی معرفت اور علوم شریعت کی تحقیق کے لیے ہو اور نہ اس امر سے بہتر ہے کہ آدمی اپنی ہمہ تن ہمت سے خدائے تعالی کی طرف متوجہ ہو جائے اور صرف ذکر الہی کے لیے ہو رہے یعنے اُسکو مناجات الہی سے اُنس ہو کشف و بصیرت سے ساتھ نہ ہو وہمی باتون اور خیالات فاسدہ کے طور پر اور دوسرون کو نفع پہونچانا اسطرح ہے کہ یا مال سے اُنکے ساتھ سلوک کرے یا بدن سے کوئی اُنکی خدمت بجالاوے اور ظاہر ہے کہ مسلمانون کی حاجات کو پورا کرنا اجر جزیل رکھتا ہے مگر بدون اختلاط کے بن نہین پڑتا تو جو شخص کہ لوگون کی کاربراری پر قادر ہو اور اُسکے ساتھ شریعت کی حدود کو بھی ہاتھ سے نہ دے تو ایسے شخص کے لیے اختلاط عزلت کی نسبت کرا افضل ہے بشرطیکہ عزلت مین نوافل نماز اور اعمال بدنی کے سوا اور کچھ نہ کرتا ہو اور جس شخص کو دل سے عمل کرنے کا راستہ کھل گیا ہو اور مدام ذکر فکر مین رہتا ہو تو اُسکی برابر البتہ دوسری بات نہین ہو سکتی۔ **تیسری آفت عزلت کی** یہ ہے کہ تادیب اور تادب سے باز رہنا پڑتا ہے اور ہماری غرض تادیب سے یہ ہے کہ نفس کا مرتاض ہو جانا اور لوگون سے ایذا کا تحمل کرتا تاکہ نفس ڈھیلا ہو جائے اور شہوت مغلوب ہو دے اور نفس کا مرتاض ہونا بھی بدون اختلاط کے نہین ہو سکتا اور یہ اختلاط عزلت سے اُس شخص کے حق مین بہتر ہے جسکے اخلاق مہذب اور شہوات حدود شرعیہ کی منقاد ہون اور یہی وجہ خانقاہون کے خادم جو صوفیون کی خدمت کرتے ہین

اس کام کو بہتر سمجھتے ہین اسوجہ سے کہ لوگون سے سوال کرنے مین نفس کی رعونت ٹوٹتی ہی اور صوفیون کی دعا سے برکت ہوتی ہی جو بہرتن متوجہ الی اللہ ہین گذشتہ زمانون کی ابتدا مین اسی کام کی وجہ یہی تھی اب اسمین اور اغراض فاسدہ ملگئے ہین اور پہلا قانون باقی نہین رہا جیسے اور دین کے شعائر اپنی اصلی ہیئت سے مائل ہوگئے اب خدمت کے لیئے تواضع اسلیے کرتے ہین کہ بہت سے لوگ تابع ہوجائین اور بہت سامان ملجائے تو اگر خدمت اور ریاضت سے یہی نیت ہو تو اس سے تو غزلت ہی بہتر ہی کسی قبر ہی کے پاس ہو اور اگر واقع مین نیت نفس کی رعونت دور کرنے کی ہو تو جو شخص ریاضت کا محتاج ہو اسکے حق مین غزلت کی نسبت کہ بہتر ہی اور ریاضت کی احتیاج ابتدا سالک مین ہوتی ہی بعد حصول ریاضت کے یہ سمجھنا ضرور ہی کہ گھوڑے کو جو پھیرتے ہین اس سے فقط پھیرنا مقصود نہین ہی بلکہ غرض یہ ہوتی ہی کہ بعد شائستگی کے اسکو قطع منازل کے لیے سرکب کیا جائے اور جس منزل کو جانا چاہین اسکے ذریعہ سے پہونچ سکین اسی طرح آدمی کا بدن دل کی سواری ہی کہ اسپر سوار ہوکر طریق آخرت کی منازل کو قطع کرے اور چونکہ اسمین بہت سی شہوات ہین کہ اگر انکو دور نہ کیا جائے تو رستہ مین سرکشی کرینگی اسلیے حاجت ریاضت کی ہوئی مگر مقصود وہی سواری ہی پس اگر کوئی عمر بھر ریاضت مین رہے تو اسکی مثال ایسی ہوگی کہ کوئی شخص تمام عمر گھوڑی کو پھیرا وے اور سوار نہ ہو تو اس صورت مین اسکی شائستگی کا یہی فائدہ ہوگا کہ سردست کاٹنے اور لات اور طاپ مارنے سے محفوظ رہیگا اور ہر چند یہ فائدہ بھی مقصود ہی مگر ایسا فائدہ تو ہر دار جانور سے بھی حاصل ہی گھوڑا تو اسلیے ہوتا ہی کہ اس سے زندگی مین کچھ کام لیا جائے اسی طرح بدن کی شہوات سے رہائی تو سونے اور مرنے سے بھی حاصل ہی مگر صرف ترک شہوات ہی مقصود نہین بلکہ اسکے بعد راہ آخرت کو طے کرنا بھی مقصود ہی پس آدمی کو چاہیے کہ ترک شہوات اور صرف ریاضت پر قانع نہو جیسے کسی نے ایک راہب کو کہا تھا ہی راہب اسنے جواب دیا کہ مین تو راہب نہین ہون بلکہ ایک باولا کتا ہون مین نے اپنے نفس کو روک لیا ہی کہ آدمیون کو نہ کاٹون اور ایسا شخص بہ نسبت ایذا دہندہ کے بہتر ہی مگر صرف اسی قدر پر قناعت نہ چاہیے کیونکہ جو شخص اپنے آپ کو قتل کردے عدم ایذا مین تو سب سے بڑھ جائیگا مگر طریق آخرت کچھ طے نہوگا اسلیے یہ چاہیے کہ اپنے انتہا مقصود کو مدنظر کرکے ریاضت کے بعد کیا کرنا ہوگا اور جب کوئی اس دقیقہ کو سمجھ لیگا اور راہ راست پر آکر سلوک پر قادر ہوجائیگا اسکو صاف معلوم ہوجائیگا کہ غزلت اسکے لیے اس طریق مین زیادہ معین ہی بہ نسبت اختلاط کے [illegible] ایسے شخص کے لیے ابتدا امر مین اختلاط افضل ہی اور انجام کو غزلت - اور تادیب سے ہماری غرض [illegible] دوسرے کو ریاضت کش کرنا ہی جیسے صوفیون کے مرشد صوفیون کے ساتھ کرتے ہین اور یہ بھی

بدون اختلاط کے نہین ہوسکتا یعنے مرشد جبتک مریدون کے ساتھ اختلاط نکریگا اُنکی تہذیب پر قادر نہوگا اور مرشد کا حال معلم کی طرح ہی اور جو حکم معلم کا ہی وہی مرشد کا ہی اور ارشاد مین بھی آفتین دقیق اور ریا ایسے ہی آتے ہین جیسے علم کے سکھانے مین آتے ہین ہان اتنا فرق ہی کہ جو مرید طالب ریاضت ہین اُنمین آثار طلب دنیا کے بعید ہوتے ہین اور طالبان علم مین طلب دنیا کے علامات قریب ہین اور اسی جہت سے طالبان ریاضت کم نظر آتے ہین اور طلبۂ علم بہت تو اس صورت مین یہ چاہیے کہ جو بات خلوت سے حاصل ہوا سکو اُس سے مقابل کرے جو اختلاط سے میسر ہو اور دونون مین سے افضل کو اختیار کرے اور افضل کا معلوم کرنا دقیق اجتہاد سے متعلق ہی اور احوال اور اشخاص کے سبب سے مختلف ہوا کرتا ہی اس جہت سے اُسپر حکم نفی یا اثبات کا مطلقاً نہین کر سکتے بدون تفصیل کے۔

چوتھی آفت عزلت کی یہ ہی کہ دوسرون سے اُنس کا حاصل ہونا اور اُنکو اُنس دنیا فوت ہوجاتا ہی اور یہ امر اُس شخص کو منظور ہوتا ہی جو دعوتون اور ولیمون اور عوتون اور بول لگی کی جگہون مین نہین جاتا اور اسکا مآل حرد دست لذت نفسانی ہوتی ہی اور کبھی دیانت بھی ہوا کرتی ہی جیسے کوئی شائع سے اُنس حاصل کرے اسوجہ سے کہ وہ ہمیشہ تقوی اور ورع مین رہتے ہین تو اُنکے اقوال اور حالات کو دیکھ کر اُنس حاصل کرنا دین کے باب مین مستحب ہی اور حظ نفسانی کبھی تو حرام ہوتا ہی جیسے اُس شخص سے موانست کرنی جسکی موانست درست نہو اور کبھی مباح ہوتا ہی اور بعض اوقات مستحب ہی بشرطیکہ حظ نفسانی سے مقصود یہ ہو کہ عبادت مین کچھ نشاط و کیفیت آجھرے اور دل کو راحت ملے اسلیے کہ دل سے اگر بزور تواتر کام لیا جاتا ہی تو اندھا ہوجاتا ہی تو جس صورت مین تنہائی مین وحشت ہو اور دوسرون کے پاس بیٹھنے سے دل کو اُنس اور راحت پہونچتی ہو تو اختلاط اولی ہی کیونکہ عبادت مین نرمی برتنی احتیاط کا کام ہی اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی اِنَّ اللّٰہَ لَا یَمَلُّ حَتّٰی تَمَلُّوا اور یہ امر بھی ضروری ہی بایں وجہ کہ دل علی الدوام بدون راحت کے امر حق سے اُنس نہین کرتا اور اگر بزور اُس سے کام لیا جاتا ہی تو گھبرا جاتا ہی اور دین مین جو کوئی طاقت سے زیادہ اپنے ذمہ پر کوئی بات کرلیتا ہی تو آخر کو وہی مغلوب ہوجاتا ہی اور دین غالب رہتا ہی احتیاط اسی مین ہی کہ دین مین نرمی سے داخل ہو اور بہین وجہ حضرت ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ اگر مجھکو خوف وسواس نہوتا تو مین آدمیون سے ہمنشینی نکرتا اور ابوالدرداء نے فرمایا کہ ایسے شہرون مین چلا جاتا جہان کوئی انیس نہوتا۔ اور آدمیون کی خرابی آدمیون ہی سے لگا کرتی ہی تو اس صورت مین عزلت کرنے والے کے لیے ایک رفیق ضروری ہی جس سے رات دن کے عرصہ مین دیکھنے اور بات کرنے سے گھنٹہ بھر دل بہلاوے

مگر ایسا شخص تلاش کرنا چاہیے جو فقط اسی ایک کینہ مین اُسکے تمام گھنٹون کی محنت رائگان نہ کرے
چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین - اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ اور چاہیے
کہ رفیق سے ملنے کے وقت زیادہ تر تمنا اس بات کی کرے کہ امور دینی مین گفتگو ہو اور دل کا احوال اور
اُسکی شکایت بیان کیجائے کہ امر حق پر ثابت اور مستقل کم رہتا ہی اسکی تدبیر کیا ہی تو اسطرح کے
اختلاط مین البتہ نفس کو راحت ملتی ہی اور جو شخص اُسکی درستی کے درپے ہی اُسکو اسمین بہت گنجایش ہی
کیونکہ گو کتنی ہی عمر زیادہ ہو شکایت کبھی منقطع نہوگی اور جو شخص اپنے نفس کے حال سے راضی ہوجاتا ہی
وہ یقینا مخالطہ مین پڑتا ہی غرضکہ اُنس کا یہ طور البتہ دین کے کسی حصہ مین بعض اشخاص کے حق مین
عزلت سے بہتر ہی تو عزلت والے کو چاہیے کہ اپنے دل کا حال دریافت کرے پھر جلیس کے حالات
معلوم کرے تب اُس سے ہمنشینی کا مضائقہ نہین - پانچوین آفت عزلت کی یہ ہی کہ ثواب کے
پہونچنے اور پہونچانے سے محروم رہتا ہی ثواب اپنے آپ کو ہونا تو اسطرح ہی کہ جنازون پر جانا اور
بیمارون کا پوچھنا اور عیدین مین شریک ہونا وغیرہ اور جمعہ مین حاضر ہونا عزلت والے کو ضرور چاہیے
اسی طرح سب نمازون کی جماعت مین بھی شرکت ضروری ہی جماعت کے ترک کی اجازت کسی صورت
مین نہین ہان اگر خوف کسی ایسے ظاہری نقصان کا ہو جو جماعت کے ثواب نہ ملنے کا ہم پلہ ہو تب ترک
جماعت ہوسکتا ہی مگر ایسا اتفاق بہت کم ہوتا ہی اور ولیمون اور دعوتون اور نکاحون مین شریک
ہونے سے بھی ثواب ملتا ہی کہ ایک مسلمان کے دل کو خوش کرنا ہوتا ہی اور دوسرون کو ثواب پہونچانا
اسطرح ہی کہ اپنا دروازہ کھلا رکھے تاکہ لوگ اُسکی عیادت کرین اور مصیبت مین تسکین اور خوشی مین
تہنیت کرین کیونکہ ان باتون سے لوگون کو ثواب ملتا ہی اسی طرح اگر آدمی عالم ہو اور وہ اجازت دے دے
کہ لوگ زیارت کرین تو اُنکو زیارت کا ثواب ملیگا اور اسکا سبب یہی شخص ہوگا تو سالک کو چاہیے
کہ ان اختلاطون کے ثواب کو اُن آفتون سے مقابل کرے جو ہمنے مذکور کی ہین اس صورت مین
کبھی تو عزلت کو ترجیح ہوگی اور کبھی اختلاط کو اور سلف کے بعض لوگ مثل مالک وغیرہم اپنے گھرون مین
بیٹھ رہتے تھے دعوتون کا قبول کرنا اور بیمارون کا پوچھنا اور جنازون پر جانا بالکل ترک کردیا تھا
بجز جمعہ اور زیارت قبور کے مطلق باہر نہ نکلتے تھے اور بعضون نے سکونت شہرون کی ترک کرکے پہاڑون
کی چوٹیون پر پناہ لی تھی کہ عبادت مین فراغت ملے اور کوئی مانع پیش نہ آئے چھٹی آفت عزلت
کی یہ ہی کہ تواضع فوت ہوتی ہی جو افضل مقامات ہی اور تنہائی مین نہین بن سکتی بلکہ تنہائی کا باعث
کبھی تکبر ہی ہوا کرتا ہی چنانچہ بنی اسرائیل کی خبرون مین مذکور ہی کہ کسی حکیم نے حکمت کے باب مین

ترسمہ کتابین بنائی تھین یہانتک کہ اُسکو گمان ہوا کہ خدائے تعالی کے نزدیک مجکو بڑا مرتبہ ہوا ہوگا اللہ تعالی نے اُسوقت کے نبی پر وحی بھیجی کہ فلان شخص سے کہدو کہ تو نے اپنی یکبیک سے تمام زمین بھر دی مین تیری اس بک مین سے کچھ قبول نہین کرتا اُس حکیم نے خلوت اختیار کی اور زمین کے نیچے کسی تہ خانہ مین جا رہا اور دل مین کہا کہ اب مین اپنے پروردگار کی محبت کو پہونچ گیا اللہ تعالی نے اپنے نبی پر وحی بھیجی کہ اُسکو کہدو کہ تو میری رضا کو نہ پہونچیگا جبتک کہ لوگون سے اختلاط کرکے اُنکی ایذا نہ سہے اسکے بعد اُسنے عوام سے اختلاط کیا اور اُنکے پاس بیٹھا اور ساتھ کھانا کھایا اور بازارون مین اُنکے ہمراہ پھرا تب اللہ تعالی نے اپنے نبی کو حکم فرمایا کہ اُس سے کہدو کہ اب تو ہماری رضا کو پہونچا پس بعض غزلت کرنیوالے ایسے بھی ہوتے ہین کہ اُنکی غزلت کا باعث تکبر ہی ہوتا ہے اور محفلون مین اسی وجہ سے نہین جاتے کہ کوئی توقیر نہ کریگا یا متقدم نہ بٹھائیگا یا یہ سمجھتے ہین کہ ہم لوگون سے نہ ملینگے تو ہمارا رتبہ بڑھیگا اور نام زیادہ مشہور ہوگا اور کچھ لوگ اسوجہ سے غزلت اختیار کرتے ہین کہ مبادا اختلاط کے باعث ہماری قلعی کھل جاوے اور زہد و عبادت کا اعتقاد جو ہمپر کرتے ہین وہ نابود ہوجائے اسلیے وہ اپنے گھر کو اپنی برائیون کی آڑ بناتے ہین تاکہ لوگ اُنکو عابد و زاہد جانے حالانکہ خود بدولت گھر مین کوئی وقت بھی ذکر و فکر مین صرف نہین کرتے اور اُن لوگون کی پہچان یہ ہے کہ خود کسی کے یہان جانا پسند نہین کرتے اور دوسرون کا اپنے یہان آنا چاہتے ہین بلکہ اس بات سے خوش ہوتے ہین کہ عوام اور سلاطین اُنکے دروازہ اور راستہ پر جمع ہون اور اُنکے ہاتھ کو تبرک جان کر بوسہ دین تو ایسے لوگون کو اگر اختلاط کی نفرت شغل عبادت کی جہت سے ہوتی تو جیسا اپنا جانا اچھا نہین معلوم ہوتا دوسرے کا آنا بھی اپنے پاس برا جانتے جیسے فضیل رح کا حال ہمنے بھی بیان کیا ہے کہ دوستون کو دیکھکر یہ فرمایا کہ تم صرف اسلیے آئے ہو کہ مین تمھارے سامنے بن سنور کر بیٹھون اور تم میرے سامنے یا جیسے حاتم اصم نے اُس حاکم سے کہا تھا جو اُنسے ملنے گیا تھا کہ میری حاجت یہ ہے کہ نہ مین تمکو دیکھون اور نہ تم مجکو تو جو شخص تنہائی مین مشغول بذکر خدا نہین اُسکی غزلت کرنیکا سبب یہی ہے کہ شدت سے لوگون مین مشغول ہے جسکا دل یہی چاہتا ہے کہ لوگ مجکو وقار اور حرمت کی نظر سے دیکھین پس ایسی غزلت کئی وجہ سے جہالت ہے اول یہ کہ جو شخص علم اور دین مین برا ہوتا ہے تو اختیار اور توانمع سے اُسکا منصب کم نہین ہوتا چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خرما اور نمک اپنے کپڑے اور ہاتھ

مین اٹھالاتے اور فرماتے ؎

کامل کو کچھ ضرر نہین اُسکے کمال مین	اگر فائدہ کی چیز وہ لاوے عیال مین

اور حضرت ابوہریرہ اور حذیفہ بن یمان اور ابی بن کعب اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم بکری کے گھٹنے

اور آنے کی گنجایش اپنے مکانوں پر لے آتے تھے اور حضرت ابوہریرہ اپنے عہد حکومت میں بازار یا مسجد میں
لیے جاتے اور کہتے کہ اپنے امیر کو راستہ دو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیع خرید فرماتے اور خود
سامان کو لے چلتے اگر کوئی صحابی عرض کرتا کہ مجکو عنایت فرمائیے میں لے چلوں تو فرماتے کہ چیز کا مالک اسکے
لے چلنے کا زیادہ مستحق ہے۔ اور حضرت امام حسن علیہ السلام سائلوں پر گذرتے کہ وہ ٹکڑے کھاتے ہوتے
اور کہتے کہ صاحبزادے آؤ کچھ تناول فرماؤ تو آپ سواری سے اترتے اور راستہ پر بیٹھ کر انکے ساتھ
کھاتے پھر سوار ہو کر فرماتے کہ اللہ تعالیٰ تکبر والوں کو ناپسند کرتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جو شخص اس
کام میں لگا ہے کہ لوگ مجھسے راضی رہیں اور میرے باب میں اپنا اعتقاد درست رکھیں وہ مغالطہ میں پڑا ہے
اسلیے کہ اگر خدائے تعالیٰ کو کما حقہ پہچانے تو جان لے کہ خلق سے کوئی کام نہیں نکلتا نفع اور نقصان سب
اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے کوئی اسکے سوا نہ فائدہ پہونچا سکے نہ ضرر اور جو شخص لوگوں کی رضامندی
اور محبت اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے اور خلق کو بھی
اس سے ناخوش کرتا ہے علاوہ اسکے لوگوں کی رضامندی ایک ایسی بات ہے کہ حاصل نہیں ہو سکتی
تو اس سے یہی بہتر ہے کہ خدائے تعالیٰ کی رضامندی طلب کیجائے اور اسی جہت سے حضرت امام شافعی
نے یونس بن عبدالاعلیٰ کو فرمایا کہ بخدا میں تیرے بھلے کی کہتا ہوں کہ آدمیوں سے سلامت رہنے کی
کوئی تدبیر نہیں اس صورت میں تامل کر کے جو اپنے حق میں مصلحت جانو اسکو کرو اور اسی لیے کسی نے کہا ہے

غم سے مرتا ہے کرے جو کوئی لوگوں کا لحاظ	ملتی ہے دنیا میں لذت اسکو جو بیباک ہو

اور سہیل تستری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کسی مرید کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ فلاں عمل کرو اسنے عرض کیا کہ یہ تو
لوگوں کی جہت سے میں نہیں کر سکتا آپ اپنے مریدوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ آدمی کو حقیقت
معرفت نہیں ملتی جبتک کہ دو باتوں میں سے ایک کے ساتھ متصف نہ ہو یا یہ کہ لوگ اسکی نظر
سے گر جاویں کہ دنیا میں سوائے اپنے پروردگار کے اور کسی کو نہ دیکھے اور سمجھے کہ کوئی مجکو نفع اور ضرر
نہیں پہونچا سکتا یا یہ کہ اسکا نفس اسکے دل کے سامنے ہیچ ہو جاوے کہ اسکی پروا نہ رہے کہ لوگ
کس حال پر مجکو دیکھینگے اور حضرت امام شافعی رح فرماتے ہیں کہ کوئی شخص ایسا نہیں جسکا دوست
اور دشمن نہ ہو تو جب یہ بات ہے تو انھیں کے ساتھ رہنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت والے ہیں
اور حضرت حسن بصری سے کسی نے کہا کہ آپ کی مجلس میں کچھ لوگ صرف اسی غرض سے آتے ہیں کہ
ہمیں آپ کہاں کہاں وعظ میں غلطی کرتے ہیں یا سوال کرتے ہیں کہ آپ کو توفیق کہاں آپ نے تبسم فرما کر
جس سے کہ اس بات سے [illegible] مانو کہ میں نے اپنے نفس کو جنت میں رہنے اور

خدا سے تعالی کی ہمسایگی کے لیے کہ رکھا ہی تو اُسی کا مین طامع ہون اور یہ مین نے کبھی نہین کہا کہ لوگون سے سلامت رہونگا اسلیے کہ مجکو معلوم ہی کہ اللہ تعالی جو لوگون کا خالق اور رازق اور زندہ کرنے والا اور مارنے والا ہی وہ تو اُن سے سلامت ہی نہین رہا مین کیسے سلامت رہونگا اور حضرت موسی علیہ السلام نے جناب الٰہی مین عرض کیا کہ یارب لوگون کی زبان مجھسے روک دے حکم ہوا کہ اے موسی یہ وہ بات ہی کہ اسکو مین نے اپنی ذات پاک کے لیے نہین پسند کیا تو تیرے لیے کیسے کرون اور اللہ تعالی نے حضرت عزیر علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اگر تمکو یہ بات اچھی نہین معلوم ہوتی کہ مین تمکو لوگون کے منھ مین مسواک کی طرح کردون کہ تمکو چبایا کرین تو مین تمکو اپنے یہان تواضع کرنے والون مین نہ لکھونگا۔ حاصل یہ کہ جو شخص اپنے آپ کو گھر مین اسلیے روک رکھے کہ اُسکے باب مین لوگون کا اعتقاد اچھا ہوجاوے اور سب نیک کہین تو اُسکو دنیا مین بھی مشقت ہوئی اور آخرت کا عذاب تو بہت بڑا ہی اگر سمجھے اس سے یہ نکلتا ہی کہ غربت ایسے ہی شخص کو مستحب ہی جو ہر وقت اپنے پروردگار کے ذکر اور فکر اور عبادت اور معرفت مین دوبارہے اور اگر لوگون سے احتراز کرے تو اُسکی اوقات رائگان ہو اور عبادت پریشان تو غربت کے اختیار کرنے مین یہ آفتین بڑی شدید ہین جنسے ضرور بچنا چاہیے کہ ظاہر مین تو نجات دینے والی معلوم ہوتی ہین مگر واقع مین ہلاک کرنے والی ہین۔

ساتوین آفت غربت کی یہ ہی کہ تجربے فوت ہوتے ہین جنکا مدار لوگون سے ملنے اور اُنکے روزمرہ کے حالات دیکھنے پر ہی اور عقل طبعی دین اور دنیا کی مصلحتون کے سمجھنے کے لیے کافی نہین بلکہ مصلحتین تجربہ اور مہارت سے معلوم ہوتی ہین اور جو شخص تجربون سے خوب ماہر نہوا اُسکی غربت مین کچھ بہتری نہین۔ مثلاً اگر کوئی لڑکا غربت کرے تو ناتجربہ کار اور جاہل رہیگا بلکہ چاہیے کہ اول علم پڑھے اور اس عرصہ مین جتنے تجربے کہ ضروری ہین اُسکو حاصل ہوجائینگے اور اسی قدر کافی ہونگے اور باقی تجربے حالات کے سننے سے بھی معلوم ہوسکتے ہین اختلاط ہی کے محتاج نہین اور زیادہ ضروری تجربون مین سے یہ ہی کہ آدمی اپنے نفس اور اخلاق اور صفات باطنی کو آزماوے اور یہ امر تنہائی مین نہین ہوسکتا اسلیے کہ تنہائی مین تو ہر تجربہ کرنے والا راحت پاتا ہی اور جتنے غصہ والے یا کینہ اور حسد والے ہین جب علاحدہ ہوتے ہین تو اُنسے کوئی خباثت سرزد نہین ہوتی اور یہ صفتین سب مہلک ہین اُنکا دور کرنا واجب ہی اور مغلوب کرنا ضرور ہی یہ کافی نہین کہ جن امور سے انکو جنبش ہوتی ہو اُنسے دور رہ کر انکو ساکن کردیا جائے کیونکہ دل کی مثال جس مین ایسی صفات بھری ہون ایسی ہی جیسے دنبل جسمین پیپ اور کچھ لہو بھرا ہو اور جبتک اُسکو جنبش نہو یا کوئی ہاتھ نہ لگاوے تب تک دنبل والے کو اُسکا درد معلوم نہو اب اگر فرض کرو کہ اُس شخص کے ہاتھ نہین جو اُسکو چھوے اور نہ آنکھ ہی کہ دیکھے اور نہ کوئی اُسکے پاس ہی جو اُسکو جنبش دے تو غالباً وہ اپنے دل مین ہی سمجھیگا

کہ میں تندرست ہوں اور میرے بدن میں کوئی دنبل نہیں لیکن اگر کوئی اسکو حرکت دیگا یا مشتر لگا دیگا تو اسمیں سے پیپ اور مادہ ایسا بہنے لگیگا جیسے بند پانی فوارہ میں سے اُبھرتا ہے اسی طرح جس دل میں کینہ اور بغض اور حسد اور غصہ اور دوسرے برے اخلاق بھرے ہوتے ہیں وہ بھی جبھی جوش کرتے ہیں جب انکو حرکت دیجاتی ہے اور اسمیں وجہ سالکان طریق آخرت جو اپنے دلوں کو صاف کیا چاہتے تھے وہ اپنے نفسوں کا امتحان کر لیا کرتے تھے تو جس شخص کو اپنے نفس میں تکبر معلوم ہوتا تھا تو پانی کی مشک کر پر یا لکڑیوں کا بوجھ سر پر لیکر بازاروں میں پھرتا تھا کہ اس سے نفس کا تکبر دور ہو غرضکہ نفس کی آفات اور شیطان کے مکر پوشیدہ ہوتے ہیں ایسے لوگ کم ہیں جو انکو جانتے ہوں اور اسمیں وجہ ایک بزرگ سے نقل ہے کہ فرمایا کہ میں نے تیس برس کی نماز دوبارہ پڑھی باوجودیکہ میں اسکو صف اول میں پڑھا کرتا تھا مگر دو ہرانے کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک روز کسی عذر سے میں پیچھے رہ گیا اور اول صف میں جگہ نہ پائی لہذا دوسری صف میں کھڑا ہو گیا تو میں نے اپنے نفس کو دیکھا کہ میرے پیچھے رہ جانے کے باعث سے جو لوگ مجھے دیکھتے تھے تو خجالت کرتا تھا اسوقت میں نے جانا کہ میری تمام نماز ریا سے ملی ہوئی تھی اور یہ اچھا معلوم ہوتا تھا کہ لوگ مجکو خیرات کی طرف سبقت کرنے والا دیکھیں۔ حاصل یہ کہ اختلاط کا ایک بڑا فائدہ کھلا ہوا یہ ہے کہ اس سے صفات مذمومہ معلوم ہو جاتی ہیں اور اسمیں وجہ کہتے ہیں کہ سفر اخلاق کو ظاہر کر دیتا ہے اسلیے کہ وہ بھی ایک قسم کا اختلاط ہے جو دیر پا رہتا ہے اور ان صفات کے معافی اور باریکیاں جلد ثالث میں مذکور ہونگی [illegible] جانے کے سبب سے بہت سا عمل خراب ہو جاتا ہے اور انکے جاننے کے باعث سے [illegible] ہو جاتا ہے اور اگر یہ بات نہیں ہوتی تو علم کو فضیلت عمل پر نہ ہوتی کیونکہ حال [illegible] کا علم جو [illegible] کے لیے مقصود ہے نماز سے افضل ہوا اسلیے کہ ہم جانتے ہیں کہ جو چیز غیر کے لیے مقصود ہوتی ہے تو وہ غیر اس سے اشرف ہوا کرتا ہے مگر شریعت نے عابد سے عالم کے افضل ہونے کا حکم کیا یہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَى رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِي تو معلوم ہوا کہ علم کو فضیلت تین وجہ سے ہے اول تو وہی جو ہمنے ذکر کی یعنے اسکے باعث سے تصور اعمال بھی صاف [illegible] ہوتا ہے دوم یہ کہ علم کا فائدہ دوسرے کو پہونچتا ہے اور عمل کا فائدہ متعدی نہیں تیسرے یہ کہ علم سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اور افعال کا علم ہے جو سب اعمال سے افضل ہے بلکہ اعمال سے غرض یہی ہے کہ دل مخلوق کی طرف سے خالق کی طرف راجع ہو اور [illegible] رجوع الی اللہ کے خدائے تعالیٰ کی معرفت اور محبت کے لیے ہے تو علم اور عمل دونوں [illegible] کے لیے [illegible] اور مریدوں کی انتہا یہی علم ہے اور عمل

اسکے لیے شرط کا قائم مقام ہی اور اسی کی طرف اشارہ ہی اس آیت مین اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ کلم طیب یہی علم ہی اور عمل ایسا ہی جیسا بوجھ اُٹھانے والا کہ اسکو اُٹھا کر منزل مقصود کو پہونچا دیتا ہی تو ظاہر ہی کہ سواری کی نسبت کر سوار بہتر ہوگا یہ تقریر بطور جملہ معترضہ کے آگئی کہ اس بحث مین مناسب نہین اسلیے کہ اسکو چھوڑ کر غرض اصلی کی طرف متوجہ ہوتے ہین کہ جب تمنے غزلت کے فوائد اور آفات معلوم کر لیے تو جان لیا ہوگا کہ غزلت پر بطلق حکم کرنا کہ افضل ہی یا نہین خطا ہی بلکہ چاہیے کہ اُس شخص کو اور اُسکے حال کو اور مجلس اور اُسکے احوال کو دیکھا جائے اور یہ بھی کہ اختلاط کا باعث کیا ہی اور اختلاط کے باعث سے کون کون سے فوائد جاتے رہینگے اور کیا نفع ہوگا یعنے اور نقصان کا مقابلہ کیا جائے تب البتہ امر حق واضح ہوگا اور فضیلت معلوم ہوگی اور امام شافعی رح کی تقریر اس باب مین قول فیصل ہی کہ آپ نے فرمایا کہ اے یونس آدمیون سے منقبض رہنا موجب عداوت کا ہی اور اُنسے کھل کھیلنا بُرے ہمنشین پیدا کرتا ہی تو ایسی طرح رہنا چاہیے کہ نہ منقبض ہو نہ منبسط چنانچہ سعدی رح فرماتے ہین نہ چندان درشتی کن کہ از تو سیر گردند نہ چندان نرمی کہ بر تو دلیر غرضکہ اختلاط اور غزلت مین اعتدال ضروری ہی اور یہ امر حالات کے تفاوت سے مختلف ہوا کرتا ہی اور فوائد و آفات کے دیکھنے سے افضل طریق واضح ہو جاتا ہی اس باب مین امر حق ٹھیک ٹھیک یہی ہی اور اسکے سوا جو کچھ کسی نے ذکر کیا ہی وہ ناتمام ہی بلکہ ہر ایک نے ایک ایسی حالت خاص کا ذکر کیا ہی جسمین وہ خود موجود ہی تو اگر غیر شخص جو اُس حال مین نہین اُسپر بھی وہی حکم کیا جائیگا تو درست نہوگا اور علم ظاہر مین صوفی اور عالم کے درمیان بھی یہی فرق ہی کہ صوفی وہی تقریر کرتا ہی جس حال مین خود ہوتا ہی اسی وجہ سے مسائل مین سب صوفیون کے جواب جدا جدا ہوتے ہین اور عالم وہ ہی کہ امر حق کو نفس الامر مین دریافت کرتا ہی اور اپنے حال کا لحاظ نہین کرتا اسی وجہ سے جو کہتا ہی وہی حق ہوتا ہی اسمین بمجال اختلاف نہین ہو سکتی کیونکہ امر حق تو ہمیشہ ایک ہی ہوگا اور حق سے قاصر بیشمار ہوا کرتے ہین اور یہین وجہ صوفیہ کرام سے جو درویش کا حال پوچھا گیا ہی تو ہر ایک نے وہ جواب دیا جو دوسرے کے جواب کا غیر تھا اور وہ جواب ہر چند باعتبار مجیب کے حال کے حق ہین مگر نفس الامر مین حق نہین ہین اسلیے کہ حق تو ایک ہی ہوا کرتا ہی مثلاً ابو عبداللہ جلا سے جو پوچھا گیا کہ فقیری کیا ہی فرمایا کہ اپنی دونون آستینین دیوار سے مار کر کہو کہ ہمارا رب اللہ تعالی ہی یہی فقیری ہی اور حضرت جنید بغدادی نے اسکا جواب یہ فرمایا ہی کہ فقیر وہ ہی جو نہ سوال کرے نہ کسی سے مزاحمت کرے اور اگر اُس سے کوئی مناقشہ کرے تو خاموش ہو جائے اور سہل بن عبداللہ رح نے فرمایا کہ فقیر وہ ہی جو سوال نکرے اور

نہ خبر کرے اور کسی بزرگ نے فرمایا ہے کہ فقیری یہ ہے کہ تمھارے پاس کچھ نہو اور جب ہو بھی جاوے تو اپنی نہ سمجھو اور چونکہ تمھاری نہ تھی تو اب بھی تمھاری نہین اور ابراہیم خواص رحمہ کہتے ہین کہ فقیری یہ ہے کہ شکایت نہ کرے اور سختی کا اثر ظاہر ہو اور مقصود یہ ہے کہ اگر سو آدمیون سے سوال کیا جائے تو سو جواب جدا جدا ہونگے کہ غالباً دو بھی ایک سے نہونگے اور وہ من وجہ سب درست ہونگے اسلیے کہ ہر ایک کا جواب اُسکے حال کی خبر اور جو کچھ اُسکے دل پر غالب ہو رہا ہے اُسکی حکایت ہوگی اور اسی وجہ سے اس فرقہ کے دو آدمی ایسے نہ دیکھوگے جنمین سے ایک اپنے ساتھی کو تصوف مین ثابت قدم بتلائے اور اُسکی تعریف کرے بلکہ ہر ایک کو یہی دعوی ہوتا ہے کہ واصل اور واقف بحق مین ہی ہون اسلیے کہ اُنکی دور اُنھین احوال کے مقتضا تک ہے جو اُنکے دلون پر پیش ہوتے ہین اور اسی وجہ سے وہ اپنے ہی نفس سے مشغول رہتے ہین دوسرون کی طرف التفات نہین کرتے - اور علم کا نور جب چمکتا ہے تو سب پر محیط ہوتا ہے اور پردۂ خفا کو دور کرتا ہے اور اختلاف اُٹھا ڈالتا ہے اور اس اختلاف کی مثال یہ ہے کہ ہمنے زوال کے وقت سایہ اصلی کے باب مین اقوال دیکھے ہین کہ کچھ کہتے ہین کہ گرمیون مین سایہ دو قدم ہوتا ہے اور کوئی کہتا ہے کہ نصف قدم ہوتا ہے اور دوسرا اُسپر اعتراض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جاڑون مین سات قدم ہوتا ہے اور کوئی پانچ قدم بتاتا ہے اور دوسرا اُسکو رد کرتا ہے تو یہ حال صوفیون کے جوابون کا سا ہے یعنے ہر شخص نے اپنے شہر کے سایہ اصلی کو دیکھ کر کہدیا کہ اتنا ہے اور یہ بات درست ہے مگر دوسرے کی غلطی جو بیان کرتا ہے وہ بیجا ہے کیونکہ تمام دنیا کو اُسنے اپنا شہر یا اُسکے مثل سمجھ لیا ہے جیسے صوفی اپنے حال پر قیاس کرکے دنیا پر حکم لگا دیتا ہے اور جو شخص زوال کو جانتا ہے اُسکو معلوم ہے کہ سایہ کس باعث سے چھوٹا اور بڑا ہوا کرتا ہے اور شہرون مین کس وجہ سے مختلف ہوتا ہے اسی وجہ سے اُسکا جواب ہر شہر کے لیے ایک جدا حکم پر مشتمل ہوگا مثلاً کہیگا کہ بعض شہرون مین سایہ نہین رہتا اور بعض مین لمبا اور بعض مین کوتاہ ہوتا ہے - یہ ہے عزلت اور اختلاط کی فضیلت کا بیان جسکو ہمنے ذکر کرنا چاہا تھا - اب اگر یہ کہو کہ اگر کوئی شخص اپنے حق مین عزلت کو افضل اور اسلم سمجھے تو عزلت کے آداب اُسکے لیے کیا ہین تو اُسکا جواب یہ ہے کہ آداب اختلاط کا بیان کرنا البتہ طویل تھا اُسکو ہم باب آداب صحبت مین لکھ آئے اور عزلت کے آداب کو ہم طول نہین دیتے مختصر ابیان کیے دیتے ہین کہ عزلت کرنے والے کو اول یہ نیت کرنی چاہیے کہ میری بھلائی لوگون کو نہ پہونچے دوم یہ کہ لوگون کی شرارت سے سلامت رہون سوم حقوق مسلمین کی بجا آوری مین قاصر ہونے سے نجات پاؤن چہارم تمام ہمت خدا تعالی کی عبادت کے لیے مجرد ہو جاؤن جب اُس طرح عزلت کرنے مین نیت کر چکے تو پھر خلوت مین علم اور عمل اور ذکر اور فکر پر مداومت کرے تاکہ ثمرۂ عزلت سے دامن مراد بھرے اور

لوگون کو روک دے کہ میرے پاس بہت آمد و رفت نہ کرو ورنہ اکثر اوقات مین دلجمعی نہوگی اور لوگون کے احوال اور شہر کی خبرین نہ پوچھے اور نہ سنے اور نہ اس بات پر کان لگاوے کہ لوگ کیا کرتے ہین کیونکہ یہ سب باتین دل مین کھب جاتی ہین حتی کہ نماز کے اندر اور فکر کے اثنا مین ایسی طرح ابھر کر آتی ہوتی ہین آدمی کو خبر بھی نہین ہوتی کان مین خبرون کا پڑنا ایسا ہی ہے جیسے زمین مین تخم کا گرنا کہ وہ بھی ضرور نکلتا ہے اور رگ و ریشہ و برگ و شاخ پیدا کرتا ہے اسی طرح خبرون سے اور خبرین متفرع ہوتی ہین اور وسوسے پیدا ہوتے ہین اور عزلت مین ایک امر ضروری یہ ہے کہ وسوسے منقطع ہون جو ذکر الٰہی سے روکتے ہیں اور خبرین انکا منبع ہین تو انسے احتراز ضروری ہوا۔ اور چاہیے کہ تھوڑی سے معیشت پر قناعت کرے ورنہ اگر وسعت چاہیگا تو ناچار لوگون سے اختلاط کرنا پڑیگا۔ اور چاہیے کہ ہمسایون کی ایذا پر صابر ہو اور اگر وہ غیبت کرنے سے اسکے ثنا خوان ہون یا ترک اختلاط پر طعن کرین تو کچھ نہ سنے اور اپنے دھیان مین لگا رہے اسلیے کہ یہ باتین اگر تھوڑی دیر بھی سنی جاتی ہین تو بہت ضرر کرتی ہین اور اپنے شغل دلی کے وقت یہ بھی ضرور ہے کہ طریق آخرت کی سیر سے واقف ہو یعنے یہ سیر یا تو اسطرح ہوتی ہے کہ کسی وظیفہ یا ذکر پر حضور دل کے ساتھ مواظبت کرے یا اسطرح ہے کہ اللہ تعالی کے جلال اور صفات اور افعال اور زمین و آسمان کے اسرار مین فکر کرے یا یون ہے کہ اعمال کی باریکیون اور دل کے مفسدات مین تامل کرے اور ان امور سے بچنے کی جستجو مین رہے اور یہ سب طریقین فراغت کو چاہتی ہین اور جس صورت مین کہ آدمی اخبار وغیرہ پر کان لگاویگا تو فراغت کا ہونا معلوم بلکہ اسی وقت دل کو پریشانی ہوگی اور بعض اوقات ان حالات کا یاد آجانا دوام ذکر کا بھی مخل ہوتا ہے اور ایک بات یہ چاہیے کہ کوئی گھر کا آدمی یا جلیس نیک بخت بھی ہو تاکہ عزلت نشین دن بھر مین ایک گھنٹہ اسکی صحبت مین دل بہلائے اور محنت متواتر سے راحت پائے کہ اسطرح سے باقی اوقات پر سہارا ہو جاتا ہے اور عزلت پر صبر کرنا اسوقت کامل ہوتا ہے کہ آدمی دنیا سے اور جس بات مین دنیا والے مصروف ہون اس سے طمع قطع کر دے اور طمع کے منقطع ہونے کی صورت بجز امل کے مختصر کرنے کے اور کوئی نہین یعنے اپنی زندگی بہت نہ سمجھے بلکہ یون جانے کہ صبح ہوئی تو شام نہ پکڑونگا اور شام ہو تو صبح نہ پکڑونگا اس صورت مین اسپر چار پہر کا صبر کرنا آسان ہوگا اور اگر بالفرض یہ سوچیگا کہ میری موت بیس برس کے بعد آویگی تو اتنے عرصہ تک صبر کرنا دشوار ہوگا۔ اور چاہیے کہ عزلت مین موت کو بہت یاد کرے اور جب تنہائی سے دلتنگ ہو تو یہ سمجھے کہ آخر قبر مین کون ساتھ ہوگا وہان بھی تو تنہا پڑا رہنا ہوگا اور یہ یقین کرلے کہ جس کسی کا دل اللہ تعالی کے ذکر اور معرفت سے انس حاصل کریگا اسکو مرنے کے بعد تنہائی کی وحشت کی تاب نہوگی اور جو شخص خدا تعالی کے ذکر اور معرفت سے مانوس ہوگا تو مرنے سے اسکا انس جاتا نہ رہیگا کیونکہ موت

انس اور معرفت کے محل کو نہین دھاتی بلکہ وہ خدائے تعالی کے فضل سے اُسکی معرفت اور اُنس سے زندہ اور خوش رہتا ہی جیساکہ اللہ تعالی نے شہدا کے باب مین فرمایا ہی وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ اور جو شخص کہ اللہ تعالی کے لیے اپنے نفس پر مشقت کرتا ہی وہ مرنے کے بعد شہید ہوتا ہی کیونکہ جہاد کرنے والا وہی ہی جو اپنے نفس و خواہش پر جہاد کرے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تصریح فرمائی ہی اور جہاد اکبر نفس ہی کا جہاد ہی صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ ہمنے جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف رجوع کیا اس سے مراد انکی یہی تھی کہ نفس کا جہاد شروع کیا باب غربت تمام ہوا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ أَوَّلًا وَآخِرًا وَالسَّلَامُ عَلَى عِبَادِهِ الْمُصْطَفَى

ساتوان باب سفر کے آداب مین

رباعی ہے تعب و مشقت مین سفر مثل سقر ۔۔۔ ہوتی ہی ولے اُس سے بھی آخر کو ظفر
ہے قول خدا دیکھیے سیروا فی الارض ۔۔۔ تا تجھیہ کھلے راز معماے سفر

واضح ہو کہ سفر نفرت کی چیز سے خلاصی کا ذریعہ اور مطلوب چیز کے ملنے کا وسیلہ ہی اور سفر دو قسم ہی ایک ظاہر بدن سے کہ اپنے وطن اور قرارگاہ سے جدا ہو کر صحرا و دشت نوردی کرے دوسرے سفر باطن دل کا کہ اسفل السافلین سے ملکوت سموات کی سیر کرے اور ان دونون قسمون مین سے سفر باطن اشرف ہی اسلیے کہ جو شخص اُسی حالت پر ٹھہرا رہتا ہی جسپر کہ پیدا ہوا ہی اور جو کچھ باپ دادون کی تقلید سے سیکھ لیا ہی اُسی پر جما رہتا ہی تو وہ درجہ قصور پر لازم اور مرتبہ نقصان پر قانع ہی اور وسعت فضا رحمت کے حوض تاریک حبس دار وحشت اختیار کرتا ہی اور کسی نے سچ کہا ہی ؎

اس سے بڑھکر ہے نہین انسان مین کوئی بدی ۔۔۔ ہو کے قادر اپنی وہ تکمیل پر ناقص رہے

مگر چونکہ اس سفر مین کھٹکا دشوار ہی اسلیے اسکے واسطے کوئی راہبر اور رفیق درکار ہی اور از انجاکہ راہ نامعلوم اور راہبر اور رفیق معدوم اور راہ کے چلنے والے تھوڑے سے بہرہ پر مائل ہوتے ہین اور اس دولت کثیر سے غافل لہذا ان راہون مین کوئی پھرنے والا رہا نہ انفس و آفاق اور ملکوت کی سیرگاہون مین کوئی سیر کرنے والا حالانکہ اللہ تعالی اسی راستہ کی طرف بلاتا ہی چنانچہ ارشاد فرماتا ہی سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ اور فرمایا وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ اور اس سفر سے بیخبر رہنے پر اللہ تعالی انکار فرماتا ہی اپنے اس ارشاد مین وَإِنَّكُمْ لَتَمُرُّونَ عَلَيْهِمْ مُصْبِحِينَ وَبِاللَّيْلِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ اور اس آیت مین وَكَأَيِّنْ مِنْ آيَةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ تو جس شخص کو یہ سفر نصیب ہوتا ہی تعصبون سے تو اپنے وطن اور قرارگاہ مین رہتا ہی

اور باطن سے تماشا سیر گاہ جنت کا جسکا پھیلاؤ افلاک و زمین کے برابر ہی کیا کرتا ہی یہ وہی سفر ہی جسکے چشمہون اور گھاٹون پر تنگی کا خطر نہین اور کثرت ازدحام سے اُسکو کچھ ضرر نہین بلکہ مسافرون کی کثرت سے اُسکے ثمرات اور فوائد زیادہ ہوے ہین نہ اُسکے ثمرات دائمی سے کسی کو مزاحمت اور نہ فوائد متزاید سے کسی کو ممانعت ہان جو مسافر خود دامن سستی سے بھرے یا اپنی حرکت مین وقفہ کرے تو اپنا کیا پاتا ہی کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہی اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوْبَہُمْ اور اللہ تعالی اپنے بندون پر ظلم نہین کرتا مگر بندے ہی اپنی جانون پر ظلم کرتے ہین اور جو شخص مرد اس میدان کا اور تماشائی اس بوستان کا نہین وہ عجب نہین کہ بہت سی مدت مین ظاہر مدن سے چند فرسخ گنتی کے چلے اور تجارت دنیاوی خواہ ذخیرۂ خزوی کے لیے اُسی کو غنیمت سمجھے پس اگر اُسکا مطلب سفر سے علم کا سیکھنا اور دین ہو گا یا دین پر مدد لینے کے لیے کفایت چاہتا ہو گا تو اس صورت مین تو وہ راہ آخرت کا سالک ہو گا اور اس سفر کے لیے اُسکو کچھ شرطین اور آداب چاہین کہ اگر اُنکا لحاظ نہ کرے تو دنیادار اور زمرۂ شاطین مین متصور ہوا اور اگر اُنکا لحاظ مدام رکھے تو اس سفر مین اُسکو وہ فوائد ملین جنسے آخرت کے طلبگارون مین لاحق ہو جائے اسلیے ہم سفر کے آداب و شروط کو دو فصلون مین لکھتے ہین

پہلی فصل شروع سفر سے واپس آنے تک کے آداب مین اور سفر کی نیت اور فائدہ کے ذکر مین مشتمل دو بیانون پر

پہلا بیان سفر کے فوائد اور فضیلت اور نیت کے ذکر مین مخفی نہ رہے کہ سفر ایک قسم کی حرکت و اختلاط کا نام ہی اور اسمین بہت سے فائدے اور آفتین ہن چنانچہ باب الصحبت اور عزلت مین ہمنے ذکر کیا ہی اور جو فوائد کہ آدمی کو سفر پر آمادہ کرتے ہین وہ یا تو کسی چیز سے گریز کرنا یا کسی چیز کا طلب کرنا ہی یعنے مسافر جو سفر کرتا ہی تو وہ یا اسلیے کرتا ہی کہ کوئی چیز اُسکو بزور اپنے مقام سے نکالے دیتی ہی اور اگر بالفرض وہ نہوتی تو یہ سفر بھی نہ کرتا یا اسلیے کرتا ہی کہ کسی مقصد یا مطلوب کو حاصل کرے اور گریز کرنے کی چیز یا ایسی ہی جسکی تاثیر امور دنیاوی پر ہو مثلاً طاعون اور وبا کا شہر مین ہونا یا کسی فتنہ اور خصومت کا برپا ہو جانا یا غلہ کا گران ہو جانا یہ اشیا تو اسباب عام ہین اور کبھی سبب خاص بھی ہوتا ہی کہ شہر والون کو نہین خاص اُسی شخص کو ایذا دینی منظور ہو اسلیے شہر سے چلا جائے اور ایک صورت ہی کہ اُسکی تاثیر دین مین ہو مثلاً شہر مین رہنے سے جاہ و مال مین مبتلا ہو جانا اور ایسے اسباب کی کثرت ہونی جنسے خدا تعالی کے ذکر کے لیے فارغ بالی میسر نہو تو اسوجہ سے سفر اور گمنامی اختیار کرے اور جاہ و مال سے احتراز چاہے یا کسی شخص کو شہر والے جبراً بدعت کمار تکاب کے لیے کہین خلاف ایسے عمل کی ولایت کے سپرد [illegible] جسکا کرنا شرعاً مباح اور حلال نہو تو اس نظر سے

شہر کو چھوڑنا چاہیے۔ اور مطلوب چیز بھی یا دنیاوی ہو جیسے مال وجاہ کی طلب یا کوئی امر دینی ہو پھر دینی مطلب یا علم ہوگا یا عمل اور علم تین طرح پر ہے ایک فقہ وحدیث وتفسیر اور انکے متعلقات کا علم دوسرے اپنے اخلاق اور صفات کا علم تجربہ کے طور پر تیسرے زمین کی نشانیاں اور اُسکے عجائب کا علم جیسے ذوالقرنین نے زمین کے اطراف میں سفر کیا تھا اور عمل دو طرح پر ہے یا عبادت یا زیارت عبادت تو جیسے حج اور عمرہ اور جہاد کا سفر ہے اور زیارت کا سفر یا مکانات کی طرف ہوگا جیسے مکہ اور مدینہ زادہما اللہ شرفا اور بیت المقدس کا سفر یا دارالاسلام کی حدود پر کفار کو روکنے کے لیے جانا اور کبھی سفر زیارت سے مقصود اولیا اور علما ہوتے ہیں اور وہ یا تو زندہ ہونگے جنکو دیکھنا موجب برکت ہے اور اُنکے حال کا مشاہدہ کرنے سے اُنکی پیروی کی رغبت کو زور ہوتا ہے یا وہ مردے ہیں کہ اُنکی قبروں کی زیارت ہوا کرتی ہے غرضکہ سفر کی اتنی ہی قسمیں ہیں اور اس تقسیم سے اقسام مفصلۂ ذیل نکلتی ہیں **قسم اول طلب** علم کے لیے سفر کرنا اور چونکہ علم یا واجب ہے یا نفل ہے تو سفر بھی واجب کے لیے واجب ہوگا اور نفل کے لیے نفل اور ابھی ہمنے لکھا ہے کہ علم یا امور دینی کا علم ہے یا اپنے اخلاق کا یا زمین کے عجائب قدرت الٰہی کا تو انمیں سے جس علم کے لیے سفر کریگا ثواب پاویگا چنانچہ علم دین کے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ اور دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ اور حضرت سعید بن المسیب ایک حدیث کی طلب میں بہت سے دنوں کا سفر کیا کرتے تھے اور شعبی رح فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ایسے کلمہ کی تلاش میں جو اُسکو نیک بات بتائے یا ہلاک سے بچائے شام سے لیکر یمن کے اس کنارہ تک چلا جائے تو اسکا سفر ضائع نہوگا۔ اور جابر بن عبداللہ رض دس صحابہ رض کے مدینہ منورہ سے مصر کو تشریف لیگئے کیونکہ اُنھوں نے سنا کہ عبداللہ بن انیس انصاری رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں چنانچہ ایک مہینہ برابر چلے اور اُس حدیث کو سنا۔ اور صحابہ رض کے زمانہ سے ہمارے اس زمانہ تک عالم ایسے کم ہونگے جنھوں نے علم دین کی تحصیل میں سفر نہ کیا ہو۔ اور اپنے نفس اور اخلاق کا علم بھی ضروری ہے اسلیے کہ طریق آخرت کا چلنا بدون عادات کی درستی اور اخلاق کی تہذیب کے ممکن نہیں اور جو شخص اپنے باطن کے اسرار اور صفات کی برائیوں سے واقف نہوگا وہ اپنے دل کو اُنسے صاف کیسے کریگا اور سفر تو اُسی کو کہتے ہیں جس سے اخلاق ظاہر ہوں اور اُسی سے اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے امور مخفی کو نکالتا ہے اور سفر کا نام بھی سفر اسی وجہ سے ہے کہ مشتق سفر سے ہے جسکے معنے ظہور کے ہیں تو اخلاق کا ظاہر کرنے والا ہونے سے سفر کہلایا گیا اور اسلیے حضرت عمر رض کے سامنے

۳. شخص اپنے علم کا طلب میں نکلنا تو وہ واپسی تک اللہ کی راہ میں ہے اور اسکا حق ہے

۴. شخص کوئی علم طلب کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ اسکے لیے جنت

جب کسی گواہ کا بیچا نا ایک شخص نے بیان کیا تو آپ نے اُس سے فرمایا کہ تو اس گواہ کے ساتھ کبھی سفر مین بھی رہا ہے جس سے مکارم اخلاق معلوم ہوا کرتے ہین اُسنے عرض کیا کہ یہ بات تو نہین ہوئی آپ نے فرمایا کہ میری دانست مین تو اس سے واقف ہی اور بشر رح فرمایا کرتے کہ اے گروہ قاریان سفر کرو تاکہ طیب ہو جاؤ کیونکہ پانی جب روان ہوتا ہی تو طیب ہوتا ہی اور اگر مدت ایک جگہ مین ٹھہرتا ہی تو متغیر ہو جاتا ہی - حاصل یہ کہ آدمی جبتک وطن مین رہتا ہی تو جن امور کی عادت اُسکی طبیعت کو ہوتی ہی اُنھین سے مانوس رہتا ہی اور برے اخلاق ظاہر نہین ہوتے کیونکہ طبیعت کے خلاف کرنے کی نوبت ہی نہین آتی اور جب سفر کی سختی اُٹھاتا ہی اور امور معمولی اور معتاد مین تغیر پاتا ہی تو اخلاق کی خفیہ آفات منکشف ہو جاتی ہین اور اُنکے عیوب پر مطلع ہوتا ہی تو اب اُنکا علاج بھی کر سکتا ہی جیسا سعدی فرماتے ہین

ع تا بد و کان خانہ در گروی * ہرگز اے خام آدمی نشوی *

اور غربت کی آفات کے ضمن مین ہم اختلاط کے فوائد ذکر کر چکے ہین سفر مین اختلاط کے سوا اتنی بات اور ہی کہ کچھ زیادتی شغل کی اور مشقتون کا اُٹھانا بھی ہوتا ہی باقی رہا زمین مین خدائے تعالی کی نشانیون کا دیکھنا سو اُنکے دیکھنے مین بھی بہت فائدے ہین اہل بصیرت کے لیے مثلاً مکہ مختلفہ ایک دوسرے سے متصل اور کوہ و دشت اور بحر و بر اور اقسام حیوانات و نباتات سب کچھ دیکھنے مین آتی ہین اور اُنمین سے کوئی ایسی چیز نہین جو خدائے تعالی کی وحدانیت پر شاہد نہو اور زبان گویا سے اُسکی تسبیح نہ کرتی ہو مگر اُنکی شہادت اور تسبیح کو وہی سمجھتا ہی جو کان لگاوے اور حضور دل سے سنے ورنہ منکر اور غافل جو دنیا کی ظاہری بہار پر فریفتہ ہین وہ نہ دیکھتے ہین نہ سنتے ہین اسلیے کہ اُنکو وہ کان ہی نہین اور نہ وہ آنکھین وہ تو اس آیت کے مصداق ہین يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُونَ اور اُسکے اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُولُونَ اسمین ظاہر کے کان مراد نہین کیونکہ گوش ظاہر سنے تو وہ لوگ معزول نہ تھے بلکہ گوش باطن مراد ہین اور گوش ظاہر سے بجز آواز کی چیزون کے اور کچھ نہین معلوم ہوتا اور اس باب مین خصوصیت انسان ہی کو نہین سب حیوانات بھی اصوات سنتے ہین اور گوش باطن سے زبان حال سنی جاتی ہی جو زبان قال سے علیحدہ چیز ہی جیسے کوئی شیخ اور دیوار کا قصہ بیان کرے کہ دیوار نے شیخ سے کہا کہ تو مجکو کیون چیرتی ہی شیخ نے جواب دیا کہ یہ امر اُس سے دریافت کر جو میرے سر پر چوٹ کرتا ہی یعنے تیشہ سے پوچھ کہ مجکو میری تجویز پر کیون نہین چھوڑتا مجکو کیون ٹھوکتا ہی غرضکہ آسمانون اور زمین مین کوئی ذرہ نہین جو اللہ تعالی کی وحدانیت پر انواع شہادات نہ رکھتا ہو اور یہی شہادتین اُسکی توحید ہین اور اللہ تعالی کے پاک ہونے پر جو شہادتین ہر ذرہ مین ہین وہ اُسکی تسبیح ہین مگر لوگ ذرہ کی تسبیح کو

نہین سمجھتے اسوجہ سے کہ انکو ضیق گوشۂ ظاہر سے میدان وسیع باطن کا سفر میسر نہین ہوا اور زبان قال کی رکاکت سے زبان حال کی فصاحت پر گذر نصیب نہین ہوا اور اگر بالفرض ہر عاجز شخص اسطرح کا سفر کر لیا کرتا تو حضرت سلیمان علیہ السلام ہی پرندون کی گفتگو سمجھنے سے مخصوص نہوتے اور نہ حضرت موسی علیہ السلام کو کلام الٰہی کے سننے کی خصوصیت ہوتی جس کلام کا پاک جاننا حروف اور اصوات کی مشابہت سے واجب ہی اور جو شخص سفر کرتا ہی اس غرض سے کہ ان شہادتون کو جو صفحات جمادات پر خطوط الٰہی سے لکھی ہوئی ہین تلاش کرے اسکو سفر بدنی بہت سا نہین کرنا پڑیگا بلکہ ایک جگہ ٹھہر کر اپنے دل کو فارغ کریگا تاکہ ہر ذرہ سے صدای تسبیح سنکر راحت پائے ایسے شخص کو جنگلون مین پھرنے سے کیا کام اسکا مطلب تو آسمانون کے اسرار سے نکل سکتا ہی کہ سورج اور چاند اور ستارے سب اسکے حکم کے مطیع ہین اور ارباب بصیرت کی نگاہ ہوئی ہین سال اور مہینہ مین کئی بار دورے کرتے ہین بلکہ ہر لحظہ حرکت کی مشقت اٹھاتے ہین تو جس شخص نے گرد خود کعبہ طواف کرے وہ اگر کسی مسجد کے طواف کے لیے محنت کرے تو خالی از تعجب نہین اسی طرح جس شخص نے گرد اطراف آسمان کے گردش کرتے ہون وہ زمین کی سمتون مین دورہ کریگا تو خالی تعجب سے نہین۔ پھر مسافر جبتک چشم ظاہر کے دیکھنے کا محتاج رہیگا اور سیر عالم ظاہری کو منحصر آنکھ کے دیکھنے پر جانیگا تب تک وہ خدا تعالی کی طرف چلنے والون کی اول منزل مین رہیگا گویا کہ وطن کے دروازے پر بیٹھا ہی اور میدان وسیع تک پہونچنے کی نوبت نہین آئی اور اس منزل مین پڑے رہنے کا سبب سوائے نامردی اور کم ہمتی کے اور کچھ نہین اور نہین وجہ کسی اہل دل نے فرمایا ہی کہ آدمی لوگ کہتے ہین کہ اپنی آنکھین کھولو تاکہ دیکھو اور مین یہ کہتا ہون کہ آنکھین بند کرو تاکہ دیکھو اور یہ دونون قول حق ہین لیکن اتنا فرق ہی کہ قول اول حکایت منزل اول کی ہی جو وطن سے قریب ہی اور دوسرا قول ان منازل کا حال ہی جو وطن سے دور ہین اور انکو وہی طی کرتا ہی جو اپنے نفس کو خطرہ مین ڈالتا ہی اور انکی طرف گذرنے والا بعض اوقات برسون حیران پھرتا ہی اور کبھی توفیق اسکا ہاتھ پکڑ کر سیدھا راستہ بتا دیتی ہی لیکن اس جنگل مین ہلاک ہونے والے بہت ہین ۹ دین ورطہ کشتی فرو شد ہزار۔ پیدا نشد تختہ بر کنار مگر جن لوگون کو توفیق یاور ہوئی انکو راحت بیشمار اور سلطنت پائدار ملی اور وہی لوگ ہین کہ کاتب ازل نے انکی قسمت مین خوبی لکھی ہی اس سلطنت کا حال دنیا کی سلطنت کا سا جانو کہ اول تو باوجود لوگون کی کثرت کے اسکے طالب کم ہوتے ہین پھر طالبون مین سے ہلاک ہونے والے زیادہ ہوتے ہین اور مراد کو پہونچنے والے کم اور یہ دستور ہی کہ جب مطلب بڑا ہوتا ہی تو آسمین مدد گار کم ہوتے ہین اور نامرد اور عاجز طلب سلطنت کے درپے نہین ہوتا اسلیے کہ اسمین خطرہ اور مشقت بہت ہی اسکا سبب اسی وقت ہوتا ہی کہ نفس

حوصلہ ور ہو جیسا کسی نے کہا ہے ؎

نفس جب حوصلہ ور ہوتے ہین اُس وقت اجسام	محنتین اُنکی مرادون کے لیے سستے ہین ✤

اور اللہ تعالی نے دین اور دنیا کی عزت اور سلطنت کو بجز تحمل خطر کے اور کسی جگہ نہین رکھا مگر نامرد اپنے جُبن اور قصور کا نام ہوشیاری اور پرہیز رکھ لیتا ہے چنانچہ کسی کا شعر ہے

نامرد بزدلی کو سمجھتے ہین احتیاط	پر حق یہ ہے کہ دھوکا ہے طبع لئیم کا

غرضکہ سفر ظاہر سے خدائے تعالی کی قدرت کی نشانیان زمین مین دیکھ کر اگر سفر باطن منظور ہو تو اسکا حکم یہ تھا جو مذکور ہوا اب ہم اُس مطلب کو لکھتے ہین جسکے بیان کے درپے ہین دوسری قسم یہ ہے کہ سفر عبادت کے لیے ہو مثلاً حج یا جہاد کے واسطے ہو اور اس سفر کی فضیلت اور آداب اور ظاہری اور باطنی اعمال باب اسرار حج مین ہم لکھ چکے ہین اور اسی مین داخل ہے انبیا علیہم السلام اور صحابہ و تابعین رض اور علما اور اولیا کی قبرون کی زیارت یعنے جن لوگون کا دیکھنا زندگی مین موجب برکت ہے تو اُنکے مرنے کے بعد اُنکی قبرون کی زیارت باعث برکت ہے اور اس غرض کے لیے سفر کرنا درست ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَۃِ مَسَاجِدَ اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِیْ ھٰذَا وَمَسْجِدِ الْاَقْصٰی اس سفر کا مانع نہین اسلیے کہ یہ حکم مسجدون کے باب مین ہے کہ ان تینون کے سوا سب ایک سی ہین ورنہ یہ تو معلوم ہی ہے کہ انبیا اور اولیا کی قبرون کی زیارت مین اصل فضیلت یکسان ہے گو اللہ تعالی کے نزدیک جتنا اُنکے مدارج مین فرق ہے اُسی قدر فضیلت بھی متفاوت ہوتی ہے اور حاصل یہ ہے کہ زندون کی زیارت بہ نسبت مُردون کے افضل ہے اور زندون کی زیارت سے یہ فائدے ہین کہ اُنکی دعا کی برکت اور اُنکو دیکھنے کی برکت حاصل ہوتی ہے اسلیے کہ علما اور صلحا کے چہرون کو دیکھنا عبادت ہے اور نیز اُنکی زیارت مین اُنکی پیروی اور اُنکے اخلاق سے موصوف ہونے کی رغبت اُٹھتی ہے علاوہ ازین اُنکی ذات اور افعال سے فوائد علمیہ کے حاصل ہونے کی توقع رہتی ہے اور خود فی اللہ بھائیون کی زیارت ہی کو دیکھ لو کہ قطع نظر اور فوائد کے اُس مین کتنی فضیلت ہے چنانچہ باب آداب صحبت مین ہم لکھ آئے ہین اور توریت مین ہے کہ چار میل سفر کرکے فی اللہ بھائی کی زیارت کرو باقی رہا مکانون کا زیارت کرنا تو اُنکی زیارت کے کچھ معنی نہین بجز مساجد سگانہ اور حدود اسلام کی محافظت کے تو حدیث بالا کا مضمون ظاہر یہ ہوا کہ جگہون کی برکت حاصل کرنے کے لیے بجز تینون مسجدون کے اور جگہ کو سفر نہ کیا جائے اور حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا کے فضائل باب الحج مین ہم لکھ آئے ہین اور بیت المقدس کے فضائل بھی بہت ہین حضرت ابن عمر رض مدینہ منورہ سے چل کر بیت المقدس مین پہونچے اور پانچ نمازین اُسمین ادا کرکے دوسرے روز وہان سے مدینہ طیبہ کو رجوع فرمایا اور حضرت سلیمان علی نبینا و

علیہ الصلوۃ والسلام نے پروردگار سے یہ دعا مانگی تھی کہ الٰہی جو کوئی اس مسجد کا قصد کرے اور بجز اس مین نماز پڑھنے کے اور کچھ اُسکی غرض نہو تو وہ جبتک اس مسجد مین رہے تو اپنی نظر عنایت اُس سے مت ہٹائیو یہانتک کہ وہ اسمین سے باہر ہو جائے اور اُسکو گناہون سے نکال دینا جیسا وہ اُس روز تھا کہ اپنی ما کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے یہ دعا حضرت سلیمان علیہ السلام کی قبول فرمائی پس ظاہر ہے کہ مسجد موصوف کی زیارت کا بہت ثواب ہے تیسری قسم سفر کی یہ ہے کہ جس سبب سے دین کے اندر خلل آتا ہو اُسکی وجہ سے سفر کر جائے یہ سفر بھی اچھا ہے اسلیے کہ جس چیز کی برداشت نہو اُس سے گریز کرنا انبیا اور مرسلین کی سنت ہے اور جن چیزون سے بھاگنا واجب ہے اُنمین سے حکومت اور جاہ اور علائق کا بہت ہونا اور اسباب کی کثرت ہے اسلیے کہ یہ سب دل کی فراغت کو ابتر کرتے ہین اور دین اُسی وقت کامل ہوتا ہے کہ دل غیر اللہ سے فارغ ہو تو اگر فراغت کامل نہو گی تو جسقدر فراغت ہو گی اُسی قدر دین مین مشغول ہو سکے گا اور دنیا مین دل کا فارغ ہونا کاروبار دنیاوی اور حاجات ضروری سے ممکن نہین ہان یہ ہو سکتا ہے کہ حاجتین خفیف ہون یا ثقیل اور ہلکی حاجت والے ناجی ہین اور بھاری والے ہالک اور خدائے تعالیٰ کا بڑا شکر ہے کہ اُسنے نجات کو اس امر پر وابستہ نہین کیا کہ سب گناہون اور بوجھون سے بالکل فارغ ہو بلکہ اپنے فضل کامل اور رحمت وسیع سے ہلکے بوجھ والون کو قبول کر لیا اور خفیف بوجھ والا وہ ہے کہ جسکی ہمت زیادہ تر دنیا کی طرف متوجہ نہو اور یہ بات وطن مین بسبب وسعت جاہ اور کثرت علائق کے میسر نہین اسلیے بدون سفر اور گمنامی اور اُن علائق کے منقطع کرنے کے جنسے سفر ہو سکتا ہے اور مدت مدید تک نفس کو مرتاض کرنے کے مقصود پورا نہو گا اور اسکے بعد کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مدد سے اُسپر انعام کرے اور نفس کی تقویت اور دل کا اطمینان عنایت فرماوے اور اُسکے نزدیک حضر اور سفر یکسان ہو جائے اور اسباب کا عدم اور وجود برابر ہو تو اس صورت مین ذکر الٰہی سے اُسکو کوئی چیز نہ روکے مگر ایسا ہونا نہایت کمتر ہے اب تو دلون پر ضعف ہی غالب ہے اور گنجائش مخلوق اور خالق کی ایکساتھ اُنمین ہونی نہایت قلیل ہان اس قوت سے انبیا اور اولیا سرفراز ہوا کرتے ہین اور کسب سے اُس تک پہونچنا مشکل ہے گو محنت و کسب کو کسی قدر اُسمین دخل ہے۔ اس باب مین قوت باطنی کا مختلف ہونا ایسا ہے جیسا اعضا مین قوت ظاہری مختلف ہوتی ہے مثلاً بعض پہلوان ہٹے کٹے تنومند ہائی من بوجھ اُٹھا سکتے ہین پس اگر کوئی ناتوان اور بیمار چاہے کہ بوجھ اٹھانے کی مشق کرنے سے بتدریج پہلوان کا رتبہ حاصل کرے تو ہرگز نہو گا ہان مہارت اور کوشش سے اُسکی قوت کسی قدر زیادہ ہو جائیگی گو اُسکے درجہ کو نہ پہونچے پس اگر آدمی مرتبۂ عالی پر پہونچنے سے مایوس ہو تو محنت کو ترک کرنا نہ چاہیے کہ یہ

نہایت جہالت اور کمال درجہ کی گمراہی ہی چنانچہ سلف کے اکابر کی عادت تھی کہ فتنون کے مڈر سے وطن چھوڑ دیتے تھے اور سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ یہ وقت ایسا بُرا ہی کہ اسمین گمنامون کو بھی امن کی صورت نہین مشہورون کا تو کیا ذکر ہی یہ وہ زمانہ ہی کہ آدمی ایک شہر سے دوسرے شہر مین جائے اور جس جگہ مشہور ہو جائے وہان سے دوسری جگہ چلدے۔ اور ابو نعیم کہتے ہین کہ مین نے سفیان ثوری رح کو دیکھا تو شانہ دان کمر پر رکھے اور ہاتھ مین ٹھلیا لٹکائے جاتے ہین مین نے پوچھا کہ کہان کو فرمایا کہ مین نے سُنا ہی کہ ایک گانون مین ارزانی ہی اسلیے چاہتا ہون کہ اسمین ٹھہرون مین نے کہا کہ آپ ایسا کرتے ہین فرمایا کہ ہان جب تم سنو کہ فلان گاون مین ارزانی ہی تو اسمین جا رہو کہ اس سے تمھارا دین بھی سلامت رہیگا اور تردد بھی کمتر ہوگا غرضکہ یہ سفر نرخ کی گرانی کی وجہ سے تھا اور سری سقطی صوفیون سے فرمایا کرتے کہ جب جاڑا نکل گیا تو چیت کی آمد ہوئی اور درخت برگ دار ہوئے اور نکلنے کی بہار ہوئی تو اب نکلو اور چلو پھرو۔ اور ابراہیم خواص کسی شہر مین ایک چلہ سے زیادہ نہ ٹھہرتے اور توکل مین سب سے تھے اسباب پر اعتماد کر کے کسی جگہ ٹھہرنے کو توکل کا مخل جانتے تھے اور اسباب پر اعتماد کرنے کے سہ ارباب التوکل مین انشاء اللہ مذکور ہونگے چوتھی قسم سفر کی یہ ہی کہ ایسی چیز سے گریز کرے جو بدن مین ضرر کرے جیسے طاعون یا مال مین خلل ڈالے جیسے نرخ کی گرانی یا اور کوئی ایسی ہی مضر چیز ہو اور اس قسم کے سفر مین بھی کچھ حرج نہین بلکہ جو فائدے اس سفر پر مترتب ہوتے ہین اگر وہ واجب ہون تو بعض صورتون مین یہ سفر بھی واجب ہوگا اور اگر وہ مستحب ہون تو سفر بھی مستحب ہوگا مگر اس سفر سے طاعون کی صورت مستثنی ہی کہ اس سے بھاگنا نہ چاہیے کیونکہ حدیث شریف مین طاعون سے بھاگنے پر نہی وارد ہی چنانچہ اسامہ بن زید رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ وسلم نے فرمایا ان ھذا الوجع او السقم رجز عذب بہ بعض الامم قبلکم ثم بقی بعد فی الارض فیذھب المرۃ ویاتی الاخری فمن سمع بہ فی ارض فلا یقدمن علیہ ومن وقع بارض وھو بھا فلا یخرجنہ الفرار منہ اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی تباہی طعن اور طاعون سے ہوگی مین نے عرض کیا کہ طعن کے معنے تو ہمنے جانے مگر طاعون کیا ہی آپ نے فرمایا کہ وہ ایک گونہ ہی مثل اونٹ کے طاعون کے جو لوگون کے پیٹ کے اسفل اور نرم حصہ مین پیدا ہوتا ہی جو مسلمان اس سے مرتا ہی وہ شہید ہی اور جو شخص طلب ثواب مین طاعون کی جگہ مقیم رہتا ہی وہ ایسا ہی کہ گویا جہاد کی تاک مین تیار بیٹھا ہی اور جو اس سے بھاگتا ہی وہ ایسا ہی کہ گویا جہاد کی صف مین سے بھاگتا ہی اور مکحول رح ام ایمن رض سے راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی صحابی کو

ح
جو دریا کی سیر کو جاتا ہی جس کو عذاب ہوتا ہی جس کو کشتی کے ڈوبنے کا خوف ہوتا ہی جو عذاب کی کشتی مین سوار ہوتا ہی جو کشتی مین سوار ہوتا ہی جو کشتی مین سوار ہوتا ہی جو

وصیت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کا شریک کسی چیز کو مت کر تجکو تکلیف دیجائے یا دھمکایا جائے اور اپنے ماں باپ کی اطاعت کر اور اگر تجکو یہ کہین کہ جو چیز تیری ہے سب سے دست بردار ہو تو سب سے دست بردار ہو جانا کو عمداً مت چھوڑ کہ جو کوئی نماز عمداً چھوڑتا ہے اللہ تعالیٰ کا ذمہ اُس سے بری ہو جاتا ہے اور شراب سے اجتناب کر کہ وہ ہر برائی کی کنجی ہے اور گناہ سے احتراز کر کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے اور صف جہاد سے مت بھاگ اور اگر لوگون مین مری پڑے اور تو اُنمین موجود ہو تو وہین ٹھہرا رہ اپنی نعمت اپنے گھر والون پر خرچ کر اور تادیب اُنکو کیا کر اور خدائے تعالیٰ سے اُنکو ڈرایا کر۔ غرضکہ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعون سے بھاگنا ممنوع ہے اور اسی طرح طاعون مین جانا بھی ممنوع ہے اور اسکا بسید باب التوکل جلد چہارم مین مذکور ہوگا۔ یہ قسمین سفر کی تعیین انکے بیان سے یہ حاصل ہوا کہ سفر یا بُرا ہوتا ہے یا اچھا یا مباح اور بُرا سفر یا تو حرام ہوگا جیسے غلام کا بھاگنا یا ماں باپ کی نافرمانی کر کے جانا یا مکروہ ہوگا جیسے طاعون والے شہر سے نکلجانا اور اچھا سفر بھی یا واجب ہوگا جیسے حج کو جانا خواہ اُس علم کی طلب مین نکلنا جو ہر مسلمان پر فرض ہے یا مستحب ہوگا جیسے علما اور اُنکے مشاہد کی زیارت اور انمین سببون سے نیت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ نیت کے معنے یہی ہین کہ اُبھرنا اُس سبب کے لیے جو فعل پر آمادہ کرے اور قائم ہو جانا خواہش کے کہنا ماننے کے واسطے تو چاہیے کہ آدمی کی نیت تمام سفرون مین آخرت ہی ہو اور یہ بات واجب اور مستحب مین تو ہو سکتی ہے مگر مکروہ اور ممنوع مین محال ہے باقی رہا سفر مباح تو اُسکا مآل نیت پر ہے یعنے اگر سفر سے غرض مال کی طلب ہے اسلیے کہ مثلاً سوال نہ کرنا پڑے اور اہل وعیال پر مروت کا لحاظ بنا رہے اور جو حاجت سے زائد رہے اُسکو صدقہ کر دیا کرے تو یہ مباح اس نیت کے باعث اعمال آخرت مین سے ہو جاویگا اور اگر بالفرض حج کو جاتا ہے اور نیت ریا اور شہرت ہے تو اس نیت سے یہ سفر اعمال آخرت سے نکلجائیگا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ اور یہ حکم واجبات اور مستحبات اور مباحات مین عام ہے ممنوعات مین نہین اسلیے کہ نیت کی تاثیر یہ نہین کہ ممنوع کو ممنوع نہ رکھے۔ بعض اکابر سلف نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسافرون پر کچھ فرشتے معین کر دیے ہین کہ وہ اُنکے مقصدون کو دیکھتے ہین پھر ہر شخص کو اُسکی نیت کے موافق دیا جاتا ہے یعنے جسکا مقصود دُنیا ہوتی ہے اُسکو دنیا ہی ملتی ہے اور اُسکی آخرت مین سے کئی گنا گھٹا دیا جاتا ہے اور ہمت اُسکی پریشان کر دیجاتی ہے اور حرص اور رغبت کا شغل زیادہ ہو جاتا ہے اور جسکا مقصود آخرت ہوتی ہے تو اُسکو بصیرت اور حکمت اور تیزی طبع عنایت ہوتی ہے اور بقدر نیت تذکرہ اور عبرت کا باب کھول دیا جاتا ہے اور اُسکی ہمت مجتمع کر دیجاتی ہے اور فرشتے اُسکے حق مین

دعا اور استغفار کرتے ہین - اب یہ بحث کہ سفر بہتر ہی یا اقامت تو یہ ایسی ہی جیسے یون کہنا کہ عزلت افضل ہی یا اختلاط اور اسکا طریق باب عزلت مین ہم لکھ آئے ہین اس بحث کو وہان سے سمجھ لینا چاہیے کہ سفر بھی ایک قسم کا اختلاط ہی اتنی ہی زیادتی ہی کہ اسمین مشقت راہ اور تفرق ہمت اور پریشانی دل اکثرون کے حق مین ہوتی ہی اور افضل اس باب مین وہی ہی جس سے دین پر مدد زیادہ ہو اور دین کا ثمرہ کامل دنیا مین اللہ تعالی کی معرفت کا حاصل ہونا اور اسکے ذکر سے اُنس کا پایا جانا ہی اور اُنس دائمی سے اور معرفت ہمیشہ کی فکر سے حاصل ہوتی ہی اور جو شخص کہ ذکر اور فکر کا طریق نہ سیکھ چکا ہوگا اُس سے یہ دونون نہ ہوسکینگے اور سیکھنے کے لیے ابتدا مین سفر اعانت کرتا ہی اور انجام کو علم کی موجب عمل کرنے کے اقامت مدد کرتی - اور ملکون مین ہمیشہ سیاحی کرنی دل کو پریشان کرتی ہی اسپر بڑے قوی شخصون کے اور قادر نہین ہوسکتا کیونکہ سفر مین جان اور مال دونون کا خطرہ ہی خدا ہی بچاوے تو بچے پس مسافر کو کبھی تو اپنی جان و مال کا فکر ہوتا ہی اور کبھی اپنی مالوف اور معتاد چیزون سے جدا ہوجانے کا خیال ہوتا ہی کہ اقامت مین یہ بات نصیب تھی اسوقت نہین اور اگر اسکے پاس مال نہین ہوتا جسکا خوف ہو تو لوگون کی طرف طمع کرنے سے خالی نہین رہتا کبھی مفلسی کے باعث دل ضعیف ہوجاتا ہی اور کبھی اسباب طمع کے قوی ہونے سے دل قوی رہتا ہی پھر روزمرہ کے کوچ مقام کا تردد ایسا ہی کہ یہ سب حالات کو ابتر کردیتا ہی تو سالک آخرت کو بجز طلب علم یا زیارت کسی بزرگ مقتدا کے جسکے دیکھنے سے رغبت اُسکی سیرت اور خیر کی حاصل ہو سفر کرنا نہ چاہیے پھر اگر قوی النفس اور واقف کار ہو اور فکر کا طریق یا عمل کا راستہ اُسکے لیے کھلا ہو تو اُسکے لیے ٹھہرنا ہی بہتر ہی مگر اس زمانہ کے اکثر صوفیون کے باطن چونکہ لطائف افکار اور دقائق اعمال سے خالی ہین اور خلوت مین اُنکو اللہ تعالی سے اُنس اور اُسکے ذکر سے اُلفت نہین حاصل ہوتی اور ذاکر شاغل ہونے کی جگہ باطل و کاہل ہو رہے ہین اسلیے اُنکو کاہلی کی عادت ہوگئی ہی عمل کو دشوار اور طریق کسب کو مشکل سمجھ لیا ہی سوال اور گداگری سہل سمجھ لی ہی یہ اچھا سمجھتے ہین کہ شہرون مین جہ رباطین صوفیون کے لیے بنی ہین اُنمین جا رہین اور وہان کے خادم جو اہل دل کی خدمت پر مین ہین اُنسے اپنی خدمت لین ان لوگون نے اپنی عقل اور دین دونون کو حقیر کردیا اسوجہ سے کہ اُنکا مقصد خدمت سے بجز ریا و شہرت اور آوازہ پھیلنے اور بھیک سے مال جمع کرنے کے اور کچھ نہین اور سوال کا بہانہ یہ کرتے ہین کہ راہ خدا سیکھنے والے بہت جمع ہیں ایسے شخصون سے خانقاہون مین کیا تاثیر ہوگی اور مریدون کی تادیب کیا نافع ہوگی کہ کوئی اُنکا کامل شیخ زبردست نہین گدڑیان پہنکر

مخالفا ہوں کو سیر گاہ بنالیا ہے اور کسی قدر الفاظ چکنی تبر کی طرح کے سیکھ لیے ہیں اپنے آپ کو لباس اور سفر اور بول چال اور آداب ظاہری میں اصلی صوفیوں کے مشابہ دیکھ کر ہر ایک کامل من سمجھتے ہیں اور اپنے نفس کو بہتر گمان کرتے ہیں اور یہ وہم کرتے ہیں کہ ظاہر کے امور میں شریک ہونے سے ضرور ہے کہ حقائق میں بھی شرکت ہو اور یہ بات کہاں ہو سکتی ہے ؎

ہوتے سیرت سے ہیں مردان دلاور ممتاز	ورنہ صورت میں تو کچھ کم نہیں شہباز سے چرغ

جو شخص فرہبی اور وہم میں تمیز نہ کرے اس سے زیادہ بیوقوف اور کون ہوگا تو اسطرح کے صوفی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جوان شخص کو بیکار کونا پسند رکھتا ہے اور ان حضرات کو جو سفر پر آمادہ کیا ہے تو جوانی اور بیکاری ہی نے کیا ہے ہاں جو کوئی حج یا عمرہ کے لیے بدون ریا اور شہرت کے یا کسی بزرگ معتقد کی زیارت کے واسطے سفر کرے تو وہ البتہ آفرین کے قابل ہے مگر اس زمانہ میں شہر ایسے لوگوں سے خالی ہو گئے اور امور دینی سب کے سب ضعیف اور خراب ہو گئے ہیں مگر تصوف تو بالکل ہی نیست و نابود ہو گیا ہے اسلیے کہ اور علوم ابھی تک موجود ہیں گو عالم بکر گئے ہیں مگر عالم کا بگڑنا اسکی سیرت کا فساد ہے نہ علم کی خرابی تو ہو سکتا ہے کہ عالم سے عمل کا علم بنا رہے کہ عمل اور چیز ہے اور علم دوسری چیز لیکن تصوف اسکا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے دل کا مجرد ہونا اور اسکے سوا دوسری چیزوں کو حقیر جاننا اور یہ باب دل اور اعضا کے عمل سے متعلق ہے تو جس صورت میں عمل خراب ہوگا اصل ہی مفقود ہو جائیگی فقہا کو ان صوفیوں کے سفر کرنے میں تامل ہے اس وجہ سے کہ بیفائدہ نفس کو مشقت میں ڈالنا ہے اور کہتے ہیں کہ نفس کو بلا وجہ مشقت میں ڈالنا ممنوع ہے تو اس بنا پر انکا سفر بھی ممنوع ہوا لیکن ہمارے نزدیک صواب یہ ہے کہ اس سفر کو انکے حق میں مباح کہا جائے کیونکہ غایت انکی اس سفر سے یہی ہے کہ مختلف شہروں کی سیر کر کے محنت بطالت سے آسائش پاویں اور یہ بات غائی اگرچہ خسیس اور حقیر ہے لیکن انکے نفوس بھی اسی قسم کے ہیں تو گویا انکی مثال اس سفر میں ایسی ہوئی ؎

گر آب چاہ نصرانی نہ پاک ست	یہودی مردہ میشوید چہ باک ست

اور فتوی اس بات کا مقتضی ہے کہ عوام کو جن مباحات میں نہ نفع ہو نہ نقصان مطلق العنان کر دینا جائز ہے اور جو لوگ بدون کسی غرض دینی کے دنیا میں صرف سیر کی نیت سے سیاحی کرتے ہیں وہ ایسے ہی ہیں جیسے جنگل میں بہائم پھرتے ہیں تو انکی سیاحی کا کچھ مضائقہ نہیں جبتک کہ لوگوں کو ایذا نہ دیں اور اپنے حال سے مخلوق کو مغالطہ نہ دیں اس صورت میں ان صوفیوں کی خطا یہ ہے کہ مغالطہ دیتے ہیں اور تصوف کے نام سے مانگتے ہیں اور جو اوقاف کہ صوفیوں کے لیے ہیں انمیں سے کھاتے ہیں

حالانکہ صوفی اُسکو کہتے ہین جو مرد نیکبخت اور دین مین عامل ہو اور سوانیکبختی کے اور صفات بھی رکھتا ہو
تو یہ ظاہر کہ صوفی اصل صوفی نہین ہو سکتے اسلیے کہ ان لوگون کی ادنی صفت یہ ہی کہ بادشاہون کا
مال کھاتے ہین اور مال حرام کا کھانا گناہ کبیرہ ہی تو کبیرہ کے ارتکاب کے ساتھ عدالت اور نیکبختی دونون نہین پائی جاتین اور اگر
صوفی فاسق بھی ہو سکتا ہو تو چاہیے کہ کافر بھی ہو سکتا ہو اور کوئی دمقیہ یہودی بھی ہو تو جیسے فقیہ ایک مسلمان
خاص کا نام ہی ویسے ہی صوفی بھی ایک عادل خاص کا نام ہی جو دین مین اُسی قدر پر اکتفا نہ کرے
جس سے عدالت حاصل ہو۔ اور اسی طرح جو شخص ان لوگون کے ظاہر کو دیکھے اور باطن کو نجانے
اور اُنکو اپنے مال مین سے بطور تقرب الی اللہ کچھ دیوے تو اُنکو اُس مال کا لینا حرام ہی اور اُسکا
کھانا جائز نہین جسمین دینے والا ایسا ہو کہ اگر اُنکے باطن کا حال معلوم کر جائے تو اُنکو
کچھ نہ دے تو ایسے شخص سے تصوف کا اظہار کر کے لینا اور واقع مین حقیقت تصوف سے بے بہرہ ہونا ایسا ہی
جیسے کوئی اپنے آپ کو سید کہکر لیوے تو جو شخص اپنے سید ہونے کا مدعی ہو اور واقع مین جھوٹا ہو تو اُسکو اگر
کوئی مسلمان باقتضاے محبت اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ دیوے اور اگر جان لیوے کہ مدعی
جھوٹا ہی تو کچھ نہ دے تو اُس مال کا اُسکو لینا حرام ہی اور یہی حال صوفی کا ہی اور یہین وجہ احتیاط کرنے والون
نے دین کے بدلے مین مال کھانے سے احتراز کیا ہی یعنے جو شخص اپنے دین کے باب مین بہت احتیاط
کرتا ہی اُسکے باطن مین بھی کسی قدر عیوب ایسے ہوا کرتے ہین کہ اگر وہ ظاہر ہو جائین تو جو لوگ اُسکے
ساتھ رعایت کی رغبت رکھتے ہین وہ رعایت مین کوتاہی کرنے لگین تو ایسی صورت مین اُسکا لینا
ویسا ہی ٹھہریگا جیسا جھوٹے صوفی اور سید کا تھا تو اسی خیال سے احتیاط والے کوئی چیز اپنے لیے اپنے
خریدنہ کرتے تھے اس خوف سے کہ کہین ظاہر کی نیکبختی کو دیکھ کر بائع کچھ رعایت نہ کرے اور دین کے عوض
کھانا نصیب نہ ہو پس اس نظر سے دوسرے شخص کو خریدنے کا وکیل کر دیتے تھے اور وکیل سے شرط یہ کر لیتے تھے
کہ بائع سے نہ کہیو کہ مشتری کون ہی بلکہ دینداری کے لیے جو مال ملتا ہی اُسکا لینا اُسوقت حلال ہی
کہ اگر دینے والے کو لینے والے کے باطن کا حال کما حقہ معلوم ہو تب بھی اپنے سلوک مین
سر مو فرق نہ کرے اور عاقل منصف جانتا ہی کہ یہ امر محال خواہ کمیاب ہی اور جو شخص جاہل اور اپنے نفس
کے مغالطہ مین پڑا ہوا ہی اُسکو معاملہ دین سے ناواقف رہنا زیبا ہی کیونکہ اُسکے بدن سے زیادہ تر
نزدیک اُسکا دل ہی جب دل ہی کا حال اُسپر مشتبہ ہی تو غیر کا حال کیسے ظاہر ہو جائیگا اور جو شخص
اس حقیقت کو پہچانتا ہی اُسکو بالضرور لازم ہی کہ اپنی کمائی سے اپنی قوت کرے تاکہ اس آفت سے
مامون ہو جائے یا ایسے شخص کا مال کھائے جسکو قطعاً جانتا ہو کہ اگر میرے عیوب پنہانی اُسپر آشکارا ہونگے

تب بھی یہ سلوک سے باز نہ رہیگا اور بدستور مواسات جاری رکھیگا اگر طالب حلال اور طریق آخرت کے سالک کو بیچارگی غیر سے مال لینا ہی پڑے تو چاہیے کہ دینے والے سے صاف صاف کہدے کہ اگر تم مجکو اس اعتقاد سے دیتے ہو کہ میں دیندار ہون تو میں اس مال کا مستحق نہین اگر اللہ تعالیٰ میرا پردہ فاش کردے تو تم مجکو توقیر کی نگاہ سے نہ دیکھوگے بلکہ اعتقاد کروگے کہ سب میں بُرا میں ہون پھر اگر باوجود اس تصریح کے بھی وہ دیوے تو لے لیوے اسلیے کہ بعض اوقات دینے والے کو اسکی یہی خصلت اچھی معلوم ہوگی کہ اپنے دین کی سستی کا اقرار کردیا اور کہدیا کہ میں اس مال کا مستحق نہین۔ مگر یہان نفس کا ایک فریب بھی ہے اُس سے بھی ہوشیار رہنا چاہیے وہ یہ ہے کہ کبھی اسطرح پر اقرار کرنا اسلیے ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ آپنے آپ کو نیک بختون کے مشابہ سمجھین یعنے صلحی کا دستور ہے کہ اپنے آپ کو برا کہا کرتے ہین اور اپنے نفسون کو حقیر جانتے ہین اور اُنکی بجنسہٖ حقارت دیکھتے ہین تو اس صورت مین ظاہر کلام تو حقارت پر مشتمل ہوگی اور باطن اور روح کلام مدح و ثنا ٹھہریگی کیونکہ اکثر لوگ اپنے نفس کو برا کہتے ہین مگر واقع مین اُسی مذہب سے گویا تعریف کرتے ہوتے ہین اس نظر سے نفس کو خلوت ہی مین بُرا کہنا اچھا ہے اور مجمع مین تو ہین ریا ہے ہان اگر طرز بیان اسطرح ہو کہ سننے والا قطعاً جان لے کہ یہ شخص اپنے گناہون کا مقر اور خطاؤن کا معترف ہے تو البتہ اس مکر سے محفوظ ہوسکتا ہے اور جو شخص اپنے اور خدا سے تعالیٰ کے درمیانی معاملہ مین سچا ہے وہ جانتا ہے کہ خدا سے تعالیٰ کو یا اپنے نفس کو فریب دینا محال ہے تو اُسکو ایسی باتون سے احتراز کرنا کچھ ضرور نہین۔ سفر کے اقسام اور مسافر کی نیت اور فضیلت سفر کی بحث یہانتک ہوچکی اب

دوسرا بیان شروع کرتے ہین

دوسرا بیان مسافر کے آداب مین شروع ارادۂ سفر سے گھر کو واپس آنے تک اور وہ کل گیارہ آداب ہین۔

پہلا ادب یہ ہے کہ سفر کے ارادہ کرنے کے وقت پیشتر جنکے حقوق دبا لیے ہون اُنکے حوالہ کرے اور قرضخواہون کا قرض بیباق کرے اور جن لوگون کو خرچ دینا اپنے ذمہ ہو اُسکی فکر کرے اور اگر کسی کی امانت اپنے پاس ہو وہ مالک کے پاس پہونچائے اور زاد راہ بجز مال حلال اور طیب کے اور مال نہ لے اور اتنا زاد راہ لے کہ آسمین سے رفیقون کے دینے کی بھی گنجائش ہو حضرت ابن عمر رضہ نے فرمایا ہے کہ آدمی کا کرم ایک یہ ہے کہ زاد سفر طیب ہو۔ اور سفر مین اچھی طرح بولنا اور کھانا کھلانا اور مکارم اخلاق کو ظاہر کرنا ضرور ہے اسلیے کہ سفر باطن کی پوشیدہ باتین ظاہر کرتا ہے اور جو شخص سفر مین ساتھ رہنے کی لیاقت رکھتا ہے وہ حضر مین ساتھ رہنے کی لیاقت رکھتا ہے مگر بعض شخص حضر کی صحبت کے تو قابل ہوتے ہین اور سفر کی صحبت کے قابل نہین ہوتے اور اسی لیے کہتے ہین کہ جب کسی شخص کی تعریف اُسکے ساتھ حضر مین معاملہ کرنے والے

اور سفر مین کے رفیق دونون فرماتے ہین تو اسکی نیک بختی مین کچھ شک مت کرو اور سفر تکلیف کے اسباب مین سے ہی تو جو شخص تکلیف مین خوش خلق رہے تو واقع مین خوش خلق وہی ہی ورنہ جب ہر ایک کام غرض کے موافق خاطر خواہ ہوتا جاے تو ایسی صورت مین کج خلقی بہت کم ہوتی ہی اور مشہور ہی کہ تین شخصون کو بیقراری پر ملامت نہین ہوتی ایک روزہ دار دوم بیمار سوم مسافر اور مسافر کا حسن خلق اُسوقت کامل ہوتا ہی کہ کرایہ والے سے سلوک کرے اور رفیقون کے امور ممکنہ سے اعانت کرے اور اگر کوئی علیحدہ رہگیا ہو تو اسکی دلجوئی کرے یعنے بدون اسکی اعانت کیے آگے نہ بڑھے سواری یا زاد جسکی اُسکو حاجت ہو اگر بن سکے تو دریغ نہ کرے اور اولی یہ ہی کہ اُسکی خاطر بھی رکھے اور رفیقون کے ساتھ حسن خلق کا کمال یہ بھی ہی کہ بعض اوقات ہنسی اور دل لگی جسمین فحش اور گناہ نہو کرتا رہے تاکہ تکلیف سفر اور شدائد راہ کا غم غلط ہو۔ دوم **مراعات ادب** یہ ہی کہ رفیق سفر کے لیے تجویز کرے تنہا سفر نہ کرے کہ اول رفیق پھر طریق مشہور ہی اور رفیق ایسا ہونا چاہیے جو دین پر مددگار ہو یعنے اگر یہ بھولے تو وہ یاد دلائے اور یہ باد کرے تو اُسکا موافق اور معین ہو کہ آدمی اپنے خلیل کے دین پر ہوتا ہی اور مرد بدون اپنے رفیق کے پہچانا نہین جاتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہا سفر کرنے سے منع فرمایا ہی اور فرمایا کہ تین شخص جماعت ہین اور فرمایا کہ سفر مین جب تم تین ہو جاؤ تو ایک کو اپنا حاکم کرلو اور اکابر سلف ایسا ہی کیا کرتے اور کہا کرتے کہ یہ وہ امیر ہی جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر کیا ہی اور چاہیے کہ ایسے شخص کو امیر کرین جو اخلاق مین سب سے اچھا اور ساتھیون کے ساتھ زیادہ نرم اور اپنے اوپر غیر کو ترجیح دینے اور طلب موافقت مین جلد باز ہو اور امیر کی ضرورت اسلیے ہی کہ منزلون اور راہون اور سفر کی مصلحتون کے تعیین مین رائین مختلف ہوتی ہین تو اگر ایک کی راے پر مدار رہیگا تو انتظام درست رہیگا ورنہ شرکت کی ہنڈیا چوراہے مین مشہور ہی دنیا کا انتظام بھی اسی لیے بنا ہوا ہی کہ سب کا مدبر ایک ہی اگر بہت سے معبود ہوتے تو خرابی پڑتی جیسے اللہ تعالی فرماتا ہی لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا اور یہ قاعدہ سفر اور حضر سب مین ہی کہ ایک کی راے پر کام ہو تو درست رہتا ہی اور مشورت کی راے پر خراب ہوتا ہی مگر حضر کے مقامات مین تو کوئی امیر عام ہوتا ہی جیسے شہر کا حاکم یا امیر خاص ہوتا ہی جیسے مکان کا مالک لیکن سفر مین بدون مقرر کرنے کے کوئی معین نہین ہوتا اسلیے امیر کرنا ضرور ہوا تاکہ مختلف رائین جمع ہو جائین۔ پھر امیر پر لازم ہی کہ وہ تدبیر سوچے جسمین قوم کی بہتری ہو اور اپنے آپ کو انکی سپر کرے جیسے عبداللہ مروزی سے منقول ہی کہ ابو علی رباطی نے سفر مین انکی ہمراہی چاہی انھون نے کہا کہ اس شرط پر منظور ہی کہ یا تم حاکم ہو یا مین ابو علی نے کہا

کہ حاکم آپ ہی ہین پس سارے سفر مین اپنا اور ابوعلی کا زاد اپنی کمر پر رکھتے اور ایک رات جو نیند پر سا
تو تمام رات رفیق کے سر پر چادر لیے کھڑے رہے کہ مبادا مین نہ بھیگے اور جب ابوعلی اُنسے کہتے کہ خدا کو
مان کے ایسا مت کرو تو جواب دیتے کہ اپنے قول سے مت پھرو تم کہہ چکے ہو کہ حکم مین ہون جو میرا دل
چاہیگا کرونگا تم کو میری اطاعت چاہیے ابوعلی دل مین کہتے تھے کہ مین نے کیا غضب کیا کہ اُنکو حاکم
کہدیا اس سے تو مین مرجاتا تو خوب ہوتا کہ میرے واسطے اتنی تکلیف نہ اُٹھاتے ہین حاصل یہ کہ سفر کا امیر
ایسا ہونا چاہیے اور ایک حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہتر ساتھی چار ہین
اس حدیث مین جو سب اعداد مین سے چار کو خاص کیا تو اسمین کوئی فائدہ ضرور ہوگا ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے
کہ مسافر کے لیے دو کام ضروری ہین ایک تو حفاظت اسباب کی دوم حاجات کے لیے آنا جانا تو اگر تین
رفیق ہون اور اُنمین سے دو حفاظت کرین اور ایک حاجات کے لیے جاوے تو وہ اکیلا گھبرائیگا کہ رفیق
کی دل لگی نہ ہی اور اگر دو جائینگے تو حفاظت پر ایک رہجائیگا اور تنگدل ہوگا اور دونون صورتین خطرہ سے
بھی خالی نہین تو اس سے معلوم ہوا کہ چار سے کمتر مین کام نہین نکلتا چار ہون تو دو سو دو اسلحہ لائین
اور دو حفاظت اسباب کرین اور چار سے زائد اگر ہونگے تو اُنمین ربط رفاقت خوب نہوگا اسلیے کہ پانچوان شخص
زائد از حاجت ہی اسی لحاظ سے جسکو اسکی حاجت نہوگی وہ کیسے اسکی طرف متوجہ ہوگا اور شرط رفاقت
بجالائیگا ہان رفیقون کی کثرت سے یہ فائدہ ہی کہ خوف کی جگہون سے مامون رہتے ہین اور حدیث مین
جو مذکور ہی وہ عدد رفاقت خاصہ کے لیے ہی نہ رفاقت عامہ کے واسطے اور کثرت رفیقون کی صورت مین
اکثر ایسا بھی ہوتا ہی کہ تمام راستہ مین ایک کو دوسرے سے بولنے کی نوبت نہین بھی آتی کیونکہ کچھ کام ہی
تو کلام بھی ہو تیسرا ادب یہ ہی کہ حضر کے رفیقون اور گھر والون کو رخصت کرے اور چلتے وقت وہ دعا
مانگے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ماثور ہی یعنے اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دِیْنَکَ وَاَمَانَتَکَ وَخَوَاتِیْمَ عَمَلِکَ
بعض تابعی فرماتے ہین کہ مین حضرت ابن عمر رض کے ہمراہ مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ تک رہا جب مین نے آپ سے
جدا ہونا چاہا تو آپ چند قدم میرے ہمراہ ہوئے اور فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا
کہ لقمان کا قول ہی کہ اللہ تعالی کو اگر کوئی چیز سپرد کیجاتی ہی تو وہ اسکی حفاظت فرماتا ہی اور مین اللہ تعالی کو
تیرا دین اور گھر بار اور اواخر اعمال سپرد کرتا ہون سالم زید بن الیتیم سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی تم مین سے سفر کیا چاہے تو اپنے بھائیون سے رخصت ہو لے کہ اللہ تعالی
اُنکی دعا سے اُسکے حق مین برکت کرتا ہی۔ اور عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے
روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کو رخصت کیا کرتے تھے تو یون فرماتے

زَوَّدَكَ اللّٰهُ التَّقْوٰى وَغَفَرَ ذَنْبَكَ وَوَجَّهَكَ لِلْخَيْرِ حَيْثُ تَوَجَّهْتَ یہ دعا تیسری ہی مسافر کے لیے
اور موسیٰ بن وردان کہتے ہین کہ مین نے ایک سفر کا ارادہ کیا اور حضرت ابوہریرہ رضہ سے رخصت
ہونے گیا آپ نے فرمایا کہ بھتیجے مین تجکو وہ چیز سکھاتا ہون جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو رخصت
ہونے کے وقت کے لیے سکھائی ہی مین نے کہا بہتر آپ نے فرمایا کہ اسطرح کہو اَسْتَوْدِعُكَ اللّٰهَ الَّذِي
لَا تَضِيعُ وَدَائِعُهُ اور حضرت انس بن مالک رضہ سے مروی ہی کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین
حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مین سفر کیا چاہتا ہون مجکو کچھ وصیت فرمایئے آپنے یہ ارشاد فرمایا اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ
دِينَكَ وَأَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيمَ عَمَلِكَ زَوَّدَكَ اللّٰهُ التَّقْوٰى وَغَفَرَ ذَنْبَكَ وَوَجَّهَكَ لِلْخَيْرِ حَيْثُ كُنْتَ یا اَیْنَمَا كُنْتَ فرمایا اور جب
کسی سفر سے اپنے پس ماندون کو سپرد کرے تو سب کو سپرد کرے کسی کی تخصیص نہ کرے چنانچہ مروی ہی
کہ حضرت عمر رضہ لوگون کو مال و رحمت فرماتے تھے کہ اتنے مین ایک شخص اپنے بیٹے کو لیکر آیا آپ نے اُس سے
فرمایا کہ جتنا یہ لڑکا تیرے مشابہ ہی مین نے کسی کو اتنا دوسرے کا ہمشکل نہین دیکھا اُسنے عرض کیا
کہ مین اسکا حال آپ کی خدمت مین عرض کرتا ہون کہ جسوقت یہ حمل مین تھا مین نے سفر کرنا چاہا
اسکی ماں نے کہا کہ تم باہر جاتے ہو اور مجکو اس حال پر چھوڑتے ہو مین نے کہا کہ جو کچھ تیرے پیٹ مین ہی
اسکو مین خدا ے تعالیٰ کے سپرد کرتا ہون یہ کہکر مین چلا گیا پھر جو مین سفر سے آیا تو اسکی ماں مر چکی تھی
ہم بیٹھے ہوئے باتین کر رہے تھے کہ اسکی قبر پر آگ کی سی روشنی معلوم ہوئی مینے لوگون سے پوچھا کہ
یہ آگ کہان جلتی ہی اُنھون نے کہا کہ فلان عورت کی قبر مین سے نمودار ہی اور ہم ہر شب ایسا ہی دیکھتے ہین
مینے کہا کہ نجدا وہ تو دن کو روزہ رکھتی تھی اور رات کو عبادت کیا کرتی تھی یہ کیا بات ہی اسکو دیکھنا چاہیئے
مینے ایک بھاؤڑا لیکر قبر کی راہ لی لوگ بھی ہمراہ گئے اور اُسکی قبر کو کھودا دیکھا تو ایک چراغ جلتا ہی اور یہ
لڑکا ہاتھ پانون چلا رہا ہی اُسوقت آواز آئی کہ یہ تیری ودیعت ہی اگر تو اسکی ماں کو بھی سپرد کر دیتا تو
وہ بھی تجکو ملتی حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ جتنا کوا دوسرے کوے کے ہمشکل ہوتا ہی یہ اُس سے بھی
زیادہ تجھسے ملتا ہی چوتھا ادب یہ ہی کہ سفر سے پہلے نماز استخارہ پڑھے جسطرح کہ باب الصلوٰۃ مین اسکی
ترکیب ہمنے لکھی ہی اور چلنے کے وقت سفر کی چار رکعتین پڑھے چنانچہ انس بن مالک رضہ سے مروی ہی
کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا اور عرض کیا کہ مین نے ایک سفر کی منت
مانی ہی اور وصیت لکھ رکھی ہی تو تین شخصون مین سے کسکو وہ وصیت سپرد کرون اپنے باپ کو
دون یا بیٹے کو یا بھائی کو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی نائب جو آدمی اپنے پیچھے
گھر چھوڑے اس سے بہتر نہین کہ جب سفر کے کپڑے اپنی کمر سے لگائے تو چار رکعتین اپنے گھر مین

پڑھے اور ہر ایک میں سورۂ فاتحہ اور اخلاص پڑھے پھر یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ اَقْرَبُ وَبِکَ اَسْتَخْلِفُ فِیْ اَھْلِیْ وَمَالِیْ تو یہ رکعتیں اُسکے اہل اور مال میں نائب اور اُسکے مکان کے گرد محافظ رہینگی جبتک کہ وہ شخص اپنے گھر کو واپس آوے یا نچواں ادب یہ ہو کہ جب مکان کے دروازہ پر پہونچے تو یوں کہے بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ رَبِّ اَعُوْذُ بِکَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ وَاَزِلَّ وَاُزَلَّ وَاَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْھَلَ اَوْ یُجْھَلَ عَلَیَّ اور جب دروازہ سے نکل کر چلے تو کہے اَللّٰھُمَّ بِکَ انْتَشَرْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَبِکَ اعْتَصَمْتُ وَاِلَیْکَ تَوَجَّھْتُ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ ثِقَتِیْ وَاَنْتَ رَجَائِیْ فَاکْفِنِیْ مَا اَھَمَّنِیْ وَمَا لَا اَھْتَمُّ بِہٖ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ عَزَّ جَارُکَ وَجَلَّ ثَنَاءُکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ اَللّٰھُمَّ زَوِّدْنِیْ التَّقْوٰی وَاغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ وَوَجِّھْنِیْ لِلْخَیْرِ اَیْنَمَا تَوَجَّھْتُ اور اس دعا کو ہر منزل سے کوچ کرتے وقت بھی پڑھ لیا کرے اور جب سواری پر سوار ہو تو کہے بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ مَاشَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَأْ لَمْ یَکُنْ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اور جب سواری اُسکے نیچے دیدے یعنے سواری پر اچھی طرح جم جائے تو کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ ھَدَانَا اللّٰہُ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْحَامِلُ عَلَی الظَّھْرِ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ عَلَی الْاُمُوْرِ چھٹا ادب یہ ہو کہ منزلوں پر سے تڑکے کو چلے حضرت جابر رضہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پنجشنبہ کو بارادہ تبوک کوچ بہت تڑکے سے فرمایا اور یہ ارشاد کیا اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِاُمَّتِیْ فِیْ بُکُوْرِھَا یعنے خدایا میری اُمت کے لیے تڑکے چلنے میں برکت کر اور تجب ہے کہ ابتداء سفر پنجشنبہ کو کرے کہ عبداللہ بن کعب بن مالک اپنے باپ سے راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کم دستور تھا کہ سفر کو سوائے پنجشنبہ کے نہضت فرماتے اور حضرت انس رضہ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الٰہی میری اُمت کے لیے شنبہ کے روز کے تڑکے چلنے میں برکت کر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور مبارک تھا کہ جب کوئی لشکر روانہ فرمایا کرتے تھے تو صبح کے وقت روانہ فرماتے تھے اور حضرت ابوہریرہ رضہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الٰہی میری اُمت کو پنجشنبہ کے تڑکے اٹھنے میں برکت کر اور حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہیں کہ جب تمکو کسی شخص سے کچھ کام ہو تو اسکو دن میں تڑکے جاکر پورا کرو رات میں اسکی تلاش مت کرو کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے الٰہی میری اُمت کے تڑکے اٹھنے میں برکت دے اور چاہیے کہ جمعہ کے روز فجر ہونے کے بعد سفر نہ کرے اور نہ گناہگار ہوگا جمعہ کے ترک کرنے سے کیونکہ تمام روز منسوب بجمعہ ہے تو شروع کا حصہ بھی جمعہ کے واجب ہونے کا ایک سبب ہے اور رخصت

عشرت مین مشغول نہ کرے کہ اس سے سفر کی برکت جاتی رہیگی اور جبھی شہر مین گھسے تو کسی چیز سے مشغول نہو بلکہ سیدھا شیخ کے مکان کو چلا جائے اور اگر وہ مکان مین تشریف رکھتے ہون تو کواڑ نہ کھٹکھٹائے اور نہ اندر جانے کے لیے اجازت چاہے یہان تک کہ خود ہی باہر نکلین اور باہر تشریف لانے کے وقت ادب سے اُنکے سامنے جاکر سلام کرے اور کوئی بات نہ کہے لیکن اگر وہ سوال کرین تو جسقدر پوچھین اُسی کا صرف جواب دے اور اُنسے کوئی مسئلہ نہ پوچھے جبتک کہ پیشتر اجازت حاصل نہ کرلے اور جب سفر مین ہو تو شہرون کے کھانون اور میوون کا بہت ذکر نہ کرے اور نہ اپنے دوستون کا کثرت سے نام لے بلکہ وہان کے مشائخ اور فقرا کا ذکر کیا کرے - اور سفر مین صالحین کی قبرون کی زیارت ترک نہ کرے بلکہ ہر مکانون اور شہرین اُسکا جو یار ہو اور اپنی حاجت بقدر ضرورت ہی اظہار کرے اور وہ بھی ایسے کے سامنے جو اُسکو پورا کرسکے اور اثنار راہ مین ذکر الٰہی اور قرآن کی قرأت ایسی طرح کرتا رہے کہ دوسرا نہ سُنے اور جب کوئی شخص اُس سے کلام کرے تو ذکر کو چھوڑ کر اُسکو جواب دے اور جبتک وہ گفتگو کرے ذکر موقوف رکھے پھر بدستور ذکر کرنے لگے اور اگر آدمی کا دل سفر یا اقامت سے گھبرا جائے تو اُسکی مخالفت کرنی چاہیے کہ نفس کی مخالفت مین برکت ہو اور اگر نیک بخت لوگون کی خدمت قسمت سے میسر ہو جائے تو اُنکی خدمت سے ملول ہو کر سفر کرنا نچاہیے کہ یہ نعمت کی ناشکری ہو - اور جب اپنے نفس مین سفر کی نسبت کر سفر مین نقصان پاوے تو جان لے کہ سفر اچھا نہین اور مکان کو رجوع کرے اسلیے کہ اگر اچھا ہوتا تو اُسکا اثر ظاہر ہی ہوتا -

ایک شخص نے ابوعثمان مغربی سے کہا کہ فلان شخص سفر کو نکلا ہو فرمایا کہ سفر اجنبی بنتا ہو اور اجنبیت ذلت ہو اور سو سن کو جائز نہین کہ اپنے نفس کو ذلیل کرے اس جواب مین یہ اشارہ کیا کہ جس شخص کو سفر مین دین کی زیادتی نہو اُسنے اپنے نفس کو ذلیل کیا اور نہ ظاہر ہو کہ دین کی عزت بجز سفر کی ذلت کے حاصل نہین ہوتی تو چاہیے کہ سالک آخرت اپنی خواہش اور مراد اور طبیعت کے وطن سے سفر کرے تاکہ اس غربت مین عزت ملے اور ذلیل نہو ورنہ جو شخص کہ سفر مین اپنی خواہش کا مطیع ہو گا وہ ذلت ضرور اُٹھائیگا خواہ فی الحال ہو یا آیندہ کو

دوسری فصل سفر کی رخصتون اور قبلہ اور رفیقون کی دلیلون کے ذکر مین جنکا سیکھنا مسافر کو ضرور ہو

واضح ہو کہ مسافر ابتدار سفر مین اس بات کا محتاج ہوتا ہو کہ دنیا و آخرت کے لیے کچھ زاد ساتھ لے دنیا کا توشہ تو کھانا اور پینا اور دوسری ضرورت کی چیزین ہین پس اگر سفر قافلہ کے ساتھ ہو یا اثنار راہ مین گانون برابر پڑتے ہون تو اس صورت مین اگر خدا ے تعالیٰ پر توکل کرکے بدون زاد بھی نکلیگا تو کچھ مضائقہ نہین اور اگر تنہا سفر کرتا ہو یا ایسے لوگون کے ساتھ ہو جنکے پاس کھانا پینا نہین اور راہ مین

آبادی بھی نہیں تو ایسی صورت میں اگر وہ شخص ایسا ہو کہ بھوک کی برداشت ہفتہ عشرہ کر سکتا ہو یا جنگل کی گھاس پر اکتفا کر سکتا ہو تو اسکو بدون زاد سفر کرنا جائز ہو اور نہ تو بھوک پر صبر کر سکتا ہو اور نہ گھاس پر اکتفا کر سکتا ہو تو ایسی صورت میں بدون زاد کے نکلنا گناہ ہو اسلیے کہ اپنے نفس کو اپنے ہاتھ سے ہلاکی میں ڈالتا ہو اور اسکا ایک راز ہو جو باب التوکل میں مذکور ہوگا اور توکل کے یہ معنے نہیں کہ اسباب بالکل دور ہو جائے اگر یہی ہو تو چاہیے کہ ڈولچی اور رسی کی تلاش سے بھی توکل جاتا رہے اور کنوئیں میں سے پانی نکالنے سے بھی باطل ہو جائے اور توکل پر اتنا صبر واجب ہو جائے کہ خدائے تعالیٰ اسکے لیے کسی فرشتے یا انسان کو مسخر کر دے کہ وہ اسکے منہ میں پانی ڈال دے حالانکہ ایسا نہیں ہو یہ چیزیں توکل میں خلل انداز نہیں ہیں جب ڈولچی اور رسی کی حفاظت توکل کی مخل نہیں جو پانی ملنے کے آلات ہیں تو خود کھانے یا پینے کی چیز کا ایسی جگہ ساتھ رکھنا جہاں توقع اُنکے موجود ہونے کی نہو بطریق اولی توکل کا مخل نہو گا اور توکل کی حقیقت انشاء اللہ جلد چہارم میں مذکور ہوگی جو علماء دین کے محققوں کے سوائے اوروں پر مشتبہ اور مخفی ہو۔ اور زاد آخرت سفر میں علم ہے جسکی ضرورت طہارت اور روزہ اور نماز اور جہاد تو نہیں ہوتی ہو تو ایمن سے بھی مسافر کو ضرور زاد لینا چاہیے اسلیے کہ سفر بعض باتوں کو مسافر پر تخفیف کر دیتا ہو جیسے نماز کا قصر کرنا اور دو نمازوں کا اکٹھا پڑھ لینا اور روزہ کا افطار کرنا تو ایمن یہ بات معلوم کرنے کی حاجت ہوتی ہو کہ تخفیف کسقدر اور کس صورت میں ہو اور بعض باتیں سفر میں سخت بھی ہو جاتی ہیں کہ جنکی حضر میں کچھ حاجت نہ تھی جیسے قبلہ کا حال معلوم کرنا اور اوقات نماز کا دریافت کرنا کہ حضر میں مسجدوں کے رخ دیکھنے سے تو قبلہ معلوم ہو جاتا ہو اور دونوں کی اذان سے وقت دریافت ہو جاتا ہو اور سفر میں ان امور کو بھی خود معلوم کرنے کی حاجت ہوا کرتی ہو لہذا اسکا سیکھنا بھی ضرور ہوا اس تقریر سے معلوم ہوا کہ جن اشیاء کے سیکھنے کی ضرورت سفر میں ہو وہ دو قسم کی ہیں اسلیے اُنکا بیان بھی دو قسموں میں کیا جاتا ہو

قسم اول سفر کی رخصتوں کے معلوم کرنے کے بیان میں۔ سفر سے سات رخصتیں حاصل ہوتی ہیں دو تو طہارت میں یعنے موزوں پر مسح کرنے اور تیمم میں اور دو فرض نماز کے اندر یعنے قصر کرنا اور دو فرضوں کا جمع کر لینا اور نماز نفل میں دو یعنے سواری پر اور پیادہ چلنے میں ادا کرنا اور ایک روزہ میں ہو یعنے افطار کرنا اب انمیں سے ہر ایک کو مفصل سننا چاہیے۔ پہلی رخصت موزوں پر مسح کرنے کی ہو صفوان بن عسال رض کہتے ہیں کہ ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب ہم مسافر ہوں تو تین دن اور رات تک موزے نہ نکالیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص نے موزوں کو ایسی طہارت

کے بعد پہنا ہو جس سے نماز مباح ہو پھر بیوضو ہو گیا ہو تو اُسکو جائز ہی کہ بیوضو ہونے کے وقت سے لیکر تین دن رات تک اپنے موزہ پر مسح کرے اگر مسافر ہو اور ایک دن رات کر ے اگر مقیم ہو مگر پانچ شرطون کے ساتھ موزون پر مسح چاہیے - اول یہ کہ موزون کو پوری طہارت پر پہنا ہو تو اگر وہنیلا نے دھوکر موزہ کے اندر کر لیگا پھر بایان پانون دھوکر دوسرا موزہ پہنیگا تو امام شافعی کے نزدیک مسح درست نہو گا جبتک کہ دھنے موزہ کو نکال کر پیر سے نہ پہنے دوم یہ کہ موزے ایسے مضبوط ہون کہ انکو پہنکر چل سکے اور موزون پر مسح جائز ہی گو اُنمین جدا تلے نہ لگے ہون اسلیے کہ عادت ہو گئی ہی کہ موزے پہنکر منزلین چلے جاتے ہین کیونکہ اُنمین فی الجملہ قوت ہوتی ہی بخلاف صوفیون کی جرابون کے اور اُن پاتابون کے جو موزون کے اوپر پہنتے ہین کہ اُنپر مسح درست نہین ضعیف ہونے کی وجہ سے سوم یہ کہ جہان تک پانون کا دھونا فرض ہی اُتنی جگہ مین موزہ پھٹا نہو پس اگر اسقدر پھٹگیا ہو کہ محل فرض کھل گیا تو اُسپر مسح درست نہو گا اور امام شافعی کا پہلا قول یہ ہی کہ جبتک موزہ پانون پر جمیٹا رہے تب تک مسح درست ہی گو پھٹگیا ہو اور یہی مذہب امام مالک رح کا ہی اور پھٹنے کا مضائقہ نہین کیونکہ سفر مین ہر وقت سینا دشوار ہی اور حاجت بہت ہی اور پھٹے ہوے پاتابے پر مسح جائز ہی بشرطیکہ اتنے گھنے ہون کہ قدم کی جلد نظر نہ آتی ہو اور یہی حال اُس پھٹے موزہ کا ہی جسکی درز بڑے بڑے ٹانکون سے سی گئی ہو اسلیے کہ ان سب کی طرف ضرورت پڑتی ہی تو اور باتون کا اعتبار نہین صرف اتنا دیکھ لینا چاہیے کہ ٹخنون سے اوپر تک چھپا رہتا ہی کہ نہین اور اگر پشت قدم کا کچھ حصہ موزہ سے چھپا ہوا اور کچھ لفافہ سے تو اُسپر مسح درست نہو گا - چہارم یہ کہ موزہ کے پہننے کے بعد نہ نکالے اور اگر نکالیگا تو نئے سرے سے وضو چاہیے اور صرف دونون پانون دھو لیگا تب بھی کافی ہو گا پنجم یہ کہ مسح ایسی جگہ کرے جو دھونے کے مقام کے اوپر واقع ہو تو اگر پنڈلی پر مسح کر لیگا تو درست نہو گا اور ادنی مرتبہ مسح کا یہ ہی کہ پشت قدم پر بھیگا ہاتھ ایسی طرح لگاوے جسکو مسح کہسکین اور اگر تین انگلیون سے مسح کر لیگا تو کسی کا خلاف نہ رہیگا اور کامل تر مسح کی صورت یہ ہی کہ موزہ کے اوپر اور نیچے ایک بار مسح کر لے دو دفعہ نہ کرے ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہی اور مسح کی کیفیت یون ہی کہ دونون ہاتھ تر کرکے دہنے ہاتھ کی انگلیون کے سرے دہنے پانون کی انگلیون پر رکھکر انکو اپنی طرف کھینچتا ہوا لائے اور بائین ہاتھ کی انگلیون کے سرے بائین موزے کی ایڑی کے نیچے رکھکر پانون کی انگلیون تک پہونچاوے - اور جس صورت مین کہ حالت اقامت مین مسح کیا پھر مسافر ہو گیا یا حالت سفر مین مسح شروع کیا پھر مقیم ہو گیا تو دونون حالتون مین اقامت کا حکم غالب رہیگا یعنی ایک دن رات

مسح کرے اور دنون کی گنتی کا حساب موزے پہننے کے بعد بے وضو ہونے کے وقت سے لیا جاتا ہے مثلاً اگر حضر مین مسح کے وقت موزے پہنے اور مسح کی نوبت نہین آئی کہ سفر کو نکلا اور زوال کے وقت بے وضو ہوا تو تین دن رات کا شمار زوال کے وقت سے کرے یعنے چوتھے روز جب زوال کا وقت ہو جاویگا تو اب جائز نہوگا کہ بدون پانون دھونے کے نماز پڑھلے بلکہ پانون دھوکر پھر سے موزے پہن لے اور خیال رکھے کہ کسوقت سے وضو جائیگا جب سے بیوضو ہوا اسی وقت سے نئی مدت تین دن رات کی جسا کرلے اور اگر حضر مین موزہ پہننے کے بعد بیوضو ہو گیا پھر سفر کو نکلا تب بھی تین دن رات تک مسح کرے اسلیے کہ عادت یون بھی ہے کہ کبھی موزہ سفر سے پیشتر نہن لیتے ہین اور بیوضو ہونے سے احتراز نہین سکتا لیکن اگر حضر مین موزون پر مسح بھی کر لیا ہو پھر سفر کا اتفاق ہو تو صرف مقیم کی مدت پر اکتفا کرنی چاہیے اور جو شخص حضر یا سفر مین موزہ پہننا چاہے اسکو مستحب ہے کہ موزہ کو الٹا کرکے جھاڑ دے سانپ اور بچھو اور کانٹے وغیرہ کے خوف سے چنانچہ ابی امامہ رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے موزون کی جوڑی منگائی اور ایک کو پہن لیا اتنے مین ایک کوا آیا اور دوسرے موزے کو اٹھالے گیا پھر پھینکدیا تو اسمین سے سانپ نکلا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالے اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے موزے بدون جھاڑے ہوئے نہ پہنے دوسری رخصت تیمم ہے اور مٹی پانی کا بدل ہے جب پانی کا ملنا دشوار ہو اور اسکی دشواری کی یہ صورت ہے کہ منزل سے اتنی دور ہو کہ اگر وہان جائیگا تو پیچھے اور چلانے سے قافلہ تک آواز نہ آئیگی اور کوئی مدد نہ پہونچیگی اور یہ وہ خاصلہ ہے کہ منزل والے اتنی دور حقضار حاجت کو نہین جایا کرتے اور ایک صورت پانی کی دشواری کی یہ ہے کہ پانی پر کوئی دشمن یا درندہ ہو تو اس صورت مین بھی تیمم درست ہے گو پانی نزدیک ہو اور ایک صورت یہ ہے کہ اس روز خواہ دوسرے دن موجود پانی کے پینے کی ضرورت ہو اور اسکے سوا اور کوئی پانی نہو تب بھی تیمم کرنا نہ چاہیے اور ایک صورت یہ ہے کہ کوئی اپنے رفیقون مین اسکے پینے کا حاجتمند ہو تو اس صورت مین بھی وضو کرنا درست نہین بلکہ پانی رفیق کو قیمت یا بدون قیمت کے دینا لازم ہے اور اگر پانی کی ضرورت شوربا پکانے یا گوشت کے پکانے یا روٹی کے ٹکڑے بھگونے کے لیے ہو تو اس حال مین تیمم درست نہوگا بلکہ چاہیے کہ سوکھے ٹکڑون پر گذر کرے اور شوربا نہ پکائے - اور اگر کوئی دوسرا شخص اسکو پانی ہبہ کرے تو اسکا قبول کرنا واجب ہے اور اگر پانی کا دام ہبہ کرے تو اسکا قبول کرنا واجب نہین اسلیے کہ پہلی صورت مین منت نہین اور دوسری صورت مین منت ہے - اور اگر پانی معمولی قیمت سے فروخت ہوتا ہو تو خریدنا لازم ہے اور اگر منگا بھیجا ہو تو لازم نہین - تو جس صورت مین کہ

کہ آدمی کے پاس پانی نہو اور تیمم کرنا چاہے تو اگر تلاش سے اُسکا ملنا ہوسکتا ہو تو اول تلاش کرنی چاہیے یعنے منزل کے اِدھر اُدھر پھر چلکر دیکھے اور اپنے اسباب اور برتنون کو ٹٹولے اور گٹھرون بدھنون مین جو کچھ بچا کھچا ہو اُسکو دیکھے تو اگر پانی اسباب مین رکھا ہوا بھول گیا یا کنوان قریب تھا مگر تلاش نہ کیا اور نماز پڑھ لی تو نماز کا دوبارہ پڑھنا لازم ہوگا کہ تلاش مین قصور کیا۔ اور اگر یہ جانے کہ پانی آخر وقت مین ملجائیگا تو بہتر یہ ہی کہ اول وقت مین نماز تیمم کے ساتھ پڑھ لے کیونکہ زندگی کا اعتبار نہین اور اول وقت خدائے تعالیٰ کی رضامندی ہی اسلیے اُسی کو ترجیح ہی چنانچہ حضرت ابن عمرؓ نے ایکبار تیمم کیا لوگون نے عرض کیا کہ آپ تیمم کرتے ہین اور مدینہ طیبہ کی دیوارین سونجتی ہین آپنے فرمایا کہ کیا مین وہان جانے تک زندہ رہونگا۔ اور جب نماز شروع کرنے کے بعد پانی ملیگا تو نماز باطل نہوگی اور نہ وضو کرنا لازم ہوگا اور اگر نماز شروع کرنے کے پہلے پانی ملیگا تو البتہ وضو لازم ہی۔ اور اِس صورت مین کہ باوجود تلاش کے پانی نہ ملے تو قصد زمین پاک کا کرے جسپر کی مٹی مین سے غبار اُٹھتا ہو اور چاہیے کہ اُسپر دونون ہاتھون کی اُنگلیان بند کرکے ایک ضرب لگادے اور دونون ہاتھون کو مُنھ پر پھیرلے پھر اُنگلیان پھیلاکر اور انگوٹھے نکال کر دوسری ضرب لگادے اور اُس سے دونون ہاتھون کو کہنیون تک مسح کرے اور اگر ایک ضرب سے سب جگہ غبار نہ پہونچ سکے تو ایک ضرب زیادہ کرلے اور جس تدبیر سے کہ سب جگہ پہونچ سکتا ہی اُسکو ہمنے باب الطہارۃ مین لکھدیا ہی دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہین پھر جب تیمم سے ایک فرض پڑھ چکے تو اُس سے نفلین جسقدر چاہے پڑھے لیکن اگر دوسرا فرض پڑھنا چاہے تو دوسرا تیمم کرلے غرض کہ ہر فرض نماز کے لیے جدا تیمم کرنا چاہیے۔ اور یون نہ چاہیے کہ وقت نماز کے داخل ہونے سے پیشتر تیمم کرلے اور اگر ایسا کریگا تو دوبارہ تیمم کرنا واجب ہوگا۔ اور جب تیمم مین مُنھ پر ہاتھ پھیرے تو چاہیے کہ نماز کو مباح کرنے کی نیت کرلے اور اگر پانی اتنا ملے کہ اُس سے بعض اعضا کی طہارت ہوسکے تو اُسقدر اعضا پر پانی کا استعمال کرکے پھر پورا تیمم کرے۔ **تیسری رخصت** نماز فرض مین قصر کی ہی کہ مسافر ظہر اور عصر اور عشا مین چار کی جگہ دو پر اکتفا کرسکتا ہی مگر اسکے لیے تین شرطین ہین اول یہ کہ عین وقت پر یہ نمازین ادا ہون اور اگر بالفرض قضا ہوجائینگی تو ظاہر تر یہ ہی کہ پوری چار پڑھنی لازم ہونگی۔ دوسری یہ کہ نیت قصر کی کرے پس اگر پوری پڑھنے کی نیت کریگا تو چار پڑھنی لازم ہونگی اور اگر شک ہوگیا کہ قصر کی نیت کی ہی یا پوری کی تو اس صورت مین بھی پوری پڑھنی لازم ہی۔ تیسری یہ کہ مقیم امام کے پیچھے نہو اور نہ ایسے مسافر کے جو پوری نماز پڑھتا ہو ورنہ پوری پڑھنی پڑیگی بلکہ اگر اُسکو شک ہوگا کہ امام مقیم ہی یا مسافر تب بھی پوری ہی پڑھنی لازم ہوگی گو بعد کو یہ معلوم ہو

کہ وہ مسافر ہی اسلیے کہ مسافر کی رائے چھپی نہین رہتی تو چاہیے کہ نیت کو وقت مستقل ہو اور اگر یہ تو معلوم کرلیا کہ امام مسافر ہی مگر یہ نہین جانا کہ اُسنے نیت قصر کی کی ہی یا اتمام کی تو اس بات کے شک سے کچھ ضرر نہین کیونکہ نیتون پر اطلاع نہین ہوا کرتی اور یہ سب اُسوقت ہی کہ سفر دراز اور مباح ہو اور سفر کی تعریف باعتبار آغاز اور انجام کے مشکل ہی اُسکا جان لینا ضروری ہی تو سفر اُسکو کہتے ہین کہ اقامت کی جگہ سے دوسری جگہ معین پر بالقصد جاوے اس صورت مین جو شخص حیران پھرتا ہو یا لوٹ مار کرنے کو جاتا ہو اور کسی خاص جگہ کا قصد نہو اُسکے حق مین قصر کی رخصت نہوگی۔ اور جبتک شہر کی آبادی سے باہر نہولیگا تب تک مسافر نہوگا اور یہ شرط نہین کہ دیہات مکانات اور باغون سے بھی نکلجائے جہان تک شہر والے ہوا کھانے گاہ گاہ چلے آتے ہین لیکن اگر گانون سے سفر کرے تو یہ شرط ہی کہ جن باغون کا احاطہ بنا ہوا اُنسے نکلجائے اور جنکا احاطہ نہین اُنسے نکلنے کی کچھ قید نہین اور اگر مسافر شہر سے نکلکر پھر کسی بھولی چیز کے لینے کو واپس آئے تو اگر یہ شہر اُسکا وطن ہی تو جبتک پھر آبادی سے باہر نہ نکلجاے قصر نہ کرے اور اگر وطن نہین ہی تو قصر جائز ہی اسلیے کہ اول ہی مرتبہ کی حرکت اور باہر جانے سے مسافر ہوگیا یہ حال آغاز کا ہوا اور سفر کا انجام تین باتون مین سے ایک کے پائے جانے سے ہوتا ہی اول یہ کہ جس شہر مین اقامت کی نیت کی ہی اُسکی آبادی مین پہونچ جائے دوسرے یہ کہ تین روز یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے خواہ جنگل مین یا شہر مین تیسرے یہ کہ صورت اقامت کی ہوجاے گو اُسنے عزم نہ کیا ہو مثلاً اگر ایک جگہ مین جانے کے دن کے سوا تین دن اقامت کی تو اُسکے بعد اُسکو رخصت قصر جائز نہین ہان اگر عزم اقامت نہین اور کوئی کام درپیش ہی کہ ہر روز اُسکے پورا ہونے کی توقع ہی مگر اتفاقاً تعویق اور تاخیر ہوجاتی ہی تو اس صورت مین دو قولون مین سے قیاس کے مطابق یہی ہی کہ گو کتنی ہی مدت ہوجائے قصر کیے جائے اسلیے کہ وہ دل سے متحرک ہی اور بظاہر وطن سے مسافر اور ایسی حالت مین کہ دل برقرار نہو اور ظاہر مین ایک جا ٹھہرا رہے اس رہنے کا اعتبار نہین اور وہ کام جو اُسکو درپیش ہی خواہ قتال ہو یا کوئی اور دونون مین حکم ایک ہی ہی اسی طرح مدت کی درازی اور کمی مین بھی حکم کا فرق نہین اور نہ اسمین فرق ہی کہ سفر مین دیر منہ کے باعث ہوئی یا کسی اور جہت سے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رخصت پر بعض غزوات مین عمل فرمایا اور ایک ہی جگہ پر اٹھارہ روز تک نماز قصر کی اور ظاہر یہ ہی کہ اگر جنگ مین اور تاخیر ہوتی تو زیادہ دنون تک قصر فرماتے کیونکہ اٹھارہ روز کے تعیین کی تو کوئی وجہ نہین اور یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ قصر کی وجہ یہی تھی کہ آپ مسافر تھے نہ یہ کہ

ابوداؤد
روایت
عمران
بن حصین
قصر فتح مکہ
بروایت
ابن عباس
شعبہ
روز سے

غازی اور مقاتل تھے اب سفر طویل کی تعریف معلوم کرنی چاہیے کہ سفر طویل اُسکو کہتے ہین جو دو منزل سے
ہر منزل چوبیس میل اور ہر میل چار ہزار قدم اور ہر قدم مین پانون کا (یعنی حساب مروجۂ حال سے قریب
بارہ کوس کے) اور سفر مباح سے یہ غرض ہی کہ ماں باپ کا نافرمان ہو کر نہ جاتا ہو نہ اُنسے بھاگ کر اور نہ غلام اپنے
آقا سے اور نہ عورت اپنے شوہر سے اور نہ تو انگر قرضدار قرضخواہ سے بھاگ کر جاتا ہو اور نہ رہزنی اور
قتل ناحق کے لیے متوجہ ہو اور نہ بادشاہ ظالم سے حرام روزینہ مانگنے جاتا ہو اور نہ دو مسلمانون مین فساد
ڈالنے کے لیے سفر کرتا ہو حاصل یہ کہ آدمی کسی غرض کے لیے سفر کرتا ہی تو اگر اُس غرض کا حاصل کرنا حرام ہو
اور وہ غرض اگر بالفرض اُسکو نہوتی تو سفر نہ کرتا تو ایسی غرض کے لیے سفر کرنا گناہ ہی اور اس سفر مین
قصر کرنا نماز کا درست نہین اور جس سفر مین کہ شراب پینے وغیرہ سے فسق کا مرتکب ہو تو وہ مانع رخصت
نہین بلکہ شریعت نے جس سفر سے منع فرمادیا ہی اُسپر البتہ رخصت قصر سے مدد نہین فرماتی اور اگر سفر کے باعث
دو ہون ایک مباح اور دوسرا ممنوع لیکن اگر باعث ممنوع نہوتا تب بھی باعث مباح نہ تھا اُسکو آمادۂ سفر کرتا
اور بلا شبہ اسکے لیے سفر کرتا تو اس صورت مین قصر درست ہی اور ظاہر کے صوفی جو شہرون مین پھرتے ہین اور
بجز پیر کے اور کوئی غرض نہین رکھتے انکو اس رخصت پر عمل کرنے مین اختلاف ہی اور مختار یہی ہی کہ درست ہی
چوتھی رخصت ظہر اور عصر کو اُن دونون کے وقتون مین اور مغرب اور عشا کو اُن دونون کی اوقات
مین ایک ساتھ پڑھنے کی ہی اور یہ رخصت بھی اُسی سفر مین جائز ہی جو طویل اور مباح ہو سفر قصیر مین اُسکے جواز مین
گفتگو ہی پھر اگر عصر کو ظہر کے وقت مین جمع کرے تو چاہیے کہ ظہر سے فارغ ہونے سے پیشتر ظہر اور عصر کے
اکٹھا کرنے کی نیت کرلے اور ظہر کے لیے اذان اور تکبیر دونون کہے اور فراغ ظہر کے بعد عصر کی تکبیر کہے
اور اگر تیمم سے پڑھتا ہو تو تکبیر سے پیشتر تیمم کرلے اور ظہر اور عصر مین اتنی ہی تاخیر کرے کہ تیمم اور تکبیر ہو سکے
زیادہ دیر نہ کرے اور اگر پیشتر عصر کو پڑھیگا تو جائز نہوگی۔ اور اگر ظہر کے فراغ سے پیشتر جمع کی نیت کی
بلکہ نماز عصر کی نیت کے وقت جمع کی نیت کی تو حنفی کے نزدیک درست ہی اور قیاس کی رو سے بھی
اسکی ایک وجہ ہی کیونکہ تقدیم نیت کے وجوب کی کوئی دلیل نہین شریعت نے جمع کو درست فرمایا ہی اور یہ صورت
بھی جمع ہی کی ہی اور چونکہ ظہر کو بموجب دستور کے پڑھ لیا اور عصر کو اُسکے وقت مین جمع کرنے کی رخصت ہی
تو نیت صرف عصر مین کافی ہونی چاہیے۔ پھر جب فرضون سے فارغ ہوے تو دونون نمازون کی سنتون
کو بھی جمع کرنا چاہیے عصر کے بعد تو کوئی سنت ہی نہین مگر ظہر کے بعد کی سنتین عصر کی نماز سے فارغ ہوکر
خواہ سوار پڑھے یا ٹھہر کر کیونکہ اگر ظہر کا دوگانہ سنت عصر سے پیشتر پڑھ لیگا تو ظہر اور عصر کے فرضون مین
پے در پے ہونا نہ رہیگا جو ایک صورت سے واجب ہی اور اگر دونون نمازون کے پیشتر کی رواتب ادا کرنا چاہیے

تو اس طرح پڑھے کہ پہلے چار سنتین قبل ظہر کے پھر چار قبل عصر کے پھر دوگانہ فرض ظہر پھر دوگانہ فرض عصر پھر ظہر کے بعد کی سنتون کا دوگانہ - اور چاہیے کہ سفر مین نفلین نہ چھوڑے اسلیے کہ جسقدر انکا ثواب جاتا رہیگا اُسقدر نفع نہ ملیگا علاوہ ازین شریعت نے نوافل مین تخفیف بہت کردی ہی کہ سواری پر ادا کرنا درست فرمادیا ہی تاکہ اپنے رفیقون سے نوافل کے باعث علیحدہ نہ رہجائے - اور اگر ظہر کو دیر کرکے عصر کے وقت مین جمع کرے تب بھی یہی صورت و ترتیب ملحوظ رکھے اور اسکی پروا نہ کرے کہ ظہر کے بعد کی سنتین عصر کے بعد مکروہ وقت مین پڑھ جائینگی اسلیے کہ جن نوافل کے لیے کوئی سبب ہی وہ اسوقت مین مکروہ نہین - اور مغرب اور عشا اور وتر مین بھی ایسا ہی کرے خواہ عشا کو مقدم کرکے مغرب کے وقت مین پڑھے یا مغرب کو تاخیر کرکے عشا کے وقت مین پڑھے اور دونون کے فرضون سے فارغ ہونے کے بعد سب نوافل کو جمع کرے اور سب سے آخر وتر پڑھے - اور اگر ظہر کا وقت نکلنے سے پیشتر دل مین اُسکے نماز کا خیال ہوا تو چاہیے کہ عزم کرلے کہ عصر کے ساتھ اُسکو جمع کرینگا یہی نیت جمع کی ہی اسلیے کہ یہ نیت ہوگی تو یا ترک ظہر کی نیت ہوگی یا عصر سے ظہر کو موخر کرنے کی نیت ہوگی اور یہ دونون باتین حرام ہین اور ان پر نیت کرنی بھی حرام ہی اور اگر ظہر کو یاد نہ کیا یہان تک کہ اُسکا وقت نکل گیا خواہ سونے کی جہت سے یا کسی اور شغل کے باعث سے تو اُسکو جائز ہی کہ ظہر کو عصر کے ساتھ ادا کرے اور اس صورت مین گناہگار نہوگا اس وجہ سے کہ سفر جیسا فعل نماز سے مشغول کردیتا ہی ویسا ہی نماز کی یاد سے بھی بعض اوقات غافل کردیتا ہی اور یہ بھی کہا جاسکتا ہی کہ ظہر ادا اُسی صورت مین واقع ہوگا کہ اُسکے وقت کے نکلنے سے پیشتر نیت اُسکے پڑھ لینے کی کرلی ہو مگر ظاہر تر یہ ہی کہ ظہر اور عصر دونون کے وقت کا مجموعہ سفر مین ان دونون نمازون کے لیے مشترک ہوگیا ہی تو اگر بلا نیت سابق بھی عصر کے وقت مین پڑھیگا تو ادا ہی واقع ہوگی اور یہین وجہ اگر حائضہ عورت سفر مین مغرب سے پیشتر طاہر ہوگئی تو اُسکو ظہر کی نماز بھی قضا کرنی پڑیگی جیسے عصر کی نماز کو قضا پڑھیگی اور اسی بنا پر یہ اعتراض پڑتا ہی کہ ظہر اور عصر کی نمازون مین ترتیب اور پیا پے پڑھنا شرط نہونا چاہیے حالانکہ تم کہتے ہو کہ اگر عصر کو پہلے پڑھ لیگا تو درست نہوگی اور اسکا جواب یہ ہی کہ ہرچند سب وقت دونون نمازون مین مشترک ہی مگر ظہر سے فارغ ہونے کے بعد کا وقت عصر کے لیے کیا گیا ہی تو اب بدون ظہر کے پڑھے عصر کیسے پڑھ سکتا ہی - اور مینھ کے عذر سے بھی جمع کرنا ان نمازون کا درست ہی جیسے سفر کے عذر سے جائز ہی - اور جمعہ کا ترک کرنا بھی سفر کی رخصتون مین سے ہی اور یہ سفر فرض نمازون سے متعلق ہی - اور اگر نماز عصر سفر مین پڑھ لی تھی اُسکے بعد اقامت کی نیت کی اور ہنوز وقت عصر باقی ہی تو اُسپر عصر کا ادا کرنا واجب ہی اور جو ادا کرچکا ہی وہ اُس صورت مین

کافی تھی کہ عذر صفر عصر کے وقت نکلنے تک باقی رہتا۔ پانچویں رخصت سواری کی حالت میں نفل پڑھنے کی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر نماز نفل پڑھا کرتے تھے چاہے وہ کدھر ہی کو جاتی ہو اور آپ نے وتر بھی سواری پر پڑھے ہیں اور جو شخص سواری پر نفل پڑھے وہ رکوع اور سجدہ میں اشارہ کرے اور سجدہ کے لیے رکوع کی نسبت کر زیادہ جھکے مگر ایسا جھکنا ضرور نہیں جس سے کوئی خطرہ درپیش ہو یا جانور کی شرارت کا خوف ہو اور اگر خوابگاہ میں نفل پڑھے تو رکوع سجدہ پورا کرے کہ وہاں قدرت پورا کرنے کی حالت باقی رہا قبلہ کی طرف متوجہ ہونا تو وہ نہ ابتدا نماز میں واجب ہے اور نہ اثنا نماز میں آخر تک بلکہ راستہ کا رخ قبلہ کا بدل ہے اب نمازی کو اختیار ہے چاہے تمام نماز میں قبلہ رخ رہے یا راستہ کی جانب متوجہ رہے کہ یہ ایسی جہت ہے کہ اسمیں ثابت رہیگا پس اگر سواری کو قصداً راستہ سے موڑیگا تو نماز باطل ہو جائیگی لیکن اگر قبلہ کی طرف موڑیگا تو درست ہے اور اگر بھولے سے موڑیگا تو اگر زمانہ کم ہوگا تو نماز نہ جائیگی اور اگر زیادہ عرصہ لگیگا تو اسمیں خلاف ہے۔ اور اگر سواری بھڑک کر خود راستہ سے منحرف ہوگئی ہو تو نماز نہ جائیگی کیونکہ ایسا بہت ہوا کرتا ہے اور اس صورت میں نمازی پر سجدہ سہو بھی نہیں کیونکہ بھڑکنا سواری کا نمازی کا کام نہیں بخلاف اس صورت کے کہ بھول کر موڑ دیا ہو کہ اسمیں سجدہ سہو اشارہ سے کرے چھٹی رخصت یہ ہے کہ پیادہ چلنے کی حالت میں سفر کے اندر نفل پڑھنی درست ہے اور رکوع اور سجدے کے لیے اشارہ کرے اور تشہد کے لیے بیٹھے نہیں اسلیے کہ اگر بیٹھنا پڑے تو رخصت سے کیا فائدہ ہوا اور پیادہ چلنے والے کا حکم یہی ہے جو سوار کا بیان ہوا مگر اتنا فرق ہے کہ چلتا آدمی اگر نفل پڑھے تو قبلہ رخ ہو کر تکبیر تحریمہ کرے کہ ایک لمحہ کے لیے راہ سے دوسری طرف کو منہ پھیرنا کچھ دقت نہیں بخلاف سوار کے کہ سواری کا پھیرنا گو بلا ہاتھ میں ہو خالی دقت سے نہیں علاوہ ازیں اگر نماز میں کئی پڑھنی ہوں تو ہر بار سواری کو متوجہ قبلہ کرنے میں بڑا حرج ہے اور چاہیے کہ اگر راہ میں نجاست تر ہو تو اسمیں نہ چلے اور اگر چلیگا تو نماز جاتی رہیگی بخلاف سوار کے کہ اگر سواری کے پانوں کے نیچے نجاست آجائیگی تو نماز باطل نہوگی۔ اور یہ لازم نہیں ہے کہ جو نجاستیں راستہ میں اکثر پڑی رہتی ہیں انسے بچنے کے واسطے تکلف کرے اور جو شخص کہ دشمن درندہ یا سیل سے بھاگنے والا ہو وہ نماز فرض سوار خواہ پیادہ اسی طرح پڑھ لے جیسے ہمنے نفل کا حال لکھا ہے۔ ساتویں رخصت افطار کی ہے کہ مسافر کو جائز ہے کہ سفر میں روزہ افطار کرلے لیکن اگر صبح کو مقیم تھا پھر سفر کیا تو اس دن کا روزہ پورا کرنا اسکو لازم ہے۔ اور اگر مسافر روزہ دار تھا پھر اقامت کی تو اب روزہ کا پورا کرنا واجب ہے اور اگر روزہ سفر میں افطار کر لیا تھا پھر اقامت کی تو باقی دن میں امساک واجب نہیں اور اگر مسافر روزہ کی نیت نہ کرے تو اسکو

روزہ کا پورا کرنا لازم نہین بلکہ جب چاہے افطار کرنا جائز ہی۔ اور روزہ رکھنا افطار سے بہتر ہی اور قصر کرنا
نماز کے تمام پڑھنے سے افضل ہی کہ خلاف کا شبہ نہین رہتا اور ایک وجہ روزہ کے افضل ہونے کی مسافر
کے حق مین یہ بھی ہی کہ اگر افطار کریگا تو اسکے ذمہ قضا لازم ہوگی اور ہو سکتا ہی کہ کسی وجہ سے قضا مشکل ہوجائے
تو یہ فرض ذمہ پر رہجائیگا ہان اگر روزہ اسکو ضرر کرتا ہو تو اس صورت مین افطار ہی افضل ہی۔ تو یہ سات
رخصتین ہوئین کہ تین سفر طویل سے متعلق ہین یعنے قصر نماز کرنا اور افطار کرنا روزہ کا اور موزون پر تین
دن رات مسح کرنا اور دو مطلق سفر سے متعلق ہین خواہ سفر طویل ہو یا قصیر یعنے جمعہ کا ساقط ہونا اور تیمم سے
نماز پڑھنے کے بعد اسکی قضا کا ساقط ہوجانا اور نماز نفل کو پیادہ پا چلتے ہوے یا سواری پر پڑھنے مین
اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ سفر قصیر مین بھی جائز ہی اور دو نمازون کے ایک ساتھ پڑھنے مین بھی خلاف ہی اور
ظاہر تر یہی ہی کہ یہ امر سفر طویل سے مخصوص ہی اور فرض نماز کو سواری پر اور چلتے ہوئے پڑھنا خوف کی
جہت سے سفر کی خصوصیت نہین رکھتا اسی طرح مردار کا کھانا اور پانی کے نہ ملنے کی صورت مین تیمم سے نماز کا
پڑھنا سفر سے مخصوص نہین بلکہ حضر اور سفر مین سے جسمین انکے اسباب پائے جائینگے انہی مین رخصت ہوجاتے
ہین اب اگر یہ کہو کہ مسافر کو ان رخصتون کا سیکھنا سفر سے پیشتر واجب ہی یا نہین تو اسکا جواب یہ ہی کہ اگر مسافر
پہلے سے نیت پختہ کرلے کہ مین مسح اور قصر اور جمع اور افطار نہ کرونگا اور سواری پر اور پیادہ چلتے ہوئے نفل
نہ پڑھونگا تو اسکو ان رخصتون کی شرطون کا جاننا ضرور نہین اسلیے کہ رخصت پر عمل کرنا اسپر واجب نہین مگر
تیمم کی رخصت کا علم ہونا ضرور ہی کہ یہ پانی کے نہ ملنے پر موقوف ہی اور پانی کا ملنا اسکے اختیار مین نہین ہان
اگر نہر کے کنارہ کنارہ جاتا ہوا دیکھتا ہو کہ انتہار سفر تک یقینا پانی باقی رہیگا یا راستہ مین کوئی عالم
ساتھ ہو کہ ضرورت کے وقت اس سے مسئلہ پوچھ لیگا تو البتہ سیکھنا ان مسائل تیمم کا حاجت کے وقت
تک ملتوی کرسکتا ہی اور جس صورت مین کہ گمان پانی کے نہ ملنے کا ہو اور ساتھ مین کوئی عالم مسئلہ بتانے والا
نہو تو سیکھنا ضرور ہی۔ اور اگر یہ کہو کہ تیمم کی حاجت نماز کے لیے ہوگی جسکا وقت ابھی تک داخل نہین ہوا تو
ایسی نماز کے لیے جسکا وقت ابھی نہین آیا اور ذمہ پر واجب نہین اور شاید واجب ہی نہو علم طہارت کیسے
واجب ہوگا تو اسکا جواب یہ ہی کہ جس شخص کے درمیان کعبہ سے فاصلہ ایک برس کی راہ کا ہو تو اسکو
حج کے مہینون سے پیشتر سفر کا شروع کرنا اور افعال حج کا سیکھنا لازم ہوتا ہی بشرطیکہ گمان غالب ہو کہ
اثنار راہ مین کوئی بتانے والا نہ ملیگا اسلیے کہ اصل زندہ رہنا اور انتہار سفر تک زندگی کا بنا رہنا ہی اور جو چیز
اس طرح کی ہوتی ہی کہ واجب تک بدون اسکے رسائی نہو تو وہ واجب ہوتی ہی اور جس چیز کی توقع ہو کہ ظاہر
مین بگمان غالب واجب ہوجائیگی اصل اسکی کوئی شرط ایسی ہو کہ اسکی تقدیم سے اس چیز تک

رسائی ہو تو اُس شرط کا سیکھنا بھی واجب ہوتا ہی جیسے حج کے وقت سے پیشتر اور اُسکے کرنے سے پہلے افعال حج کا سیکھنا ضروری ہوتا ہی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسافر کو سفر کرنا بدون اسقدر مسائل تیمم کے سیکھے حلال نہوگا اور اگر سب رخصتون پر عمل کرنے کی نیت پختہ ہو تو اُسپر سب رخصتون کا علم سیکھنا جسقدر ہمنے ذکر کیا ہی واجب ہی اسلیے کہ اگر اُسکو سفر کی رخصت کا حال معلوم نہوگا کہ جائز کیا بات ہی تو وہ اُسپر اقتصار کیسے کریگا اب اگر کہو کہ مسافر اگر بالفرض سواری پر اور پیادہ چلتے ہوے نفل نماز پڑھنے کی کیفیت نہ سیکھیگا تو اُسکا کیا نقصان ہی غایت یہ ہی کہ اگر مثلاً نفل پڑھیگا تو فاسد ہوگی تو نفل اُسکے ذمہ واجب نہین اگر فاسد ہوگئی تو کیا خرابی ہوئی پس اُسکے لیے غیر واجب چیز کا علم واجب کیسے ہوگا تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہ امر واجب ہی کہ نفل نماز کو فساد کی صفت پر نہ پڑھے جیسے بے وضو نفل پڑھنا اور نجاست کے ساتھ اور قبلہ کے سوا اور جانب کو رخ کرنا اور بدون نماز کی شرطون کے اتمام کے پڑھنا حرام ہی تو اس صورت مین اُن باتون کا سیکھنا جنسے نفل فاسد سے احتراز ہو اُسپر واجب ہی تاکہ مرتکب حرام کا نہو

یہان تک بیان اُن اشیاء کے سیکھنے کا ہوا جو سفرین مسافر خفیف ہوجاتی ہین

دوسری قسم وہ ہی کہ سفر کے سبب سے نئے وظیفے مسافر پر ہوجاتے ہین اور وہ قبلہ کا جاننا اور وقتون کا پہچاننا ہی اور ہرچند یہ باتین حضر مین بھی آدمی پر واجب ہین مگر حضر مین تو مسجدون کے رُخ سے تو قبلہ کے دریافت کرنے کی حاجت نہین ہوتی کہ سب کا اُسپر اتفاق ہوتا ہی اور موذن کی اذان سے وقت کی شناخت کی ضرورت نہین رہتی کہ وہ وقت کا لحاظ رکھتا ہی اور مسافر کو کبھی قبلہ کا حال معلوم نہین ہوتا اور کبھی وقت مشتبہ ہوجاتا ہی اسلیے اُسکو قبلہ اور وقت کی دلیلون کا جاننا ضروری ہی تو قبلہ کی دلیلین تو تین قسم کی ہین اول زمین کے اشیا مثلاً پہاڑون اور گانوون اور نہرون سے قبلہ پہچاننا دوم ہوائی جیسے شمالی اور جنوبی اور شرقی اور غربی ہواؤن سے حال دریافت کرنا سوم آسمانی مثلاً ستارون سے شناخت کرنی تو زمین اور ہوا کی علامتین ہر شہرون مین جدا جدا ہوتی ہین مثلاً بعض شہر ایسے ہین کہ اُنمین کوئی اونچا پہاڑ ہی اور معلوم ہی کہ قبلہ رُخ کھڑا ہونے سے وہ دہنے یا بائین یا آگے یا پیچھے پڑتا ہی تو اُسکو جان بوجھ لینا چاہیے اور یہی حال ہوا کا ہی کہ بعض مُلکون مین کبھی اُس سے سمت معلوم ہوجاتی ہی تو اُسکو سمجھے کہ اسطرح سمت قبلہ معلوم ہوسکتی ہی اور ہمسے ان اشیا کا پورا بیان نہین ہوسکتا کیونکہ ہر شہر اور ولایت کا جدا حکم ہی لیکن آسمانی علامتین دو طرح کی ہین ایک دن کی اور ایک رات کی دن کی علامت آفتاب ہی تو شہر سے نکلنے کے پیشتر امتحان کرے کہ زوال کے وقت آفتاب کہان ہوتا ہی آیا دونون ابرو کے بیچ مین رہتا ہی یا دہنی آنکھ پر یا بائین پر ہوتا ہی یا پیشانی کی جانب ان جگہون کی نسبت کر زیادہ

مائل ہی کیونکہ شمالی ممالک میں آفتاب انھیں جگہوں میں سے ایک نہ ایک پر رہا کرتا ہی تو جس طرح سے زوال کو پہچان جائیگا تو پھر قبلہ کو معلوم کرلے اُس دلیل سے جو ہم آگے لکھتے ہیں اسی طرح عصر کے وقت آفتاب کا موقع اپنے بدن سے ملحوظ رکھے کہ انھیں دونوں وقتوں کے دریافت کی حاجت ہوگی اور تین وقت تو ظاہری ہیں اور چونکہ سایہ بھی ہر ملک میں جداگانہ ہوا اسلیے اسکا بیان بھی کامل ممکن نہیں باقی رہا قبلہ کا حال تو وہ مغرب کے وقت تو غروب آفتاب سے معلوم ہو سکتا ہی اس طرح کہ اپنے شہر میں معلوم کرلے کہ غروب کی جگہ قبلہ رُخ آدمی سے کس جانب کو رہتی ہی اُسی سمت کو یاد کرلے اور عشا کے وقت قبلہ شفق سے معلوم ہو سکتا ہی اور صبح کے وقت مطلع سے پتا لگ سکتا ہی غرض کہ آفتاب سے گویا پانچوں وقت کا قبلہ دریافت ہو سکتا ہی مگر جاڑے اور گرمی میں کسی قدر مختلف ہوگا اسوجہ سے کہ طلوع و غروب کی جگہ بدلتی رہتی ہی گو دونوں طرف میں محدود رہی تو اسکو بھی سیکھ لینا چاہیے لیکن کبھی مغرب اور عشا کے پڑھنے کا اتفاق بعد شفق کے غائب ہونے کے ہوتا ہی تو اس صورت میں شفق سے اُسکا پتا لگنا ممکن نہیں بلکہ اسکے لیے اُس ستارہ کا لحاظ کرے جو قطب کے نام سے مشہور ہی کیونکہ وہ ایسا ستارہ ہی کہ اُسکی حرکت ظاہر نہیں ایک جگہ ثابت معلوم ہوتا ہی پس اُسکو دیکھ لینا چاہیے کہ قبلہ رُخ شخص کے پیچھے رہتا ہی یا داہنے شانہ پر یا بائیں پر اُن ممالک میں جو کہ عظمہ سے شمال کو ہیں اور جنوبی ملکوں میں مثل یمن وغیرہ کے متعلقات کے تو قبلہ رُخ شخص کے مقابل پڑتا ہی تو قطب کا حال سیکھ لے اور جو صورت اپنے شہر میں پاوے اُسی کی رعایت تمام راستہ میں رکھے لیکن جس صورت میں کہ مسافت بہت ہو تو وہاں آفتاب اور قطب کے موقع میں اور طلوع اور غروب کے مواقع میں اختلاف ہو جاتا ہی تو اُسکی تدبیر یہ ہی کہ جس بڑے شہر میں جائے اُس جگہ کے واقف کاروں سے دریافت کرلے یا مسجد جامع کے مقابل کھڑا ہو کر قطب کو خود دیکھ لے کہ کس سمت پر واقع ہوا تو جب ان دلائل کو سیکھ چکے تو اُنپر اعتماد کرے اور اگر معلوم ہو کہ قبلہ کی جہت چوک گئی کسی اور طرف کو نماز پڑھی تو چاہیے کہ نماز کو قضا کرے اور اگر اس طرح سے منحرف ہو کہ ٹھیک محاذی قبلہ کے نہیں رہا مگر جہت قبلہ سے نہیں نکلا تو قضا نماز اُسپر لازم نہوگی اور فقہا کا اسمیں خلاف ہی کہ کعبہ کی جہت مطلوب ہی یا اُسکی ذات اور بعض لوگوں پر یہ مضمون ہی مشتبہ رہا اس جہت سے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم یہ کہیں کہ عین کعبہ مطلوب ہی تو ممالک بعیدہ میں ٹھیک کعبہ کی طرف ہونا کیسے بن پڑیگا اور اگر یہ کہیں کہ جہت مطلوب ہی تو جو شخص مسجد حرام کے اندر کھڑا ہو کر جہت کعبہ کی طرف رُخ کرے اور بدن کعبہ کے مقابل نہو تو سب کے نزدیک اُسکی نماز درست نہیں اور جہت اور عین کے خلاف کے باب میں بہت سی لمبی تقریر کی ہی پس ضرور ہوا کہ اول یہ سمجھ لیا جائے کہ مقابلہ ذات کعبہ کا کس کو کہتے ہیں اور جہت کعبہ کے مقابل ہونے کے کیا معنی ہیں

تو عین کے مقابل ہونے کی تو یہ صورت ہی کہ نمازی ایسی جگہ مین کھڑا ہو کہ اگر اُسکی دونون آنکھون کے بیچ سے ایک سیدھا خط کعبہ کی دیوار تک کھینچا جائے تو وہ دیوار سے ملجائے اور اس خط کے دونون جانب دو زاویہ متساوی پیدا ہون یعنے جس نقطہ پر دیوار کے یہ خط ملے اُس نقطہ سے اگر دیوار پر خط کھینچین تو خط مذکور پر یہ خط عمود ہو جیسا کہ نقشہ اول مین بنایا گیا ہی اور نمازی کے کھڑے ہونے کی جگہ سے اگر خط نکالا جائے تو فرض کر لیا جاتا ہی کہ یہی اُسکی دونون آنکھون کے درمیان سے نکلا ہی یہ صورت تو عین کعبہ کے مقابل ہونے کی ہی اور جہت کعبہ کے مقابل ہونے کی صورت یہ ہی کہ دونون آنکھون کے درمیان سے

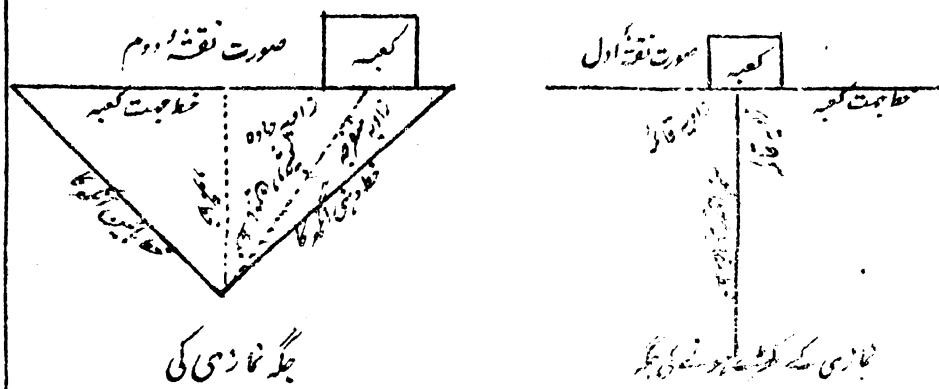

خط مستقیم کعبہ کی دیوار سے مل سکتا ہی مگر دونون جانب کے زاویے برابر نہین ہوتے کیونکہ زاویے جبھی برابر ہونگے کہ خط مذکور عمود ہو اور عمود کا نقطہ ایک ہی ہوگا اُسکے سوا جتنے نقطون مین اور آنکھ کے درمیان خط ملائے جائینگے اُنسے برابر زاویے پیدا نہونگے پس جس صورت مین کہ کعبہ خط عمود سے ہٹا ہوا ہوگا تو جو خط آنکھون سے اُس تک ملیگا اُس سے زاویے برابر نہونگے ایک چھوٹا اور ایک بڑا ہوگا اس صورت مین مقابلہ عین کعبہ کا نہ رہیگا بلکہ جہت کعبہ کا مقابلہ ہوگا اور خط جہتی اس طرح معلوم ہوتا ہی کہ فرض کیا جاوے کہ مصلی کی دہنی آنکھ سے ایک خط نکلے اور ایک بائین آنکھ سے اس طرح کہ اگر ان دونون کو آنکھ کی سمت مین کھینچین تو دونون مل کر زاویہ قائمہ بنجائین پھر ان دونون خطون کو کعبہ کے سحاری تک کھینچین یعنے دونون کو برابر اتنا کھینچین کہ اگر ان دونون مین خط ملایا جاوے تو وہ دیوار کعبہ کو مس کرتا گذرے اس خط کا نام جہت کعبہ اور اسکی وسعت اُسی قدر ہوگی جسقدر دوری مصلی کو کعبہ سے ہوگی اُسکی صورت نقشہ دوم مین بنی ہی جسقدر مصلی کعبہ سے دور ہوگا اُسی قدر اُسکا خط جہت بڑا ہوگا جب عین اور جہت کے معنے سمجھ چکے تو اب ہم کہتے ہین کہ فتوی ہمارے نزدیک اس طرح درست ہی کہ اگر کعبہ کا دیکھ لینا ممکن ہو تب تو عین کعبہ کا مقابل مطلوب ہی اور اگر دیکھنا دشوار ہو تو مقابل ہونا جہت کا کافی ہی دیکھنے کی صورت مین عین کا مقابلہ اس جہت سے مطلوب ہی کہ اُسپر اجماع ہی اور عدم معاینہ کے وقت جہت کے مقابل ہونے پر

قرآن اور حدیث اور صحابہ رض کا فعل اور قیاس دلالت کرتا ہے قرآن مجید کی دلالت اس آیت میں ہے۔ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ اسمیں شطر سے مراد ہے جہت چنانچہ جو شخص کعبہ کی جہت کے مقابل ہو اسکو عرب والے کہتے ہیں وَلّٰى وَجْهَهُ شَطْرَهُ یعنے اپنا منھ کعبہ کی جہت کو پھیر لیا اور حدیث میں جو روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کو ارشاد فرمایا مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ اور اہل مدینہ کی دہنی طرف مغرب اور بائیں ہاتھ مشرق پڑتی ہے پس اس حدیث میں جو فاصلہ کہ مغرب اور مشرق میں تھا اُس سب کو آپنے قبلہ ٹھہرا دیا حالانکہ کعبہ کی مساحت اس فاصلہ کو کافی نہیں البتہ جہت کعبہ کی کافی ہے تو معلوم ہوا کہ خط جہت کو قبلہ فرمایا اور یہی الفاظ حضرت عمر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہیں اور فعل صحابہ رض کا یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں مسجد قبا کے لوگ بیت المقدس کی طرف کو منھ اور کعبہ کو پشت کیے صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کیونکہ مدینہ منورہ دونوں کے درمیان میں ہے اتنے میں انسے کسی نے کہا کہ قبلہ بدل گیا اور کعبہ اُدھر کو ہو گیا تو وہ لوگ بدون کسی علامت کے پوچھے کعبہ کی طرف کو عین نماز میں پھر گئے اور انکے اس پھرنے پر کسی نے انکار نہ کیا اور انکی مسجد کا نام ذوقبلتین کی مسجد رکھا گیا اور اگر عین کعبہ مطلوب ہوتا تو مدینہ منورہ سے اسکی سیدھ بدون دلائل ہندسہ کے معلوم ہونی دشوار تھی جو نہایت غور و تامل سے معلوم ہوتی ہے تو اُن لوگوں نے فی البدیہہ نماز کے اندر تاریکی کی حالت میں اسکو کیسے جان لیا اور انکے اس فعل سے بھی جہت ہی معلوم ہوتی ہے کہ انھوں نے مکہ معظمہ کی نواح میں اور تمام بلاد اسلام میں مسجدیں بنائیں اور کہیں سمت قبلہ کے معلوم کرنے کے لیے کسی مہندس کو نہیں بلوایا حالانکہ عین کعبہ کا مقابلہ بدون نظر دقیق ہندسہ کے معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور قیاس یہ ہے کہ قبلہ رُخ ہونے اور مسجدوں کے بنانے کی حاجت زمین کی تمام طرفوں میں ہے اور بدون علوم ہندسہ کے مقابلہ عین کعبہ کا ممکن نہیں اور شریعت میں کہیں ذکر نہیں کہ ان علوم میں بحث کیجائے بلکہ اگر ہے تو ان علوم میں زیادہ تو غل کرنے سے توبیخ وارد ہے پھر ایسی صورت میں شریعت کا معاملہ اُس پر کیسے مبنی کیا جائیگا اس سے معلوم ہوا کہ مقابل ہونا جہت کا ضرورت کے سبب سے کافی ہے۔ اور جس صورت کو ہمنے لکھا ہے یعنے عالم کی جہتوں کا منحصر ہونا چار میں اُسکے صحیح ہونے کی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں قضاء حاجت کے آداب میں یہ ارشاد فرمایا کہ نہ قبلہ کو منھ کرو اور نہ پشت کرو بلکہ شرق کو منھ کرو یا غرب کو اور مدینہ مطہرہ میں قبلہ رُخ آدمی کی بائیں طرف مشرق اور دہنی طرف مغرب پڑتی ہے تو دو جہتوں سے منع فرمایا اور دو کی اجازت دی اس سے معلوم ہوا کہ کل جہتیں چار ہیں اور یہ کسی کے دل میں بھی نہیں آتا کہ عالم کی طرفیں چھ یا سات یا دس ہو سکتی ہیں بہرحال باقی طرفوں کا کچھ حکم نہیں بلکہ جہات اسی طرح

قولہ اور جس جگہ ہم ہو اگر وہ پھر دہنی بائیں کی طرف ۱۲

لہ مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے ترمذی و ابن ماجہ بروایت ابی ہریرہ رض لہ بروایت انس ۱۲ لہ بخاری و مسلم بروایت ابی ایوب ۱۲

رہتی ہین جیسے ہوا کے اعتبار مین ہون اور بنظر سرشت انسان کے اسکے لیے بظاہر چار ہی سمت ہین یعنے دہنے بائین آگے پیچھے اور شریعت کی بنا انھین جیسے اعتقادات ظاہری پر ہوا کرتی ہی تو معلوم ہوا کہ مقابلہ جہت ہی مطلوب ہی اور اسی کے دریافت مین کوشش آسان پڑتی ہی اور قبلہ کی علامتون کا سیکھنا بھی اسکے لیے دشوار نہین اور عین کا مقابل ہونا اس طرح ہوگا کہ اول مکہ معظمہ کا عرض خط استوا سے اور درجات طول کسی مقام خاص سے معلوم کرنا چاہیے پھر جسجگہ نمازی کھڑا ہی اُس مقام کا طول و عرض دریافت کرنا چاہیے پھر آپس مین مقابلہ کیا جائے اور خط نمودی کے لیے آلات و اسباب بہت سے درکار ہین حالانکہ شریعت کی بنا اُنپر یقیناً نہین۔ غرض کہ قبلہ کی دلیلون مین سے جس قدر سیکھنا چاہیے وہ یہی ہی کہ آفتاب کے نکلنے اور غروب ہونے کی جگہ اور زوال کی کیفیت اور عصر کے وقت وہ کہان ہوتا ہی اُسکا حال دریافت ہو جائے تو اس قدر سیکھ لینے سے وجوب ساقط ہو جائیگا۔ اب اگر یہ پوچھو کہ مسافر اگر بدون ان باتون کے سیکھے سفر کرے تو وہ گناہگار ہوگا یا نہین۔ تو اسکا جواب یہ ہی کہ اگر اُس راستہ مین گانون پاس پاس پڑتے ہون جنمین مسجدین بنی ہون یا اُسکے ساتھ کوئی قبلہ کی علامتون کا واقف کار ہو جسکے عادل اور تجربہ کار ہونے پر اعتماد ہو تب تو گناہگار نہوگا اور اگر ان باتون مین سے کوئی بھی نہوگی تو البتہ گناہگار ہوگا کہ قبلہ کا متوجہ ہونا تو اُسکو پیش ہی ہونے والا تھا اور قبلہ رُخ ہونا واجب ہی تو اُسکا علم پہلے سے کیون نہ سیکھا تو اُسکا حال ایسا ہی ہوگیا جیسے مثلاً پانی نہ ملے اور پہلے سے مسئلہ تیمم کا نہ سیکھے اور نماز نہ پڑھے تو اس صورت مین بھی تیمم کے نہ سیکھنے سے گناہگار ہوگا۔ پھر اگر ان علامات کو سیکھ لیا اور راہ مین بباعث ابر سیاہ کے قبلہ کا حال معلوم نہوا یا بالکل سیکھا ہی نتھا اور راہ مین کوئی ایسا نہ ملا جسکی تقلید کرتا تو ایسی صورت مین اُسپر واجب ہی کہ وقت پر نماز اپنے طور پر پڑھ لے پھر اُسکی قضا کرے خواہ ٹھیک پڑھی ہو یا اور کسی طرف کو۔ اور اندھے آدمی کو بجز تقلید کے اور کوئی چارہ نہین تو جس شخص کو دین اور عقل مین معتمد جانے اُسکی تقلید کرے بشرطیکہ قبلہ کے حال دریافت کرنے مین کوشش کرتا ہوا اور اگر قبلہ سب کو معلوم ہو تو اندھے کو جائز ہی کہ جو نیکبخت اُس سے حضر یا سفر مین رُخ بتلاوے اُسکے قول پر اعتماد کرے اور اندھے اور جاہل آدمی کو ایسے قافلہ مین سفر کرنا جائز نہین جسمین کوئی قبلہ پہچاننے والا نہ ہو جیسے عامی آدمی کو ایسی بستی مین رہنا درست نہین جسمین کوئی فقیہ نہ ہو کہ شریعت کا حال مفصل جانتا ہو بلکہ اُس بستی سے ایسی جگہ ہجرت کرنی لازم ہی جہان کوئی اُسکو دین کی تعلیم کرے اور یہی حال ہی اگر شہر مین فاسق فقیہ کے سوا دوسرا عالم نہو تو اس صورت مین بھی ہجرت لازم ہی اسلیے کہ فاسق کے فتوے پر اعتماد جائز نہین بلکہ فتوے کے قبول کے لیے عدالت شرط ہی جیسا کہ روایت مین ہی اور اگر ایسا

شخص فقیہ ہو جسکا حال عدالت اور فسق کا مخفی ہو تو اگر عادل شخص عالم نہ ملے تو اُس مستور کا قول قبول کرنا جائز ہو اسلیے کہ شہروں مین مسافر سے نہین ہو سکتا کہ مفتیون کی عدالت تحقیق کرتا پھرے پس اگر اُسکو حریر پہنے دیکھے یا ایسا کپڑا اُسکے بدن پر ہو جسمین ریشم غالب ہو یا سونے کے زین پر سوار ہو تو ایسی صورت مین وہ کھلا فاسق ہو اُسکے قول کا ماننا ممتنع ہو اُسکے سوا دوسرے کو تلاش کرکے اُس سے مسئلہ پوچھے اور اسی طرح اگر اُسکو بادشاہ کے دسترخوان پر کھاتا دیکھے جسکا اکثر مال حرام ہو یا اُس سے روزینہ خواہ انعام لیتا ہو اور یہ تحقیق نہین کرتا کہ یہ حلال کا ہو یا نہین تو یہ باتین بھی فسق کی ہین اور عدالت مین خلل ڈالتی ہین اور فتوے کے قبول کرنے اور روایت اور گواہی کی مانع ہین۔ اور یہ پانچون وقتون کا پہچاننا سفر مین ضروری ہو تو ظہر کا وقت زوال پر داخل ہوتا ہو اور ہر شخص کا سایہ آفتاب کے نکلنے کے بعد مغرب کی طرف کو لمبا ہوا کرتا ہو پھر جسقدر دن چڑھتا جاتا ہو وہ سایہ کم ہوتا جاتا ہو زوال کے وقت تک پھر پورب کی طرف کو بڑھنا شروع ہوتا ہو اور غروب تک بڑھتا رہتا ہو تو دوپہر کے قریب مسافر ایک جگہ خواہ خود کھڑا ہو جائے خواہ ایک لکڑی سیدھی دھوپ مین گاڑدے اور اُسکے سایہ کے سرے پر کچھ نشان کردے پھر ایک ساعت کے بعد اُس سایہ کو دیکھے اگر وہ نشان سے کم ہو گیا ہو تو ابھی ظہر کا وقت نہین آیا اور اگر بڑھنے لگا ہو تو ظہر کا وقت آگیا اور ایک طریق اُسکے پہچاننے کا یہ ہو کہ اپنے شہر مین جس موذن کی اذان پر اعتماد ہو اُسکی اذان کے وقت اپنا سایہ ناپ لے اگر مثلاً تین قدم اپنے قدم سے ہو تو سفر مین جسوقت سایہ تین قدم ہو کر زیادہ ہونے لگے اُسوقت نماز پڑھ لے اور جب ساڑھے تو قدم سایہ ہو اُسوقت عصر کا وقت داخل ہو گا کیونکہ ہر شخص کا سایہ اُسکے قدم سے ساڑھے چھ قدم تخمیناً ہوتا ہو اور سایہ اصلی مثلاً تین قدم تھا تو ساڑھے نو پر ایک مثل ہو جائیگا۔ پھر اگر سفر گرمیون کے سب سے بڑے دن کے بعد شروع کیا ہو گا تو سایہ زوال ہر روز کسی قدر زائد ہوتا جاویگا اور اگر جاڑون کے سب سے چھوٹے دن کے بعد کیا ہو گا تو سایہ ہر روز کم ہوتا جائیگا اور زوال کے پہچاننے کا عمدہ طریق یہ ہو کہ مسافر اپنے ساتھ میزان زوال رکھے اور اس آلہ سے ہر وقت سایہ کے بدلنے کو سیکھ لے۔ اور اگر زوال کے وقت سورج کا حال پہلے سے جانتا ہو کہ قبلہ رُخ آدمی کے فلان موقع پر ہوتا ہو تو سفر مین اگر ایسی جگہ ہو گا جہان قبلہ کسی اور علامت سے معلوم ہو تو اُس جگہ زوال کا معلوم ہو جانا ممکن ہو کہ جب قبلہ رُخ ہو کر آفتاب کو موقع مذکور پر پاوے معلوم کرلے کہ زوال کا وقت ہو گیا۔ اور مغرب کا وقت آفتاب کے غروب سے ہوتا ہو اور جس صورت مین کہ پہاڑون کے سبب سے غروب کی جگہ نظر نہ آوے تو مشرق کی طرف سیاہی پر غور کرے جب سیاہی مشرق کے افق سے ایک نیزہ اونچی ہو جاوے اُسی وقت

مغرب کا وقت ہوجاتا ہی - اور عشا کا وقت شفق کی سرخی کے غائب ہونے سے ہوتا ہی اور اگر پہاڑون کی آڑ سے شفق کا حال معلوم نہو تو یہ خیال کرے کہ جب چھوٹے ستارے کثرت سے نکل آوین تو جان لے کہ شفق نہین رہی کیونکہ وہ سرخی کے غائب ہونے کے بعد ہی ظاہر ہوا کرتے ہین - اور صبح کا وقت اسطرح معلوم کرے کہ اول ایک روشنی لمبی مثل بھیڑیے کی دم کے مشرق کی جانب پیدا ہوتی ہی اور افق سے کچھ اسکی علامت نہین ہوتی وہ صبح جھوٹی ہوتی ہی اسکا کچھ اعتبار نہین پھر کچھ عرصہ گذرنے کے بعد ایک سفیدی چوڑی ظاہر ہوتی ہی کہ اسکا معلوم کرنا آنکھ سے دشوار نہین اسلیے کہ ظاہر ہوتی ہی اور افق تک ہوتی ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح ایسی نہین ہوتی اور دونون ہتیلیون کو ملا دیا بلکہ صبح ایسی ہوتی ہی اور ایک سبابہ کو دوسری پر رکھ دیا اور دونون کو کھول دیا اسمین اشارہ فرمایا کہ وہ عریض اور پھیلی ہوئی ہوتی ہی اور بعض اوقات صبح پر منزلون سے استدلال کیا کرتے ہین اور یہ صورت تخمین کی ہی نہ تحقیق کی اسلیے اسمین اعتماد مشاہدہ پر کرے یعنی جب عرض مین روشنی پھیلی دیکھے جان لے کہ صبح ہوگئی - اور یہ جو کچھ لوگون نے کہا ہی کہ صبح آفتاب کے طلوع سے چار منزل پیشتر نکلتی ہی یعنی قریب ایک پہر کے تو یہ غلطی ہی اسلیے کہ اسوقت فجر کاذب ہوتی ہی اور تحقیق والون کے نزدیک صبح صادق آفتاب کے طلوع سے دو منزل پیشتر ہوتی ہی اور یہ بھی تخمینی بات ہی قابل اعتماد نہین اسلیے کہ بعض منزلین پھیلی ہوئی اور ترچھی نکلتی ہین اُنکے طلوع کا زمانہ کم ہوتا ہی اور بعض سیدھی نکلتی ہین تو اُنکے طلوع کا زمانہ دراز ہوتا ہی اور یہ امر ہر ملک مین مختلف ہوتا ہی جسکا ذکر کرنا طول کلام چاہتا ہی ہان منازل سے اتنا فائدہ ہوتا ہی کہ صبح کا قریب ہونا اور دیر مین ہونا معلوم ہوجاتا ہی لیکن یہ نہین ہوسکتا کہ ابتدا وقت صبح کو دو منزل کہ دین حاصل یہ کہ جب آفتاب کے نکلنے تک چار منزل رہین تو اُنمن سے ایک منزل تو قطعاً صبح کاذب کی ہی اور جب دو منزل کے قریب طلوع آفتاب کو رہجاتی ہین تو اسوقت یقیناً صبح صادق ہوجاتی ہی اب ان دونون صبحون کے بیچ مین بقدر دو تہائی ایک منزل کے وقت مشکوک رہتا ہی کہ معلوم نہین ہوتا کہ صبح کاذب کا حصہ ہی یا صبح صادق کا اور یہ وقت وہ ہی جسمین سفیدی کا ظہور اور انتشار شروع ہوتا ہی اور ابھی پھیلتا نہین تو اسوقت سے روزہ دار کو چاہیے کہ سحر کھانی موقوف کرے اور شب بیدار نماز وتر کو وقت مذکور سے پہلے پڑھ لے اور جبتک یہ وقت گذر نہ جائے تب تک صبح کی نماز نہ پڑھے جب وقت یقینی شروع ہو اسوقت نماز پڑھے اور اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ ایک وقت معین ٹھیک ایسا معلوم کرلے کہ اسمین سحر کے لیے پانی پیئے اور معاً اسکے بعد ہی بلا مہلت نماز صبح ادا کرے تو یہ بات آدمی کی قوت مین

نہین بلکہ مہلت ضرور ہی کیونکہ اعتماد آنکھ سے دیکھنے پر ہی اور آنکھ سے دیکھنے پر اعتماد وہبھی ہی کہ روشنی عرض مین پھیل جاے اور زردی کا آغاز شروع ہو جاے اور اس باب مین بہت لوگون نے غلطی کی ہی وہ وقت سے پہلے ہی نماز پڑھتے ہین اور ہمارے قول کی صحت پر یہ حدیث دال ہی جو ابو عیسی ترمذی نے اپنی کتاب جامع ترمذی مین طلق بن علی رضہ سے مسنداً روایت کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھاؤ اور پیو اور چاہیے کہ تمکو روشنی اوپر چڑھنے والی مضطر نہ کرے اور کھاؤ اور پیو یہان تک کہ تمھارے لیے سرخی پھیل جاے تو یہ حدیث سرخی کے لحاظ کرنے مین صریح ہی اور ابو عیسی رح نے فرمایا کہ اس باب مین عدی ابن حاتم اور ابی ذر اور سمرہ بن جندب سے بھی مروی ہی اور یہ حدیث حسن غریب ہی اور اسپر عمل اہل علم کے نزدیک ہی اور حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ کھاؤ اور پیو جبتک روشنی لمبی رہے اس سے معلوم ہو کہ زردی کے ظہور کے سوا اور چیز پر اعتماد نہ کرنا چاہیے اور وہی گویا آغاز سرخی کی ہوتی ہی اور مسافر کو ضرورت اوقات کے پہچاننے کی اسلیے ہوتی ہی کہ بعض اوقات کوچ سے پیشتر نماز پڑھ لینی چاہتا ہی تاکہ راہ مین سواری سے اترنا یا ٹھہرنا نہ پڑے یا یہ چاہتا ہی کہ نماز سونے سے پیشتر ادا کر کے جلدی سے آرام کرے پس اگر اول وقت کی فضیلت سے قطع نظر کر کے تھوڑی کلفت اترنے کی اور دیر کر سونے کی اپنے نفس پر گوارا کرے اور یقینی وقت مین نماز پڑھے تو اوقات سیکھنے کی ضرورت بھی نہ رہے اسلیے کہ وقت اوقات کی ابتدا کا حال معلوم کرنے کی ہی کہ اول وقت کونسا ہی اور درمیانی اوقات تو ہر شخص نمازی جانا کرتا ہی۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَّ آخِرًا وَّ ظَاہِرًا وَّ بَاطِنًا وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ عَبْدٍ مُصْطَفٰی

آٹھوان باب سماع یعنی راگ اور وجد کے آداب مین

ربائی اسرار دلی راگ سے ہوتے ہین عیان ہی راگ غذاے روح ہر یک انسان مہ
شرطون کے موافق سنو گر تو اُس سے ؛ حاصل یہی ہوتا ہی نفاق اور عصیان

واضح ہو کہ جیسے لوہے اور پتھر مین آگ مخفی رہی ہین یا جیسے پانی کے نیچے مٹی چھپی ہی اسی طرح دلون کے اور بلکہ جواہر اور اسرار اُنمین پوشیدہ ہین اور اُنکے اظہار کی تدبیر راگ سے بہتر کوئی نہین دلون کی طرف راستہ بجز کان کے معدوم ہی نغمات موزون اور لذیذ اُنکے اندر کے راز ظاہر کرتے ہین خواہ بُرے ہون یا بھلے کیونکہ دل کا حال بھرے برتن کا سا ہی کہ جب چھلکاؤ گے تو وہی نکلیگا جو اُسمین بھرا ہی اسی طرح آگ بھی دلون کے حق مین سچی کسوٹی ہی جب اُس سے دلون کو حرکت ہو گی تو اُنسے وہی باتین ظاہر ہونگی جو اُنپر غالب ہین اور راز انجا کہ دل بالطبع راگ کے مطیع ہین یہان تک کہ اُسکے سبب سے اپنی بُرائی بھلائی سب ظاہر کر دیتے ہین تو ضرور ہوا کہ سماع اور وجد کو مشرح ذکر کیا جاے

اوران دونون کے فوائد و آفات اور آداب وہیئات اور علما کا اختلاف اس باب مین کہ یہ ممنوع ہین یا
مباح بتفصیل بیان ہو اور ہم ان امور کو دو فصلون مین ذکر کرتے ہین

پہلی فصل راگ کے مباح ہونے مین علما کے اختلاف کا ذکر اور جوبات کہ اس باب مین حق ہی - اور اسمین چار بیان ہین - واضح ہو کہ اول راگ ہوتا ہی اور اُس سے دل پر ایک حالت ہوتی ہی جسکو وجد کہتے ہین اور وجد کے سبب سے اعضا کو حرکت ہوتی ہی وہ اگر غیر موزون ہوتی ہی تو اُسکو اضطراب کہتے ہین اور اگر موزون ہوتی ہی تو تال اور ناچ نام ہوتا ہی اب ہم اول راگ کا حکم لکھتے ہین اور جتنے اقوال مختلف اس باب مین ہین اُنکو نقل کرتے ہین پھر راگ کی اباحت کا ذکر کرینگے اور سب سے آخر مین اُن لوگون کی حجت کا جواب دینگے جو اُسکی حرمت کے قائل ہین

پہلا بیان علما اور صوفیون کے اقوال راگ کی حلت و حرمت مین - قاضی ابوطیب طبری نے امام شافعی اور امام مالک اور امام اعظم اور سفیان ثوری اور دوسرے بہت علما سے ایسے الفاظ نقل کیے ہین جن سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ سب راگ کی حرمت کے قائل تھے - اور امام شافعی رح نے کتاب ادب القضا مین فرمایا ہی کہ گانا ایک بُرا کھیل ہی باطل کی طرح کا جو شخص اُسکا مرتکب زیادہ ہو وہ بیوقوف ہی اُسکی گواہی نہ مانی جاے اور قاضی ابوطیب نے فرمایا ہی کہ اصحاب شافعی کے نزدیک ایسی عورت سے سننا جو مرد کی محرم ہو کسی حال مین درست نہین خواہ وہ کھلی ہو یا پردہ کی آڑ مین اور آزاد ہو یا لونڈی اور حضرت امام شافعی رح نے فرمایا ہی کہ جب لونڈی کا مالک لوگون کو اُسکے گیت سننے کے لیے جمع کرے تو وہ سفلہ ہی اُسکی گواہی نہ مانی جائیگی اور یہ بھی اُنھین سے منقول ہی کہ آپ لکڑی وغیرہ سے گت لگانی بُری جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ زندیقون کی ایجاد کی ہوئی ہی تاکہ اُسکے باعث قرآن سے غافل ہو جائین اور امام شافعی رح یہ بھی فرماتے ہین کہ نرد سے کھیلنا زیادہ مکروہ ہی بہ نسبت ملاہی کے دوسری چیز سے کھیلنے کے چنانچہ حدیث سے معلوم ہوتا ہی اور مین شطرنج کھیلنا پسند نہین کرتا اور جن چیزون سے لوگ کھیلتے ہین مین سب کو مکروہ جانتا ہون کیونکہ کھیلنا دین اور مروت والون کا کام نہین - اور امام مالک رح نے راگ سے منع فرمایا اور فتوی دیا کہ جب کوئی لونڈی خریدے اور معلوم ہو کہ یہ گانے والی ہی تو مشتری کو جائز ہی کہ اُسکو واپس کردے اور یہی مذہب تمام اہل مدینہ منورہ کا ہی بجز ایک شخص تنہا ابراہیم بن سعد کے - اور امام ابوحنیفہ رح ان ملاہی کو سب کو بُرا جانتے تھے اور راگ سننے کو گناہ فرماتے تھے اور یہی حال تمام اہل کوفہ سفیان ثوری اور حماد اور ابراہیم اور شعبی وغیرہم کا ہی - یہ سب اقوال ابوطیب طبری نے نقل کیے ہین اور ابوطالب کی رح نے بہت لوگون سے اباحت راگ کی نقل کی ہی اور فرمایا ہی کہ صحابہ کرام مین سے عبداللہ بن جعفر

اور ابن زبیر اور مغیرہ بن شعبہ اور معاویہ رضہ وغیرہم نے سنا ہی اور بہت سے سلف صالحین صحابہ و تابعین نے اُسکو سنا ہی اور یہ بھی ذکر کیا ہی کہ ہمارے نزدیک مکہ کے اندر ہمیشہ حجاز والے برس کے افضل دنون مین سماع سنتے چلے آتے ہین اور وہ ایسے چند روز ہین جن مین اللہ تعالے نے اپنے بندون کو ذکر کا حکم فرمایا ہی جیسے ایام تشریق ہین اور مکہ معظمہ والون کی طرح مدینہ مطہرہ والے ہمیشہ راگ سنتے رہے ہمارے اس زمانہ تک چنانچہ ہمنے ابو مروان قاضی کو دیکھا کہ اُنکے پاس چند لونڈیان گانے والی تھین جنکو صوفیون کے لیے رکھچھوڑا تھا وہ لوگون کو راگ سنایا کرتی تھین اور حضرت عطا رح کے پاس دو لونڈیان گانے والی تھین اُنکے دیدہ اُنکا راگ سنا کرتے تھے اور یہ بھی ابو طالب کا قول ہی کہ ابو الحسن بن سالم رح سے کسی نے پوچھا کہ تم راگ کا کیسے انکار کرتے ہو حالانکہ حضرت جنید اور سری سقطی اور ذوالنون رح راگ سنا کرتے تھے انھون نے کہا کہ مین اُسکو کیسے انکار کرون کہ مجھ سے بہتر شخصون نے اُسکو جائز کہا ہی اور سنا ہی چنانچہ عبداللہ بن جعفر طیار سنا کرتے تھے اور صرف انکار لہو اور لعب کا راگ مین کیا کرتے تھے اور یحیی بن معاذ رح سے مروی ہی کہ انھون نے فرمایا کہ تین چیزین ہمسے جاتی رہین اور اب وہ ہمکو ہمیشہ کم ہی ہوتی نظر آتی ہین اول خلوصورت ہونا مع محفوظ رہنے کے دوم خوبی گفتار مع دیانت کے سوم بھائی بندی وفا کے ساتھ اور مین نے یہی قول بعینہ بعض کتابون مین حارث محاسبی رح سے منقول دیکھا ہی اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ حارث محاسبی باوجود اپنے زہد اور محافظت اور دین مین جد و جہد و آمادگی کے راگ کو جائز جانتے تھے اور ابن مجاہد کا دستور تھا کہ دعوت جبھی منظور کرتے تھے کہ اُسمین راگ بھی ہو۔ اور کسی بزرگ سے منقول ہی کہ ایکبار ہم ایکدعوت مین گئے جس مین ابو القاسم منیع کے نواسے اور ابو بکر بن ابی داؤد اور ابن مجاہد اور دوسرے اُنکے ہمسر تھے اتنے مین راگ موجود ہوا ابن مجاہد نے منیع کے نواسے کو ترغیب شروع کی کہ ابن ابی داؤد کو راگ سننے کو کہو ابن ابی داؤد نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے نقل کی ہی کہ حضرت امام احمد بن حنبل رح راگ کو بُرا جانتے تھے اور میرا باپ بھی اُسکو بُرا سمجھتا تھا اور مین اپنے باپ ہی کے مذہب پر ہون اور ابو القاسم نے کہا کہ میرے نانا احمد بن منیع نے مجھسے بیان کیا صالح بن احمد سے کہ اُنکا باپ ابن حنبل رح راگ کا قول سنا کرتا تھا ابن مجاہد ابن ابی داؤد سے کہا کہ تم تو اپنے باپ کے قول سے مجکو معاف کرو اور ابو القاسم سے کہا کہ تم اپنے نانا کے قول سے مجکو معاف رکھو پھر ابو بکر کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ اگر کوئی ایک شعر پڑھے تو کیا وہ تمھارے نزدیک حرام ہی ابن ابی داؤد رح نے کہا کہ نہین پھر پوچھا کہ اگر وہ شخص پڑھنے والا خوش آواز ہو تو اُسپر شعر پڑھنا حرام ہو جائیگا اُنھون نے کہا نہین پھر پوچھا کہ اگر شعر کو ایسی طرح پڑھے کہ جو ممدود حرف تھا وہ مقصور ہو جاوے اور مقصور ممدود تو کیا اُسپر

حرام ہوگا ابوبکر نے کہا کہ مین ایک شیطان پر تو غالب ہی نہین آیا اب دو پر کیسے غالب ہون اور ابوالخیر عسقلانی اسود جواد لیا مین سے تھے راگ سنتے تھے اور بیہوش ہو جاتے تھے اور سماع کے باب مین ایک کتاب لکھی ہے اسمین منکرون پر رد کیا ہے اور بہت سے لوگون نے منکرون کے اقوال کے رد مین کتابین لکھی ہین اور کسی بزرگ سے منقول ہے کہ مین نے خضر علیہ السلام کو دیکھا اور ان سے عرض کیا کہ آپ اس راگ کے باب مین کیا فرماتے ہین جسمین ہمارے اصحاب اختلاف کرتے ہین انھون نے فرمایا کہ وہ بے ضرورت اور حرام ہے کہ بجز غالبون کے قدم کے اسپر کوئی نہین جمتا۔ اور ممشاد دینوری رح نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور عرض کیا کہ اس راگ مین سے آپ کچھ برا جانتے ہین آپ نے ارشاد فرمایا کہ مین اسمین سے کچھ برا نہین جانتا مگر اتنے کہدینا کہ اس سے پیشتر قرآن پڑھا کرین اور ختم کے بعد قرآن ہی پر تمام کیا کرین۔ اور ظاہر ہین بلال ہمدانی وراق جو علما مین سے تھے کہتے ہین کہ مین مسجد جامع حدیہ مین سمندر کے کنارہ پر معتکف تھا کہ ایک روز ایک جماعت کو دیکھا کہ مسجد کے ایک گوشہ مین کچھ گا رہے ہین اور سنتے ہین مین نے دل مین برا جانا اور کہا کہ خدا تعالے کے گھر مین شعر پڑھتے ہین پس اسی رات مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ اسی گوشہ مین بیٹھے ہین اور آپ کے برابر حضرت صدیق اکبر ہین اور حضرت صدیق کچھ شعر پڑھتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہین اور وجد کی سی حالت مین ہو کر اپنا دست مبارک سینہ شریف پر رکھتے ہین مین نے اپنے دل مین کہا کہ مجکو نہین مناسب تھا کہ جو لوگ اشعار سن رہے تھے انکو برا جانون یہان تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہین اور حضرت صدیق سنا رہے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ هٰذَا حَقٌّ بِحَقٍّ یا یون فرمایا کہ حَقٌّ مِنْ حَقٍّ مجکو صحیح یاد نہین رہا کہ کونسا لفظ فرمایا۔ اور حضرت جنید رح نے فرمایا کہ اس جماعت پر تین جمعون مین رحمت اترتی ہے ایک کھانے کے وقت اسلیے کہ بدون فاقہ کیے یہ لوگ نہین کھایا کرتے دوم باہم ذکر کرنے کے وقت کیونکہ بجز صدیقون کے مقامون کے اور کسی چیز کا ذکر نہین کرتے سوم راگ سننے کے وقت اسوجہ سے کہ اسکو وجد کے ساتھ سنتے ہین اور حق کے ساتھ سنتے ہوتے ہین۔ اور ابن جریج سے منقول ہے کہ وہ راگ سننے کی اجازت دیا کرتے تھے کسی نے انسے پوچھا کہ قیامت کے روز راگ آپکے حسنات مین ہوگا یا منجملہ سیئات فرمایا کہ نہ حسنات مین ہوگا نہ سیئات مین اسلیے کہ لغو کے مشابہ ہے اور اللہ تعالے فرماتا ہے لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِیْ اَیْمَانِکُمْ یہ اقوال راگ کے باب مین منقول ہین اور جو شخص تقلیدین حق کا طالب ہوتا ہے جب وہ سب اقوال کو دیکھتا ہے تو بعض اوقات ایک دوسرے کے معارض

پاکر حیران رہجاتا ہی یا جدھر کو رغبت طبع دیکھی اُسطرف مائل ہوجاتا ہی اور یہ امر نقصان مین داخل ہی بلکہ چاہیے کہ حق کو حق کے طور پر طلب کرے یعنی جتنی باتین اُسمین ممنوع یا مباح معلوم ہون ہر ایک کا حال دریافت کرے تاکہ انجام کو امر حق واضح ہوجاوے جیسا ہم ذکر کرتے ہین

دوسرا بیان سماع کے مباح ہونے کی دلیل مین سمجھنا چاہیے کہ جو شخص راگ کو حرام کہتے ہین اُسکے یہ معنے ہین کہ خدای تعالی اُسپر عذاب کریگا اور یہ بات ایسی نہین کہ صرف عقل سے معلوم ہوجاوے بلکہ اسکے لئے دلیل نقلی چاہیے اور شرعیات منحصر ہی نص مین اور قیاس مین جو منصوص چیز پر کیا جاوے اور نص سے ہماری غرض وہ بات ہی جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول یا فعل سے ظاہر فرمایا ہو اور قیاس سے وہ معنے مراد ہین جو آپکے الفاظ اور افعال سے سمجھ مین آتے ہون پس اگر کسی چیز مین نہ نص ہو نہ قیاس راست آتا ہو تو اُس چیز کی حرمت کا قول باطل ہی بلکہ وہ چیز دوسرے مباحات کی طرح متصور ہوگی کہ اُسکے فعل مین کچھ حرج نہین اب راگ کو جو ہم دیکھتے ہین تو اُسکی حرمت پر نہ تو کوئی نص دلالت کرتا ہی اور نہ قیاس چنانچہ یہ امر بیان چہارم سے بایہ وضوح کو پہونچیگا جس مین ہمنے قائلین حرمت کی دلیلون کا جواب لکھا ہی اور جب اُنکی دلیلون کا جواب پورا ہوجاویگا تو اباحت کے لیے یہ طریق کافی ہوگا مگر یہان دوسرا طریق ہم بیان کرتے ہین اور کہتے ہین کہ نص اور قیاس دونون راگ کے مباح ہونے پر دلالت کرتے ہین قیاس تو اسطرح ہی کہ راگ مین کئی باتین مجتمع ہین تو چاہیے کہ اول اُن باتون کو جدا جدا دیکھین پھر مجموعہ کا لحاظ کرین یعنی راگ کیا ہی کہ سننا آواز خوش اور موزون کا جسکے معنے سمجھ مین آوین اور دل کو حرکت دین تو اس تعریف مین وصف عام آواز خوش ہی پھر اسکی بھی دو قسمین ہین ایک موزون اور ایک غیر موزون اور موزون بھی دو قسم ہی ایک وہ کہ سمجھ مین آوے جیسے اشعار ہوتے ہین اور ایک وہ کہ سمجھ مین نہ آوے جیسے جمادات اور حیوانات کی آوازین ہین پھر خوش آوازون کا سُننا یا بااعتبار اچھا ہونے کے ایسی چیز نہین کہ حرام ہو بلکہ نص اور قیاس کی رو سے حلال ہی قیاس تو یہ ہی کہ اُسکا مآل یہ ہی کہ حاسہ سمع اپنی مخصوص چیز سے لذت پاتا ہی اور انسان کے لیے ایک عقل اور پانچ حواس ہین اور ہر حاسہ کا ایک ادراک ہی اور جو چیزین اُس سے مدرک ہوتی ہین اُن مین سے بعض تو اُسکو اچھی معلوم ہوتی ہین اور بعض بُری مثلاً آنکھ کو سبزہ اور جاری پانی اور اچھا چہرہ اور تمام خوبصورت رنگون کے دیکھنے سے لذت ہوتی ہی اور میلے رنگون اور بُری صورتون وغیرہ کے دیکھنے کو بُرا جانتی ہی اور سونگھنے کے حاسہ کو خوشبوؤن سے لذت اور بدبوؤن سے نفرت ہی اور ذائقہ کو لذیذ چیزین روغنی اور شیرین اور کھٹی اور چٹپٹی اچھی معلوم ہوتی ہین اور تلخ اور بدمزہ کسیلی اور پھیکی بُری معلوم ہوتی ہین اور حاسہ لمس کو نرمی اور چکناہٹ

اور برابری اچھی معلوم ہوتی ہی اور کھرد راپن اور اونچا نیچا برا معلوم ہوتا ہی اور عقل کو علم اور معرفت سے لذت ہی اور جہالت اور بلادت سے نفرت اور یہی حال اُن اشیا کا ہی جو حاسۂ سمع سے معلوم ہون کہ بعض لذیذ ہونگی جیسے بلبلون کے چہچہے اور عمدہ باجون کی آواز اور بعض کریہ ہونگے جیسے گدھے کی آواز تو اس حاسہ کی لذت کو اور حاسون کی لذت پر قیاس کرنا نہایت ظاہر ہی اور نص سے بھی معلوم ہوتا ہی کہ سننا آواز خوش کا مباح ہی کیونکہ اللہ تعالی نے اپنے بندون پر آواز خوش سے احسان جتایا ہی چنانچہ ارشاد فرمایا یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ کہتے ہین کہ اس سے مراد آواز خوش ہی اور حدیث مین ہی مَا بَعَثَ اللّٰہُ نَبِیًّا اِلَّا حَسَنَ الصَّوْتِ اور ایک حدیث مین آیا ہی کہ فرمایا کہ جو شخص قرآن کو آواز خوش سے نہ پڑھے اللہ تعالی اُسکی تلاوت کو زیادہ سنتا ہی بہ نسبت گانے والی لونڈی کے مالک کے اپنی لونڈی کے راگ کو۔ اور ایک حدیث مین حضرت داؤد علیہ السلام کی مدح کے طور پر ارشاد ہی کہ وہ اپنے نفس پر نوحہ کرتے اور زبور کی تلاوت مین خوش آواز تھے۔ یہان تک کہ آنکی آواز سننے کو انسان اور جن اور وحشی اور پرند جمع ہوا کرتے تھے اور آپ کی مجلس سے چار سو کے قریب جنازے اٹھا کرتے تھے کئی قولون مین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسی اشعری کی تعریف مین فرمایا لَقَدْ اُعْطِیَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِیْرِ اٰلِ دَاوٗدَ اور اللہ تعالی کا ارشاد اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ اپنے مفہوم سے آواز خوش کی مدح پر دلالت کرتا ہی اور اگر کوئی یہ کہے کہ آواز خوش سماع اس شرط سے ہی کہ قرآن کی تلاوت مین ہو تو اسکو یہ کہنا بھی ضرور ہوگا کہ آواز بلبل کا سننا حرام ہی کیونکہ وہ بھی قرآن خوانی نہین اور اگر صوت بلبل بمعنی کا سننا درست ہی تو جسمین آواز خوش مین حکمت اور معنی صحیحہ پائے جائین اسکا سننا کیون ناجائز ہوگا اور ظاہر ہی کہ بعض اشعار سراسر حکمت ہوتے ہین یہ بحث تو خوش آوازی مین ہوئی اب دوسری بات کی بحث کرتے ہین یعنی خوش آوازی کے ساتھ موزونی بھی ہو کہ وزن اور چیز ہی اور حسن اور چیز اکثر ایسا ہوتا ہی کہ آواز اچھی ہوتی ہی مگر وزن نہین ہوتا اور بعض اوقات موزون ہوتی ہی اچھی نہین ہوتی اور موزون آوازین بلحاظ اپنے مخارج کے تین ہین ایک وہ کہ جماد سے نکلین جیسے مزامیر اور تارون کی آوازین اور لکڑی کی گت اور ڈھولکی کی آواز ہی دوسرے وہ کہ انسان کے گلے سے نکلین تیسرے وہ کہ حیوان کے گلے سے نکلے جیسے بلبلون اور قمریون اور دوسرے جانورون خوش الحان سجع والون کی آواز کہ اس قسم کی آوازین اچھی بھی ہوتی ہین اور موزون بھی اور آنکا آغاز و انجام متناسب ہوتا ہی اور اسی جہت سے آنکا سننا اچھا معلوم ہوتا ہی اور آوازون مین اصل حیوانات کے گلے ہین کہ مزامیر کو انھین کے مشابہ بنالیا ہی تاکہ صنعت خلقت کے مشابہ ہوجائے اور جتنی چیزین کہ کاریگرون نے ایجاد کی ہین

ہین ابو موسی اشعری کی ایک نغمہ آل داؤد کی خوش آوازی مین سے باب تلاوت قرآن مین اسکی سند گذری ۱۲ منہ

یہ بھی گذری آواز کی آوازون کی آواز ہی ۱۲

کوئی ایسی نہین جسکی مثال خدای تعالی کی مخلوق مین نہو اول سبد اوفیاض نے اسکو اختراع فرمایا پھر
اُس سے کاریگرون نے سیکھکر خالق کا اقتدا کیا اور اسکی شرح طول چاہتی ہی حاصل یہ کہ ان
آوازون کا سننا حرام نہین ہوسکتا اس وجہ سے کہ اچھی ہین یا سوزون ہین کیونکہ کسی کا مذہب یہ نہین
کہ بلبل کی آواز سننی حرام ہی یا کسی اور پرند کی اور سب پرندون کے گلے یکسان ہین ایک کی حرام ہو اور
دوسری کی نہو یہ ہو نہین سکتا اور نہ جماد اور حیوان مین کچھ فرق ہی کہ حیوان کی آواز تو درست ہو اور جماد
کی نادرست تو چاہیے کہ جتنی آوازین کہ تمام اجسام سے آدمی کے اختیار سے نکلتی ہین انکو بلبل کی آواز
پر قیاس کیا جاے مثلاً جو آدمی کے حلق سے نکلے یا لکڑی سے گت لگاوے یا ڈھولکی اور دف وغیرہ
بجاوے سب جایز ہوون اور ان مین سے انکا استثنا کیا جاے جنکو شرع نے منع کیا ہی یعنی آلات لہو
اور تار کے باجے اور انکی حرمت لذت کی باعث نہین اسلیے کہ اگر لذت کی وجہ سے یہ چیزین حرام ہوتین
تو جن چیزون سے آدمی لذت پاتا ہی سب حرام ہوتین بلکہ انکی حرمت کی یہ وجہ ہی کہ لوگون کو شراب
کی حرص زیادہ تھی اسلیے اسکی حرمت اس درجہ کو سخت ہوئی کہ ابتدا مین جنکون کے توڑنے کا حکم ہوا
اور اسی کی حرمت کے لحاظ سے جو باتین کہ میخوارون کے شعار مین سے تھین مثل مزامیر وغیرہ کے وہ بھی
حرام ہوئین کہ یہ چیزین اسکی توابع ہین جیسے اجنبی عورت کے ساتھ خلوت حرام ہی اس وجہ سے کہ وہ مقدمہ
جماع کا ہی جیسے ران کا کہ عورت ہو کہ پیشاب و پاخانہ کے مقام سے ملحق ہی اور شراب مقدار قلیل
حرام ہوئی گو نشہ کرے اسلیے کہ قلیل کی عادی ہونا بہت کی نوبت پہونچائیگا اور جتنی چیزین حرام ہین
انکے لیے ایک حد اور احاطہ انکے متعلق ہی کہ حرمت اُس تک موجود ہی تاکہ حرام کی آڑ اور مانع اسکے
اُس پاس رہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ ہر بادشاہ کا ایک رسنہ ہوتا ہی اور
اور اللہ تعالی کا رسنہ اسکی محرمات ہین غرض کہ مزامیر وغیرہ کی حرمت شراب کی تبعیت کی وجہ سے ہوئی
اور اسکے تین سبب ہین اول یہ کہ یہ چیزین خوشی کی طرف بالذات ہین کیونکہ جو لذت انسے حاصل ہوتی ہی
وہ شراب ہی سے کامل ہوتی ہی اور اسی سبب سے قدیمی سی شراب حرام ہوئی کہ بہت کی طرف داعی
ہوتی ہی دوسرا سبب یہ ہی کہ جسکو شراب چھوڑے تھوڑے دن ہوئے ہون اُسکو یہ آلات وہی شراب
کے جلسے یاد دلاتے ہین تو یہ یاد کا سبب پڑتے ہین اور یاد سے شوق ابھرتا ہی اور شوق جب زیادہ
اُبھرتا ہی تو وہ فعل پر جرأت کا سبب ہوتا ہی اور یہی علت کی باعث ابتدا مین دبا اور مزفت اور حنتم
اور نقیر کہ خاص شراب ہی کے برتن ہوتے تھے ممنوع الاستعمال ہوئے کیونکہ ان برتنون کے دیکھنے
سے شراب یاد آتی تھی اور یہ علت پہلی علت سے جدا ہی کیونکہ پہلی مین تذکر لذت معتبر نہ تھا اور یہان

ان تقریرات
الی اخرہ
ج
باب الحلال
والحرام مین
کذرا تمام
ج
بحار الانوار
ج

معتبر ہی پس اگر راگ ایسی طرح ہو کہ جو شخص میخواری کے ساتھ سننے کا عادی ہو اسکو میخواری یاد دلائے تو وہ شخص راگ سے اسی وجہ سے منع کیا جائیگا تیسرا سبب یہ ہی کہ ان آلات پر اجتماع کرنا اہل فسق کی عادت ہی تو انکی مشابہت سے منع کیا گیا کیونکہ جو شخص کسی قوم کی مشابہت کرتا ہی وہ انھین مین سے ہوتا ہی اور اس علت کے سبب سے ہم کہتے ہین کہ اگر کسی سنت کو اہل بدعت نے اپنا شعار کر لیا ہو تو انکی مشابہت کے خوف سے اس سنت کا ترک کرنا جائز ہی اور اسی علت کی وجہ سے دور و بجانا حرام ہی کہ اسکو ہندو اور مجوسی بجاتے ہین اور سابق مین بیچ سے بجایا کرتے تھے اگر اسمین مشابہت نہوتی تو یہ بھی مثل حج کے یا جہاد کے معمول کے ہوتا اور اسی علت پر یہ متفرع ہی کہ اگر کچھ لوگ ایک مجلس مقرر کرین اور اسمین آلات مے نوشی اور پیالے شراب کے جمع کرین اور انمین سکنجبین ڈال دین اور ایک ساقی مقرر کرین کہ وہ انکو بھر بھر پلائے اور ساقی سے لیکر پیتے جائین اور اپنی بولیان معمول شراب نوشی کی بولتے جاوین تو یہ فعل حرام ہوگا اگرچہ سکنجبین کا پینا مباح ہی مگر چونکہ اہل فساد کی صورت پر اسکو پیا اسلیے پینا حرام ہوا اور اسی وجہ سے قبا پہننے اور سر کے بالون کے پٹھے رکھانے سے ان بستیون مین منع کیا جائے جہان یہ طور اہل فساد کا ہو اور ماوراء النہر کے شہرون مین چونکہ یہ طور اہل صلاح کا ہی منع کرنا نہ چاہیے۔ حاصل یہ ہی کہ انھین تینون علتون کے سبب سے مزمار عراقی اور تارون کے باجے مثل عود اور چنگ اور رباب اور بربط وغیرہ حرام ہوے اور انکے سوا اور باجے اپنی اصل پر قیاس کیے گئے مثلاً شاہین چرواہون اور حاجیون کے اور شاہین ڈھول والون کے اور نقارہ اور جن آلات مین سے ابھی آواز موزون نکلتی ہی اور مے نوشون کی عادت انکے بجانے کی نہین وہ سب اسلیے مباح ہوے کہ نہ شراب سے متعلق ہین اور نہ انکی یاد دلاتے ہین اور نہ شایق مے نوشی کرتے ہین اور نہ موجب مشابہت اس فرقہ کے ہین اسلیے اصل اباحت پر مثل پرندون کی آواز کے باقی رہے بلکہ ہم کہتے ہین کہ اگر کوئی شخص تارون کے باجے کو ناموزون بجائے کہ اس سے لذت بھی نہو تب بھی وہ حرام ہی ہین اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ انکی حرمت مین علت صرف لذت نہین اور نہ طیب ہونا بلکہ قیاس کی رو سے تو سب طیبات حلال ہین بجز انکے جنکی حلت مین کوئی فساد ہو اللہ تعالی فرماتا ہی قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ تو یہ آوازین اس جہت سے حرام نہین کہ وہ موزون ہین بلکہ انکی حرمت ایک امر عارض کی جہت سے ہی اور امور عارضہ جنکے باعث راگ حرام ہوتا ہی ہم اصلی بیان مین ذکر کرینگے تیسری بات راگ مین یہ ہی کہ سمجھ مین آتا ہی یعنے شعر ہوتا ہی اور شعر انسان ہی کے گلے سے نکلتا ہی تو قطعاً مباح ہوا اسلیے کہ اب فقط اتنی زیادتی ہوئی کہ کلام منظوم ہوگیا اور کلام منظوم حرام نہین اور آواز طیب اور موزون بھی حرام نہین

سکنجبین کا پینا مباح ہی

سر پر ریشمی رومال باندھنے کی ممانعت

بستی کی ممانعت

اور شہری

اور ماوراء النہر

توجب افراد حرام نہوئے تو مجموع کیسے حرام ہوگا ہان اس بات کو دیکھنا چاہیے کہ شعر مین سے کیا مضمون سمجھ مین آتا ہی اگر اسکا مفہوم امر ممنوع ہی تو اسکی نثر اور نظم دونون حرام ہین اور اسکو سننے سے نکانا بھی حرام ہی خواہ نغمہ کے ساتھ ہو یا نہو اور اس باب مین حق وہ ہی جو امام شافعیؒ نے فرمایا ہی کہ شعر ایک کلام ہی اگر اچھا ہی تو اچھا ہی اور برا ہی تو برا ہی جب شعر کا پڑھنا بدون آواز اور نغمہ کے درست ہی تو نغمہ کے ساتھ بھی درست ہی اسلیے کہ جب افراد مباح ہوتے ہین تو مجموعہ بھی مباح ہوگا اور ایک مباح کو جب دوسرے سے ملاتے ہین تو کل حرام نہین ہوتا بشرطیکہ مجموع متضمن کسی امر ممنوع کا نہو جو افراد مین نہ پایا جاتا ہو اور راگ مین کوئی ممنوع بات پائی نہین جاتی اور شعر پڑھنے کا انکار کیسے ہوسکتا ہی حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شعر پڑھا گیا اور آپ نے فرمایا اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃً اور حضرت عائشہ رضؓ نے اس مضمون کا شعر پڑھا ہی

گئے وہ لوگ کہ عیش تھا جنکی حمایت مین	ہین پچھلون مین رہی اسطرح جیسے جلد آجرب کی

اور صحیحین مین حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ مین تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ اور بلالؓ کو بخار چڑھا اور ان دونون مدینہ منورہ مین وبا تھی مین نے حضرت صدیق اکبرؓ کی خدمت مین عرض کیا کہ اے پدر مہربان کیا حال ہی اور بلال سے پوچھا کہ تم کیسے ہو تو حضرت صدیق کو جب بخار چڑھتا تو اس مضمون کا شعر پڑھتے

ہر ایک شخص کو ہوتی ہی صبح گھر مین ولے	شراک نعل سے بھی موت ہی قریب اس سے

اور بلالؓ کا جب بخار اترتا تو بلند آواز سے یون کہتے

کاش مین جانتا کب اترونگا اس وادی مین	اذخر و کبث سمت کو ہو مجھے اور اک سو ہو جلیل
یا مجنہ سے ہو چشمون پہ کبھی سبز اگذر	یا کسی روز پڑے شامہ نظر اور طفیل

حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ مین نے اس حال کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کردی آپ نے دعا مانگی کہ الٰہی ہمکو مدینہ ایسا محبوب کردے جیسا ہم مکہ سے محبت رکھتے ہین یا اس سے بھی زیادہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مدینہ طیبہ کے بنانے مین لوگون کے ساتھ اینٹین اٹھاتے تھے اور یہ مضمون ارشاد فرماتے تھے

یہ شتر ہین نہ شتر خیبر کے	یہ تو ابھے ہین کہین اور اطہر

اور ایکبار آپنے یہ بھی فرمایا ہی

عیش ہی گر یا الٰہی تو ہی عیش آخرت	اہل ہجرت اور مرے انصار کو کر رحمت

اور یہ مضمون صحیحین مین ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حسان بن ثابت رضی کے لیے مسجد مین منبر رکھا کرتے تھے کہ وہ اسپر کھڑے ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فخر بیان کرتے اور کفار سے اشعار مین مباحثہ اور خصومت کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے کہ اللہ تعالی حسان کو روح القدس سے تائید کرتا ہی جبتک وہ خصومت اور مفاخرت اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کرتا ہی اور جب نابغہ نے اپنا شعر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا تو آپ نے دعا دی کہ اللہ تعالی تیرے دانت نہ توڑے اور حضرت عائشہ رضی فرماتی ہین کہ اصحاب رضی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شعر پڑھا کرتے تھے اور آپ تبسم فرمایا کرتے تھے اور عمرو بن شرید اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ انھون نے کہا کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سو قافیہ امیہ بن ابی الصلت کے اشعار سے پڑھے ہر بار آپ یہی فرماتے تھے کہ اور پڑھو پھر آپ نے فرمایا کہ یہ شاعر تو اپنے اشعار مین گویا مسلمان ہی اور حضرت انس رضی سے مروی ہی کہ سفر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حدی پڑھی جاتی تھی انجشہ آپ کا غلام تو عورتون کے لیے حدی پڑھتا تھا اور براء بن مالک مردون کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انجشہ کو ارشاد فرمایا کہ اونٹ ہانکنے مین نرمی کر کہ انکے سوار شیشہ کے برتن ہین اور حدی خوانی اونٹون کے پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب رضی کے زمانہ مین ہمیشہ رہی اور وہ اشعار ہی ہوتے ہین کہ خوش آوازی اور موزون نغمون سے پڑھے جاتے ہین اور صحابہ رضی مین کسی سے اسکا انکار منقول نہین ہوا بلکہ بعض اوقات اسکی التجا کیا کرتے تھے یا تو اونٹون کی حرکت کے واسطے یا خود لذت حاصل کرنے کے لیے پس راگ اس حیثیت سے بھی حرام نہین ہوسکتا کہ وہ کلام مفید مفہوم ہی اور آواز خوش اور نغمہ موزون سے ادا کیا جاتا ہی۔ چوتھی بات راگ مین یہ ہی کہ دل کو حرکت دیتا ہی اور جو چیز اسپر غالب ہوتی ہی اسکو ابھارتا ہی تو اسمین ہم یہ کہتے ہین کہ اللہ تعالی کا ایک بھید ہی کہ موزون نغمون کو روحون کے ساتھ مناسبت رکھی ہی یہان تک کہ وہ ارواح مین عجیب تاثیر کرتے ہین مثلاً بعض نغمات سے سرور ہوتا ہی اور بعض سے غم کسی سے نیند آتی ہی کسی سے ہنسی کسی مین یہ اثر ہی کہ اس سے موزونیت کی حرکتین ہاتھ اور پانون اور سر وغیرہ اعضا مین پیدا کر دیتا ہی اور یہ گمان کرنا چاہیے کہ یہ بات شعر کے معانی سمجھنے سے ہوتی ہی بلکہ تارون کے نغمات سے بھی یہی حال ہوتا ہی یہان تک کہ کہتے ہین کہ جس شخص کو بہار اور اسکے شگوفے اور ستار اور اسکے نئے حرکت نہ دین تو وہ مزاج کا خراب ہی اسکی کوئی تدبیر نہین اور نغمے کے سمجھنے سے کیسے کہ سکتے ہین کہ یہ امر تو ذرا سے بچون مین بھی پایا جاتا ہی کہ جہان آواز خوش سے لوری دی وہ رونا چھوڑ کر پیچھا اسی آواز کو سنتا ہی اور اونٹ باوجود غبی ہونے کے حدی سے ایسا اثر پاتا ہی کہ بھاری بھاری بوجھ

ح ابوداؤد کی روایت کی طرف اشارہ ہی

ح ترمذی کی روایت کی طرف اشارہ ہی

ح ابوداؤد کی روایت کی طرف اشارہ ہی

ح ۱۲ اسکو نقل کیا ہی اور روایت عائشہ کی طرف اشارہ ہی ۱۲

ح صحیح مسلم نے اسکو نقل کیا ہی ۱۲

ح انجشہ کا حدی پڑھنا بخاری مسلم مین ہی اور اسی حدیث کو ابوداؤد نے نقل کیا ہی

اسکے سبب سے ہلکے ہوجاتا ہی اور شدت نشاط مین بڑی مسافت کو تھوڑی سمجھتا ہی اور حدی کا نشہ اسکو ایسا چڑھتا ہی کہ بڑے بیابانون مین جب بوجھ اور محمل سے تھکتا ہی تو جہان آواز حدی کی سنی گردن بڑھاتا ہی اور کان آواز حدی کی طرف لگاکر جلد چلتا ہی حتی کہ بوجھ اور محمل سب ہل جلکر ڈھیلے ہوجاتے ہین اور بعض اوقات بوجھ کی زیادتی اور سخت چلنے سے ہلاک بھی ہوجاتا ہی مگر اسوقت حدی کے سرور مین اسکو کچھ معلوم نہین ہوتا چنانچہ ابوبکر محمد بن داؤد دینوری جورقی کے نام سے مشہور ہین نقل کرتے ہین کہ مین جنگل مین تھا کہ ایک قبیلہ عرب کا مجھکو ملا انمین سے ایک شخص نے میری دعوت کی اور اپنے خیمہ مین لیگیا مین نے خیمہ مین گھسکر دیکھا کہ ایک غلام سیاہ مقید ہی اور چند اونٹ پیش دروازہ مرے پڑے ہین اور ایک جو باقی ہی وہ بھی اتنا دبلا اور مریض ہی کہ مرنے کے قریب ہی اس غلام نے مجھسے کہا کہ تم مہمان ہو اور تمھارا حق ہی تم میری سفارش میرے آقا سے کردو کہ وہ مہمانون کی خاطر کرتا ہی تمھاری سفارش اتنی بات کے لیے رد نہ کریگا اور غالباً مجکو قید سے چھوڑ دیگا جب وہ شخص کھانا لایا مین نے کھانے سے انکار کیا اور کہا کہ جبتک تم اس غلام کے باب مین میری سفارش منظور نہ کروگے مین کھانا نہ کھاؤنگا اس شخص نے کہا کہ اس غلام نے تو مجکو محتاج کردیا میرا مال مارڈالا مین نے پوچھا کہ اسنے کیا کیا اسنے کہا کہ میری گذران اونٹون کے کرایہ پر تھی اسنے اپنر بوجھ بہت لاد اسکی آواز اچھی ہی جب اسنے حدی پڑھی تو تین دن کی راہ ایک دن مین طے کرگئے جب اسکے بوجھ اتارے گئے تو سب مرگئے صرف ایک یہ رہ گیا کہ وہ بھی قریب المرگ ہی مگر تم میرے مہمان ہو تمھاری خاطر سے مین نے یہ غلام تمکو ہبہ کیا مین نے جاہا کہ اسکی آواز سنون صبح کو اس شخص نے غلام سے کہا کہ حدی پڑھ اور وہ اسوقت ایک کنوئین سے پانی کا اونٹ لیے آتا تھا جب اسنے اپنی آواز بلند کی تو وہ اونٹ ادہر ادہر دوڑنے لگا اور سب رسیان توڑ ڈالین اور مین بھی منھ کے بل گر پڑا مجکو گمان نہین ہوتا کہ مین نے اس سے عمدہ آواز کبھی سنی ہو اس سے معلوم ہوا کہ راگ کی تاثیر دلون مین محسوس ہوتی ہی اور جس شخص کو راگ سے حرکت نہو تو وہ ناقص اور اعتدال سے ہٹا ہوا اور روحانیت سے دور اور اونٹون اور پرندون بلکہ تمام بہائم سے طبیعت مین کثیف تر ہی اسلیے کہ موزون نغمون سے سب کو اثر ہوتا ہی شیخ سعدیؒ فرماتے ہین

شتر بشعر عرب در حالت ست و طرب	گر ذوق نیست ترا کژ طبع جانورے ✤

اور اسی وجہ سے پرند حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز سننے کو ہوا مین ٹھہر جاتے تھے اور جس صورت مین کہ راگ کو دل مین تاثیر کرنے کے لحاظ سے خیال کرین تو اسپر مطلق اباحت یا مطلق حرمت کا حکم کرنا درست نہین بلکہ یہ امر احوال اور اشخاص کے اعتبار سے اور طریق نغمات کے اختلاف کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہی

اور اسکا حکم وہی ہے جو دل کے اندر کی چیز کا حکم ہے ابو سلیمان رح نے فرمایا ہے کہ راگ دل مین وہ بات نہین پیدا کرتا جو اسمین موجود نہو بلکہ جو بات دل کے اندر ہوتی ہے اسکو حرکت دے دیتا ہے غرضکہ کلمات منقفی اور موزون کا لگانا خاص موقعون پر خاص غرضون کے لیے دستور ہے جسنے دل مین اثر ہوا کرتا ہے اور وہ سات جگہ ہین - **اول** حاجیون کا گانا کہ وہ اول شہرون مین نقارہ اور شاہین بجاتے ہین اور راگ گاتے پھرا کرتے ہین اور یہ امر مباح ہے اسلیے کہ ان اشعار مین تعریف کعبہ اور مقام ابراہیم اور زمزم اور حطیم اور دوسرے مقامات متبرکہ کی اور جنگل وغیرہ کا ذکر ہوتا ہے اور اسکا اثر یہ ہوتا ہے کہ اگر شوق پہلے سے ہوتا ہے تو حج بیت اللہ کا اشتیاق دوبالا ہو جاتا ہے ورنہ شوق اسوقت ابھر کھڑا ہوتا ہے اور چونکہ حج کار ثواب ہے اور اسکا شوق اچھا ہے تو شوق کا پیدا کرنا خواہ کسی چیز سے ہو اچھا ہی ہوگا اور جیسے وعظ کہنے والے کو جائز ہے کہ وعظ مین کلام منظوم اور تقفی پڑھکر اور خانہ کعبہ اور افعال حج اور اسکا ثواب بیان کر کے لوگون کو حج کا اشتیاق بڑھا دے تو دوسرے شخص کو بھی جائز ہوگا کہ نظم دلکش سے شوق عرب کا ابھارے اسلیے کہ وزن و قافیہ جب کلام مین ہوتا ہے تو کلام کی تاثیر دل مین زیادہ ہوتی ہے اور جب اسمین آواز خوش اور نغمہ دلکش بھی زیادہ ہو تو اور زیادہ اثر ہوتا ہے اور اگر نقارہ اور شاہین اور رکب ہو تو تاثیر نکلتی ہوتی ہے اور یہ سب امور جائز ہین بشرطیکہ ان مین مزمار اور تار کے باجے جو شراب خوارون کے تمغے ہین داخل نہون ہان اگر ہی راگ سے کسی شخص کا شوق دلانا منظور ہو جسکو حج کو جانا جائز نہین مثلاً ایک شخص فرض حج ادا کر چکا ہے اور اب اسکے ماباپ اسکو جانے کی اجازت نہین دیتے تو اسکے حق مین حج کو جانا حرام ہے اور راگ سے اسکو شوق حج کا دلانا بھی حرام ہے اسلیے کہ حرام بات کا شوق دلانا بھی حرام ہے خواہ راگ سے ہو یا اور کسی چیز سے ہی طرح اگر راستہ ماسون نہو اور اکثر تلف ہی ہوتے ہون تب بھی تحریک اور تشویق جائز نہین - **دوم** وہ اشعار جسکے غازی عادی ہین لوگون کو جہاد پر ابھارنے کے لیے وہ بھی مباح ہین جیسے حاجیون کو مباح ہین مگر چاہیے کہ غازیون کے اشعار اور انکے گانے کے طریق اور ہون اور حاجیون کے جدا کیونکہ جہاد کا شوق بیان شجاعت اور کافرون پر غیظ و غضب کی تحریک اور نفس و مال کو جہاد کے سامنے حقیر جاننے سے اور بہادری کے اشعار سے ہوتا ہے جیسے متنبی نے اس مضمون کا ایک شعر کہا ہے ؎

مرے نہ تو جو تہ تیغ ہو کے عزت سے		تو پھر مریگا بھی خواری اور ذلت سے	

اور دوسرا شعر اسی مضمون کا اسنے کہا ہے

نا فرشتہ دل کو سمجھتے ہین احتیاط		پر اصل مین یہ دھوکھا ہے طبع لئیم کا	

اور کسی دوسرے کا شعر ہے

ای برادر تو حدیث نبوی کو سن لے | باغ فردوس ہے تلواروں کے سایہ کے تلے

غرض کہ اشعار شجاعت کے طریق جداگانہ ہیں اور تشویق کے جداگانہ اور شجاع بنانا امر مباح ہے جسوقت جہاد مباح ہو تو اور مستحب ہے اسوقت کہ جہاد مستحب ہو مگر انمیں لوگوں کے حق میں جنکو جہاد میں جانا جائز ہو۔ سوم وہ اشعار جنکو بہادر مقابلہ کے وقت پڑھتے ہیں انسے مقصود یہ ہوتا ہے کہ نفس شجاعت کرے اور مدد کار دلیری پر اقدام کریں اور لڑنے میں انکو سرد جوش کرے ان اشعار میں شجاعت اور فتح کی تعریف ہوتی ہے اور اگر الفاظ عمدہ اور آواز اچھی ہوتی ہے تو دلپر اثر بہت ہوتا ہے اور انکا پڑھنا بھی مباح لڑائی میں مباح اور مستحب ہیں مستحب ہوتا ہے اور مسلمانوں سے جنگ کرنے میں ممنوع ہے اور اسی طرح ذمیوں کے لڑنے اور دوسری لڑائیوں میں کہ ممنوع ہوں انکا پڑھنا ممنوع ہے کیونکہ ممنوع بات کا شوق دلانا بھی ممنوع ہے اور ان اشعار کا پڑھنا بہادران صحابہؓ سے منقول ہے جیسے حضرت امام الاتقیین علی بن ابی طالب اور حضرت سیف اللہ المسلول خالد بن ولید رضی اللہ عنہما وغیرہما ایسا کرتے تھے اور اسی بنا پر ہم کہتے ہیں کہ غازیوں کے لشکر میں شاہین کا بچا نہ چاہیے اسلیے کہ اسکی آواز نرم کنندہ اور رنج پیدا کرنے والی ہے عقدہ شجاعت اس سے ڈھیلی ہو جاتی ہے اور نفس کی پستی سبدل بہ سستی ہوتی ہے اور اہل وعیال و وطن کا شوق پیدا ہوتا ہے اور جنگ میں کھنڈت پڑتی ہے اسی طرح تمنی آوازیں اور نغمات کہ دل کو نرم کریں اور حزن میں مبتلا کریں وہ بہادری دلانے والے نغمات کے مخالف ہیں تو جو کوئی انکو اس قصد سے پڑھے کہ دل متغیر ہو جائیں اور جنگ میں فتور پڑ جاوے تو وہ گناہگار نافرمان ہے گا ہاں اگر قتال ممنوع ہو اور اس سے دل ہٹانے کی نیت سے کریگا تو مطیع ہو گا چہارم نوحہ کی آوازیں اور نغمات ہیں اور انکی تاثیر یہ ہے کہ حزن کو ابھارتی ہیں اور رونا اور ہمیشہ کو اداس کرنا اچھا شعر ہے اور حزن و غم کا ایک اچھا اور ایک برا حزن نہ موم تو وہ ہے جو فوت ہوئی چیز دن پر ہو کہ خدا تعالیٰ اپر غم نہ کرنے کے لیے ارشاد فرماتا ہے چنانچہ فرمایا لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ اور مردوں پر غم کرنا بھی اسی میں داخل ہے کیونکہ گویا حکم الٰہی پر ناراض ہونا اور ایسی چیز پر افسوس کرنا ہے جسکے لیے کچھ تدارک نہیں تو اسطرح کا حزن چونکہ مذموم ہے اسلیے نوحہ سے اسکو ابھارنا بھی برا ہے اور بہیں وجہ نوحہ کرنے سے صریح منع آگئی اور حزن محمود وہ ہے کہ آدمی امر دین میں اپنے قاصر ہونے اور اپنی خطاؤں کو یاد کرنے پر حزن کرے اور اسکے لیے رونا اور رونی صورت بنانی اور غم کرنا اور غم کی صورت کرنی اچھی ہے اور اسی پر حضرت آدم علیہ السلام روئے تھے تو اس غم کی تحریک اور تقویت اچھی ہے کیونکہ اس سے تدارک کی آمادگی ہوتی ہے اور

اسی جہت سے حضرت داؤد علیہ السلام کا نوحہ کرنا اچھا تھا کیونکہ دوام حزن اور فکرت کرنا خطاؤن اور گناہون کے باعث سے تھی چنانچہ آپ خود غم کرتے اور دوسرون کو غمگین کرتے اور آپ روتے اور دوسرون کو رولاتے تھی کہ آپکے نوحہ کی مجلسون مین سے جنازے اٹھتے تھے اور یہ نوحہ الفاظ اور نغمہ سے کرتے تھے اور ایسا نوحہ اچھا ہی کیونکہ جو اچھی بات کی طرف لیجائے وہ اچھا ہی اور اس بنا پر اگر کوئی واعظ خوش آواز منبر پر لہن سے کچھ اشعار غم مین ڈالنے والے اور دل نرم کرنے والے پڑھے یا رونے اور رونی صورت اسلیے بنادے کہ دوسرے لوگ اپنی خطاؤن پر غم کرین تو اسکو یہ افعال حرام نہونگے بلکہ اوقات مین سرور کی تاکید کے لیے گانا کہ یہ مباح بھی ہی بشرطیکہ وہ سرور مباح ہو جیسے ایام عید مین اور شادی کی تقریبون مین اور غائب شخص کے آنے مین اور مولود اور عقیقہ اور لڑکا پیدا ہونے اور ختنہ اور حفظ قرآن مجید مین سرور کی جہت سے گانا مباح ہی اور وجہ اس راگ کے جائز ہونے کی یہ ہی کہ الحان سے بعض ایسے ہین کہ انسے خوشی اور سرور اور امنگ اعبر تی ہی تو جن موقعون پر سرور جائز ہی انمین سرور کا ابھارنا بھی درست ہی اور دلیل نقلی اسکے جواز کی یہ ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے رشک روضۂ رضوان فرمایا تو عورتین چھتون پر دف بجا کر گیت کی طرح یہ گاتی تھین اح

بدر طالع گشت برما از ثنایاء وداع	اشکر واجب ست برما تا دعا دا عی کند

تو چونکہ یہ حضرت کی تشریف آوری کا سرور تھا اور وہ سرور عمدہ تھا تو اسکا ظاہر کرنا شعر و نغمات اور اچھلنے اور حرکات سے بھی اچھا تھا اور بعض صحابہؓ سے مروی ہی کہ انکو جب سرور ہوا ہی تو ایک ٹانگ پر خوشی کے مارے اچھلتے تھے چنانچہ انکا حال احکام رقص مین آویگا اور یہ بات ہر آنے والے کے آنے مین جائز ہی جسکے آنے مین خوشی درست ہو اور اسباب سرور مین سے جو بنا سبب مباح ہو اس مین بھی درست ہی اور اسپر وہ روایت دلالت کرتی ہی جو صحیحین مین حضرت عائشہؓ سے مروی ہی انھون نے فرمایا کہ مین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہی کہ مجکو اپنی چادر سے چھپا دیتے اور مین حبشیون کو دیکھا کرتی کہ مسجد مین کھیلا کرتے تھے یہان تک کہ مین خود ہی تھک جاتی سو اب حضرت عائشہؓ کی نو عمری کے لحاظ سے کہ اس عمر مین عورتین رقص کھیل کی ہوتی ہین خیال کرو کہ کتنی دیر کھڑی ہوتی ہونگی کہ تھک جاتی تھین ۔ اور بخاری اور مسلم نے یہ حدیث عقیل کی زہری سے انھون نے عروہ سے انھون نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور انکے پاس دو لڑکیان ایام منی مین دف بجاتی تھین اور ناچتی تھین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام بدن مبارک چادر سے چھپائے ہوئے تھے ان لڑکیون کو حضرت صدیق اکبرؓ نے جھڑکا آنحضرت صلی اللہ

ح
بیہقی ابوداؤد نسائی ابن ماجہ
بروایت عائشہ صدیقہ
اور ابن حبان کی صحیح مین ہی
اور ابن ماجہ کی صحیح مین
ہی جمیع شرائط بھی
پائی جاتی ہین اور
ہمنے شرح مین
اسکے ساتھ
اسلیے
جسمین ہر
کیونکہ
سے رخصت
سرور ہمارے
کیا تھا
ح
بلوجب قتل
مجلسین مین ہی ۱۲
ح
اذا صح
ماکہ
اس مین
جلد
بن

علیہ وسلم نے اپنا چہرہ مبارک کھول کر فرمایا کہ اے ابوبکر جانے دو اور بچہ ہے کیونکہ یہ عید کے دن ہیں۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ مجھکو اپنی چادر میں چھپائے ہوئے تھے اور میں حبشیوں کا تماشا دیکھ رہی تھی اور وہ مسجد میں کھیل رہے تھے پس حضرت عمرؓ نے انکو جھڑکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو فرمایا کہ اے بنی ارفدہ تم بیخوف رہو اور عمرو بن حارث نے جو ابن شہاب سے حدیث روایت کی ہے اسمیں بھی اسی طرح ہے اور اسمیں یہ ہے کہ دونوں لڑکیاں گاتی اور بجاتی تھیں اور حدیث ابو طاہر میں ابن وہب سے قول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یوں ہے کہ بخدا میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ میرے حجرہ کے دروازہ پر کھڑے ہوتے اور حبشی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے ہتھیاروں کا تماشا کرتے اور آپ اپنی چادر سے مجکو چھپا دیتے کہ میں انکا تماشا دیکھوں پھر میری خاطر کھڑے رہتے یہاں تک کہ میں خود ہی ہٹ جاتی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ فرمایا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گوریوں سے کھیلا کرتی اور میری سہیلیاں میرے پاس آیا کرتیں اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چھپ کر کے کوٹھری میں گھس جاتیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکو میرے پاس بھیج دیتے تاکہ میرے ساتھ کھیلیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ یہ کیا ہیں انھوں نے عرض کیا کہ میری گوریاں ہیں آپ نے فرمایا کہ انکے بیچ میں جو نظر آتا ہے وہ کیا ہے انھوں نے عرض کیا کہ گھوڑا ہے آپ نے فرمایا کہ اس گھوڑے کے ادھر ادھر کیا ہیں آپ نے عرض کیا کہ اڑنے کے پر ہیں آپ نے فرمایا کہ گھوڑے کے دو بازو ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ آپ نے سنا نہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کے پر تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکو سنکر اتنا ہنسے کہ آپ کی کچلیاں ظاہر ہوگئیں راوی ہمارے نزدیک حدیث لڑکیوں کی عادت پر محمول ہے کہ تصویر بنی یا کپڑے کی بدون پوری صورت کے بنا لیتی ہیں چنانچہ بعض روایت میں آیا ہے کہ اس گھوڑے کے دو پر کپڑے کے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میرے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اسوقت کہ میرے پاس دو لڑکیاں روز بغاث کا ذکر گا رہی تھیں آپ بستر پر لیٹ رہے اور اپنا منہ پھیر لیا اتنے میں حضرت ابوبکرؓ آئے اور انھوں نے مجکو جھڑکا کہ شیطان کا مزمار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روا رکھتی ہو پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ انکو کچھ مت کہو جب حضرت صدیق ان لڑکیوں سے غافل ہو لے تو میں نے انکو اشارہ کیا وہ باہر چلی گئیں اور عید کا دن تھا کہ اس روز حبشی سپری گدکے سے کھیل رہے تھے مجکو شک ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اول

اوّل درخواست کی باخود آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم دیکھنا چاہتی ہو مین نے عرض کیا کہ ہان آپ نے مجکو اپنے
پس پشت کھڑا کیا اور میرا رخسار آپ کے عذار مبارک پر تھا اور آپ اُنسے فرماتے تھے کہ تماشا کیے جاؤ یہانتک
کہ جب مین تھک گئی تو آپ نے پوچھا کہ بس مین نے عرض کیا کہ ہان آپ نے فرمایا کہ تو اب جاؤ۔ اور صحیح مسلم مین
یون ہی کہ مین نے اپنا سر آپ کے شانۂ مبارک پر رکھکر اُنکا کھیل دیکھنا شروع کیا یہان تک کہ مین خود ہی ہٹ
گئی تو یہ سب روایتین صحیحین مین ہین اور اُنسے صاف ظاہر ہی کہ راگ اور کھیل حرام نہین اور ان
احادیث مین چند اقسام کی اجازت بھی پائی جاتی ہی اوّل کھیلنے کی رخصت اور ظاہر ہی کہ حبشیون کی عادت ہی
کہ ناچتے اور کھیلتے ہین دوسرے اِس تماشا کا مسجد مین ہونا تیسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُنکو یہ فرمانا
کہ تماشا کیے جاؤ کہ اُسمین اجازت کھیل کی اور اُسکی درخواست ہی تو اُسکو حرام کیسے کہہ سکتے ہین چوتھے حضرت
ابوبکر اور حضرت عمر رض کو انکار اور تغیر سے منع فرمانا اور اُسکی وجہ یہ بیان کرنی کہ عید کا روز ہی اور وہ سرور کا
وقت ہی اور گانا بجانا اسباب سرور مین سے ہی پانچوین بہت دیر تک آپ کا کھڑے رہنا اُسکے
دیکھنے اور سُننے کو حضرت عائشہ رض کی خاطر داری کے لیے اور اسمین یہ بھی پایا جاتا ہی کہ عورتون
اور لڑکون کے دل خوش کرنے کے لیے خوش خُلقی کرنی اور کھیل کو دیکھنا بہتر ہی اِس سے کہ زہد کی
راہ سے بدخُلقی اور کج ادائی اُنکے ساتھ کی جائے اور نہ آپ دیکھے نہ اُنکو دیکھنے دے چھٹے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا ابتداءً حضرت عائشہ رض کو یہ فرمانا کہ تم دیکھنا چاہتی ہو اور یہ فرمانا کچھ
اہل خانہ کی موافقت کی مجبوری سے نہ تھا کہ خوف اُنکے غصہ اور وحشت کا تھا اِسلیے کہ اگر بالفرض
اوّل اُنکی درخواست ہوتی اور آپ نہ منظور فرماتے تو عجب نہ تھا کہ سبب وحشت ہوتا لیکن ابتداءً
سوال کرنے مین تو کوئی خدشہ نہ تھا پھر اُسکی کیا حاجت ہوئی۔ ساتوین گانا اور دف بجانا دونون
لڑکیون کا جائز ہونا باوجودیکہ مزامار شیطان سے اُسکو تشبیہ دیگئی اور اِس سے یہ بھی نکلا کہ حرام
مزامار دو چیز ہی۔ آٹھوین یہ کہ دونون لڑکیون کی آواز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کان مین پڑتی تھی
اور آپ لیٹے رہے اگر بالفرض کسی جگہ مین تارون کے باجے بجتے ہوتے تو آپ وہان کا بیٹھنا
پھر کانون مین اُسکی آواز کا آنا ہرگز روا نہ رکھتے اِس سے معلوم ہوا کہ عورتون کی آواز کی حرمت مزامیر کی آواز کی
حرمت کی طرح نہین بلکہ عورتون کی آواز اُسی جگہ حرام ہوتی ہی جہان فتنہ کا خوف ہو۔ غرضکہ یہ قیاسات اور
تصدیق دلالت کرتے ہین کہ راگ اور ناچ اور دف بجانا اور سپر اور ہتھیارون سے کھیلنا اور حبشیون
اور زنگیون کے ناچ کو دیکھنا سب اوقات سرور مین مباح ہی بقیاس روز عید کہ وہ بھی سرور کا وقت ہی اور اُسی کی
مثل شادی اور ولیمہ اور عقیقہ اور ختنہ اور مسافر کے گھر آنے کا دن ہی اور تمام اسباب فرح یعنی جنسے شرعاً خوشی کرنی درست ہی اُنکا

یہی حال ہی اور ازانجاکہ یارون کے ایک جگہ جمع ہونے اور ملاقات کرنے اور باہمدیگر کھانا کھانے اور گفتگو کرنے سے بھی خوشی کرنی جائز ہی تو یہ موقع بھی راگ سُننے کا ہی ششم عاشقون کا راگ شوق کی تحریک اور عشق کے دوبالا ہونے اور نفس کی تسکین کے لیے تو اگر معشوق کے سامنے ہو تب تو غرض لذت کے زیادہ ہونے سے ہوتی ہی اور اگر اُسکی جدائی مین ہو تو مقصود شوق کا اُبھارنا ہوتا ہی اور شوق ہرچند رنج ہی مگر اسوجہ سے کہ اُسمین وصال کی توقع ملی ہی گونہ لذت بھی دیتا ہی کیونکہ توقع لذیذ ہوتی ہی اور یاس دردہندہ ہوتی ہی اور لذت توقع اُسی قدر قوی ہوتی ہی جسقدر شوق قوی ہوتا ہی غرضکہ اِس راگ مین عشق کا دوبالا کرنا اور شوق کو حرکت دینا اور توقع وصال کی لذت کا حاصل کرنا ہوتا ہی اور حسن محبوب کا بیان طول دیا جاتا ہی اور اس طرح کا راگ بھی حلال ہی بشرطیکہ معشوق اُن لوگون مین سے ہو جن کا وصال مباح ہو مثلاً کوئی شخص اپنی منکوحہ یا حرم پر عاشق ہو جائے تو اُسکے راگ پر کان لگاتا ہی تاکہ آنکھ کو اُسکے دیدار سے اور کان کو اُسکی آواز سے لذت ہو اور معانی لطیف وصال اور فراق کے دل سمجھتا جائے تو یہ لذت کے اسباب پیارے ہونگے اور یہ تمام لذت دنیا کی مباحات اور متاع سے تمتع لینے کی ہین اور متاع دنیا سب لہو ولعب ہی اور یہ لہو ولعب بھی اُسمین سے ہین اور اسی طرح اگر اُسکے پاس سے لونڈی چھین جائے یا کسی اور سبب سے جدائی واقع ہو تو اُسکو جائز ہی کہ اپنے شوق کی تحریک راگ سے کرے اور سماع سے لذت رجا و صبر اُبھارے۔ لیکن اگر اُسکو بیچ ڈالے یا زوجہ کو طلاق دے دے تو اس صورت مین تحریک شوق راگ سے اُسپر حرام ہی اسلیے کہ جس جگہ وصال اور دیدار جائز نہین وہان تحریک شوق بھی ناجائز ہی اور جو شخص اپنے دل مین صورت کسی عورت یا لڑکے کی خیال کرلے جسکی طرف دیکھنا اُسکو حلال نہین اور جو کچھ راگ سُنے اُسکو اُسی صورت پر ڈھالتا جائے تو یہ حرام ہی کیونکہ اس سے فکر افعال ممنوعہ کا پیدا ہوتا ہی اور اکثر عشاق اور جوانان بے وقوف غلبہ شہوت مین اس خیال سے خالی نہین ہوتے کچھ نہ کچھ دل مین رکھتے ہین اور یہ امر اُنکے حق مین ممنوع ہی اسوجہ سے کہ اسمین ایکاور راگ مخفی ہی نہ اسوجہ سے کہ خود راگ مین کوئی بات ہو اور نہین وجہ جب کسی حکیم سے پوچھا گیا کہ عشق کیا چیز ہی تو کہا کہ ایک دھوان ہی جو آدمی کے دماغ مین چڑھ جاتا ہی جماع سے جاتا رہتا ہی اور سماع سے بڑھتا ہی ہفتم اُن لوگون کا سماع جو اللہ تعالے کے عاشق اور اُسکے دیدار کے مشتاق ہون کہ جس چیز پر نظر کرین اُسمین اُس نور پاک کو دیکھین اور جو آواز سُنین اُسکو اُسی سے باز اُسکے باب مین جانین تو ایسے لوگون کے حق مین راگ اُنکے شوق کو اُبھارتا ہی اور عشق و محبت کو پختہ کرتا ہی اور یہ

دل پر کام جھماق کا کرتا ہی اور اُسمین سے اُن مکاشفات اور لطائف کو ظاہر کرتا ہی کہ خارج از حیطۂ وصف
ہین جو اُنکا دیکھنا ہی وہی اُنکو پہچانتا ہی اور جسکی حس اُنکے چکھنے سے کند ہوتی ہی وہ اُنکو کیا جانے
اور اُن حالات کا نام ارباب تصوف کے یہان وجد ہی جو وجود سے ماخوذ ہی یعنی اپنے نفس مین وہ
احوال موجود پائے جو راگ سے پیشتر نہین معلوم ہوتے تھے پھر اُن حالات کے سبب سے بعد کو
انکے لواحق و توابع ایسے پیدا ہوتے ہین کہ دل کو اپنی آگ سے پھونک دیتے ہین اور اُسکو کدورات سے
ایسا صاف کر دیتے ہین جیسے آگ مین سے تپ کر سیل سونے چاندی وغیرہ کا دور ہو جاتا ہی اور اس
صفائی کے بعد مشاہدات اور مکاشفات ہوتے ہین جو علت غائی عاشقان خدا اور ثمرہ جمیع عبادات ہی
تو ان چیزون کا ذریعہ بھی منجملہ عبادات ہوگا نہ معصیت یا مباح - اور دل کو راگ سے ان حالات کے
حاصل ہونے کا سبب یہی ہی کہ نغمات موزون اور ارواح مین مناسبت ہونی خدائے تعالے کا
راز ہی ارواح کو اللہ تعالی نے نغمات کا مسخر بنایا ہی اور اُنکے اثر سے شوق اور خوشی اور غم اور انبساط
اور انقباض ارواح مین پیدا ہوتے ہین اور آوازون سے ارواح کے متاثر ہونے کا سبب علوم
مکاشفات کے دقائق مین سے ہی جنمین آدمی سنگدل طبیعت کا منجمد راگ کی لذت سے محروم ہی
اور سمجھنے والے کو جو لذت معلوم ہوتی ہی اور وجد کی حالت مین اُسکا حال دگرگون ہوتا ہی اور رنگ بدلجاتا ہی اُسکو
دیکھکر تعجب کرتا ہو لیکن اُسکا تعجب ایسا ہی جیسا چوپایہ اور مینہ کی لذت سے تعجب کرے یا نامرد لذت مباشرت سے
اور لڑکا لذت ریاست و اسباب جاہ کی وسعت سے اور جاہل آدمی لذت معرفت الٰہی اور اُسکے جلال
و عظمت اور عجائب صنعت کے ادراک کی لذت سے تعجب کرے اور ان سب کا سبب ایک ہی ہی یعنی لذت
ایک قسم کا ادراک ہی جو قوت مدرکہ کو چاہتا ہی تو جسکی قوت مدرکہ کامل نہوگی اُسکو لذت کیسے معلوم ہوگی مثلاً
اگر کسی شخص مین قوت ذائقہ نہوگی وہ مزہ کیسے معلوم کریگا اور جو بہرا ہوگا اُسکو آوازون کی لذت کیسے حاصل
ہوگی اور جسکے عقل نہوگی وہ عقلی چیزون کا کیسے ادراک کریگا اسی طرح کان مین آواز پہونچنے سے راگ کا نطق کے
اندر کی حس باطنی سے معلوم ہوتا ہی تو جسکو وہ حس نہوگی اُسکو راگ کی لذت بھی نہوگی - اب شاید تم یہ کہو
کہ خدای تعالی کے حق مین عشق کیسے ہو سکتا ہی تاکہ راگ اُسکا محرک ہو تو اُسکا جواب یہ ہی کہ جو شخص اللہ تعالی کو پہچانتا ہی
اُس سے بالضرور محبت کرتا ہی اور جسکی معرفت پختہ ہو جاتی ہی اُسکی محبت بھی پختہ ہو جاتی ہی اور محبت
جب زیادہ پختہ ہوتی ہی تو اُسکو عشق کہتے ہین کیونکہ عشق کے معنی خط محبت موکدہ کے ہین اور اسی وجہ سے
جب عرب کے لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ غار حرا مین عبادت الٰہی کے لیے
تنہا رہتے ہین تو کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب پر عاشق ہو گئے ہین -

اور نیز جاننا چاہیے کہ جمال جس قوت مدرکہ سے معلوم ہوتا ہی اُسکے نزدیک محبوب ہوتا ہی اور یہ پر تو خالق جل شانہ کا ہی کہ وہ خود جمیل ہی اور جمال کو محبوب رکھتا ہی تو اگر جمال ظاہری ہوگا یعنی آدمی کا سوڈول ہونا اور رنگ صاف ہونا وغیرہ تو یہ آنکھ کے حاسہ سے معلوم ہوتا ہی اور اگر جمال باطنی ہی یعنی جلال و عظمت اور علو رتبت اور صفات و اخلاق کا اچھا ہونا اور جمیع خلق کے ساتھ ارادہ خیر کرنا اور ہمیشہ مخلوق پر خیرات کا جاری رکھنا وغیرہ تو یہ دل کے حاسہ سے معلوم ہوتا ہی اور لفظ جمال کبھی صفات باطنی کی خوبی کے لیے بھی بولتے ہین چنانچہ کہتے ہین کہ فلان شخص جمیل ہی حالانکہ اُس کی صورت مقصود نہین ہوتی بلکہ یہ غرض ہوتی ہی کہ جمیل الاخلاق اور محمود الصفات اور سیرت کا اچھا ہی یہان تک کہ بعض اوقات ایک کو دوسرے سے انھین صفات باطنی کی جہت سے محبت ہوتی ہی جیسے ظاہر کی خوبصورتی کی وجہ سے محبت ہوتی ہی اور یہی محبت کبھی بڑھکر عشق کہلانے لگتی ہی چنانچہ امام شافعی اور امام مالک اور امام اعظم رحمہم اللہ کی محبت مین بڑھے ہوے بہت لوگ ہین کہ اپنے جان و مال اُنکی طرفداری اور یاری مین خرچ کر ڈالین اور غلو اور مبالغہ کسی عاشق مین بھی اتنا نہوگا جتنا اُنکو حاصل ہی تعجب کی بات ہی کہ ایسے لوگون پر عاشق ہونا جنکی صورت کبھی نہین دیکھی کہ خوبصورت تھے یا بدصورت اور اب وہ انتقال کر گئے صرف جمال باطنی اور خصائل حمیدہ اور علم دینی کی خیرات جاری دیکھنے سے تو سمجھ مین آوے اور ممکن ہو اور جس ذات پاک کا یہ حال ہو کہ دنیا مین جتنی خیرات اور جمال اور محبوب ہین وہ سب اُسکی خوبیون کا پرتو ہون اور اُسکے آثار کرم کی علامت اور دریاے جود کا قطرہ بلکہ تمام حسن و جمال جو عالم مین عقل سے خواہ حواس ظاہری آنکھ کان وغیرہ سے شروع پیدائش دنیا سے آخر تک اور ثریا سے لیکر اسفل السافلین تک معلوم ہوتا ہی وہ اُسکے خزائن قدرت کا ایک ذرہ اور اُسکے انوار حضرت کا ایک لمعہ ہی تو جس ذات پاک کا وصف یہ ہو ہمکو معلوم نہین کہ اُسکی محبت کیسے سمجھ مین نہین آتی اور جو لوگ اُسکی اوصاف کے عارف ہون اُنکے نزدیک یہ محبت کیسے نہین بڑھتی بلکہ یہ محبت تو اتنا زیادہ ہو جاتی ہی کہ اسکو عشق کہنا بھی خطا ہی یعنی لفظ عشق بھی اُس افراط کے مفہوم سے قاصر پڑتا ہی سبحان اللہ عجب ذات پاک ہی کہ شدت ظہور ہی اُسکے ظہور کا حجاب ہی اور اُسکے نور کی چمک ہی آنکھون کا پردہ اگر نور کے ستر پردون مین وہ ذات مستتر نہوتی تو اُسکے چہرہ کے انوار اُسکے جمال پاک کو دیکھنے والون کی آنکھین پھپھک دیتے اور اگر اُسکا ظہور بسبب اُسکے مخفی ہونے کا نہوتا تو عقلین حیران اور دل پریشان اور قوتین بیتاب اور اعضا منتشر ہو جاتے اور اگر بالفرض دل پتھر اور لوہے کے ہوتے تو اُسکے ادنی انوار تجلی کے سامنے جلکر خاکستر ہو جاتے کیونکہ نور آفتاب کے ماہیت کی تاب پشہ مین کہان ہو سکتی ہی اور عنقریب

اس اشارہ کی تحقیق باب محبت جلد چہارم میں مذکور ہوگی اور معلوم ہوگا کہ محبت غیر اللہ کی تصور اور جہاں بلکہ معرفت کا محقق سوائے خدائے تعالیٰ کے اور کسکو نہیں پہچانتا کیونکہ حقیقت میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور اسکے افعال کے اور کوئی چیز موجود نہیں تو جو کوئی افعال کو اس نظر سے پہچانیگا کہ افعال میں اسکی معرفت فاعل سے آگے نہ بڑھیگی اور دوسرے کی طرف نہ جائیگی مثلاً جو شخص امام شافعیؒ اور انکے علم و تصنیف کو اس لحاظ سے پہچانیگا کہ یہ انکی تصنیف قطع نظر اس سے کہ وہ کاغذ جلد اور سیاہی اور کلام منتظم اور زبان عربی ہے تو اسکی معرفت امام شافعیؒ سے دوسرے کی طرف نہ جائیگی اور نہ انکے غیر کی محبت دل میں آویگی اب دنیا کے موجودات کو جو نظر کیجیے تو کل موجودات اللہ تعالیٰ کی تصنیف اور اسکا فعل ہیں جو کوئی انکو اس اعتبار سے پہچانیگا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کاریگری ہے تو وہ ان مصنوعات میں صانع ہی کی صفات دیکھیگا جیسے خوبی تصنیف سے مصنف کی فضیلت اور اسکی قدر کی بزرگی معلوم ہوتی ہے اور اسکی معرفت و محبت بھی خدائے تعالیٰ ہی پر منحصر رہیگی دوسرے کی طرف تجاوز نہ کریگی اور اس عشق کی تعریف یہ ہے کہ شرکت کو قبول نہیں کرتا اور اسکے سوا جتنے عشق ہیں وہ شرکت قبول کرتے ہیں کیونکہ خدائے تعالیٰ کے سوا جو محبوب ہے اسکا نظیر ممکن ہے خواہ وجود میں یا امکان میں مگر اس جمال کا ثانی نہ امکان میں ہو سکتا ہے نہ وجود میں اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کی محبت کو عشق کہنا مجازی ہے نہ حقیقی ہاں جو شخص کہ کم عقل چوپایہ کے قریب ہوتے ہیں وہ لفظ عشق سے طلب وصال ہی سمجھتے ہیں جسکے معنے جسم ظاہری کے ملنے اور شہوت جماع کے پورا کرنے کے ہیں تو ان جیسے گدھوں کے سامنے الفاظ عشق اور شوق اور وصال اور انس کے بولنے نہ چاہئیں بلکہ انکے استعمال سے اجتناب چاہیے جیسے چوپایہ کے سامنے نرگس و ریحان نہیں کرتے اور صرف گھاس اور جو اور شاخون کے پتے رکھ دیتے ہیں اسلیے کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں ان الفاظ کا بولنا جائز ہے جن سے سننے والے کو ایسی باتون کا وہم نہو جنسے اللہ تعالیٰ کو منزہ کہنا واجب ہے اور وہم لوگون میں انکی سمجھ کے موافق مختلف ہوا کرتے ہیں تو ان جیسے الفاظ میں اس دقیقہ کو یاد رکھنا چاہیے ؎

با ہیچ نغم لاف معنے چہ زنی	طفلانہ بطفل گفتگو باید کرد

بلکہ عجب نہیں کہ صفات الٰہی کے سنتے ہی دل پر وہ وجد غالب ہو جسکے سبب سے دل پھٹ جاوے بایں خیال ابو ہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپنے ذکر فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا کسی بیمار پر تھا اسنے اپنی ماں سے پوچھا کہ آسمان کسنے پیدا کیا اسنے کہا اللہ عزوجل نے اسنے کہا کہ زمین کو کسنے پیدا کیا اسنے کہا اللہ تعالیٰ نے پھر پوچھا کہ پہاڑون کو کس نے بنایا

اسکی مان نے کہا کہ اللہ جل شانہ نے اسنے پوچھا کہ بادل کسنے پیدا کیا کہا کہ اللہ تعالی نے اس فرشتے نے کہا
کہ اللہ تعالی کی یہ شان ہے اور یہ کہکر اپنے آپ کو پہاڑ پر سے گرا دیا اور پاش پاش ہوگیا۔ اور اسکا سبب
غالبا یہی معلوم ہوتا ہے کہ جب اسنے وہ باتین سنین جو اللہ تعالی کے جلال اور قدرت کامل کی دلیل ہوئین
تو اسکو طرب و وجد ہوا اور وجد کی حالت مین اپنے آپ کو گرا دیا اور کتاب آسمانی سب سے آخری
مین کہ اللہ تعالی کے ذکر سے لوگ طرب کرین بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین نے انجیل مین لکھا دیکھا ہے
کہ ہنے تمہارے سامنے گایا مگر تسنے طرب نہ کیا اور ہنے تمہارے لیے مزمار بجایا مگر تم نہ ناچے یعنی ہنے
اللہ تعالی کے ذکر کا تمکو شوق دلایا مگر تم مشتاق نہوئے۔ یہ ہے جو ہنے راگ کے اقسام اور اسباب اور
مقتضاؤن کا ذکر کرنا چاہا تھا اور یہان تک یقینا معلوم ہوگیا کہ بعض جگہ مین راگ مباح ہے
اور بعض مین مستحب ہے ہم ان عوارض کو لکھتے ہین جسنے راگ حرام ہوجاتا ہے اور وہ پانچ ہین
تیسرا بیان ان عوارض کے ذکر مین جسنے راگ حرام ہوجاتا ہے اور وہ پانچ عارض ہین اول یہ کہ
گانے والی عورت ہو جسکی طرف دیکھنا حلال نہو اور اسکے راگ سننے سے فتنہ کا خوف ہو اور اسی کے حکم مین
لڑکا بے ریش ہے جسکا گانا سننے سے فتنہ کا خوف ہو اور یہ حرام ہے اسوجہ سے کہ اسمین فتنہ کا خوف ہے
اور یہ حرمت راگ کی وجہ سے نہین بلکہ اگر عورت ایسی ہو کہ بات کرنے سے اسکی آواز کے باعث فتنہ کا خوف ہو
تو اس سے کلام کرنا درست نہین اور نہ تلاوت مین اسکی آواز کا سننا جائز ہے اور یہی حال لڑکے
کا ہے بشرطیکہ فتنہ کا خوف ہو اب اگر یہ کہو کہ تم اسکو حرام ہر حال مین کہتے ہو تو کہ یہ باب بالکلیہ حرام ہے
اسی جگہ کہتے ہو جہان فتنہ کا خوف ہو اور جس شخص کے حق مین فتنہ کا خوف ہو تو اسکا جواب ہے کہ فقہ کی رو سے مسئلہ
دو احتمال رکھتا ہے اور دو اصلون مین منطبق ہوسکتا ہے ایک اصل تو یہ ہے کہ اجنبی عورت سے خلوت کرنی اور اسکی صورت
دیکھنی حرام ہے خواہ فتنہ کا خوف ہو یا نہو اسلیے کہ یہ امر فی الجملہ محل فتنہ ہے تو شریعت نے اسباب کو
سد کرنے کے لیے حکم فرمادیا اور صورتون کی طرف التفات نہین کیا اور دوسری اصل یہ ہے کہ ترکون کی
طرف دیکھنا مباح ہے بجز اس حال کے کہ فتنہ کا خوف ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ ترکون کا حال
عورتون کی طرح پر عام نہین بلکہ آنکے باب مین خوف فتنہ کی پیروی کیجاتی ہے اور عورت کی آواز
ان دونون اصلون پر منطبق ہوسکتی ہے تو اگر اسکو اسکے دیکھنے پر قیاس کرین تب تو اسکی آواز
کا نہ سننا ہی چاہیے اور یہی قیاس قریب ہے مگر دیکھنے اور آواز سننے مین فرق بھی ہے اسلیے کہ شہوت
اول ہی دیکھنے مین دیکھنے کی مقتضی ہوتی ہے اور آواز سننے کی داعی نہین ہوتی علاوہ ازین دیکھنے سے
شہوت چھونے کی زیادہ حرکت کرتی ہے بہ نسبت آواز سننے کے اور آواز عورت کی راگ کے سوا بھی

کیونکہ عورتین صحابہؓ کے وقت مین مردون سے باتین کیا کرتی تھین تجھے سلام اور استفتا اور سوال اور مشورہ وغیرہ کرتی تھین مگر اگ کو شہوت کی تحریک مین زیادہ اثر ہوتا ہی اور اگا قیاس کرنا مرد کون کے دیکھنے پر بہتر ہی اسلیے کہ جیسا عورتون کو آواز مخفی رکھنے کا حکم نہین ویسا ہی امردون کو پردہ کرنے کا حکم نہین اس صورت مین خوف فتنہ پر حرمت منحصر ہونی چاہیے ہمارے نزدیک قرین قیاس یہی ہی اور حدیث دونون لڑکیون کے حضرت عائشہؓ کے گھر مین گانے کی اسی کی موئد ہی کہ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکی آواز سنتے تھے اور آواز سے احتراز نہ کیا کیونکہ فتنہ کا خوف آپکو نہ تھا غرضکہ اسکا حال عورت اور مرد کے احوال کے لحاظ سے مختلف ہوگا جوان کا اور حکم ہوگا اور بوڑھے کا اور اور ان جیسی باتون مین حکم کا مختلف ہونا کچھ بعید نہین مثلاً ہم کہتے ہین کہ اگر روزہ دار بوڑھا ہو اور وہ اپنی بی بی کا بوسہ لے لیوے تو اسکو جائز ہی اور جوان کو بوسہ لینا درست نہین اسلیے کہ بوسہ مقتضی جماع کا ہوگا روزہ کی حالت مین اور وہ ممنوع ہی اور سماع بھی مقتضی دیکھنے اور قربت کا ہوتا ہی تو جس شخص کے حق مین ہو اسکو حرام ہوگا پس سماع بھی ہر شخص کے حق مین جدا حکم رکھتا ہی۔

دوم یہ کہ آلات سماع اچھے نہون مثلاً سینخوارون اور مخنثون کے شعار ہون جیسے مزامیر اور طنبور اور تار کے باجے اور ان تینون کے سوا اور اپنی اصل پر یعنے اباحت پر ہین جیسے دف کو اسمین جھانجھ ہون اور نقارہ اور شاہین اور لکڑی پر گت لگانا اور دوسری آلات مین سوم یہ کہ نظم مین خرابی ہو یعنے مین اگر فحش اور بیہودگی اور ہجو اور جو باتین کہ اللہ تعالی اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یا صحابہؓ پر جھوٹ ہون جیسے رافضی اصحابؓ کی شان مین بنا لیتے ہین تو اسطرح کی باتون کا سننا گیت کی طرح اور بدون گیت کے حرام ہی اور سننے والا کہنے والے کا شریک ہی اسی طرح وہ اشعار جسمین کسی خاص عورت کا وصف ہو کیونکہ عورت کا ذکر مردون کے سامنے جائز نہین جس سے اسکے بدن یا اعضا کا حال معلوم ہو لیکن کافرون اور بدعتیون کی ہجو کرنی درست ہی چنانچہ حضرت حسان بن ثابتؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کافرون سے خصومت کیا کرتے اور کفار کی ہجو بیان کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو اسکے لیے اجازت دی تھی لیکن اشعار تشبیب کے یعنے ذکر خط و خال اور رخسار وغیرہ عورتون کے اعضا جو شروع قصائد مین معمول ہی تو اسمین شامل ہی اور صحیح یہ ہی کہ اسکا نظم کرنا اور پڑھنا خواہ آواز سے ہو یا بدون آواز کے حرام نہین اور سننے والے کو چاہیے کہ ان اوصاف کو کسی معین عورت پر نہ ڈھالے اور اگر ڈھالے تو ایسی عورت پر ڈھالے جو اسکو حلال ہو مثلاً اپنی منکوحہ یا حرام پر اور اگر اجنبی عورت پر ڈھالیگا تو بس ڈھالنے اور اسباب مین فکر دوڑانے سے

گناہگار ہوگا اور جس شخص کا حال یہ ہو کہ مضامین اشعار کو اجنبی عورت پر ڈھالتا ہو تو اسکو سر سے
ہرگز نہ سننا چاہیے اسلیے کہ جس شخص پر عشق غالب ہوتا ہے وہ جو کچھ سنتا ہے اپنے معشوق پر ڈھال لیتا ہے
خواہ لفظ مناسب ہو یا نہ ہو کیونکہ کوئی لفظ ایسا نہیں جسکو استعارہ کے طور پر بہت سے معانی پر نہ
ڈھال سکیں مثلاً جسکے دل پر عشق الٰہی غالب ہوتا ہے وہ زلفوں کی سیاہی سے کفر کی تاریکی خیال کرتا ہے
اور سفیدی اور تازگی رخسار سے نور ایمان اور وصال کے ذکر سے دیدار الٰہی اور فراق کے مضمون سے اسکی
جناب سے مردودوں کے زمرہ میں محجوب ہونا اور رقیب وصال کے مخل سے دنیا کے عوائق و آفات جو اللہ تعالیٰ
کے ساتھ انس دائمی میں خلل انداز ہیں سمجھ لیتا ہے اور ان الفاظ کو معانی مذکورہ پر ڈھالنے میں اسکو
کچھ تامل اور فکر اور مہلت کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ جو باتیں اسکے دل پر غالب ہیں وہ لفظوں
کے ساتھ ہی جھٹ پٹ سمجھ میں آتی ہیں چنانچہ کسی بزرگ کا ذکر ہے کہ بازار میں گزرے اور کسی کو کہتے
کہ خیار پیسے کے دس انکو اسی وقت وجد آگیا کسی نے جو حال پوچھا تو کہا کہ جب خیار پیسے کے
دس ہیں تو اشرار کی کیا قیمت ہوگی یعنے خیار جو بمعنی ککڑی کے تھا اسکو فوراً جمع خیر بمعنی نیکو سمجھ لیا
اور ایک اور شخص کا گزر بازار میں ہوا اور کسی کو کہتے سنا یا سعد یا سعد تو انکو وجد آگیا لوگوں نے پوچھا کہ آپکو
وجد کس وجہ سے ہوا کہا کہ میں نے سنا کہ گویا یہ کہتا ہے اِنَّ سَعْدًا یَسْعَدُ یعنے تو کوشش کر میرا سلوک دیکھیگا
حتی کہ فارس والوں پر کبھی وجد آجاتا ہے عرب کے اشعار سے اسلیے کہ عربی کے بعض کلمات فارسی لفظوں
کے ہموزن ہوتے ہیں اسلیے اُنسے اور معنے سمجھ لیتے ہیں مثلاً کسی نے یہ مصرع پڑھا وَمَا زَارَنِیْ فِی اللَّیْلِ
اِلَّا خَالَهٗ اسپر ایک فارسی نے وجد کیا اس سے لوگوں نے وجد کا سبب پوچھا اسنے کہا کہ یہ
کہتا ہے کہ ما زار نیم یعنے لفظ زار فارسی میں نحیف اور قریب المرگ کو کہتے ہیں اور خالہ کو فارسی کی
غنیمہ میں مگس سمجھ کر یہ خیال کیا کہ یہ شخص یوں کہتا ہے کہ ہم سب آمادۂ ہلاک ہیں اور اسوقت اسکے دل میں
اندیشۂ آخرت کی ہلاکی کا ہوا جو باعث وجد ہوا اور جو شخص آتش محبت الٰہی میں جل رہا ہے اسکا وجد
اسکی سمجھ کے موافق ہے اور اسکی سمجھ اسکے خیال کے موافق اور یہ کچھ ضرور نہیں کہ اسکا تخیل شاعر
کی مراد کے موافق پڑے یا شعر کی زبان سمجھے تو اسطرح کا وجد حق اور درست ہے اور جو کوئی آخرت
کے ہلاک ہونے کا تصور معلوم کرے تو اسپر جو کچھ کیفیت ہو جائے وہ معذور ہے عقل کا مختل اور اعضا کا
مضطرب ہو جانا کیا بڑی بات ہے غرضکہ حقانی وجد والوں کے لیے الفاظ تشبیب کے بدلنے میں
کچھ بڑا فائدہ نہیں وہ تو جو لفظ جس زبان کا سنینگے اُس سے اپنا ہی مطلب نکال لینگے چنانچہ
حضرت شیخ سعدی فرماتے ہیں شعر چو شوریدگان مے پرستی کنند ببوآواز دولاب بستی کنند

بلکہ جس شخص پر مخلوق کا عشق غالب ہو اُسکو چاہیے کہ کسی لفظ سے راگ نہ سُنے اور اُس سے محترز رہے
چہارم یہ کہ سُننے والے مین خرابی ہو یعنے شہوت غالب ہو اور عین بہار جوانی مین ہو اور یہ صفت
اور صفات کی نسبت کر اُسپر غالب ہو تو اُسکو راگ سُننا حرام ہی خواہ اُسکے دل پر کسی معین شخص کی
محبت غالب ہو یا نہین کیونکہ وہ کسی حال مین ہوا کرے مگر جب وصف زلف و رخسار اور فراق اور
وصال کا سُنے گا تو اُسکی شہوت جنبش کریگی اور اُن الفاظ کو کسی معین صورت پر ڈھالیگا جسکو شیطان
اُسکے دل مین پھونک دیگا اس صورت مین شہوت کی آگ بھڑک اُٹھیگی اور شر سے اسباب تیز ہو جائینگے
اور اسی کا نام شیطان کے لشکر کو مدد دینا اور عقل کو جو لشکر الٰہی ہی اور شیطان سے بچاتی ہی شکست دینا ہی
اور دل کے اندر شیطان کے لشکر یعنے شہوات اور اللہ تعالیٰ کے لشکر یعنے نور عقل مین ہمیشہ لڑائی
رہا کرتی ہی بجز اُس دل کے جسمین ایک لشکر کی فتح ہو گئی ہو اور دوسرا بالکل مغلوب ہو گیا ہو کہ
اُسمین جنگ موقوف ہو جاتی ہی اور اب تو اکثر دل ایسے ہی ہین جنکو لشکر شیطان نے جیت لیا ہی
اور اُسپر وہی غالب ہو رہا ہی تو اس صورت مین ضرور ہوا کہ از سر نو سامان جنگ مہیا کیا جائے تاکہ
لشکر شیطان کا دل مین سے پانون اُکھڑے نہ یہ کہ شیطان کے ہتھیار بہت کر دیے جاوین اور اُسکی
تلوارون پر باڑھ رکھی جاوے اور بھالین نکیلی کر دیجاوین اور اس قسم کے لوگون کے حق مین راگ
ایسا ہی ہی کہ شیطانی لشکر کے ہتھیار تیز کر دیتا ہی تو ایسے آدمی کو سماع کی مجلس مین سے نکلجانا چاہیے
ورنہ اُسکو سماع سے ضرر کثیر ہوگا **پنجم** یہ کہ سننے والا عام لوگون مین سے ہو اور اُسپر نہ محبت خداے تعالیٰ کی
غالب ہی کہ سماع اُسکو اچھا معلوم ہو اور نہ اُسپر شہوت ہی غالب ہی کہ اُسکے حق مین راگ ممنوع ہو تو
ایسے شخص کے حق مین سماع ایسا ہوتا ہی جیسے اور لزتین مباح ہین لیکن اگر عامی شخص راگ کو اپنی
عادت بنالیگا اور اپنے اکثر اوقات اُسی مین صرف کریگا تو بھی احمق ہی جسکی گواہی مقبول نہوگی
اسلیے کہ کھیل پر مواظبت کرنی گناہ ہی اور جسطرح کہ گناہ صغیرہ پر اصرار کرنے سے کبیرہ ہو جاتا ہی اسی طرح
مباح پر اصرار کرنے سے گناہ ہو جاتا ہی مثلاً رنگیون اور حبشیون کے کھیل پر اڑا رہنا اور اُنکے کھیل تماشے مدام
دیکھنے ممنوع ہین اگرچہ اصل اُنکی ممنوع نہین کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو کیا ہی اور
قبیل سے شطرنج کھیلنا کہ یہ بھی مباح ہی لیکن ہمیشہ کھیلنا سخت مکروہ ہی اور جس صورت مین کہ اُس سے
کھیل اور لذت مقصود ہو تو مباح اسی وجہ سے ہوتی ہی کہ دل کو آرام دینا ہوتا ہی اور بعض اوقات
دل کو راحت پہونچانا ہی اُسکا علاج ہوتا ہی تاکہ تھوڑا سا سستا کر باقی اوقات دنیا کے
کامون مین جد و جہد کرے مثل کاروبار تجارت کے یا دینی کامون مین مشغول ہو مثل نماز و تلاوت کے

اور بہت سی محنت مین تھوڑا سا کھیل ایسا سمجھنا چاہیے جیسے رخسار پر تل ہوتا ہی کہ ہر چند کالا ہوتا ہی مگر اچھا معلوم ہوتا ہی اور اگر بالکل رخسار پر بہت سے تل ہو جائین کہ تل رکھنے کو جگہ نہ رہے تو ظاہر ہی کہ رخسار نہایت بدصورت ہو جائیگا اور جو چیز حسن کی تھی وہی کثرت کے سبب قباحت کی جائیگی تو یہ بات نہین کہ جو چیز اچھی ہو وہ بہت ہو کر بھی اچھی ہوا کرے یا جو چیز مباح ہی وہ کثیر بھی مباح ہی رہے بلکہ اکثر یہی ہی کہ کثرت کے باعث کراہیت اور حرمت کو پہونچ جاتی ہی مثلاً روٹی مباح ہی اور کثرت سے کھانا حرام ہی تو سماع بھی اور مباحون کی طرح ہی کہ کبھی کا مضائقہ نہین اور روزمرہ کا معمول ڈالنا مکروہ اور ممنوع ہی اب اگر یہ کہو کہ تمھاری تقریر سے پایا جاتا ہی کہ سماع بعض احوال مین مباح ہی اور بعض مین مباح نہین تو تمنے اول اسکو مباح مطلق کیون کہدیا تم تو خود قائل ہو کہ جس امر مین تفصیل ہو اسکے باب مین مطلق ہان یا نہین کہدینا خلاف اور غلط ہی پھر تمنے بدون تفصیل مطلق کیسے کہا تو اسکا جواب یہ ہی کہ اطلاق حکم اُس تفصیل مین ممنوع ہی جو خود اُس شے مین بدون لحاظ دوسری چیز کے پائی جاوے اور جو تفصیل کہ عوارض کے سبب سے پیدا ہو تو اُسمین مطلق بیان کر دینا ممنوع نہین جیسے کوئی تم سے سوال کرے کہ شہد حلال ہی یا نہین تو ہم مطلق یہ کہینگے کہ حلال ہی یا جو یہ کہ وہ ایسے گرم مزاج والے پر حرام ہی جسکو اُس سے ضرر ہوتا ہی اور اگر کوئی ہمسے شراب کا حال پوچھے تو ہم یہی کہین گے کہ حرام ہی حالانکہ وہ اُس شخص کے حق مین حلال ہی جسکے گلے مین لقمہ اٹک جائے اور دوسری چیز اُسکے نیچے اُتارنے کی نہ پائے لیکن اس لحاظ سے کہ وہ شراب ہی بلاشبہ حرام ہی صرف ضرورت کی وجہ سے حلال ہو گئی اور شہد اس اعتبار سے کہ شہد ہی حلال ہی حرام صرف ضرر کے عارض ہونے سے ہو جاتا ہی اور جو بان کہ عارض کی وجہ سے ہوتی ہی اُسکا کچھ اعتبار نہین ہے جیسے بیع حلال ہی لیکن اگر جمعہ کی آذان کے وقت پڑے تو حرام ہو جاتی ہی اسی طرح اور عوارض سے حرمت ہو سکتی ہی مگر اُسپر التفات نہین کیا جاتا پس سماع کو بھی ایسا ہی جاننا چاہیے کہ اگر بدون لحاظ عوارض کے دیکھو تو اس نظر سے کہ وہ سننا عمدہ آواز مضمون المعنی اور موزون کا ہی مباح ہی اور اُسکی حرمت صرف کسی امر خارجی سے ہو جاتی ہی جو اُسکی حقیقت ذاتی مین داخل نہین ہوتی پس جب کہ دلیل اباحت کا حال خوب واضح ہو گیا تو اب ہمکو اُس شخص کی پروا نہین جو بعد دلیل ظاہر ہونے کے اُسکے خلاف کہے۔ اور امام شافعی رض کا تو مذہب ہی نہین کہ راگ کو حرام کہین اور انھون نے یہ تصریح کی ہی کہ جو کوئی اُسکو اپنا پیشہ مقرر کرلے اُسکی گواہی درست نہین اور اُسکی وجہ یہ ہی کہ وہ اُس قسم کا مکروہ ہی جو باطل کا مشابہ ہی اور جو ایسے امر کو اپنا پیشہ بنائیگا تو سفاہت اور بے مروتی کی طرف

منسوب ہوگا گو سماع حرام ظاہر حرمت والا نہین اور اگر اپنے آپ کو راگ والا نہ کہلائیگا اور نہ اسوجہ سے کوئی اُسکے پاس آوے اور نہ خود اُسکی خاطر دوسرے کے یہان جائے بلکہ یون مشہور ہو کہ کبھی کبھی کچھ کارگر دل خوش کرلیتا ہی تو یہ امر مروت کو ساقط نہین کرتا اور نہ گواہی باطل ہو اور استدلال امام شافعی کا وہی حدیث دونون لڑکیون کی ہی جو اُپر گذری ہی۔ اور یونس بن عبدالاعلی کہتے ہین کہ مین نے امام شافعی سے پوچھا کہ اہل مدینہ راگ کو سماع کہتے ہین اسکا حال فرمائیے آپ نے فرمایا کہ علماء حجاز مین سے مین کسی کو نہین جانتا جسنے راگ کو مکروہ کہا ہو بجز اُس راگ کے جو اوصاف کے باب مین ہو اور حدی اور ترانون اور اُنکے آثار کا گانا شعرون کے نغمات کی طرح اُسکے مباح ہونے مین کچھ تردد نہین اور یہ جو فرمایا کہ راگ وہ کھیل ہی جو باطل کے مشابہ ہی تو کھیل فرمانا درست ہی مگر کھیل اس نظر سے کہ کھیل ہی حرام نہین چنانچہ حبشیون کا کھیلنا اور ناچنا بھی ایک کھیل ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو دیکھا اور برا نہین جانا بلکہ کھیل کے اگر یہ معنے لوگ ایسا کام کرنا جسمین کچھ فائدہ نہین تو اُسپر خدا تعالی بھی مواخذہ نہ فرمائیگا مثلاً کوئی آدمی اپنا وظیفہ کرلے کہ تمام دن مین سو بار اپنا ہاتھ سر پر رکھ لیا کرے تو یہ حرکت لغو بیفائدہ ہی مگر اُسپر مواخذہ نہین چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ تو جب خدا کا نام بطور قسم لینے پر بدون اُس شی پر عزم کرنے کے مواخذہ نہین تو شعر اور ناچ پر کیسے مواخذہ ہوگا۔ اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ باطل کے مشابہ ہی اس سے بھی حرمت نہین سمجھی جاتی بلکہ اگر باطل ہی فرمادیتے تو حرمت نہ پائی جاتی اسلیے کہ باطل اُسکو کہتے ہین جسمین فائدہ ہو تو فقط اتنا ثابت ہوگا کہ اُسمین کوئی فائدہ نہین مثلاً اگر کوئی شخص اپنی بی بی کو کہے کہ مین نے اپنے آپ کو تیرے ہاتھ بیچ دیا اور وہ جواب دے کہ مین نے خرید لیا تو یہ معاملہ باطل ہی بشرطیکہ مقصود دل لگی اور جہل ہو حالانکہ ایسا کرنا حرام نہین ہان اگر اس معاملہ سے اُسکے حقیقی معنی مراد لیگا اور اپنے آپ کو مملوک ٹھہرائیگا تو حرام ہوگا کہ شرع نے اُسکو منع فرمایا ہی۔ اور یہ جو فرمایا ہی کہ مکروہ ہی تو اُسکی کراہت اُنھین چند جگہون مین ہی جنکو ہمنے مذکور کیا ہی یا کراہت تنزیہی مراد ہی جیسے آپ نے شطرنج کھیلنے کی تصریح کی ہی اور یہ بھی ذکر کیا کہ مین ہر ایک کھیل مکروہ جانتا ہون اور آپ کا علت بیان کرنا بھی اسی بات پر دلالت کرتا ہی کہ کراہت تنزیہی ہو یعنے آپ نے وجہ کراہت یہ فرمائی ہی کہ یہ امر دینداروں اور اہل مروت کی عادت نہین۔ اور راگ پر مواظبت کرنے سے جو آپ نے گواہی نامنظور کرنے کو ارشاد فرمایا ہی تو اس سے بھی حرمت نہین پائی جاتی کیونکہ شہادت تو بازار مین کھانے سے بھی نہین مقبول ہوتی حالانکہ اُس سے مروت قطع نہین ہوتی بلکہ فورہائی ایک امر مباح ہی مگر اہل مروت کا پیشہ نہین اسی طرح شہادت کبھی خسیس پیشہ

کرنے سے بھی نامنظور رہوتی ہے غرضکہ بیان علت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کراہت سے کراہت تنزیہی مراد لی ہے اور گمان غالب یہ ہے کہ اور اماموں نے بھی مکروہ تنزیہی ہی مراد لیا ہو اور اگر حرمت مراد لی ہو تو ہمنے جو کچھ لکھا ہے وہی اُنکا جواب ہے

چوتھا بیان اُن لوگوں کی دلیلوں کے ذکر میں جو راگ کی حرمت کے قایل ہیں اور اُنکے جواب میں

اوّل حجت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ حضرت ابن مسعود اور حسن بصری اور نخعی رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ لہو الحدیث راگ ہے اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا گانے والی لونڈی کو اور اُسکی فروخت کو اور اُسکے دام کو اور اُسکی تعلیم کو تو اُسکا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں گانیوالی لونڈی سے وہ لونڈی مقصود ہے جو شراب کی مجلس میں مردوں کے سامنے گاوے اور یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اجنبی عورت کا گانا فاسقوں کے اور ایسے لوگوں کے سامنے جنسے فتنہ کا خوف ہو حرام ہے اور عرب والے گانیوالی لونڈی سے ممنوع ہی گانا گواتے تھے اور اگر صرف مالک اپنے سامنے گوانے کو لیتا تو اس حدیث سے اُسکی حرمت نہیں سمجھی جاتی بلکہ غیر مالک کو بھی اُسکا راگ سننا درست ہے بشرطیکہ فتنہ نہو اور اسکی دلیل وہی حدیث دونوں لڑکیوں کی ہے جو حضرت عائشہ رضہ کے مکان میں گاتی تھیں اور آیت میں جو لہو الحدیث کا خریدنا مذکور ہے اُسکے آگے یہ بھی ہے کہ اس جہت سے کہ اُس سے اللہ تعالیٰ کی راہ سے گمراہ کرے تو وہ واقع میں حرام اور برا ہے اور اُسمیں گفتگو بھی نہیں مگر ہر ایک غنا ایسا نہیں کہ دین کے عوض خریدا جائے اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے گمراہ کرنے کے لیے اور مقصود آیت شریف میں حرمت ایسے ہی راگ کی ہے بلکہ راگ پر کیا موقوف ہے اگر بالفرض قرآن کو اس نیت سے پڑھے کہ لوگ گمراہ ہوں تو اُسکا پڑھنا بھی حرام ہوگا چنانچہ کسی منافق کا ذکر ہے کہ وہ لوگوں کی امامت کیا کرتا اور سورۂ عبس کے سوا دوسرا نہ پڑھتا اس لحاظ سے کہ اُسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب ہے حضرت عمر رضہ نے اُسکے اس فعل کو حرام جانا اور اُسکے قتل کا ارادہ کیا اس نظر سے کہ اُسکا منشا گمراہ کرنے کا تھا تو اگر شعر اور راگ سے غرض گمراہ کرنا ہو تو بطریق اولیٰ حرام ہے **دوم** حجت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ وَاَنْتُمْ سَامِدُوْنَ - حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہیں کہ زبان حمیر میں سمود راگ کو کہتے ہیں جس سے سامدون نکلا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اگر آیت میں مذکور ہونے کی وجہ سے حرمت ہے تو چاہیئے کہ ہنسنا اور نہ رونا بھی حرام ہے کہ یہ دونوں بھی آیت میں مذکور ہیں اور اگر یہ کہو کہ ہنسی سے ہنسی مخصوص مراد ہے یعنے مسلمانوں پر بوجہ مسلمان ہونے کے ہنسنا تو ہم بھی کہتے ہیں

ف اور ایک لونڈی جس کو فریدا میں نے کیل کی بالوں کی جو لاتی تھی اور سوا اس کے ضعیف اور جس کو بیچنے کا ارادہ تھا خریدار نے اور جس کو بیچنے کا ارادہ تھا خریدار نے

کہ راگ سے اشعار اور راگ مخصوص مراد ہے جو مسلمانوں کے شعر سے باب میں ہو جیسا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ کہ یہاں شعراء کفار سے غرض ہے یہ نہیں پایا جاتا کہ شعر کا نظم کرنا فی نفسہ
حرام ہو سوم حجت یہ ہے کہ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے
پہلے شیطان نے نوحہ کیا اور اسنے ہی اول راگ گایا اس حدیث میں راگ اور نوحہ کو اکٹھا کر دیا تو
اسکا جواب یہ ہے کہ کچھ حرج نہیں آخر نوحہ میں سے حضرت داؤد علیہ السلام کا نوحہ اور گناہگاروں کا نوحہ
اپنی خطاؤں پر مستثنیٰ ہے اسی طرح راگ میں سے وہ راگ مستثنیٰ ہو گا جس سے سرور اور حزن اور شوق کی
تحریک سماع چیزوں کی طرف مراد ہو جیسے عید کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں دونوں
لڑکیوں کا گانا اور جس روز آپ سے سر طہر میں رونق افروز ہوئے عورتوں کا اس مضمون کا گانا مستثنیٰ ہے ؎

بدر طالع گشت برما از ثنیات الوداع	شکر واجب ہست برما تا دعا داعی کند

چہارم حجت یہ ہے کہ حضرت ابو امامہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب
کوئی شخص اپنی آواز راگ میں بلند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دو فرشتے اسکے دونوں مونڈھوں پر بھیج دیتا ہے
کہ وہ دونوں اپنی ایڑیاں اسکے سینہ پر مارتے رہتے ہیں جبتک کہ چپکا ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث
راگ کے بعض قسم پر محمول ہے یعنی جس راگ سے شیطان کی مراد کو حرکت ہو یعنی شہوت اور مخلوق کا عشق
بھرے لیکن جس راگ سے شوق الی اللہ یا عید کی خوشی یا زفاف ہونے کی صحت یا کسی غائب کے آنے کی
فرحت پائی جائے تو یہ سب امور شیطان کی مراد کے مخالف ہیں اور اسکی دلیل قصہ ان دو لڑکیوں اور
حبشیوں کا اور وہ اخبار ہیں جو ہم صحاح سے نقل کر چکے اسلیے کہ جائز ہونا ایک ہی جگہ میں اباحت کی تصریح
کر دیتا ہے اور ہزار جگہ میں بھی تاویل کا محتمل ہے اور تعزیر کا بھی احتمال رکھتا ہے مگر فعل میں کچھ تاویل
نہیں ہے اسلیے کہ جسکا کرنا حرام ہے وہ صرف زبردستی کے عارض ہونے سے حلال ہوتا ہے اور جسکا
کرنا مباح ہے وہ بہت سے عوارض سے حرام ہو جاتا ہے یہاں تک کہ نیتوں اور قصدوں کی جہت سے
بھی پنجم حجت یہ ہے کہ عقبہ بن عامرؓ نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنی
چیزیں کہ آدمی اپنے کھیلتا ہے باطل ہیں مگر اپنے گھوڑے کو پھیرنا اور تیر پھینکنا اور اپنی بی بی
سے جہل کرنی تو اسکا جواب یہ ہے کہ باطل فرمانے سے حرمت نہیں پائی جاتی بلکہ بے فائدہ ہونے پر دلالت
کرتا ہے اور اگر تسلیم بھی کیا جائے تو حبشیوں کی طرف دیکھنے کا کھیل ان چیزوں میں داخل رہیگا اور
حرام نہ ہوگا اور محصور میں غیر محصور کو قیاس کی وجہ سے ملایا جائیگا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا یہ ارشاد لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ کہ مسلمان کا خون بجز ان تین کے حلال نہیں ہوتا

ایسا ہی بی بی سے جہل کرنا ہے کہ اُس سے بجز لذت کے اور کچھ فائدہ نہین علاوہ ازین باغون کی سیر اور پرندون کی آوازون کا سننا اور دوسرے بیسی چیزے جنسے آدمی کھیلتا ہے اُن مین سے کوئی حرام نہین اگرچہ اُنکو باطل کہہ سکتے ہین ششتم یہ حجت ہے کہ حضرت عثمان غنی فرماتے ہین کہ جب سے مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے کبھی گیت گایا نہ جھوٹ بولا نہ اپنے داہنے ہاتھ سے آلۂ تناسل کو چھوا تو اسکا جواب یہ ہے کہ اگر یہ قول دلیل حرمت ہے تو چاہیے کہ داہنے ہاتھ سے آلۂ تناسل کا چھونا بھی حرام ہو حالانکہ اسکے یہ کہان سے ثابت ہوا کہ حضرت عثمان جس چیز کو ترک کرتے تھے وہ حرام ہی ہوتی تھی ہفتم یہ حجت ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ہے کہ راگ دل مین نفاق کو اُگاتا ہے اور بعضون نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ جیسے پانی ترکاری کو اُگاتا ہے اور بعض لوگون نے اس قول کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کیا ہے حالانکہ مرفوع صحیح نہین اور یہ بھی کہتے ہین کہ کچھ لوگ حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ احرام باندھے ہوئے گذرے اور اُنمین ایک شخص راگ گاتا تھا آپنے فرمایا دو بار کہ خدا تعالیٰ تمھاری دعا نہ سنے اور نافع سے مروی ہے کہ مین حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ ایک راستہ مین تھا آپ نے ایک چرواہے کی بانسری سنی اور دونون انگلیان دونون کانون مین دیلین اور اُس راہ سے دوسری طرف ہولیے اور مجھسے پوچھتے جاتے تھے کہ نافع وہ آواز تو سنتا ہے کہ نہین یہان تک کہ جب مین نے کہا کہ اب آواز نہین آتی تو آپنے انگلیان کانون مین سے نکال لین اور فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپنے ایسا ہی کیا تھا اور فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا کہ راگ ترنا کا منتر ہے اور بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ راگ بدکاری کا ایلچی ہے اور یزید بن ولیدؒ نے فرمایا کہ راگ سے کنارہ کرو کہ وہ شہوت بڑھاتا ہے اور مروت کو ڈھاتا ہے اور شراب کا قائم مقام ہے اور نشہ کا سا اثر کرتا ہے اگر تم خواہ مخواہ سنو ہی تو راگ عورتون کا مت سنو کہ وہ زنا کا مقتضی ہے تو ان سب اقوال کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کا قول کہ وہ نفاق اُگاتا ہے اُس سے یہ غرض ہے کہ گانے والے کے حق مین یہ تاثیر کرتا ہے کیونکہ اُسکی غرض یہی ہوتی ہے کہ اپنے آپ کو دوسرے پر پیش کرے اور اور اپنی آواز اُسکو سناوے اور لوگون سے میل اُسلیے کرتا ہے کہ اُسکے راگ پر رغبت کرین اور تعجب اور یہ نفاق کی بات ہے مگر اس سے حرمت نہین ثابت ہوتی کیونکہ نفاق اور ریا تو عمدہ پوشاک پہننے اور خوب جنے گھوڑے پر سوار ہونے اور قسام آرائش اور کھیتی اور انعام وغیرہ سے ہاتھ مخرکرنے سے بھی دل مین پیدا ہوتا ہے مگر ان کل چیزون کو مطلق حرام نہین کہا جاتا اور دل مین نفاق اُگنے کی وجہ سے صرف گناہ ہی نہین ہوتی بلکہ جو مباحات کہ مخلوق کے دیکھنے کے محل ہوتے ہین وہ بھی باعث ظہور نفاق

ع بتقلید فرمودہ اور موقوفا روایت کیا اور اکثر محدثین نے اسکو مرفوعا روایت کیا ہے کما تقدم ۱۲

ع

ہو جاتے ہین اور بڑا اثر کرتے ہین اور اسی وجہ سے حضرت عمرؓ کے نیچے جب کھورا جمکر اور بین سنور کر آہستہ چلا تو آپ اُسپر سے اتر پڑے اور اُسکی دم کاٹ ڈالی کیونکہ اُسکی خوش رفتاری سے اپنے دل مین تکبر معلوم فرمایا تو یہ نفاق مباح سے بھی ہوتا ہی مخصوص بہ حرام نہین کہ قول ابن مسعودؓ سے راگ کو حرام ہی کہا جائے اور حضرت ابن عمرؓ کا فرمانا کہ خدا تمھاری دعا قبول نہ کرے اس سے بھی حرمت معلوم نہین ہوتی بلکہ چونکہ وہ لوگ احرام باندھے تھے اور اُنکو عورتون کا ذکر مناسب نہ تھا اور اُنکے اشارے سے آپ کو ظاہر ہو گیا کہ یہ راگ وجد کے لیے اور زیارت بیت اللہ کے شوق کے واسطے نہین بلکہ صرف کھیل کے لیے ہی اسی جہت سے اُنپر انکار کیا کہ بلحاظ اُنکے حال احرام کے بُرا تھا اور ظاہر ہی کہ جتنی حالتین زیادہ ہوتی ہین اتنی ہی احتمال کی صورتین زیادہ ہو جاتی ہین اور اپکے کانون مین اُنگلیان دینے سے بھی حرمت ثابت نہین ہوتی کیونکہ اسی قصہ مین اسکا جواب موجود ہی کہ آپنے نافع کو ارشاد نہ فرمایا کہ تو بھی کان بند کر لے اور سنن اور اپنے آپ جو یہ فعل کیا تو اُسکی وجہ یہ ہی کہ اپنے دل کو سر دست ایسی آواز کے سننے سے پاک رکھا کہ عجب نہین کہ لہو کی محرک ہو کر جس فکر مین آپ تھے اُس سے مانع ہو باوجود کہ راگ کی نسبت کراہت اُس سے باز رکھے اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہی کہ آپنے بھی حضرت ابن عمرؓ کو منع نہ فرمایا تو آپکے اس فعل سے بھی حرمت نہین پائی جاتی بلکہ یہی معلوم ہوتا ہی کہ اُسکا ترک کرنا اولیٰ ہی اور ہمارے نزدیک اسکا ترک اکثر حالات مین بہتر ہی بلکہ دنیا کے اکثر مباح اشیا کا ترک بہتر ہی بشرطیکہ گمان غالب ہو کہ اُنکا اثر دل مین ہو گا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد ابی جہم کا بھیجا ہوا کپڑا اتار ڈالا تھا کہ اُسمین نقش و نگار تھے جنسے آپ کا دل مشغول ہوا اب کیا ہم اس سے یہ سمجھتے ہو کہ کپڑے پر نقش حرام ہین تو شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسی حالت مین ہونگے کہ چرواہے کی بانسری کی آواز آپ کو اُس حالت سے روکتی ہو گی جیسے نقش نے نماز مین حضور کامل سے روکا بلکہ جن لوگون کو ہمیشہ حق کی حضوری حاصل ہی اُنکو راگ کے حیلہ سے اپنے دلون مین سے احوال شریفہ کا پیدا کرنا قصور ہی اگرچہ یہ تدبیر غیرون کے لیے کمال ہی اور اسی وجہ سے حصیری نے کہا کہ مین اُس راگ کو کیا کرون کہ گانے والا مر جائے تو موقوف ہو جائے اسمین یہ اشارہ ہی کہ اللہ تعالیٰ سے سننا ہمیشہ کو باقی ہی تو چونکہ انبیا علیہم السلام ہمیشہ سننے اور دیکھنے کی لذت مین رہتے ہین اُنکو حاجت کسی حیلہ سے تحریک کی نہین ۔ اور قول فضیل رح کا کہ راگ زنا کا منتر ہی اور اسی طرح اور اقوال جنکا مضمون اسی کے قریب ہی تو وہ فاسقون اور جوان شہوت پرستون کے راگ کا حال ہی اور اگر سب راگون کا یہی حال ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

فائدہ اقدس مین اُن دونون راگنیون کا راگ کیون رہتا جاتا یہ ذکر کتاب وسنت کی دلیلون کا ہوا
اور دلیل قیاس کی نہایت یہ ہے کہ یون کہا جائے کہ جیسے تار کے باجے حرام ہین ویسے ہی راگ بھی
حرام ہے تو راگ مین اور تار کے باجون مین فرق پہلے مذکور ہوچکا اگر قیاس کرنا ٹھیک نہین یا
یون کہا جائے کہ راگ کھیل کود ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ واقع مین ایسا ہی ہے مگر دنیا سب کھیل کود ہے
چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی منکوحہ کو فرمایا تھا کہ تو ایک کھلونا ہے گھر کے کونے مین اور عورتون کے
ساتھ ہر طرح کی مچھل کھیل ہی ہے بجز قربت کے کہ لڑکا ہونے کا سبب ہے اسی طرح ہنسی جسمین فحش نہو
حلال ہے اسطرح کی ہنسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے منقول ہے چنانچہ باب
آفات اللسان جلد سوم مین انشاء اللہ مذکور ہوگی اور حبشیون اور زنگیون کے کھیل سے بڑھکر کونسا
کھیل ہے اسکی بھی اباحت نص سے ثابت ہوگئی علاوہ ازین ہم کہتے ہین کہ کھیل دل کو راحت پہونچاتا ہے اور
فکر کا بوجھ اسپر سے ہلکا کرتا ہے اگر دلون سے زبردستی کام لیا جائے تب بھی کام دینگے مگر انکو راحت دینے سے
اس بات کی اعانت ہے کہ اچھی طرح محنت کرکے کام دینے مثلاً جو شخص فقہ پڑھتا ہو اسکو چاہیے کہ جمعہ
کے روز تعطیل کرے اسلیے کہ ایک روز کی تعطیل اور ایام کے لیے باعث نشاط ہوتا ہے اور دل تھکتا نہین
اسی طرح جو شخص نوافل پڑھتا ہو وقتون مین مواظبت کرے چاہیے کہ بعض اوقات مین سستالیوے اور
ہمین لحاظ کچھ وقت شریعت نے ایسے مقرر کردیے کہ ان مین نماز مکروہ ہوتی ہے حاصل یہ کہ تعطیل سے
عمل مین اعانت ہوتی ہے اور کھیل محنت اور جدوجہد مین اعانت کرتا ہے اور محض جد وجہد اور تلخی امر حق پر
بجز انبیا علیہم السلام کے نفوس قدسیہ کے دوسرا صبر نہین کرسکتا تو چونکہ کھیل دل کے لیے تھکن اور
اکتاہٹ کا علاج ہے اسلیے اسکا مباح ہونا چاہیے مگر اسکی کثرت نہ کرنی چاہیے جیسے دوا کثرت سے
نہین پیتے ہین تو اس نیت سے کھیل ثواب ہوجائیگا اور یہ اُس شخص کے حق مین ہے کہ راگ اسکے
دل مین کوئی صفت محمودہ پیدا نہ کرے جسکی تحریک منظور ہو بلکہ بجز لذت اور صرف استراحت کے اور کچھ
فائدہ نہو تو اسکے لیے راگ مستحب ہونا چاہیے تاکہ اسکے ذریعہ سے منزل مقصود کو پہونچے ہان اسمین
شک نہین کہ یہ اعلیٰ رتبہ کمال سے ناقص ہونے پر دلالت کرتا ہے بلکہ کامل وہ ہے جو اپنے نفس کے
راحت دینے مین سوائے حق کے دوسری چیز کا محتاج نہو مگر چونکہ نیک بندون کی نیکیان مقربون کے
حق مین برائیان ہین تو گو راگ مقربون کے لحاظ سے برا ہو مگر ابرار کے لیے کارآمد ہے اور جو شخص
کہ دلون کے علاج کے علم پر محیط ہو اور لطائف الحیل سے حق کی طرف انکا لے جانا چاہتا ہو وہ یقیناً
جان لیگا کہ ان جیسی باتون سے دلون کو راحت دینا ایسی دوا نافع ہے کہ بدون اسکے کوئی چارہ نہین

دوسری فصل سماع کے آثار اور آداب کے بیان مین - واضح ہو کہ اول درجہ سماع کا یہ ہی کہ جو سنا جائے وہ سمجھ مین آئے اور جو بات کہ سننے والے کے ذہن مین آئے اُسکو اُسپر ڈھال لے پھر سمجھنے کے بعد وجد ہوتا ہی اور وجد اعضا پر حرکت پیدا کرتا ہی تو اس نظر سے ان تینون باتون کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا جاتا ہی تین مقامون مین پہلا مقام سمجھنے کے ذکر مین جو سُننے والے کے حالات کے اختلاف کے موافق مختلف ہوتا ہی اور سننے والے کی چار حالتین ہین - حالت اول تو یہ ہی کہ سننا صرف طبعی ہو یعنے بجز نغمات اور الحان کی لذت کے اور کچھ سماع کی کیفیت نہ جانے اور یہ سُننا مباح ہی مگر سماع کے مراتب مین سب سے کمتر ہی کیونکہ اس امر مین تو اُسکا شریک اونٹ اور بہائم بھی ہین بلکہ اس ذوق کے لیے تو صرف زندگی ہی چاہیے کہ ہر ایک حیوان کو آواز خوش سے ایک طرح کی لذت حاصل ہوتی ہی دوسری حالت یہ ہی کہ سمجھ کے ساتھ سنے مگر مضمون کو کسی مخلوق معین یا غیر معین پر ڈھالتا جائے اور یہ سننا جوانون اور شہوت والون کا ہی کہ جو کچھ سُنتے ہین اوسکے موافق اپنی شہوتون اور مقتضاے احوال کے ڈھال لیتے ہین اور یہ حالت بھی ایسی نہین کہ اسکا کچھ ذکر کیا جائے بلکہ اسکی برائی اور اس سے ممانعت پر ہی بس کرنا کافی ہی تیسری حالت یہ ہی کہ جو کچھ سنے اُسکو اپنے حال پر ڈھالے یعنے خدا تعالی کے معاملہ مین جو اُسکے حالات بدلتے ہین کبھی تمکن ہوتا ہی اور کبھی تعذر تو انھین پر ڈھالتا جاوے یہ سماع مریدون کا خصوص بتدیون کا ہوتا ہی کیونکہ مرید کا کوئی نہ کوئی مطلب ضرور ہوگا اور اسکا مقصود خدا تعالی کی معرفت اور اُسکا دیدار اور مشاہدہ باطنی کے طریق سے اُس تک پہونچنا اور حقیقت واضح ہوتی ہی اور اس مقصد کا ایک راستہ ہی جسکو وہ چلتا ہی اور کچھ معاملے ہین جنپر مواظبت کرتا ہی اور کچھ حالات ہین جو اُسکو پیش آتے ہین تو جب عتاب یا خطاب کا ذکر سنتا ہی یا قبول خواہ رد کا یا وصل و ہجر کا یا قرب و بعد کا یا افسوس فوت شدہ چیز کا یا اشتیاق متوقع کا یا شوق کسی آنے والے کا یا طمع کا یا خوف کا یا گھبراے کا یا دل لگنے کا یا ایفاے وعدہ خواہ عہد شکنی کا یا خوف فراق خواہ سرور وصال کا یا جیب کے دیکھنے کا یا رقیب کے برطرف ہونیکا یا اشک افشانی یا متواتر سرگردانی کا یا طول فراق خواہ وعدہ وصال کا یا اور کسی بات کا ذکر سُنتا ہی جسکا بیان اشعار مین ہوتا ہی تو ضرور ہی کہ بعض ان حالات مین کے مرید کے مطابق حال ہون تو اُنکا سننا ایسا ہوتا ہی جیسا چقماق سے آگ کا پیدا ہونا کہ فورًا دل کی آگ بھڑک اُٹھتی ہی اور شوق کا بُجھا اور غلبہ زور پکڑ جاتا ہی اور اسکے سبب سے حالات اسکی عادت کے مخالف اسپر ہجوم کرتے ہین اور الفاظ کو اپنے احوال پر ڈھالنے کی اُسکو بڑی گنجایش ہی یہ ضرور نہین کہ وہ اشعار سے وہی معنے سمجھے جو شاعر کی مراد ہو بلکہ ہر کلام کئی صورتون پر محمول ہو سکتا ہی اور ہر ذی فہم اس سے اپنی سمجھ کے

موافق معنے نکال سکتا ہی اب ہم کچھ مثالین لکھتے ہین کہ لوگون نے الفاظ کو اپنے مقصود پر کیسے ڈھال لیا تاکہ کوئی جاہل یہ نہ گمان کرے کہ جن شعرون مین ذکر غم اور رخسار اور زلف کا ہوگا اُنسے تو ظاہری ہی معنے سمجھ مین آئینگے اور بات کوئی کیا سمجھیگا اور ہمکو اسکی حاجت نہین کہ اشعار سے سمجھنے کی کیفیت کو بھی بیان کرین اسلیے کہ یہ امر سماع والون کی حکایات سے معلوم ہی ہوجاتا ہی عیان راچہ بیان چنانچہ کہتے ہین کہ کسی صوفی نے ایک شخص کو کہتے سُنا ؎

مجھ سے کہا رسول نے کل کو ملوگے تم	مین نے کہا کہ کہتا ہی کیا کچھ خبر بھی ہی

اس آواز سے اُسکو اشتعالک ہوئی اور وجد مین آکر مصرعۂ اول مکرر پڑھنے لگا اور صیغۂ مخاطب کی جگہ متکلم کہنے لگا یہانتک کہ شدت سرور اور لذت سے بیہوش ہوگیا جب ہوش مین آیا تب اُس سے وجد کا سبب دریافت کیا گیا کہا کہ مجکو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یاد آیا کہ جنت والے اپنے پروردگار کی زیارت ہر ہفتہ مین ایکبار کرینگے۔ اور رقی نے ابن وراج سے نقل کی ہی کہ اُسنے کہا کہ مین اور ابن فوطی بصرہ اور ابلہ کے درمیان دجلہ پر چلے جاتے تھے کہ اتنے مین ایک محل خوبصورت نظر آیا اسکے برآمدہ مین ایک شخص بیٹھا ہوا اور اُسکے سامنے ایک لونڈی یہ گا رہی تھی

ہی تغیر ترے احوال مین ہر روز نیا	تجکو تو اسکے سوا اور بھی کچھ ہی زیبا

اتفاقاً ایک جوان رعناڈول ہاتھ مین گدڑی پہنے برآمدہ کے نیچے نکلتا تھا کہ یہ آواز اُسکے کان مین پڑی اُس لونڈی سے کہا کہ تجھے قسم ہی خدا کی اور اپنے مولی کی حیات کی کہ اسکو دوبارہ کہدے اُسنے وہی شعر دوبارہ پڑھا کہ بخدا حق کے ساتھ میرے حال کا نکلون یہی ہی پھر ایک نعرۂ جانسوز مار کر مرگیا راوی کہتا ہی کہ ہمنے کہا کہ اب تو ایک امر فرض ہمپر پیش ہوگیا یہان ٹھہرنا چاہیے اُسکی تجہیز و تکفین کے لیے ہم ٹھہر گئے صاحب مکان نے اُس لونڈی سے کہا کہ تو بوجہ اللہ آزاد ہی پھر بصرہ والے نکلے اور اُس جوان پر نماز پڑھی اور جب دفن سے فارغ ہوچکے تو صاحب مکان نے اُنسے کہا کہ مین تمکو گواہ کرتا ہون کہ جتنی چیزین میری ہین مع اس محل کے سب وقف ہین اور میری سب لونڈیان آزاد ہین پھر اُسنے اپنے کپڑے اتار ڈالے اور ایک تہمت باندھکر دوسرا بدن پر ڈال لیا اور جدھر کو منھ ہوا چلدیا لوگ دیکھتے رہگئے یہانتک کہ اُنکی نظر سے غائب ہوگیا سب اُسکے فراق سے روتے تھے پھر اُسکا حال کچھ نہ سُنا گیا کہ کہان گیا اور کیا ہوا اور مقصود یہ ہی کہ وہ جوان ہر وقت اپنے حال مین حق کے ساتھ مستغرق تھا اور معاملہ کے اندر حسن ادب پر ثابت رہنے سے اپنے آپ کو عاجز جانتا تھا اور اپنے دل کے عدم استقلال اور طریق حق سے مائل ہونے پر متاسف تھا تو جب اُسکے کان وہی بات پڑی

جو اُسکے حال کے موافق تھی تو اُسکو یون خیال کیا کہ اللہ تعالی کی طرف سے مجکو یون خطاب ہی کہ تو
ہر روز نئے رنگ بدلتا ہی اگر ایسا نہ کرے تو تیرے حق مین اچھا ہو اور جس شخص کا سماع من اللہ اور علی اللہ
اور فی اللہ ہو اُسکو چاہیے کہ معرفت الٰہی اور اُسکی صفات کی معرفت کا علم خوب منضبط کرلے ورنہ سماع
سے اُسکے حق مین خطر ہی کہ شاید اللہ تعالی کے حق مین ایسی بات تصور کرے جو اُسکے حق مین محال ہی
اور اس سے کافر ہو جائے تو جو مرید مبتدی ہو اُسکو سماع مین خطرہ ہی ہان اگر جو کچھ سنے اُسکو اپنے حال پر
ڈھالے اسطرح کہ خدا تعالی کے وصف سے متعلق نہو تو مضائقہ نہین ورنہ وقت ہی مثلاً شعر مذکور مین
خطا اسطرح ہو سکتی ہی کہ اپنے آپ کو متکلم سمجھے اور خدا تعالی کو مخاطب اور اُسکی طرف تلون کو نسبت
کرے تو کافر ہو جائیگا اور ایسی غلطی کبھی تو محض جہالت سے ہوتی ہی جسمین کچھ تحقیق کی آمیزش نہین
ہوتی اور کبھی ایسی جہالت سے ہوتی ہی کہ اُسمین کچھ نہ کچھ تحقیق بھی ہوتی ہی اُسکی صورت یہ ہی کہ مثلاً اپنے
حالات کا بدلنا بدلکر تمام عالم کا متغیر ہونا خدا تعالی کی طرف سے جانے تو اتنی بات حق ہی کیونکہ خدا تعالی
کبھی آدمی کا دل کشادہ کرتا ہی اور کبھی تنگ اور گاہے نورانی فرماتا ہی اور گاہے ظلمانی اور کبھی
اُسکو سخت کرتا ہی اور کبھی نرم اور گاہے اُسکو اپنی طاعت پر ثابت اور مستحکم کر دیتا ہی اور کبھی
اُسپر شیطان کو مسلط کرتا ہی کہ اُسکو طریق حق سے پھیر دے اور یہ سب باتین اللہ تعالی کی
طرف سے ہین اور جس شخص سے کہ اوقات قریبہ مین مختلف احوال سرزد ہوا کرتے ہین اُسکو عادت
اور عرف مین غیر مستقل اور متلون بولا کرتے ہین اور غالباً شاعر نے اپنے محبوب ہی کو تلون
کی طرف نسبت کیا ہی اس نظر سے کہ کبھی قبول کرتا ہی اور کبھی مردود اور گاہے نزدیک کرتا ہی اور گاہے
دور مگر سماع سے اس امر کو خدا تعالی کی طرف منسوب کرنا کفر محض ہی بلکہ اللہ جلشانہ کے ساتھ
یہ عقیدہ چاہیے کہ وہ دوسرے کو بدلتا ہی خود متلون نہین ہوتا اُسکی طرف سے تغیر ہی اور اُسکو تغیر نہین
بخلاف بندون کے کہ وہ متغیر ہوتے ہین اور یہ علم مرید کو تو اعتقاد تقلیدی اور ایمانی سے حاصل ہوا کرتا
ہی اور عارف کو یقین کشفی حقیقی سے اور یہ وصف خداوند حقیقی کا کہ دوسرے کو بدل دینا اور خود نہ بدلنا
اوصاف عجیبہ مین سے ہی اور اُسکے سوا دوسرے مین ہو نہین سکتا کیونکہ جتنے بدلنے والے اُسکے سوا ہین
وہ اُسی وقت دوسرے کو بدلتے ہین کہ خود بھی بدل جاوین — اور بعض ارباب وجد وہ ہین جنپر ایسا حال
غالب ہوتا ہی جیسا نشا بیہوش کر دیتا ہی ایسے حال مین اُنکی زبان اللہ تعالی کے ساتھ عتاب پر کھل جاتی
ہی اور اس بات کو بعید جانتے ہین کہ دل کو اُسنے اپنا مطیع کر رکھا ہی اور اُنکے حالات کو مختلف
طور پر تقسیم کیا ہی کہ صدیقین کے دل کو صفائی اور حضوری عنایت کی اور منکرون اور مغرورون کے

دل کو دوری اور مہجوری تو اُسکی وہی ہوئی جیز کا نہ کوئی روکنے والا اور نہ اُسکی روکی جیز کا کوئی دینے والا کفار سے جو توفیق منقطع کردی تو کسی پہلے قصور کی جہت سے نہین اور انبیا علیہم السلام کو جو اپنی توفیق اور نور ہدایت سے مدد دی تو کسی سابق کے ذریعہ سے نہین بلکہ اپنے آپ کو یون فرماتا ہی وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ اور فرمایا وَلَكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ اور فرمایا إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ اب اگر تمھارے دل مین یہ خطرہ گذرے کہ تقدیر سابق ہی کیون مختلف ہوئی بندہ ہونے مین تو سب مشترک ہین تو تمکو سرا پردۂ جلال سے للکارا جاویگا کہ حد ادب سے باہر مت ہو یہ وہ ذات پاک ہی جسکی شان لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ ہی اور اصل تو یہ ہی کہ زبان سے اور ظاہر مین ادب کرنے پر تو اکثر قادر ہین مگر دل مین ایسے اختلاف ظاہری کا بعید نہ معلوم ہونا کہ کوئی تو ہمیشہ کو شقی ہی رہے اور راندۂ درگاہ اور کوئی سعید جاوید اور مقبول بارگاہ اس امر پر بجز راسخ علما کے اور کو قدرت نہین اسی وجہ حضرت خضر علیہ السلام سے جو کسی نے خواب مین راگ کا حال پوچھا تو اپنے فرمایا کہ وہ صاف تمھارا ہی اُسپر بجز علما کے اور لوگون کے قدم نہین جمتے اور یہ اس وجہ سے فرمایا کہ راگ دلون کے اسرار مخفی کو تحریک کرتا ہی اور جیسے نشہ مدہوش کرنے والا آدمی کو پریشان کردیتا ہی اور ادب کا عقدہ کھولدیتا ہی اسی طرح راگ بھی دلون کو پریشان کرتا ہی اسدرجہ تک کہ عجب نہین کہ ادب باطنی بالائے طاق ہوجائے مگر جسکو خدا تعالی اپنے نور ہدایت اور عصمت سے بچالیوے اور اسی وجہ سے کسی نے کہا ہی کہ کاش ہم راگ سے جیون کے تیون بچ جاتے کہ نہ ہمکو کچھ ثواب ہو نہ عذاب غرضکہ اس قسم کے سماع مین اُس سماع سے زیادہ خطر ہی جو شہوت کا محرک ہو کیونکہ محرک شہوت کی غایت یہ ہی کہ مرتکب معصیت ہوجائے یہ تو نہین کہ کافر ہوجائے جو اس راگ کی غایت ہی۔ اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ سمجھ کبھی سننے والے کی حالات کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہی حتی کہ ایک ہی شعر کے دو سننے والون کو وجد ہوتا ہی حالانکہ ایک کی سمجھ درست ہوتی ہی اور دوسرے کی خطا یا دونون کی سمجھ درست ہوتی ہی مگر ایک کچھ معنے سمجھا اور دوسرا کچھ اور ہر چند یہ دونون معنے ایک دوسرے کی ضد ہین مگر اُن دونون شخصون کے حالات کے لحاظ سے ضد نہین جیسے عتبہ غلام سے مروی ہی کہ اُنھون نے کسی کو گاتے سُنا

پاک ہی قدوس ذات کبریا	رنج مین رہتا ہی عاشق مبتلا

تو کہا کہ سچ کہتا ہی اور ایک اور شخص نے جو اسکو سنا تو کہا کہ جھوٹ کہتا ہی کہ کسی اہل دل نے فرمایا کہ دونون

اور پہلے ہو چکا ہمارا حکم اپنے بندون کے حق مین اور رسول ہین ۲ لیکن پکی ہوئی بری کی بات کہ مجکو بھرنا دوزخ جنون سے اور آدمیون سے اکٹھے ۱۲

ف ۳ جسکو راگ کی طرف سے ہماری طرف سے دور رہنے کی توفیق دی اُس سے چھڑا جاوے جو وہ کرے اور جو اُس سے ہوجاوے ۱۲

درست و بجا کہتے ہین اسلیے کہ اول کا قول اُس عاشق کا ہی جسکو مراد پر دسترس نہین ہوئی بلکہ اعراض اور انکار محبوب سے مبتلاے آلام فراق ہی اور دوسرا کلام اُس عاشق کا ہی جسکو محبت سے انس ہی اور فرط محبت مین انچہ از دوست میرسد نیکوست پر کاربند ہی درد و تکلیف کا اثر نہین معلوم کرتا ہی بلکہ اُس سے مزہ اور لذت اُٹھاتا ہی یا ایسے عاشق کا کلام ہی جو اپنی مراد سے فی الحال کامیاب ہوا اور آیندہ کو خطر اعراض سے واقف نہین یعنے رجا اور حسن ظن اس درجہ کو اسکے دل پر غالب ہوا ہی کہ خطر اعراض سے بالکل غافل ہی تو اسطرح حالات کے مختلف ہونے سے سمجھ مین اختلاف ہوجاتا ہی اور ابو القاسم بن برزان جو ابو عبد خراز رح کی صحبت مین رہتے تھے اور بہت برسون سے راگ سننا چھوڑ دیا تھا اُنکی حکایت ہی کہ کسی دعوت مین گئے وہان ایک شخص کو یہ گاتے سنا ؎

بر لب جوئے تشنہ لب استادہ ام	جام از دستش نمی یابم ہنوز

حاضرین اُٹھے اور وجد کیا جب ساکت ہوئے تو اُنھون نے لوگون سے پوچھا کہ اسکے معنے آپ کیا سمجھے سب نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ احوال شریفہ کا اشتیاق ہی اور باوجود اُنکے سامان موجود ہونے کے اُنسے محرومی ہی اس جواب سے اُنکی تشفی نہوئی لوگون نے کہا کہ آپکے نزدیک کیا مقصود ہی فرمایا کہ یہ مراد ہی کہ حالات کے بیچ مین ہو اور کرامات مرحمت کیجائین مگر اصل حقیقت سے کچھ نہ عطا کیا جائے اور اسمین اشارہ ہی کہ حقیقت احوال اور کرامات کے سوا اور چیز اُنکے بعد ہی اُس سے پیشتر احوال ہوتے ہین اور کرامات اُسکے مبادی مین کرامات کے ہونے پر بھی حقیقت پر وصول نہین ہوتا منزل مقصود دور رہتی ہی اب ان معنون مین جو اُنھون نے سمجھے اور اُنمین جو لوگون نے سمجھے تھے اتنا ہی فرق ہی کہ وہ اور جگہ کا اشتیاق بیان کرتے تھے اور ابو القاسم نے اور رتبہ کی تشنہ لبی بیان کی اور دونون صحیح ہین اسلیے کہ جو شخص احوال شریفہ سے محروم ہوتا ہی وہ اول اُنھین کا مشتاق ہوتا ہی جب اُنپر دسترس ہوجاتی ہی تو اُنکے بعد کے مقامات کا اشتیاق کرتا ہی تو جس مقام پر سالک کو پہونچنا نصیب ہوگا اُسکے نیچے کے مقامات کا اشتیاق نہ رہیگا اوپر کے مقامات کا راغب ہوگا۔ اور شبلی رح اکثر اس مضمون کے شعر پر وجد کیا کرتے تھے ؎

ہجرست الفت تو محبت عداوتے	وصل تو قطع باشد و صلت ستیزۂ

اس شعر کو کئی مختلف صورتون پر سمجھ سکتے ہین کہ اُنمین سے بعض حق ہین اور بعض باطل سب سے ظاہر تر وجہ یہ ہی کہ اسکو خلق کے باب مین بلکہ تمام دنیا اور ماسوا اللہ کے باب مین سمجھا جائے اسلیے کہ یہ حال دنیا ہی کا ہی کہ دغاباز فریبی اور اپنے ارباب کے قاتل باطن مین اُنکی دشمن اور ظاہر مین دوست ہی

جس مکان مین کہ اُس سے عیش مالامال ہی آخر کو اُسی کا بُرا حال ہی ابھی مکان والے شادان و فرحان ہین اور ابھی نالہ کنان اور گریان چنانچہ حدیث مین بھی اسکا انقلاب مذکور ہی اور ثعالبی نے اسکا وصف اس مضمون سے بیان کیا ہی

بھاگ دنیا سے نکر نسبت کا اُس سے تو خیال	قاتل شوہر جو بی بی ہو نہ دے اُسکو پیام
اسکے خوفون کے مقابل مین ہین امیدین قلیل	سختیان زائد ہین اُسکی بے تردد لا کلام
خوب کثرت سے کہے مین واصفون نے اُسکے وصف	لیک مین کہتا ہون اسکے حق مین یہ تشبیہ تمام
بادہ گلگون ہی وہ لیکن ہی موت اُسکا خمار	باد پا ہی پر چڑھو اُسپر تو ہو وے بدلجام
ہی وہ مہ پارہ کہ جسکا حسن ہی مردم فریب	لیک باطن مین وہ رکھتی ہی خباثت ہائے عام

غرض کہ شعر مذکور الصدر کے سب مضمون دنیا پر منطبق ہوسکتے ہین — اور دوسرے معنے یہ ہین کہ اس شعر کو اپنے نفس پر اچھی طرح ڈھالے کہ خدائے تعالیٰ کے حقوق مین نفس کا یہی حال ہی مثلاً اُسکی معرفت جہالت ہی اسلیے کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہی وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اور طاعت اُسکی ریا ہی اسوجہ سے کہ اللہ تعالیٰ سے کچھ اندیشہ ذرا نہین اور محبت بالکل روگی ہی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی محبت مین کوئی شہوت اپنی شہوتون مین سے چھوڑتا نہین اسی طرح اور اوصاف کمال کو قیاس کر لینا چاہیے اور جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو بہتری کرنی منظور ہوتی ہی اُسکو اُسکے نفس کے عیبون پر واقف کر دیتا ہی وہ اس شعر کو اپنے حال کا مصداق سمجھتا ہی گو غافلون کی نسبت کردہ عالی رتبہ ہو اور یہی وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ اور دوسری حدیث مین فرمایا اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اِلَیْهِ فِی الْیَوْمِ وَاللَّیْلَةِ سَبْعِیْنَ مَرَّةً اور آپکا استغفار اسی وجہ سے تھا کہ ہر وقت مقامات و احوال کے منازل آپ طے فرماتے تھے اور مدارج عالیہ کی نسبت اُن مقامات کو بعید سمجھکر استغفار کرتے تھے گو وہ مقامات اپنے ماقبل کی نسبت کردرجات قرب مین سے تھے مگر قرب و بعد امور اضافی ہین کوئی قرب ایسا نہین کہ اُسکے آگے اور قرب نہو بے انتہا درجے ہین جیسا کہ مولوی روم فرماتے ہین ؎

اے برادر بے نہایت در گہے ست	ہر چہ بروے می رسی بروے مایست

اور درجات قرب کے اعلیٰ درجہ پر پہونچ جانا محال ہی اور تیسرے معنے یہ ہین کہ اپنے احوال کے مبادی کو دیکھکر اُنپر راضی ہو اور پسند کرے اور پھر اُنکے انجامون کو دیکھکر اُن حالات کو حقیر جانے بعض ہر ایک مین پوشیدہ مغالطے پاوے اور اس امر کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے جان کر جب یہ شعر سے تو اسکی

قضاو قدر کی شکایت پر ڈھال دے تو یہ کفر ہی جیسا اوپر ہمنے لکھا ہی اور کوئی شعر ایسا نہین جس کا ڈھالنا کئی معنون پر ممکن نہو اور یہ امر سننے والے کی کثرت علم اور دل کی صفائی پر موقوف ہی چوتھی حالت یہ ہی کہ راگ سننے والا احوال مقامات کو طے کرکے ماسوے اللہ کے سمجھنے سے جاتا رہا ہو یہانتک کہ اپنے نفس اور احوال اور معاملات سب سے بیخبر ہو اور ایسا مدہوش ہو کہ گویا عین شہود کے دریا مین مستغرق ہی اور اُسکا حال اُن عورتون کے مشابہ ہو جنھون نے حضرت یوسف علیہ السلام کے جمال دیکھنے کے وقت اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے اور ایسی مدہوش ہوئی تھین کہ ہاتھون کا کٹنا معلوم نہوا اور اس جیسی حالت کو صوفی فناعن النفس بولتے ہین یعنے خودی سے جاتا رہنا اور جب اپنے نفس سے فنا ہوجائیگا تو ظاہر ہی کہ دوسرے سے زیادہ تر فنا ہوگا تو وہ گویا بجز واحد مشہود کے اور سب چیزون سے فنا ہوجاتا ہی یہانتک کہ مشاہدہ کرنے سے بھی فنا ہوجاتا ہی اسلیے کہ دل اگر مشاہدہ کرنے کی طرف التفات کریگا اور اپنے نفس کی طرف متوجہ ہوگا کہ مین مشاہدہ کر رہا ہون تو مشہود سے غافل ہوگا بلکہ عاشقان مشہود کو مشاہدہ سے سروکار نہین رہتا جیسے کوئی مرئی چیز کا حریص جب اُسکے دیکھنے مین زیادہ مستغرق ہوتا ہی تو اُسکو نہ اپنے دیکھنے کی طرف التفات رہتا ہی اور نہ آنکھ کی طرف جس سے رویت ہوتی ہی اور نہ دل کی طرف جس سے لذت معلوم ہوتی ہی اسی طرح متوالے کو اپنے نشہ کی خبر نہین ہوتی اور نہ لذت پانے والے کو لذت پانے کی طرف توجہ ہو بلکہ جس سے لذت ہوتی ہی فقط اُسی کا حال جانتا ہی اسی طرح کسی چیز کا جاننا اور چیز ہی اور اُسکے جاننے کا علم ہونا اور ہی تو جو شخص ایک چیز کا عالم ہی جب اُسکے دھیان مین اُسکے عالم ہونے کا علم ہوگا تو وہ اُس چیز سے اعتراض کنندہ ٹھہریگا اور یہ حالت فناعن النفس کی کبھی تو مخلوق کے حق مین طاری ہوتی ہی اور کبھی خدائے تعالیٰ کے حق مین بھی ہوتی ہی مگر اکثر یون ہی کہ یہ حالت بجلی کی سی چمک ہوتی ہی کہ ثابت اور دائم نہین رہتی اور اگر ثابت رہے تو اُسکے تحمل کی تاب قوت بشری مین نہین بلکہ بعض اوقات اُسکے بوجھ مین ایسا اضطراب کرتا ہی کہ اُس سے اُسکا نفس ہلاک ہوجاتا ہی چنانچہ ابوالحسن نوری رح کا حال لکھتے ہین کہ وہ ایک مجلس سماع مین موجود تھے کہ اس مضمون کا شعر سُنا ؎

پہونچتا ہون تری الفت سے دائم ایسی مترا مین	اُترتے وقت سمین ہوتی ہی عقلون کو حیرانی

سنتے ہی اُٹھے اور وجد مین آکر جد مصر منہ ہوا چلدیے اتفاقاً ایک جنگل مین پہونچے کہ اُسمین سے بانس کاٹ لیے تھے اور اُنکی جڑین تیز دھاردار کھڑی تھین پس اُنھین مین دوڑتے رہے اور

دوسری صبح تک شعر مذکور کا اعادہ کرتے رہے اور پاؤنون مین سے خون نکلتا جاتا تھا یہانتک کہ دونون پانون اور پنڈلیان ورم کر گئین اور بعد اسکے آپ چند روز زندہ رہکر واصل بحق ہوے رحمہ اللہ تعالی تو اسطرح کی سمجھ اور وجد صدیقون کا درجہ ہی اور یہ سب درجون مین اعلی ہی کیونکہ سماع احوال کے ہونے پر درجہ کمال سے ناقص ہی اور وہ صفات بشری سے مخلوط رہتا ہی جو ایک طرح کا قصور ہی بلکہ کمال اسکا نام ہی کہ اپنے نفس اور احوال سے بالکل فنا ہوجاوے یعنے نہ نفس کی یاد رہے نہ احوال کی اور اُنکی طرف التفات ہی نہ رہے جیسے کہ مصر کی عورتون کو ہاتھون اور چھری پر التفات نہ رہا تھا اور راگ کو للہ اور باللہ اور فی اللہ اور من اللہ سُننے اور یہ رتبہ اُس شخص کا ہی کہ ساحل احوال اور اعمال سے پار ہوکر بحر حقیقت مین گھسے اور صفاء توحید اور اخلاص محض مین رل ملجاوے اور خودی کا نشان کچھ اُسمین نہ رہے بشریت بالکل منطفی اور صفات بشری کی طرف التفات یک قلم منفی ہو اور ہماری غرض فنا سے فنا جسم نہین بلکہ فنا دل مقصود ہی اور دل سے مراد گوشت و خون نہین بلکہ وہ سر لطیف مراد ہی جسکو قلب ظاہری کے ساتھ ایک علاقہ مخفی ہی اور اُسکے بعد سر روح ہی جو خدا ے عزوجل کے حکم سے ہی اُسکو جو جانتا ہی وہی پہچانتا ہی اور جو جاہل ہی وہ نہین جانتا اور اُس سر کے لیے ایک وجود ہی اور صورت اُس وجود کی وہ ہی جو اُسمین موجود ہو تو جب اُسکے اندر غیر چیز موجود ہوگی تو گویا بجز اُس حاضر چیز کے اور چیز کا وجود نہ رہیگا اور اُسکی مثال جلا والے آئینہ کی سی ہی کہ بذات خود اُسمین کوئی رنگ نہین ہوتا بلکہ جو چیز اُسمین حاضر ہوتی ہی اُسی کا رنگ اُس آئینہ کا رنگ ہوتا ہی اور یہی حال شیشہ کا ہوتا ہی کہ خاص اُسمین کوئی رنگ نہین ہوتا بلکہ جو چیز اُسکے اندر قرار پائی اُسی کے رنگ سے رنگین ہوجاتا ہی تو اُسکا رنگ یہی ہی کہ سب رنگون کے قبول کرنے کی استعداد اُسمین موجود ہی اور سیر قلب کی حقیقت بلحاظ اُسکے اندر کی چیز کے

کسی شاعر کے اس قطعہ سے خوب معلوم ہوتی ہی قطعہ

صہبا اور آبگینہ مے دونون ہین رفیق	ہی ایک شکل دونون کی اور ایک آب و تاب
گویا کہ ہی شراب نہین جام کا وجود	یا یہ کہو کہ ساغر مے ہی نہین شراب

اور یہ امر علوم مکاشفہ کے اُن مقامات مین سے ہی جنسے بعض لوگون نے حلول و اتحاد ذات حق کا دعوی کرکے انا الحق کہدیا اور فرقہ نصاری جو عالم لاہوت اور ناسوت کے اتحاد کا دعوی کرتے ہین یا اول کا لباس دوم کو بتاتے ہین یا اول کا حلول دوسرے مین کہتے ہین اُنکے قول کی اصل بھی یہی امر ہی اور یہ اُنکی غلطی ہی انکا کلام ایسا ہی جیسے کوئی آئینہ کے اندر کی سرخی کو دیکھکر اُسکو سرخ رنگ بتادے اور یہ نجانے کہ یہ رنگ آئینہ کا نہین بلکہ اُس چیز کا ہی جو اُسکے سامنے ہی اور جسکا عکس اُسکے اندر پڑا ہی اور چونکہ یہ تقریر علم معاملہ سے مناسبت نہین رکھتی اسلیے اب اصل مقصد کی طرف رجوع کرتے ہین کہ فرق سمجھنے کے درجات کا لکھ چکے ہین

دوسرا مقام وجد ہی جو سمجھنے اور ڈھالنے کے بعد ہوتا ہی - صوفیہ کرام اور وہ حکما جو سماع کو ارواح سے
مناسبت ہونے کی وجہ مین تقریر بن کرتے ہین دونون فرقون کے وجد کی ماہیت مین بہت سے اقوال ہین
اول ہم اُنکے اقوال کو نقل کرتے ہین پھر جو امر محقق ہی اسکو بیان کرین گے - صوفیون کے اقوال تو اس باب
مین یہ ہین کہ ذوالنون مصری رح سماع کے لیے فرماتے ہین کہ وہ حق کا وارد ہی اسلیے آتا ہی کہ دلون کی تحریک
حق کی طرف کرے تو جو کوئی اُسکو حق کے سبب سے سنیگا وہ محقق ہی اور جو نفس کے باعث سنیگا وہ
زندیق ہی تو گویا اُنکے نزدیک وجد سماع مین یہی ہی کہ دلون کا میل حق کی طرف ہو یعنے جب سماع کا وارد
آوے تو حق موجود پاوے کہ اسکا نام ہی وارد حق ہی اور ابو الحسین دراج سماع مین وجد کا حال یون فرماتے
ہین کہ وجد اُس حالت کا نام ہی جو سماع کے وقت پائی جاوے اور کہا کہ سماع محکو رونق کے میدانون مین
دوڑا لیگیا اور عطا کے وقت حق کے واجب ہونے نے مجکو وجد مین ڈالا پھر جام صفا سے مجکو پلایا اور اُس
رضا کے مراتب مین مجھے حاصل کیے اور ریاض تنزیہت اور فضا مین مجکو سیر کرائی - شبلی رح نے فرمایا ہی کہ
سماع کا ظاہر تو فتنہ ہی اور باطن عبرت تو جو کوئی اشارے کو پہچانتا ہی اسکو عبرت کا سننا حلال ہی ورنہ وہ
خواستگار فتنہ کا اور بلا مین پڑنا چاہتا ہی - اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ اہل معرفت کے لیے سماع غذا
ارواح کی ہی اسلیے کہ یہ ایسا وصف ہی کہ سب اعمال سے باریک ہی اور اپنے رفیق ہونیکی وجہ سے طبیعت
کی رقت ہی سے حاصل ہوتا ہی اور باین وجہ کہ جو اسکے اہل ہین اُنکے نزدیک یہ صاف اور لطیف ہی
تو بجز ستر قلبی کی صفائی کے اور کسی بات سے نہین دریافت ہوتا - اور عمرو بن عثمان مکی رح فرماتے
ہین کہ وجد کی کیفیت کو کوئی عبارت ادا نہین کر سکتی اسلیے کہ وہ ایمان اور یقین والون کی عبادت
کے وقت کا راز الہی ہی - اور بعض فرماتے ہین کہ وجد حق کی طرف کے مکاشفات کا نام ہی اور ابو سعید
بن اعرابی فرماتے ہین کہ وجد یہ ہی کہ حجاب کا دور ہونا اور دوست کا مشاہدہ کرنا اور فہم کا موجود ہونا اور
غیب کا دیکھنا اور راز قلبی سے گفتگو کرنا اور مفقود کو انس دینا یعنے اپنی خودی کو زائل کرنے سے مانوس
ہو جانا - اور یہ بھی اُنھین کا قول ہی کہ وجد خصوصیت کے درجات مین سے اول ہی اور سبب امور غائبہ کی
تصدیق کا ہی کہ جب سالک وجد کا مزہ چکھتے ہین اور اُنکے دلون پر اُسکا نور چمکتا ہی تو اُنکو کوئی شک اور
شبہہ باقی نہین رہتا - اور یہ بھی اونکا ہی قول ہی کہ نفس کے آثار کا دیکھنا اور علائق اور اسباب کا تعلق
وجد کا مانع ہوتا ہی اسلیے کہ نفس اپنے اسباب کے باعث سے محجوب ہی تو جب اُسکے اسباب منقطع ہو جاین
اور ذکر خالص ہو اور دل ہوشیار اور رقیق اور صاف ہو اور نصیحت اسمین اثر کرے اور مناجات بکے
اعلیٰ مقام مین پہونچ جاوے اور ادھر سے خطاب ہونے لگے اور خطاب گوش ہوش اور دل حاضر اور سر ظاہر سے

اور جو بات اپنے آپ مین نہ تھی اُسکو مشاہدہ کرے تو اُسکا نام وجد ہی کہ جو بات معدوم تھی اُسکو خود مین موجود پایا - اور یہ بھی انکا قول ہی کہ وجد وہ ہی جو امور مفصلہ ذیل کے وقت ہو یعنے ذکر محرک کے وقت یا خوف قلق مین ڈالنے والے کے وقت یا لغزش پر توبیخ کرنے یا کوئی لطیفہ کہنے یا کسی فائدہ کی طرف اشارہ کرنے یا غائب کی طرف مشتاق ہونے یا گم شدہ پر افسوس کرنے یا گذشتہ پر نادم ہونے یا کسی حال کی طرف کھچ جانے یا کسی واجب کی طرف مائل ہونے یا سر قلبی سے سرگوشی کرنے کے وقت اور وجد کی کیفیت یہ ہی کہ ظاہر کو ظاہر کے مقابل کرنا اور باطن کو باطن کے اور غیب کو غیب کے اور سر کو سر کے اور جو کچھ تقدیر مین فائدہ لکھا ہی مضر چیز کے بدلے مین اسکو پیدا کرنا تاکہ بندہ کی سعی اس باب مین اسکے لیئے لکھ لے جاوے اور اسی کی جانب سے شمار کی جاوے تو اس صورت مین بدون سعی کے تو اسکے پاس سعی ہو جائیگی اور بدون ذکر کے اسلیے کہ شروع مین نعمت دینے والا اور ذمہ ور تو وہی کفیل مطلق تھا اور تمام معاملہ آیندہ کو اسکی طرف رجوع کریگا تو علم وجد کا ظاہر یہ ہی جو بیان ہوا اور صوفیہ کے اقوال وجد کے باب مین اسی طرح کے بہت ہین - اب حکما کے اقوال کو سنو کہ بعض تو کہتے ہین کہ دل مین ایک عمدہ فضیلت تھی جسکو قوت نطق لفظون سے نکال نہ سکی پس اسکو نفس نے نغمون سے باہر نکالا اور جب وہ ظاہر ہوئی تو نفس خوش ہوا اور اسکے سامنے طرب مین آیا تو تم نفس سے سُنا کرو اور اسی سے سرگوشی کرو اور ظاہری مناجات کو ترک کر دو - اور بعض یہ کہتے ہین کہ سماع کا نتیجہ یہ باتین ہین کہ رائے سے عاجز رائے کا طالب مستعد بنجاے اور جو فکر سے خالی ہو اسکو فکر حاصل ہو جاوے اور جو فہم کا کند ہو اُسکی فہم تیز ہو جاوے حتی کہ جو بات نری ہو وہ پھر سے چلی آوے اور جو تھک گیا ہو وہ چست بنجاوے اور جو میلا ہو وہ صاف بنے اور ہر رائے اور نیت مین جولانی کرے اور درست کہے خطا نہو اور کام کرے مگر تاخیر نہ کرے - اور دوسرے حکیم نے کہا ہی کہ جیسا فکر علم کو معلوم کی طرف سے راہ بتاتا ہی ویسا ہی سماع دل سے عالم روحانی کی راہ بتاتا ہی - اور کسی حکیم سے سوال ہوا کہ نغمون کے وزن اور گت پر ہاتھ پانون کا بالطبع ہل جانا کس وجہ سے ہی تو اسنے کہا کہ یہ عشق عقلی ہی عاشق عقلی اس بات کا محتاج نہین کہ اپنے معشوق سے زبان ہی سے گفتگو کرے بلکہ وہ اس سے کلام اور سرگوشی تبسم اور پلک جھپکنے اور ابرو اور آنکھ کے لطیف اشارے سے کیا کرتا ہی اور یہ سب چیزین باتین کرتی ہین مگر روحانی زبان مین ہین کہ بدون عقل کے اور طرح نہین سمجھی جاتین اور جو عاشق بہیمی ہین وہ اپنی زبان کو مستعمل کرتے ہین تاکہ اپنے شوق ضعیف اور کھوٹے عشق کو تقریر زبانی سے طمع کر دین - اور ایک اور حکیم کا قول ہی کہ جو شخص حزین ہو اسکو نغمات کا سننا چاہیئے اسلیے کہ نفس پر

جب غم آتا ہی تو اُسکا نور بجھ جاتا ہی اور جب خوش ہوتا ہی تو اُسکا نور مستعمل ہوتا ہی اور اسکی رونق جگمگاتی ہی اس صورت مین جسقدر آدمی مین استعداد ہوگی اور ملونی اور ناپاکی سے صفائی ہوگی اوسی قدر اشتیاق پیدا ہوگا۔ اور سماع اور وجد کے باب مین اقوال بہت سے ہین اُن سبکے بیان کرنے سے کچھ فائدہ نہین معلوم ہوتا اسلیے ہم امرحق کو لکھتے ہین جسکو وجد کہنا چاہیے پس واضح ہو کہ وجد اس حالت کا نام ہی جو سماع کا ثمرہ ہوتا ہی یعنے ایک نئی حالت راگ سننے کے بعد سننے والا اپنے نفس کے اندر پاتا ہی اور یہ حالت دو قسمون سے خالی نہین یا تو اسکا انجام وہ مشاہدات اور مکاشفات ہون جو منجملہ علوم اور تنبیہات گنے جاوین اور یا تغیرات اور احوال ہون کہ وہ از قبیل علوم نہون بلکہ مثل شوق اور خوف اور حزن اور قلق اور سرور اور افسوس اور ندامت اور بسط اور قبض کے ہون اور سماع ان احوال کو یا تو جوش مین لاتا ہی یا قوی کر دیتا ہی پس اگر سماع ایسا ضعیف ہو کہ نہ تو ظاہر بدن کو حرکت یا سکون دے نہ کوئی سننے والے کی حالت بدلے کہ خلاف عادت ہلنے لگے یا گردن جھکالے یا دیکھنے اور بات کرنے سے ساکن ہو جائے تو ایسی حالت کو وجد نہ کہینگے اور اگر ظاہر بدن پر حال کا متغیر ہونا معلوم پڑیگا تو اسکو وجد کہینگے اور جسقدر اُسکا ظہور اور ظاہر حال کو بدلنا ہوگا اُسی نسبت سے وجد مذکور ضعیف یا قوی ہوگا اور اسکے تحریک اسقدر زور سے ہوگی جسقدر قوت سے کہ وہ حالت آوے گی اور ظاہر کو تغیر سے محفوظ رکھنا بقدر موجد والے کے زور اور ہاتھ پانون کے قابو مین رکھنے کے ہوتا ہی تو اکثر ایسا ہو جاتا ہی کہ وجد باطن مین قوی ہوتا ہی مگر ظاہر مین تغیر نہین آتا کہ یہ وجد لینے والا قوی ہوتا ہی اور بعض اوقات اُس حالت جدید کے ضعیف ہونے سے ظاہر مین اثر نہین کرتا کہ وہ حالت تحریک مین اور عقدہ ضبط کو کھولنے مین قاصر ہوتی ہی اور اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہی ابو سعید ابن اعرابی نے وجد کی تعریف مین کہ رقیب کا مشاہدہ اور حضور فہم اور غیب کا ملاحظہ ہوتا ہی چنانچہ اوپر بیان ہوا اور بعید نہین کہ سماع ایسی چیز کے منکشف ہونے کا سبب ہو جو پہلے سے مکشوف نہو اسلیے کہ کشف کئی سببون سے ہوتا ہی اول تنبیہ سے اور سماع تنبیہ کرنے والا ہی دوم احوال کا بدلنا اور انکا مشاہدہ اور ادراک کہ اُنکے ادراک مین بھی ایک طرح کا علم ہی جو ایسی باتون کو واضح کر دیتا ہی جو پیشتر معلوم نہ تھی سوم دل کی صفائی اور راگ سبب ہی دل کی صفائی کا چہارم دل کا قوی ہونا اور قوت سماع سے دل کا سرور اتنا برانگیختہ ہوتا ہی کہ اس شدت سرور مین اُن اشیا کا مشاہدہ کر سکتا ہی جنکے مشاہدہ سے پیشتر عاجز تھا جیسے شتر راگ کے باعث وہ بوجھ اُٹھا سکتا ہی جسکے اُٹھانے کی پیشتر اُسکو طاقت نہ تھی تو چونکہ دل کا عمل کشف ہونا اور اسرار ملکوت کا ملاحظہ کرنا ہی تو جب دل قوی ہوگا تو اُسکا عمل بھی زیادہ ہوگا جیسے شتر کے قوی دل ہونے

اُسکا عمل زیادہ ہوتا ہی پہنچے لوجھ کا اُٹھانا پس اُنمین اسباب کے وسیلے سماع کشف کا سبب ہوتا ہی بلکہ واجب صاف ہوتا ہی تو بعض اوقات امر حق اُسکے سامنے صورت پکڑکر سوجھنے لگتا ہی یا لفظ منظوم بنکر اُسکے کان مین پڑتا ہی اور اس آواز کو اگر بیداری مین ہوتی ہی تو آواز ہاتف کہتے ہین اور سونے کی حالت مین ہوتی ہی تو خواب۔ کہتے ہین اور یہ نبوت کے چھیالیس حصون مین سے ایک حصہ ہی کہ امر حق اسطرح آدمی پر واضح ہوجائے اور علم معاملہ سے اس علم کی تحقیق خارج ہی مگر تجربہ شاہد ہی کہ صلحا کو اسطرح کے معاملات پیش ہوتے ہین چنانچہ محمد بن مسروق بغدادی کہتے ہین کہ جن دنون مین مین جاہل تھا ایک رات نشہ کی حالت مین اس شعر کو گاتا ہوا باہر نکلا

گذر کرتا ہون جسدم باغ زریر طور سینا کے	عجب کرتا ہون اُن لوگون پہ جو پیتے ہین پانی کو

پس مین نے سُنا کہ کوئی یون کہتا ہی ؎

جہنم مین وہ پانی ہی اگر کوئی پیے اسکو	تو یک دم مین گلا ڈالے وہ امعا نہانی کو

تو یہی آواز میرے لیے توبہ کرنے اور علم و عبادت مین مشغول ہونے کا باعث ہوئی تو اب دیکھو کہ راگ نے اُسکے دل کی صفائی مین کیسے اثر کیا کہ حق بات کی حقیقت جہنم کی صفت مین صورت پکڑکر اور الفاظ موزون ہوکر اُسکے گوش ہوش مین پڑگئے۔ اور مسلم عبادانی کہتے ہین کہ ہمارے پاس ایک بار صالح مری اور عتبہ غلام اور عبد الواحد بن زید اور مسلم اسواری تشریف لائے اور ساحل دریا پر فرو کش ہوے مین نے ایک رات اُنکے لیے کھانا تیار کرایا اور اُنکی دعوت کی چنانچہ سب صاحب تشریف لائے جب کھانا سامنے آچکا تو اتنے مین کسی نے غیب سے پکارکر یہ شعر پڑھا ؎

یاد تمکو نہین کھانون کے مزہ مین عقبے	کچھ نہ کام آئیگی یہ لذت نفس آخرکار

اسکو سنکر عتبہ غلام نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہوکر گر پڑے اور دوسرے لوگ بھی رونے لگے کھانا جون کا تون رکھا رہا کسی نے ایک لقمہ نہ کھایا۔ اور جس طرح کہ قلب کی صفائی کے وقت ہاتف کی آواز سُنائی دیتی ہی اسی طرح آنکھ سے صورت خضر علیہ السلام کی بھی سوجھتی ہی کہ وہ اہل دل کے سامنے مختلف صورتون مین شکل پکڑتے ہین اور اسی جیسی حالت مین فرشتے انبیا علیہم السلام کے سامنے صورت پکڑتے ہین خواہ اپنی حقیقی صورت مین خواہ ایسی شکل مین کہ کسی قدر اُنکی صورت اصلی سے مشابہت رکھتی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دو بار اُنکی صورت پر دیکھا اور ارشاد فرمایا کہ اُنھون نے اُفق کو روک لیا اور وہی صورت مراد ہی ان آیتون مین عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوٰى ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى آخر آیات تک اور انھین جیسے احوال مین دلون کا حال آدمی کو

ح بخاری و مسلم کی حدیث مین ہی کہ جبرئیل علیہ السلام کو آنحضرت صلعم نے دو بار دیکھا ایک بار تو مکہ مین اجیاد مین اور دوسری بار معراج کی رات مین سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور وہ چھ سو بازو رکھتے ہین اور اُنکے بازو سبز ہین اور وہ آسمان سے اُترے ہین

معلوم ہوجاتا ہی اور اس معلوم ہونے کو تفرس کہتے ہین اور ہمین وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ کہتے ہین کہ کوئی یہودی مسلمانون کے پاس جاتا اور پوچھتا کہ اس حدیث کے کیا معنے ہین اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ تو لوگ اُسکے معنے بیان کردیتے مگر اُسکی تشفی نہوتی ایکبار وہ کسی صوفی صاحب باطن کے پاس گیا اور انسے بھی وہی سوال کیا اُنھون نے فرمایا کہ اسکے یہ معنے ہین کہ جو زنار تیرے کپڑون کے اندر کمر مین ہی اُسکو توڑ ڈال اُسنے کہا کہ آپنے سچ کہا اسکے یہی معنے ہین اور مسلمان ہوگیا اور کہا کہ اب مین نے جانا کہ آپ ایماندار ہین اور آپکا ایمان حق ہی - اسی طرح ابراہیم خواص فرماتے ہین کہ جامع بغداد مین چند درویشون کے ساتھ مین بیٹھا تھا کہ اتنے مین ایک جوان ظریف خوبصورت اچھی خوشبو کا آیا مین نے اپنے یارون سے کہا کہ مجکو ایسا معلوم ہوتا ہی کہ یہ شخص یہودی ہی سبکو یہ بات بُری معلوم ہوئی آخر مین باہر چلا آیا اور وہ شخص بھی چلا گیا پھر اُن لوگون سے آکر دریافت کیا کہ شیخ نے میرے باب مین کیا فرمایا تھا اُنھون نے بتانے مین تکلف کیا مگر اُسنے اصرار کیا کہ سچ بتادو تب اُنھون نے کہا کہ یون کہا تھا کہ تم یہودی ہو پھر وہ شخص میرے پاس آیا اور میرے ہاتھون پر جھکا اور سر کو بوسہ دیا اور مسلمان ہوگیا اور کہا کہ ہمنے اپنی کتابون مین یہ مضمون دیکھا ہی کہ صدیق کی فراست خطا نہین کرتی تو مین نے دل مین کہا کہ مسلمانون کا امتحان لون پھر جو مسلمانون کو تامل کیا تو کہا کہ اگر مسلمانون مین صدیق ہوتا ہوگا تو درویشون کے فرقہ مین ہوگا کہ یہ خدا تعالی کا ذکر کرتے ہین اس نظر سے مین تمھارے مجمع مین صورت بدل کر آیا جب شیخ نے فراست سے میرا حال دریافت کرلیا تو مین نے جانا کہ وہ صدیق ہین راوی کہتا ہی کہ پھر وہ جوان بڑے صوفیون مین سے ہوگیا اور اسی طرح کے کشف کی طرف اس حدیث مین اشارہ ہی لَوْلَا اَنَّ الشَّيَاطِيْنَ يَحُوْمُوْنَ عَلٰى قُلُوْبِ بَنِيْ اٰدَمَ لَنَظَرُوْا اِلٰى مَلَكُوْتِ السَّمَاءِ اور شیطانون کا دورہ دلون پر اُسی وقت ہوتا ہی کہ صفات مذمومہ سے بھرے ہون کیونکہ شیطانون کی تماشاگاہ وہی ہین اور جو شخص ان صفات سے اپنے دل کو خالص اور صاف کرے شیطان اُسکے دل کی گرد نہین پھرتا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ اور فرمایا اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ اور سماع دل کی صفائی کا سبب ہی اور بذریعہ صفائی کے حق کا جال ہوا کرتا ہی کہ اُسمین حق ہی سماتا ہی اور اس بات پر یہ روایت دلالت کرتی ہی کہ حضرت ذوالنون مصری بغداد مین داخل ہوے اُنکے پاس کچھ صوفی جمع ہوے جنکے ساتھ ایک قوال تھا اور آپ سے اجازت چاہی کہ یہ شخص ہمارے سامنے کچھ گاوے آپنے اجازت دی تو اُسنے اس مضمون کے اشعار پڑھے

تری چھوٹی سی الفت نے ستایا		بڑی ہوگی تو ہوگی کس غضب کی
اکٹھی کردی تو نے دل مین میرے		محبت جو کہ باہم مشترک تھی
نہ ترس آئیگا تجھ کو اُس حزین پر		کہ جب پیغم ہنسی کرتا ہی زاری

ج

ذوالنون مصری اسکو سنکر کھڑے ہوے اور منھ کے بل گر پڑے پھر ایک شخص کھڑا ہوا آپنے فرمایا الذی یملک حین تقوم وہ شخص بیٹھ گیا آپنے اُسکے دل کا حال معلوم ہوگیا تھا کہ یہ تکلف سے وجد کرتا ہی اسلیے اسکو جتادیا کہ اگر غیر اللہ کے لیے اُٹھوگے تو وہی تمھارا مدعی ہوگا جو اوسکے وقت تمکو دیکھتا ہی اور اگر وہ مرد سچا ہوتا تو ہرگز نہ بیٹھتا۔ غرض وجد کا انجام اسپر آرہا کہ وجد یا مکاشفہ ہوتا ہی یا حالت اب انمین سے ہر ایک کی دو قسمین ہین ایک وہ کہ افاقہ کے بعد اُسکو بیان کرسکین اور ایک وہ کہ بیان نہ کرسکین اور شاید تم اس امر کو بعید جانو کہ ایسی حالت اور علم کیسے ہو جسکی حقیقت بیان نہ کی جاسکے تو اسکو بعید مت جانو کیونکہ تمکو اسکی نظیرین اپنے حالات مین مل سکتی ہین علم کی مثال تو یہ ہی کہ اکثر ایسا ہوتا ہی کہ کسی فقیہ کے سامنے دو مسئلے ایک ہی صورت کے پیش ہوتے ہین اور وہ اپنے ذہن مین اُن دونون کا فرق حکم مین جانتا ہی لیکن اگر اُس سے کوئی فرق پوچھتا ہی تو زبان یاری نہین کرتی کہ فرق بیان کردے گو ایسا ہی فصیح ہو اور فرق کا معلوم کرنا ایک علم ہی جو اُسکا دل ذوق سے دریافت کرلیتا ہی اور اسمین بھی شک نہین کرتا کہ دل مین اُسکے پڑنے کا کوئی سبب ہی اور خدا تعالی کے نزدیک اُسکی کوئی حقیقت ہی مگر اُسکو بتا نہین سکتا نہ اس وجہ سے کہ اُسکی زبان مین قصور ہی بلکہ اس وجہ سے کہ خود وہ معنے ہی دقیق ہین کہ لفظون مین نہین آسکتے اور جو لوگ ہمیشہ مشکلات کی بحث کرتے رہتے ہین اُنکو یہ امر معلوم ہی کہ ایسا ہوا کرتا ہی اور حال کی مثال یہ ہی کہ اکثر آدمیون کو جسوقت دل مین قبض یا بسط ہوتا ہی معلوم ہوجاتا ہی مگر اُسکا سبب نہین جانتے اور بعض اوقات آدمی ایک چیز مین فکر کرتا ہی اور اُس سے اُسکے دل مین اثر ہوتا ہی پھر اُس سبب کو بھول جاتا ہی اور اثر دل مین معلوم ہوتا ہی اور باقی رہتا ہی اور کبھی یہ حالت سرور ہوتی ہی کہ کسی ایسے سبب کے سوچنے سے جو موجب سرور ہو دل مین قرار پکڑتی ہی یا حالت حزن کسی غم کی بات مین تامل کرنے سے پیدا ہوتی ہی اور جن بات مین فکر کی تھی وہ بادے اُتر جاتی ہی لیکن اُسکے بعد اُسکا اثر باقی رہتا ہی اور یہی حالت کبھی ایسی عجیب و غریب ہوتی ہی کہ نہ اُسکو سرور رکھ سکتے ہین نہ حزن اور نہ کوئی اور لفظ ملتا ہی جو ٹھیک اُسکے معنے بتادے اور مقصود ظاہر کرے بلکہ ذوق موزون شعر کا اور موزون اور ناموزون مین تمیز کرنے کا ایسا ہی کہ کسی مین ہوتا ہی اور کسی مین نہین ہوتا یہ بھی ایک حالت ہی کہ ذوق والے

اُسکو معلوم کر لیتے ہین کہ یہ موزون ہی اور یہ زحاف والی ہی مگر جسکو ذوق نہین اُسکے سامنے ایسی طرح بیان نہین کر سکتے کہ جس سے مقصود واضح ہو جاے ۔ اور نفس مین احوال عجیب و غریب ہین کہ اُن سبکی یہی کیفیت ہی بلکہ حالات مشہورہ خوف اور حزن اور سرور تو اُسی سماع سے ہوتے ہین جو مفہوم ہو لیکن تارون کے باجے اور تمام نغمے جو سمجھ مین نہین آتے اُنسے نفس مین تاثیر عجیب ہوتی ہی اور اُن آثار عجیب کا لفظون سے بیان کرنا ممکن نہین اور کبھی اُنکو شوق سے تعبیر کرتے ہین مگر طرفہ شوق ہی کہ جسکی طرف شوق ہی اُسکا حال معلوم نہین مثلاً جسکا دل تارون کے باجے اور شاہین اور ان جیسی اور چیزون کے سننے سے مضطرب ہوتا ہی تو وہ یہ نہین جانتا کہ دل کس چیز کا مشتاق ہی جسکے لیے اضطراب کرتا ہی اور دل مین ایسی حالت پاتا ہی کہ کسی بات کا متقاضی ہی مگر یہ نہین معلوم کہ وہ کیا ہی یہانتک کہ یہ کیفیت عوام پر اور اُن لوگون پر بھی گذرتی ہی جنکے دل پر نہ آدمی کی محبت غالب ہوتی ہی نہ اللہ تعالیٰ کی اور اس بات کا ایک بھید ہی وہ یہ ہی کہ ہر شوق کے دو رکن ہوتے ہین ایک صفت مشتاق کی یعنے مشتاق کو گونہ مناسبت ہونی اُس سے جسکی طرف اشتیاق ہو دوسرے مشتاق الیہ کی صورت کا پہچاننا اور اُسکی طرف پہونچنے کی صورت معلوم ہونی تو اگر آدمی مین شوق کے دونون رکن پاے جائین گے تب تو ظاہر ہی ہی کہ شوق مین اضطراب ہونا بعید نہین اور اگر وہ صفت تو ہو جس سے شوق ہی مگر مشتاق الیہ کا علم نہو تو جسوقت وہ صفت مشوقہ حرکت کریگی اور اُسکی آگ مشتعل ہوگی تو موجب دہشت اور حیرت کی ہوگی مثلاً کوئی آدمی اسطرح سے پرورش پاے کہ عورتون کی صورت نہ دیکھے اور نہ جماع کی صورت سے واقف ہو پھر اگر وہ بالغ ہوگا اور شہوت غالب ہوگی تو اپنے نفس مین شہوت کی آگ معلوم کریگا مگر یہ نجانے گا کہ یہ اشتیاق جماع کا ہی کیونکہ وہ تو نہ اُسکی کیفیت سے واقف ہی نہ عورتون کی صورت دیکھی ہی اسی طرح آدمی مین صفت شوق ولانے والی موجود ہی یعنے اسکو ملاء اعلیٰ سے مناسبت ہی اور جن لذات کا وعدہ اُس سے سدرۃ المنتہی اور فردوس برین مین ہوا ہی وہ اسکے مشتاق الیہ ہین مگر اسکے خیال مین ان باتون کا علم بجز صفات اور ناموں کے اور کچھ نہین جیسے کوئی لفظ جماع اور عورتون کے نام سُنلے اور کسی عورت کی صورت کبھی نہ دیکھی ہو نہ مرد کی اور نہ اپنی صورت آئینہ مین دیکھی کہ اُسپر قیاس کر کے جان لے تو اب راگ سُننے سے اُسکا شوق حرکت کرتا ہی مگر چونکہ زیادتی میل اور دنیا مین مشغول ہونے سے وہ اپنے نفس کو اور اپنے پروردگار کو بھلا گیا ہی اور اپنا وہ ٹھکانا بھی بادنہین جسکی طرف اُسکا شوق طبعی ہی اسلیئے اُسکا دل ایسے امر کا خواہان ہوتا ہی کہ جانتا نہین کہ وہ کیا ہی پھر مدہوش اور متحیر اور مضطرب ہوتا ہی اور اُس گلا کھونٹے ہوے کی طرح

ہوجاتا ہی جسکو کیفیت اُس درد سے چھوٹنے کی معلوم نہو۔ غرض کہ اسی طرح کے حالات کی حقیقت پوری نہین معلوم ہوتی اور حال والا اُنکو تقریر سے بیان کرسکتا ہی۔ اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ وجد دو طرح کا ہی ایک وہ کہ اُسکا بیان لفظون مین ہوسکے اور ایک وہ کہ نہو سکے۔ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ وجد کی دو قسمین ہین ایک وہ کہ خود بخود دل پر ہجوم کرے دوسرے وہ کہ بتکلف وجد کیا جاے اس دوسری صورت کو تواجد یعنے حال لینا کہتے ہین اور تواجد مین اگر مقصود ریا ہو یا احوال شریفہ کا اپنے آپ مین ظاہر کرنا حالانکہ واقع مین اُنسے مفلس ہی تب تو بُرا ہی اور اگر اسلیے ہی کہ احوال شریفہ کا اپنے اندر حاصل ہونا اور اُنکو کسب کرنا اور تدبیر سے کھینچ لانا چاہتا ہی تو اچھا ہی اس نظر سے کہ آخر کسب کو احوال شریفہ کے کھینچ لانے مین دخل ہی اور اسی نظر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلاوت قرآن مجید مین فرمایا کہ جس شخص کو رونا نہ آوے وہ روتی صورت بنالے اور بتکلف حزن کرے کیونکہ یہ احوال ہرچند ابتدا مین بتکلف کیے جاتے ہین مگر انجام مین ثابت اور متحقق ہوجاتے ہین اور اسکا انکار نہین ہوسکتا کیونکہ جو شخص قرآن مجید سیکھتا ہی اول پڑھتے تکلف سے یاد کرتا ہی اور تکلف کے ساتھ خوب سوچ سوچ کر ذہن لگا کر پڑھتا ہی مگر خوب یاد ہونے کے بعد زبان پر ایسا چڑھ جاتا ہی کہ نماز وغیرہ مین غفلت کی حالت مین بھی تمام سورت پڑھ جاتا ہی اور تمام ہونے کے بعد جو ہشیار ہوتا ہی تو جانتا ہی کہ غفلت مین پڑھا اسی طرح کاتب اول مین بڑی محنت لکھنے پر کرتا ہی پھر جو مشق چڑھ جاتی ہی تو لکھنا سرشتی ہوجاتا ہی حتی کہ ورق کے ورق لکھتا اور نقل کرتا چلا جاتا ہی اور دل دوسری فکر مین ڈوبا رہتا ہی حاصل یہ کہ جن صفات کو نفس اور اعضا قبول کرتے ہین اُنکے اکتساب کی صورت اول مین یہی ہوتی ہی کہ بتکلف اور بناوٹ کرنا پڑتا ہی اور آخر کو عادت سے سرشت ہوجاتی ہین اور یہی غرض ہی اس قول سے کہ عادت طبع پنجم ہی پس اگر احوال شریفہ کسی شخص کے اندر مفقود ہون تو اُنسے ناامیدی کرنی نہ چاہیے بلکہ چاہیے کہ اُنکو بتکلف و اگ سے یا اور کسی تدبیر سے حاصل کرے کیونکہ عادت مین ایسا دیکھا گیا ہی کہ جس شخص نے کسی دوسرے پر عاشق ہونا چاہا ہی اور پہلے سے عاشق نہین تھا تو اُسنے یہ تدبیر کی کہ اپنے نفس کے سامنے اُسکا ذکر مدام کرنا اور جو باتین اُسمین عمدہ اور اخلاق حمیدہ تھے اُنکا تقریر کرنا اور علی الدوام اُسکی طرف دیکھنا شروع کیا یہانتک کہ اُسپر عاشق ہوگیا اور عشق اُسکے دل مین ایسا جمگیا کہ اُسکی حد اختیار سے نکل گیا پھر اُسنے اسکے بعد اُس سے چھوٹنا چاہا تو نہ چھوٹ سکا تو اسی طرح اللہ تعالی کی محبت اور اُسکے دیدار کا شوق اور اُسکی خفگی کا خوف اور دوسرے احوال شریفہ اگر آدمی مین نہون تو چاہیے کہ اُنکے حاصل کرنے کی تدبیر کرے اسطرح کہ جو لوگ ان حالات سے موصوف ہون

اُنکے پاس بیٹھکر اُنکے احوال دیکھا کرے اور اُنکی صفات کو دل مین اچھا کیا کرے اور راگ سُننے مین اُنکا
شریک ہوکر خدائے تعالیٰ کی جناب مین دعا اور تضرع کرے کہ وہ حالت مجکو بھی مرحمت کرا اور اُسکے
سامان میرے لیے مہیا فرما اور ان احوال کے سامانون مین سے ایک یہ بھی ہی کہ راگ سُننے اور نیکبخت
بندون اور خوف کرنے والون اور محبون اور مشتاقون اور خاشعین کے پاس بیٹھے اسلیے جو شخص دوسرے
کے پاس بیٹھتا ہی اُسکی صفات اُسکے اندر بھی سرایت کرجاتی ہین ایسی طرح کہ اُسکو خبر بھی نہین ہوتی
اور اسباب کی جہت سے محبت وغیرہ احوال کے حاصل ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد
دلیل ہی کہ آپ نے دعا مین فرمایا اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یَّنْفَعُنِیْ حُبُّہٗ عِنْدَکَ اَللّٰھُمَّ مَا رَزَقْتَنِیْ مِمَّا اُحِبُّ
تو دیکھو اس دعا مین آپ نے محبت کی طلب فرمائی اگر یہ امر سرشتی ہوتا تو اسکی درخواست کیسے ہوتی یہانتک
کے بیان سے معلوم ہوا کہ وجد کی دو قسمین ہین سکا شفاء اور حالت اور پھر دو قسمین ہین ایک وہ کہ اُسکا
اظہار ممکن ہو دوسرے وہ کہ اُسکا اظہار ممکن نہو اور نیز وجد کی دو اور قسمین ہین ایک وہ کہ بہ تکلف ہو دوسرے
وہ کہ طبعی ہو۔ اب اگر یہ کہو کہ یہ کیا بات ہی کہ صوفیون کو قرآن مجید کے سُننے سے جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہی
وجد نہین ہوتا اور راگ پر جو کلام شعرا کا ہی وجد ظاہر ہوتا ہی اگر بالفرض وجد خدائے تعالیٰ کی عنایت ہی
سے ہوتا اور حق ہوتا اور شیطان کے فریب سے اور باطل نہوتا تو چاہیے تھا کہ راگ کی نسبت کر قرآن مجید
سے بطریق اولیٰ ہوا کرتا تو اسکا جواب یہ ہی کہ جو وجد حق ہوتا ہی وہ اللہ تعالیٰ کی فرط محبت اور صدق
ارادت اور اُسکے شوق دیدار سے پیدا ہوتا ہی اور اسطرح کا وجد قرآن مجید کے سُننے سے بھی جوش کرتا ہی
اور جو وجد کہ خلق کی محبت اور مخلوق کے عشق سے ہوا کرتا ہی وہ البتہ قرآن مجید کے سُننے سے جوش
مین نہین آتا اور قرآن مجید سے وجد ہونے پر خود قرآن گواہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ
تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اور فرمایا مَشَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْہُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ
وَقُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ تو طمانیت اور بدن پر رونون کا کھڑا ہوجانا اور خوف اور دل کی نرمی جو ان
آیتون مین مذکور ہین وہ وجد ہی ہین اسلیے کہ وجد وہی ہوتا ہی جو سُننے کے سبب سے سُننے کے بعد
نفس مین پایا جاوے اور دوسری جاہون ارشاد ہی اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ
قُلُوْبُھُمْ اور فرمایا لَوْ اَنْزَلْنَا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَہٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ
تو ان آیتون مین ترس اور خشوع وجد ہی حالات کے قبیل سے گو سکا شفات کے قبیل سے نہین مگر کبھی
سکا شفات اور تنبیہات کا سبب ہوجاتا ہی اور اسی لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
زینت دو قرآن کو اپنی آوازون سے اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضہ کی شان مین فرمایا لَقَدْ اُوْتِیَ مِزْمَارًا

مِنْ مَزَامِيرِ آلِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اور جن حکایات سے معلوم ہوتا ہی کہ اہل دل کو قرآن سُنتے کے وقت وجد ہوا ہی وہ بہت ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شَيَّبَتْنِي سُوْرَةُ هُوْدٍ تو یہ بھی وجد کی خبر ہی اسلیے کہ بڑھاپا حزن اور خوف سے حاصل ہوتا ہی اور حزن اور خوف وجد مین داخل ہی۔ اور مروی ہی کہ حضرت ابن مسعود رضہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سورۂ نسا پڑھی جب اس آیت پر پہونچے فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا آپ نے فرمایا کہ بس کرو اور دونون آنکھون سے اشک جاری تھے اور ایک روایت مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھا یا کسی اور شخص نے آپ کے سامنے یہ آیت پڑھی اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا پس آپ بیہوش ہوگئے۔ اور ایک روایت مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کو پڑھکر روئے اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ الآیۃ اور یہ آپ کا دستور تھا کہ آیت رحمت پر گذرتے تو دعا مانگتے اور آیت بشارت کی درخواست کرتے اور بشارت کی التجا وجد ہی اور جو لوگ قرآن مجید پر وجد کرتے ہین اُنکی تعریف خدا ے تعالی نے کی ہی چنانچہ فرمایا وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے اور آپ کے سینۂ مبارک مین ایسا جوش ہوتا تھا جیسے ہنڈیا کے کھدبد ہونے کی آواز ہوتی ہی۔ اور صحابہ اور تابعین نے جو قرآن پر وجد کیا ہی اُنکی نقلین بہت سی ہین کہ بعضون نے پچھاڑ کھائی اور کچھ روئے اور کچھ بیہوش ہوگئے اور بعضے غشی کی حالت مین مرگئے چنانچہ کہتے ہین کہ زرارہ بن ابی اوفی رحمہ مین لوگون کو نماز پڑھاتے تھے کہ کسی رکعت مین یہ آیت پڑھی فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ اسکو پڑھتے ہی بیہوش ہوکر گر پڑے اور محراب ہی مین مرگئے یہ بزرگ تابعین مین سے تھے اور حضرت عمر رض نے ایک شخص کو پڑھتے سنا اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ آپ نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہوکر گر پڑے لوگ مکان پر اٹھالائے ایک مہینہ بھر آپ بیمار رہے۔ اور ابو جریر تابعی کے سامنے صالح مری نے قرآن مین سے کچھ پڑھا وہ چیخ مارکر مرگئے اور حضرت امام شافعی رحمہ نے کسی قاری کو پڑھتے سُنا هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ آپ کو غش آگیا۔ اور علی بن فضیل رحمہ نے کسی قاری کو پڑھتے سنا يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تو غش کھاکر گر پڑے حضرت فضیل نے فرمایا کہ اللہ تعالی کا شکر ہی تجکو وہ ملیگا جو اللہ تعالی نے تجھسے معلوم کرلیا ہی اسی طرح بہت سے لوگون سے اسطرح کی حکایتین منقول ہین۔ اور ایسا ہی صوفیون کا حال ہی چنانچہ کہتے ہین کہ شبلی رحمہ رمضان کی شب مین ایک امام کے پیچھے اپنی مسجد مین

نماز پڑھتے تھے امام نے یہ آیت پڑھی وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَى مُوسَى وَهَارُونَ یا النبی اوحینا الیک حضرت شبلی نے ایک چیخ ایسی ماری کہ لوگون کو گمان ہوا کہ آپ کا طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا اور آپ کا رنگ زرد پڑ گیا اور شانے تھرانے لگے اور یہی بار بار کہتے تھے کہ احباب کو ایسی ہی طرح خطاب کیا کرتے ہین اور حضرت جنید بغدادی رح حضرت سری سقطی رح کے پاس گئے کہتے ہین کہ مین نے وہان دیکھا کہ ایک شخص کو غش آیا ہوا ہی مجھسے فرمایا کہ ایک شخص ہی کہ قرآن مجید کی آیت سنکر اسکو غش آگیا ہی مین نے کہا کہ اُسپر وہی آیت دوبارہ پڑھو جب وہ آیت پڑھی گئی تو اُسکو افاقہ ہو گیا حضرت سری سقطی نے پوچھا کہ یہ مضمون تمنے کہان سے کہا مین نے کہا کہ حضرت یعقوب علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی نابینائی مخلوق کے باعث سے تھی تو مخلوق ہی کے سبب سے اچھی ہو گئی اگر آپ کا نابینا ہونا حق کے واسطے ہوتا تو مخلوق کے سبب سے بینا نہوتے حضرت سری سقطی نے اس جواب کو اچھا کہا اور جو تدبیر کہ حضرت جنید رح نے فرمائی تھی اُسی کی طرف شاعر کا قول اشارہ کرتا ہی ؎

مین سنے اول تو پیے جام مزہ مین آکر	دور ثانی ہی بدین وجہ کہ ہو دُور خمار

اور کسی صوفی کا قول ہی کہ مین ایک شب اس آیت کو پڑھ رہا تھا کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ مین نے اسکو مکرر پڑھنا شروع کیا اتنے مین غیب سے ایک آواز آئی کہ کہان تک اس آیت کو مکرر پڑھیگا چار جن تو تو نے قتل کر دیے جنھون نے روز ولادت سے اپنا سر آسمان کی طرف نہین اُٹھایا تھا۔ اور ابو علی ثقفی نے شبلی رح سے کہا کہ بعض اوقات میرے کان مین کوئی آیت قرآن مجید کی پڑتی ہی تو مجکو دنیا سے اعراض کرنے کی طرف کشش کرتی ہی پھر جو اپنے کاروبار اور لوگون کی طرف رجوع کرتا ہون تو کیفیت صدر پر باقی نہین رہتا حضرت شبلی نے فرمایا کہ اگر قرآن سُنکر تم متوجہ اور مائل الی اللہ ہوتے ہو تو یہ بھی خدائے تعالیٰ کی توجہ اور عنایت ہی اور اگر تمکو تمھارے نفس کی طرف رجوع کر دیتا ہی تو یہ بھی اُسکی شفقت اور رحمت ہی کیونکہ اُسکی طرف متوجہ ہونے مین تمکو بجز اس امر کے اور کچھ نیان نہین کہ اپنی تدبیر اور قوت سے بری ہو جاؤ۔ اور کسی صوفی نے ایک قاری کو پڑھتے سُنا یا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً تو اُسکو قاری سے دوبارہ پڑھوا کر کہا کہ نفس کو کب تک کہے جاؤن کہ رجوع کر اور یہ رجوع نہین کرتا پھر حالت مین آکر ایسی چیخ ماری کہ جان نکل گئی۔ اور بکر بن سعاد نے کسی کو پڑھتے سنا وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ الآیۃ تو مضطرب ہوئے پھر چیخ کر کہا کہ رحم کر اُسپر جسکو تو نے ڈرایا اور ڈرانے کے بعد بھی وہ تیری طاعت پر متوجہ نہوا اتنا کہکر انکو غش آگیا۔ اور ابراہیم ادہم رح جب کسی کو إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ پڑھتے سُنتے تو آپ کے جوڑ ایسے مضطرب ہوتے کہ گویا بند بند کانپتا ہی۔ اور محمد بن سمیع کہتے ہین

ایک شخص فرات کے اندر غسل کرتا تھا اتنے مین ایک آدمی کنارہ پر یہ آیت پڑھتا ہوا نکلا وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ تو وہ نہانے والا ڈبنے لگا یہانتک کہ ڈوب کر مرگیا اور کہتے ہین کہ حضرت سلمان فارسی رضہ نے کسی جوان کو تلاوت کرتے دیکھا اور جب وہ ایک آیت پر پہونچا تو اسکے رونین کھڑے ہوگئے حضرت سلمان کو اُس سے محبت ہوگئی چند روز جو اُسکو نہ دیکھا تو لوگون سے اسکا حال دریافت کیا کسی نے کہا کہ وہ بیمار ہے آپ اُسکی عیادت کو تشریف لے گئے دیکھا تو وہ نزع مین ہے اُسنے حضرت سلمان سے کہا کہ جو کچھ بری کہ آپ نے میرے بدن پر ملاحظہ فرمائی تھی وہ نہایت اچھی صورت بنکر میری پاس آئی اور مجھسے کہا کہ خدا تعالی نے تیرے سب گناہ بخشدیے۔ حاصل یہ کہ اہل دل قرآن سُننے کے وقت بھی وجد سے خالی نہین ہوتے اور اگر قرآن کا سُننا اُسمین ہرگز کچھ اثر نہ کرے تو اُسکو اس آیت کا مصداق سمجھنا چاہیے مَثَلُ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ بلکہ اہل دل کو تو کلمہ حکمت بھی باثر کرتا ہے چنانچہ جعفر خلدی کہتے ہین کہ ایک شخص خراسانی حضرت جنید کی خدمت مین حاضر ہوا اُسوقت آپ کے پاس کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے آپ نے اُنسے پوچھا کہ آدمی کے نزدیک اُسکے ثنا خوان اور برا کہنے والے یکسان کب ہوجاتے ہین کسی درویش نے کہا کہ جب آدمی شفاخانہ مین جاتا ہے اور دونون مین مقید ہوتا ہے حضرت جنید رحمۃ فرمایا کہ یہ جواب تمھاری شان کے شایان نہین پھر آپ اُس خراسانی کی طرف متوجہ ہوکر فرمانے لگے کہ یہ نوبت اُسوقت ہوتی ہے کہ یقین کرلے کہ مین مخلوق ہون اُس شخص نے ایک چیخ ماری اور مرگیا۔ اب اگر یہ کہو کہ اگر قرآن کا سُننا وجد پیدا کرتا ہے تو صوفی قوالون کے راگ سُننے پر کیون جمع ہوتے ہین قاریون سے قرآن مجید کیون نہین سُنتے مناسب تو یہ تھا کہ اُنکا اجتماع اور حال لینا قاریون کے حلقہ مین ہوتا نہ دھاریون کے طائفہ مین اور یہ بھی چاہیے تھا کہ ہر ایک دعوت مین اجتماع کے وقت کوئی قاری بلایا جاتا تو اسکا جواب یہ ہے کہ گو قرآن مجید کا سُننا باعث وجد ہے مگر اُسکی نسبت کہ وجد کا جوش سماع سے زیادہ ہوتا ہے سات وجہون کے سبب سے۔ وجہ اول یہ کہ قرآن مجید کی سب آیتین سُننے والے کے مناسب حال نہین اور نہ اس قابل ہین کہ سب کو سمجھکر جس حال مین وہ مبتلا ہے اُسپر وہ حال لے مثلاً جس شخص پر حزن اور شوق اور ندامت غالب ہو تو اُسکے حال کے مناسب یہ آیت کیسے ہوگی يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ اور یہ آیت وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ اور اسی طرح اور آیتین جنمین احکام میراث و طلاق اور حدود وغیرہ کے ہین اور دل کی بات کی محرک وہی چیز ہوتی ہے جو اُسکے مناسب ہو اور اشعار کو جو شعرا نے نظم کیا ہے تو حالات دل کے ہی ظاہر کرنے کے لیے ہے اُن اشعار سے حال کے سمجھنے مین کچھ تکلف نہین کرنا پڑتا ہان جس شخص

کی سی اور شعر کی نسبت بھی حظوظ کی سی ہی تو جب اشعار کے اشارات اور لطیفے نغمون اور آوازون سے ملتے ہین تو ایک دوسرے کے ہم شکل ہو جاتے ہین اور لذتون سے قریب تر اور دلون پر ملکے معلوم ہوتے ہین اس نظر سے کہ مخلوق کا جوڑ مخلوق سے خوب ہوتا ہی تو جبتک بشریت رہتی ہی اور ہم اپنی صفات و حظوظ پر ہین تو ہمکو راحت نغمات دلکش اور اصوات خوش سے ملتی ہی اسی لیے ان حظوظ کی بقا کے مشاہدہ کے لیے یہی بہتر ہی کہ ہم اشعار کی طرف راغب ہون اور کلام الٰہی سے جو اللہ تعالی کی صفت ہی اور اُسی سے اُسکا آغاز اور اُسی پر اُسکا انجام ہی حظوظ سے جو یا نہون یہ خلاصہ ہی ابو نصر کی تقریر اور عذر کا۔ اور ابو الحسن دراج کہتے ہین کہ مین نے بغداد سے یوسف بن حسین رازی کی زیارت اور سلام کے لیے سفر کیا جب رَی مین داخل ہوا تو جس سے اُنکا حال پوچھا اُسنے یہی کہا کہ اُس زندیق سے تمکو کیا کام ہی میرا دل تنگ ہوا اتنا ارادہ واپس آنے کا کیا پھر دل مین سوچا کہ اتنا بڑا سفر مین نے کیا ہی اور کچھ نہو تو اُنکو دیکھ تو لون غرض پوچھتا پوچھتا اُنکے پاس گیا دیکھا تو وہ ایک مسجد کی محراب مین بیٹھے ہین اور اُنکے سامنے ایک شخص ہی اور خود قرآن ہاتھ مین لیے تلاوت کرتے ہین اور نہایت خوبصورت اور چمک دمک کے آدمی مقطع دار عمی والے ہین مین نے سلام کیا اُنھون نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم کہان سے آئے ہو مین نے کہا بغداد سے پوچھا کہ کس لیے آئے ہو مین نے کہا کہ آپکے سلام کرنے کو آیا ہون فرمایا کہ اگر بالفرض ان شہرون مین جہان کو تم آئے ہو کوئی تمسے یون کہتا کہ تم ہمارے پاس ٹھہر جاؤ ہم تمھارے لیے گھر یا لونڈی مول لیے دیتے ہین تو یہ امر تمھارے آنے کا مانع ہوتا یا نہین مین نے کہا کہ ابتک تو اللہ تعالی نے میرا امتحان کسی بات سے نہین لیا لیکن اگر اسطرح میرا امتحان لیتا تو نہ معلوم اُسوقت مین کیسا ہوتا پھر اُنھون نے مجھسے کہا کہ تمکو کچھ گانا آتا ہی مین نے کہا ہان اُنھون نے کہا کہ تو کچھ کہو مین نے یہ قطعہ پڑھا قطعہ

بنائے ہجر تو کرتا ہی دیکھتا ہون مدام		جو ہوش ہو تو تجھے کرتا یہ بنا سمار	
پڑا ہی کام مجھے تمسے اُسگھڑی جسدم		کہ لفظ لیت سے بہتر نہین تھین گفتار	
تو کاش پڑتا مجھے پالا ایسی ساعت مین		بہانہ جوئی سے تمکو نہوتا کچھ سروکار	

اُنھون نے قرآن مجید تو بند کر دیا اور اتنا روئے کہ داڑھی اور رومال تر ہو گیا حتی کہ رونے کی کثرت سے مجھے بھی اُنکے حال پر ترس آگیا پھر فرمایا کہ بیٹا عمر کے لوگ مجھکو ملامت کرتے ہین اور کہتے ہین کہ یوسف زندیق ہی اور میرا یہ حال ہی کہ صبح کی نماز سے قرآن پڑھتا تھا مگر میری آنکھ سے ایک قطرہ بھی نہین گرا اور ان شعرون سے مجھپر قیامت ٹوٹ پڑی ہی حاصل یہ کہ دل ہر چند خدائے تعالی کی محبت مین پھونکے ہوئے ہون تاہم شعر جنمین اُن مین وہ جوش پیدا کرتا ہی جو قرآن مجید کی تلاوت سے نہین ہوتا اور یہ بات شعر کے

وزن سے اور طبیعتون کے ساتھ اُسکے ہم شکل ہونے سے ہوتی ہی اور چونکہ اشعار طبیعت بشری کے مناسب ہوتے ہین اسی لیے آدمی شعر بنانے پر قادر ہی لیکن قرآن چونکہ کلام بشری کے اسلوب اور طریق سے باہر ہی اسی لیے قوت بشری مین نہین کہ ویسا کلام کہسکے کیونکہ اُسکی طبیعت کے ہم شکل نہین - اور کہتے ہین کہ ایک شخص ذوالنون مصری رح کے اُستاد اسرافیل کے پاس آیا اور اُنکو دیکھا کہ زمین اپنی اُنگلی سے کرید تے ہین اور ایک شعر گا رہے ہین پھر اُس سے پوچھا کہ تجھکو کوئی چیز اچھی طرح گانی آتی ہی اُسنے کہا کہ نہین آپ نے کہا کہ تو بے دل کا آدمی ہی اسمین یہ اشارہ تھا کہ جو شخص دل والا ہی اور اپنی طبیعت کو جانتا ہی اُسکو معلوم ہی کہ دل کو اشعار اور نغمون سے وہ حرکت ہوتی ہی جو دوسری چیز سے نہین ہوتی اسی لیے وہ تحریک کا طریق بتکلف پیدا کرتا ہی خواہ اپنی آواز سے ہو خواہ غیر کی آواز سے - یہان تک ہم دو مقامون کا حکم لکھ چکے یعنے سماع کے سمجھنے اور ڈھالنے کا اور وجد کا جو دل مین معلوم ہوتا ہی اب ہم وجد کا اثر ظاہری یعنے چیخنا گریہ کرنا اور رہلنا اور کپڑون کا پھاڑنا وغیرہ بیان کرتے ہین

تیسرا مقام سماع کے آداب ظاہری اور باطنی کے ذکر مین اور اس بات مین کہ وجد کے آثار مین سے کون اچھا ہی اور کونسا بُرا - سماع کے آداب تو پانچ ہین اول ادب یہ ہی کہ وقت اور جگہ اور یاران جلسہ کا لحاظ کرنا چنانچہ حضرت جنید بغدادی رح فرماتے ہین کہ سماع تین باتون کی حاجت رکھتا ہی ورنہ سُننا نہ چاہیے وقت اور جگہ اور یاران جلسہ وقت کی رعایت سے یہ مراد ہی کہ کھانا موجود ہونے کے وقت یا جھگڑنے کے وقت یا نماز کے وقت یا اور کسی وقت جسمین کوئی مانع پیش ہو اور دل نہ لگنے دے سماع سے کچھ فائدہ نہین اور مکان کی رعایت سے یہ غرض ہی کہ چلتا راستہ یا بُری صورت کا مکان نہو یا اُسمین کوئی ایسا سبب نہو کہ جس سے دل اُسطرف نہ بٹے تو ایسے مکانون سے اجتناب چاہیے اور یاران جلسہ سے یہ غرض ہی کہ کوئی غیر جنس سماع کا منکر زاہد خشک دلون کی لطائف سے بے بہرہ مجلس مین نہو کیونکہ ایسے شخص کا موجود ہونا گران گذریگا اور دل اُسکی طرف مشغول ہوگا - اور یہی صورت ہی اگر کوئی متکبر دنیا دار ہوگا کہ اُسکا لحاظ پاس کرنا پڑیگا یا کوئی بنا ہوا صوفی کہ وجد اور ناچنا اور کپڑے پھاڑنا نمود کے لیے کرے تو اسطرح کے لوگ دل کو پریشان کرتے ہین ان سے بھی اجتناب چاہیے حاصل یہ کہ اگر یہ شرطین نہون تو راگ کا نہ سُننا بہتر ہی تو سُننے والے کو انکا لحاظ چاہیے - دوسرا ادب یہ ہی کہ شیخ کو حال موجودین کا دیکھ لینا چاہیے یعنے اگر اُسکے مریدون کو سماع سے ضرر ہوتا ہو تو اُنکے سامنے راگ نہ سُنے اور اگر سُنے بھی تو اُنکو کسی اور شغل مین لگا دے اور جس مرید کو سماع سے ضرر ہوتا ہی وہ تین طرح کے اشخاص مین سے ایک ہوتا ہی اول جو سب مین کم رتبہ ہی وہ مرید ہی جسنے طریق سلوک مین بجز اعمال ظاہری

کے اور کچھ نہین معلوم کیا اور اُسکو سماع کا مزہ ہی نہین تو ایسے مرید کا سماع مین مشغول ہونا بے فائدہ ہی اسلیے کہ نہ تو وہ کھیل والون مین ہی تاکہ کھیل ہی کھیلے اور نہ ذوق والون مین ہی کہ سماع کے ذوق سے مزہ پائے تو ایسے شخص کو ذکر مین یا اور کسی کام مین مشغول ہونا چاہیے ورنہ راگ مین مفت تضیع اوقات ہوگی۔ دوم وہ کہ اُسکو سماع کا ذوق تو ہی مگر ابھی تک اُسمین کچھ حظ نفس اور شہوات اور صفات بشری کی طرف التفات باقی ہی اور ایسا منکسر ہوا کہ صفات بشری اور شہوات کی آفات سے مامون ہوجاے تو بعض اوقات عجب نہین کہ سماع اُسکے حق مین مقتضی لہو اور شہوت کا ہوجائے اور جس طریق مین وہ مصروف ہی اُس سے باز رکھے اور تکمیل سے روک دے۔ سوم وہ مرید ہی کہ اُسکی شہوت بھی ٹوٹ گئی ہی اور اُسکی آفتون سے بھی محفوظ ہی اور بصیرت مفتوح اور دل پر محبت الٰہی غالب ہی مگر اُسنے علم ظاہر کی تحصیل بخوبی نہین کی اور نہ اللہ تعالی کے اسماء اور صفات سے واقفیت بہم پہونچائی اور نہ یہ معلوم کیا کہ خداے تعالی پر کون چیز جائز ہی اور کون محال تو ایسے شخص کے سامنے اگر باب سماع مفتوح ہوگا تو جو کچھ سُنیگا اُسکو خداے تعالی کے حق مین ڈھالیگا خواہ واقع مین جائز ہو یا ناجائز پس اس صورت مین راگ سے جو فائدہ ہوتا اُسکی نسبت کہ ضرر زیادہ ہوگا کیونکہ اکثر باتین جو لائق جناب کبریائی نہین اُنکے ڈھالنے سے کافر ہوجائیگا۔ سہل تستری رح فرماتے ہین کہ جس وجد کا شاہد قرآن اور حدیث نہو وہ باطل ہی پس ایسے شخص سماع کے قابل نہین اور نہ وہ جنکا دل دنیا کی محبت اور لوگون کی تعریف وثنا کے اشتیاق مین ملوث ہی اور نہ وہ لائق ہین جو صرف لذت اور بالطبع اچھا معلوم ہونے کو سُنتے ہین اسلیے کہ سماع اُنکی عادت ہوجاتی ہی اور عبادات اور دل کی نگرانی سے روک دیتا ہی اور جس راہ کے طے کرنے کے درپے تھا وہ متروک ہوجاتا ہی حاصل یہ کہ سماع قدم کی لغزش کرنے کی جاہی ضعیفون کو اُس سے علیحدہ رکھنا واجب ہی۔ حضرت جنید بغدادی رح فرماتے ہین کہ مین نے خواب مین شیطان کو دیکھا اور اُس سے پوچھا کہ تجھکو ہمارے یارون پر بھی کچھ قابو چلتا ہی اُسنے کہا کہ ہان دو وقتون مین ایک سماع کے وقت دوم نظر کے وقت کہ ان دونون مین مجکو اُنپر دخل ملجاتا ہی آپنے جو اس خواب کو بیان کیا تو کسی بزرگ نے فرمایا کہ اگر مین اُسکو دیکھتا تو کہتا کہ تو بڑا احمق ہی بھلا جو کوئی سُننے کے وقت خداے تعالی ہی سے سُنے اور دیکھنے کے وقت اُسی کی طرف دیکھے تو اُسپر تو کیسے چیرہ ڈالیگا آپنے فرمایا کہ تمنے درست کہا۔

تیسرا ادب یہ ہی کہ قوال جو کچھ کہے اُسکو خوب دل لگاکر سُنے ادھر اُدھر التفات کم کرے اور سُننے والون کو نہ تاکے اور جو کچھ اُنپر وجد کی کیفیت ظاہر ہو اُسکو نہ دیکھے بلکہ اپنی طرف دھیان کرے اور دل کی نگرانی کرے اور دیکھے کہ خداے تعالی میرے باطن مین اپنی رحمت سے کیا چیز ڈالتا ہی اور حرکت کو روکے رہے جو یاران جلسہ کے دل کو پریشان کرتی ہی بلکہ ایسی طرح بیٹھے کہ اعضاء ظاہری سے کچھ نہ ہلے کھنکارنے

اور جمائی لینے سے احتراز کرے اور گردن نیچے کو ڈال لے جیسے کوئی بڑی گہری فکر مین ڈوبا ہوا ہوتا ہی جانا
اور ناچنا اور تمام حرکتین بناوٹ کی اور نمود کی کچھ نہ کرے اور اثنا سماع مین وہ کلام نہ کرے جسکی ضرورت
نہو اور اگر وجد غالب ہو اور بے اختیار ہلا دے تو اُسمین وہ معذور ہی کچھ ملامت کے قابل نہین مگر جب
افاقہ ہو اُسی وقت پھر سکون اور وقار اختیار کرے یہ نہین چاہیے کہ اُسی حالت پر باقی رہی اس شرم
سے کہ لوگ یہ کہینگے کہ اچھا وجد تھا جو ذرا سی دیر مین جاتا رہا اور نہ یہ چاہیے کہ زبردستی وجد ظاہر
کرے تاکہ لوگ یہ نہ کہین کہ بڑا سخت دل ہی اور صفائی اور رقت سے بے بہرہ ہی۔ کہتے ہین کہ ایک جوان
حضرت جنید رح کے ساتھ رہتا تھا جب کوئی ذکر سنتا تو چیخ مارتا آپنے ایک روز اُسکو فرمایا کہ اب اگر ایسا کیا
کروگے تو میرے ساتھ مت رہنا اسکے بعد وہ اپنے نفس کو اتنا روکنے لگا کہ ہر بال مین سے اُسکے پانی کا قطرہ
نکلتا مگر چیخ نہ مارتا ایک روز جو اُسنے اپنے نفس کو بہت روکا تو گلا گھٹنے لگا آخر ایک ایسا نعرہ مارا کہ اُسکا دل
پھٹ گیا اور جان نکل گئی۔ اور مروی ہی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل مین وعظ کہی اُنمین سے
ایک شخص نے اپنا کپڑا پھاڑ ڈالا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اُسکو کہدو
کہ ہمارے لیئے اپنے دل کے ٹکڑے کرے کپڑے نہ پھاڑے۔ ابو القاسم نصرآبادی نے ابو عمرو بن عبید سے
کہا کہ مین یہ کہتا ہون کہ اگر کچھ لوگ جمع ہون اور اُنکے ساتھ مین کوئی قوال کچھ گاوے تو یہ امر اس سے
بہتر ہی کہ وہ لوگون کی غیبت کرین ابو عمرو نے کہا کہ راگ مین نمود کرنی یعنے جو حالت اپنے اندر نہو اُسکو
ظاہر کرنا تیس برس کی غیبت کرنے سے بھی بُرا ہی۔ اب اگر یہ کہو کہ افضل وہ شخص ہی جو ضبط کیے بیٹھا رہے
اور سماع اُسکے ظاہر مین کچھ اثر نہ کرے یا وہ افضل ہی جسپر اثر ظاہر ہو تو اُسکا جواب یہ ہی کہ اثر نہ ظاہر ہونا
کئی طرح سے ہوتا ہی کبھی تو اس وجہ سے ہوتا ہی کہ وجد ہی کم ہو تب تو البتہ نقصان مین داخل ہی اور کبھی
اسطرح ہوتا ہی کہ وجد تو باطن مین قوی ہوتا ہی مگر چونکہ ضبط اعضا کی قوت سالک مین بدرجہ کمال ہوتی ہی
اسلیئے ظاہر نہین ہوتا تو یہ درجہ کمال کا ہی اسمین نقصان نہین اور کبھی اسلیئے ظاہر نہین ہوتا کہ حالت وجد
کی سالک کو ہر وقت اور ہر حال مین یکسان رہتی ہی تو سماع سے کچھ زیادہ اثر معلوم نہین ہوتا یہ درجہ
نہایت اعلیٰ ہی کمال کا کیونکہ وجد والون کا وجد غالباً ہمیشہ نہین رہا کرتا تو جو شخص وجد دائمی مین ہو تو وہ
حق سے وابستہ اور عین شہود کا ملازم ہی اُسکو احوال عارضی بدل نہین سکتے اور عجب نہین کہ حضرت
صدیق اکبر رض نے جو اعراب سے فرمایا تھا کہ ہم بھی کبھی ایسے ہی تھے جیسے تم ہو مگر اب ہمارے
دل سخت ہوگئے اس قول سے وجد دائمی کا اشارہ ہو یعنے ہمارے دل قوی اور مضبوط اس درجہ کو ہوگئے ہین
کہ ہر حال مین وجد کے ملازم رہنے کی طاقت رکھتے ہین اسی وجہ سے ہم گویا قرآن کے معنے ہمیشہ سنتے رہتے ہین

ہمارے حق مین قرآن کوئی نئی بات اور عارضی نہین کہ اُس سے ہم متاثر ہون غرضکہ وجد کی قوت تحرک ظاہر کیا کرتی ہی اور عقل اور روک کی قوت اُسکو ضبط کیا کرتی ہی اور بعض اوقات ان دونون مین سے ایک چیز دوسرے پر غالب ہوجاتی ہی یا تو اسوجہ سے کہ خود نہایت وجد کو قوی ہوتی ہی یا اسوجہ سے کہ طرف مقابل کمزور ہوتی ہی اور نقصان اور کمال اسی کے بموجب ہوا کرتا ہی تو شکو یہ گمان کرنا چاہیے کہ جو شخص خود مین تڑپتا ہی وہ تو وجد مین کامل ہی اور جو اپنے اضطراب کو ضبط کیے ہی وہ ناقص ہی بلکہ بہت سے ضابطہ نسبت تڑپنے والے کے وجد مین کامل ہوتے ہین چنانچہ حضرت جنید رح شروع سماع مین کچھ حرکت کیا کرتے تھے اور آخر کو بالکل جنبش کرتے تھے کسی نے جو اسکا سبب پوچھا تو آپ نے یہ آیت پڑھی وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِي أَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ یعنی یہ نشانہ ہی کامل تڑپ رہا ہی اور ملکوت مین جو لایمان کرتا ہی اور ظاہر مین اعضا ساکن اور ٹھہرے ہوے ہین اور ابوالحسن محمد بن احمد جو بصرہ مین تھے کہتے ہین کہ مین ساٹھ برس سہل تستری رح کے ساتھ رہا مین نے انکو کبھی نہین دیکھا کہ کبھی کسی ذکر یا قرآن کی آیت سنکر انمین کچھ تغیر ہوا ہو جب وہ آخر عمر مین ہوچکے تو ایک شخص نے انکے سامنے یہ آیت پڑھی فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ الآیۃ تو مین نے دیکھا کہ کانپ اُٹھے اور قریب تھا کہ گر پڑین جب وہ اصلی حالت پر آئے تو مین نے پوچھا کہ کیا بات تھی آپ نے فرمایا کہ مشغول من اب ہم ضعیف ہوگئے اسی طرح ایکبار یہ آیت سنی الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ تو تڑپ گئے ہین بسالم جو آپ کے مرید تھے انھون نے اسکی وجہ پوچھی فرمایا کہ مین ضعیف ہوگیا کسی نے اُنسے عرض کیا کہ اگر یہ بات ضعف سے ہی تو حال کی قوت کیا ہی آپ نے فرمایا کہ قوی الحال وہ ہی کہ جو وارد اُسپر آوے اُسکو اپنے حال کے زور سے نگل جاوے کوئی واردات کیسی ہی زبردست کیون نہو اُسکو متغیر کرسکے۔ اور باوجود وجد کے ضبط ظاہر پر قادر ہونے کا سبب یہ ہوتا ہی کہ ہر وقت کے شہود سے سب حالتین یکسان ہوجاتی ہین چنانچہ سہل تستری رح کا قول منقول ہی کہ میری حالت نماز سے پیشتر اور اُسکے بعد ایک ہی اسلیے کہ آپ ہر وقت دل کو نگران اور خدا تعالے کے ساتھ حاضر الذکر رکھتے تو اسطرح کا شخص سماع سے پہلے اور پیچھے یکسان رہیگا کیونکہ اسکا وجد اور حال دائمی ہوگا اور اشتیاق برابر اور ذوق متواتر رہیگا اسطرح کہ سماع سے اُسمین کچھ ترقی نہوگی چنانچہ مروی ہی کہ شاد دینوری ایک جماعت پر گذرے کہ اُنمین قوال کچھ کہہ رہے تھے وہ آپ کو دیکھکر چپ ہوگئے آپ نے فرمایا کہ تم اپنا کام کرو میرے کان مین تو اگر تمام دنیا کے ملاہی اکٹھے ہونگے تب بھی میری ہمت کو نہ روکینگے اور نہ میری حالت مین کچھ ترقی ہوگی اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ علم کے فضل کے ہوتے ہوے وجد کا نقصان کچھ ضرر نہین کرتا اور علم کا فضل وجد کے فضل سے زیادہ کامل ہی۔ اب اگر یہ کہو کہ ایسا شخص پھر سماع مین کیون آتا ہی تو اسکا جواب یہ ہی

کہ ان لوگون مین سے بعض نے تو سماع کو بڑھاپے مین چھوڑ دیا تھا اور بہت کم سماع مین آتے تھے یعنے کسی بھائی کی خاطر اور اُسکے دل خوش کرنے کو کبھی اتفاق ہوجاتا تھا اور بعض اوقات اِس لیے شریک ہوتے تھے کہ لوگ اُنکی قوت کے کمال کو دیکھین اور جانین کہ ظاہر کا وجد کچھ کمال کی بات نہین اور ظاہر کا وجد بنا بٹ سے اُنسے دیکھین کہ تکلف اور بناوٹ سے اسطرح علیحدہ رہتے ہین کہ اُنسے اُنکی پیروی نہوسکے اسوجہ سے کہ یہ امر اُنسے مشکل سرشت ہوگیا ہے اور اگر وہ لوگ اتفاق اباحت کے سوا اور کسی سماع مین جاتے ہین تو بدنون سے اُنکے شریک رہتے ہین اور دلون سے اُنسے دور رہتے ہین جیسے بدون سماع کے غیر جلسون مین اگر کسی ضرورت سے بیٹھتے ہین تو وہان بھی یہی حال ہوتا ہے کہ ظاہر اُنھین ہوتا ہے اور باطن ملکوت مین اور کچھ لوگون سے سماع کا ترک منقول ہے اور گمان ہوتا ہے کہ اُنھون نے اُسکو بُرا جانا ہے مگر واقع مین سبب ترک کا یہی ہے کہ اُنکو سماع کی حاجت نہ تھی دائم الوجد تھے اور بعض لوگ اسوجہ سے زاہد تھے کہ اُنکو سماع مین حظ روحانی نہ تھا اور نہ اہل لہو تھے تو اسی لیے ترک کردیا کہ بیفائدہ بات مین کیون مشغول ہون اور بعضون نے ایسے ترک کیا کہ اُنکو یاران جلسہ سیر نہوئے چنانچہ کسی شخص سے پوچھا گیا کہ تم راگ کیون نہین سُنتے اُسنے جواب دیا کہ کس سے سنون اور کسکے ساتھ

چوتھا ادب یہ ہے کہ جب اپنے نفس کو روک سکتا ہو تو نہ کھڑا ہو اور نہ رونے مین آواز بلند کرے لیکن اگر ناچے اور رونی صورت بناوے تو مباح ہے بشرطیکہ ریا منظور نہو کیونکہ رونی صورت بنانے سے حزن پیدا ہوتا ہے اور سرور و نشاط کی تحریک کا سبب قبض ہوا کرتا ہے اور سرور مباح کی تحریک جائز ہے اور اگر ناچنا حرام ہوتا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حبشیون کو ناچتے نہ دیکھتین چنانچہ آپ بعض روایات مین بلون ہی فرماتی ہین کہ وہ ناچ رہے تھے اور صحابہ رضہ مین سے بھی بعض اکابر کا ناچنا سرور کے وقت مروی ہے اور وہی سرور موجب اُنکے قبض کا ہوا ہے چنانچہ حضرت امیر حمزہ رضہ کے بیٹی کے قصہ مین جب حضرت علی مرتضی رضہ اور حضرت جعفر آپکے بھائی اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم مین جھگڑا ہوا کہ اس لڑکی کی پرورش کون کرے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضہ کو تو یہ فرمایا کہ تو مجھ سے ہے اور مین تجھ سے اِسکو سُنکر حضرت علی رضہ اُچھلنے لگے اور حضرت جعفر رضہ سے فرمایا کہ تو میری صورت اور سیرت کے مشابہ ہوگیا تو وہ حضرت علی رضہ سے بھی زیادہ اُچھلے اور آپ نے حضرت زید رضہ کو فرمایا کہ تو ہمارا بھائی اور مولی ہے تو وہ حضرت جعفر سے بھی زیادہ اُچھلے پھر آپ نے فرمایا کہ یہ لڑکی جعفر کے پاس رہیگی کیونکہ اُسکی خالہ جعفر کی منکوحہ ہے اور خالہ گویا والدہ ہی ہے۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضہ سے فرمایا کہ تجکو حبشیون کا ناچ پسند ہے غرضکہ ناچ اور اُچھلنا خوشی کے سبب سے ہوتا ہے تو اسکا حکم بھی

پہلی فصل مین گذری ۱۲ ۳

خوشی ہی پر مترتب ہوگا یعنی جس صورت مین کہ خوشی اچھی ہو اور ناچ سے اُسکو ترقی اور تاکید ہوتی ہو تو وہ ناچ محمود اور اچھا ہوگا اور اگر خوشی مباح ہوگی تو ناچ بھی مباح ہوگا اور اگر بُری ہوگی تو وہ بھی بُرا ہوگا ہان یہ حرکت اکابر اور مقتدا لوگون کی شان کے لائق نہین کیونکہ یہ امر اکثر لہو و لعب کے طور پر ہوتا ہی اور جو بات کہ لہو و لعب کی صورت پر لوگون کی نظرون مین ہو تو اُس سے مقتدا لوگون اور پیشواؤن کو اجتناب کرنا چاہیے تاکہ لوگون کی نظرون مین حقیر نہون اور لوگ اُنکا اقتدا نہ چھوڑین۔ باقی رہا کپڑون کا پھاڑنا تو اسکی اجازت نہین مگر اُس صورت مین کہ آدمی اپنے اختیار مین نہ رہے اور یہ کچھ بعید نہین کہ دل پر وجد کا غلبہ اس درجہ کو ہو کہ وہ اپنے کپڑے پھاڑ دے اور وجد کے نشہ مین اُسکو معلوم نہو یا معلوم بھی ہو مگر مدون کپڑے پھاڑنے کے نفس کو ضبط نہ کر سکتا ہو تو اُس شخص کا حال ایسا ہوگا جیسے زبردستی کسی سے کوئی کام لیا جائے کیونکہ وہ تو تر لبنے در کپڑے پھاڑنے مین بچاؤ کی صورت دیکھکر مجبوری سے اُسکو اختیار کرتا ہی جیسے بیمار آہ مجبوری سے کرتا ہی اگر کوئی اُسکو نہ بھرنے آہ سے روکے تو ہرگز اُس سے صبر نہو سکیگا باوجود یکہ فعل اختیاری ہی کیونکہ یہ ضرور نہین کہ جن فعلون کا حاصل ہونا ارادہ سے ہو انسان اُسکے ترک پر قادر بھی ہو مثلاً سانس لینا بھی ارادہ سے حاصل ہوتا ہی لیکن اگر کسی سے کہا جائے کہ ایک ساعت کو سانس روک لو تو وہ اپنے اندر سے گھبرا کر سانس لینا اختیار کریگا یہی حال چیخنے اور کپڑا پھاڑنے کا ہی کہ یہ بھی کبھی ایسی ہی طرح ہوتے ہین تو اُنکو حرام نہین کہہ سکتے چنانچہ ہمری رح کے سامنے ذکر تیز وجد اور غالب کا ہوا آپنے فرمایا کہ ہان وجد غالب وہ ہوتا ہی کہ اگر وجد والے کے مُنھ پر تلوار لگے تو اُسکو خبر نہو لوگون نے دوبارہ پوچھا اور اپنے گمان مین بعید جانا کہ اس حد کو وجد ہو جائے اسلیے بہت سا اصرار کیا مگر آپ نے پھر کچھ نہ کہا اور اسکے معنے یہ ہین کہ بعض اوقات مین بعض شخصون کو ایسا ہی وجد غالب ہوتا ہی کہ کیسی ہی ایذا اُنکو دیجاوے وہ معلوم نہین کرتے۔ اب اگر یہ کہو کہ سماع کے بعد اور وجد سے فارغ ہونے پر جو صوفی نئے کپڑے چیر کر اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرکے لوگون کو دیتے ہین اور اُسکو نام خرقہ کہتے ہین تو اس باب مین تم کیا کہتے ہو یہ امر کیسا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہ امر مباح ہی بشرطیکہ پارچہ پھٹا ہوا مرمت قابل ہو ندلگانے کپڑون یا جانماز کے ہو اسلیے کہ پھاڑنے مین کچھ ممنوع بات نہین آخر تھان کو پھاڑکر ہی کپڑا یا کرتہ بناتے ہین اور مال کا ضائع کرنا بھی نہین اسلیے کہ اس پھاڑنے سے ایک غرض متعلق ہی یعنی پیوند لگانا کہ وہ چھوٹے ہی ٹکڑون سے لگایا جاتا ہی اور سب کو بانٹنا اس نظر سے کہ خیر مین سب شریک ہون مباح اور مقصود ہو اسلیے کہ ہر مالک کو اختیار ہی کہ اپنے تھان کے سوٹکڑے کرکے مثلاً سو فقیرون کو دیدے لیکن ہان یہ چاہیے کہ وہ ٹکڑے ایسے ہون جو پیوندون مین کام آوین اور سماع مین جو ہمنے

کپڑے پھاڑنے کو منع لکھا ہی تو اتنی پھاڑنے کو منع کیا ہی جس سے کچھ پگڑ جائے اور کسی کام کا نہ رہے
کیونکہ محض ضایع کرنا ہی تو اختیار کے ساتھ جایز نہین بے اختیاری مین مجبوری ہی

پانچوان ادب یہ ہی کہ کھڑا ہونے مین لوگون کی موافقت کرنی چاہیے اگر کوئی شخص وجد یا صادق
مین اگر بدون نمود اور بناوٹ کے کھڑا ہو جاوے یا بدون اظہار وجد کے باختیار خود کھڑا ہوا اور لوگ
اسکے لیے کھڑے ہو جائین تو انکے ساتھ آپ بھی کھڑا ہو جاے کہ یاران جلسہ کی موافقت آداب صحبت مین سے
ہی اسی طرح اگر لوگون کی عادت یہ ہو گئی ہو کہ اگر وجد والے کی پگڑی گر جاے تو وہ بھی اپنی پگڑیان اسکی
موافقت کو اتار لین یا اسکی چادر اتر جاے تو اپنی بھی اتار لین تو ایسی باتون مین سب کے موافق کام
کرنا خوبی آداب صحبت اور عشرت مین داخل ہی کیونکہ ہمراہیون کی مخالفت کرنی موجب وحشت ہو اور
ہر قوم کی رسم جداگانہ ہی تو جیسا دیس ویسا بھیس کرنا چاہیے جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی
خالقوا الناس باخلاقہم یعنے لوگون سے انکی عادتون کے موافق باخصوص جب ایسے اخلاق
ہون کہ انمین حسن عشرت اور دلون کا خوش کرنا موافقت کرنے سے پایا جاتا ہو تو انکا استعمال ضروری ہی اور یہ
جو معترض کہتا ہی کہ یہ امر مذبت ہی صحابہ رضہ کے وقت مین نہ تھی تو یہ اس صورت مین صحیح ہو کہ جتنی مباحات
ہین وہ سب صحابہ رضہ سے منقول ہون حالانکہ کچھ ضرور نہین کہ مباحات صحابہ رضہ سے منقول ہون بلکہ ممنوع وہ عبادت ہی
جو مخالف کسی سنت کے ہو جسکے کرنے کا حکم شارع علیہ السلام نے دیا ہو اور امر متنازع فیہ مین کسی طرح کی ممانعت
منقول نہین اور آنے والے کے لیے آنے کے وقت کھڑا ہو جانا عرب کی عادت مین نہ تھا یہان تک کہ صحابہ رضہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی بعض احوال مین کھڑے نہ ہوتے تھے جیسا کہ حضرت انس رضہ نے روایت
کیا ہی مگر چونکہ اسمین کوئی نہی عام ثابت نہین ہوئی تو جن شہرون مین آنے والے کی تعظیم کی عادت کھڑے ہونے
سے ہی انمین کسی کے لیے کھڑا ہو جانا کچھ مضایقہ نہین اسلیے کہ مقصود تو اسکی عزت اور تعظیم اور دل خوش کرنا ہی
تو جس بات مین موافقت کرنے سے دوسرے کا دل خوش کرنا مقصود ہو اور لوگون نے اسکو دل خوش کرنے کی
اصطلاح ٹھہرائی ہو تو ایسی چیز مین انکی موافقت کرنے مین کچھ مضایقہ نہین بلکہ بہتر ہی ہی کہ موافقت کرے
بجز اس صورت کے جسپر نہی وارد ہوا اور اسکی تاویل کچھ نہو۔ اور ایک ادب یہ ہی کہ لوگون کے ساتھ ناچنے
کودنے سے اٹھے اگر وہ لوگ اسکا ناچ برا جانتے ہون اور انکے احوال مین اتبری نہ ڈالے اسلیے کہ جو
ناچ بدون اظہار وجد لینے کے ہو وہ تو مباح ہی اور جو تواجد کے نام سے ہوتا ہی اسمین سب کو بناوٹ
کا اثر معلوم ہوتا ہی اور جو صدق کے ساتھ کھڑا ہوتا ہی اسکو طبیعتین قبول نہین جانتین غرضکہ حاضرین جلسہ
اگر اہل باطن ہوتے ہین تو انکے دل اسی اور تکلف کی کسوٹی ہوتے ہین چنانچہ کسی بزرگ سے

پوچھا گیا کہ وجد صحیح کیا ہے اُنھوں نے فرمایا کہ اُسکا صحیح ہونا یہ ہے کہ وجد والے اُسکو قبول کرین بشرطیکہ اُسکے موافق ہون مخالف نہون - اب اگر یہ کہو کہ یہ کیا بات ہے کہ طبیعتین رقص سے نفرت کرتی ہین اور ظاہر یہ گمان ہوتا ہے کہ رقص باطل اور لہو اور دین کے مخالف ہے کہ جب کوئی دین مین کوشش کرنے والا اُسکو دیکھتا ہے تو اُسکا انکار ہی کرتا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ کوئی کتنا ہی لہو کا زاہد ہو اُسکی جد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ نہوگی حالانکہ آپنے مسجد مین حبشیون کو ناچتے دیکھا اور انکار نہ فرمایا کیونکہ وہ وقت بھی اُسکے لائق تھا اور وہ لوگ اُسکے لائق تھے یعنے عید کا دن تھا اور حبشی ناچ رہے تھے ہان ناچ سے باین لحاظ طبیعتین متنفر ہین کہ اکثر اُسکے ساتھ لہو لعب ہوتا ہے اور لہو لعب ہر چیز مباح ہے مگر ایسون ہی کے لیے جیسے زنگی اور حبشی ہین اور منصب والون کے لیے مکروہ ہے کہ اُنکی شان کے لائق نہین اور جو چیز اسوجہ سے مکروہ ہو کہ منصب والون کے لائق نہین اُسکو حرام نہین کہہ سکتے مثلاً اگر کوئی سائل کسی فقیر سے کچھ مانگے اور وہ اُسکو ایک روٹی دے دے تو یہ دینا عمدہ طاعت ہے اور اگر کوئی بادشاہ سے کچھ سوال کرے اور بادشاہ اُسکو ایک یا دو روٹی دے تو تمام خلق کے نزدیک بُرا ہوگا اور تاریخون مین لکھا جائیگا کہ منجملہ بادشاہ کی بُرائیون کے ایک یہ حرکت تھی اور اُسکی اولاد و احفاد کو اُسکے سبب سے لوگ ننگ لائینگے مگر باوجود اسکے یون نہین کہہ سکتے کہ بادشاہ مذکور نے جو حرکت کی وہ حرام تھی اسلیے کہ اُسنے باین لحاظ کہ فقیر کو دیا اچھا فعل کیا ہے مگر اپنی شان کے اعتبار سے ایک روٹی کا دینا مثل نہ دینے کے ہے اور بُرا ہے اسی طرح ناچ اور دوسرے مباحات کا حال ہے کہ عوام کے حق مین مباح ہین اور نیک بندون کے حق مین بُرائیان ہین اور نیکون کی بھلائیان مقرب بندون کے حق مین بُرائیان ہین لیکن یہ حکم اُسی صورت مین ہے کہ اُسکو بلحاظ منصب کے دیکھین ورنہ اگر بلحاظ کسی منصب وغیرہ کے دیکھین تو یہی حکم کرنا واجب ہوگا کہ بذات خود اسمین کچھ حرمت نہین واللہ اعلم تفصیل گذشتہ سے یہ ثابت ہوا کہ سماع چار قسم ہے حرام اور مباح اور مکروہ اور مستحب سماع حرام اُن لوگون کے حق مین ہے جو جوان ہون اور جنپر دنیا کی شہوت غالب ہو کہ سماع اُنمین کسی قسم کی تحریک نہ کریگا بجز اُسکے کہ جو بُری صفتین اُنکے دل پر غالب ہین وہ حرکت مین آجائینگی اور مکروہ اُن لوگون کے حق مین ہے جو سماع کو مخلوق کی صورت پر تو نہین ڈھالتے مگر اکثر اوقات اُسکو عادت ٹھہرا لیا ہے لہو کے طور پر اور مباح اُن لوگون کے حق مین ہے کہ جنکو سماع سے کوئی بہرہ سوا خوش آوازی سے مزہ پانیکے نہین اور مستحب اُن لوگون کو ہے جنپر خدائے تعالے کی محبت غالب ہے اور سماع بجز صفات محمودہ کے اور کسی چیز کی تحریک اُنمین نہین کرتا - وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّ اٰخِرًا وَّ ظَاهِرًا وَّ بَاطِنًا وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ مُّصْطَفٰى

نوان باب امر معروف اور نہی منکر کے ذکر مین

رباعی کر امر بھلی بات کا مت ہو جاہل	لوگون کو بُرے کامون سے روک اے غافل
اللہ کا حکم دیکھ وامر بالمعروف	پڑھ وانہ عن المنکر اگر ہے عاقل

واضح ہو کہ اچھی بات کو حکم کرنا اور بُری بات سے منع کرنا دین کا بڑا مدار ہے اور اسی کے لیے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیا علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اگر اُسکا بساط نہ کر دیا جائے اور اُسکے علم اور عمل کو مہمل چھوڑا جائے تو نبوت بیکار اور دیانت مضمحل اور سُستی عام اور گمراہی تمام اور جہالت شائع اور فساد ذائع اور فتنہ برپا ہو جائے اور بلاد خراب اور عباد تباہ ہو جائین گو اپنی ہلاکی کو بجز قیامت کے اور کبھی نہ جانین اور جس بات کے ہونے کا ہمکو ڈر تھا وہ ہو گئی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ یعنے اس مدار اعظم کا علم و عمل جاتا رہا کچھ اُسکی حقیقت اور نشان باقی نہین سب مٹ گیا دلون پر خلق کی مہابت چھا گئی اور خالق کا لحاظ بالکل نہ رہا لوگ ہوائے نفسانی اور شہوتون مین بہائم کی طرح چھوٹے ہین روے زمین پر سچا ایماندار ایسا کمیاب ہے جو اللہ تعالیٰ کے باب مین ملامت گرون کی ملامت سے نہ ڈرے تو جو شخص اس خلل کے دور کرنے اور اس رخنہ کے بند کرنے مین کوشش کریگا اور آبیاری پیروی سے اس سنت کا آب رفتہ و جو لائیگا وہ تمام لوگون مین احیاء سنت کے باعث نامور ہوگا اور ایسا اجر پائیگا کہ کوئی ثواب اُسکے ہم پلہ نہوا اور ہم اس بات کے مضمون کو چار فصلون مین لکھتے ہین

پہلی فصل امر بالمعروف اور نہی منکر کے واجب ہونے اور اُسکی فضیلت مین اور اُسکے ترک کرنے کی مذمت مین قطع نظر اس سے کہ امر معروف اور نہی منکر پر اجماع امت ہے اور عقلین سلیم اسکی خوبی کی شاہد اسکے لیے بہت سی آیات و احادیث و آثار بھی ہین آیات یہ ہین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اس آیت مین ایک تو وجوب اس فعل کا پایا جاتا ہے کیونکہ لفظ ولتکن صیغہ امر ہے اور امر کا ظاہر ایجاب ہی ہے دوم یہ کہ فلاح اسی امر سے وابستہ ہے اسلیے کہ حصر کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ وہی ہین فلاح پانے والے سوم یہ کہ امر معروف و نہی منکر فرض کفایہ ہے فرض عین نہین اگر امت مین سے کچھ لوگ بھی اسپر کاربند ہونگے تو باقیون کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائیگا اسلیے کہ یہ تو ارشاد نہین فرمایا کہ تم سب ایسے ہو جاؤ بلکہ یہ فرمایا کہ تم مین سے ایک جماعت اس صفت کی ہو تو اسی لیے جب اسپر عمل ایک شخص یا زیادہ کرینگے تو دوسرون پر سے حرج ساقط ہو جائیگا اور مخصوص بہ فلاح وہی ہونگے جو اسکی تعمیل کرینگے اور اگر تمام خلق اس سے پہلوتہی کرے تو وبال سب پر ہوگا خصوص اُن لوگون پر جنکو امر معروف و نہی منکر کی قدرت ہوگی اور دوسری جا ارشاد فرمایا ہے

لَيْسُوا سَوَاءً مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولَئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ۔ اس آیت میں صرف ایمان باللہ اور روز آخرت پر صلاح و نیکبختی کو متعلق نہ فرمایا یہانتک کہ ایمان پر امر معروف و نہی منکر کو بھی زیادہ کیا اور فرمایا وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ اس آیت میں ایماندارون کا وصف یہ ذکر فرمایا کہ اچھی بات کا امر کرتے ہین تو جو کوئی امر معروف کو ترک کریگا وہ اُن ایماندارون کے زمرہ سے خارج ہوگا جنکا وصف اس آیت میں مذکور ہے۔ اور فرمایا لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ اس آیت میں نہایت سختی ہے کہ حالت اُنکی مستحق لعنت ہونے کی یہی فرمائی کہ اُنھون نے نہی منکر کو ترک کیا تھا۔ اور فرمایا كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اس آیت سے فضیلت امر معروف اور نہی منکر کی معلوم ہوتی ہے کیونکہ بیان فرمایا کہ اس صفت کے لوگ خیر امت تھے اور فرمایا فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ أَنْجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ اسمین بیان فرمایا کہ اُن لوگون نے نجات حاصل کی جنھون نے بُری بات سے منع کیا اور نیز یہ آیت اسکے وجوب پر بھی دلالت کرتی ہے اور فرمایا الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ اس آیت میں امر معروف و نہی منکر کا ذکر نماز اور زکاۃ کے متصل فرمایا صالحین اور مومنین کے وصف مین۔ اور فرمایا وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ اسمین تو امر قطعی ہے اور تعاون کے معنے یہ ہین کہ خیر پر ترغیب دینا اور تبری کے طریقون کو آسان کرنا اور بدی اور تعدی کی راہین بند کردینی جہانتک ہوسکے۔ اور فرمایا لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ اسمین بیان فرمایا کہ نہی منکر کے ترک کرنے سے گناہگار ہوئے۔ اور فرمایا فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِنْ قَبْلِكُمْ أُولُو بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ الآیہ اسمین یہ بیان فرمایا کہ ہمنے سب کو ہلاک کردیا مگر تھوڑے سے لوگون کو جو فساد سے منع کرتے تھے۔ اور فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ تو والدین اور اقارب کے حق مین امر معروف بھی ہے۔ اور فرمایا لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ

مِنْ نَجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا اور فرمایا وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا الآیۃ اور اصلاح اسی کا نام ہے کہ سرکشی سے منع کرے اور طاعت پر بدستور بٹھا لاوے اور اگر وہ نہ مانے تو اللہ تعالیٰ نے اُسکے ساتھ لڑنے کا حکم فرمایا چنانچہ ارشاد ہے فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ اور اسی کا نام نہی منکر ہے اور احادیث اس باب میں یہ ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے ایک خطبہ پڑھا اُسمیں یہ ارشاد فرمایا کہ لوگو تم اس آیت کو پڑھتے ہو اور اُسکی تفسیر خلاف اُسکی مراد کے کرتے ہو یٰٓاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے مَا مِنْ قَوْمٍ عَمِلُوا بِالْمَعَاصِي وَفِيهِمْ مَنْ يَقْدِرُ أَنْ يُنْكِرَ عَلَيْهِمْ فَلَمْ يَفْعَلْ إِلَّا يُوشِكُ أَنْ يَعُمَّهُمُ بِعَذَابٍ مِنْ عِنْدِهِ - اور ابو ثعلبہ خشنی رضہ سے مروی ہے کہ اُنھوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے تفسیر لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ کی پوچھی آپ نے فرمایا ائْتَمِرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ فَإِذَا رَأَيْتَ شُحًّا مُطَاعًا وَهَوًى مُتَّبَعًا وَدُنْيَا مُؤْثَرَةً وَإِعْجَابَ كُلِّ ذِي رَأْيٍ بِرَأْيِهِ فَعَلَيْكَ بِنَفْسِكَ وَدَعْ عَنْكَ الْعَوَامَّ إِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ لِلْمُتَمَسِّكِ فِيهَا بِمِثْلِ الَّذِي أَنْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرُ خَمْسِينَ مِنْكُمْ قِيلَ بَلْ مِنْهُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ لَا بَلْ مِنْكُمْ لِأَنَّكُمْ تَجِدُونَ عَلَى الْخَيْرِ أَعْوَانًا وَلَا يَجِدُونَ عَلَيْهِ أَعْوَانًا - اور حضرت ابن مسعودؓ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو فرمایا کہ اُسکا وقت یہ زمانہ نہیں کیونکہ اس زمانہ میں تو نصیحت کو مانتے نہیں ہیں بلکہ عنقریب ایسا وقت آویگا کہ تم امر معروف کروگے تو تمسے ایسا ایسا کیا جائیگا (یعنی لوگ ایذا دینگے) اور تم کچھ کہوگے تو کوئی تمھاری بات نہ مانیگا اُسوقت تمکو اس آیت کے بموجب ناچاہیے عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں البتہ اچھی بات کا امر کرو اور بُری بات سے منع کرو ورنہ خدائے تعالیٰ تم پر تمھارے شریروں کو مسلط کردیگا پھر تمھارے بہتر آدمی دعا مانگینگے تو اُنکی دعا مقبول نہوگی اسکے یہ معنی ہیں کہ اچھے لوگوں کی ہیبت بُروں کی نظروں سے ساقط ہوجائیگی کہ اُنسے خوف نہ کرینگے - اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ اے لوگو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم امر بالمعروف کرو اور منکر سے منع کرو پیشتر اس سے کہ تم دعا مانگو اور تمھاری دعا مقبول نہو - اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ اعمال خیر جہاد فی سبیل اللہ کے سامنے ایسے ہیں جیسے پھوک دریائے عمیق کے سامنے - اور سب اعمال خیر اور جہاد فی سبیل اللہ ملکر امر معروف اور نہی منکر کے سامنے ایسے ہیں جیسے پھوک دریائے عمیق کے سامنے - اور فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ سے سوال کریگا کہ

کس چیز نے تجکو مجبور کیا کہ جب تو نے بُری بات دیکھی تو منع نہ کیا اسوقت اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو جواب سکھلاوے گا تو عرض کریگا کہ الٰہی مین نے تجھپر بھروسا کیا اور لوگون سے ڈر گیا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ایاکم والجلوس علی الطرقات قالوا مالنا بد انما هی مجالسنا نتحدث فیها قال فاذا ابیتم الا ذلک فاعطوا الطریق حقها قالوا وما حق الطریق قال غض البصر وکف الاذی ورد السلام وامر بالمعروف ونهی عن المنکر اور فرمایا کہ کلام ابن آدم کا سب اسکو مضر ہوتا ہے مفید نہین ہوتا بجز امر معروف یا نہی منکر یا ذکر خدائے تعالیٰ کے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خواص کو عذاب نہین کرتا عوام کے گناہون کے باعث یہان تک کہ کوئی برائی اُنمین دیکھے اور وہ باوجودیکہ اُسکے روکنے پر قادر ہون مگر نہ روکین تب البتہ اُنکو عذاب کرتا ہے۔ اور ابو امامہ باہلی رضؓ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارا کیا حال ہوگا جب تمھاری عورتین سرکش ہو جائینگی اور جوان بدکار ہو جائینگے اور تم جہاد چھوڑ دوگے لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات ضرور ہوگی آپ نے فرمایا کہ ہان قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے اور اس سے بھی سخت تر بات ہوگی لوگون نے عرض کیا کہ اس سے سخت تر کیا ہے آپ نے فرمایا کہ تمھاری کیفیت کیا ہوگی جب تم اچھی بات کا حکم نہ کروگے اور بُری بات سے منع نہ کروگے لوگون نے عرض کیا کہ کیا یہ ہونا ہے آپ نے فرمایا کہ ہان قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے اور اس سے بھی سخت تر بات ہوگی اُنھون نے عرض کیا کہ اس سے سخت تر کیا ہے آپ نے فرمایا کہ تمھاری کیا کیفیت ہوگی جب تم اچھی بات کو بُری اور بُری کو اچھی دیکھوگے اُنھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیا یہ ہونے والا ہے آپ نے فرمایا ہان قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے اور اس سے بھی سخت تر معاملہ ہوگا اُنھون نے عرض کیا کہ اس سے سخت تر کیا ہوگا آپ نے فرمایا کہ تمھارا کیا حال ہوگا جب تم بُری بات کا امر کروگے اور اچھی بات سے منع کروگے اُنھون نے عرض کیا کہ آیا یہ امر ہوگا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا کہ ہان قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے اور اس سے بھی سخت تر ہوگا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ مین اپنی قسم کھاتا ہون کہ اُنپر ایسا فتنہ بھیجونگا کہ عقلمند اُسمین حیران رہ جائے۔ اور عکرمہ حضرت ابن عباسؓ سے راوی ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ظلم سے قتل کیا جائے اُسکے پاس تو مت کھڑا ہو کہ جو شخص وہان موجود ہو اور اُسکی آفت کو نہ ٹالے اُسپر لعنت برستی ہے اور جو شخص ظلم سے پیٹا جائے اُسکے پاس مت کھڑا ہو کہ جو کوئی اُسکے پاس رہے اور اُسپر سے ظلم دفع نہ کرے تو اُسپر لعنت برستی ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مقام مین حاضر ہو

تو اُسکو نہ چاہیے کہ بدون حق بات کہنے باز رہے اسلیے کہ اجل سے پیشتر تو مرنے کا نہیں اور جو رزق اُسکی تقدیر میں ہی اُس سے ہرگز محروم نہوگا (یعنے کچھ کس خوف سے امر حق زبان پر نہ لائے) اور یہ حدیث اِس بات پر دلالت کرتی ہی کہ ظالموں اور فاسقوں کے گھروں میں جانا درست نہیں اور نہ اُن جگہوں میں جہاں بُری بات دیکھنی پڑے اور اُسکے بدلنے اور دور کرنے پر قادر نہو کیونکہ حدیث میں وارد ہوئی ہی فرمایا ہی کہ حاضر شخص پر لعنت برستی ہی تو جو حاضر ہوگا وہ مستحق لعنت ہوگا اور آدمی کو بدون حاجت بُری بات کا مشاہدہ جائز نہیں اس عذر سے کہ ہم تو عاجز ہیں ہمارے منع کرنے سے کون مانتا ہی اور یہی وجہ اکابر سلف میں سے کچھ لوگوں نے عزلت اختیار کی کیونکہ اُنھوں نے دیکھا کہ بازاروں اور عیدوں اور مجمعوں میں سب میں بُری باتیں ہوتی ہیں اور خود اُنکے دور کرنے سے عاجز ہیں اور یہ امر چاہتا ہی کہ خلق سے ہجرت کرنی لازم ہی اور اسی لیے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا کہ سیاحون نے جو اپنے مکانات اور اولاد سے مفارقت کی اُسکی وجہ یہی ہوئی کہ اُنپر وہی بلا اُتری جو ہم بھگتتے ہیں یعنے شر کو ظاہر پایا اور خیر مٹ گئی اور دیکھا کہ نصیحت گر کی بات کوئی نہیں مانتا اور فتنے برپا ہیں اور یہ خوف کیا کہ کہیں ہمکو پیش نہ آئیں اور کہیں ایسا نہو کہ عذاب اُن لوگوں پر نازل ہو اور اُنکے ساتھ میں ہم بھی اُس سے محفوظ نہ رہیں اور خیال کیا کہ درندوں کے ساتھ رہنا اور سبزہ کھانا اُن لوگوں کے پاس رہنے اور آشیں کے ساتھ بسر کرنے سے بہتر ہی پھر آپ نے یہ آیت پڑھی فَفِرُّوا إِلَى اللَّهِ إِنِّي لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ مُبِينٌ اور فرمایا کہ کچھ لوگوں نے فرار اختیار کیا اور اگر اللہ تعالیٰ نے نبوت میں کوئی رتبہ نہ رکھا ہوتا تو ہم یہ کہتے کہ نبی اُن لوگوں سے افضل نہیں ہیں اسلیے کہ ہمکو خبر پہنچی ہی کہ فرشتے علیہم السلام اُن لوگوں سے ملاقات اور مصافحہ کرتے ہیں اور ابرار اور درندے اُنکے پاس ہوکر مکلتے ہیں اگر کوئی اُنمیں سے اُنکو پکارتا ہی تو جواب دیتے ہیں اور اگر ابرار درندوں سے پوچھتے ہیں کہ تمکو کس جگہ کا حکم ہوا ہی تو اُنکو بتا دیتے ہیں حالانکہ وہ نبی نہیں ہیں۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی معصیت میں حاضر ہوا اور اُسکو بُرا جانا تو وہ ایسا ہی گویا اُسمیں نہ تھا اور جو شخص معصیت میں بغیر حاضر ہوئے مگر اُسکو اچھا جانے تو وہ ایسا ہی گویا اُسمیں حاضر ہی اور معنے حدیث کے یہ ہیں کہ کسی ضرورت سے معصیت کی جگہ میں حاضر ہو یا اتفاقاً معصیت اُسکے سامنے ہونے لگے ورنہ قصداً معصیت کی جگہ میں حاضر ہونا ممنوع ہی پہلی حدیث کی دلیل ہے۔ اور حضرت ابن مسعود بخاری راوی ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھیجا ہی اُسکے حواری بھی ہوئے ہیں پھر جسقدر خدا تعالیٰ کو منظور ہوگا

اُس مدت تک نبی اپنی قوم مین رہ کر اللہ تعالیٰ کی کتاب اور حکم کے بموجب عمل کرتا رہیگا یہان تک کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اُٹھالیگا تو حواری اللہ تعالیٰ کی کتاب اور حکم کے بموجب اور اپنے نبی کے طریق کے موافق عمل کرتے رہینگے اور جب وہ بھی چل بسینگے تو اُنکے بعد ایک قوم ایسی ہوگی کہ منبرون پر چڑھکر وہ باتین کہینگے جنکو جانتے ہین اور کام وہ کرینگے جنکو نہین جانتے تو جب تم ایسا دیکھو تو ہر ایماندار کو اپنے ہاتھ سے اُنپر جہاد کرنا واجب ہی اور اگر ہاتھ سے نہ ہو سکے تو زبان سے جہاد کرے اور اگر زبان سے بھی نہو سکے تو دل سے جہاد کرے اور اسکے بعد اسلام نہین۔ اور حضرت ابن مسعود رضہ نے فرمایا ہی کہ ایک گانون کے لوگ مرتکب معاصی تھے اور اُنمین چار شخص اُنکے اعمال کو بُرا جانتے تھے اُنمین سے ایک مستعد ہوا اور لوگون سے کہا کہ تم ایسی ایسی حرکتین کرتے ہو اُنسے باز آؤ غرض کہ اُنکو منع کرنا اور اُنکے افعال کی بُرائی کرنی شروع کی وہ لوگ اسکے اقوال کو رد کرتے رہے اور اپنے افعال سے باز نہ آئے اُسنے اُنکو بُرا کہا اُنھون نے اُسکو بُرا کہا آخر کو اُسنے اُنسے قتال کیا وہ لوگ اُسپر غالب رہے پھر یہ اُنسے علیحدہ ہوگیا اور جناب الٰہی مین عرض کیا کہ الٰہی مین نے انکو منع کیا تو میری اطاعت نہ کی اور مین نے انکو بُرا کہا تو اُنھون نے مجکو بُرا کہا اور مین نے جنگ کی تو یہ غالب رہے یہ کہکر چلا گیا پھر دوسرا شخص اُنکے منع کرنے کو مستعد ہوا اُسکی اطاعت بھی نکی اور اُسنے اُنکو سخت کہا تو اُنھون نے بھی اُسکو سخت کہا وہ بھی یہ کہکر علیحدہ ہوگیا کہ الٰہی مین نے انکو منع کیا میرا کہنا نہ مانا اور مین نے اُنکو بُرا کہا تو اُنھون نے مجکو بُرا کہا اور اگر مین اُنسے لڑتا تو یہی غالب رہتے پھر وہ بھی چلا گیا تیسرا اُٹھا اور اُسنے اُنکو منع کیا اُنھون نے نہ مانا وہ اُنسے علیحدہ ہوا اور کہا کہ الٰہی مین نے اُنکو منع کیا اُنھون نے نہ مانا اور اگر مین اُنکو گالی دیتا تو وہ مجکو دیتے اور اگر مین لڑتا تو وہ جیت جاتے پھر وہ بھی چلا گیا اور جو چوتھا قائم ہوا اُسنے یون عرض کیا کہ الٰہی مین اگر انکو منع کرتا تو میرا کہنا نہ مانتے اور اگر بُرا کہتا تو مجکو بُرا کہتے اور اگر لڑائی کرتا تو غالب رہتے یہ کہکر وہ بھی چلا گیا حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ جو چوتھا شخص اُن چارون مین سے رتبہ مین کمتر تھا مگر تم مین اُسکی مثل بھی کمی ہی مین اور حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہین کہ کسی نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا گانون تباہ ہوجاتا ہی حالانکہ اُسمین نیک آدمی بھی ہون آپ نے فرمایا ہان سائل نے عرض کیا کہ اُسکی وجہ کیا ہی آپ نے فرمایا کہ یہ وجہ ہی کہ نیک بندون نے سستی کی اور اللہ تعالیٰ کی معصیتون پر سکوت اختیار کیا۔ اور جابر بن عبد اللہ رضہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی فرشتے کو حکم بھیجا کہ فلان شہر کو اُسکے باشندون پر اُلٹ دو اُس فرشتے نے عرض کیا

کہ یارب اُس بستی میں تیرا فلان بندہ ہی جسنے تیری نافرمانی ایک لمحہ کو نہیں کی حکم ہوا کہ اُسپر اور تمام بستی والوں پر وہ طبقہ اُلٹ دے کہ اُس شخص کا چہرہ ایک ساعت کو بھی بستی والوں کی معصیت پر نہیں تمتمایا۔ اور حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بستی کے لوگوں کو عذاب دیا گیا جسمیں اٹھارہ ہزار وہ لوگ تھے کہ اُنکے عمل انبیا علیہم السلام کے سے عمل تھے لوگوں نے عرض کیا کہ یا حضرت یہ کیسے ہوا آپ نے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے واسطے خفا نہیں ہوتے تھے اور اچھی بات کا امر اور بری بات سے نہی نہ کرتے تھے۔ اور عروہ اپنے باپ سے راوی ہیں کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے خدائے تعالیٰ کی جناب میں عرض کیا کہ یارب تیرے بندوں میں سے تیرے نزدیک کونسا محبوب تر ہی فرمایا کہ جو کوئی میری خواہش پر ایسا جھپٹے جیسا کہ کس اپنی خواہش پر جھپٹتا ہی اور جو میرے نیک بندوں پر ایسا عاشق ہو جیسے بچہ شیر خوار پستان پر ہوتا ہی اور جسوقت کوئی میری حرام کی ہوئی چیزوں میں دخل ہو تو وہ ایسا غصہ کرے جیسا چیتا اپنے انتقام کے لیے غضب کرتا ہی کہ جب وہ اپنے نفس کے واسطے غصہ ہوتا ہی تو یہ پروا نہیں کرتا کہ آدمی کم ہیں یا زیادہ۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ خوف کی شدت میں امر معروف اور نہی منکر کا بڑا ثواب ہی۔ اور حضرت ابوذر غفاری رضؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ سوائے مشرکوں کے قتال کے کوئی اور بھی جہاد ہی آپ نے فرمایا کہ ہاں اے ابوبکر زمین میں اللہ تعالیٰ کے جہاد کرنے والے شہیدوں سے افضل ہیں زندہ ہیں اور رزق دیے جاتے ہیں زمین پر چلتے ہیں اللہ تعالیٰ اُنسے فرشتوں پر فخر کرتا ہی اور اُنکے لیے جنت ایسی آراستہ ہوتی ہی جیسے ام سلمہ رضؓ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آراستہ ہوئی حضرت صدیق اکبر رضؓ نے عرض کیا کہ وہ کون ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا کہ وہ امر معروف اور نہی منکر کرنے والے اور فی اللہ محبت اور فی اللہ بغض رکھنے والے ہیں پھر فرمایا کہ قسم ہی اُس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہی کہ بندہ اُنمیں سے شہدا کے غرفوں کے اوپر کے غرفہ میں رہیگا ہر غرفہ میں تین لاکھ دروازے ہونگے کہ بعض اُنمیں سے یاقوت اور سبز زمرد کے ہونگے اور ہر دروازہ پر نور ہوگا اور اُنمیں سے ایک آدمی کا کلاح تین لاکھ حوروں پر نیچی نگاہ بڑی آنکھوں والی کے ساتھ ہوگا جب وہ اُنمیں سے کسی کی طرف التفات کریگا اور دیکھیگا تو وہ کہیگی کہ مجکو یاد بھی ہی فلان روز تو نے امر معروف اور نہی منکر کیا تھا اور جب اُنمیں سے کسی کی طرف توجہ کریگا تو وہ اُسکے سامنے اُن مقاموں کا ذکر کریگی جنمیں اُسنے کسی اچھی بات کا امر کیا یا کسی بری بات سے منع کیا۔ اور حضرت ابو عبیدہ جراح رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے

عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہدا مین سے خدائے تعالی کے نزدیک بزرگتر کونسا ہی آپ نے فرمایا کہ وہ شخص ہی کہ ظالم بادشاہ کے سامنے کھڑا ہوا اور اُسکو اچھی بات کا امر کیا اور بُری بات سے منع کیا اور اسی وجہ سے اُسنے اُسکو مار ڈالا اور اگر ظالم نے اُسکو قتل نہ کیا تو ظلم اُسپر اسکے بعد نہ چلیگا گو وہ کتنا ہی زندہ رہے (یعنے اسکا ثواب اتنا ہی کہ امر معروف اور نہی منکر اگر حاکم کو کریگا تو اگر مارا گیا تو شہید ہوا اور نہ گناہ نامۂ اعمال مین عمر بھر نہ لکھے جائینگے) اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے شہیدون مین سے افضل وہ شخص ہی کہ ظالم امام کے سامنے کھڑا ہوکر اُسکو اچھی بات کا حکم کرے اور بُری بات سے منع کرے اور وہ ظالم اسی وجہ اسکو مار ڈالے تو اس شہید کا رتبہ جنت مین حمزہ اور جعفر رضی اللہ عنہما کے درمیان ہوگا۔ اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ مین نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی کہ فرماتے تھے کہ بُری قوم وہ لوگ ہین جو انصاف کا حکم نہین کرتے اور بُری قوم وہ ہی جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہین کرتی۔ اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ تم امر معروف اور نہی منکر کرو ورنہ خدائے تعالے تم پر کوئی بادشاہ ظالم مسلط کردیگا کہ وہ نہ تمھارے بڑے کی توقیر کریگا اور نہ چھوٹے پر ترس کھائیگا اور تمھارے نیک بندے اُسکو بددعا دینگے تو اُنکی دعا مقبول نہوگی اور تم مدد مانگوگے تو مدد نہ ملیگی اور استغفار کروگے تو تمھاری مغفرت نہوگی اور حضرت حذیفہ رض سے کسی نے پوچھا کہ زندون مین مردہ کون شخص ہی آپ نے فرمایا کہ جو بُری بات کو اپنے ہاتھ سے نہ بگاڑے اور نہ زبان سے اور دل سے بُرا کہے۔ اور مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ بنی اسرائیل کے علما مین سے ایک عالم تھا کہ اُسکے مکان پر مرد و عورت جمع ہوا کرتے اور وہ اُنکو اللہ تعالی کے واقعات و انتقامات جو اہل دنیا مین گذرتے رہتے ہین سنایا کرتا ایک روز اپنے کسی لڑکے کو دیکھا کہ کسی عورت پر چشمک مارتا ہی تو اُسکو کہا کہ بس کر بیٹا بس کر راوی کہتا ہی کہ وہ عالم تو تخت پر سے گر گیا اور اُسکی گردن کا مہرہ ٹوٹ گیا اور اُسکی عورت کو اسقاط ہوگیا اور اُسکے بیٹے لشکر مین مارے گئے اللہ تعالی نے اُسوقت کے نبی کو وحی بھیجی کہ فلان عالم سے کہدو کہ مین تیری پشت سے صدیق کبھی نہ پیدا کرونگا کہ تیرا غصہ میری خاطر تھا صرف اتنا ہی کہا کہ بس کر بیٹا بس کر اور حضرت حذیفہ رض نے فرمایا کہ لوگون پر ایک ایسا وقت آویگا کہ اگر مین اُنمین مردہ گدھا ہون تو مجکو وہ لوگ اُس ایماندار سے محبوب تر جانینگے جو اُنکو امر معروف اور نہی منکر کرے۔ اور اللہ تعالے نے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ مین تیری قوم سے چالیس ہزار اچھے اور ساٹھ ہزار بُرے ہلاک کرونگا اُنھون نے عرض کیا کہ الٰہی بد لوگ تو بُرے ہین مگر اچھون کا کیا قصور ہی ارشاد ہوا کہ اُنھون نے

میرے غصہ کے لیے غصہ نہ کیا اور بدون کے ساتھ کھانے پینے مین شریک رہے - اور بلال بن سعد نے کہا ہی کہ معصیت جب پوشیدہ کیجاتی ہی تو سوا معصیت کرنے والے کے اور کسیکو ضرر نہین کرتی اور جب اعلان کے ساتھ کیجاتی ہی اور اُسکو کوئی منع نہین کرتا تو عوام کو ضرر کرتی ہی - اور حضرت کعب احبار نے ابو مسلم خولانی سے فرمایا کہ تمھاری قوم مین تمھاری منزلت کیسی ہی اُسنے کہا کہ اچھی ہی فرمایا کہ توریت تو اسکے خلاف کہتی ہی پوچھا کہ کیا کہتی ہی فرمایا کہ یون کہتی ہی کہ آدمی جب امر معروف اور نہی منکر کرتا ہی تو اُسکی قوم کے نزدیک اُسکی منزلت بڑی ہوجاتی ہی ابو مسلم نے کہا کہ توریت سچ کہتی ہی اور ابو مسلم جھوٹ کہتا ہی - اور حضرت ابن عمر رض عالمون کے پاس جایا کرتے پھر آپ بیٹھ رہے کسی نے عرض کیا کہ اگر آپ اُنکے پاس تشریف لیجائینگے تو شائد اُنکے دل مین رعب رہیگا آپ نے فرمایا کہ مجکو یہ خوف ہی کہ اگر مین کچھ بولون تو وہ یہ جانینگے کہ حال کچھ ہی اور قال کچھ اور اگر خاموش رہون تو یہ ڈر ہی کہ گنہگار نہون تو اسکا مصداق بن رہا ہون کہ گویم مشکل وگر نگویم مشکل اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص امر بالمعروف سے عاجز ہو اُسپر لازم ہی کہ اُس جگہ سے دور رہے اور ایسی جگہ چلا جائے کہ معصیت اُسکے سامنے نہو - اور حضرت علی بن ابی طالب رض فرماتے ہین کہ اول جس جہاد پر تمکو بلایا جاتا ہو وہ ہاتھون کا جہاد ہی پھر زبانون کا پھر دلون کا جب دل اچھی بات کو نہین پہچانتا اور بری کا انکار نہین کرتا تو اوندھا کر دیا جاتا ہی کہ اوپر کی طرف نیچے ہوجائے - اور سہل بن عبد اللہ رح فرماتے ہین کہ جو شخص اپنے نفس کے سوا دوسرے پر قادر نہین اور امر و نہی اپنی ذات کے متعلق بجا لاتا ہی اور دوسرے سے جو برائی ہو اُسکو دل سے بُرا جانتا ہی تو جسقدر امر معروف اور نہی منکر اُسکو چاہیے اُسقدر بجا لاتا ہی - اور فضیل رح سے کسی نے کہا کہ تم امر معروف اور نہی منکر کیون نہین کرتے فرمایا کہ کچھ لوگون نے امر و نہی کی اور کافر ہوگئے اور اُسکی وجہ یہ کہ اسکے عوض اُنکو جو تکلیف دی گئی تو اُسپر صبر نہ کیا - اور حضرت ثوری رح سے کسی نے کہا کہ آپ امر معروف اور نہی منکر کیون نہین کرتے آپ نے فرمایا کہ جب سمندر ٹوٹ نکلے تو اُسکو بند کون لگا سکتا ہی - ان دلیلون سے ظاہر ہوا کہ امر معروف اور نہی منکر واجب ہی اور اگر قدرت اُسکی بجا آوری کی ہو تو اُسکا فرض ساقط نہوگا بجز اسکے کہ کوئی اُسکی بجا آوری پر قائم ہو اب ہم اُسکے شروط اور اُسکے واجب ہونے کی شرطین ذکر کرتے ہین

دوسری فصل امر معروف اور نہی منکر کے ارکان اور شروط کے ذکر مین

جاننا چاہیے کہ امر معروف اور نہی منکر دونون کو ملا کر حسبت کہتے ہین اور حسبت کے ارکان چار ہین اول محتسب دوسرے محتسب علیہ

یعنے مجرم تیسرے محتسب فیہ یعنی معصیت چوتھے خود احتساب اور ان چارون مین سے ہر ایک کے لیے جدا جدا
شرطین ہین رکن اول محتسب ہو اسکی شرطین یہ ہین کہ عاقل بالغ مسلمان قدرت رکھنے والا ہو تو
ان شرطون سے مجنون اور لڑکا اور کافر اور عاجز نکل گیا اور رعایا مین سے ہر کوئی داخل ہا گو اسکو
بادشاہ کی طرف سے اذن نہو اور فاسق اور غلام اور عورت بھی اس تعریف مین داخل ہی ایہم ان شرطون کی
وجہ بیان کرتے ہین و زیر جن قیدیون کو ہمنے چھوڑ دیا اُنکے چھوڑنے کا باعث لکھینگے - شرط اول
تکلیف یعنی عاقل و بالغ ہونا اسکی وجہ تو ظاہر ہی کہ غیر مکلف پر کوئی حکم لازم نہین اور ہمنے جو شرط لکھی ہین اُنسے مراد شرط وجوب ہی شرط جواز کیونکہ احتساب کا امکان اور جواز صرف عقل کا ہی
مقتضی ہی اسکو بلوغ بھی نہین چاہیے حتنے کہ لڑکا تمیز دار قریب بہ بلوغ ہر چند مکلف نہین مگر
اُسکو جائز ہی کہ بُری بات کا انکار کرے اور شراب کو بہادے اور کھیل کی چیزین توڑ ڈالے اور جب
وہ یہ افعال کریگا تو ثواب پائیگا اور کسی کو جائز نہین کہ اُسکو ان افعال سے روکے بخلاف
کہ یہ تو مکلف نہین اسلیے کہ یہ افعال ثواب کے ہین اور ایسا لڑکا ثواب کا اہل ہی مثلاً نماز اور اسکی
امامت اور دوسرے ثواب کے کامون کا اہل ہی اور احتساب کا حکم ولایتون کا سا نہین کہ اُسمین
جواز کے لیے بھی تکلیف شرط ہو اور اسی وجہ سے ہمنے اُسکو غلام اور عیت کے کسی فرد کے لیے ثابت رکھا ہی ہان
فعل سے منع کرتے ہین اور بُری بات کے بگاڑنے مین ایک طرح کی ولایت اور حکومت معلوم ہوتی ہی مگر یہ
حکومت صرف ایمان سے حاصل ہوتی ہی جیسے مشرک کا مارنا اور اُسکے اسباب کا باطل کرنا اور شیطان کا
چھین لینا کہ لڑکے کو بھی جائز ہی بشرطیکہ اُس سے خود اُس لڑکے کو ضرر نہو تو جب کفر سے منع کرنا
درست ہوا تو فسق سے روکنا بھی ایسا ہی سمجھنا چاہیے - دوسری شرط ایمان کی قید کی وجہ بھی
صاف ظاہر ہی اسلیے کہ احتساب دین کی نصرت کا نام ہی تو اسکا اہل وہ شخص کیسے ہوسکتا ہی جو اصل دین کا
منکر اور دشمن ہو تیسری شرط عادل ہونا اسکو بعض لوگون نے شرط کیا ہی اور کہا ہی کہ فاسق کو
احتساب درست نہین اور اپنی دلیل اس باب مین ایک تو یہ کہتے ہین کہ قرآن مجید مین اُن لوگون پر
جو کہتے ہین اور فعل کے بموجب خود نہین کرتے وعید وارد ہی چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہی اَتَاْمُرُوْنَ
النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ اور فرمایا كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ
دوسرے یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی کہ فرمایا کہ معراج کی شب کو میرا گذر ایسے لوگون پر
ہوا جنکے لب آگ کی مقراضون سے کاٹے جاتے تھے مین نے اُنسے پوچھا کہ تم کون ہو اُنھون نے کہا
کہ ہم امر خیر کا حکم کرتے تھے اور خود اُسکو نہین کرتے تھے اور بُری بات سے منع کیا کرتے تھے اور خود اُسکے

مرتکب ہوتے تھے تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ تم اپنے نفس کو نصیحت کرو جب وہ نصیحت مان جائے تب لوگون کو نصیحت کرو ورنہ مجھسے حیا کرو۔ چوتھی دلیل بطور قیاس بیان کرتے ہین اس طرح کہ دوسرے کا ہدایت کرنا اور راہ بتانا اسپر متفرع ہی کہ خود راہ پر ہو اسی طرح غیر کا سیدھا کرنا اپنے سیدھا ہونے کی فرع ہی اور درست کرنا زکوۃ ہی نصاب درستی کی تو جو شخص خود درست اور اچھا نہوگا وہ دوسرے کو کیسے درست کریگا یہ تو مثل مشہور ہی ع سایہ کز راست بود چوب چو باشد نا راست اور یہ جتنی دلیلین انھون نے لکھی ہین سب خیالات ہین حق یہی ہی کہ فاسق کو احتساب جائز ہی اور اسکی برہان یہ ہی کہ ہم یہ کہین کہ احتساب مین کیا یہ شرط ہی کہ محتسب سب گناہون سے معصوم ہو اگر یہ شرط ہو تو خلاف اجماع ہی اور نیز باب احتساب کا بالکل بند کرنا ہی کیونکہ معصوم تو صحابہ رض بھی نہ تھے اورون کا تو کیا ذکر ہی بلکہ انبیا علیہ السلام کی عصمت مین اختلاف ہی اور قرآن مجید سے منسوب ہونا حضرت آدم علیہ السلام اور بعض دوسرے انبیا کا معصیت کی طرف پایا جاتا ہی اور اسی لیے سعید بن جبیر رح نے فرمایا تھا کہ اگر امر معروف اور نہی منکر وہی کیا کرے جسمین کوئی گناہ نہو تو کوئی بھی اس امر کی تعمیل نہ کر سکیگا امام مالک رح کو انکا یہ قول پسند آیا اور اگر یہ کہین کہ معصوم ہونا صغیرہ گناہون سے مشروط نہین یہانتک کہ حریر پہننے والے کو جائز ہی کہ زنا اور شراب خواری سے منع کرے تو ہم یہ پوچھتے ہین کہ آیا شراب خوار کو جائز ہی کہ کفار سے جہاد کرے اور کفر سے منع کرنے کا احتساب نہ کرے اگر کہین کہ نہین جائز ہی تو خلاف اجماع ہوگا اسلیے کہ مسلمانون کے لشکرون مین ہمیشہ نیک اور جہاد و شراب خوار اور یتیمون پر ظلم کرنے والے سب قسم کے آدمی رہتے تھے انکو جہاد سے ممانعت نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت مبارک مین ہوئی نہ آپ کے بعد اور اگر یہ کہین کہ شرابخوار کو جہاد کرنا اور کفر کی ممانعت کا احتساب جائز ہی تو ہم یہ سوال کرینگے کہ اسکو یہ بھی جائز ہی کہ قتل سے منع کرے اگر کہین کہ جائز نہین تو ہم یہ کہینگے کہ پھر شراب خوار اور حریر پوش مین فرق بتانا چاہیے کہ حریر پوش کو جائز ہی کہ شراب سے منع کرے حالانکہ قتل شراب خواری کی نسبت کرنا تو ہی بڑا ہی جیسے شرابخواری حریر پوشی کی نسبت ہی تو کسی طرح کا فرق نہین معلوم ہوتا اور اگر کہین کہ قتل سے منع کرنا جائز ہی اور اسکی علت یہ بیان کرین کہ جو شخص ایک گناہ کا مرتکب ہی تو وہ اسی جیسے گناہ اور اس سے کم رتبہ سے منع نہین کر سکتا ہان اس سے زیادہ گناہ کو منع کر سکتا ہی تو یہ دعوی بے دلیل اور زبردستی ہی کیونکہ جب یہ بعید نہین کہ شراب خوار زنا اور قتل سے منع کرے ویسا ہی یہ بھی بعید نہین کہ زانی شراب پینے سے منع کرے بلکہ یہ بھی بعید نہین کہ آدمی خود شراب پیوے اور اپنے غلامون اور خادمون کو

شراب خواری سے منع کرے اور یہ کہے کہ مجھپر نہی کو ماننا اور دوسرے کو نہی کرنا دو باتین واجب ہین تو یہ کہان سے لازم آیا کہ اگر مین نے ایک بات مین معصیت کی تو دوسری مین بھی خدائے تعالی کا عاصی ہوجاؤن اور جس صورت مین کہ منع کرنا مجھپر واجب ہی تو اسکا وجوب میرے ارتکاب کی جہت سے کیسے ساقط ہوجائیگا اور واقع مین بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہی کہ یون کہین کہ منع کرنا شراب خواری سے اُسپر اُسوقت تک واجب ہی کہ خود شراب نہ پیوے اور اگر پی لیگا تو اُسپر سے منع کرنا ساقط ہوجائیگا اب اگر کوئی یہ کہے کہ تمھاری تقریر سے یہ لازم آتا ہی کہ کوئی شخص یون کہے کہ مجھپر وضو اور نماز دونون واجب ہین مگر مین وضو کرتا ہون کو نماز نہ پڑھون اور سحر کھاتا ہون اگرچہ روزہ نہ رکھون مستحب تو میرے لیے دونون ہین پس اُسکا جواب یہی دونگے کہ ان دونون مین سے ایک چیز دوسرے پر مترتب ہی تو ہم بھی یہی کہتے ہین کہ غیر کا سیدھا کرنا اپنی راستی پر مترتب ہی اسی لیے اول اپنے نفس کی درستی چاہیے پھر دوسرے کی بموجب مثل اول خویش بعدہ درویش تو اسکا جواب یہ ہی کہ سحر کھانا روزہ کے لیے ہوتا ہی اگر روزہ نہ ہوتا تو سحر کھانا مستحب نہ ہوتا اور جو چیز کہ غیر کے لیے مطلوب ہوتی ہی وہ اُس غیر سے جدا نہین ہوا کرتی اور صورت متنازعہ فیہ مین غیر کی اصلاح اپنے نفس کی اصلاح کے لیے مقصود نہین ہوتی نہ اپنے نفس کی اصلاح غیر کی اصلاح کے لیے تو انمین سے جو ایک کو دوسرے پر مترتب کہتے ہو زبردستی ہی اسکی کوئی دلیل نہین اور وضو اور نماز کے اعتراض سے اتنا ہی لازم آتا ہی کہ جو شخص وضو کرے اور نماز نہ پڑھے وہ وضو کے امر کو بجا لائیگا اور اُسکا عذاب اُس شخص کی نسبت کم ہوگا جو وضو اور نماز دونون کا تارک ہوگا ایسا ہی جو شخص منع کرنا اور خود باز رہنا دونون باتین چھوڑ دیگا اُسکو عذاب زیادہ ہوگا بہ نسبت اُسکے جو دوسرے کو منع کرے اور خود نہی پر کاربند ہو کیونکہ وضو شرط ہی نماز خود تو مقصود نہین بلکہ نماز کے لیے مقصود ہی تو بدون نماز کے اُسکا کچھ اعتبار نہین اور امر و نہی پر کاربند ہونے مین حقیقتاً شرط نہین تو ان دونون صورتون مین کچھ مشابہت نہین ہاں اگر یون کہا جائے کہ اُسپر یہ لازم آتا ہی کہ کوئی یون کہے کہ جب ایک مرد کسی عورت سے زبردستی زنا کرے اور وہ عورت اپنا منھ چھپائے ہو پھر اپنے آپ منھ کھولدے اور مرد مین حالت زنا مین احتساب کرے اور عورت سے کہے کہ تجھپر زنا مین تو زبردستی ہوئی مگر منھ کھولنے مین تو تو مختار تھی تو نے جو مجھ غیر محرم کے سامنے اپنے منھ کو کھولدیا یہ برا کیا اپنا منھ ڈھانک تو یہ احتساب نہایت بُرا ہی کہ ہر عاقل اسکو بُرا جانتا ہی اور ہر طبع سلیم اس سے نفرت کرتی ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ امر حق کبھی طبیعتون کو بُرا معلوم ہوا کرتا ہی اور باطل اچھا معلوم ہوتا ہی اسکا لحاظ ضروری نہین بلکہ لحاظ دلیل کا کیا جاتا ہی وہم و خیالات کی پیروی نہین کیجاتی اب ہم

یہ کہتے ہین کہ مرد کا عورت سے یہ کہنا کہ اپنا منہ کھول واجب ہی یا حرام یا مباح اگر تم کہو کہ واجب ہی تب تو غرض حاصل ہی اسلیے کہ منہ کھولنا غیر محرم کے سامنے معصیت ہی اور اُس سے منع کرنا حق ہی اور اگر کہو کہ مباح ہی تو مرد کو امر مباح کا کہنا درست ہی پھر جو تم کہتے ہو کہ فاسق کو احتساب درست نہین اسکے کیا معنے ہونگے اور اگر کہو کہ حرام ہی تو ہم یہ کہینگے کہ احتساب تو واجب تھا حرام کیسے ہوگیا اگر اُس شخص کے زنا کے مرتکب ہونے سے ہوا تو بڑے تعجب کی بات ہی کہ ایک حرام کرنے سے دوسرا واجب حرام ہوجاے باقی رہا طبیعتون کا نفرت کرنا اور اُسکو بُرا جاننا تو اُسکی دو وجہین ہین اول تو یہ کہ اُس مرد نے زیادہ تر ضروری چیز کو ترک کرکے اُس سے کمتر ضروری کو اختیار کیا اور طبیعتین جسسے اس بات کو بُرا جانتی ہین کہ کوئی شخص ضروری بات کو چھوڑکر بیفائدہ امر اختیار کرے اسی طرح اس سے بھی نفرت کرتی ہین کہ زیادہ ضروری کو چھوڑکر کمتر ضروری کو اختیار کرے مثلاً کوئی شخص مضغوط کھانے سے تو احتراز کرے اور ہمیشہ زنا کرتا رہے تو ایسے شخص سے نفرت کیجاتی ہی یا کوئی غیبت سے بچے اور جھوٹی گواہی دیا کرے تو ایسے سے بھی نفرت کرتے ہین اسلیے کہ جھوٹی گواہی دینی غیبت کی نسبت زیادہ خراب اور سخت ہی غیبت مین تو آدمی وہی بات کہتا ہی جو دوسرے مین ہو یعنی سچ بولتا ہی بخلاف جھوٹی گواہی کے لیکن طبیعتون کا نفرت کرنا اس بات پر دلالت نہین کرتا کہ ترک غیبت واجب نہین اور نہ اُس سے یہ نکلتا ہی کہ اگر آدمی غیبت کرے یا لقمہ حرام کھائے تو اسکو عذاب زیادہ نہوگا اسی طرح آخرت مین آدمی کو اپنے گناہ سے ضرر زیادہ ہوگا بہ نسبت دوسرے کے گناہ کے ضرر سے تو اپنے نفس کی فکر نہ کرنی اور دوسرے کے بجا دین مشغول ہونا طبیعتون مین اسوجہ سے ملکہ ہی کہ اکثر کو چھوڑکر کمتر کو اختیار کرتا ہی مثلاً اگر کسی شخص کا گھوڑا اور لگام چھین جاے اور وہ گھوڑے کو چھوڑکر لگام کی طلب مین مشغول ہو تو طبیعتین اُس سے متنفر ہونگی اور اُسکو جانینگی کہ بُرا کرتا ہی حالانکہ اُسنے کوئی بات سوا لگام کی طلب کے نہین کی اور وہ کچھ بُری بات نہین کی مگر چونکہ گھوڑے کی طلب کو چھوڑکر لگام کی طلب مین مصروف ہوا اسی جہت سے بُرا جانا گیا پس ہم کو چھوڑا اور اُس سے کم پر توجہ کی اسی طرح فاسق آدمی کا احتساب اسی وجہ سے بعید معلوم ہوتا ہی اور اس سے یہ نہین پایا جاتا کہ اُسکا احتساب اس جہت سے بُرا ہی کہ امر معروف یا نہی منکر ہی دوسری وجہ فاسق کے احتساب کے بُرا معلوم ہونے کی یہ ہی کہ احتساب کبھی تو وعظ سے ہوتا ہی اور کبھی قہر سے اور جو شخص خود اول نصیحت نہین مانتا اُسکا زبانی وعظ مفید نہین ہوتا اور ہم کہتے ہین کہ جو شخص جانے کہ میرا قول احتساب مین مقبول نہوگا اسوجہ سے کہ لوگ مجکو فاسق جانتے ہین تو اُسکو احتساب وعظ سے واجب نہین کیونکہ اُسکے وعظ مین کچھ فائدہ نہین اسلیے

کہ فسق اُسکے وعظ کا فائدہ ساقط کر دیتا ہی اور جب وعظ کا فائدہ ساقط ہوجاتا ہی تو وجوب وعظ بھی ساقط ہوجاتا ہی لیکن جس صورت مین کہ احتساب منع سے ہو تو اُس سے مراد قہر ہی اور قہر کامل یہ ہی کہ غلبہ فعل اور محبت دونون مین ہو تو جس صورت مین محتسب فاسق ہوگا تو اگر وہ فعل مین غالب بھی ہوگا تو محبت مین مغلوب ہوگا کیونکہ اُسپر یہ اعتراض متوجہ ہوگا کہ تم اس فعل کے مرتکب کیون ہوا اور اسی وجہ سے اگر وہ محبت مین دبا ہوا ہو کر فعل مین غالب ہوگا تو طبیعتین اُسکے فعل سے نفرت کرینگی مگر اس سے یہ نہوگا کہ وہ فعل حق نہ رہے مثلاً اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو ظالم کے پنجہ سے چھوڑا دے اور اُسکا باپ جو مظلومون مین موجود ہی اُسکو نہ چھوڑا دے تو طبیعتین اُس سے نفرت کرتی ہین مگر یہ نہین کہ مسلمان کا پنجہ ظالم سے چھوڑانا حق نہو تو اس سے یہ نکلا کہ فاسق پر وعظ سے احتساب اُس شخص کا واجب نہین جسکو اُسکے فسق کا حال معلوم ہوا سلیے کہ وہ ماننے کا نہین اور جبکہ اُسپر وعظ زبانی واجب نہین اور یہ جانے کہ میرے کہنے سے لوگ انکار سے پھیر آئینگے اور گالیان نہ کھائینگے تو ہم کہتے ہین کہ اُسکو وعظ زبانی اس صورت مین جائز بھی نہین اب اس تقریر کا انجام یہ ہوا کہ فسق کے باعث احتساب کی ایک قسم یعنے وعظ زبانی باطل ہوگئی اُسکے لیے عدالت شرط ہی باقی رہی دوسری قسم یعنے احتساب قہری تو اُسمین عادل ہونا شرط نہین تو اس صورت مین اگر فاسق شراب گراوے اور لہو کے آلات وغیرہ توڑے جب اُسکو ان امور پر قدرت ہو تو اُسپر کچھ وقت نہین اور یہ صورت نہایت انصاف کی اور صاف ہی اور آیتون سے جو اُن لوگون نے استدلال کیا ہی تو اُنمین اس بات کی برائی مذکور ہی کہ اُن لوگون نے اچھی بات کو ترک کیا اس جہت سے نہین کہ اُنھون نے امر کیا مگر اُنکے امر کرنے سے اُنکے علم کا زور پایا گیا اور عالم کا عذاب زیادہ سخت ہوتا ہی اسوجہ سے کہ باوجود قوت علمی کے اُسکو کوئی عذر نہین ہی اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد مین لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ جھوٹا وعدہ مراد ہی اور اس ارشاد مین وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ اس بات کو برا فرمایا کہ وہ لوگ اپنی جانون کو بھول گئے نہ اسوجہ سے برائی کی کہ اُنھون نے دوسرون کو اچھی بات کا امر کیا اور دوسرون کا حال اسلیے ذکر کیا تاکہ معلوم ہو کہ وہ لوگ عالم تھے اور اُنپر حجت قوی ہوجائے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمانا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہ اول تو اپنے نفس کو نصیحت کر الخ تو وہ حال احتساب زبانی کا ہی اور اسکو ہم بھی تسلیم کرتے ہین کہ فاسق کا وعظ زبانی غیر مفید ہی اُن لوگون کے حق مین جو اُسکے فسق سے آگاہ ہین پھر اسکے آخر مین یہ فرمایا کہ مجھ سے شرم کر اس سے بھی غیر کو وعظ کرنے کی حرمت نہین پائی جاتی بلکہ اسکے معنے یہ ہین کہ مجھ سے حیا کر اور زیادہ ضروری کو چھوڑ کر کم ضروری مین مشغول مت ہو جیسے یون کہا کرتے ہین کہ اول

اپنے باپ کا پاس کرو پھر ہمسایہ کا ورنہ شرم کرو۔ اب اگر یون کہو کہ اس صورت مین جائز ہی کہ اگر ذمی کسی مسلمان کو زنا کرتے دیکھے تو وہ بھی اُسکو احتساب کرے کیونکہ ذمی کا مسلمان کو یہ کہنا کہ زنا مت کرو واقع مین درست ہی تو اسپر حرام ہونا تو محال ہی بلکہ یا مباح ہونا چاہیے یا واجب حالانکہ ذمی کا احتساب مسلمان کو ممنوع کہتے ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی وَلَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا تو اب اگر کافر مسلمان کو اپنے فعل سے منع کریگا تو یہ صورت کافر کے غلبہ کی ہی مسلمان پر جو بموجب آیت بالا کے نہونی چاہیے پس اسی غلبہ کی وجہ سے کافر کو منع کیا جاتا ہی اور اگر صرف اُسنے مسلمان کو زبان سے کہا کہ زنا مت کر تو یہ کہنا بذات خود اُسپر حرام نہین مگر اس اعتبار سے کہ اُس لفظ سے مسلمان پر حکومت کرنے کی بو پائی جاتی ہی اور مسلمان کی ذلت ہی تو اسوجہ سے البتہ منع کیا جائیگا ہر چند مسلمان بدکار بھی مستحق ذلت ہی لیکن کافر کی نسبت کرتا ہم ذمی عزت ہی تو کافر کا ذلیل رہنا بہتر سمجھ کر احتساب سے منع کرتے ہین ورنہ ہم یہ تو نہین کہتے کہ کافر جب کہے کہ زنا مت کر تو اسکو سزا ملنی چاہیے اس لحاظ سے کہ اُسنے زنا کی ممانعت کیون کی بلکہ ہم یہ کہتے ہین کہ اگر کافر نے یہ لفظ نہ کہا ہو اور دین کی فروع کا خطاب ہمارے نزدیک اُسپر بھی ہو تو اُسوقت اس لفظ کے نہ کہنے پر سزا دیجائیگی اور اس مقام مین بحث ہی اُسکو ہمنے فقہ کے مسائل مین لکھا ہی یہان وہ ہمارے مقصود سے متعلق نہین۔ چوتھی شرط احتساب مین بعضون نے یہ لکھی ہی کہ محتسب کو امام اور حاکم کی طرف سے اجازت ہونی چاہیے اُن لوگون نے رعیت مین سے ہر کسی کو احتساب ثابت نہین کیا اور یہ قید لگانی خراب ہی اسلیے کہ ہمنے جو آیتین اور اخبار لکھے ہین اُنسے معلوم ہوتا ہی کہ جو شخص کہ بُری بات کو دیکھ کر سکوت کرے وہ گناہگار ہوگا کیونکہ بُری بات سے منع کرنا اُسپر واجب ہی جہان دیکھے اور جس کیفیت سے دیکھے اور یہ حکم عام ہی اسمین یہ قید لگانی کہ حاکم نے اُس شخص کو یہ کام سپرد بھی کیا ہو دعوی بے دلیل اور بلا اصل ہی اور طرفہ یہ کہ رافضیون نے اسپر بھی زیادتی کی اور کہا ہی کہ امر معروف کرنا درست ہی نہین جب تک کہ امام معصوم ظاہر نہون جو اُنکے نزدیک امام برحق اور پوشیدہ ہین تو یہ فرقہ اس قابل نہین کہ اُنسے گفتگو کیجائے بلکہ اُنکا جواب یہ ہی کہ جب وہ قاضیون کے یہان خون اور مال کے حقوق طلب کرنے آئین تو اُنسے یہ کہا جائے کہ تمھاری طرفداری کرنی امر معروف ہی اور جن لوگون نے تم پر ظلم کیا ہی اُنکے پنجہ سے تمھارے حقوق کا نکالنا نہی عن المنکر ہی اور تم جو حق طلب کرتے ہو یہ بھی منجملہ حقوق ہی اور یہ زمانہ تمھارے قول کے بموجب ظلم سے منع کرنے اور حقوق کے طلب کرنے کا نہین اسلیے کہ ابھی امام برحق ظاہر نہین ہوے جب اُنکا ظہور ہوگا تب

طلب کرلینا۔ اب اگر کوئی کہے کہ امر بالمعروف مین ثابت کرنا سلطنت اور حکومت کا ہی محکوم علیہ پر اور اسی وجہ سے کافر کے لیے امر بالمعروف مسلمان پر ثابت نہین باوجودیکہ اُسکا قول حق ہوتا ہی چاہیے کہ رعیت مین سے بھی ہر کسی کو بدون والی اور امیر کے اختیار دینے کے ثابت ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ کافر کو احتساب اسلیے منع ہوا کہ اُسمین دباؤ اور حکومت کی عزت ہی اور کافر ذلیل ہی اُسکو اس بات کا استحقاق نہین کہ مسلمان پر حکم کرنے کی عزت حاصل کرے لیکن ہر فرد مسلمان مین کو جہ سے اس عزت کا استحقاق رکھتا ہی اور جس چیز مین حکومت اور دباؤ کی عزت ہو وہ امام کے اختیار دینے کی محتاج نہین مثلاً تعلیم اور تبلانے کی عزت کہ سب کے نزدیک متحقق ہی کہ اگر کوئی شخص جاہل ہو اور وہ نادانستگی سے ایک امر منکر کا مرتکب ہو رہا ہو تو اُسکو حرمت اور واجب ہونے کو تبلانے کے لیے حاکم کی اجازت کی ضرورت نہین حالانکہ عزت استادی اور رہنمائی کی اسمین موجود ہی اور جسکو بتاتا ہی اُسکو ذلت جاہل ہونے کی ہی لیکن اس قسم کی عزت مین صرف دینداری کافی ہی امام کا حکم ہو یا نہو اور یہی حال منع کرنے کا ہی اور تفصیل اس تقریر کی یہ ہی کہ احتساب کے پانچ مرتبے ہین چنانچہ مذکور ہونگے اول تعریف دوم وعظ لطیف باتون سے سوم زبردستی سے منع کرنا اور قہر کا فعل کرد کھانا مثلاً لہو کے آلات کو توڑ ڈالنا اور شراب کو گرادینا اور ریشمی کپڑا جو کوئی پہنے ہو اُسکے بدن سے اُتار لینا اور چھینا ہوا مال غاصب سے بزور لیکر مالک کے حوالے کرنا چہارم سخت گوئی کہنا اور اس سے یہ غرض نہین کہ فحش بکے بلکہ یون کہنا کہ اے جاہل اے عقل کے دشمن کیا تو خدائے تعالیٰ سے نہین ڈرتا یا اور کوئی ایسا ہی لفظ بولنا۔ پانچوین ڈنانا اور مار سے دھمکانا یا اتنا پیٹنا کہ جس کام کا وہ مرتکب ہی اُس سے باز آوے مثلاً جو شخص غیبت کیا جاتا ہی اور زنا کی تہمت لگائے جاتا ہی یا گالیان برا بر دیتا ہی تو اُسکی زبان کا چھین لینا تو ممکن نہین مگر مارنے سے ساکت کر سکتے ہین اور اس پچھلی صورت مین حاجت استعانت اور مددگارون کی دونون طرفون کو ہوتی ہی اور نوبت کشت وخون کی پہونچتی ہی اور ظاہر ہی کہ چار پہلی صورتون مین امام کے اذن کی کچھ حاجت نہین لیکن اس پانچوین مرتبہ مین البتہ بحث ہی جو عنقریب مذکور ہوگی اول مرتبہ تبلانے کا اور دوسرا وعظ کا وہ تو کسی طرح محتاج امام کی اجازت کا نہین اور چوتھا مرتبہ یعنے کسی فاسق کو جاہل اور احمق اور بدکار اور خدائے تعالیٰ سے کم خوف رکھنے والا اور جو ایسے الفاظ ہون کہنا ایک سچی بات ہی اور سچ اسی بات کا مقتضی ہی کہ بلا تامل بولا جائے بلکہ افضل درجات وہ حق بات ہی جو ظالم حاکم کے سامنے بولی جائے جیسے کہ حدیث مین وارد ہی تو جس صورت مین کہ حاکم کے خلاف سچ بولنے کا حکم ہی تو اُسمین حاکم کے اذن کی کیسے حاجت ہوگی

اور تیسرا مرتبہ یعنے لہو کے آلات کو توڑ دینا وغیرہ تو یہ ایسا فعل ہی کہ بدون اجتہاد کے بھی اُسکے کرنے مین حق ہونا ثابت ہی تو اُسمین امام سے اذن کی کیا حاجت ہی ہان پانچوان مرتبہ یعنی مدد گار جمع کرنے اور ہتھیار کھینچنے تو اس سے نوبت کبھی بلوا عام کی ہوجاتی ہی اسی لیے اُسمین بحث ہی چنانچہ مذکور ہوگی اور اکابر سلف جو ہمیشہ والیون کو احتساب کرنے کے عادی رہے یہ امر دلیل قاطع ہی اس بات کی کہ اُنکا اجماع تھا کہ اس باب مین حاجت حاکم کی اجازت دینے کی نہین بلکہ جو شخص کہ امر معروف کریگا تو دو حال سے خالی نہین یا حاکم راضی ہوگا یا ناراض اگر راضی ہوگا تب تو بہتر ہی اور اگر ناراض ہو تو اُسکی ناراضی ایک امر منکر ہی واجب ہی کہ اُسکے سامنے اُسکی بُرائی بیان کیجائے تو پھر ایسی بات مین اُسکے اذن کی حاجت کیسے ہوگی اور سلف کی عادت سے معلوم ہوتا ہی کہ اماسون کی منکر بات کو نہ مانتے تھے اور اُسکی بُرائی سامنے ہی بیان کرتے تھے چنانچہ مروی ہی کہ مروان بن حکم نے نماز عید سے پہلے خطبہ پڑھا اُسکو ایک شخص نے کہا کہ خطبہ تو نماز کے بعد ہوا کرتا ہی مروان نے اُسکو کہا کہ ہم تجکو سمجھ لینگے حضرت ابو سعید خدری رضہ نے فرمایا کہ اُسکو جو کچھ حکم تھا اُسکی تعمیل کی ہمکو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو شخص تم مین سے کوئی بری بات دیکھے تو چاہیے کہ اُسکو اپنے ہاتھ سے دور کرے اور اگر نہو سکے تو زبان سے کرے اور اگر یہ بھی نہو سکے تو دل مین اُسکو بُرا جانے اور یہ ضعیف تر ایمان ہی تو اکابر سلف ان عام احکام سے بھی سمجھے تھے کہ سلاطین بھی انمین داخل ہین تو پھر اُنکے اذن کی حاجت کیسے ہوگی۔ اور مروی ہی کہ خلیفہ مہدی جب مکہ معظمہ مین آیا تو کچھ عرصہ تک ٹھہرا پھر جب طواف کرنے لگا تو لوگون کو خانہ کعبہ کے پاس سے ہٹا دیا حضرت عبداللہ بن مرزوق نے جست کرکے اُسکا گریبان پکڑ لیا اور فرمایا کہ دیکھ کیا کرتا ہی تجکو اس گھر کا مستحق زیادہ کسنے بنایا ہی کہ جو کوئی دور یا نزدیک سے اُسکے پاس پہونچے تو تو اُسکو خانہ کعبہ تک نہ جانے دے اور بیچ مین روک دے حالانکہ اللہ تعالی فرماتا ہی سَوَاءً نِ الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ یعنے مستحق تجکو کسنے دیا خلیفہ اُنکا منھ تاکنے لگا اور اُنکو پہچانتا تھا اسلیے کہ وہ اُسکے باپ دادا کے موالی مین سے تھے کہنے لگا کون ہی عبداللہ بن مرزوق آپ نے کہا کہ ہان خلیفہ اُنکو گرفتار کرکے بغداد مین لے آیا اور اُسکو اچھا نہ جانا کہ اُنکو سزا ایسی دے جس سے عوام مین اُنکی ذلت ہو اس نظر سے اُنکو گھوڑون کے طویلہ مین بند کردیا کہ اُنکی لاتون اور ٹاپون مین کچل جائین اور ایک کاٹنے والا گھوڑا اُنکے پاس کردیا تاکہ اُنکو کاٹ کھائے اللہ تعالے نے اُس گھوڑے کو اُنکا رام کردیا کہ کسی طرح کی تکلیف اُنکو نہوئی راوی کہتا ہی کہ پھر خلیفہ نے اُنکو ایک حجرہ مین بند کرکے اُسکی کنجی آپ لے لی تین روز کے بعد اُسمین سے نکل کر

باغ مین داخل ہوے اور وہان کا سبزہ کھانے لگے مہدی کو جو آپ کی اطلاع ہوئی آپ سے پوچھا کہ تمکو کسنے نکالا فرمایا جسنے مجکو بند کیا تھا اُسی نے نکال دیا پوچھا بند کسنے کیا تھا فرمایا کہ جسنے نکال دیا خلیفہ بہت بھپکا اور چیخا کہ تمکو خوف نہین کہ مین تمکو جان سے مار ڈالونگا آپ نے اپنا سر اُسکی طرف اُٹھا کر فرمایا کہ اگر موت و حیات تمھارے قبضہ مین ہوتی تو البتہ مین ڈرتا غرض کہ آپ محبوس رہے یہان تک کہ مہدی مرگیا پھر لوگون نے اُنکو رہا کر دیا تو آپ مکہ معظمہ کو واپس آئے اور اُسی اثنا مین آپنے نذر کی تھی کہ اگر خدائے تعالے مجکو اُنکے ہاتھ سے رہائی دیگا تو مین سو اونٹ قربان کرونگا پس تدبیر کرکے نذر اپنی پوری کی۔ اور حبان بن عبداللہ سے منقول ہے کہ ہارون رشید ایک مرتبہ دورہ مین سیر کو نکلا اُسکے ساتھ سلیمان بن ابی جعفر بنی ہاشم مین سے تھا ہارون رشید نے کہا کہ تیرے پاس ایک لونڈی خوب گاتی تھی اُسکو بلاؤ وہ آئی اور راگ گایا مگر خلیفہ کے پسند نہ آیا اُس سے پوچھا کہ تجکو کیا ہوا اُسنے کہا کہ یہ عود میرا نہین خلیفہ نے خادم سے کہا کہ اسکا عود لے آوہ لیے آتا تھا اثناء راہ مین ایک بوڑھا خرما کی گٹھلیان چن رہا تھا خادم نے کہا کہ بڑے میان ہٹو اُسنے جو سر اُٹھایا تو عود دیکھا اُسکے ہاتھ مین سے لیکر زمین پر دے مارا کہ وہ ٹوٹ گیا خادم اُسکو گرفتار کرکے اُس محلہ کے حاکم کے پاس لیگیا اور کہا کہ اسکو حوالات مین رکھو کہ یہ امیر المومنین کا مجرم ہے حاکم محلہ نے کہا کہ بغداد مین اس سے بڑھکر کوئی عابد نہین یہ امیر المومنین کا مجرم کیسے ہوا اُسنے کہا کہ جو کچھ مین کہتا ہون اسکو مان کو پھر ہارون کے پاس گیا اور کہا کہ مین عود لیے ایک بوڑھے کے پاس گذرا کہ وہ گٹھلیان چن رہا تھا مین نے اُسکو بچنے کو کہا اُسنے جو میرے ہاتھ مین عود دیکھا اُسکو زمین پر پٹک کر توڑ ڈالا ہارون رشید جل بھن گیا اور مارے غصہ کے آنکھین سرخ ہوگئین سلیمان نے کہا کہ اتنا غصہ کیا ضرور ہے حاکم محلہ سے کہلا بھیجو کہ وہ اُسکی گردن کاٹ ڈالے اور اُسکی لاش دجلہ مین پھینکوا دے ہارون نے کہا کہ نہین بلکہ ہم اُسکو بلوا کر اُس سے اول بحث کرلین چنانچہ قاصد اُسکے پاس گیا اور کہا کہ امیر المومنین کے پاس چلو بلایا ہے اُسنے کہا بہتر ایلچی نے کہا سوار ہو لو کہا کہ سوار نہونگا غرض کہ پیادہ اُسکے ساتھ گیا اور محل کے دروازہ پر کھڑا ہوا ہارون کو خبر ہوئی کہ بوڑھا حاضر ہے اُسنے اپنے ندیمون سے پوچھا کہ تمھاری کیا صلاح ہے یہ منکر چیزین جو ہمارے سامنے مین اُنکو اُٹھوا دین اور اُسکو اسی جگہ بلوا دین یا کسی اور جگہ جہان منکر نہو اُٹھ چلین اور وہان بلوا دین سب کی صلاح یہی ہوئی کہ دوسری مجلس مین اُٹھ چلو غرض کہ سب اُٹھ کر ایسے مکان مین جا بیٹھے جہان امر منکر نہ تھا پھر بوڑھے کے بلانے کا حکم دیا وہ اندر گیا اُسکی آستین مین ایک تھیلی تھی جسمین گٹھلیان تھین

خادم نے اُس سے کہا کہ اسکو اپنی آستین سے نکال ڈال تب امیرالمومنین کے سامنے جا اُسنے کہا کہ یہ تو میرے غذا رات کے لیے ہی اُسنے کہا کہ رات کو کھانا ہم کھلاوینگے بوڑھے نے کہا کہ مجکو تمھارے کھانے کی حاجت نہین ہارون نے خادم سے کہا کہ تو اس سے کیا چاہتا ہی اُسنے کہا کہ اِسکی آستین مین گٹھلیان ہین مین یہ کہتا تھا کہ انکو ڈال کر آپ کی خدمت مین حاضر ہونے نہین ڈالتا ہارون نے کہا کہ پرواہ مت ڈالو اُسکو آنے دے غرض کہ وہ گیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا ہارون نے اُسکو کہا کہ بڑے سیان جو حرکت تمنے کی اسکا سبب کیا ہی اُسنے کہا کہ مین نے کیا کیا ہی ہارون شرماتا تھا کہ یہ کیا کہون کہ میرا عصا توڑ دیا جب کئی بار یہی سوال کیا تو بوڑھے نے جواب دیا کہ مین تمھارے باپ دادون سے سنتا تھا کہ منبرون پر یہ آیت پڑھا کرتے تھے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ اور مین نے ایک امر منکر دیکھا اُسکو بگاڑ دیا ہارون نے کہا کہ خیر بگاڑ دے اسکے سوا اور کچھ نہ کہا جب وہ بوڑھا باہر نکلا تو ہارون نے ایک تھیلی اپنے آدمی کو دی اور کہا کہ اُسکے پیچھے جا اگر تو دیکھے کہ یہ لوگون سے ذکر کرتا ہی کہ مین نے امیرالمومنین سے یہ کہا اور اُسنے مجھ سے یہ کہا تب تو اسکو یہ تھیلی مت دینا اور اگر دیکھے کہ کسی سے کچھ نہین کہتا تو یہ تھیلی اُسے دینا وہ بوڑھا جب محل سے باہر ہوا تو دیکھا کہ ایک گٹھلی زمین مین گر گئی ہی وہ اُسکے نکالنے کی تدبیر کرنے لگا اور کسی سے کچھ نہ کہا اُس آدمی نے اُس سے کہا کہ امیرالمومنین تجکو فرماتے ہین کہ اس تھیلی کو لے لو بوڑھے نے کہا کہ امیرالمومنین سے کہدو کہ جہان سے اسکو لیا ہی اُسی جگہ واپس کر دے اور ایک روایت مین یہ ہی کہ جب وہ گفتگو کر کے نکلا تو گٹھلی زمین مین گر گئی کوا کھارنے لگا اور یہ کہتا جاتا تھا قطعہ

پاس جس شخص کے دنیا ہی اُسے دیکھتا ہون	جتنی بڑھتی ہی اُسے ہوتی ہی غم کی کثرت
خوار کرتی ہی اُنھین جو کرے اُسکا اکرام	جنکی نظرون مین ہی خوار نکمی کرے ہی عزت
چھوڑ اُس چیز کو جس سے ہی تجھے استغنا	کر اُن اشیا کو طلب جنکی ہی تجکو حاجت

اور حضرت سفیان ثوری رح سے مروی ہی کہ خلیفہ مہدی نے سنہ ایک سو چھتیس ہجری مین حج کیا مین نے اُسکو دیکھا کہ جمرۂ عقبہ پر کنکرین مارتا ہی اور لوگ دہنے بائین کوڑون سے لوگون کو پیٹ رہے ہین مین کھڑا ہو گیا اور کہا کہ ای خوبصورت ہمسے حدیث بیان کی ہی ابن ابی ذئب نے قدامہ بن عبداللہ کلابی رض سے کہ اُنھون نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ شتر پر سوار ہوے نحر کے دن جمرہ کو کنکرین مارتے تھے نہ تو لوگون کو مارتے تھے نہ کوئی ہٹاتا تھا نہ یہ کہتا تھا کہ بچو بچو اور ایک تم ہو کہ دہنے بائین لوگون پر مار پڑ رہی ہی مہدی نے کسی سے پوچھا

کہ یہ کون ہی اُسنے کہا کہ سفیان ثوری ہین پھر مجھ سے کہا کہ اے سفیان اگر خلیفہ منصور ہوتا تو تمکو یہ جرأت نہوتی مین نے کہا کہ منصور پر جو کچھ گذری اگر وہ تمسے کہ جاتا تو تم بھی جس حال مین ہو اُسمین کوتاہی کرتے پھر کسی نے خلیفہ سے کہدیا کہ اُنھون نے تمکو خوبصورت کہا امیر المؤمنین نے کہا مہدی نے کہا کہ اُنکو بلاؤ لوگون نے حضرت سفیان کو تلاش کیا مگر وہ آنکھون سے اوجھل ہوگئے اور نہ ملے۔ اور منقول ہی کہ خلیفہ مامون کو خبر پہونچی کہ ایک آدمی لوگون مین چل پھر کر احتساب کرتا ہی اور امر معروف اور نہی منکر کرتا ہی جانکے خلیفہ کے یہان سے اس بات کا مامور نہین خلیفہ نے حکم دیا کہ اُسکو ہمارے پاس حاضر کرو جب وہ سامنے آیا تو خلیفہ نے کہا کہ مین نے سنا ہی کہ تم اپنے آپ کو قابل امر معروف اور نہی منکر کے سمجھتے ہو بدون اسکے کہ ہم تمکو اجازت دین اور مامون اُسوقت کرسی پر بیٹھا ہوا ایک کتاب یا رقعہ دیکھ رہا تھا اتفاقاً غفلت سے تھوڑا سا نوشتہ نیچے گر کر اُسکے پانون تلے آگیا اور اُسکو خبر بھی نہوئی محتسب نے اُسکو جواب دیا کہ اول خدائے تعالیٰ کے نام پر سے اپنا پانون ہٹالو پھر جو چاہو سو کہو مامون اُسکا مطلب سمجھا اور کہا کہ کیا کہتے ہو اُسنے تین بار یہی کہا چوتھی بار اُسنے کہا کہ یا تم خود اٹھا لو نہین مجکو اجازت دو کہ مین اُٹھا دون خلیفہ نے کہا کہ مین نے اجازت دی اُسنے اُس نوشتہ کی طرف اشارہ کیا مامون نے دیکھا کہ پانون تلے کتاب پڑی ہی اُسکو اُٹھا کر بوسہ دیا اور سر پر رکھا پھر محتسب سے وہی سوال کیا کہ تم امر بالمعروف اور نہی منکر کیون کرتے ہو یہ تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے خاندان کے لیے مخصوص کیا ہی اور ہم وہ لوگ ہین کہ اللہ تعالیٰ اُنکی شان مین فرماتا ہی اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ محتسب نے کہا کہ آپ نے سچ کہا یا امیر المؤمنین آپ کو تسلط اور حکومت ایسی ہی ہی جیسی آپ نے فرمائی مگر اس باب مین ہم تمھارے مددگار اور طرفدار ہین اسکا منکر وہی ہوگا جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جاہل ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہی وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَّاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ الآیۃ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا اور تمکو خدا نے زمین پر حکومت دی ہی اور کتاب اللہ اور سنت نبی کریم دونون موجود ہین اگر تم اُنکے مطابق کام کروگے تو جو شخص اُنکی عزت کی وجہ سے تمھاری اعانت کرے تمکو اُسکا شکر گزار ہونا چاہیے اور اگر تم اُنسے تکبر کروگے اور جو بات کہ خاص تمکو اُن دونون کی رو سے لازم ہی اُس سے انحراف کروگے تو جس ذات پاک کے سپرد تمھارا معاملہ ہی اور اُسکے قبضہ مین تمھاری عزت اور ذلت ہی اُسنے تو بھی فرمایا ہی کہ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ

اب آپ جو چاہیں وہ فرمائیں اسپر اُسکی تقریر سے بہت خوش ہوا اور کہا کہ تم جیسے آدمی کو امر بالمعروف کرنا درست ہے جاؤ اپنا کام کرو ہماری اجازت اور تجویز یہی ہے غرض کہ وہ شخص احتساب کرتا رہا ان حکایتوں کے بیان سے مطلب یہی ہے کہ امام کے اذن کی کچھ حاجت نہیں۔ اب اگر یہ کہو کہ احتساب کی ولایت باپ اور غلام اور زوجہ اور شاگرد اور رعیت کو باپ بیٹا اور آقا اور شوہر اور اُستاد اور حاکم پر مطلقاً اسی طرح ہے جیسے باپ کو بیٹے پر اور آقا کو غلام پر اور شوہر کو بی بی پر اور اُستاد کو شاگرد پر اور حاکم کو رعیت پر ہے یا اُن دونوں میں کچھ فرق ہے تو اُسکا جواب یہ ہے کہ اصل ولایت تو ویسی ہے مگر تفصیل میں فرق ہے اور اسکو ہم باپ اور پدر میں بطور مثال بیان کرتے ہیں دوسرے اشخاص کو بھی اسی پر قیاس کر لیا جائیگا تو جاننا چاہیے کہ ہمنے حسبت کے پانچ مرتبے ٹھہرائے تھے تو بیٹا باپ پر فقط دو اول کے مرتبوں سے حسبت کر سکتا ہے یعنے بتلانا اور ملایمت سے نصیحت کرنا اور دوسرے مرتبوں سے اسکو حسبت کرنا درست نہیں یعنے گالی اور دھمکی اور مار پیٹ سے باقی رہا تیسرا مرتبہ یعنے ایسا کام کرنا جس سے منکر بات جاتی رہے تو چونکہ اسمیں نوبت باپ کی خفگی اور ناراضی کی ہوتی ہے اسی لیے اُس سے حسبت کرنے میں تامل ہے مثلاً باپ کا عود توڑ ڈالے یا شراب کا برتن پھوڑ دے یا ریشمی کپڑے کو پھاڑ ڈالے یا حرام مال نے چوری خواہ غصب خواہ اُس روزینہ سے جو مسلمانوں پر ڈانڈ پڑنے سے ملا ہو گھر میں رکھا تھا اُسکو نکال کر مالکوں کو حوالہ کر دے یا دیواروں پر کی تصویریں اور کرسیوں میں کی مورتیں بگاڑ دے یا سونے چاندی کے برتن توڑ دے تو گو یہ سب افعال باپ کی ذات سے متعلق نہیں بجز مار ڈالنے اور گالی دینے کے لیکن باپ کو ان حرکات سے ایذا ہوتی ہے اور اُنکے سبب سے ناراض ہوتا ہے مگر چونکہ یہ فعل اسکے حق میں ہے اور باپ کی خفگی کا منشا باطل اور حرام کی محبت ہے تو اس نظر سے قیاس کہتا ہے کہ اسکو یہ مرتبہ حسبت کا جائز ہو بلکہ اُسکو لازم ہے کہ ایسا کرے اور بعید نہیں کہ اس لحاظ سے منکر کی برائی اور خفگی اور ایذا کی مقدار کا کیا جائے یعنی اگر امر منکر بہت فحش ہو اور باپ کی خفگی اسمیں کم ہو مثلاً شراب ہی شراب کا گرا دینا جس سے وہ بہت ناراض نہ ہو تو ظاہر ہے کہ اس طرح کی حسبت کر سکتا ہے اور اگر امر منکر بہت برا ہو اور ناراضی نہایت درجہ کی ہو جیسے مثلاً بلور کے برتن کسی جانور کی صورت بنے ہوں اور اُنکے توڑنے میں بہت سے مال کا نقصان ہوتا ہو تو اُنکو توڑنے سے ناراضی تو بہت ہوگی اور تصویر کا برا ہونا ایسا نہیں جیسے شراب کا ہے تو اس طرح کی باتیں محل بحث میں ہیں۔ اب اگر یہ کہو کہ تمنے کہاں سے کہا کہ باپ کو حسبت بیٹے کی اور مرد کو اور امر باطل کو نہ چھوڑا دینے سے نہیں حالانکہ امر بالمعروف کتاب و سنت میں عام بدون تخصیص کے

دار ہوا ہی اور اف کہنے اور ایذا سے جو ممانعت وارد ہی وہ خاص اُن امور مین ہی جو متعلق منکر کے ارتکاب سے ہون تو اسکا جواب یہ ہی کہ باپ کے حق مین خاص وہ باتین وارد ہوئی ہین جنسے باپ بھی عام سے مستثنےٰ ہوگیا مثلاً اسمین کسیکا خلاف نہین کہ جلاد کو اپنے باپ کا قتل کرنا زنا کی حد مین جائز نہین اور نہ یہ جائز ہی کہ وہ خود باپ کو حد لگاوے بلکہ اگر باپ کافر ہو تو بیٹے کو اُسکا قتل کرنا خود نہ چاہیے بلکہ اگر باپ اپنے بیٹے کا ہاتھ کاٹ ڈالے تو باپ پر قصاص لازم نہوگا اور نہ یہ کہ اُسکے عوض مین باپ کو ایذا دے اور یہ سب باتین اخبار سے ثابت ہین اور بعض اجماع سے بھی ثابت ہین تو جس صورت مین کہ باپ کو ایذا دینا باوجود قصور سابق کے درست نہین تو آیندہ کے قصور احتمالی پر سزا سے اُسکو ایذا دینی کب درست ہوگی بلکہ اس صورت مین تو بطریق اولیٰ ایذا نچانا چاہیے اور یہی حال غلام اور زوجہ کا آقا اور شوہر کے ساتھ ہی کہ لزوم حق مین یہ بھی ایسے ہی ہین جیسے اولاد ہی باپ کی نسبت کر اور ہر چند ملک مین یہ نسبت ملک نکاح کے زیادہ موکد ہی مگر چونکہ حدیث مین ہی کہ اگر کسی مخلوق کو سجدہ درست ہوتا تو مین عورت کو حکم کرتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے تو اس سے معلوم ہوتا ہی کہ حق شوہر کا بھی موکد ہی اور رعیت کا حال حاکم کے ساتھ ذرا ٹیڑھی کھیر ہی باپ کی نسبت کر بھی سخت ہی اُسمین صرف دو اول کے مرتبون یعنے تعریف اور نصیحت ہی سے کام چل سکتا ہی اور تیسرے مرتبہ مین بحث ہی کیونکہ بادشاہی خزانون پر چڑھائی کرکے مال لینا اور مالکون کو حوالہ کرنا اور لشکیون کو اُدھیڑنا اور اُسکے گھر مین سے شراب کا گرا دینا گویا اُسکے رعب کو دور کرنا اور اُسکی ہیبت و حشمت کو کھونا ہی اور یہ ممنوع ہی چنانچہ اخبار مین وارد ہی جس طرح کہ امر منکر پر سکوت کرنے سے نہی وارد ہی تو اب دو ممنوع ایک دوسرے کے معارض ہوئے تو اس صورت مین بجز اسکے اور کیا ہو سکتا ہی کہ دیکھا جائے کہ وہ منکر کس درجہ کا بُرا ہی اور بادشاہ پر چڑھائی کرنے سے اُسکی حشمت کس قدر ساقط ہو جائیگی اور یہ بات ایسی ہی جسکا ضبط ممکن نہین اور شاگرد اور اُستاد کا معاملہ اسمین آسان ہی اسلیے کہ عزت اُس اُستاد کی ہوتی ہی جو علم دین سکھائے اور جو عالم کہ علم کے بموجب عمل نہ کرے اُسکی کچھ حرمت نہین تو شاگرد کو جائز ہی کہ جو علم اُستاد سے سیکھا ہو اُسی کے بموجب اُس سے معاملہ کرے - اور مروی ہی کہ حضرت حسن بصری رح سے سوال کیا گیا کہ بیٹا اپنے باپ پر حسبت کیسے کرے آپ نے فرمایا کہ جب تک باپ کو غصہ آوے تب تک نصیحت کرے اور جب وہ غصہ ہو جاوے تو خاموش ہو رہے - پانچوین شرط محتسب کا قادر ہونا ہی کہ عاجز آدمی پر بجز دل کی حسبت کے اور واجب نہین اسلیے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے

ح
حدیث مین ہی کہ اگر کسی مخلوق کو سجدہ درست ہوتا تو مین عورت کو حکم کرتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے
ترک الامر بالمعروف کے باب مین
نصاحہ سے بیٹے کا ہاتھ کاٹ ڈالنے کی
باپ سے قصاص لینے کی
اسکے قتل کرنے کی اور
ابن ماجہ مین بسند ضعیف
عمر بن خارجہ سے مروی ہی
کہ مین حضور صلعم کے پاس
تھا کہ آپ پر
صبح
حضور صلعم پر وحی نازل ہوتی
حضور صلعم کی اونٹنی
پر وحی نازل ہونے کی
حدیث مین
نفس کی بابت ہی
آھانت سلطان
اللہ فی الارض اھانہ
اللہ فی الارض یعنی
جو شخص اہانت کرے
خدا تعالیٰ کے
سلطان کی زمین مین
اللہ تعالیٰ اُسکی
اہانت کرینگے مین
۱۲

محبت رکھتا ہو وہ اسکی معصیت کو بُرا جانتا ہو اور دل سے متنفر ہوتا ہو اور حضرت ابن مسعود رضؓ
فرماتے ہین کہ کفار سے جہاد کرو اپنے ہاتھون سے اور اگر یہ نہو سکے اور صرف اُنکے سامنے ناک
بھون چڑھا سکو تو یہی کرو۔ اور یاد رکھو کہ وجوب کا ساقط ہونا اسپر منحصر نہین ہو کہ عاجزی محسوس ہو
بلکہ اسمین وہ صورت بھی شامل ہو جسمین خوف بُرائی اور ایذا پہونچنے کا ہو کہ وہ بھی عاجزی ہی ہو
اسی طرح اگر ایذا کا خوف نہو مگر یہ جانے کہ میرا انکار مفید نہوگا تو ضرور ہو کہ حسبت مین ان دو باتون کا
لحاظ کیا جائے یعنے وہ صورت منع کرنے کے اسکا کچھ اثر نہونا اور دوسرے تکلیف اور ایذا سے ڈرنا اور
ان دونون باتون کے اعتبار کرنے سے چار حالتین حسبت کی حاصل ہوتی ہین ایک یہ کہ دونون باتین
جمع ہون یعنے اُسکو معلوم ہو کہ میری حسبت مفید نہ پڑیگی اور اگر بولونگا تو پٹونگا تو اس صورت مین
اُسپر حسبت واجب نہین بلکہ بعض مواضع مین عجب نہین کہ حرام ہو ہان اُسپر لازم ہو کہ ایسے مقامات مین
نہ جاوے اور اپنے گھر مین بیٹھ رہے تاکہ بُری باتون کے دیکھنے کی نوبت نہ آوے اور بدون
سخت ضروری یا واجب کام کے گھر سے باہر نہ نکلے اور اُسپر اُس شہر کو چھوڑنا اور اُس سے ہجرت
کرنی لازم نہین مگر جس صورت مین کہ لوگ زبردستی فساد مین شریک کرین یا ظلم مین سلاطین کی اعانت
کرائین تب البتہ ہجرت لازم ہو بشرطیکہ ہجرت پر قادر ہو کیونکہ جو شخص زبردستی سے گریز کر سکتا ہو
اُسکے حق مین اکراہ اور جبر عذر نہین ہوتا دوسری حالت یہ ہو کہ دونون باتین مفقود ہون اس طرح کہ جانتا ہو
کہ امر منکر میرے قول یا فعل سے جاتا رہیگا اور کوئی مجکو ایذا نہ دے سکیگا تو اس صورت مین اُسپر
انکار واجب ہوگا اور قدرت مطلق اسی صورت کا نام ہو۔ تیسری حالت یہ ہو کہ جانتا ہو کہ میرا انکار
مفید نہ پڑیگا مگر کسی ایذا کا خوف بھی نہین تو اس صورت مین اُسپر حسبت غیر مفید ہونے کی جہت سے
واجب تو نہین مگر مستحب ہو اس نظر سے کہ شعار اسلام کا ظاہر کرنا اور لوگون کو امر دینی پر واقف کرنا ہو۔ چوتھی
حالت اسکے برعکس ہو یعنے جانے کہ مجکو ایذا تو پہونچیگی مگر امر منکر بھی میرے فعل سے جاتا رہیگا
مثلاً کسی فاسق کا شیشہ پتھر مارکر توڑ دینا یا عود کو جھپٹ کر زمین پر دے مارنا کہ امر منکر تو فوراً
جاتا رہیگا لیکن یہ جانتا ہو کہ ایسا کرنے سے دھولین اور جوتیان بھی لگینگی تو ایسی صورت مین حسبت
نہ واجب ہو اور نہ حرام بلکہ مستحب ہو اور اسکے مستحب ہونے پر وہ حدیث دلالت کرتی ہو جسکو ہم امام ظالم کے سامنے
کلمہ حق بولنے کے ثواب مین لکھ آئے ہین اور اسمین شک نہین کہ یہ حسبت مقام خوف ہو اور اسپر وہ
روایت بھی دلالت کرتی ہو جو ابو سلیمان دارانی رح سے مروی ہو کہ اُنھون نے فرمایا کہ مین نے
کسی خلیفہ سے ایک کلام سنا اور چاہا کہ اُسکو رد کرون اور جان لیا کہ جان سے مارا جاؤنگا مگر مجکو

قتل ہونے سے نہین روکا بلکہ یہ معاملہ علی روس الاشہاد تھا تو مجکو یہ خوف ہوا کہ کہین لوگون کی خود کے لیے
بات کو مین آراستہ نہ کرون اور پھر جان کی جان جائے اور فعل خالص خدا کے لیے بھی نہوا سلیے
چپ ہو رہا۔ اب اگر یہ کہو کہ حالت قتل کے خوف مین بھی اگر حسبت مستحب ہی تو اس آیت کے معنی
کیا کہو گے وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ تو اسکا جواب یہ ہی کہ اس باب مین توسب کا
اتفاق ہی کہ ایک مسلمان کو جائز ہی کہ کفار کی صف پر حملہ کر کے اُنسے لڑے گو جانتا ہو کہ مارا جاؤنگا
اس صورت پر بعض اوقات یہ گمان ہوتا ہی کہ آیت موصوفہ کے مضمون کے خلاف ہی حالانکہ ایسا
نہین کیونکہ حضرت ابن عباس رضہ نے فرمایا ہی کہ تہلکہ سے یہ مراد نہین کہ صف کفار پر اکیلا حملہ کرے
اور جانتا ہو کہ مارا جاؤنگا بلکہ یہ مراد ہی کہ خدائے تعالی کی طاعت مین کھانا پینا چھوڑ دے یعنے
جو ایسا کریگا اُسنے گویا اپنی جان اپنے ہاتھ سے ہلاک کی۔ اور حضرت براء بن عازب رضہ نے فرمایا کہ تہلکہ یہ ہی
کہ گناہ کرے پھر کہے کہ میری توبہ مقبول نہوگی۔ اور حضرت ابو عبیدہ رضہ نے فرمایا کہ تہلکہ یہ ہی کہ گناہ
کرے پھر اُسکے بعد کوئی نیکی نہ کرے یہان تک کہ ہلاک ہو جائے۔ اور جس صورت مین کہ یہ درست ہوا
کہ کافرون سے لڑے یہانتک کہ مارا جائے تو یہ بات حسبت مین بھی اُسکو جائز ہونی چاہیے لیکن اگر
جانے کہ کفار پر میرے حملہ سے کچھ اثر نہوگا مثلاً اندھا آدمی جو اپنے آپ کو اُنکی صف مین جا ڈالے
یا درماندہ جس سے کچھ نہو سکے تو ایسے کا حملہ کرنا حرام ہی اور آیت تہلکہ کے عموم مین داخل ہی بلکہ تنہا حملہ کرنا
اُسی وقت درست ہی کہ جانتا ہو کہ مین قتل بھی کرونگا اور مارا جاؤنگا یا یہ یقین ہو کہ میری بہادری دیکھ کر
کفار کا پتا پانی ہو جائیگا اور جان لینگے کہ مسلمان ہمکو کچھ مال نہین سمجھتے اور خدائے تعالی کی راہ مین
اُنکو جان دینا نہایت محبوب ہی اور اس جہت سے اُنکے چھکے چھوٹ جائینگے تو ایسی ہی صورت مین
محتسب کو بھی حسبت جائز ہی بلکہ مستحب ہی کہ اپنے آپ کو ضرب و قتل کا ہدف کرے بشرطیکہ اُسکی
حسبت سے امر منکر برطرف ہو یا فاسق کا جاہ زائل ہو یا دینداروں کے دل کو قوت ہو لیکن اگر کسی
فاسق زبردست کو دیکھے کہ اُسکے ہاتھ مین پیالہ شراب کا ہی اور پاس تلوار ہی اور جانے کہ اگر مین اُسکو
منع کرونگا تو شراب کو پی کر میری گردن اُڑا دیگا اور خود اُسوقت اکیلا ہو تو ہمارے نزدیک ایسے
وقت مین حسبت کرنے کا موقع نہین بلکہ خود اپنے نفس کو ہلاک کرنا ہی کیونکہ مطلوب تو یہ ہی کہ
حسبت سے کوئی اثر دین مین ہو اور اُسکے عوض مین اپنے نفس کو فدیہ کر دے یہ نہین کہ نفس کو
بدون کسی اثر کے ہلاک کر دے کہ اسکی وجہ دین مین کچھ معلوم نہین ہوتی بلکہ ایسی صورت حرام
ہونی چاہیے اور اُسکو انکار اُسی صورت مین مستحب ہی جب امر منکر کے بگاڑ دینے پر قادر ہو

یا اُسکے فعل سے کوئی فائدہ ظاہر ہوا ور ایک شرط اسمین یہ بھی ہو کہ ایذا کا پہونچنا بھی صرف اسی شخص پر منحصر ہو پس اگر یہ جانے کہ میرے ساتھ مین میرے یار دوست اور اقارب اور رفیق بھی پٹینگے تو اُسکو حسبت درست نہین بلکہ حرام ہی اسلیے کہ وہ شخص ایک منکر کو بدون دوسرے منکر کے دفع نہین کرسکتا اور یہ امر قدرت مین کچھ بھی داخل نہین بلکہ اگر یہ جانے کہ اگر مین حسبت کرونگا تو وہ امر منکر تو باطل ہو جائیگا مگر ایک دوسرے منکر کا سبب ہی جسکو محتسب علیہ کے سوا کوئی دوسرا کرنے لگیگا تو اس صورت مین اُسکو انکار کرنا ظاہر تر مذہب کی رو سے حلال نہین اسلیے کہ مقصود یہ ہی کہ منکرات شرعی مطلق ہون نہ زید سے نہ عمرو سے اور اسکی مثال یہ ہی کہ مثلاً کسی شخص کے پاس کوئی شربت حلال ہی کہ اُسمین نجاست کرنے سے نجس ہوگیا ہی اور محتسب جانتا ہی کہ اگر مین اسکو گرادونگا تو محتسب علیہ یا اُسکی اولاد شراب پینے لگینگے اسوجہ سے کہ شربت حلال اُنکے پاس سے جاتا رہا تو ایسی صورت مین اُس نجس شربت کا گرادینا اچھا نہوگا اور یہ بھی بعض کا قول ہی کہ اُسکو گرادے کیونکہ گرادینے سے ایک بُرائی نجس پینے کی تو یقیناً جاتی رہیگی باقی رہا شراب کا پینا تو جو اُسکا مرتکب ہوگا ملامت اُسپر رہیگی محتسب کے اختیار مین اُسکا منع کرنا نہین اس احتمال کو بھی اکثر نے پسند کیا ہی اور کچھ بعید بھی نہین اسلیے کہ یہ مسائل فقہی ہین اُنمین حکم گمان غالب ہی سے ہوتا ہی اور اگر حکم تفصیل ہو اس طرح کہ دیکھا جائے کہ جس منکر کو بگاڑتا ہی اور دوسرا منکر اُس سے پیدا ہوتا ہی اُن دونون مین زیادہ بُرا کونسا ہی اور اسی کے لحاظ سے حکم ہو تو قرین قیاس ہی مثلاً ایک شخص دوسرے کی بکری اپنے کھانے کے لیے ذبح کرتا ہی اور محتسب کو معلوم ہی کہ اگر اُسکو منع کرونگا تو وہ کسی انسان کو ذبح کرکے کھا جائیگا تو اس صورت مین اُسکو حسبت کرنے کی کوئی وجہ نہین اور اگر کوئی شخص دوسرے کو ذبح کرتا ہو یا اُسکا کوئی عضو جدا کرتا ہو اور محتسب جانے کہ اسکو منع کرونگا تو اس حرکت کو چھوڑ کر اُسکا مال چھین لیگا تو ایسی صورت مین حسبت کی وجہ ہی اس طرح کے دقائق محل اجتہاد مین ہین اور ان سب مین محتسب پر لازم ہی کہ اپنے اجتہاد کا اتباع کرے اور انھین دقائق کی جہت سے ہم کہتے ہین کہ عامی شخص بجز کھلے کھلے مسائل کے جو سب کو معلوم ہین اورون مین حسبت نہ کرے مثلاً شراب نوشی اور زنا اور نماز کے ترک پر اُسکو حسبت جائز ہی لیکن جو باتین ایسی ہون کہ بعض افعال کے قرینے سے تو معصیت معلوم ہوتی ہون اور کسی وجہ سے اُن مین اجتہاد کی ضرورت ہو تو عامی شخص اگر ایسی باتون مین غور کریگا تو یہ نسبت درستی کے بگاڑ زیادہ کریگا۔ اور جو لوگ کہ حسبت کی ولایت بجز حاکم کی اجازت کے ثابت نہین کرتے اُنکا گمان ایسی ہی صورت سے نپجتہ ہوتا ہی کیونکہ جب حاکم کی اجازت کی قید نہ رہی تو کیا عجب ہی

کہ حسبت کی تعمیل ایسا شخص کرے جو اپنی معرفت یا دیانت کے قاصر ہونے کی جہت سے اُسکا اہل نہو اور انجام کو موجب طرح طرح کے خللون کا ہو اور اسکی توضیح و تحقیق عنقریب مذکور ہوگی انشاء اللہ تعالے اب اگر یہ کہو کہ تمنے تو مطلق علم کو لکھا ہی کہ ایذا پہونچنے اور حسبت کے مفید نہونے کا علم ہو پس اگر علم کے عوض محتسب کو ظن ہو تو اُسکا حکم کیا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ ان ابواب مین ظن غالب بمنزلۂ علم کے ہی اور فرق صرف اُسی جگہ ہوگا کہ جہان ظن اور علم ایک دوسرے کے متعارض ہون کہ جانب علم الیقینی کو ظن پر ترجیح دیجائیگی اور دوسری جگہون مین علم کا حکم جدا ہوتا ہی اور ظن کا جدا یعنے اگر محتسب کو قطعاً معلوم ہو کہ حسبت مفید نہوگی تو وجوب حسبت اس صورت مین اُسکے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا اور اگر ظن غالب غیر مفید ہونے کا ہو مگر احتمال مفید ہونے کا بھی ہو اور اسکے ساتھ ہی یہ ہو کہ ایذا کی توقع نہو تو اس صورت مین اختلاف ہی کہ حسبت واجب ہی یا نہین اور ظاہر تر یہ ہی کہ واجب ہی اسلیے کہ اسمین ضرر تو کچھ ہی نہین اور فائدہ متوقع ہی اور امر معروف اور نہی منکر کی عام نہین ہر حال مین مقتضی وجوب ہین اور ہم جو انمین سے بطریق تخصیص اُس حسبت کو مستثنے کرتے ہین جسمین علم مفید نہونے کا ہو تو یا اجماع سے کرتے ہین یا قیاس ظاہر سے اور قیاس مذکور یہ ہی کہ امر بذات خود مقصود نہین ہوتا بلکہ اُسمین مامور مقصود ہوتا ہی تو جس صورت مین مامور سے قطعاً یاس ہو تو وجوب سے کیا فائدہ ہوگا ہان جس صورت مین مامور سے یاس نہو تو مناسب یہی ہی کہ وجوب ساقط نہو۔ اب اگر یہ کہو کہ جس ایذا کے پہونچنے کی توقع ہو وہ اگر نہ تو یقینی ہو اور نہ غلبۂ ظن سے معلوم ہو بلکہ اُسمین شک ہو یا غالب ظن اُسکے نہونے کا ہو اور احتمال ہونے کا بھی ہو سکتا ہو تو اس احتمال سے وجوب ساقط ہوگا یا نہین یا حسبت اُسی صورت مین واجب نہین جسمین یقین ایذا پہونچنے کا ہو یا ہر حال مین واجب ہی صرف اُس صورت مین نہین جسمین غلبۂ ظن ایذا کا ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ اگر ظن غالب ایذا کا ہو تو حسبت واجب نہین اور اگر عدم ایذا کا ظن غالب ہو تو حسبت واجب ہی اور احتمال ضعیف ایذا سے وجوب ساقط نہین ہوتا اسلیے کہ امکان ضعیف تو ہر حسبت مین ہو سکتا ہی اور اگر غلبۂ ظن کسی طرف نہو اور شک ہو کہ ایذا ہوگی یا نہین تو یہ صورت محل گفتگو ہی کہ اسمین یہ بھی کہہ سکتے ہین کہ موافق عام نصون کے اصل وجوب ہی اور وجوب ایذا پہونچنے سے ساقط ہوتا ہی اور ایذا کا پہونچنا جبھی ہوگا کہ قطعاً یا غلبۂ ظن سے توقع ایذا کی ہو اور چونکہ اس صورت مین ایذا کا نہ علم ہی نہ غلبۂ ظن تو وجوب ساقط نہونا چاہیے یہ احتمال ظاہر تر ہی اور دوسرا احتمال یہ ہی کہ یون کہین کہ حسبت اُسی صورت مین واجب ہی کہ عدم ضرر کا علم محتسب کو ہو یا غلبۂ ظن ہو اور چونکہ یہان دونون نہین

تو واجب نہونی چاہیے مگر عمومات جو امر معروف کے وجوب پر دلالت کرتے ہین اُنکی رو سے احتمال اول ہی زیادہ درست ہی - اب اگر یہ کہو کہ توقع ضرر کی بزدلی اور جرأت کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہی نامرد بزدل تو دور کے احتمال کو قریب سمجھتا ہی گویا کہ نظر کے سامنے ہی اور اُس سے ڈرا کرتا ہی اور دلیر بہادر اپنے اوپر ضرر کا پہونچنا اپنی سرشت کی وجہ سے بعید جانتا ہی یہان تک کہ جب تک اُسکو ضرر ہو نہین لیتا تب تک ضرر کی تصدیق نہین کرتا تو اب اعتماد کس پر کرنا چاہیے تو اسکا جواب یہ ہی کہ اعتماد طبیعت کے اعتدال اور عقل اور مزاج کی سلامتی پر کرنا چاہیے اسلیے کہ نامردی ایک مرض ہی یعنے دل کا ضعیف ہونا اور اُسکا سبب قوت کا ضعف اور کمی ہی اور تہور یعنے بیعقلی کی دلیری بھی اعتدال کے درجہ سے خارج اور افراط کا مرتبہ ہی اور یہ دونون نقصان ہین کمال صرف اعتدال مین ہی جسکو شجاعت کہتے ہین اور نامردی اور تہور مین سے ہر ایک کبھی تو نقصان عقل کے باعث سرزد ہوتی ہی اور کبھی مزاج مین افراط و تفریط کے خلل کی جہت سے کیونکہ جسکا مزاج نامردی اور جرأت کی صفتون مین معتدل ہوتا ہی اُسکو کبھی ایسا ہوتا ہی کہ شر کے مواقع دریافت نہین ہوتے تو جرأت کی وجہ جہالت ہوجاتی ہی اور کبھی دفع شر کے مواقع نہین سمجھتا تو جبل کے سبب نامردی کا مرتکب ہوتا ہی اور کبھی تجربہ اور روزمرہ کے عادی ہونے سے حربی کے طریقون اور اُسکے دفع کی تدبیرون سے واقف ہوتا ہی مگر ضعف دلی کی وجہ سے شر احتمالی بعید الوقوع اُسمین وہ اثر کرتی ہی جو شجاع معتدل کے حق مین قریب الوقوع شر اثر کرتی ہی اسی وجہ سے دونون طرفون کا کچھ اعتبار نہین اور نامرد کو لازم ہی کہ اپنی نامردی کی علت کو بتکلف دور کرے اور اُسکی علت یا جہالت ہی یا ضعف اور جبل تجربہ سے دور ہوتا ہی اور ضعف اُس فعل کو بار بار کرنے سے جس سے ڈر لگتا ہو تا کہ عادت ہوجائے کیونکہ مناظرہ اور وعظ کا مبتدی کبھی ضعف کے باعث دل چرایا کرتا ہی مگر جب مہارت اور عادت ہوجاتی ہی تو ضعف جاتا رہتا ہی اسی طرح ہر کام مین قیاس کرنا چاہیے - پھر اگر محتسب کا ضعف قلب ایسا ہو کہ زوال کے قابل نہو تو اُسکا حکم اُسکے حال کا تابع ہوگا یعنے جیسے کوئی بیمار بعض واجبات سے معذور گنا جاتا ہی اسی طرح حسبت کے واجب سے ایسے ضعیف دل کو معذور سمجھا جائیگا اور اسی بنا پر ہم کہتے ہین کہ جس شخص کو سمندر کے سوار ہونے مین بزدلی غالب ہی ایسے کے بموجب اُسپر حج اسلام واجب نہین اور جو زیادہ خوف نہ کرتا ہو اُسپر واجب ہی تو اسی طرح کا حال حسبت کے واجب ہونے کا جاننا چاہیے - اب اگر یہ کہو کہ ضرر متوقع کی حد کیا ہی آدمیون کا حال تو اس باب مین مختلف ہوتا ہی کبھی ایک ہی لفظ سے ایذا پاتا ہی کبھی مار سے کبھی اس بات کو برا جانتا ہی کہ محتسب علیہ

اُسکے حق مین غیبت وغیرہ سے زبان درازی کرے یا بادشاہ کے یہان اُسکی چغلی کھائے یا محلس مین
اُسپر طعن کرے جسمین طعن کرنے سے اُسکو ضرر ہو اور جس شخص کو کسی اچھی بات کا امر کیا جاتا ہی
اُس سے کسی نہ کسی قسم کی ایذا کی توقع ہوتی ہی تو اُس ایذا اور ضرر کی حد بتلانی چاہیے جس سے
حسبت کا وجوب ساقط ہوجاتا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہ بحث بھی دقیق ہی اور صورت اسکی
کثیر الوقوع اور اسکے ہونے کے مقامات منتشر ہین مگر ہم حتی الوسع اُسکے اقسام کو حصر کے ساتھ
لکھتے ہین اور منتشر کو ایک جگہ کرتے ہین اور کہتے ہین کہ مکروہ یعنے بُرائی اور ایذا مطلوب کے مخالف ہی
اور دنیا مین مخلوق کے مطالب چار طرح کے ہوتے ہین نفس مین تو علم مطلوب ہی اور بدن مین تندرستی
اور سلامتی اور مال مین ثروت اور لوگون کے دلون مین جاہ کا بحال رہنا غرض کہ چار
مطلوب ٹھہرے علم اور تندرستی اور ثروت اور جاہ یعنے لوگون کے دلون مین مالک ہونا جیسے
ثروت روپیون کے مالک ہونے کا نام ہی اور جس طرح کہ روپیون کا مالک ہونا غرضون کے
حاصل ہونے کا وسیلہ ہی ویسے ہی لوگون کے دلون کا مالک ہونا بھی غرضون کا ذریعہ ہی اور جاہ کے
معنون کی تحقیق اور طبیعت انسانی کے اُسکی طرف رغبت کرنے کا سبب جلد سوم مین انشاء اللہ
مذکور ہوگا اور ان چارون مطالب مین سے ہر ایک کو آدمی اپنے لیے اور اپنے اقارب اور مخصوص کے لیے
طلب کیا کرتا ہی اور انمین دو باتون کا ہونا بُرا جانتا ہی ایک تو موجود چیز کا جاتا رہنا دوسرے
متوقع چیز جو اپنے پاس نہو اُسکا نہ ملنا تو ضرر صرف دو ہی طرح ہوتا ہی یا حاصل چیز کے دور ہونے سے
یا متوقع کی تاخیر اور التوا سے اسلیے کہ متوقع اُسی کو کہتے ہین جسکا حاصل ہونا ممکن ہو اور جسکا
حصول ممکن ہی وہ گویا حاصل ہی ہی اور اُسکے امکان کا فوت ہونا گویا حصول کا فوت ہونا ہی
تو اب ضرر دو قسمون مین آرہا ایک متوقع چیز کے نہ ملنے کا خوف تو اس صورت مین تو مناسب
نہین کہ امر بالمعروف کے ترک کرنے کی کسی طرح اجازت دیجائے اور ہم اس خوف کی مثال چارون
مطالب مذکورہ مین لکھتے ہین علم مین تو یہ ہی کہ مثلاً کوئی شخص اپنے استاد کی کسی مخصوص چیز کی
حسبت نہ کرے اس خوف سے کہ وہ استاد سے میری بُرائی بیان کریگا اور پھر اُستاد مجکو تعلیم نہ کریگا
اور صحت کی مثال یہ ہی کہ کوئی شخص طبیب حریر پوش کے پاس جائے اور اُسکو اس ڈر سے
منع نہ کرے کہ آیندہ کو میرا علاج نہ کریگا اور اسوجہ سے تندرستی متوقع رُک جائیگی اور مال کی
مثال یہ ہی کہ حسبت بادشاہ اور امرا اور اُن لوگون پر نہ کرے جو اُسکے ساتھ سلوک کرتے ہین اِس
خوف سے کہ وہ آگے کو روزینہ بند نہ کردین اور سلوک ترک کرین اور جاہ کی مثال یہ ہی کہ جس شخص سے

آیندہ کو نصرت اور بچ کرنے کی توقع ہو اُسپر حسبت نہ کرے اس ڈر سے کہ مبادا جاہ حاصل نہو
یا اس خوف سے کہ کہین بادشاہ کے سامنے جس سے توقع حکومت ملنے کی ہو بُرائی نہ کردے
تو ان خوفون سے جو چارون مثالون مین بیان ہوے حسبت کا وجوب ساقط نہین ہوتا اسلیے کہ
انہین خوف زیادات کے نہ حاصل ہونے کا ہو اور زائد چیزون کے نہ ملنے کو مجازاً ضرر کہتے ہین حقیقی
ضرر صرف ہوئی چیز کے جاتے رہنے کا نام ہو اور اس سے کوئی چیز مستثنے نہین بجز اُس شے کے
جسکی طرف حاجت متحقق ہو اور اُسکے فوت ہوجانے مین زیادہ ضرر ہو بہ نسبت منکر پر خاموش
رہنے کے مثلاً ایسی صورت مین کہ مرض بالفعل موجود ہو اور اُسکی جہت سے طبیب کی حاجت ہو اور توقع ہو
کہ اُسکی دوا سے تندرست ہوجائے اور جانے کہ دیر کرنے سے مرض کی شدت ہوجائیگی یا
دیر پا ہوجائیگا اور عجب نہین کہ نوبت ہلاک کی پہونچے اور جاننے سے ہماری غرض ظن غالب ہو
جس سے پانی کا استعمال چھوڑکر تیمم کی طرف رجوع کیا جاتا ہو جب ظن غالب اس درجہ کو ہو تو
بعید نہین کہ حسبت نہ کرنے کی اجازت دیجائے اور علم مین حاجت ہونے کی مثال یہ ہو کہ محتسب
مہمات دین سے ناواقف ہو اور بجز ایک معلم کے دوسرا ملتا نہین یا دوسرے کے پاس جانے پر قادر نہین
اور جانتا ہو کہ محتسب علیہ اُس معلم تک رسائی نہونے دینے پر قادر ہو اسوجہ سے کہ وہ معلم اُسکا
مطیع ہو یا اُسکا کہنا مانتا ہو تو اس صورت مین مہمات دین کا نہ جاننا بھی معذور ہو اور امر منکر پر سکوت کرنا
بھی معذور ہو اسلیے یہان قرین قیاس یہ ہوگا کہ ایک جانب کو ترجیح دیجائے یعنے اگر امر منکر نہایت
فحش ہو تو حسبت کو ترجیح ہو اور اگر مہمات دینی کی حاجت بہت ہو تو عدم حسبت کو ترجیح ہو اور مال مین حاجت
ہونے کی یہ مثال ہو کہ محتسب کسب اور سوال سے عاجز ہو اور توکل پر قوی دل نہین اور ایک شخص کے
سوا اُسپر اور کوئی خرچ نہین کرتا اور اگر یہ اُسی دینے والے پر حسبت کرتا ہو تو وہ اُسکا روزینہ
موقوف کردیگا پھر محتسب کو روزینہ کے لیے کسی مال حرام کی طلب کرنی پڑیگی یا بھوک سے مرجائیگا
تو اس صورت مین بھی بعید نہین کہ مجبوری کی جہت سے اُسکو خاموشی کی اجازت دیجائے اور
جاہ مین حاجت ہونے کی یہ مثال ہو کہ محتسب کو کوئی شریر ایذا دیتا ہو اور اُسکی شر دفع کرنے کی کوئی
تدبیر بجز اسکے نہین کہ بادشاہ کے یہان سے جاہ حاصل ہو اور بادشاہ تک رسائی اور جاہ کے
حصول کا وسیلہ ایسا شخص ہو کہ حریر پہنتا ہو یا شراب پیتا ہو تو اگر اُسپر حسبت کرتا ہو تو وہ وسیلہ
نہوگا اور اسی وجہ سے جاہ حاصل نہوگا اور شریر کی ایذا سے نجات نہوگی تو یہ سب باتین اگر
ظاہر ہوکر ثبوت پہنچ جائین تو بعید نہین کہ انکو مستثنے کردیا جائے مگر انکا معاملہ محتسب کے اجتہاد سے

والستہ ہی یہان تک کہ وہ اپنے دل سے فتوے لے اور ایک مفسدہ کو دوسرے کے ساتھ تول کر دینی اعتبار سے
ایک کو ترجیح دے نہ اپنی خواہش نفس کے لحاظ سے پس اگر دین کے اعتبار سے ان امور کو ترجیح
دے کر سکوت کریگا تو اس سکوت کا نام مداہنت ہی اور اگر خواہش نفس کی وجہ سے سکوت کریگا
تو اُس سکوت کو مداہنت کہتے ہین اور یہ معاملہ باطنی ہی اُسپر اطلاع بدون نظر دقیق کے نہین ہوسکتی
مگر پرکھنے والا بڑا دیکھنے والا ہی وہ دل کے معاملون کو خوب دیکھتا ہی پس ہر دیندار کو اس باب مین
ضرور ہی کہ اپنے دل کا نگران رہے اور جانے کہ اللہ تعالی کو رغبت اور عدم رغبت کا حال معلوم ہی کہ
دین کی وجہ سے ہی یا خواہش نفس سے اور جو کوئی نیکی یا بدی کریگا اُسکو اللہ تعالی کے پاس موجود
پائیگا گو دل کا التفات اور آنکھ کا جھپکنا ہی ہو اور وہان کچھ ظلم زیادتی نہوگی کہ اللہ تعالی بندون پر
ظلم نہین فرماتا - اور دوسری قسم ضرر کی یعنے حاصل ہوئی چیز کا فوت ہونا یہ البتہ ضرر ہی اور حسبت پر
سکوت کے جائز ہونے مین سوا علم کے اور مطالب سہ گانہ مذکورہ بالا مین معتبر ہی اور علم مین اسلیے
معتبر نہین کہ علم کے فوت ہونے کا خوف نہین بجز اسکے کہ خود قصور کرے ورنہ اور کوئی اختیار نہین رکھتا
کہ عالم سے علم چھین لے مگر تندرستی اور ثروت اور جاہ کے چھین لینے پر قادر ہوسکتا ہی اور یہ بھی شرف
علم کا ایک سبب ہی کہ دنیا مین بھی ہمیشہ رہتا ہی اور اُسکا ثواب آخرت مین بھی ہمیشہ کو رہیگا غرض کہ
اُسکو ابدالاباد نیستی نہین اور صحت اور سلامتی کا جاتا رہنا مارے ہی تو جو کوئی یہ جانے کہ حسبت مین
مجھ پر ضرب دردناک پڑیگی تو اُسپر حسبت واجب نہین گو مستحب ہی جیسا کہ پہلے گذرا اور جب عدم وجوب
ضرب دردناک مین سمجھا گیا تو زخمی کرنے اور عضو کے جدا کرنے اور قتل مین بطریق اولی ہوگا اور ثروت کا
جاتا رہنا یہ ہی کہ جانے کہ حسبت کرنے سے مکان لٹ جائیگا اور حویلی کھد جائیگی اور کپڑے چھین جائینگے
تو اس سے بھی حسبت کا وجوب ساقط ہوجاتا ہی اور استحباب باقی رہتا ہی اس جہت سے کہ اسمین
کیا مضائقہ ہی کہ دین کے اوپر دنیا کو فدا کردے - اور مار اور لوٹ مین سے ہر ایک کے کئی مرتبے ہین
ایک تو کمی کا جسکی پروا نہین کیجاتی ہو جیسے آہستہ سے تھپڑ لگنا اور ایک کوڑی یا پیسے کا لٹ جانا اور
ایک زیادتی کا جسکا اعتبار واجب کے سقوط مین کیا جاتا ہی اور ایک بیچ کی حالت جو اشتباہ مین ڈالتی ہی
کہ اُسکے ہونے سے حسبت کا وجوب ساقط ہوتا ہی یا نہین اور دیندار کو لازم ہی کہ ایسی مشتبہ صورت مین
اجتہاد کرے اور جہان تک ہوسکے دین کی جانب کو ترجیح دے - اور جاہ کے فوت ہونے کا
یہ طور ہی کہ مجمع مین پیٹا جائے اور ضرب دردناک نہو جس سے تندرستی جاوے یا علی رؤس الاشہاد
گالیان پڑین یا اُسی کا رومال گلے مین ڈال کر شہر مین پھرایا جائے یا کالامنہ کرکے تشہیر کیا جائے

اور ضرب دردناک کسی مین نہو تو یہ صورتین جاہ کی مخل اور دل کی درد دینے والی ہین اور اسکے بھی
کئی درجے ہین اور بہتر یہ ہے کہ اسکی تقسیم یون ہو کہ ایک درجہ جاہ کے جانے کا وہ ہو جسکو بیعزتی اور
تشہیر کہتے ہین مثلاً ننگے سر اور ننگے پانون شہر مین پھرانا تو ایسے درجہ مین حسبت سے خاموشی کی
اجازت ہے اسلیے کہ مروت اور عزت کے محفوظ رکھنے کا شریعت مین حکم ہے اور اس بیحرمتی کا درد دل مین
بہ نسبت بہت سی ضربون اور روپیون کے جاتے رہنے کے زیادہ ہوتا ہے اور دوسرا درجہ صرف
جاہ کے جانے کا ہو مثلاً ایک شخص کی عادت ہے کہ عمدہ پوشاک پہن کر اور گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتا ہے
اور جانتا ہے کہ اگر حسبت کرونگا تو مجکو بازار مین پیادہ یا ایسے لباس مین پھرنا پڑیگا جسکا عادی نہین تو
اس صورت مین ان جیسی باتون سے حسبت کا وجوب ساقط نہوگا کیونکہ یہ زیادتی جاہ کی باتین ہین انکا
بچانا کچھ عمدہ بات نہین اور حرمت کی نگاہداشت ایک عمدہ چیز ہے اُسکے جانے کے ڈر سے واجب ساقط
ہو جاتا ہے اور جاہ کی زیادتی مین یہ بھی داخل ہے کہ محتسب اس بات سے ڈرے کہ لوگ مجکو سامنے جاہل
یا احمق یا ریاکار یا منافق کہینگے یا پیٹھ پیچھے طرح طرح کی غیبتین کرینگے کہ اس سے بھی وجوب ساقط
نہین ہوتا اسلیے کہ اسمین صرف زیادتی جاہ کا زوال ہے جسکی چنداں حاجت نہین اور اگر بالفرض
ملامت کرنے والون کی ملامت یا بدکارون کی غیبت خواہ گالی دینی یا بُرا کہنے سے یا لوگون کے دلون مین سے
اپنی منزلت گر جانے کے خوف سے حسبت نہ کیجائے تو حسبت واجب ہی نہ رہیگی اسلیے کہ یہ بات تو
ہر حسبت مین موجود ہے ہان جس صورت مین کہ امر منکر غیبت ہی ہو اور محتسب جانے کہ اگر مین غیبت کنندہ کو
منع کرونگا تو وہ جسکی غیبت کرتا ہے اُس سے بھی خاموش نہوگا اور اُسکے ساتھ مجکو بھی ملا لیگا تو اس
صورت مین حسبت حرام ہے اسلیے کہ حسبت معصیت کی زیادتی کا باعث ہے نہ کمی کا اور اگر یہ جانے
کہ پہلی غیبت کو وہ چھوڑ دیگا اور صرف میری ہی غیبت کریگا تب بھی حسبت اُسپر واجب نہین کیونکہ
غیبت اُسکی بھی غیبت کنندہ کے حق مین معصیت ہے مگر یہ حسبت اس نظر سے مستحب ہے کہ اپنی آبرو کو
دوسرے شخص کی آبرو کا فدیہ کرتا ہے اور چونکہ عمومات وجوب حسبت کی تاکید پر دال ہین اور منکر پر
خاموش رہنے مین بڑا خطرہ ہے تو اسی لیے اسکے مقابل ایسی ہی چیز ہوگی جسکا خطرہ دین مین زیادہ ہو
اور مال اور نفس اور حرمت کا خطرہ شریعت مین موجود ہے تو اُنکے فوت ہونے کے ڈر سے وجوب
حسبت بھی ساقط ہوگا مگر زیادتی جاہ و حشمت اور اقسام تجمل اور لوگون کے اچھا کہنے کے طالب ہونے کا
کچھ درجہ نہین تو اُنکے خوف سے وجوب بھی ساقط نہوگا۔ باقی رہا یہ کہ حسبت کا نہ کرنا اس ڈر سے
کہ یہی ایذا مجھ اپنی اولاد و اقارب کو نہون تو یہ امر خود محتسب کے لحاظ سے دو قسم ہے اسلیے کہ خود اپنا

ایذا پانا زیادہ سخت ہوتا ہو بہ نسبت دوسرے کی ایذا کے اور دین کے اعتبار سے زیادہ ہو اسلیے کہ
آدمی خود اپنے حقوق سے تو درگذر کر سکتا ہو مگر دوسرے کے حق مین مسامحت اُسکو جائز نہین اس سے
یہ نکلا کہ اسکو چاہیے کہ اس صورت مین حسبت ترک کرے کیونکہ خویش و اقارب کے حقوق جو
فوت ہونگے تو دو حال سے خالی نہین یا بطریق معصیت ہونگے جیسے ملزنا اور لوٹنا وغیرہ تو اس
صورت مین حسبت درست نہین اسلیے کہ ایک منکر کو دور کرنے سے دوسری بُرائی پیدا ہوتی ہو یا معصیت
کے طور پر نہونگے تب بھی مسلمان کی ایذا پائی جائیگی اور اسکو درست نہین کہ دوسرے کا ضرر
بدون اُسکی رضامندی کے کرے غرضکہ اگر حسبت کی وجہ سے کوئی معصیت ایسی ہوتی ہو جسکا
ضرر امر منکر کی نسبت زیادہ ہو تو اُسکو چاہیے کہ حسبت کو ترک کرے اور اسکی مثال یہ ہو کہ ایک شخص
تارک دنیا ہو جسکے اقارب مالدار ہین تو اُسکو اس بات کا ڈر نہین کہ اگر مین بادشاہ پر حسبت کرونگا
تو وہ میرا کچھ مال چھین لیگا بلکہ میرے اقارب کا قصد کریگا اور میرا غصہ اُنپر نکالیگا تو جب اپنی
حسبت سے اقارب اور ہمسایون پر ایذا ہوتی جانے تو حسبت کو ترک کرے کیونکہ مسلمانون کو ستانا ممنوع ہو
جیسے کہ منکر پر سکوت کرنا ممنوع ہو ہان اگر اُنکو مال اور جان کی ایذا نہو بلکہ گالی اور بُرا کہنے سے ہو تو
اسمین بحث ہو اور باعتبار منکرات کے مختلف ہونے کے اور کلام سخت کے دل مین اثر کرنے اور آبرو مین
خلل ڈالنے کے اُسکا حکم جداگانہ ہوتا ہو - اب اگر یہ کہو کہ کوئی شخص اگر اپنا کوئی عضو کاٹ ڈالتا ہو
اور بدون قتال کے اُس سے باز نہین آتا اور عجب نہین کہ قتال مین وہ مارا جائے تو اس صورت مین اُس سے
قتال چاہیے یا نہین اگر تم کہو کہ چاہیے تب تو محال ہو اسلیے کہ عضو کے تلف کرنے کے خوف سے جان
کا تلف کرنا لازم آتا ہو اور جان جائیگی تو عضو پہلے جائیگا تو اسکا جواب یہ ہو کہ اُسکو منع کرنا اور
لڑنا چاہیے کیونکہ ہمارا مقصود یہ نہین کہ اُسکی جان اور عضو محفوظ رہے بلکہ غرض یہ ہو کہ منکر اور معصیت
بالکل مسدود ہو جائے اور حسبت مین اُسکا مارا جانا معصیت نہین اور اُسکا عضو کو جدا کرنا معصیت ہو
اور اسکی مثال ایسی جانو کہ کوئی شخص مسلمان کے مال پر حملہ کرے اور مالک اُسکو ایسی طرح ہٹاوے
کہ وہ مارا جائے تو اسطرح کا ہٹانا درست ہو اور اسکے یہ معنے نہین کہ روپیہ کے بدلے ہم مسلمان
کی جان لیا چاہتے ہین کہ یہ تو محال ہو بلکہ اُسکو مسلمان کا مال لینا معصیت ہو اور اُس معصیت سے ہٹانے
مین اُسکا مارڈالنا گناہ نہین بلکہ مقصود گناہ کا ٹالنا ہو - اب اگر یہ کہو کہ بالفرض اگر ہم جانتے ہون
کہ یہ شخص تنہا ہوگا تو اپنا ہاتھ پاؤن کاٹ ڈالیگا تو یون چاہیے کہ اُسکو اُسی وقت مار ڈالین
تاکہ معصیت کا باب بالکل بند ہی ہو جاوے تو اُسکا جواب یہ ہو کہ ہاتھ پاؤن کے کاٹنے کا علم یقینی نہین

اسلیے اُسکا خون کر ڈالنا وہی معصیت پر جائز نہین ہان اگر اُسکو اپنا ہاتھ پاؤن کاٹتے دیکھین تو منع کرینگے اور اگر ہمسے قتال کریگا تو اُس سے لڑینگے چاہے اسکی جان رہے یا جاوے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ معصیت کی تین حالتین ہین ایک تو یہ کہ عاصی اسکو کر چکا ہو تو اُس معصیت پر سزا دینی یا حد ہوگی یا تعزیر اور یہ سزا احکام کا کام ہے نہ ہر کسی کا دوسرے یہ کہ عاصی اُسکو سر دست کر رہا ہو جیسے حریر پہنے ہو یا عود خواہ شراب لیے ہو تو ایسی معصیت کا باطل کرنا واجب ہے خواہ کسی طرح ہو بشرطیکہ اُسکے باطل کرنے مین کوئی معصیت اس سے زیادہ خواہ اُسکے برابر نہوتی ہو تو ایسی معصیت کا دور کرنا ہر کسی کو ثابت ہے تیسرے یہ کہ معصیت متوقع ہو مثلاً ایک شخص مجلس مین جھاڑو دیکر اور گلدستون سے آراستہ کرکے شراب خواری پر مستعد ہوا اور ابھی تک شراب نہ آئی ہو تو یہ صورت مشکوک ہے اسلیے کہ ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسا مانع پیش آوے جس سے نوبت معصیت کی نہ پہونچے اسیوجہ سے معصیت متوقع سے منع کرنے کا اختیار ہر کسی کو ثابت نہین ہے جبکہ وعظ و نصیحت سے فہمائش اور درشتی اور ضرب سے تو نہ احاد کو جائز ہے نہ سلطان کو ہان اگر وہ معصیت کرنی عاصی کی عادت دائمی ہو اور جس سبب سے کہ اُس معصیت کی نوبت ہو پہنچے اُسکو وہ کر رہا ہو اور حصول معصیت مین کوئی کسر نہو بجز انتظار کے تو ایسی صورت مین سختی اور مار سے بھی منع جائز ہے اور اُسکی مثال یہ ہے کہ جیسے کسی شخص عورتون کے حماموں کے دروازون پر کھڑے ہوتے ہین کہ انکو اندر جاتے اور باہر نکلتے دیکھین تو یہ لوگ ہر چند راستہ کو تنگ نہین کرتے کہ وہ وسیع ہوتا ہے مگر تاہم درشتی اور ضرب سے انکو وہان سے اٹھا دینا اور اُس جگہ کھڑے ہونے سے منع کرنا درست ہے کیونکہ اگر غور سے دیکھا جاوے تو انکا کھڑا ہونا بھی فی نفسہ معصیت ہے گو اُنکا مقصد معصیت نہو جیسے اجنبی عورت سے خلوت کرنی فی نفسہ معصیت ہے اسوجہ سے کہ وہ مظنۂ معصیت ہے اور مظنہ معصیت کا حاصل کرنا بھی معصیت ہے اور مظنہ سے ہماری غرض وہ بات ہے جس سے انسان غالباً معصیت مین پہنچ جاتے ہے درپیش ہو جائے اس طرح کہ اُس سے رک نہ سکے تو اس صورت مین حسبت کرنا معصیت موجود پر ہوگا نہ متوقع پر

دوسرا رکن حسبت کا وہ منکر ہے جسمین حسبت ہو یعنے وہ امر منکر جو فی الحال موجود ہو اور محتسب پر بدون تجسس کے ظاہر ہو اور اُسکا منکر ہونا بدون اجتہاد کے معلوم ہو تو یہ چار شرطین ہوئین ہر ایک کا احوال جدا لکھتے ہین۔ اول اُس شے کا منکر ہونا اس سے ہماری غرض یہ ہے کہ شرع مین اُسکا وقوع کیسا منع ہوا ہے جسکو منکر کہا جاوے اسلیے کہ منکر بہ نسبت معصیت کے عام ہے کیونکہ مثلاً اگر کوئی لڑکے یا مجنون کو شراب پیتے دیکھے تو اُسپر واجب ہے کہ شراب کو گرا دے اور اُنکو منع کرے

ایسا ہی اگر مجنون مرد کو مجنون عورت سے زنا کرتے خواہ چوپایہ سے صحبت کرتے دیکھے تب بھی منع کرنا اس حرکت سے واجب ہے اور یہ منع اسوجہ سے نہیں کہ فعل کی صورت بہت بری اور علانیہ ہے بلکہ اس منکر کو اگر خلوت میں دیکھے تب بھی منع کرنا واجب ہے حالانکہ مجنون کے حق میں فعل معصیت نہیں اسلیے کہ وہ شرعاً مکلف احکام شرعی کا نہیں تو عاصی یعنے نافرمان نہوگا اور بدون عاصی کے معصیت کا ہونا محال ہے اسلیے ہمنے فقط منکر کہا کہ سب برائیون پر دلالت بھی کرتا ہے اور معصیت سے عام بھی ہے اور اسکے عموم میں ہمنے صغیرہ اور کبیرہ کو درج کردیا ہے اور حسبت کچھ کبیرہ ہی پر مخصوص نہیں بلکہ حمام میں برہنگی کا کھولنا اور اجنبی عورت سے خلوت کرنی اور اجنبی عورتون کو تاکنا سب صغیرہ ہیں اور انسے ممانعت کرنی واجب ہے اور صغیرہ اور کبیرہ کے درمیان فرق میں بحث ہے کہ جلد چہارم باب التوبہ میں مذکور ہوگی۔ دوم شرط یہ ہے کہ منکر فی الحال موجود ہو یہ قید اس سے احتراز ہے کہ جو شخص شراب خواری سے فارغ ہوچکا تو اسکی حسبت کا ہر کسی کو اختیار نہیں کہ منکر ہوچکا اور نیز احتراز ہے اس منکر سے جسکی آیندہ کو توقع ہو مثلاً کسی کے حال کے قرینہ سے معلوم ہو کہ آج رات کو شراب خواری کا قصد رکھتا ہے کہ اسپر حسبت کرنا بجز وعظ کے نہیں اور اگر وہ اپنے قصد کا منکر ہو تو وعظ بھی ناجائز ہے اسلیے کہ اسمیں مسلمان پر بدگمانی ہے اور کیا عجب ہے کہ وہ سچ ہی کہتا ہو یا کوئی ایسا مانع پیش آجاوے جسسے وہ اپنا قصد پورا نہ کرسکے اور اسمیں وہ دقیقہ یاد رکھنا چاہیے جسکو ہمنے ذکر کیا ہے یعنے خلوت اجنبی عورت کے ساتھ اور کھڑا ہونا حمام زنان کے دروازہ پر اور اس طرح کی اور یا ہیں فی الحال کی معصیت ہے سوم شرط یہ ہے کہ منکر محتسب کو بدون تجسس ظاہر ہو پھر اگر کوئی شخص معصیت اپنے گھر میں چھپا کر کرے اور مکان کا دروازہ بند کرلے تو اسپر جاسوسی کرنی واجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے اور قصہ حضرت عمر فاروق رضؓ اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضؓ کا اس باب میں مشہور ہے جسکو ہم باب آداب المعیشت میں لکھ آئے ہیں اور اسی طرح وہ قصہ ہے کہ حضرت عمر رضؓ ایک شخص کے مکان کی دیوار پر چڑھ گئے اور اسکو بری حالت میں دیکھ کر منع فرمایا اسنے عرض کیا کہ یا امیر المومنین اگر میں نے خدا تعالیٰ کی معصیت ایک جہ سے کی تو آپ نے تین وجہون سے کی آپ نے فرمایا کہ وہ کیا ہیں اسنے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَا تَجَسَّسُوْا اور آپ نے جاسوسی کی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا اور آپ دیوار پر چڑھ کر آئے اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا اور آپنے سلام نہیں کیا حضرت عمر رضؓ نے اسکو چھوڑ دیا اور شرط کرلی کہ توبہ کرنا اور اسی طرح حضرت عمر رضؓ نے ممبر پر صحابہ رضؓ سے سوال کیا

ف اور اسی طرح وہ قصہ ہے کہ حضرت عمر رضؓ ایک شخص کے مکان کی دیوار پر چڑھ گئے اور اسکو بری حالت میں دیکھ کر منع فرمایا اسنے عرض کیا کہ یا امیر المومنین اگر میں نے خدا تعالیٰ کی معصیت ایک جہ سے کی تو آپ نے تین وجہون سے کی آپ نے فرمایا کہ وہ کیا ہیں اسنے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَا تَجَسَّسُوْا اور آپ نے جاسوسی کی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا اور آپ دیوار پر چڑھ کر آئے اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا اور آپنے سلام نہیں کیا حضرت عمر رضؓ نے اسکو چھوڑ دیا اور شرط کرلی کہ توبہ کرنا اور اسی طرح حضرت عمر رضؓ نے ممبر پر صحابہ رضؓ سے سوال کیا

کہ امام اگر خود کوئی امر منکر دیکھے تو اُسکو درست ہے یا نہین کہ حد مجرم پر قائم کرے حضرت علی رضا نے جواب دیا کہ امر حد کا کم سے کم دو گواہ پر وابستہ ہے اسمین ایک کافی نہوگا اور ہمنے ان اخبار کو باب آداب الصحبت مین حق مسلمان کے ذیل مین لکھا ہے اب دوبارہ لکھنے کی حاجت نہین۔ پھر اگر یہ پوچھو کہ تعریف معصیت کے ظاہر ہونے اور در پردہ ہونے کی کیا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے اور اُسکی دیوارون کی آڑ مین ہو جائے تو اُسکے پاس جانا بدون اُسکی اجازت کے صرف معصیت کا حال معلوم کرنے کے لیے جائز نہین ہان اگر گھر کے باہر سے آدمی معلوم کرلے کہ اس گھر مین منکر ہے مثلاً بانسری اور تار کے باجے ایسی طرح بجتے ہون کہ باہر آواز خوب آتی ہو تو جو کوئی انکو سنے اُسکو جائز ہے کہ گھر مین گھس کر آلات لہو کے توڑ ڈالے اسی طرح اگر شراب خوار جو کلمات اُنمین رائج ہین اُنکو آواز سے بک رہے ہون کہ شرک کے لوگ سنین تو یہ اظہار بھی موجب حسبت ہے غرض کہ دیوارون کی آڑ ہونے سے منکر کے ظاہر ہونے کی دو صورتین ہین ایک بو کا معلوم ہونا دوسرے آواز کا سننا تو اگر شراب کی بو معلوم ہو اور یہ احتمال ہو کہ رکھی ہوئی کی بو ہے تب تو اُسکے گرا دینے کا قصد کرنا درست نہین اور اگر حال کے قرینہ سے معلوم ہو کہ بو کا ظاہر ہونا اسوجہ سے ہے کہ لوگ پی رہے ہین تو اس صورت مین حسبت جائز ہے۔ اور بعض اوقات شراب کا شیشہ اور آلات لہو آستین مین یا دامن کے تلے چھپا لیا کرتے ہین تو جب کوئی فاسق نظر پڑے اور اُسکے دامن تلے کچھ ہو تو اُسکی تفتیش جائز نہین جبتک کہ کسی علامت خاص سے معلوم نہو اسلیے کہ فاسق ہونا اس بات پر نہین دلالت کرتا کہ اسکے پاس شراب ہے کیونکہ سرکہ وغیرہ کی بھی تو اُسکو ضرورت ہوتی ہے پس چھپانے سے استدلال نہین ہو سکتا کہ شراب ہی ہے اور اگر سرکہ ہوتا تو نہ چھپاتا اسلیے کہ چھپانے مین بہت سی غرضین متعلق ہین اور اگر بدبو شراب کی معلوم ہوتی ہو تو محل بحث ہے اور ظاہر یہ ہے کہ حسبت جائز ہے اسلیے کہ یہ علامت مفید ظن ہے اور ان جیسے امور مین ظن مثل علم کے ہے اسی طرح اگر اوپر کا کپڑا پتلا ہوتا ہے تو عود وغیرہ کی شکل پہچانی جاتی ہے تو شکل کی دلالت بھی مثل بو اور آواز کی دلالت کے ہے اور جسکی دلالت ظاہر ہو وہ مستور نہین بلکہ کھلی ہے اور ہمکو شریعت نے حکم فرمایا ہے کہ جسکو خدا تعالی نے مستور کیا اُسکو ہم بھی مستور رکھین اور جو ہمارے سامنے ظاہر ہو اُسکو بگاڑ دین اور ظاہر ہونے کی کئی طرح ہین کبھی تو کان کے ذریعہ سے اور کبھی سونگھنے سے اور کبھی دیکھنے سے اور کبھی چھونے سے ظاہر ہوتا ہے تو اُسکو آنکھ سے دیکھنے پر مخصوص کرنا نہ چاہیے بلکہ مقصود علم ہے اور یہ حواس بھی علم کو مفید ہین اس سے یہ نکلا کہ اگر کپڑے کے نیچے کی چیز معلوم ہو جائے

کہ شراب ہی تو اُسکا توڑنا درست ہی مگر یہ جائز نہین کہ اُس سے یہ کہے کہ مجکو دکھا دے تاکہ معلوم کرون کہ اسمین کیا ہی اسلیے کہ یہ امر تجسس ہی جسکے یہ معنی ہین کہ ایسی علامتون کا تلاش کرنا جنسے چیز کا حال معلوم ہو غرضکہ اسی طرح کی علامتین اگر خود بخود حاصل ہون اور اُنسے منکر کی شناخت ہو جاے تب تو اُنکے مقتضا کے موافق عمل کرنا درست ہی مگر ایسی علامتون کی تلاش کرنے کی اجازت ہرگز نہین چہارم شرط یہ ہی کہ بدون اجتہاد کے اُسکا منکر ہونا معلوم ہو تو جتنی چیزین کہ محل اجتہاد مین ہین اُنپر کچھ حسبت نہین مثلاً کسی حنفی کو جائز نہین کہ شافعی مذہب والے پر عتب اور کفتار اور متروک التسمیہ کے کھانے کا انکار کرے اور نہ شافعی کو درست ہی کہ حنفی سے کہے کہ تم نبیذ جس مین نشہ نہو کیون پیتے ہو یا ذوی الارحام کو ترکہ کیون دیتے ہو یا ہمسایگی کے شفعہ سے لیے ہوئے مکان مین کیون بیٹھے ہو اور اسی طرح اور مسائل مین جنمین اجتہاد جاری ہی ہان اگر شافعی دوسرے شافعی کو نبیذ پیتے دیکھے یا بدون ولی کے کسی عورت سے نکاح کرکے اُس سے صحبت کرے تو اسمین تردد ہی اور ظاہر تر یہی ہی کہ اول کو حسبت اور انکار درست ہی اسلیے کہ کوئی عالم اس طرف نہین گیا کہ مجتہد کو دوسرے کے اجتہاد کے بموجب عمل کرنا درست ہی اور نہ یہ کسی کا مذہب ہی کہ اگر کوئی مقلد اپنے اجتہاد مین کسی شخص کو دیکھے یا بدین علماے افضل جانے تو اُسکے مذہب کو چھوڑ کر دوسرے کا مذہب اختیار کرے اور مذاہب مین سے اپنے نزدیک عمدہ عمدہ باتین چھانٹ لے بلکہ ہر مقلد پر اتباع اپنے امام کا ہر مسئلہ مین تفصیل وار واجب ہی اس سے معلوم ہوا کہ اپنے امام کی مخالفت بالاجماع علما کے نزدیک منکر ہی اور جو کوئی مخالفت کرے وہ عاصی ہی مگر یہ کہ اس سے ایک اور بات زیادہ باریک لازم آتی ہی وہ یہ ہی کہ حنفی کو جائز ہی اگر کوئی شافعی بدون ولی کے عورت سے نکاح کرے تو اُس سے یہ کہے کہ ہر چند یہ فعل بذات خود حق ہی مگر تیرے حق مین نہین کیونکہ تیرا اعتقاد یہ ہی کہ صواب مذہب شافعی مین ہی تو جو امر تیرے عندیہ مین صواب ہی اُسکی مخالفت کرنی تیرے حق مین معصیت ہی گو خدا تعالی کے نزدیک بہتر ہو اس صورت مین تیرا اُسپر مرتکب ہونا باطل ہی اسی طرح شافعی حنفی پر اعتراض کر سکتا ہی جس صورت مین کہ حنفی اُسکا شریک غنب اور متروک التسمیہ وغیرہ کے کھانے مین ہوا اور یہ کہہ سکتا ہی کہ کیا تو اس بات کا معتقد ہو کہ امام شافعی پیروی کے زیادہ مستحق ہین پھر ان اشیا کو کھاؤ یا جو بات تمھارے عقیدے کے خلاف ہی اُسکے مرتکب نہو پھر اس سے ایک اور بات محسوسات مین جا پڑیگی یعنے فرض کرو کہ ایک بہرا آدمی کسی عورت سے بقصد نا صحبت کرے اور محتسب کو یہ معلوم ہو کہ اس شخص کے باپ نے اسکا نکاح اس عورت سے لڑکپن مین کر دیا تھا اور یہ عورت اُسکی منکوحہ ہی

مگر اُسکو معلوم نہین اور نہ اُسکو بتا سکتا ہی اس جہت سے کہ وہ بہرا ہی یا اُسکی زبان کو نہین سمجھتا تو وہ شخص چونکہ اُس عورت کو اجنبی اعتقاد کرتا ہی اس نظر سے صحبت کرنے سے عاصی ہی اور آخرت مین عذاب پائیگا تو چاہیے یون کہ محتسب اُس عورت کو اُس سے منع کردے باوجودیکہ وہ اُسکی زوجہ ہی حالانکہ یہ منع کرنا اس لحاظ سے تو بعید ہی کہ اللہ تعالی کے علم مین وہ عورت اُسپر حلال ہی اور اس لحاظ سے قریب ہی کہ اُسکی غلطی اور جہالت کی وجہ سے اُسپر حرام ہی اور اسمین شک نہین کہ اگر کوئی مرد اپنی منکوحہ کی طلاق محتسب کے دل کی کسی صفت پر مشروط کرے مثلاً ارادہ یا غصہ وغیرہ پر اور وہ صفت اُسکے دل مین پائی جاے مگر زوجین کو بتلانے سے عاجز ہو اور یہ جانتا ہو کہ طلاق پڑگئی تو جب مرد کو عورت سے مجامعت کرتے دیکھے تو زبان سے اُسکو منع کرے کیونکہ واقع مین یہ زنا ہی مگر زانی کو علم نہین کہ یہ زنا ہی اور محتسب کو معلوم ہی کہ تین طلاقین پڑگئین اور چونکہ زوجین صفت کے موجود ہونے سے جاہل رہنے کے سبب عاصی نہین تو اس سے یہ نہین نکلتا کہ یہ صحبت منکر نہو کیونکہ یہ صورت مجنون کی زنا سے کم کسی طرح نہین اور ہم نے بیان کردیا کہ مجنون بھی زنا سے منع کیا جاے حاصل یہ ہی کہ جب ایسی بات سے منع جائز ہوا جو خداے تعالی کے نزدیک منکر ہو گو فاعل کے نزدیک منکر نہو اور نہ وہ اُس فعل سے بسبب عذر جہالت کے عاصی ہو تو اسکے عکس سے یہ لازم آتا ہی کہ جو بات خداے تعالی کے نزدیک منکر نہین اور صرف فاعل کے نزدیک جہالت کی وجہ سے منکر ہی تو اُس سے منع نکیا جاے اور یہی ظاہر تر ہی واللہ اعلم تو اس سے یہ حاصل ہوتا ہی کہ حنفی شافعی پر بدون ولی کے نکاح کی صورت مین اعتراض نکرے اور ایک شافعی دوسرے پر اس باب مین اعتراض نکرے اسلیے کہ محتسب اور محتسب علیہ دونون کا اتفاق ہی کہ یہ امر منکر ہی اور یہ مسائل فقہی دقیق ہین اور انمین احتمالات ہین ایک دوسرے کے معارض ہین ہمنے فتوی انمین اُسی بات پر دیا ہی جو ہمارے نزدیک فی الحال راجح پائی گئی اور ہم یہ بھی یقینا نہین کہتے کہ ان امور مین جو دوسرا حکم دے وہ خواہ مخواہ خطا ہی ہی یعنے اگر وہ یہ سمجھے کہ احتساب اُسی صورت مین چاہیے جو قطعاً معلوم ہو اور اس طرف بھی بہت لوگ گئے ہین اُنکا یہی قول ہی کہ صحبت ایسی ہی چیزون مین چاہیے جیسے شراب اور سور اور دوسری یقینی حرام چیزین ہین لیکن ہمارے نزدیک قریب بصواب یہی ہی کہ مجتہد کے حق مین اجتہاد اثر کرتا ہی کیونکہ یہ نہایت بعید معلوم ہوتا ہی کہ ایک شخص قبلہ مین اجتہاد کرے اور دلالات ظنی کی رو سے اپنے نزدیک قبلہ کا ایک سمت معین مین ہونیکا اقرار بھی کرے پھر قبلہ کو پشت کرکے نماز پڑھے اور اُسکو منع نہ کیا جاے اسوجہ سے کہ دوسرے کے ظن مین غالبا پشت کرنا ہی صواب

ہو جن لوگون کی یہ راے ہو کہ ہر مقلد کو اختیار ہو کہ مذاہب مین سے جو چاہے پسند کرلے اُنکا کچھ اعتبار نہین
اور غالباً کسی کا مذہب سرے سے یہ ہوگا بھی نہین اور اگر ہو تو وہ معتبر نہین - اب اگر یہ کہ جب حنفی پر
شافعی نکاح بلا ولی مین اعتراض نہین کرسکتا اس نظر سے کہ وہ نکاح حنفی کے نزدیک حق ہو تو چاہیے
کہ معتزلی جو یہ کہتے ہین کہ خدا تعالیٰ کا دیدار نہوگا اور خیر اللہ سے ہو اور شر اُس سے نہین اور کلام اللہ مخلوق ہو
اُنپر بھی اعتراض نہ کیا جائے اور نہ حشوی پر اعتراض ہو جو کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ جسم و صورت رکھتا ہو
اور عرش پر مستقر اور ثابت ہو بلکہ فلسفی پر بھی اعتراض نہ چاہیے جو یہ کہتے ہین کہ اجسام کا بعث نہوگا
بلکہ نفوس اُٹھینگے اسلیے کہ اُنکا اجتہاد اسی کا مقتضی ہوا اور وہ اپنے گمان مین اسکو حق خیال
کرتے ہین اور اگر یہ جواب دو کہ ان فرقون کے مذہب کا بطلان ظاہر ہو تو جو مذہب مخالف نص
حدیث کے ہو اُسکا بطلان بھی ظاہر ہو پھر جیسے ظاہر نصون سے خدا تعالیٰ کا دیدار ثابت ہو اور
معتزلی اُسکا انکار تاویل سے کرتے ہین اسی طرح وہ مسائل بھی ظاہر نصون سے ثابت ہین جنمین
حنفی خلاف کرتے ہین جیسے مسئلۂ نکاح بلا ولی اور ہمسایگی کے شفعہ وغیرہ کا ہو تو پھر تخصیص اعتراض
نہ کرنے کی حنفی کیا وجہ ہوگی تو اُسکا جواب یہ ہو کہ مسائل دو طرح کے ہین ایک وہ کہ اُنمین کہہ سکتے ہین کہ ہر مجتہد
صواب پر ہو اور وہ احکام افعال کے ہین حلت اور حرمت کے باب مین اور یہ مسائل ایسے ہین
کہ مجتہدین پر اُنکے باب مین اعتراض نہین کیا جاتا اسلیے کہ اُنکی خطا یقیناً معلوم نہین بلکہ ظنی ہو
اور دوسری طرح کے وہ مسائل ہین جنمین ایک مجتہد کے سوا دوسرا حق پر نہین ہو سکتا جیسے مسئلۂ دیدار الٰہی
اور تقدیر کا اور کلام الٰہی کے قدیم ہونے کا اور اللہ تعالیٰ کی صورت اور جسمیت اور عرش پر مستقر ہونے کی
نفی کا یہ مسائل اس قسم کے ہین کہ خطا کرنے والے کی خطا قطعاً معلوم ہو جاتی ہو اور اُسکی خطا
جو جہالت محض ہو معتبر نہین رہتی اس تقریر سے یہ معلوم ہوا کہ سب بدعتیون کی بالکلیہ جڑ کاٹنی
چاہیے اور بدعتیون پر اُنکی بدعت کا انکار کرنا چاہیے گو اُنکے عقیدے مین حق ہو جیسے یہود اور
نصاریٰ کا کفر نہین مانا جاتا حالانکہ اُنکے اعتقاد مین وہ حق ہو اسلیے کہ ان لوگون کی خطا قطعاً
معلوم ہو بخلاف اُس خطا کے جو مسائل اجتہادی مین ہو کہ وہ ظنی ہو نہ قطعی - اب اگر یہ کہو کہ
جب تم قدری شخص پر اعتراض کروگے اُسکے اس کہنے پر کہ شر خدا تعالیٰ کی جانب سے نہین تو وہ
بھی تمپر اعتراض کریگا تمہارے اس قول پر کہ شر خدا تعالیٰ کی جانب سے ہو یا اس کہنے پر کہ اللہ تعالیٰ
کا دیدار ہوگا یا اور اسی طرح کے مسائل پر کیونکہ بدعتی اپنے عندیہ مین حق پر ہو اور حق والا اُسکے
عندیہ مین بدعتی ہو اور ہر کوئی دعویٰ یہی کرتا ہو کہ مین حق پر ہون اور اپنا بدعتی ہونا نہین مانتا

تو حسبت کیسے تمام ہوگی تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہم اس تعارض کے سبب سے کہتے ہین کہ جس شہر مین وہ بدعت ہوئی ہو اُسکو دیکھنا چاہیے اگر بدعت کم ہو اور لوگ سب اہل سنت ہون تو اُنکو اُس بدعت پر حسبت واجب ہے بدون سلطان کی اجازت کے اور اگر شہر مین دو فریق ہون اہل بدعت بھی اور اہل سنت بھی اور بدعت پر اعتراض کرنے سے احتمال دونون فریق کے مقابلہ اور بلوہ پر دازی کا ہو تو اس صورت مین ہر کسی کو حسبت کرنی سب مذہبون مین درست نہین لیکن بادشاہ کے اذن سے درست ہے یعنے جب بادشاہ مذہب حق رکھتا ہو اور اُسکی تائید کے لیے ایک شخص کو اجازت دے کہ بدعتیون کو اظہار بدعت سے منع کرے تو اُسکو حسبت جائز ہے اُسکے سوا دوسرے کو جائز نہین اسلیے کہ حسبت بادشاہ کے حکم سے ہوگی اُسکا مقابلہ کوئی نکریگا اور جو رعیت مین سے کوئی شخص کریگا تو اُسمین مقابلہ اور بلوہ ہوگا۔ حاصل یہ کہ اور منکرات کی نسبت سے بدعتون مین حسبت زیادہ ضروری ہے مگر اُسمین جو تفصیل ہمنے مذکور کی ہے اسکا لحاظ رکھنا چاہیے تاکہ تو بت مقابلہ اور فتنہ کی نہو بلکہ اگر سلطان مطلق اجازت دیدے کہ جو شخص تصریح سے کہے کہ قرآن مجید مخلوق ہے یا اللہ تعالے کا دیدار نہوگا یا وہ عرش سے لگا ہوا ہے یا اُسکے سوا اور بدعت زبان سے نکالے اُسکو منع کرنا چاہیے تو اُس صورت مین ہر کسی کو منع کرنا پہونچتا ہے اور اُسمین مقابلہ کی صورت واقع نہوگی بلکہ مقابلہ صرف اُسی صورت مین ہوتا ہے کہ سلطان کی اجازت نہو

تیسرا رکن حسبت کا محتسب علیہ ہے جسپر حسبت کیجائے اُسکی شرط یہ ہے کہ ایسی صفت کا ہو کہ فعل ممنوع اُسکے حق مین منکر ہو جائے اور غالبًا یہ کہنا کافی ہے کہ انسان ہو اور مکلف ہونا شرط نہین چنانچہ ہم بیان کر چکے ہین کہ اگر لڑکا شراب پیے تو اُسکو بھی منع کیا جائے گو مکلف نہوا ہو ورنہ یہ شرط ہے کہ ممیز دار ہو کیونکہ دیوانہ کے باب مین ہمنے بیان کیا ہے کہ اگر وہ مجنون عورت یا چوپایہ سے زنا کرے تو اسکو منع کرنا چاہیے ہان بعض افعال ایسے ہین جو دیوانہ کے حق مین منکر نہین جیسے نماز نہ پڑھنا اور روزہ نہ رکھنا وغیرہ مگر ہم اختلاف تفاصیل کی طرف التفات نہین کرتے اسلیے کہ اسمین تو تقسیم اور مسافر اور بیمار اور تندرست کا حکم بھی جدا جدا ہے ہماری غرض اُس صفت کے بتلانے سے ہے جس سے اصل انکار محتسب علیہ پر متوجہ ہوتا ہے نہ یہ کہ تفصیل کے بموجب توجہ انکار کو بیان کریں اب اگر یہ کہو کہ انسان کی شرط کیون لگاتے ہو اسی پر اکتفا کرو کہ محتسب علیہ حیوان ہو اسلیے کہ اگر کوئی چوپایہ کسی شخص کی کھیتی خراب کرے تب بھی تو ہم اُنکو منع کرینگے جیسے مجنون کو زنا سے اور چوپایہ کی صحبت سے منع کرتے ہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ چوپایہ کو کھیت سے منع کرنے کا نام حسبت کے

کوئی وجہ نہین اسلیے کہ حسبت کی تعریف یہ ہی کہ کسی کو حق اللہ کی جہت سے امر منکر سے منع کرنا تاکہ وہ ارتکاب منکر سے محفوظ رہے اب مجنون کو زنا سے منع کرنا اور لڑکے کو شراب خواری سے منع کرنا حق اللہ کی جہت سے ہی اور کوئی آدمی غیر کی زراعت تلف کرے تو دو حقوق کی جہت سے منع کیا جاے کہ ایک تو یہ کہ خود اسکا فعل معصیت ہی دوسرا جسکا مال تلف کرتا ہی اسکا حق ہی تو دونون علیتین ایک دوسرے سے علیحدہ ہین ان علتون مین سے جونسی علت پائی جائیگی منع ثابت ہوگا مگر حسبت وہی منع کرنا ہی جو حق اللہ کی جہت سے ہو پس اگر فرض کرین کہ کوئی شخص دوسرے کا ہاتھ اسکی اجازت سے کاٹتا ہی تو یہان معصیت تو پائی مگر دوسرے کا حق اسکی اجازت کے سبب سے ساقط ہوگیا پھر بھی حسبت ثابت ہی کہ حق اللہ کی جہت سے منع ثابت ہوگا اور چوپایہ اگر کھیت تلف کرے تو یہان معصیت نہین حق غیر ہی اسلیے منع ہوگا حسبت نہوگی اور اسمین ایک اور دقیقہ ہی وہ یہ کہ ہماری غرض کھیت مین سے چوپایہ کے نکالنے سے یہ نہین ہوتی کہ وہ اس حرکت سے باز رہے بلکہ مسلمان کے مال کی حفاظت منظور ہوتی ہی کیونکہ مثلاً چوپایہ اگر مردار کھائے یا اس برتن سے پانی پیے جسمین شراب ہی تو اسکو ہم نہین روکتے اگر اسکا باز رکھنا مقصود ہوتا تو ان صورتون مین بھی منع کرتے بلکہ شکاری کتون کو مردہ جانور کھلانا جائز ہی تو پھر انکا باز رکھنا مقصود کہان رہا البتہ مسلمان کا مال اگر ضائع ہونے کو ہو اور ہم بدون مشقت اسکو بچا سکتے ہین تو ہم پر اسکا بچانا واجب ہی بلکہ اگر کسی کا گھڑا اوپر سے گرے اور نیچے کسی کا قرابہ رکھا ہو تو قرابہ کے بچانے کے لیے گھڑے کو دفع کرینگے نہ یہ گھڑے کو گرنے سے منع کرتے ہین کہ قرابہ کو نہ توڑے اور مجنون کو جو چوپایہ کی صحبت سے اور شراب پینے سے منع کرتے ہین یا لڑکے کو ان حرکات سے منع کرتے ہین تو یہ غرض نہین ہی کہ چوپایہ محفوظ رہے یا شراب نہ ضائع ہو بلکہ منظور یہ ہی کہ مجنون اور لڑکا ان افعال سے محفوظ رہے اس لحاظ سے کہ انسان ذی حرمت ہین انکو ان افعال شنیعہ سے حتے الوسع بچانا چاہیے تو یہ باریک لطیفے ہین جنکو اہل تحقیق ہی سمجھتے ہین انسے غفلت کرنی نہ چاہیے پھر جن افعال مین کہ لڑکے اور مجنون کا بچانا واجب ہی انمین بحث ہی یعنے تردد ہوتا ہی کہ حریر پہننے وغیرہ مین بھی انکو منع کرنا چاہیے کہ نہین تو اس بحث کی طرف ہم ثالث مین اشارہ کرینگے انشاء اللہ تعالے۔ اب اگر یہ کہو کہ جو شخص چوپایون کو کسی کے کھیت مین چھوڑا ہوا دیکھے تو اسپر انکا نکالنا واجب ہی یا نہین یا جو کوئی کسی مسلمان کا مال معرض تلف مین دیکھے اسپر اسکی حفاظت واجب ہی کہ نہین اگر یہ کہو کہ واجب ہی تو یہ ایک مشقت سخت ہی اسکے یہ معنے ہین کہ

آدمی عمر بھر دوسرے کا مشیر ہو جائے اور اگر یہ کہو کہ واجب نہیں تو پھر جو شخص دوسرے کا مال چھینتا ہو
اُسپر حسبت کیون واجب ہو اسمین بھی تو مال غیر ہی کی رعایت ہی تو اسکا جواب یہ ہو کہ یہ بحث دقیق
اور غامض ہو قول مختصر اس باب مین یہ ہو کہ جب آدمی دوسرے کا مال تلف سے محفوظ رکھنے پر
ایسی طرح قادر ہو کہ نہ بدن کو کچھ مشقت ہو نہ اُسکے مال مین یا جاہ مین کچھ گھٹی آتی ہو تو اُسپر دوسرے
کے مال کی حفاظت واجب ہی اور مسلمان کے حقوق مین اسقدر وجوب کیا بعید ہی تو یہ درجات حقوق
مین سے کمتر رتبہ ہی حقوق مسلمانون کے جن دلیلون سے واجب ہین وہ بہت سی ہین اور ادنی
مرتبہ یہ ہی کہ جب اپنا کسی طرح کا نقصان نہوتا ہو تو دوسرے کا مال ضائع ہونے سے بچاوے
اور جواب سلام کے واجب ہونے کی نسبت کر اسکا واجب ہونا اولی ہی کیونکہ سلام کے جواب نہ دینے
مین اتنی ایذا نہین ہوتی جتنی اسصورت مین ہوتی ہی بلکہ باتفاق ثابت ہی کہ جب کسی آدمی کا مال
کسی ظالم کے ظلم سے ضائع ہوتا ہو اور دوسرے کے پاس شہادت ایسی ہو کہ اگر اُسکو بیان کردے
تو حق اُسکا اُسکو ملجاوے تو اُسپر شہادت دینی واجب ہوتی ہی شہادت کو چھپائیگا تو عاصی ہوگا
اور جیسی شہادت ہی ویسی ہی اور باتین ہین جنسے دوسرے کا بھلا ہوا اور اپنا کچھ نقصان نہو
ہان جسصورت مین کہ مال کی حفاظت مین اُسپر کچھ مشقت یا نقصان مال اور جاہ مین ہوتا ہو تب
اُسکو ضرور نہین کہ دوسرے کے مال کی حفاظت کرے کیونکہ جیسے دوسرے کے حق کی رعایت اُسپر
ہی ویسے ہی اپنے بدن اور جاہ و مال کی منفعت کی رعایت اُسکے ذمہ ہی تو کچھ ضرور نہین کہ اپنے
نفس کو دوسرے پر فدا کرے ہان ایثار کرے تو مستحب ہی اور مسلمانون کی خاطر سختیون کا جھیلنا
ثواب ہی مگر یہ نہین کہ واجب ہو اس سے یہ نکلا کہ اگرچہ پالیون کے نکالنے مین کھیت کے اندر سے
اُسکو مشقت ہوتی ہو تو اس باب مین سعی لازم نہین لیکن اگر مشقت نہ پڑتی ہو صرف مالک خواب سے
جگا دینا یا اطلاع کرنا پڑتا ہو تو یہ اُسپر لازم ہی کیونکہ آگاہ نہ کرنا ایسا ہی ہی جیسا قاضی کے سامنے گواہی
کا نہ دینا پس جائز نہین کہ اُسکو ترک کرے اور یہ ممکن نہین کہ اس باب مین قلت اور کثرت کا لحاظ
کیا جاوے اور یون کہا جاوے کہ اگر بہائم کے نکالنے مین نکالنے والے کا مثلاً ایک درم کا نقصان
ہوتا ہو اور کھیت والے کا زیادہ تو کھیت والے کی جانب کو ترجیح ہوگی - کیونکہ نکالنے والا اپنے ایک
ہی درم کی حفاظت کا اتنا مستحق ہی جتنا ہزار والا ہزار کی حفاظت کا ہی پھر کیسے کہہ سکتے ہین کہ زیادہ
نقصان والے کی جانب کو ترجیح ہوگی - اور جسصورت مین کہ مال کا فوت ہونا معصیت کے طریق سے ہو
جیسے غصب یا دوسرے غلام کو مار ڈالنا تو اسمین اگر منع کرنے والے کو کچھ مشقت بھی پڑے تب بھی

منع کرنا واجب ہو کیونکہ مقصود حق شرع ہی اور غرض معصیت کا دور کرنا ہی اور انسان پر لازم ہی کہ معاصی کے دور کرنے مین اپنے نفس کو مشقت مین ڈالے جیسے یہ لازم ہی کہ خود معاصی کو ترک کرنے سے مشقت اُٹھائے اور کوئی معصیت ایسی نہین جسکے چھوڑنے مین مشقت نہو بلکہ طاعت کا میل نفس کی مخالفت ہی جو نہایت درجہ کی مشقت ہی پھر اسپر یہ ضرور نہین کہ ہر طرح کی ضرر کو برداشت کرے بلکہ اس باب مین تفصیل وہی ہی جسکو ہم محتسب کے بیان مین لکھ آئے ہین اور فقہا مین دو مسئلون مین اختلاف ہی جو ہمارے اس مدعا کے مناسب ہین اول یہ کہ پڑی چیز کا اُٹھانا واجب ہی یا نہین کہ یہان لقطہ تو مال ضائع ہونے والا ہی اور اُٹھانے والا اُسکو تلف سے روکتا ہی اور اُسکی حفاظت مین ساعی ہی اور جواب شافی اس مسئلہ کا ہمارے نزدیک اس تفصیل سے ہی کہ اگر لقطہ ایسی جگہ مین ہو کہ اگر وہان چھوڑ دیگا تو تلف نہوگا بلکہ جسکا ہوگا وہی اُٹھائیگا یا پڑا رہیگا مثلاً کسی مسجد یا رباط مین پڑا ہی جہان معین آدمی آتے ہین اور سب ایماندار ہین تو اسصورت مین اُسکو اُٹھانا لازم نہین اور اگر اُسکے ضائع ہونے کا احتمال ہو تو دیکھنا چاہیے کہ اگر اُسکی حفاظت مین مشقت ہوتی ہو مثلاً لقطہ کوئی جانور ہو کہ اُسکا دانہ چارہ اور باندھنے کی جگہ چاہیے تب بھی اُسکو اُسکا لینا لازم نہین اسلیے کہ پائی چیز کا لینا صرف مالک کی حق کی محبت سے ہی کہ وہ انسان ذی حرمت ہی اور لینے والا بھی چونکہ انسان ہی ہی تو وہ اس بات کا مستحق ہی کہ دوسرے کے لیے اپنے آپ وبال مین نہ پڑے جیسے دوسرے کو اپنی خاطر مشقت مین نہ ڈالنا اُسکو لازم ہی اور اگر افتادہ چیز سونا یا کپڑا یا اور کوئی ایسی چیز ہو جسکی حفاظت مین کوئی مشقت اسکے سوا نہو کہ برس دن تک اُسکا ذکر کیا کرے تاکہ مالک اپنی چیز لیجائے تو اس باب مین دو قول ہین کچھ تو یہ کہتے ہین کہ برس روز تک ذکر کرنا اور اُسکی شرطون کا بجالانا بڑی تکلیف ہی اسصورت مین اُٹھا لینے کو آدمی پر لازم کر دینا تو ہو نہین سکتا ہان اگر تبرعاً اُٹھالے اور ثواب کے طلب کے لیے ذکر کرنا اپنے اوپر خود لازم کرلے تو ہو سکتا ہی اور کچھ یون کہتے ہین کہ اسقدر مشقت حقوق مسلمانون کے لحاظ سے بہت کم ہی اسکو ایسا سمجھنا چاہیے جیسے گواہ قاضی کی مجلس مین جانے کی مشقت اُٹھاتا ہی کہ اُسکو دوسرے شہر مین گواہی کے لیے سفر کرنا لازم نہین بجز اسکے کہ سلوک کے طریق سے مدعی پر احسان کرے لیکن اگر قاضی کی کچہری اُسکے پاس ہی تو جانا لازم ہی اور یہ چند قدم کی مشقت گواہی دینے اور اداء امانت کے سامنے کچھ مشقت شمار نہین ہوتی اور اگر کچہری شہر کے دوسرے کنارہ ہو اور دوپہر مین شدت گرمی کے وقت جانا پڑے تو ایسی صورت مین البتہ تامل ہی کہ جانا لازم ہی یا نہین کیونکہ نقصان جو غیر کے حق کی حفاظت مین

آدمی کو ہوتا ہی اُسکی ایک طرف تو کمی کی ہی کہ بلاشک اتنے نقصان کی پروا نہین کیا کرتا اور ایک طرف کثرت کی ہی کہ بلاشبہ اُسکو اسقدر کی برداشت لازم نہین اور ایک وسط ہی جسمین دونون طرف کی کشاکشی ہوتی ہی اور ہمیشہ معرض شبہہ اور تامل مین رہتا ہی اور یہ شبہات دیرینہ مین سے ہی جنکا دور کرنا آدمی کی طاقت مین نہین کیونکہ کوئی وجہ ایسی نہین ہوتی جس سے اُنکے اجزا متشابہ کو جدا کر سکین مگر متقی آدمی ایسے محل مین اپنے نفس کا خیال رکھتا ہی اور شک کی چیز کو چھوڑ کر یقینی کو اختیار کرتا ہی یہ امر اس قاعدہ مین نہایت تحقیق ہی

چوتھا رکن خود احتساب ہی اور اُسکے چند درجے اور کچھ آداب ہین درجے تو اس ترتیب سے ہین کہ اول منکر کی علامات کا ڈھونڈھنا پھر آگاہ کرنا پھر منع کرنا پھر وعظ و نصیحت کرنا پھر گالی اور درشتی سے پیش آنا پھر ہاتھ سے منکر کو بگاڑ دینا پھر مار پیٹ سے دھمکانا پھر زدوکوب کرنا پھر ہتھیار کھینچنا پھر مددگار اور طرفداروں سے پشتی لینی اور جتھے اکٹھے کرنے پہلا درجہ تعریف کہلاتا ہی یعنی اس بات کا جویا ہونا کہ منکر ہو رہا ہی اور یہ ممنوع ہی اسلیے کہ یہ تجسس ہی جسکو ہم بیان کر چکے ہین تو یہ نہ چاہیے کہ دوسرے کے مکان مین کان لگاوین تاکہ آواز باجون کی سُنے یا سونگھے تاکہ شراب کی بو معلوم ہو یا دوسرے کے کپڑے ٹٹولے تاکہ مزمار پہونچانا پڑے اگر کپڑے کے اندر ہو یا کسی کے ہمسایون سے پوچھے کہ اُسکے گھر مین کیا ہوا کرتا ہی ہان اگر دو مرد عادل بدون اُسکے پوچھنے کے ابتداءً خبر دین کہ فلان شخص اپنے گھر مین شراب پی رہا ہی یا شراب پینے کے واسطے رکھی ہی تو اُسوقت اُسکو جائز ہی کہ اُسکے گھر مین چلا جاے اذن لینا اُسپر لازم نہین اور دفع منکر کے لیے دوسرے کے ملک مین جانا ایسا ہوگا جیسا منع کرنے مین زدوکوب سے اُسکا سر توڑنا بشرطیکہ اُسکی ضرورت ہو اور اگر دو غلامون یا ایک عادل نے غرضکہ ایسے شخصون نے جنکی گواہی مقبول نہین منکر کی خبر دے تو ایسی صورت مین اُسکے گھر پر چڑھ جانے کے جواز مین تامل ہی اور بہتر یہی ہی کہ نہ جائے اسلیے کہ اسکا حق ہی کہ کوئی اُسکے مکان مین بدون اُسکی اجازت کے نہ جائے اور جو حق مسلمان کا کسی چیز مین ثابت ہو جاتا ہی وہ بدون دو گواہون کے ساقط نہین ہو سکتا اور صورت معروضہ مین چونکہ گواہی پوری نہین تو بہتر یہی ہی کہ اسکا حق بھی ساقط ہو اور کہتے ہین کہ حضرت لقمان کی انگوٹھی پر یہ کندہ تھا کہ معاینہ کی ہوئی چیز کا چھپانا بہتر ہی گمان کی چیز کے فاش کرنے سے۔ دوسرا درجہ آگاہ کرنا ہی کیونکہ منکر کا مرتکب کبھی ارتکاب اسی وجہ سے کرتا ہی کہ اُسکو یہ نہین معلوم ہوتا کہ یہ امر منکر ہی اور جب جان لیتا ہی کہ منکر ہی تو اُسکو ترک کرتا ہی مثلاً دیہاتی آدمی نماز پڑھتا ہی اور رکوع سجدہ اچھی طرح نہین کرتا تو یہی جانا جاتا ہی

کہ اسکو معلوم نہین کہ اسطرح پڑھنے سے نماز نہین ہوتی اور اگر وہ نماز کے نہ ہونے ہی پر راضی ہوتا تو سرے سے نہ پڑھتا اتنی محنت وضو وغیرہ کی کیون اٹھاتا تو اسکو نرمی سے بدون سختی کے آگاہ کردینا واجب ہی اور نرمی کی وجہ یہ ہی کہ آگاہ کرنے کے ضمن مین دوسرے کو جہل و حماقت کی طرف نسبت کرنا ہی اور اسمین آدمی کو ایذا ہوتی ہی اور ایسے آدمی کم ہوتے ہین کہ امور سے جاہل کہلانے پر راضی ہون خصوص شرع سے جاہل کہلانے پر تو اور بھی راضی مین ہوتے اور اسی لیے تم دیکھتے ہو کہ جس شخص پر غصہ غالب ہوتا ہی جب خطا اور جہل پر آگاہ کیا جاتا ہی تو کیسا بھڑکتا ہی اور حق کو جان بوجھکر کیسا انکار کرتا ہی اس طور سے کہ کہین جہالت کی قلعی نہ کھلجاے اور طبیعتین جہالت کی عیب چھپانے کی زیادہ حریص ہین بہ نسبت بول و براز کے مقامات کے چھپانے کے اسلیے کہ جہالت نفس کی بدصورتی اور اسکے چہرے کی سیاہی ہی اور اسپر لوگ جاہل کو برا کہتے ہین اور بول و براز کے مقامون کی برائی بدن کی صورت کی برائی ظاہر کرتی ہی اور چونکہ نفس بدن سے اشرف ہی اور اسکا بدصورت ہونا بھی بدن کی بدصورتی سے برا ہی علاوہ ازین بدن کی بدصورتی پر کوئی ملامت نہین کرتا اسوجہ سے کہ بدن کی پیدائش اپنے اختیار مین نہین اور نہ اسکی بدصورتی کا دور کرنا اور اچھی صورت بنالینا اپنے اختیار مین ہی اور جہالت ایسی بدصورتی ہی کہ اسکا دور کرنا اور علم کے حسن سے اسکو بدل لینا اختیاری بات ہی تو اسی لیے جب انسان کا جہل ظاہر ہوتا ہی تو اسکو بڑا رنج ہوتا ہی اور علم کے سبب سے اول تو آپ ہی بہت خوش ہوتا ہی پھر جب اسکے علم کا جمال دوسرے پر ظاہر ہوتا ہی تو زیادہ تر لذت پاتا ہی - اور ازانجاکہ آگاہ کرنا جہل کے عیب کو ظاہر کرتا ہی اور ازانجا اسکا دل کی ایذا ہی تو اسی لیے اس ایذا کے دور کرنے کی تدبیر یہی ہی کہ آگاہی نرمی سے کیجاے مثلاً مذکور سے یون کہا جاے کہ بھائی آدمی پڑھا پڑھایا پیدا نہین ہوتا ہم بھی نماز کے مسائل سے جاہل تھے مگر علمانے ہمکو بتلا دیے اور ایسا معلوم ہوتا ہی کہ تمھارے گانون مین کوئی عالم نہین یا اسکا عالم نماز کی شرح اور توضیح سے قاصر ہی ہمکو علمانے یون سکھایا ہی کہ نماز مین رکوع اور سجدہ کے اندر اطمینان حاصل ہونا شرط ہی بدون اسکے نماز نہین ہوتی تم بھی اسکو یاد کرلو اور اسی طرح اسکے ساتھ نرمی برتے تاکہ آگاہی بدون ایذا کے حاصل ہو کہ ایذا دینا مسلمان کا حرام ہی اور ممنوع جیسے اسکو منکر پر جبراً منع کرنا ممنوع ہی اور ایسا غافل کوئی نہین جو خون کو خون سے یا پیشاب سے دھووے تو جو کوئی منکر پر سکوت کرنے کے خطرے سے اجتناب کرکے آگاہ ایسی طرح کریگا کہ اس مسلمان کو ایذا ہو باوجودیکہ ایذا کی ضرورت نہو تو وہ خون کو خون سے یا پیشاب سے دھویگا

اور چاہیے یون کہ پانی سے دھووے کہ کسی طرح کا دھبا یا نجاست نہ رہے۔ اور جب دوسرے کی خطا امر دین کے سوا کسی اور بات مین ظاہر ہو تو اُسکو رد کرنا نہ چاہیے اسلیے کہ وہ تم سے بات کی بات سیکھیگا اور دشمن ہو جائیگا ہان جب یہ جانو کہ وہ شخص علم کو غنیمت جانیگا تو کچھ مضائقہ نہین اور ایسا شخص نہایت کمیاب ہی۔ تیسرا درجہ وعظ و نصیحت سے منع کرنے کا اور خدا ے تعالے کا خوف دلانے کا ہی اور یہ اُن لوگون کے لیے ہی جو منکر کو منکر جانکر اُسکے مرتکب ہون یا اُسپر اصرار کرین جیسے کوئی شخص شراب خواری یا ظلم یا مسلمانون کی غیبت یا اور ایسی ہی بات پر مداومت کرے تو اُسکو نصیحت کرنا چاہیے اور خدا ے تعالے اسے ڈرانا چاہیے اور اُسکے سامنے وہ حدیثین پڑھنی چاہئین جنمین اُن افعال کے مرتکب پر وعید آئی ہی اور اکابر سلف کی عادت اور متقیون کی عبادت کا حال سنانا چاہیے اور یہ سب باتین شفقت اور نرمی سے ہون درشتی اور غصہ سے نہون بلکہ اُسپر ترس کی نگاہ سے نظر کرنا اور اُسکی معصیت مین مبتلا ہونے کو اپنی مصیبت سمجھنا چاہیے اسلیے کہ سب انسان مثل ایک نفس کے ہین اور یہان ایک آفت بہت بڑی ہی اُس سے بھی احتراز ضرور ہی کہ وہ مہلک ہی یعنے عالم آگاہ کرنے کے وقت علم کی جہت سے اپنے نفس کو عزت والا اور دوسرے کے نفس کو جہل کے سبب سے ذلیل سمجھا کرتا ہی تو عجب نہین کہ آگاہ کرنے سے اُسکا مقصود یہی ہو کہ شرف علم سے اپنی شیخی اور امتیاز ظاہر کرے اور دوسرے کو منسوب بجہالت کرنے سے ذلیل ٹھہراوے تو اگر نیت یہی ہو تو یہ برائی اُس سے بڑھ کر ہی جسکے دور کرنے کے درپے ہی اور اُسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی اپنے آپ کو جلاکر دوسرے کو آگ سے بچائے اور یہ امر نہایت درجہ کی جہالت ہی اور اسی مین لوگون کے قدم لغزش کر جاتے ہین سخت ہولناک آفت ہی اور شیطان کا عجیب حال ہی کہ ہر کوئی اسمین پھنس جاتا ہی مگر جسکو اللہ تعالے اپنے نفس کے عیبون پر مطلع کر دیتا ہی اور نور ہدایت سے اُسکی چشم بصیرت کھول دیتا ہی وہ البتہ اس آفت سے محفوظ رہتا ہی ورنہ غیر پر حکومت کرنے مین دو وجہ سے بڑی لذت ہوتی ہی اول تو علم کا فخر اور دوسرے پر حکومت اور غلبہ کا ناز کہ اسکا انجام نمود اور طلب جاہ پر ہی اور یہ خواہش خفی ہی جسکا مقتضا شرک خفی ہوتا ہی لیکن اسکے امتحان کی ایک کسوٹی ہی محتسب کو چاہیے کہ اُس سے اپنے نفس کا امتحان کرلے اور اس آفت سے محفوظ رہے وہ یہ ہی کہ اُسکے نزدیک دوسرے شخص کا خود بخود منکر کو ترک کر دینا یا کسی دوسرے سے محتسب کے سمجھانے سے اُس برائی سے باز آنا اسکی نسبت کہ اچھا معلوم ہوتا ہو کہ میری ہی جہت سے رو براہ ہو پس اپنے نفس کو دیکھے اگر جہت کرنا اُسپر شاق اور گران ہوا اور یہ چاہتا ہو کہ کسی طرح

دوسرا شخص اسکو سمجھاتا تو مین بچ جاتا تب تو حسبت کرنی چاہیے کہ اسصورت مین حسبت کا سبب دین ہی اور اگر نفس مین یہ بات پاوے کہ وہ عاصی خاص میرے ہی وعظ سے منکر چھوڑے اور اپنی حسبت دوسرے کی حسبت سے محبوب جانے تو اسصورت مین وہ محتسب اپنی خواہش نفس کا متبع ہی اور حسبت کے ذریعہ سے جاہ کا حاصل کرنا اور ظاہر کرنا چاہتا ہی پس اللہ تعالے سے ڈرے اور پہلے اپنے نفس پر حسبت کرے اور ایسی ہی صورت مین اُسکو وہ خطاب ہوگا جو حضرت عیسی علیہ السلام کو ہوا تھا کہ اے ابن مریم پہلے اپنے نفس کو نصیحت کر اور جب وہ نصیحت مان لے تو لوگون کو نصیحت کر ورنہ مجھ سے حیا کر۔ اور حضرت داؤد طائی رح سے کسی نے کہا کہ یہ فرمائیے کہ اگر کوئی شخص ان امیرون کے پاس جائے اور امر معروف اور نہی منکر اُنکو کرے تو آپ کی کیا راے ہی آپ نے فرمایا کہ مجکو یہ مدر ہی کہ مبادا اسکے کوڑے نہ لگین سائل نے کہا کہ محتسب اس بات سے قوی ہی آپ نے فرمایا کہ مجکو اُسپر تلوار کا خوف ہی اُسنے کہا کہ وہ اس سے بھی زبردست ہی آپ نے فرمایا کہ مجکو اُسپر مرض مخفی شیخی کا ڈر ہی۔

چوتھا درجہ سخت و سست کہنے اور الفاظ درشت بولنے کا ہی اور اسکی ضرورت اُسوقت ہی کہ نرمی سے کام نہ چلے ورنہ جبتک نرمی سے کام نکلے سختی کی حاجت نہین بقول سعدی

چو کارے بر آید بہ لطف و خوشی	چہ حاجت بہ تندی و گردن کشی

غرضکہ جب نرمی سے منع کرنا نہ بن پڑے اور علامات اصرار ظاہر ہون اور وعظ و نصیحت سے تمسخر ہونے لگے تب سختی پر کاربند ہونا چاہیے جیسے حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا تھا اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ اور ہماری غرض الفاظ درشت سے یہ نہین کہ فحش بکے جسمین نسبت زنا یا اُسکے مقدمات کی ہو اور نہ یہ کہ جھوٹ بولے بلکہ یہ مقصود ہی کہ ایسے الفاظ سے اُسکو خطاب کرے جو فحش نہ گنے جاتے ہون جیسے یون کہنا کہ او جاہل او احمق او فاسق کیا تجکو خوف خدا نہین یا یون کہنا کہ او دیہاتی او مدہوش یا اور جو اسی قسم کا لفظ ہو کیونکہ جو بُرا کام کریگا وہ احمق اور جاہل ہی اگر بیوقوف نہوتا تو خدا ے تعالے کی نافرمانی کیون کرتا بلکہ جو صاحب کیاست نہین وہ احمق ہی اور صاحب کیاست وہ ہی جسکی کیاست کی شہادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیتے ہین چنانچہ ارشاد ہی اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْاَحْمَقُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ اور اس رتبہ کے دو باب ہین اول یہ کہ اسکو جہی اختیار کرے کہ نرمی سے سمجھانے سے عاجز ہو اور درشتی ہی کی حاجت پڑے دوسرے یہ کہ بیچ کے سوا کچھ نہ کہے اور زبان کو مطلق العنان نہ کردے کہ بہت سی باتین کہتا چلا جائے جنکی ضرورت نہو بلکہ مقدار حاجت پر اکتفا کرے اور اگر

جائے کہ میرے ان کلمات درشت کے کہنے سے وہ باز نہ آئیگا تب کچھ کہنا ہی نہ چاہیے بلکہ غصہ ظاہری اور اسکو حقیر جاننے اور معصیت کے سبب سے بیقدر سمجھنے پر کفایت کرے اور اگر جانے کہ اسکو اگر نصیحت کرونگا تو پٹونگا اور اگر تیوری چڑھاؤنگا اور نفرت ظاہر کرونگا تو نہین پٹونگا تو اسصورت مین فقط دل سے انکار کرنا کافی نہوگا بلکہ لازم ہوگا کہ اس سے منہ بگاڑے اور ترشروئی ظاہر کرے۔

پانچوان درجہ منکر کو ہاتھ سے بگاڑ دینے کا ہی اسطرح کہ مثلاً آلات لہو توڑ دے اور شراب کو بہادے اور حریر کو اسکے سر یا بدن سے اتار لے اور حریر پر بیٹھنے نہ دے اور دوسرے کے مال پر بیٹھنے سے ہٹا دے اور مکان مغصوب مین سے پانون پکڑ کر نکال دے اور حالت جنابت مین اگر مسجد مین بیٹھا ہو تو کان پکڑ کر نکال دے اور جو ایسی ہی صورتین ہون اور یہ درجہ بعض معصیتون مین تو ممکن ہی اور بعض مین نہین ہوسکتا مثلاً زبان اور دل کی معصیتون کا ہاتھ سے بگاڑ دینا نہین ہوسکتا اسی طرح جو معصیت کہ عاصی کی نفس پر اور اسکے اعضاء باطنی پر منحصر ہو سب کا یہی حال ہی۔ اور اس درجہ مین دو ادب ہین اول یہ کہ منکر کو اپنے ہاتھ سے اسی وقت بدلے جب منکر کے ترک سے اس معصیت کو بزور ترک نہ کرا سکے مثلاً جو شخص مکان مغصوب مین یا مسجد مین بحالت جنابت ہو تو اگر یہ ممکن ہو کہ دباؤ سے وہ خود چلا جائے تو اسکو دھکا دینا اور گھسیٹنا نہ چاہیے اسی طرح جبتک یہ ممکن ہو کہ دباؤ سے مجرم خود شراب گرادے اور آلات لہو توڑ ڈالے اور حریر کی سیون اودھیڑ دے تب تک محتسب کو یہ باتین اپنے ہاتھ سے نہ کرنی چاہئین اسلیے کہ توڑنے کی حد پر مطلع ہونے مین گونہ دشواری ہی تو جب اپنے آپ سے نہ کریگا تو اس باب مین اجتہاد کرنے سے بچا رہیگا اور مجرم کے خود توڑنے کی اس سے باز پرس نہوگی۔ دوسرا ادب یہ ہی کہ بگاڑنے مین مقدار حاجت پر کفایت کرے زائد از ضرورت کو روا نہ رکھے مثلاً باہر نکالنے مین مجرم کی ڈاڑھی یا پاؤن پکڑ کر نہ گھسیٹے جسصورت مین کہ ہاتھ پکڑ کر نکال سکتا ہو اسلیے کہ اس باب مین زیادتی ایذا کی کچھ ضرورت نہین یا حریر کے کپڑے کو اگر دیکھے تو اسکو چیر نہ ڈالے بلکہ اسکی سیونین اودھیڑ دے اور آلات لہو کو جلادے نہین بلکہ ایسی طرح توڑ دے کہ اس کام کے نہ رہین اور توڑنے کی حد یہ ہی کہ انکی مرمت مین اسی قدر مشقت پڑے جسقدر نیا بنانے مین ابتدائً ہوتی ہی اور صلیب جو نصاریٰ ظاہر کرین اسکو بھی جلانا نہ چاہیے توڑ دینا کافی ہی۔ اور شراب کے بہانے مین اگر کوئی تدبیر برتنون کے بچاؤ کی ہو تو برتن نہ توڑے اور اگر اسکے سوا اور کچھ نہ بن پڑے کہ پتھر مار کر برتنون کو توڑ ڈالے تو اسکو پتھر مارنا درست ہی اور برتنون کی قیمت شراب کے سبب سے ساقط ہوگئی کیونکہ شراب کے بہانے مین وہی حائل ہے

اگر شراب خوار بالفرض اپنے بدن سے شراب چھپاتا تو ہمکو شراب گرانے کے لیے اُسکے بدن کو بھی کرنا پڑتا تو برتن کچھ اُسکے نفس سے بڑھکر نہین کہ اُنکی قیمت ساقط ہو اور اگر شراب تنگ منہ کے شیشون مین ہو اور اگر ہر ایک کو بہاتا ہے تو دیر زیادہ لگتی ہے اور اس عرصہ مین بدکار اُسکو پکڑ پائینگے اور پھر بہانے نہ دینگے تو اُسکو جائز ہے کہ شیشے توڑ ڈالے کیونکہ یہ عذر ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ تو نہین کہ بدکار پکڑ پاوین مگر اُنکے بہانے مین دیر کے ہونے سے اپنے کامون مین حرج ہوتا ہو تو اس صورت مین بھی اُسکو توڑ ڈالنا شیشون کا درست ہے کیونکہ سپر پہ واجب نہین کہ اپنے بدن کا نفع اور دوسرے کام شراب کے برتنون کی خاطر تلف کردے اور جس صورت مین کہ شراب کا بہانا بدون برتن توڑنے کے ممکن نہ ہو تو اُسکے بلا عذر اُنکو توڑ ڈالا تو اُسپر تاوان آویگا یعنے صرف برتنون کی قیمت دینی پڑیگی۔ اب اگر یہ کہو کہ برتنون کا توڑنا تنبیہ اور زجر کے لیے درست کیون نہوا اسی طرح مکان مغصوب مین سے پانون پکڑکر کھینچنا کیون جائز نہین یہ صورت تو زجر مین زیادہ تر مبالغہ کی ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ زجر آیندہ کے لیے ہوتا ہے اور سزا گذشتہ پر ہوا کرتی ہے اور فی الحال کے منکر سے ہٹانا اور دفع کرنا ہوتا ہے تو رعیت کے لوگون کو بجز دفع کے اور کوئی اختیار نہین یعنے اگر منکر موجود پائین تو اُسکو معدوم کردین اور منکر کے معدوم کرنے کے سوا جو باتین ہین کہ وہ یا تو جرم سابق کی سزا ہوگی یا آیندہ کے جرم سے زجر ہوگا اور سزا اور زجر حاکمون کا کام ہے نہ رعیت کا اور حاکم اگر مصلحت ان امور مین دیکھے تو اسکو انکے کرنے کا اختیار ہے اور ہم بھی کہتے ہین کہ حاکم کو جائز ہے کہ برتنون کو زجر کرنے کے لیے توڑنے کا حکم دیدے اور یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین زجر کی تاکید کے لیے کی گئی تھی اور اُسکا منسوخ ہونا ثابت نہین ہان یہ البتہ ہے کہ اُسوقت حاجت زجر کی اور عادت بد کو چھوڑانے کی سخت تھی تو اب بھی اگر حاکم اپنے اجتہاد سے ویسی ہی حاجت دیکھے تو اُسکو بھی ویسا ہی کرنا جائز ہے اور چونکہ اسمین اجتہاد و تدقیق کا کام پڑتا ہے اسلیے زجر اور سزا رعیت کے اختیار مین نہین کی گئی۔ اب اگر یہ کہو کہ جس صورت مین رعیت کو ایسا اختیار نہین تو بادشاہ کو جائز ہونا چاہیے کہ لوگون کو معاصی سے زجر کرنے کے لیے اُنکے مال تلف کرڈالے اور جن مکانون مین وہ شراب پیتے ہین یا اور معصیت کرتے ہین اُنکو اجاڑ دے اور جو اموال کہ ذریعہ معاصی ہون اُنکو پھونک دے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہم چند زجر کے شریعت مین وارد ہونے کی جہت سے اسطرح کا زجر خارج از مصلحت تو نہین مگر ہم مصلحتون کو اپنی طرف سے ایجاد نہین کرتے بلکہ انہین کا اتباع پہلے لوگون کا کرتے ہین اور شدت حاجت کے وقت شراب کے برتنون کا توڑنا ثابت ہے اور بعد اُسکے شدت حاجت سے

نہ توڑنا پہلے حکم کا ناسخ نہین بلکہ حکم علت کے جاتے رہنے سے جاتا رہیگا اور جب علت موجود ہوگی حکم بھی پھر آویگا اور ہمنے امام کے لیے جو اُسکو جائز رکھا تو اتباع ہی کی جہت سے ہے اور رعیت کے لوگون کو اسلیے منع کیا کہ اسمین اجتہاد کی وجہ پوشیدہ ہے بلکہ ہم کہتے ہین کہ اگر اول شراب بہادیجاے تو اُسکے بعد اُسکے برتنون کا توڑنا جائز نہین کیونکہ اُنکا توڑنا صرف شراب کی تبعیت سے ہے اور جب وہ شراب سے خالی ہین تو اُنکا توڑنا مال کا تلف کرنا ہے لیکن اگر شراب مین رچے ہون کہ اُسکے سوا اور کسی قابل نہون تب البتہ توڑنے کا مضایقہ نہین کیونکہ فصل توڑنے کا جو قرن اول سے منقول ہے اُسکی دو وجہین تھین اول تو زجر کی حاجت شدید ہونی دوسرے برتنون کا شراب کے تابع ہونا جنمین وہ بھری ہوئی تھی تو توڑنے مین ان دون باتون کی تاثیر ہے اور یہ نہین ہوسکتا کہ ایک کو یا دونونکو حذف کردیا جائے اور دو وجہون کے سوا تیسری وجہ یہ ہے کہ اس فعل کا صدور صاحب امر کی راے سے ہوا اسلیے کہ اُسکو معلوم رہتا ہے کہ زجر کی حاجت شدید کب ہوتی ہے اور یہ وجہ بھی قابل لغو کرنے کے نہین پس ان دقائق فقہیہ کے پہچاننے کی محتسب کو قطعاً ضرورت پڑتی ہے پھٹا درجہ دھمکانا اور ڈرانا ہے جیسے یون کہے کہ اس کام کو ترک کر ورنہ تیرا سر توڑدونگا یا دھولین لگاؤنگا یا کسی سے پٹوادونگا یا اور اسی طرح کے الفاظ اور چاہیے کہ واقعی زدوکوب سے ان الفاظ سے بشرط امکان پہلے کہدیا کرے اور اس درجہ مین ادب یہ ہے کہ جس بات کو کرنہ سکے اُس سے دھمکاوے بھی نہین مثلاً یون کہنا کہ تیرے مکان لوٹ لونگا یا تیرے لڑکے کو پٹوونگا یا تیری بی بی کو قید کرونگا اور جو باتین اسکے مثل ہون بلکہ ایسے الفاظ اگر بخیۂ ارادہ سے کہیگا تب تو حرام ہین اور بدون پختہ ارادہ کے جھوٹ ہین ہان اگر عامی ان دھمکیون کو کچھ نہ سمجھے تو ایسی باتون پر اُس درجہ تک پختہ ارادہ کرنا چاہیے جہان تک کہ مقتضاے حال اور مصلحت وقت ہو اور محتسب کو جائز ہے کہ جتنا اُسکا قصد باطن مین ہو وعید مین اُس سے کچھ بڑھاکر کہے بشرطیکہ یہ جانے کہ اسطرح کا وعید اُس جرم کی زجر کھو دیگا اور مجرم کو قرار واقعی روک دیگا اور یہ زیادہ اُس جھوٹ مین نہین ممنوع ہے بلکہ ایسی باتون مین مبالغہ کا دستور ہے اور اس مبالغہ کو ایسا جانے جیسا کوئی شخص دو آدمیون مین صلح کرانے کو مبالغہ سے کہہ دے یا دو ستونسے اُنکی سی بات مبالغہ کے طور پر کہدے اور اسقدر مبالغہ کی اجازت ہے کیونکہ حاجت پڑتی ہے اور یہ صورت بھی ویسی ہی ہے کیونکہ محتسب کا قصد بھی مجرم کی اصلاح کا ہے۔ اور اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے بعض لوگون نے کہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر ایسی چیز کا وعید فرمائے جسکو کرے نہین تو کچھ قباحت نہین اسلیے کہ عذاب کے وعدہ کو پورا نہ کرنا کرم ہے ہان قباحت اسمین ہے کہ وہ وعدہ کرے ایسی چیز کا جسکو

نہ کرے اور یہ قول ہمارے نزدیک پسند نہین اسلیے کہ کلام الہی قدیم ہی اسمین خلاف کو دخل نہین
خواہ وعدہ ہو یا وعید البتہ یہ بات بندون کے حق مین ہوسکتی ہی اور صحیح بھی ہی کیونکہ وعید مین خلاف
کرنا کچھ حرام نہین۔ ساتوان درجہ ہاتھ اور پاؤن وغیرہ سے زدوکوب کرنے کا ہی بدون ہتھیار نکالے
اور بشرط ضرورت یہ امر رعیت کے لوگون کو بھی درست ہی اور قدر حاجت پر اکتفا کیا جاے یعنے جب منکر
دفع ہو جائے تو مارپیٹ سے ہاتھ روکنا چاہیے اور اسکی مثال ایسی سمجھو جیسے مدعا علیہ پر حق ثابت ہو جاتا ہی
تو قاضی ادائے حق تک اسکو قید رکھتا ہی اگر وہ نادہندگی پر اصرار کرتا ہی اور قاضی کو معلوم ہو جاتا ہی
کہ یہ حق کے ادا پر قادر ہی مگر عناد اور ہٹ دھرمی سے نہین دیتا تو اسکو اختیار ہی کہ بتدریج بقدر حاجت
اسکو پٹوا کر حق دلوادے اسی طرح محتسب بھی جتنی مار کی ضرورت جانے اس سے زیادہ نہ بڑھے اور اگر
محتسب کو ضرورت ہتھیار کشی کی پڑے اور ہتھیار کشی اور زخم رسانی سے منکر کو دفع کرسکتا ہو تو اسکو جائز ہی کہ
ایسا کرے بشرطیکہ کوئی فتنہ برپا نہو مثلاً ایک فاسق کسی عورت کو پکڑے ہوئے ہی یا مزا بجا رہا ہی اور
اسکے اور محتسب کے درمیان مین نہر حائل یا کوئی دیوار و خندق مانع ہی تو محتسب اپنی بندوق لیکر کہے
کہ اسکو چھوڑ دے ورنہ گولی مارتا ہون اگر وہ نہ چھوڑے تو جائز ہی کہ اسکے گولی مارے مگر چاہیے کہ پنڈلی
اور ران پر مارے ایسی جگہ نہ مارے جس سے وہ مرجائے بلکہ بتدریج کا لحاظ اسمین بھی رہے اسی طرح
تلوار کا موقع ہو تو تلوار کو سونت کر اس سے کہے کہ اس منکر کو ترک کر ورنہ ایک ہاتھ لگاتا ہون تو یہ سب
باتین منکر کے دفع ہونیکی ہین اور اسکا دفع کرنا جسطرح سے ممکن ہو واجب ہی اسمین یہ فرق نہین کہ وہ
منکر خاص اللہ تعالی کے حق سے متعلق ہو یا آدمیون کے حق سے اور فرقہ معتزلہ کا قول یہ ہی کہ جو چیز
آدمیون سے علاقہ رکھے اسمین حسبت نہین بجز تقریر زبانی یا زدوکوب کے اور یہ بھی امام کو جائز ہی
نہ رعیت کے لوگون کو۔ آٹھوان درجہ یہ ہی کہ محتسب خود ہتھیار کھینچنے پر قادر نہو اور اس بات کا محتاج ہو
کہ کچھ طرفدار جمع ہو کر ایسا کرین اور عجب نہین کہ فاسق بھی اپنے مددگارون سے کمک مانگے اور انجام یہ
ہو کہ دو طرفہ سے صف کشی ہو کر آپسمین کشت و خون کرین تو اس درجہ مین اختلاف ہی کہ یہ بھی امام
کے اذن کا محتاج ہی یا نہین بعض کا قول تو یہ ہی کہ رعیت کے لوگ اسکے لیے مستقل نہین ہوسکتے
اسلیے کہ اس سے انجام فتنون کی تحریک اور فساد کا جوش مارنا اور شہرون کا خراب ہونا ہی اور بعضون
نے کہا ہی کہ امام کے اذن کی حاجت نہین اور قرین قیاس یہی قول اخیر ہی کیونکہ جس صورت مین
رعیت کے لوگون کو امر بالمعروف کا اول درجہ یعنے تعریف اور دوم درجہ یعنے وعظ و نصیحت جائز ہی
تو چونکہ اول درجہ دوم کی طرف کھینچتا ہی اور دوم سوم کی طرف تو آخر کو ضرور نوبت مار پیٹ کی

ہوگی اور اگر نہین مارکوٹ تو اپنے طرفدارون سے مدد لینے کو چاہتی ہو تو امر بالمعروف سے جو کچھ ہونا ہو اسکی پروانہ کرنی چاہیے کیونکہ غایت اسکی یہ ہو کہ اللہ تعالی کی رضا مین اسکی نافرمانیون کے دور کرنے کے لیے لشکر جمع کرنا ہوگا تو اسمین کیا مباحث ہو جیسے ہم یہ جائز کہتے ہین کہ غازی خود جمع ہوکر کفر کی بیخ کنی کے لیے کفار کے جس فرقہ سے چاہین لڑائی کرین اسی طرح اہل فساد کی بیخ کنی بھی جائز ہو اسواسطے کہ مناسبت ہر طرح سے ہو یعنے کافر کے مار ڈالنے کا مضائقہ نہین اور مسلمان اگر مارا جائیگا تو شہید ہو اسی طرح فاسق جو اپنے فسق کی بیخ کے لیے لڑتا ہو اسکے مار ڈالنے کا کچھ مضائقہ نہین اور محتسب جو حق پر ہو ظلما مارا جاویگا تو شہید ہوگا حاصل یہ کہ حسبت مین اس درجہ تک نوبت پہونچنی تو نہایت کمتر و نایاب ہو اسلیے اسکے واسطے قیاس کا قانون بدلا نہ جائیگا بلکہ یون کہا جاسکے کہ جو شخص رفع منکر پر قادر ہو اسکو چاہیے کہ منکر کو اپنے ہاتھ سے دور کرے خواہ ہتھیار سے اور خود دور کرے یا مددگارون کے زور سے تو غرض اس مسئلہ مین وہی احتمال ہو جو ہمنے ذکر کیے ہین۔ یہ حسبت کے درجات تھے جو بیان ہوئے اب ہم حسبت کے آداب ذکر کرتے ہین۔

محتسب کے آداب کا بیان

آداب کی تفصیل تو ہم ہر ایک ادب کے ذیل مین لکھتے آئے ہین مگر اب انکو ایک جا اور انکا منشا لکھتے ہین۔ واضح ہو کہ محتسب کے سب آدابون کا منشا تین صفتین ہین محتسب کے اندر ایک علم دوسرے ورع تیسرے حسن خلق علم اسلیے کہ حسبت کے مقامات اور حدود اور موانع کو جانے تاکہ حد شریعت پر اس باب مین اقتصار کرے۔ اور ورع اسلیے تاکہ جو کچھ اسکو معلوم ہوا اسکی مخالفت نہ کرے کیونکہ ہر ایک عالم اپنے علم کے بموجب عمل نہین کیا کرتا بلکہ اکثر جان لیتا ہو کہ مین حسبت مین اس حد سے بڑھا ہوا ہون جسکی شریعت سے اجازت ہو اور سراسر میری زیادتی ہو مگر پھر کسی غرض کے لیے حسبت کرتا ہو تو ورع کے ہونے سے یہ بات نہ رہیگی محتسب کو ایسا ہونا چاہیے کہ اسکی تقریر و نصیحت مقبول ہو کیونکہ فاسق اگر حسبت کرتا ہو تو لوگ اسپر ہنستے ہین اور اسی وجہ سے اسپر گستاخی بھی کرتے ہین۔ اور حسن خلق اسلیے کہ اسکے باعث سے ملایمت اور نرمی اختیار کرے جو اس باب مین اصل ہو اور علم اور ورع اسمین کافی نہین کیونکہ جب غصہ جوش کرتا ہو تو صرف علم اور ورع اسکی بیخ کنی مین کافی نہین ہوتے جب تک کہ طبیعت مین حسن خلق نہو اور واقعی ورع کامل جبھی ہوتا ہو کہ اسکے ساتھ حسن خلق اور ضبط شہوات و غضب کی قدرت ہو اور محتسب ایسے ہی ضبط سے دیندار اور حامی اللہ تعالی کے دین کا ہوگا ورنہ جب کوئی آفت گالی یا مار کی اسکی آبرو یا جان و مال پر پڑیگی حسبت کو بھول اور دین الہی سے غافل ہو اپنی

جان کی فکر مین مشغول ہوگا بلکہ بعض اوقات ابتدا حسبت اسلیے کرتا ہے کہ نام اور جاہ حاصل ہو
غرضکہ ان تین صفتون کے باعث حسبت ثواب ہوتی ہے اور اُسی سے منکر بھی دور ہوتا ہے اور اگر
یہ صفتین نہین ہوتین تو منکر بھی نہین ٹلتا بلکہ عجب نہین کہ کسی صورت مین خود حسبت ہی منکر ہو کر
حد شریعت سے گذر جاے - اور ان آداب پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد دلالت کرتا ہے
کہ امر معروف اور نہی منکر وہی کرے جو نرمی برتے امر کرنے مین اور نرمی برتے منع کرنے مین بردبار ہو
امر کرنے مین بردبار ہو نہی کرنے مین فہیم ہو امر کرنے مین فہیم ہو منع کرتے مین - اور اس سے معلوم ہوا
کہ مطلق فہیم ہونا شرط نہین بلکہ امر و نہی کرنے مین فہیم ہونا شرط ہے اور یہی حال بردباری کا ہے -
اور حضرت حسن بصری رح نے فرمایا ہے کہ جب تم اُن لوگون مین سے ہو جو امر بالمعروف کرین تو
اول سب سے زیادہ معروف کو تم اختیار کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے چنانچہ کسی نے کہا ہے

قطعہ نہ دوسرون کو کرے طعن ایسے کامون پر	کہ جن کے مثل مین خود ہو وے مبتلا انسان
کہ جو کوئی کرے اک چیز کو برا کہکر	تو عقل سے اُسے بہرہ نہین وہ ہے نادان

اور ہماری اس سے یہ مراد نہین کہ فسق کے سبب سے امر بالمعروف منع ہو جاتا ہے بلکہ یہ غرض ہے
کہ فاسق کے کہنے کا اثر اُسکے فسق ظاہر ہونے سے لوگون کے دلون پر نہین ہوتا ورنہ امر بالمعروف
مین یہ ضرور نہین کہ سب معاصی سے اجتناب کرے تو امر بالمعروف کرے اسلیے کہ حضرت انس رض
فرماتے ہین کہ ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ کیا ہم امر بالمعروف نکرین
جب تک سب اچھی باتون پر خود عامل نہولین اور بری بات سے منع نکرین جب تک سب برائیون سے
اجتناب نکرلین آپ نے فرمایا نہین بلکہ امر بالمعروف کرو گو سب معروف پر خود عمل نکرو اور منکر سے
نہی کرو گو سب منکرات سے خود اجتناب نکرو - اور بعض اکابر سلف نے اپنے بیٹون کو وصیت کی
کہ جب تم مین سے کوئی امر بالمعروف کا ارادہ کرے تو چاہیے کہ اپنے دل مین صبر کرنا ٹھان لے
اور اللہ تعالی کے ثواب پر وثوق کرے کہ جو کوئی ثواب الٰہی پر وثوق کرتا ہے اُسکو ایذا کی تکلیف
نہین معلوم ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ منجملہ آداب حسبت کے صبر کرنا بھی ہے اور اسی وجہ سے اللہ تعالی
نے امر بالمعروف کے پاس ہی صبر کو ذکر فرمایا چنانچہ حضرت لقمان کا قول اسطرح نقل فرمایا یا بنی
اقم الصلوٰۃ وامر بالمعروف وانہ عن المنکر واصبر علی ما اصابک اور ایک
ادب یہ ہے کہ علاقے دنیاوی کم کردے تاکہ حسبت مین بہت خوف نہو اور خلق سے طمع منقطع کردے
تاکہ مداہنت کا مضمون باقی نہ رہے جیسے کسی بزرگ کا حال لکھا ہے کہ انکے یہان ایک بلی تھی

اور اسکے لیے اپنے ہمسایہ کے قصائی سے ہر روز کچھ چھیچھڑے لیا کرتے تھے ایک روز اس قصائی پر کوئی منکر دیکھا تو گھر مین جاکر اول بلی کو نکال آئے پھر اس قصائی کو اس برائی سے منع کیا اسنے کہا کہ ابسے نہ کرونگا آپ کی بلی کے لیے کچھ نہ دونگا انھون نے فرمایا کہ مین نے تجھپر حسبت جیبی کی ہے کہ بلی کو نکال چکا ہون اور تجھسے طمع قطع کردی ہے اور حقیقت مین انکا قول ٹھیک ہے کیونکہ جو شخص خلق سے طمع منقطع نہ کریگا اس سے حسبت نہ ہوسکیگی اور جسکو یہ طمع ہو کہ لوگون کے دل میری طرف سے اچھے رہین اور میری تعریف مین سب کے سب طلب اللسان ہون تو اس سے کیسے حسبت بن سکیگی حضرت کعب احبار نے ابو مسلم خولانی سے پوچھا کہ تمھاری منزلت تمھاری قوم مین کیسے ہے انھون نے کہا اچھی ہے آپنے فرمایا کہ توریت تو یون کہتی ہے کہ جب آدمی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے تو اسکی منزلت اسکی قوم مین بری ہوتی ہے ابو مسلم نے جواب دیا کہ توریت سچ کہتی ہے اور ابو مسلم جھوٹ کہتا ہے - اور حسبت مین نرمی برتنے کے وجوب پر وہ قصہ دلالت کرتا ہے جس سے مامون نے استدلال کیا تھا یعنے جب ایک واعظ نے اسکو نصیحت کی اور کلام درشت کہا تو مامون نے کہا کہ میا نصاحب نرمی سے گفتگو کرو دیکھو تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو بہتر تھے فرعون کے پاس بھیجا جو مجھسے بدتر تھا مگر انکو نرمی کے لیے ارشاد کیا اور یہ فرمایا فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ پس محتسب کو نرمی کے باب مین انبیا علیہم السلام کی پیروی چاہیے چنانچہ حضرت ابو امامہ راوی ہین کہ ایک جوان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ مجکو زنا کی اجازت دیتے ہین لوگون نے اسکو للکارا آپنے فرمایا کہ اسکو چھوڑ دو پھر فرمایا کہ قریب آ وہ قریب ہوا حتی کہ آپکے سامنے بیٹھ گیا آپنے فرمایا کہ بھلا زنا کو تو اپنی ماں کے لیے پسند کریگا اسنے عرض کیا کہ نہین خدا تعالیٰ مجکو آپ پر قربان کرے آپنے فرمایا کہ مردون کا یہی کام ہے کہ زنا اپنی ماں کے لیے پسند نہین کرتے بھلا تو اپنی بیٹی کے واسطے اسکو پسند کریگا اسنے کہا نہین خدا تعالیٰ مجکو آپ پر فدا کرے آپنے فرمایا کہ مرد ایسے ہی ہوتے ہین کہ زنا کو اپنی بیٹیون کے لیے نہین پسند کرتے بھلا تو اپنی بہن کے واسطے پسند کریگا اور ابن عوف نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ آپنے پھوپھی اور خالہ کا اسی طرح ذکر فرمایا اور وہ ہر ایک کے باب مین وہی جواب دیتا تھا جو اوپر گذرا اور آپ ہر بار فرماتے تھے کہ مرد ایسے ہی ہوتے ہین کہ زنا کو پسند نہین کرتے اور ابن عوف اور ابی امامہ دونون نے متفق بیان کیا کہ پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس جوان کے سینہ پر رکھا اور فرمایا کہ الہی تو اسکا دل صاف کر اور اسکا گناہ معاف کر اور اسکی شرمگاہ کو محفوظ کر

قتل سو کو کون سی بات نے فرمایا وہ سچی ہے یا جھوٹی ۱۲ صح اصل مین اسکو نقل کیا ہے ۱۲

راوی کہتا ہے کہ پھر کوئی چیز اُس شخص کے نزدیک اُس سے بری نہ تھی۔ اور فضیل بن عیاض رحمہ سے یہ چھپا گیا کہ سفیان بن عیینہ رحمہ سلطان کے انعام قبول فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے حق سے تو کم ہی لیتے ہیں پھر سفیان بن عیینہ کو علیحدہ لیگئے اور زجر و ملامت کی اور ایک روایت میں ہے کہ اُنھوں نے یوں کہا کہ اے گروہ علماء تم شہروں کے چراغ تھے جنسے لوگ نور حاصل کرتے تھے اب تم تاریکی و ظلمت بن گئے تم ستارہ تھے جنسے لوگوں کو ہدایت تھی اب تم باعث حیرت ہو گئے پھر کوئی شرم نہیں کرتا کہ ان امراء کا مال لیتا ہے اور تمکو معلوم ہے کہ یہ مال اُنکے پاس کہاں سے آتا ہے پھر اپنی کمر تکیہ سے لگا کر کہتا ہے کہ حدثنی فلان عن فلان سفیان رحمہ نے سر اُٹھا کر ہاہ کہا اور یہ بیان کیا کہ بخدا اے ابو علی اگر ہم نیکبختوں میں نہیں تو اُنسے محبت ضرور رکھتے ہیں۔ اور حماد بن اسلم کہتے ہیں کہ صلۃ بن اشیم رحمہ کے پاس کوئی شخص گذرا جسکا پاجامہ نیچے لٹکا ہوا تھا اُنکے مریدوں نے چاہا کہ اُسکے ساتھ بہ سختی پیش آئیں آپ نے فرمایا کہ یہ کام میرے سپرد کرو میں تمکو اس تردد سے بچا دونگا آپ نے اُسکے قریب جاکر فرمایا کہ بھتیجے مجکو تمسے کچھ مطلب ہے اُسنے کہا کہ چچا جان وہ کیا ہے فرمایا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم اپنا پاجامہ ذرا اونچا کرلو اُسنے کہا بہت بہتر اور فوراً اونچا کرلیا۔ پھر آپ نے اپنے مریدوں سے کہا کہ اگر تم اسکے ساتھ سخت گیری کرتے تو یہ انکار کر دیتا اور تمکو برا بھلا کہتا اور محمد بن زکریا غلابی کہتے ہیں کہ میں ایک رات عبداللہ بن محمد بن علی رشکے پاس گیا وہ مغرب پڑھکر اپنے مکان کو آتے تھے دیکھا تو اثنار راہ میں ایک قریش کا گبرو متوالا کھڑا ہے ایک عورت کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹتا اور اُسنے فریاد چاہی لوگ جمع ہو کر اُس جوان کو مارنے لگے ابن عائشہ نے اُسکو دیکھکر پہچان لیا اور لوگوں سے کہا کہ میرے بھتیجے کے پاس سے علیحدہ ہو پھر اُسکو اپنے پاس بلایا وہ شرما کر پاس آیا آپ نے اُسکو چھاتی سے لگایا اور کہا کہ میرے ساتھ چل یہاں تک کہ اپنے مکان میں لیگئے اور کسی خادم سے کہدیا کہ اسکو اپنے پاس سولا لے جب اسکا نشہ اُترے تو جو حرکت اُس سے ہوئی ہے اُسپر اسکو آگاہ کرنا اور جانے مت دینا جب تک کہ میرے پاس نہ لاوے پس جسوقت اُس شخص کا نشہ اُترا تو اُس خادم نے اُسکا حال اُس سے بیان کیا وہ سنکر بہت شرمایا اور رویا اور قصد جانے کا کیا خادم نے کہا کہ اُنھوں نے فرمایا ہے کہ ہمارے پاس لانا غرض اُنکے پاس لیگیا آپنے اُسکو فرمایا کہ کیا تجکو شرم نہ آئی اپنی شرافت کا ننگ نکیا تجھے معلوم نہیں کہ تو کسکا لڑکا ہے حد سے آگے بڑھا اور جس حال میں مبتلا ہے اُس سے توبہ کر وہ شخص گردن نیچے ڈالے رو تا رہا پھر سر اُٹھا کر کہا میں نے اللہ تعالیٰ سے وہ عہد کیا ہے کہ اُسکی پرسش مجھسے قیامت میں ہوگی کہ اب میں کبھی نبیذ نہ پیونگا اور نہ اُن باتوں کے گرد پھرونگا

جبکہ میں مرتکب تھا اور میں نے توبہ کی آپنے اسکو پاس بلاکر سر پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ شاباش بیٹا یون ہی چاہیے غرضکہ وہ شخص آپ کے ساتھ رہتا اور حدیث آپ سے لکھا کرتا اور یہ نرمی ہی کی برکت سے ہوا پھر آپ نے فرمایا کہ لوگ امر بالمعروف کرتے ہین مگر انکا معروف منکر ہوتا ہی تو مکو لازم ہی کہ سب باتون مین نرمی پر کاربند ہو جو چاہوگے وہ مطلب حاصل ہوگا۔ اور فتح بن شخرف کہتے ہین کہ ایک شخص نے ایک عورت کا راستہ روکا اسکو پکڑ لیا اور اسکے ہاتھ مین چھری تھی جو کوئی اسکے پاس جاتا تھا اسکو زخمی کر دیتا تھا اور آدمی زبردست تھا ہر کوئی اسکے پاس بھی نہین جاتا تھا اور عورت اسکے ہاتھ سے واویلا کرتی تھی اور لوگ جمع تھے کہ اتنے مین بشر بن حارث کا گذر وہان ہوا آپ نے اسکے شانہ سے اپنا شانہ رگڑا وہ شخص زمین پر گر پڑا آپ وہان سے چل دیے اور وہ عورت بھی صحیح سالم چلی گئی لوگون نے جو اس شخص کو قریب جاکر دیکھا تو معلوم کیا کہ وہ پسینے مین تر ہی اس سے پوچھا کہ تیرا کیا حال ہی کہا کہ مین اور کچھ نہین جانتا مگر ایک پیر مرد نے مجھ سے قریب ہوکر یہ فرمایا کہ خدائے تعالی تجکو اور تیرے اعمال کو دیکھتا ہی اسکے سنتے سے میرے پانون ضعیف ہوگئے اور مجکو نہایت اس شخص کی ہیبت چڑھی مجھے یہ خبر نہین کہ وہ کون تھا لوگون نے کہا کہ وہ بشر بن حارث تھے اسنے کہا ہاے خرابی اب وہ مجکو کس نگاہ سے دیکھینگے اور اسکو اسی روز بخار چڑھا اور ساتوین روز مر گیا۔ حاصل یہ کہ صحبت کی بات مین دینداروں کی عادت اسطرح تھی اور باب آداب صحبت کے اندر ذیل مین حسن فی اللہ اور بغض فی اللہ کے ہمنے اخبار و آثار اس باب مین نقل کیے ہین اب دوبارہ خوف طول کلام سے نہین لکھتے پس صحبت کے درجات و آداب مین نظر کامل اسطرح چاہیے واللہ الموفق

تیسری فصل اُن منکرات کے ذکر مین جنکی عادت ہو رہی ہی انکو ہم مجملاً بیان کرتے ہین تاکہ اُنکے بیان سے اُن جیسے اور منکرات کو اُنپر قیاس کر لیا جائے کیونکہ اُنکا حصر اور استقصا ممکن نہین اول یہ معلوم کر لینا چاہیے کہ منکرات دو قسم ہین ایک مکروہ دوسرے ممنوع تو جب ہم کہین کہ یہ چیز منکر مکروہ ہی تو جان لینا چاہیے کہ اُس سے منع کرنا مستحب ہی اور اُسپر خاموش رہنا مکروہ ہی حرام نہین ہان جب فاعل اُسکا مکروہ ہونا نجانتا ہو تو اُسکے مکروہ ہونے کو اُسکے سامنے ذکر کر دینا واجب ہی اسلیے کہ مکروہ ہونا بھی ایک شریعت کا حکم ہی جو اُسکو نہ جانتا ہو اُسکو اُس حکم کا پہونچا دینا واجب ہی اور جب ہم یہ کہین کہ فلان منکر محظور ہی یا صرف منکر بولین تو اُس سے ہماری یہی غرض ہوگی کہ وہ ممنوع ہی اور اُسپر خاموش رہنا باوجود قدرت کے ممنوع ہوگا۔ اب اس قسم کی منکرات مساجد مین ملی جاتی ہین اور بازارون مین اور راستون پر اور دوسرے مقامات مین جنکو ہم اجمالاً بیان کرتے ہین

منکرات مساجد یہ ہین اول رکوع اور سجدہ مین اطمینان نہ کرنے سے نماز کو خراب کرنا اور یہ منکر بہ نص حدیث سے نماز کو باطل کرتا ہے تو اُس سے منع کرنا واجب ہے مگر حنفی کے نزدیک جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ترک اطمینان صحت نماز کا مانع نہین کیونکہ اس عقیدہ کے ساتھ مین منع کرنا کیا مفید ہوگا اور جو دوسرے کو نماز مین خرابی کرتے دیکھے اور چپ ہو رہے تو وہ اُسکا شریک ہوگا اسمین مانعین ہی وارد ہے اور حدیث سے بھی یہ بات پائی ہے کیونکہ غیبت کے باب مین وارد ہوا ہے کہ سننے والا کہنے والے کا شریک ہوتا ہے اسی طرح جو بات کہ صحت نماز کی مخل ہو مثلاً کپڑے پر نجاست کا ہونا جو نمازی کو معلوم نہین یا تاریکی یا نابینائی کی وجہ سے مسئلہ سے انحراف کرنا وغیرہ کان سب مین حسبت واجب دوم قرآن مجید کو غلط پڑھنا کہ اس سے ممانعت واجب ہے اور صحیح کا سکھلا دینا بھی واجب ہے پس اگر کوئی شخص مسجد مین معتکف ہو کر ایسے ہی امور مین اپنی اوقات صرف کرتا ہے اور اُسکے سبب سے ذکر اور نماز نفل نہین پڑھتا تو اُسکو انھین منکرات کے منع کرنے مین مصروف رہنا چاہیے کہ ذکر اور نفل کی نسبت کہ یہ افضل ہین اسلیے کہ یہ ایسی عبادت ہے جسکا فائدہ دوسرے کو پہونچتا ہے اور واجب بھی ہے بخلاف نفل وذکر کے کہ اُنکا فائدہ خاص اسی پر منحصر ہے - اور اگر ان سے ممانعت کرنے مین مثلاً کتابت یا اور کوئی فکر معیشت نہین کر سکتا تو دیکھنا چاہیے اگر اُسکے پاس مقدار کفایت موجود ہو تب تو اُسکو ممانعت منکر مین مشغول ہونا لازم ہے اور ترک حسبت دنیا کی زوائد چیزون کی طلب کے سبب جائز نہوگی اور اگر اُسکو حاجت اسی روز کی غذا کی ہو تو یہ البتہ عذر ہے اسکے ذمہ سے واجب ساقط ہو جائیگا کیونکہ معذور ہے اور جو شخص قرآن پڑھنے مین غلطی بہت کرتا ہو تو اگر وہ سیکھنے پر قادر ہو تو چاہیے کہ سیکھنے تک قرأت سے باز رہے کیونکہ غلط پڑھنے سے گنہگار ہوگا اگر سیکھنے پر قادر ہے اور اگر اُسکی زبان یاری نہ دیتی ہو تو پھر اگر اکثر قرأت غلط ہوتی ہو تو تلاوت ترک کرکے صرف الحمد کے سیکھنے اور اُسکے صحیح کرنے مین محنت کرے اسی طرح ایک ایک صورت جب تک صحیح نہ کرلے اُسکی تلاوت نہ کرے اور اگر اکثر قرأت صحیح ہو مگر سب کے یکسان پڑھنے پر قادر نہین تو پڑھنے کا کچھ مضایقہ نہین مگر چاہیے کہ پست آواز سے پڑھے تاکہ دوسرا شخص نہ سنے ہر چند اُسکو آہستہ پڑھنے سے روکنے کی بھی وجہ موجود ہے لیکن جس صورت مین کہ پڑھنے والا زیادہ سے زیادہ اُسی قدر صحیح پڑھ سکتا ہے اور اُسکو تلاوت کے ساتھ انس اور اُسکی حرص ہے تو اس صورت مین ہمارے نزدیک اُسکے پڑھنے کا کچھ مضائقہ نہین - سوم مؤذنون کا اذان مین مذبذبہ کرنا اور حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح مین تمام سینہ کو قبلہ کی جانب سے پھیرنا ہے ہر ایک کا ایک ساتھ اپنی اپنی اذان دینا

اور اتنا انتظار نہ کرنا کہ ایک کہہ چکے تو دوسرا دے اور نمازیون کو جواب اذان مین دشواری نہو کیونکہ
کثرت آوازون مین جواب دینا دشوار ہوتا ہے تو یہ سب باتین منکرات مکروہہ ہین انکو انسے آگاہ کردینا
واجب ہے اور اگر دانستہ ایسا کرتے ہون تو منع کرنا اور حسبت کرنی مستحب ہے اسی طرح اگر کسی مسجد کا
ایک ہی موذن ہو اور وہ صبح ہونے سے پیشتر اذان کہہ دیتا ہو تو چاہیے کہ اسکو منع کردیا جائے اسلیے
کہ لوگون کو روزہ اور نماز مین تردد ہوتا ہے ہان اگر وہ شخص مشہور ہوجائے کہ صبح سے پیشتر اذان
کہا کرتا ہے اور اسکی آواز سے نماز مین یا سحر ترک کرنے مین لوگون دہوکہا نہین پڑتا اور دوسرا موذن
اور بھی ہو جو صبح ہونے پر اذان کہتا ہے اور اسکی آواز لوگ پہچانتے ہین تب البتہ مضائقہ نہین۔
اور یہ بھی مکروہ ہے کہ فجر ہونے کے بعد ایک ہی مسجد مین ذرا ذرا سی دیر کے بعد بہت سی اذانین ہون
خواہ ایک ہی شخص کہے یا کئی آدمی کیونکہ بہت سی اذانون سے کچھ فائدہ نہین جس صورت مین
کہ مسجد کے اندر کوئی سونے والا باقی نہین آواز مسجد سے باہر نہ جاتی ہو کہ دوسرا کوئی سنکر آگاہ ہو
تو یہ امور مکروہہ اور مخالف طریقہ صحابہ رضہ اور اکابر سلف کے ہین۔ چہارم خطیب کا سیاہ لباس پہننا
جسمین ریشم غالب ہو یا تاوار سنہری یا لیے رہنا کہ اس صورت مین وہ فاسق ہوجاوے اس حرکت کا انکار اسپر
واجب ہے لیکن ذرا سیاہ لباس مکروہ نہین بلکہ اسکا اختیار کرنا اچھا نہین اسلیے کہ کپڑون مین
خدائے تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسند سفید ہے اور جس نے یہ کہا ہے کہ سیاہ کپڑا مکروہ ہے اور بدعت ہے
اس سے یہ غرض ہے کہ قرن اول مین اسکی عادت نہ تھی مگر چونکہ اسمین ممانعت وارد نہین
تو اسکو بدعت اور مکروہ نہ کہنا چاہیے بلکہ ترک اولی سمجھنا چاہیے۔ پنجم ایسے واعظون کا وعظ
جو اپنی تقریر مین بدعت ملائین پس واعظ اگر وعظ مین جھوٹے حالات بیان کرے تو وہ فاسق ہے
اور اسپر حسبت کرنی واجب ہے ایسا ہی بدعتی واعظ کو منع کرنا چاہیے اور اسکے وعظ مین شریک
نہونا چاہیے مگر اس نیت سے کہ اگر ہوسکیگا تو سب لوگون کو منع کرینگے کہ اسکا کہنا کوئی نہ مانے
یا جو لوگ اسکے آس پاس ہون انھین مین سے کسی قدر کو باز رکھینگے اور اگر یہ نہ ہوسکے
تو بدعت کا سننا نہ چاہیے جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا
فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ اور جبکہ اسکا وعظ اس قسم کا ہو کہ لوگون کو
معاصی پر جرأت دلاتا ہو یعنے مضامین رجا کے اتنے بیان کرے کہ لوگون کو اسکی وعظ سے
جرأت ہو اور اللہ تعالیٰ کے معاف کرنے اور رحمت فرمانے پر زیادہ وثوق ہوجائے اور خوف
دل مین کمزور پڑجائے تو یہ بھی منکر ہے اور واعظ کو اس سے روکنا واجب ہے اسلیے کہ اسکا فساد

بہت بُرا ہی بلکہ آج کل تو خوف کا بیان اگر زیادہ کرے اور رجا کا کم تو خلق کی طبیعتوں کے لیے بڑا مناسب ہی اسلیے کہ انکو خوف کی ضرورت زیادہ ہی اور اصل تو یہ ہی کہ خوف اور رجا کے بیان دونون برابر رہنے چاہیین جیسے حضرت عمر فاروق رضہ نے فرمایا ہی کہ اگر بالفرض قیامت کو کوئی پکارنے والا پکارے کہ ایک شخص کے سوا سب دوزخ مین داخل ہون تو مین رجا کرون کہ وہ شخص مین ہی ہون جسکو مستثنے کیا ہی اور اگر قیامت کو یون پکارے کہ سب آدمی جنت مین چلے جائین بجز ایک کے تو مجکو خوف ہی کہ کہین وہ شخص مین ہی نہون اور جس صورت مین کہ واعظ جوان اور کپڑون اور وضع مین عورتون کے لیے سجا ہوا اور اشعار وعظ مین بہت کہتا ہوا اور اشارات اور حرکات بہت کرتا ہوا اور اُسکی وعظ مین عورتین آتی ہون تو یہ بھی منکر ہی اس سے منع کرنا واجب ہی اسلیے کہ صلاح و بہتری کی نسبت اسمین فساد زیادہ ہی اور یہ بات واعظ کے حالات کے قرینون سے ظاہر ہو جاتی ہی بلکہ جو شخص بظاہر ورع نہ رکھتا ہو اور سکینت و وقار کی وضع اور نیک بختون کا لباس نہو تو چاہیے کہ اسکو وعظ کا کام ہی نہ سپرد کیا جائے ورنہ ایسے کو وعظ سے لوگ گمراہی مین زیادہ ہونگے اور چاہیے کہ مجلس وعظ مین عورتون اور مردون کے بیچ مین کوئی آڑ کر دی جائے جس سے نظر نہ آئے کیونکہ نظر بھی فساد کا منبع ہی اور ان منکرات پر عادتین شاہد ہین۔ اور عورتون کو مسجد کے اندر نماز کے لیے آنے سے اور مجالس وعظ مین جانے سے منع کیا جائے بشرطیکہ فتنہ کا خوف نہو چنانچہ حضرت عائشہ رضہ نے عورتون کو مسجد مین جانے سے منع فرمایا تھا آپ کی خدمت مین کسی نے عرض کیا کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو انکو جماعتون سے منع نہین فرمایا آپ نے فرمایا کہ اگر آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن حالات سے واقف ہوتے جو عورتون نے اب ایجاد کیے ہین تو آپ بھی انکو منع فرماتے ہان اگر کوئی عورت کپڑے کے اندر چھپی ہوئی مسجد مین کو گذرے تو اُسکو روکنا نہ چاہیے لیکن بہتر یہ ہی کہ مسجد کو صرف راہ مقرر نہ کیا جائے۔ اور واعظون کے سامنے قرآن کا پڑھنا آواز کو لمبا کھینچکر اور گانے کی طرح پر اسطور سے کہ نظم قرآنی کو بدل دے اور تلاوت صحیح کی حد سے تجاوز کر جائے یہ بات منکر اور سخت درجہ کو مکروہ ہے سلف۔ کے بہت لوگون نے اسپر انکار کیا ہی شیخ جمعہ کے روز (خوانیون) اور کھانون اور تعویذون کے فروخت کے لیے چلاتے ہوئے اور سائلون کا کھڑا ہونا اور کچھ اشعار پڑھنے یا قرآن پڑھنا کہ لوگ سُنکر کچھ دے دین یا اور اسی طرح کا کام کہ ان مین سے بعض چیزین تو حرام ہین کیونکہ وہ دغابازی اور جھوٹ ہوتی ہین جیسے بعض جھوٹے طبیبون کے دھوکے یا سعید اور نظر بندون کے افعال اور یہی حال غالب اوقات مین تعویذ والون کا ہی کہ وہ انکو دیہاتی لوگون کے ہاتھ

اور بچون کے ہاتھ فروخت کر کے اُنکو دھوکہ دے دیتے ہین تو یہ امور مسجد مین اور مسجد کے باہر حرام ہین
اور اُنکے مرتکب کو اُنسے منع کرنا واجب ہی بلکہ جس بیع مین جھوٹ اور دغابازی اور عیب کا چھپانا
مشتری سے ہو تو وہ حرام ہی اور بعض امور ایسے ہین کہ مسجد کے باہر مباح ہین جیسے سینا اور دواؤن
اور کتابون اور غذاؤن کا بیچنا اور یہ باتین مسجد مین بھی حرام نہین مگر کسی مانع کی جہت سے مثلاً نمازیون کی
جگہ کا تنگ ہو جانا یا نمازمین دل کا پریشان ہونا وغیرہ اور اگر اُن باتون مین سے کچھ ہو تو حرام ہین
اور بشرط یہ ہی کہ نہ کیجائین اور مباح ہونے کے لیے بھی یہ شرط ہی کہ کبھی اتفاقاً گنتی کے دنون مین ہو جائین
اور اگر مسجد کو دوکان ہی بنالے ہمیشہ کے لیے تو حرام ہی اور اُس سے منع کیا جائے کیونکہ بعض
مباح ایسے ہی ہوتے ہین جو بشرط قلت تو مباح رہتے ہین اور اگر کثرت سے ہون تو گناہ ہو جاتے ہین
جیسے بعض گناہ اصرار کے نہونے کی صورت مین صغیرہ رہتے ہین اور اصرار سے کبیرہ ہو جاتے ہین اور
اگر یہ باتین ایسی ہون کہ قلیل کے ہونے سے خوف ہو کہ نوبت کثیر کی پہونچیگی تو اس قلیل سے بھی
منع کرنا چاہیے مگر یہ منع حاکم کو یا مسجد کے متولی کو جو حاکم کی طرف سے انتظام کرتا ہو پہونچتا ہی اسلیے
کہ یہ امر اجتہاد سے معلوم ہوتا ہی کہ آیندہ کو ایسا ہوگا اور رعیت کے لوگون کو اس خوف سے اُنکے
بہت ہو جائیگا منع کرنے کا اختیار نہین۔ ہفتم مجنونون اور لڑکون اور بیوقوفون کا مسجد آنا اور مسجد
مین لڑکون کے داخل ہونے کا مضائقہ نہین بشرطیکہ نہ کھیلین ہر چند مسجد مین لڑکون کا کھیلنا
حرام نہین اور نہ اُنکے کھیل پر سکوت کرنا حرام ہی مگر جب مسجد کو کھیل کی جگہ مقرر کرین اور
عادت ڈالین کہ مسجد مین ہمیشہ کھیلا کرین تو منع کرنا واجب ہو جاتا ہی تو لڑکون کا کھیل اُس
قسم مین ہی کہ کم ہو تو مسجد مین حلال ہی اور زیادہ ہو تو حلال نہین اور کم کے حلال ہونے کی
دلیل وہ روایت ہی جو صحیحین مین موجود ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضہ کے لیے
ٹھہرے رہے یہان تک کہ اُنھون نے حبشیون کا رقص اور سپر تلوار سے کھیلنا عید کے دن مسجد
کے اندر دیکھا اور اسمین شک نہین کہ اگر حبشی مسجد کو بازی گاہ ٹھہرا لیتے تو منع کیے جاتے اور قلت کے
ساتھ مین اُنکا کھیلنا آپنے بُرا نہین سمجھا یہانتک کہ خود ملاحظہ فرمایا بلکہ حضرت عائشہ رضہ کے دل
خوش کرنے اور دیکھنے کے لیے اُنکو بازی کرنے کی اجازت دی اور فرمایا کہ اے بنی ارفدہ اپنا کھیل
کیے جاؤ چنانچہ باب السماع مین ہمنے یہ قصہ نقل کیا ہی۔ اور مجنونون کا آنا مسجد مین اسوقت مضائقہ
نہین رکھتا کہ خوف مسجد کو خلیظ کرنے کا یا گالی اور فحش بکنے کا یا افعال منکر کرنے کا مثلاً بجلی کو
کھونسنے وغیرہ کا نہو اور جو دیوانہ ایسا ہو کہ عادت سے معلوم ہو کہ خاموش اور ساکن رہتا ہی تو اُسکا مسجد سے

نکالنا واجب نہین ہے اور متوالے کا حکم مجنون کا سا ہی کہ اگر یہ خوف ہو کہ مسجد مین قے کر دیگا یا لوگون کو زبان سے ایذا دیگا تو اُسکا نکالنا واجب ہی اور یہی حال ہی اگر اُسکی عقل تھکانے نہو کہ اُس سے ان افعال کا خوف ضرور رہتا ہی۔ اور اگر اُسنے پی ہو اور مست نہوا ہو مگر بدبو آتی ہو تو یہ منکر مکروہ ہی سخت کراہت کے ساتھ کیونکہ جو کوئی لہسن اور پیاز کھائے اُسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد مین جانے سے منع فرمایا ہی تو ان دونون چیزون کا کھانا تو مکروہ ہی رہیگا اور شراب کا معاملہ سخت ہی اسلیے اُسمین سخت کراہت کا حکم چاہیے اب اگر کوئی یہ کہے کہ مناسب یون ہی کہ متوالے کو زدوکوب کر کے مسجد سے نکالا جائے تاکہ اُسکو توبیخ ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ زدوکوب کا اختیار رعیت کے لوگون کو نہین بلکہ حاکمون کو تعزیر کا اختیار ہی اور وہ بھی اُس صورت مین ہی کہ یا وہ خود پینے کا اقرار کرے یا دو گواہون کی گواہی سے پینا ثابت ہو صرف بو کے آنے سے وہ بھی نہین تو اس نظر سے مناسب ہی کہ ایسے شخص کو مسجد ہی مین بٹھلایا جاوے اور نہ پینے کے لیے امر کیا جائے اگر وہ ہشیار ہو ہان جس صورت مین کہ وہ بہک کر چلتا ہو اسطرح کہ نشہ پہچانا جائے تو اُسکو مسجد مین اور باہر جہان ملے پیٹنا چاہیے تاکہ پھر اثر نشہ کا ظاہر نہ کرے کیونکہ برائی کے اثر کو ظاہر کرنا بھی برائی ہی اور معاصی کو اول تو ترک کرنا ہی واجب ہی اور کر لیا تو اُسکا چھپانا اور اُنکے آثار کا ظاہر نہ کرنا واجب ہی تو اگر وہ شخص اثر کو چھپائے ہو تو اُسپر تجسس کرنا جائز نہین اور شراب کی بدبو دلیل پینے کی نہین ہو سکتی کیونکہ بدبو بدون پینے کے بھی ہو سکتی ہی کہ شراب کی جگہ مین بیٹھ گیا ہو یا منہ کو لگا کر کلی کر دی ہو نگلی نہو تو بدبو پر اعتماد نہ کرنا چاہیے۔ بازار کے منکرات بازار مین جن منکرات کی عادت ہی اُنمین سے ایک یہ ہی کہ نفع پہنچنے مین جھوٹ بولتے ہین تو جو شخص بیان کرے کہ مین نے یہ چیز اتنے کو مول لی ہی اور اتنے نفع پر دیتا ہون اور اس قول مین جھوٹا ہو تو وہ فاسق ہی اور جس شخص کو اُسکا حال معلوم ہو اُسپر واجب ہی کہ مشتری کو اُسکے جھوٹ سے مطلع کر دے اگر وہ بایع کی دلداری سے خاموش رہیگا تو خیانت مین اُسکا شریک ہو گا اور سکوت کے باعث گناہگار۔ دوم چیز کا عیب مشتری سے پوشیدہ رکھنا تو جو کوئی عیب سے واقف ہو اُسکو لازم ہی کہ مشتری سے کہدے ورنہ وہ اپنے بھائی مسلمان کے مال تلف ہونے پر راضی ہو گا وہ حرام ہی سوم گز کت اور ناپ اور تول مین کم دینا تو جس شخص کو فرق معلوم ہو اُسکو لازم ہی کہ اپنے ہاتھ سے اُس فرق کو نکال دے یا حاکم کے پاس لیجائے کہ وہ فرق کھدوے۔ چہارم ایجاب و قبول نہ کرنا اور صرف تعاطی پر اکتفا کرنا اور چونکہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہی اسلیے ایسے ہی شخص کو

اُس سے منع کرنا چاہیے جو ایجاب قبول کے واجب ہونے کا معتقد ہو۔ پنجم شروط فاسدہ کا معاملہ مین کرنا کہ لوگون کو عادت پڑی ہوئی ہے اُنسے منع کرنا واجب ہے اسوجہ سے کہ وہ معاملات کو فاسد کرتے ہین اور یہی حال اُن اشیاء کا ہے جنمین ربوا کو دخل ہے اور جمیع تصرفات مفسدہ اور فاسدہ ایسے ہی ہین اُن سب سے منع کرنا چاہیے۔ ششم عید کے روز لڑکون کے لیے کھلونون اور جاندار کی تصویر کا بیع کرنا اُنکا توڑ ڈالنا اور اُنکے بیع سے منع کرنا واجب ہے اور یہی حال چاندی سونے کے برتنون کا ہے اسی طرح حریر کے کپڑے اور سونے اور ریشم کی ٹوپیان ہین اور کپڑون سے ہماری یہ غرض ہے جو مردون کے ہون یا شہر کی عادت معلوم ہو کہ اُنکو مرد ہی پہنتے ہین تو یہ سب منکر اور محظور ہین اسی طرح جو اس بات کا عادی ہو کہ مستعمل کپڑے دھولاکر بیچتا ہو اور رشوب کے باعث لوگون کو اُنکا پرانا ہونا معلوم نہو اور وہ یہی سمجھے کہ یہ نئے ہین تو یہ فعل بھی حرام ہے اور اُس سے منع کرنا واجب ہے ایسے ہی پھٹے کپڑون کو رفو کرکے بیچنا غرض جن معاملات مین دھوکا ہوتا ہو اُن سب کا کرنا ایسا ہی ہے اُنکا شمار کرنا طول چاہتا ہے باقی کو انھین پر قیاس کرلینا چاہیے جتنے ہم نے لکھدیے ہین راستون کے منکرات جنکی عادت پڑی ہوئی ہے یہ ہین کہ مکانات کے متصل کھنبے بناکر چبوترہ بنانا اور پیڑ لگانے اور چھجے برامدے اور سائبان نکالنے اور لکڑیان گاڑنی اور غلون کی ٹھیکیان لگانی اور بوجھ کے گٹھے وغیرہ راستون مین ڈال دینے یہ سب بُری باتین منکر ہین اگر اُنسے راستہ تنگ ہوتا ہو یا گذرنے والون کے ٹکر لگتی ہو اور اگر راہ اتنی فراخ ہو کہ کسی طرح کا ضرر نہوتا ہو تو منع نہ کرنا چاہیے ہان لکڑیون اور گٹھون کا راستہ مین اسقدر ڈالنا درست ہے کہ گھر مین اُنکو اٹھا کر لے جائے کیونکہ اس حاجت مین سب لوگ شریک ہین ہر ایک کو اسکی ضرورت پڑتی ہے اس سے منع کرنا ممکن نہین۔ اسی طرح جانورون کا راہ مین ایسی طرح باندھنا کہ راہ تنگ ہو جائے اور چلنے والون کو اُنکے بول و براز کی چھینٹین پڑین منکر ہے اُس سے منع کرنا واجب ہے لیکن صرف اُترنے اور سوار ہونے کی مقدار جانورون کا راہ مین رہنا حاجت کے لیے درست ہے اور چونکہ راستون سے منفعت ہر شخص لے سکتا ہے اور کوئی اُنکو خاص اپنے نفع کے لیے نہین کرسکتا اسی لیے ان مین مقدار حاجت کا لحاظ رہتا ہے اور حاجت بھی وہ دیکھی جاتی ہے جسکے لیے عادۃً راستے مقصود ہوتے ہین سب حاجتون کا لحاظ نہین کیا جاتا۔ اور ایک منکر یہ ہے کہ جانور پر کانٹے لادکر راہ مین ایسی طرح جانکین کہ لوگون کے کپڑے پھاڑین یا اُسوقت مین منکر ہے کہ کانٹون کو دبا کر ایسی طرح بھی باندھ سکتے ہون کہ اُس سے کسی کا ضرر نہو یا کسی اور فراخ راہ سے نکل جانا ہو سکتا ہو

اور اگر یہ دونون صورتین نہون تو پھر منع کرنا نہ چاہیے اسلیے کہ شہر والون کو اسکی بھی حاجت ہوتی ہے
ہان کانٹون کو راستہ پر پڑا رہنے دینا نہ چاہیے صرف اتنی ہی دیر پڑے رہین کہ اُنکو اُٹھا کر گھر مین
لے جائے۔ اسی طرح جانورون پر اُنکی طاقت سے زیادہ بوجھ لادنا منکر ہے مالکون کو اُس سے
منع کرنا واجب ہے۔ اور ایک منکر یہ ہے کہ قسائی اپنی دوکان کے سامنے جانور ذبح کرے اور شرک کو
خون سے آلودہ کرے اُسکو اس حرکت سے منع کرنا چاہیے بلکہ اُسکو یون مناسب ہے کہ اپنی دوکان
کے اندر ذبح کرنے کا مقام بنالے کیونکہ راہ مین ذبح کرنے سے ایک تو راستہ تنگ ہوگا دوسرے
لوگون کو نجاست کی چھینٹون اور راستہ پر پلیدی دیکھنے سے ضرر ہوگا۔ اور ایک یہ ہے کہ کوڑا راہ مین
ڈال دے یا خربوزہ تربوز کے چھلکے راہ مین چھڑکا دے یا پانی اتنا چھڑکے کہ لوگون کے پانون پھسلنے کا
ڈر ہو یہ سب منکر ہین اور ایک یہ ہے کہ تنگ راہ مین پرنالا ڈالنا کہ اس سے کیچڑ نجس ہوتے ہین یا راستہ
تنگ ہوتا ہے اور اگر راستہ اتنا فراخ ہو کہ اُسمین یہ دونون احتمال نہون تو منع نہ کرنا چاہیے اسلیے
کہ ممکن ہے کہ پرنالہ سے بچکر آدمی نکل جائے لیکن مینھ کا پانی اور کیچڑ اور برف راستہ مین ڈالنا
اور اُسکو صاف نہ کرنا منکر ہے مگر کسی شخص معین سے مخصوص نہین بخلاف برف کے کہ اُسکو ایک ہی
ڈالیگا تو جو پانی راستہ مین ایک سوراخ معین سے نکل کر جمع ہوگیا ہے یا کسی شخص نے برف ڈال دیا ہے
تو راستہ کا صاف کرنا اُسی کے ذمہ ہے اور اگر مینھ کا پانی یا سب بدرروون کا ہو تو یہ حسبت
حاکمون کے ذمہ ہے کہ لوگون سے کہکر اُسکو صاف کرادین رعیت والون کو صرف وعظ و نصیحت
البتہ جائز ہے۔ اور ایک منکر یہ ہے کہ دروازہ پر کتا ایسا باندھ دے جو لوگون کو کاٹے تو اس سے
اُسکو منع کرنا واجب ہے اور اگر کتا اور کچھ ایذا نہ دیتا ہو صرف راستہ پلید رکھتا ہو اور اُسکی پلیدی
سے بچکر نکلنا ممکن ہو تو منع نہ کیا جائے اور اگر کتا پانون پھیلا کر ایسی طرح راستہ مین بیٹھتا یا لیٹتا ہے
کہ اُس سے راستہ تنگ ہوتا ہو تو اُسکو منع کرنا چاہیے بلکہ وہ خود اگر راستہ مین سوے یا ایسی طرح
بیٹھے کہ راستہ تنگ ہو تو خود اُسکو منع کر سکتے ہین پس کتے کو ٹہلانے سے تو بطریق اولی منع کرنا چاہیے
حماموں کے منکرات یہ ہین کہ حمام کے دروازہ پر یا اندر تصویرین بناتے ہین اُنکا دور کرنا
واجب ہے اُس شخص پر جو حمام مین جائے اور دور کرنے پر قادر ہو پس اگر تصویرین اونچی جگہ مین ہون
جہان اُسکا ہاتھ نہ پہونچتا ہو تو اُسکو اُس حمام مین بدون ضرورت شدید کے جانا ہی
نہین چاہیے دوسرے حمام مین چلا جائے اسلیے کہ منکر کا دیکھنا جائز نہین اور تصویر کے بگاڑنے مین
اتنا کافی ہے کہ اُسکو بدشکل کر دے اور چہرہ بگاڑ دے ساری کا بگاڑنا ضرور نہین اور جاندار کی

تصویرون کے سوا اگر درختون اور گل بوٹون کے نقوش ہون تو اُنسے منع نہ کرے - اور ایک منکر برہنگی کا کھولنا اور اُسکو دیکھنا ہے ازانجملہ یہ ہے کہ حمامی ران اور زیر ناف کو کھول کر پیل دور کرتا ہے بلکہ ستر کے نیچے ہاتھ ڈالتا ہے اور یہ اسوجہ سے منکر ہے کہ دوسرے کی برہنگی کو چھونا حرام ہے جیسے اُسکا دیکھنا حرام ہے اور ازانجملہ ملنے والے کے سامنے پیٹ لیٹنا ہے تاکہ وہ ران اور سُرین دابے تو یہ امر مکروہ ہے مگر حائل کے ساتھ ہو مگر حرام اُسوقت ہوگا کہ اس حرکت سے خوف شہوت ہو اور یہی حال ذمی پچھنے لگانے والے کے سامنے برہنگی کھولنے کا ہے کیونکہ مسلمان عورت کو جائز نہین کہ اپنے بدن کو ذمی عورت کے سامنے حمام مین کھولے تو مردون کو کیسے برہنگی کا کھولنا درست ہوگا اور ایک منکر یہ ہے کہ ناپاک ہاتھ اور برتن تھوڑے پانی مین ڈبونے اور لنگی اور ناپاک ملشت کو حوض مین دھونا جسکا پانی تھوڑا ہوتا ہو کہ یہ حرکت پانی کو نجس کرتی ہے مگر امام مالک کے مذہب مین پانی ناپاک نہین ہوتا تو اگر حمام مین کوئی مالکی ہو تو اُسکو منع نہ کرنا چاہیے اور حنفی اور شافعی ایسا کرین تو اُنکو منع کرنا جائز ہے اور اگر حمام مین شافعی اور مالکی جمع ہون تو شافعی کو مالکی کا منع کرنا اس حرکت سے نہ چاہیے ہان نرمی اور التماس کی طرح پر اُس سے یہ کہے کہ ہمکو اول ہاتھ دھوکر پانی دینا ہوتا ہے اور ہمکو اسکی حاجت نہین اور نہ اسکی ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ آپ ہم کو ایذا دین اور ہماری طہارت کے مخل ہون اگر آپ تھوڑے عرصہ کے لیے ہمارے طور پر کاربند ہون تو آپ کا کچھ نقصان نہین اور ہمارا فائدہ ہے یا کوئی اور تقریر ایسی ہی کرے جسمین مالکی راضی ہو کر پانی کو ناپاک نہ کرے ورنہ مختلف فیہ مسائل مین حسبت دباو سے نہین ہو سکتی - اور ایک منکر یہ ہے کہ حمام کے دروازہ کی راہ مین یا پانی آنے کے راستہ مین ایک تیمچہ چکنا پھسلنا لگا رہتا ہے کہ ناواقف اُسپر سے پھسلا کرتے ہین تو اُسکا اُکھاڑنا اور دور کر دینا واجب ہے اور اگر حمامی اُس سے غفلت کرے تو اُسکو منع کرنا چاہیے کیونکہ اُس سے گرنے کی نوبت ہوتی ہے اور گرنے سے احتمال ہے کہ کوئی عضو ٹوٹ جائے یا اپنے مقام سے سرک جائے اسلیے اُسکا دور کر دینا ضروری ہے - اسی طرح میری کے پتون اور صابن کا زمین حمام پر چھوڑ دینا منکر ہے اور جو کوئی اُسکو چھوڑ کر نکل آئے اور اُسپر کوئی شخص پھسل کر گر پڑے اور اُسکا کوئی عضو ٹوٹ جائے تو اگر وہ پھسلن ایسی جگہ ہو کہ معلوم نہوتی ہو اور اُس سے بیخبار شوار ہو تو ان مین اختلاف ہے کہ اُس شخص پر ہوگا جو صابن وغیرہ چھوڑ آیا تھا یا حمامی جسکو حمام کا صاف رکھنا لازم ہے اور قیاس اسکا مقتضی ہے کہ پہلے روز تو چھوڑنے والے پر ہو اور دوسرے روز حمامی پر ہو کیونکہ عادت یون ہے کہ حمام کو ہر روز صاف کر دیا کرتے ہین

اور اگر دستور حمام کی صفائی مین اور کچھ ہو تو اُسی کا اعتبار کیا جائیگا اور حمام مین ریشم اور اسود بھی مکروہ ہین جنکو ہمنے باب الطہارۃ مین ذکر کیا ہی طول کی جہت سے یہان نہین لکھتے جسکو منظور ہو وہان دیکھ لے

ضیافت کے منکرات یہ ہین کہ مردون کے لیے حریر کا فرش حرام ہی اسی طرح بخور سلگانا چاندی اور سونے کی انگیٹھیون مین پانی پینا اور گلاب چھڑکنا نقرہ اور طلا کے برتنون مین یا اُن مین جنکے سر زر و سیم کے ہون سب منکر ہین اور ایک منکر یہ ہی کہ پردے باتصویرات لٹکائے جائین اور ایک یہ ہی کہ تار کے باجے بجتے ہون یا رنڈیان گاتی ہون - اور ایک یہ ہی کہ عورتین چھتون پر مردون کے دیکھنے کو جمع ہون اور مردون مین وہ جوان بھی ہون جنسے فتنون کا خوف ہو تو یہ سب باتین ممنوع اور منکر ہین اُنکا دور کرنا واجب ہی اور جو کوئی دور کرنے سے عاجز ہو اُسکو وہان بیٹھنا جائز نہین باہر نکل آنا لازم ہی اسلیے کہ منکرات دیکھنے کے لیے بیٹھنے کی اجازت نہین اور جو تصویرین کہ تکیون اور بچھی ہوئی مسندون پر ہون وہ منکر نہین اور ایسا ہی جو رکابی پیالون پر ہون اور جو برتن کہ بصورت جانور بنائے گئے ہون جیسے بعض انگیٹھیون کے سر پرندون کی صورت کے ہوتے ہین تو وہ حرام ہین مقدار تصویر کا اُس برتن سے توڑ دینا واجب ہی اور چھوٹی سرمہ دانی جو چاندی کی ہو اسمین اختلاف ہی امام احمد حنبل رح ضیافت مین سے چاندی کی سرمہ دانی دیکھکر باہر چلے گئے تھے - اور جب کھانا حرام ہو یا جگہ منصوب ہو یا فرش حرام ہو تو یہ صورتین سخت منکر ہین - اور اگر ضیافت مین ایسا شخص ہو کہ وہ تنہا شراب پیتا ہو تو ایسی ضیافت مین نہ جانا چاہیے اسلیے کہ شراب کی مجلسون مین جانا حلال نہین گو خود نہ پیوے اور حالت فسق مین فاسق کے پاس بیٹھنا درست نہین اختلاف ہی تو اسمین ہی کہ ارتکاب معصیت کے بعد بھی اُسکے پاس بیٹھنا جائز ہی کہ نہین یا اُس سے بغض فی اللہ رکھنا اور ترک ملاقات واجب ہی یا نہین چنانچہ جب فی اللہ اور بغض فی اللہ کے باب مین ہم اس اختلاف کو ذکر کر چکے ہین - اسی طرح اگر ضیافت کے مجمع مین کوئی شخص حریر پوشاک یا سونے کی انگوٹھی پہنے ہو تو وہ فاسق ہی بدون ضرورت اُسکے پاس بیٹھنا جائز نہین اور اگر ریشمی کپڑا کوئی نابالغ لڑکا پہنے ہو تو اسمین اختلاف ہی اور صحیح یہی ہی کہ یہ امر منکر ہی اُسکو اُسکے بدن سے اتار دینا واجب ہی بشرطیکہ تمیز دار ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہی هٰذَانِ حَرَامَانِ عَلٰی ذُكُوْرِ اُمَّتِیْ حلال ہی اسمین کچھ بالغون کی قید نہین علاوہ ازین لڑکے کو شراب پینے سے منع کرنا واجب ہی تو وہ اس نظر سے نہین کہ لڑکا بالغ ہی بلکہ وجہ منع کی یہ ہی کہ شراب کا عادی نہو ورنہ بالغ ہو کر اُسکو شراب سے صبر کرنا دشوار ہوگا اسی طرح اگر حریر اس عمر مین پہنیگا تو گویا فساد کا بیج اُسکے سینہ مین

بو یا جائیگا اور اس سے اشتیاق مستحکم کا درخت اسکے سینہ مین جم جائیگا کہ پھر اسکا قلع قمع کرنا دشوار ہوگا اسی لیے اسکو عادت ریشمی کی ڈالنی ہی نہ چاہیے تاکہ عادی ہونے سے اشتیاق نہ ہو ایکن جو لڑکا تمیز نہ رکھتا ہو وہ اگر ریشمی کپڑے پہنے ہو تو یہ وجہ حرمت کی اسکے حق مین ضعیف ہے کہ ابھی وہ کوچہ اشتیاق سے بیخبر ہے مگر احتمال حرمت عموم حدیث کا اسمین بھی ہے واللہ اعلم۔ اور دیوانہ کا حکم بے تمیز لڑکے کا سا ہے ہان سونے اور حریر سے عورتون کو زینت کرنی بدون اسراف کے درست ہے اور ہمارے نزدیک لڑکی کے کان چھیدنے بالیان پہننے کے لیے جائز نہین اسلیے کہ اسمین زخم ایذا دہندہ کرنا ہوتا ہے اور ایسے زخم سے قصاص لازم آتا ہے تو بدون حاجت ضروری کے جائز نہوگا جیسے فصد کھولنا اور پچھنے لگانے اور ختنہ کرنے کہ بدون ضرورت نہین ہونے اور بالیون کی زینت کچھ بہت ضروری نہین بلکہ بندے اگر باندھکر کان مین اوپر سے لٹکا دیے جائین کان کی زینت کو کافی ہین اور دوسرے زیور مثل جگنی یا جمیل یا کنگن کیا تھوڑے ہین جو بالیون کی حاجت ہو تو بالیون کے لیے کان چھیدنا اگرچہ عادت ہو رہی ہے مگر حرام ہے اور اس سے منع کرنا واجب ہے اور اسپر اجرت لینی درست نہین بلکہ اجرت مذکور حرام ہے ہان اگر کان چھیدنے کی اجازت شریعت سے منقول ہو تو مضائقہ نہین اور ہمکو اس باب مین اب تک کوئی رخصت نہین پہونچی۔ اور ایک منکر ضیافت مین یہ ہے کہ اس مجمع مین کوئی بدعتی اپنی بدعت کے باب مین تقریر کرتا ہو تو وہان ایسے شخص کو جانا جائز ہے جو اسکے جواب دینے پر قادر ہو اور اسی ارادہ سے جائے اور اگر جواب دینے پر قادر نہو اور بدعتی بھی اپنی بدعت کے باب مین گفتگو نہ کرے تو اس طرح جانا جائز ہے کہ بدعتی سے نفرت اور اعراض ظاہر کرے جیسا کہ ہمنے بغض فی اللہ مین لکھا ہے۔ اور اگر ضیافت مین کوئی مسخرہ ہو کہ کہانیان اور عجائبات کہکر ہنسایا کرتا ہو تو اگر ہنسی کی باتون مین وہ فحش بکتا ہو اور گالیان اور جھوٹ کہتا ہو تو اس مجلس مین جانا جائز نہین اور اگر جائے تو اسکو اس قسم کی باتون سے منع کرے اور اگر اسکی باتین ہنسی کی ہون مگر ان مین جھوٹ اور فحش نہو تو ان کا سننا مباح ہے بشرطیکہ کبھی کبھی کہا ہو اور اسکو اپنا پیشہ یا عادت بنا لینا مباح نہین اور جس جھوٹ مین جھوٹ ہونا ظاہر ہو اور اس سے غرض دغابازی اور دھوکا دینا نہو تو وہ منکرات مین داخل نہین جیسے کوئی یون کہے کہ آج مین نے تمکو سو دفعہ تلاش کیا یا تمسے ہزار دفعہ یون کہدیا ہے یا اور اسی طرح کے جملے جنسے حقیقی سننے مقصود نہون تو ایسے جملے آدمی کی عدالت مخل نہین ہوتے اور نہ انسے شہادت نامقبول ہوا اور باب آفات زبان جلد سوم مین تعریف مباح ہنسی اور

مباح جھوٹ کی عنقریب مذکور ہوگی۔ اور ضیافت کا منکر ایک یہ ہے کہ کھانے میں اسراف کیا جائے اور یہی حال عمارت اور مال میں اسراف کرنے کا ہے بلکہ مال میں اسراف کے سوا مال کا ضائع کرنا بھی ہے کہ ضائع کنوا اُسی کو کہتے ہیں کہ مال کو بدون کسی فائدہ معتدبہ کے کھو دے مثلاً کپڑے جلانا یا پھاڑ ڈالنا یا مکان گرا دینا یا مال کو دریا میں پھینک دینا اور یہی حال ہے نوحہ کرنے والے اور مغنی کو دینے کا اور دوسرے منکرات میں صرف کرنے کا اسلیے کہ یہ فوائد شرعاً حرام ہیں تو گویا معدوم ہی ہیں باقی رہا اسراف تو یہ لفظ عام ہے کبھی تو نوحہ کرنے والے اور مغنی اور دوسری خرابیوں میں صرف کرنے کو اسراف کہتے ہیں اور کبھی مباحات میں مال لگانے کو اسراف بولتے ہیں بشرطیکہ صرف مبالغہ کے ساتھ ہو اور مبالغہ کا حکم لوگوں کی حال کی نظر سے جدا جدا ہے بعض صورتوں میں منع اسراف سے واجب ہوگا مثلاً فرض کرو کہ ایک شخص کے پاس سو روپے ہیں اور عیال و اطفال رکھتا ہے اور کوئی معیشت ان روپیوں کے سوا اُنکے لیے نہیں پس اگر وہ شخص ان روپیوں کو ایک لمحہ میں اوٹھا ڈالے تو وہ مسرف اور فضول خرچ ہے اُسکو اس حرکت سے منع کرنا واجب ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا یہ آیت مدینہ منورہ میں اُس شخص کے باب میں اُتری جسنے اپنا مال سب تقسیم کر دیا اور اپنے عیال کے لیے کچھ نہ چھوڑا اور جب اُنھوں نے خرچ مانگا تو کچھ نہ دیسکا اور نیز دوسری آیت میں ارشاد ہے وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ اور اسی طرح فرمایا وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا تو جو شخص ایسا اسراف کرے اُسکو منع کرنا چاہیے اور قاضی پر واجب ہے کہ اُس شخص کو مال میں تصرف کرنے سے روک دے ہاں اگر آدمی تنہا ہو اور توکل میں نہایت قوت راسخہ رکھتا ہو تو اُسکو جائز ہے کہ اپنا سب مال امور خیر میں اُٹھا ڈالے اور جو شخص عیال دار ہو یا توکل سے عاجز ہو تو اُسکو جائز نہیں کہ اپنا سب مال خرچ کر دے اسی طرح اگر کوئی اپنا بالکل مال دیواروں کی گلکاری اور عمارت کی زینت میں خرچ کر دے تو یہ خرچ بھی اسراف حرام ہے لیکن جسکے پاس مال بہت ہے اُسکو گلکاری اور آرائش حرام نہیں اسلیے کہ آرائش بھی ایک غرض صحیح ہے اور ہمیشہ سے مسجدوں کی چھت اور دروازوں پر نقش و نگار ہوتے آئے ہیں باوجودیکہ چھت اور دروازہ کے نقش سے کوئی فائدہ بجز زینت کے نہیں پس اسی طرح مکانات کے نقش و نگار کا حکم سمجھنا چاہیے اور کپڑوں اور کھانوں کے تجمل میں بھی یہی حکم ہے کہ وہ بذات خود مباح ہے مگر کم مایہ آدمی کے حق میں اسراف ہو جاتا ہے اور اہل دولت کے حق میں مباح اور اسطرح کے منکرات بیشمار ہیں جنکا حصر ممکن نہیں تو انھیں پر محمول ما

اور قاضیون کے محکمون اور سلاطین کے درباروں اور علما کے مدارس اور صوفیہ کی خانقاہوں اور بازارون کی سراؤن کو قیاس کرلو کہ انمین سے کوئی ایسی جگہ نہین جہان منکر مکروہ یا ممنوع نہو اور چونکہ سب منکرات کی تفصیل اس بات کو چاہتی ہے کہ شرع کی تفصیل تمام اصول و فروع کی کیجائے اسلیے ہم اسی قدر پر اکتفا کرتے ہین کہ زیادہ طول نہو۔ منکرات عامہ واضح ہوکہ اسوقت مین جو شخص اپنے گھر مین بیٹھا ہوا ہے کہین ہو وہ بھی اس لحاظ سے منکر سے خالی نہین کہ لوگون کو بتانے اور سکھانے اور معروف کی ترغیب دینے سے پہلوتہی کرتا ہے کیونکہ اکثر لوگ شہرون مین نماز کی شروط سے ناواقف ہین گانون اور جنگل مین تو کیسے نہونگے اور انھین ناواقفون مین سے اعراب اور گرد اور ترکمان اور دوسرے لوگ ہین اور یہ واجب ہے کہ شہر کے ہر محلہ اور مسجد مین ایک عالم ہو کہ لوگون کو دین کی باتین سکھائے اور اسی طرح ہر گانون مین ایک عالم کا ہونا واجب ہے اور جو عالم کہ اپنے فرض عین سے فارغ ہوچکا ہے اور فرض کفایہ کی اسکو فرصت حاصل ہے اسپر واجب ہے کہ جو لوگ اسکے شہر کے گرد و نواح مین رہتے ہون انکے پاس جائے اور انکو دین کی باتین اور شریعت کے فرض سکھائے اور اپنا زاد ساتھ لیجائے اسی مین سے کھائے ان ناواقفون سے کھانے نہ کھائے کہ وہ اکثر مغصوب ہوتے ہین اور گرد و نواح کے امیون کو اگر ایک سکھانے والا بھی چلا جائیگا تو باقی علما کے ذمہ سے جرح ساقط ہوجائیگا ورنہ سب کے ذمہ وبال رہیگا عالم کے ذمہ تو اسلیے کہ اسنے باہر نکلکر انکو تعلیم نہ کی اور ناواقفون پر اسلیے کہ انھون نے سیکھنے مین قصور کیا اور جو عامی شخص نماز کی شرطین جان جائے اسپر واجب ہے کہ دوسرے کو سکھائے ورنہ گناہ مین وہ بھی شریک رہیگا اور یہ تو ظاہر ہے کہ کوئی شخص ماں کے پیٹ سے شریعت کا عالم نہین پیدا ہوتا بلکہ علم والون سے ہی احکام شریعت کا پہونچا دینا واجب ہوتا ہے تو جسکو ایک مسئلہ بھی آجائیگا وہ اسکا عالم کہلائیگا اور اسمین بھی شک نہین کہ علما پر گناہ زیادہ ہوگا اسلیے کہ انکو طاقت سکھانے اور بتانے کی زیادہ ہے اور تبلانا علما ہی پر پھیتا بھی ہے کیونکہ اہل حرفہ اگر اپنے حرفون کو چھوڑ کر اس کام مین مصروف ہون تو معیشت کا کارخانہ بیکار ہوجائے انھون نے تو وہ کام اپنے ذمہ لے رکھا ہے جسکی ضرورت خلق کی بہتری مین ہے اور عالم کی شان اور اسکا پیشہ یہی ہے کہ جو کچھ اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہونچا ہے وہ دوسرون کو پہونچا دے کہ علما ہی وارث انبیا ہین اور کسی شخص کو اپنے گھر مین اس عذر سے بیٹھ رہنا اور مسجد مین نہ آنا جائز نہین کہ لوگ نماز اچھی طرح نہین پڑھتے بلکہ جب اسکو یہ حال معلوم ہو تو اسپر باہر نکلنا سکھانے

اور منع کرنے کے لیے واجب ہو۔ اسی طرح جس شخص کو یقین ہو کہ بازار مین کوئی منکر ہمیشہ یا ایک وقت معین مین ہوتا ہو اور وہ اُسکے دور کرنے پر قادر ہو تو اُسکو جائز نہین کہ گھر مین بیٹھ رہے اور اُس منکر کو دور نہ کرے بلکہ اُسکو نکلنا لازم ہو اور اگر سب منکر کو دور نہین کر سکتا مگر بعض کو دور کر سکتا ہو اور منکر کے دیکھنے سے متحرز رہ سکتا ہو تب بھی اُسکو نکلنا لازم ہو اسلیے کہ جب نکلنا اسو جہ سے ہوگا کہ جتنی برائی کو دور کر سکتا ہو اُسقدر کو دور کر دے تو جسکو دور نہین کر سکتا اُسکے دیکھنے سے کچھ ضرر نہین دیکھنا مضر اُس صورت مین ہوتا ہو کہ بدون کسی غرض صحیح کے دیکھے۔ حاصل یہ کہ ہر مسلمان کو ضرور ہو کہ اول اپنے نفس کی اصلاح فرائض پر مواظبت اور محرمات کو چھوڑنے سے کرے پھر اپنی اصلاح کے بعد گھر والون کو یہ باتین تعلیم کرے اور اُنسے فارغ ہونے کے بعد ہمسایون کو پھر محلہ والون کو پھر شہر والون کو پھر شہر کے گرد نواح والون کو پھر جنگلیون کو اور اسی طرح دنیا کی انتہا تک پھر اگر اس کام کو پاس کے لوگ بجا لائین گے تو دور والون پر سے تعلیم ساقط ہو جائیگی ورنہ جنکو تعلیم پر قدرت ہوگی سب گنا ہگار ہونگے خواہ قریب کے ہون یا بعید کے اور جبتک روے زمین پر بالفرض ایک شخص بھی جاہل کسی دینی فرض سے رہیگا اور عالم کو قدرت ہوگی کہ خود جاکر اُسکو سکھلا دے یا دوسرے کے ذریعہ سے واقف کرا دے تب تک یہ حرج ساقط نہ ہوگا اور یہ کام نہایت ضروری ہو اُس شخص کے حق مین جسکو دین کی فکر ہو اور تمام اپنی اوقات اُن تفریعات عجیب اور دقائق علوم کے تعمق مین مصروف کر رکھے ہون جو فرض کفایہ ہین اور اس کام سے بڑھکر یا تو فرض عین ہو اور کوئی نہیں کفایہ جو اس سے زیادہ اہم ہو

چوتھی فصل امر اور سلاطین کو امر بالمعروف اور نہی منکر کرنے کے بیان مین۔ ہمنے اول امر بالمعروف کے درجات بیان کر دیے ہین کہ سب سے اول آگاہ کرنا ہو پھر نصیحت پھر زبان سے سخت کہنا پھر زبردستی منع کرنا اور زدوکوب اور سزا سے جس بات کا پابند کرنا اُن مراتب مین سے بادشاہون کے ساتھ اول کے دو مرتبے جائز ہین یعنے آگاہ کرنا اور نصیحت اور چوتھا مرتبہ یعنے زبردستی منع کرنا رعیت کو بادشاہ کے ساتھ جائز نہین اسلیے کہ اس سے فساد اور شر برپا ہوگا جسکی برباد گناہ لازم آئیگا باقی رہا تیسرا مرتبہ یعنے درشت کلامی جیسے سلطان کو یون کہنا کہ اے ظالم ہا وہ شخص کہ خدا ے تعالی سے نہین ڈرتا یا اور اسی قسم کے الفاظ تو اسمین اگر فساد اور خرابی ایسی ہو کہ دوسرے لوگون کو اُسکا ضرر پہونچے تب تو ایسا کہنا جائز نہین اور اگر صرف کہنے والے ہی کی جان کو اُسکا ضرر ہو تب جائز بلکہ مستحب ہو کیونکہ اکابر سلف کا دستور تھا کہ اپنی جان خطرہ مین ڈالتے تھے اور انکا زہد

ظہور کرتے تھے اُسکی پروا نہ تھی کہ جان جائیگی اور طرح طرح کے مصائب و عذاب احتساب کے لیے سُنتے تھے اس لحاظ سے کہ اُنکو معلوم تھا کہ اگر احتساب مین مارے جائینگے تو شہید ہونگے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خَیْرُ الشُّھَدَاءِ حَمْزَۃُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ثُمَّ رَجُلٌ قَامَ اِلٰی اِمَامٍ فَاَمَرَہٗ وَنَھَاہُ فِیْ ذَاتِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَقَتَلَہٗ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ہے اَفْضَلُ الْجِھَادِ کَلِمَۃُ الْحَقِّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضہ کی تعریف مین ارشاد فرمایا کہ شجاع لوہے کی سری ہے اللہ تعالیٰ کے باب مین اُسکو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اثر نہین کرتی حقگوئی نے اُسکا یہ حال کر دیا ہے کہ اُسکا کوئی دوست نہین (جیسے ہندی کی مثل ہے سچی بات کہیرا کہے سب کے من سے اُتر رہے) اور جب دین مین پختہ لوگون نے معلوم کیا کہ کلام مین سے بہتر وہ کلمہ حق ہے جو ظالم بادشاہ کے سامنے کہا جائے اور یہ کہ اگر کہنے والا اس حقگوئی کے عوض مین مارا جائیگا تو شہید ہوگا جیسے حدیث مین وارد ہے تو انھون نے اس امر پر جرأت کی اور اپنی موت دل مین ٹھان لی اور طرح طرح کے عذاب اُٹھائے اور رضائے الٰہی کے لیے اُنپر صبر کیا اور اپنی جان نثاری کے ثواب کو اللہ تعالیٰ سے طالب ہوئے اور سلاطین کو نصیحت کرنے اور امر معروف اور نہی منکر کرنے کا طور وہ ہے جو سلف کے علما سے منقول ہے اور باب الحلال والحرام مین سلاطین کے یہان جانے کے بیان مین کسقدر ہم لکھ آئے ہین اب یہان اُن حکایات پر اکتفا کرتے ہین جنسے وعظ کی صورت اور سلاطین و امرا پر انکار کرنے کی کیفیت معلوم ہو۔ اُن حکایات مین سے ایک حضرت صدیق اکبر رضہ کا منع فرمانا ہے اکابر قریش کو جب اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا کا قصد کیا اور اس حکایت کو عروہ رضہ نے یون بیان کیا ہے کہ مین نے عبداللہ بن عمر رضہ سے کہا کہ قریش کے لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھلی عداوت کرتے تھے اُسمین آپ کو جو تکلیفین اُنھون نے دی ہین اُنمین سب سے زیادہ سخت کونسی دیکھی ہے اُنھون نے فرمایا کہ مین قریش کے پاس ایک روز گیا اور وہ حطیم کعبہ مین جمع تھے اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا اور کہا کہ جتنا صبر ہمنے اس شخص سے کیا ایسا کبھی نہین دیکھا کہ ہمارے عاقلون کو اُسنے بیوقوف کہا اور پشتون کو گالیان دین اور ہمارے دین کو بُرا کہا اور جماعت کو ابتر کر دیا اور ہمارے معبودون کو سخت سُست سُنایا ہمنے بڑی بڑی باتون پر صبر کیا یا اور کچھ اُنھون نے ذکر کیا وہ یہ کہی رہے تھے کہ اتنے مین اُنکے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور چلے آئے یہان تک کہ حجر اسود کو بوسہ دیا پھر خانہ کعبہ کا طواف

ترجمہ
ان مین سے بہتر حمزہ بن عبدالمطلب رضہ ہین پھر وہ شخص ہے جو کسی حاکم کے سامنے کھڑا ہوا اور اُسکو امر و نہی کرے اسکے اور اُسکے نہ ماننے پر اُسکو قتل کر ڈالے۔ حاکم پر بہت بڑا جہاد کلمہ حق ہے حاکم ظالم کے پاس۔ ابو داؤد و ترمذی ابن ماجہ پر روایت ابی سعید خدری رضہ ابو داؤد و ترمذی بسند

کرتے ہوئے اُنکے پاس کو گذرے جب آپ اُنکے پاس ہوکر گئے تو اُنھون نے کچھ آواز پھینکا کہ اُسکا اثر مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک مین پایا پھر آپ طواف کرتے رہے جب دوسرے پھیرے مین اُنپر گذرے تو پھر قریش نے ویسا ہی کلمہ کہا اور مین نے آپ کے چہرۂ مبارک مین اُسکا اثر پایا پھر آپ چلے گئے اور تیسرے پھیرے مین اُنکے پاس کو نکلے تو پھر اُنھون نے ویسا ہی آوازہ پھینکا یہان تک کہ آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ سُنتے ہو اے گروہ قریش قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضہ مین محمدؐ کی جان ہے مین تمھارے لیے ذبح لایا ہون (یعنے یہ دین تمکو موت کی طرح ناگوار ہے) یہ سنکر سب نے گردنین نیچی کرلین اور ایسے چپ ہوگئے گویا ہر شخص کے سر پر کوئی پرند بیٹھا ہے اور اس جملہ نے وہ اثر کیا کہ جو شخص پیشتر زیادہ تر مخالف آپ کی ایذا پر دیتا تھا وہی جو لفظ کہ بہتر سے بہتر اُسکو ملا اُس سے آپکی تسکین کرنے لگا اور کہنے لگا کہ اے ابوالقاسم آپ بخیر تشریف لیجائین کہ بخدا آپ نادان نہین غرضکہ آپ تشریف لیگئے جب دوسرا روز ہوا تو پھر حطیم مین جمع ہوئے اور مین اُنکے ساتھ تھا اور آپسمین کہنے لگے کہ تمکو یاد ہے جو کچھ تمسے اُس شخص کو پہونچا اور جو اُس سے تمکو یہان تک کہ جب علانیہ تمسے وہ باتین کین جنکو تم بُرا جانتے تھے اُسکو چھوڑ دیا وہ اسی ذکر مین تھے کہ اتنے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمودار ہوئے پس سب کے سب نے آپ پر ایکبارگی جست کی اور چارون طرف سے آپکو گھیر لیا اور کہا کہ تم ہی ایسا کہتے ہو تم ہی ایسا فرماتے ہو وہ باتین نقل کرتے تھے جنکو اپنے معبودون اور دین کی بُرائی مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سنا تھا آپ اُنکا جواب ارشاد فرماتے تھے کہ ہان مین ہی ایسا کہتا ہون پھر تو مین نے دیکھا کہ قریش کے ایک آدمی نے آپ کی تمام چادر پکڑکر گھسیٹا اور حضرت صدیق اکبر رضہ آپ کے پیچھے کھڑے روتے تھے اور کہتے تھے خرابی ہو تمھاری کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اسپر کہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے پس قریش آپ کو چھوڑ کر چلے گئے اور مین نے نہین دیکھا کہ قریش نے اس سے زیادہ تکلیف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی پیشتر دی ہو اور ایک دوسری روایت مین حضرت ابن عمر رضہ سے اسطرح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحن کعبہ مین تھے کہ اتنے مین عقبہ بن ابی معیط آیا اور اُسنے شانۂ مبارک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا پکڑکر اپنا کپڑا آپکے گلے مین ڈالکر زور سے گلا گھونٹا پس حضرت ابوبکر رضہ تشریف لائے اور اُنھون نے اُسکا شانہ پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سے ہٹایا اور فرمایا اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ وَقَدْ جَآءَکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّکُمْ اور مروی ہے کہ حضرت معاویہ رضہ نے مسلمانون کی عطا یا کو روک لیا تھا

ع اسکے بعد کی عبارت سے نقل کیا ہے

ع اسکے بعد کی عبارت سے

ع اسکے بعد کی عبارت سے

ع اسکے بعد کی عبارت س

ایک روز وہ خطبہ پڑھتے تھے کہ ابو مسلم خولانی اُنکے سامنے کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے معاویہ یہ مال جو تمنے روکا ہے نہ تو تمھاری محنت کا ہے نہ تمھارے باپ کی محنت کا نہ تمھاری ماں کی محنت کا حضرت معاویہ کو غصہ آیا اور منبر پر سے اُترا اُنکی آنکھوں سے غائب ہو گئے اور کہہ گئے کہ ایسے ہی بیٹھے رہو ایک ساعت کے بعد آپ نہا کر نکلے اور فرمایا کہ ابو مسلم نے مجھسے ایسی بات کی کہ جس سے مجکو غصہ آگیا اور مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے اور آگ پانی ہی سے بجھائی جاتی ہے تو جب تم مین سے کوئی غصہ ہو تو غسل کر ڈالے اور مین اندر جاکر نہا آیا اور اب کہتا ہون کہ ابو مسلم نے درست کہا کہ وہ مال نہ میری محنت کا ہے نہ میرے باپ کی مشقت کا سو آو اور اپنی عطا لیجاو۔ اور عقبہ بن محصن عنزی کہتے ہین کہ بصرہ مین ہمارے حاکم حضرت ابو موسی اشعری رضہ تھے اُنکا دستور تھا کہ جب خطبہ پڑھتے تو اللہ تعالی کی حمد و ثنا کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے پھر حضرت عمر فاروق رضہ کے لیے دعا کرتے مجکو اُنکا یہ فعل بُرا معلوم ہوا مین کھڑا ہو گیا اور اُنسے کہا کہ تمکو خلیفہ اول کا خیال نہین تم حضرت فاروق رضہ کو اُنپر فضیلت دیتے ہو اُنھون نے چند جمعہ ایسا کیا پھر حضرت عمر رضہ کی خدمت مین میری شکایت لکھ بھیجی کہ عقبہ بن محصن اثنا خطبہ مین میرا مزاحم ہوتا ہے حضرت فاروق رضہ نے اُنکو لکھا کہ اُسکو ہمارے پاس بھیجدو اُنھون نے مجکو آپ کے پاس روانہ کیا جب مین مدینہ منورہ مین پہونچا تو آپ کے دروازہ پر دستک دی آپ باہر تشریف لائے اور پوچھا کہ تو کون ہے مین نے کہا کہ عقبہ بن محصن عنزی ہون آپنے مجکو فرمایا کہ نہ مرحبا ہے نہ اہل مین نے عرض کیا کہ مرحبا تو خدا کی طرف سے ہے اور اہل کا حال یہ ہے کہ مین اہل اور مال دونون نہین رکھتا مگر یہ فرمائیے کہ آپنے جو مجکو میرے شہر سے بدون کسی خطا یا تقصیر کے بلا لیا یہ کس وجہ سے آپنے جائز سمجھا آپنے فرمایا کہ تجھ مین اور ہمارے عامل مین کیا جھگڑا ہے مین نے کہا اُسکا حال مین اب آپ سے کہے دیتا ہون کہ اُنکا دستور یہ تھا کہ جب خطبہ پڑھنے تو حمد اللہ تعالی کی حمد و ثنا کرکے درود پڑھتے پھر آپکے لیے دعا مانگنے لگتے مجکو اُنکی اس حرکت پر غصہ آیا مین سامنے کھڑا ہو گیا اور کہا کہ تمکو صدیق اکبر رضہ کا دھیان نہین کہ حضرت عمر رضہ کو فضیلت دیتے ہو اُنھون نے کئی جمعہ ایسا ہی کیا پھر آپ کی خدمت مین میری شکایت لکھ بھیجی حضرت عمر فاروق رضہ یہ حال سنکر بے اختیار رونے لگے اور کہتے تھے کہ بخدا تو ہمارے عامل کی بہ نسبت زیادہ توفیق یافتہ اور راہ یاب ہے پھر فرمایا کہ بھلا تو میرا قصور معاف کر دیگا خدائے تعالی

تیرا قصور معاف کرے مین نے عرض کیا کہ تمکو خدائے تعالیٰ معاف کرے یا امیر المومنین پھر آپ اختیار رونے لگے اور کہنے لگے کہ بخدا ابو بکر صدیق کا ایک روز و شب عمر اور آل عمر سے بہتر ہے کیا مین تجھسے اُس رات اور دن کو کہدون مین نے عرض کیا کہ بہتر آپنے فرمایا کہ صدیق کی رات تو وہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے نکلنا اور مشرکون کی ایذا سے بچنا چاہا تو آپ رات کے وقت نکلے اور حضرت صدیق آپکے ساتھ ہوئے راہ مین کبھی آپکے آگے چلتے تھے اور کبھی پیچھے اور کبھی دہنے اور کبھی بائین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو فرمایا کہ اے ابو بکر یہ کیا بات ہے مین تو نہین جانتا کہ تم نے کبھی ایسا کیا ہو آپنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مین یاد کرتا ہون کہ کوئی گھاتی نہ بیٹھا ہو تو آپ کے آگے ہو جاتا ہون اور جب دشمن کو خیال کرتا ہون تو پیچھے ہو جاتا ہون اور دہنے بائین بھی آپ کی حفاظت کے لیے ہوتا ہون کہ مجکو آپ کی طرف سے خوف لگا ہوا ہے غرض رات بھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پاے مبارک کی اُنگلیون کے بل چلے یہانتک کہ وہ گھسگئین جب حضرت صدیق نے آپ کی اُنگلیون کا یہ حال دیکھا تو آپ کو اپنے شانہ پر بٹھلا کر دوڑے یہانتک کہ جبل ثور کے غار پر پہونچ کر آپ کو اُتارا اور عرض کیا کہ قسم ہے اُس ذات کی جسنے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا آپ اسمین نہ جائیے جبتک مین نہ گھسلون کیونکہ اگر کوئی چیز اسمین ہو تو اُسکا ضرر مجکو ہو آپ کو نہو یہ کہکر حضرت صدیق غار کے اندر گئے اور جب اُسمین کچھ نہ دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا کر اُسکے اندر لیگئے اور غار مین کچھ دراڑ تھی جسمین سانپ اور بچھو تھے حضرت صدیق نے اُسمین اپنا پانون دے دیا اس ڈر سے کہ کہین کوئی چیز اُسمین سے نکلکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا نہ دے اُنکو ایک سانپ نے کاٹ لیا آپ کے آنسو درد کے مارے دونون رخسارون پر جاری تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُنکو ارشاد فرماتے تھے اے ابو بکر لا تحزن ان اللہ معنا یعنے غم مت کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق کے لیے تسکین اُتاری یہ تو اُنکی رات کا حال ہے اور اُنکا دن وہ ہے جس روز کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا تو عرب کے لوگ مرتد ہو گئے اور بعضون نے کہا کہ ہم نماز تو پڑھینگے مگر زکوٰۃ نہ دینگے حضرت صدیق نے اُنپر جہاد کا قصد کیا مین اُنکی خدمت مین گیا کہ حتی الوسع نصیحت کرونگا مین نے کہا کہ اے نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ لوگون پر جائیے اور اُنکے ساتھ نرمی کیجیے آپنے مجکو فرمایا کہ تعجب ہے کہ کفر مین تم اتنے سخت تھے اور اسلام مین ایسے دھیلے ہو گئے مین اُنکی اسوجہ سے پر چھاؤن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما فوق اعلیٰ ہوئے اور وحی اُٹھ گئی نجد اکا کر

لوگ مجکو ایک رسی سے بھی انکار کرینگے جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو مین اُنسے
جہاد کرونگا غرضکہ ہمنے اُنکے ساتھ ہوکر جہاد کیا تو معلوم ہوا کہ بیشک وہ راہ یاب تھے اور اس باب مین
اشعثیین کی تجویز ٹھیک تھی یہ حضرت صدیق کے دن کا حال ہے پھر حضرت فاروق رضہ نے حضرت
ابو موسیٰ اشعری رضہ کو ملامت لکھ بھیجی کہ تم ایسا کیون کرتے ہو قصور تمھارا ہی ہے۔ اور اصمعی کہتے ہین
کہ جن دنون عبد الملک بن مروان اپنی حکومت مین حج کو آیا تھا تو مکہ مین تخت پر بیٹھا اور گرد
اُسکے ہر قبیلہ کے اشراف جمع ہوئے اُسوقت عطا ابن ابی رباح اُسکے پاس تشریف لے گئے
عبد الملک دیکھتے ہی اُٹھ کھڑا ہوا اور اُنکو اپنے پاس تخت پر بٹھلایا اور آپ اُنکے سامنے بیٹھکر
عرض کیا کہ آپنے کیون قدم رنجہ فرمایا انھون نے فرمایا کہ اے امیر المومنین خدائے تعالیٰ کے حرم
اور اُسکے رسول کے حرم کے باب مین اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور اُنکی آبادی کے خبر گیران رہنا
اور مہاجرین اور انصار کی اولاد کے باب مین خوف خدا کرنا کہ تم تخت پر اُنھین کی بدولت بیٹھے ہو
اور جو لوگ مسلمانون مین سے دار الاسلام کی حدود پر کفار کے منع اور روکنے کو متعین ہین اُنکے باب
مین خوف خدا رکھنا اور مسلمانون کے معاملات کا جو یار رہنا کہ اُنکی بازپرس خاص تمسے ہوگی اور جو
لوگ تمھارے دروازہ پر آوین اُنکے باب مین اللہ تعالیٰ سے ڈرنا کہ اُنکے حال سے غافل نہ ہونا اور
نہ اپنا دروازہ بند کرنا کہ وہ نہ آنے پائین خلیفہ نے عرض کیا کہ بہتر ہے مین ایسا ہی کرونگا پھر آپ اُٹھے
خلیفہ نے اُنکو پکڑ لیا اور کہا کہ اے ابو محمد یہ تو آپنے دوسرون کے مطلب بیان کیے اُنکو ہم کہہ چکے
کہ پورا کرینگے آپ اپنی حاجت فرمائیے کہ کیا ہے اُنھون نے فرمایا کہ مجکو مخلوق کی طرف کچھ حاجت
نہین یہ کہکر آپ تشریف لیگئے عبد الملک نے کہا کہ شرف اسکو کہتے ہین۔ اور کہتے ہین کہ ایک روز
ولید بن عبد الملک نے اپنے دربان سے کہا کہ دروازہ پر کھڑا ہو جب کوئی شخص گذرے تو اُسکو
میرے پاس بلا لانا کہ مجھسے باتین کرے دربان دروازہ پر کھڑا ہوا کہ اتنے مین عطا ابن ابی رباح
اُدھر کو گذرے یہ اُنسے ناواقف تھا اُنکی خدمت مین عرض کیا کہ امیر المومنین کے پاس چلو
کہ اُنکا حکم ہے وہ خلیفہ کے پاس تشریف لائے اور اُسوقت حضرت عمر بن عبد العزیز بھی
وہان موجود تھے جب عطا حرم ولید سے قریب ہوئے تو فرمایا السلام علیک یا ولید خلیفہ دربان پر
بہت خفا ہوا کہ کمبخت مین نے تجھسے کہا تھا کہ میرے پاس ایسے شخص کو لانا جو مجھسے قصے کہانی
کہے تو ایسے شخص کو بلا لایا کہ اسکو یہ بھی خوش نہ آیا کہ جو نام اللہ تعالیٰ نے میرے لیے پسند فرمایا اُس نام
سے مجکو پکارے دربان نے کہا کہ انکے سوا اور کوئی میرے پاس نہین آیا پھر خلیفہ نے اُنکو فرمایا

کہ بیٹھے اور انکی طرف متوجہ ہوکر باتین کرنے لگا منجملہ اُنکے عطار حمہ نے ایک روایت کے سلسلے یہ بیان کی کہ ہمکو خبر پہونچی ہی کہ جہنم مین ایک وادی ہی جسکا نام ہبہب ہی اُسکو اللہ تعالی نے اُس حاکم کے لیے رکھا ہی جو اپنے حکم مین ظلم کرے اس قول کو سنکر ولید نے ایک چیخ ماری اور یا تو دروازہ کی دہلی کے پاس بیٹھا تھا یا پشت کے بل بیہوش ہوکر دیوانہ کی طرح گر پڑا حضرت عمر بن عبد العزیز نے عطار حمہ سے فرمایا کہ تمنے امیر المومنین کو مار ڈالا عطار حمہ نے آپکا ہاتھ پکڑکر خوب زور سے دبایا اور کہا کہ اے عمر یہ حال واقعی ہی پھر واقعی ہی پھر عطا حمہ اُٹھکر چلے گئے حضرت عمر بن عبد العزیز سے مروی ہی کہ اُنکے ہاتھ دبا دینے کا اثر مجکو کئی برس رہا کہ میرا ہاتھ دکھتا رہا۔ اور ابن ابی شمیلہ جو عقل و ادب مین موصوف و معروف تھے عبد الملک بن مروان کے پاس گئے عبد الملک نے اُنسے کہا کہ کچھ فرمائیے اُنھون نے فرمایا کہ کیا کہون یہ تو تم جانتے ہو کہ متکلم جو کلام کرتا ہی وہ اُسپر وبال ہوتا ہی بجز اس کلام کے جو اللہ تعالی کے واسطے ہو عبد الملک رو پڑا پھر کہا کہ خدا تعالی اُسپر رحم کرے لوگ تو ہمیشہ سے ایک دوسرے کو نصیحت اور وصیت کرتے چلے آئے ہین اُنھون نے کہا کہ یا امیر المومنین قیامت مین لوگ اُسکی تلخی کے گلے مین پھنسنے اور ہلاک کو معائنہ کرنے سے نجات نہ پائینگے مگر وہ لوگ جنھون نے اپنے نفس کو خفا کرکے اللہ تعالی کو راضی کیا عبد الملک پھر رویا اور کہا کہ مین ان کلمات کو بیاض شیشہ اپنی زیست تک آنکھون کے سامنے تصویر کی طرح رکھونگا۔ اور ابن عائشہ کہتے ہین کہ حجاج نے بصرہ اور کوفہ کے فقہا کو بلوایا تو ہم سب گئے اور حضرت حسن بصری رحمہ سب سے پیچھے تشریف لیگئے حجاج نے اُنکی تعظیم کی اور مرحبا کہا اور ایک کرسی منگاکر اپنے تخت کے پاس بچھائی اور اُسپر آپکو بٹھایا پھر آپسے ذکر اذہر آدہر کا کرنے لگا اور سوال کرتا رہا کہ اتنے مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ذکر کرکے آپ کی بدگوئی کرنے لگا اور ہم بھی اُسکی ہان مین ہان ملاتے رہے اور اُسکے خوف کے مارے بجز تسلیم کے اور کچھ نہ کہتے تھے اور حسن بصری رحمہ انگلی دانت تلے دبائے خاموش بیٹھے تھے حجاج نے اُنسے کہا کہ آپ خاموش ہین آپنے فرمایا کہ مین کچھ کہہ نہین سکتا اُسنے کہا کہ آپ اپنی رائے حضرت علی رضہ کے باب مین مجھسے بیان کیجیے آپ نے فرمایا کہ مینے سنا ہی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ۚ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۗ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ

اور علی مرتضی رضہ اُن ایماندار لوگون مین سے ہین جنکو اللہ تعالی نے ہدایت فرمائی تو میری رائے اُن کے باب مین یہ ہی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر عم زاد اور آپ کے داماد اور

لفظ اور وہ بجہ جسکے دونون طرف سے ہون جسکے دونون طرف سے ہون سے ہون سے ہون

آپ کے نزدیک سب لوگون سے محبوب ترہین اور اللہ تعالی نے اُنکے لیے جو سوابق مبارک پہلے سے لکھدیے تھے وہ سب اُنکو حاصل ہین تم سے یا اور کسی سے نہین ہو سکتا کہ اُن سوابق سے علی مرتضی رضا کو منع کردو یا اُنکے اور آپ کے درمیان حائل بنجاؤ اور یہ بھی میری رائے ہی کہ اگر حضرت علی مرتضی سے کوئی بری بات ہوئی بھی تو اللہ تعالی اُنسے حساب لیگا میرے نزدیک اُنکے باب مین اس سے عمدہ اور قول نہین یہ سنکر حجاج نے ناک بھون چڑھائی اور رنگ متغیر ہوگیا اور غصہ مین آکر تخت پر سے اُٹھکر ایک حجرہ جو تخت کے پیچھے تھا اُسمین چلا گیا اور ہم سب باہر نکل آئے عامر شعبی کہتے ہین کہ مین نے حضرت حسن رح بصری کا ہاتھ پکڑکے کہا کہ اے ابو سعید تمنے حجاج کو خفا کردیا اور اُسکے سینہ کو کینہ سے بھر دیا آپنے فرمایا کہ اے عامر مجھ سے الگ ہٹو آدمی تو کہتے ہین کہ عامر شعبی کوفہ کا عالم ہی تم ایک شیطان سیرت بشر صورت کے پاس آکر اُسکی خواہش کے بموجب کلام کرتے ہو اور اُسکی رائے کو درست کہتے ہو تمھاری کیا شامت ہی تمنے خوف اور تقوی نہ کیا کہ جب تمسے سوال ہوا تھا یا سچ کہا ہوتا یا خاموش رہی ہوتے کہ سلامت رہتے عامر نے جواب دیا کہ مین نے کہا تو سہی مگر مین جانتا تھا کہ اسمین خرابی ہی حضرت حسن بصری رح نے فرمایا کہ یہ بات تمپر اور زیادہ حجت اور سخت گناہ ہونے کی ہی عامر کہتے ہین کہ حجاج نے حضرت حسن بصری رح کو بلوایا جب آپ اُسکے پاس گئے تو اُسنے کہا کہ آپ ہی کہتے کہ خدائے تعالی ان امرا کو قتل کرے کہ انھون نے اللہ تعالی کے بندون کو روپیہ پیسے پر مار ڈالا آپ نے فرمایا کہ ہان مین ہی کہتا ہون اُسنے کہا کہ اسکا کیا سبب ہی آپ نے فرمایا کہ وجہ یہ ہی کہ اللہ تعالی نے علما سے عہد لیا ہی کہ لوگون سے بیان کردینا چھپانا نہین چنانچہ ارشاد فرمایا وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ حجاج نے کہا کہ بس زیادہ نہ بولو زبان بند کرو اور خبردار آگے کو ایسا قول تمسے نہ سنون جو مجھکو بُرا معلوم ہو نہین تو تمھارا سر تن سے جدا کردونگا۔ اور کہتے ہین کہ خطیط زیات کو حجاج کے سامنے لائے جب وہ روبرو ہوا تو حجاج نے پوچھا کہ خطیط تو ہی ہی اُسنے کہا ہان تیرا دل جو چاہے پوچھ لے کہ مین نے خدائے تعالی سے مقام ابراہیم پر تین عہد کرلیے ہین ایک یہ کہ اگر مجھسے سوال ہوگا تو مین سچا جواب کہونگا دوم اگر مجھپر مصیبت ہوگی تو صبر کرونگا سوم اگر عافیت سے رہونگا تو شکر کرونگا اُسنے کہا تو میرے باب مین کیا کہتا ہی کہا کہ کہتا ہون کہ تو زمین مین خدائے تعالی کے دشمنون مین سے ہی لوگون کی ہتک عزت کرتا ہی اور تہمت پر قتل کرتا ہی حجاج نے کہا کہ امیر المومنین عبد الملک بن مروان کے باب مین کیا کہتا ہی

عمخوار اور اللہ تعالی اور لوگون کے نزدیک محمود تھے تو تمکو بھی مناسب ہی کہ اللہ تعالی کے واسطے
امت مین حق بچالاؤ اور عدل کے ساتھ رہو اور اُنکی عیب پوشی کرو فریادیون کی فریاد سنو
اُنکے لیے اپنے پھاٹک بند رکھو اور نہ پہرہ بیٹھاؤ اگر اُنکو آسائش ہو تو خوش ہو اور اگر تکلیف
ہو تو دور کرو اے امیر المومنین میرے تمکو خاص اپنی فکر تھی اور اب اس تمام خلق کا بار تمپر ہی جسکا
عرب و عجم اور کافر و مسلم تمھارے قبضہ مین ہی اور اُنمین سے ہر ایک کا حصہ تمھارے عدل مین ہی
تو جس صورت مین اُنکے حوق حوق کھڑے ہو جائینگے اور کوئی تمھاری مصیبت ڈالنے کا شکوہ کریگا
اور کوئی حق دبا لینے کا تو پھر تمھارا کیا حال ہوگا - اے امیر المومنین مجھ سے حدیث بیان کی مکحول نے
عروہ بن رویم سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک مین شاخ خرما تھی جس سے آپ مسواک
کرتے تھے اور منافقون کو ڈراتے تھے آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا
کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ شاخ کیسی ہی جس سے آپنے اپنی امت کے دل توڑ دئے اور اُنکو رعب سے
پر کر دیا تو جو شخص اُنکی جلدون کو پھاڑیگا اور اُنمین خونریزیان کریگا اور اُنکے شہر ویران کریگا
اور ملکون سے جلاوطن کریگا اور اُسکا خوف اُنکو غالب کر دیگا تو اُسکا کیا حال ہوگا - اے امیر المومنین
مجھ سے حدیث بیان کی مکحول نے زیادہ سے اور اُنھون نے عمارہ سے اور عمارہ نے حبیب بن سلمہ سے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات پاک سے قصاص لینے کو ارشاد فرمایا یعنے آپکے ہاتھ سے
ایک اعرابی کی ناقہ نشتگی مین کھرونچا لگ گیا تھا آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور
عرض کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی نے آپ کو ظالم اور متکبر کرکے نہین بھیجا آپ نے
اُس اعرابی کو بلایا اور فرمایا کہ مجھ سے قصاص لے اُسنے عرض کیا کہ مین نے آپ کو معاف کیا آپ پر
فدا ہون میرے والدین مین ایسا نہین کہ آپ سے قصاص لیتا کو آپ مجھکو جان سے مار ڈالتے
آپ نے اُسکے حق مین دعاء خیر کی - اے امیر المومنین اپنے نفس کو اُسی کے نفع کے لیے ریاضت دو اور
اُسکے واسطے اپنے پروردگار سے امن حاصل کرو اور اُس جنت کی رغبت کرو جسکا عرض آسمانون اور زمین
کے برابر ہی اور جسکی شان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تم مین سے کسی کو جنت مین سے
ایک کمان کی مقدار کا ہونا دنیا اور ما فیہا سے بہتر ہی - اے امیر المومنین اگر سلطنت تم سے پہلے لوگون کی
پائدار رہتی تو تمکو نہ پہونچتی اسی طرح تمھارے پاس بھی نہ رہیگی جیسے اورون کے پاس نہ رہی
اے امیر المومنین تمکو معلوم ہی کہ تمھارے دادا حضرت ابن عباس رضہ سے اس آیت کی تفسیر کیا منقول ہی
مَا لِهٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا آپنے فرمایا ہی کہ صغیرہ سے مراد مسکرانا ہی اور کبیرہ سے

ترجمہ
ابن عباس رضہ سے صحیح ابن
اسحاق اور ابو یعلی اور ابن منذر
اور ابو نعیم نے دلائل مین
اور ابن عساکر نے تاریخ مین
اور ابن مردویہ نے تفسیر مین
اور ابن عساکر نے تاریخ مین
اور ابن ابی شیبہ نے مسند مین
اور ابن ابی حاتم نے تفسیر

مراد ہے سنا تو جب بسکرانا اور سنبسنا صغیرہ اور کبیرہ کھمرے تو ماتھون کے اعمال اور زبانون کے اقوال
کا کیا حال ہوگا۔ اے امیر المومنین مین نے سنا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضہ نے فرمایا کہ اگر کوئی بکری کا
بچہ فرات کے کنارہ پر ضائع ہوکر مرجائے تو مجکو یہ ڈر ہے کہ کہین اُسکی پوچھ مجھسے نہو تو اب یہ فرمایئے
کہ جو لوگ آپکے فرش ہی پر ہون اور تمھارے عدل سے محروم رہین اُنکا مواخذہ تمسے کیسے نہوگا
اے امیر المومنین تمکو معلوم ہے کہ تمھارے دادا سے اس آیت کی تفسیر کیا آئی ہے یٰدَاوٗدُ اِنَّا
جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْھَوٰی فَیُضِلَّکَ
عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زبور مین ارشاد کیا کہ اے داؤد جب مدعی اور مدعا علیہ
تیرے سامنے بیٹھین اور تجکو اون مین سے ایک کی طرف میل ہو تو ہرگز اپنے دل مین یہ نہ سوچنا کہ
حق اسی کو ملے اور دوسرے پر بھی فتحیاب ہو ورنہ مین تجکو اپنے نبوت کے دفتر سے سیٹ دونگا پھر نہ تو
میرا خلیفہ رہیگا نہ کچھ بزرگی پائیگا اے داؤد مین نے اپنے رسولون کو اپنے بندون مین ایسا کیا ہے
جیسے اونٹون کے چرانے والے کہ وہ طریق حفاظت سے واقف ہوتے ہین اور سیاست نرمی سے
کرتے ہین تو تم کو باندھتے ہین اور دبلے کو چارہ اور پانی سامنے کرتے ہین اے امیر المومنین تم ایسا امر مین
مبتلا ہوئے ہو کہ اگر بالفرض آسمانون اور زمین پر پیش کیا جاتا تو اسکے اٹھانے سے ڈر جاتے اور انکار
کر دیتے دیکھو مجھسے حدیث بیان کی یزید بن جابر نے عبد الرحمن بن عمرہ انصاری سے کہ حضرت عمر فاروق رضہ
نے ایک شخص کو انصار مین عامل صدقہ مقرر کیا بعد چند روز کے اُسکو دیکھا کہ کام پر نہین گیا اسی جا
مقیم ہے آپنے پوچھا کہ کیا وجہ ہوئی کہ تم اپنے کام پر نہین گئے تمکو کیا معلوم نہین کہ تمکو ایسا ثواب
ہوگا جیسا اللہ تعالیٰ کے راستہ مین جہاد کرنے والے کو ہوتا ہے اُسنے عرض کی کہ یون تو مین
آپ نے فرمایا کہ اور کیسے ہے اُسنے کہا کہ مین نے سنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حاکم
کہ لوگون کے معاملات مین سے کسی چیز کا والی ہوگا وہ قیامت کے روز اسطرح لایا جائیگا کہ اُسکے ہاتھ
گردن سے بندھے ہونگے اور اُنکو بجز اُسکے عدل کے اور کوئی چیز نہ کھولیگی پھر جہنم کے پل پر کھڑا
کیا جائیگا وہ پل اُسکو ایکدا ایسا جھٹکا دیگا جس سے اُسکا جوڑ جوڑ اپنی جگہ سے ٹلجائیگا پھر جاتا
اصلی پر آجائیگا اور حساب لیا جائیگا تو اگر محسن ہوگا تب تو اپنے احسان کے باعث سے بچ جائیگا اور
اگر بدکار ہوگا تو پل اُس جگہ سے پھٹ جائیگا اور دوزخ مین ستر سال کی راہ نیچے جا پڑیگا حضرت
عمر فاروق رضہ نے اُس شخص سے پوچھا کہ تمنے یہ کس سے سنا ہے اُسنے کہا کہ حضرت ابو درداء و حضرت
سلمان فارسی رضہ سے آپنے آدمی بھیجکر اُن دونون کو بلوا کر اس حدیث کو دریافت کیا اُنھون نے

فرمایا کہ بیشک ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکو سنا ہی حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ وای ہو اسپر جو حکومت مین یہ خرابی ہی تو اب اسکو کون اختیار کریگا حضرت ابوذر رضہ نے فرمایا کہ وہ اختیار کریگا جسکی ناک اللہ تعالی کاٹ لے اور اسکا رخسار زمین سے ملادے - اور اعمش کہتے ہین کہ اتنا سنکر منصور نے اپنا رومال منہ پر رکھ لیا پھر اتنا رویا اور ڈاڑھین ماریں کہ مجکو بھی رولا دیا پھر مین نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ کے دادا حضرت عباس بن عبد المطلب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حکومت مکہ معظمہ یا طائف یا یمن کی مانگی تھی آپ نے انکو ارشاد فرمایا کہ اے عم بزرگوار آپ اگر اپنے نفس کو مشقت سے دور رکھین تو اس حکومت سے بہتر ہی جسکو آپ محیط نہو سکین یہ آپنے حضرت عباس رضہ کو اسلیے فرمایا کہ عم بزرگوار کی خیر خواہی اور شفقت کا مقتضا تھا اور حضرت عباس رضہ کو آپنے یہ بھی خبر دی کہ تمھارے لیے اللہ تعالی سے مین کچھ کام نہ آؤنگا یعنے جب آپ پر وحی ہوئی وَاَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْاَقْرَبِينَ تو آپ نے حضرت عباس اور حضرت صفیہ رضہا اور حضرت فاطمہ زہرا رضہا کو فرمایا کہ اے عباس اور اے صفیہ چچا پھوپھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اے فاطمہ جگر گوشہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالی سے مین تمھارے کچھ نہ کام آؤنگا مجکو میرا عمل مفید ہوگا اور اور تمکو تمھارا عمل - اور حضرت عمر فاروق رضہ نے فرمایا کہ لوگون کی حکومت کا کام اسی سے بن آویگا جو عقل کا مضبوط اور تدبیر مین صائب ہو کوئی برائی اسکی ظاہر نہو اور نہ یہ خوف ہو کہ اپنی قرابت کی حمایت کریگا اور اللہ تعالی کے باب مین کسی طعن کرنے والے کی ملامت مانع اثر نہ کرے اور یہ بھی حضرت فاروق رضہ کا ارشاد ہی کہ حاکم چار ہین ایک وہ ہی کہ خود بھی محنت کرے اور اپنے عاملون سے بھی محنت لے تو اسکا حال ایسا ہی جیسا اللہ تعالی کی راہ مین جہاد کرنے والا اس شخص پر اللہ کی رحمت کا ہاتھ پھیلا ہوا ہوتا ہی دوسرا حاکم وہ ہی کہ اسمین کسی قدر ضعف ہی وہ خود تو مشقت کرتا ہی اور اسکے عامل سزے اڑاتے ہین اسکے ضعف کے سبب سے تو وہ تباہی کے کنارہ پر ہی الا یہ کہ خدائے تعالی اسپر رحم کرے تیسرا حاکم وہ ہی جو عاملون سے مشقت لے اور خود آسائش کرے تو وہ حطمہ ہی جسکی شان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ بدتر حاکمون کا حطمہ ہی تو وہ تنہا ہالک ہی جو تھا وہ حاکم ہی کہ خود بھی سزہ کرے اور اسکے عامل بھی تو وہ سب ہلاک ہونے والے ہین - اے امیر المومنین مین نے سنا ہی کہ حضرت جبریل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین نشر شریف لائے اور عرض کیا کہ مین اسوقت آپ کے پاس حاضر ہوا ہون کہ دوزخ کی نگہبان آتش دوزخ پر رکھ دی گئی ہین کہ قیامت کے لیے بھڑکائی جاوے آپنے فرمایا کہ اے جبریل مجھسے دوزخ کا حال بیان کرو انھون نے عرض کیا کہ اللہ تعالی نے حکم فرمایا کہ دوزخ کی

ح ابن ابی الدنیا نے منصور سے نقل کیا ہی

ح ابن ابی الدنیا نے ابن عیینہ سے بروایت اعمش نقل کیا ہی

ح ابن ابی الدنیا نے ابن عیینہ سے بروایت اعمش نقل کیا ہی

ح ابن ابی الدنیا نے بروایت عائشہ رضہ

ح ابن ابی الدنیا نے بروایت انس رضہ

ح ابن ابی الدنیا نے بروایت عائشہ رضہ

آگ بھڑکائی جائے چنانچہ ہزار برس تک بھڑکائی گئی کہ وہ سرخ ہو گئی پھر ہزار برس تک بھڑکائی گئی
کہ وہ زرد ہو گئی پھر ہزار برس تک بھڑکائی گئی کہ وہ سیاہ ہو گئی تو اب وہ سیاہ تاریک ہے کہ نہ اسکا
پل نظر آتا ہے اور نہ شعلہ بجھتا ہے قسم ہے اُس ذات کی جسنے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے یا
کہ دوزخیون کے کپڑون مین سے اگر ایک کپڑا زمین والون کو دکھلا دیا جائے تو سب مرجائین اور
اگر ایک ڈول اُسکے پانی کا زمین کے سب پانیون مین ملا دیا جائے تو جو کوئی پھر اُنمین سے پیچھے
وہ فوراً مرجائے اور اُسکی زنجیرون مین سے جنکو اللہ تعالی نے ذکر کیا ہے اگر ایک کڑی زمین
کے سب پہاڑون پر رکھدی جائے تو سب پگھل جائین اور جسے نہ رہین اور اگر کسی شخص کو دوزخ مین
داخل کر کے پھر دنیا مین نکالا جائے تو زمین کے باشندے اُسکی بدبو اور شکل کی برائی اور ہیبت
سے مرجائین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حال کو سنکر روئے اور آپکے ساتھ حضرت جبریل علیہ السلام
بھی روئے پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ روتے ہین
آپکے تو اگلے پچھلے گناہ معاف ہو گئے ہین آپنے فرمایا کہ میرا کیا یہ شکر کا ہے بھلا مین شکر گزار بندہ نہون
اور یہ تو بتاؤ کہ تم تو روح الامین اور اللہ تعالی کی وحی کے امانتدار ہو تم کیون روئے حضرت جبریل نے
عرض کیا کہ مین ڈرتا ہون کہ میرا حال کہین ہاروت و ماروت کا سا نہو جائے یہی تو وجہ ہے کہ جس سے
اپنے پروردگار کے نزدیک جو میرا رتبہ ہے اُسپر مین پھر وسا نہین کرتا ورنہ اُسکے داؤ سے مامون
ہو جاؤنگا غرض کہ دونون روتے رہے یہانتک کہ آسمان سے دونون کو ندا ہوئی کہ اے جبریل
اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی نے تم دونون کو اس بات سے مامون کر دیا کہ تم اُسکی نافرمانی کرو
اور وہ تمکو عذاب دے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت تمام انبیاء پر ایسی ہے جیسی جبریل علیہ السلام
تمام فرشتون پر اے امیر المومنین مین نے یہ بھی سنا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضہ نے دعا مانگی تھی کہ
الٰہی اگر تو جانتا ہو کہ جب مدعی اور مدعا علیہ میرے سامنے بیٹھتے ہین تو اُنمین سے جو حق سے پھیل کر
خواہ قریب ہو یا بعید اگر مین اُسکی رعایت کرون تو مجکو ایک دم کی مہلت مت دینا۔ اے
امیر المومنین اللہ تعالی کے حقوق کی بجا آوری اُسکی مخلوق مین نہایت سخت کام ہے اور سب سے
زیادہ بزرگی اللہ تعالی کے نزدیک تقوی ہے اور جو شخص خدائے تعالی کی طاعت سے
عزت کا خواہان ہوتا ہے اُسکو اللہ تعالی بلند کرتا ہے اور عزت دیتا ہے اور جو کوئی اُسکو خدائے تعالی
کی نافرمانی سے طلب کرتا ہے تو اللہ تعالی اُسکو پست اور ذلیل کرتا ہے۔ یہ ہے میری نصیحت
والسلام علیک پھر مین اُٹھا تو منصور نے پوچھا کہ کہان کا قصد ہے مین نے کہا کہ امیر المومنین اگر

اجازت دین تو وطن اور بال بچون مین جاؤنگا انشاء اللہ تعالی خلیفہ نے کہا کہ مین نے اجازت دی اور آپ کے نصیحت فرمانے سے آپ کا ممنون و مشکور ہوا اور اس نصیحت کو کما ینبغی مین نے قبول کیا اللہ تعالی خیر کی توفیق دے اور اسپر میری مدد کرے مین اسی سے مدد چاہتا ہون اور اسی پر بھروسا کرتا ہون وہی میرا کافی اور عمدہ وسہ ورہ ہے مجکو توقع ہے کہ آپ مجکو ایسی ہی نظر التفات سے محروم نہ فرمائینگے کہ آپ مقبول القول ہین اور نصیحت سے آپ کی کوئی غرض متعلق نہین مین نے کہا کہ ایسا ہی کرونگا انشاء اللہ تعالی محمد بن مصعب کہتے ہین کہ منصور نے حکم دیا کہ آپکے زاد راہ کی کچھ سبیل کر دیجائے مگر انہون نے اسکو قبول نہ کیا اور فرمایا کہ مجکو اسکی حاجت نہین اور نہ یہ منظور ہے کہ اپنی نصیحت کو دنیا کے مال کے عوض فروخت کرون اور چونکہ منصور کو آپ کا مذہب معلوم ہو گیا تھا اسلیے زیادہ اصرار نہ کیا۔ اور ابن مہاجر کہتے ہین کہ خلیفہ منصور مکہ معظمہ مین حج کو آیا تو دار الندوہ سے آخر شب مین طواف کو نکلتا اور طواف اور نماز ادا کرتا رہتا اور کسی کو معلوم نہ ہوتا جب صبح ہو جاتی تو دار الندوہ مین چلا آتا اسوقت مؤذن آکر اسکو سلام کرتے اور نماز کی تکبیر ہوتی تو لوگون کو نماز پڑھاتا ایک رات سحر کے وقت حرم شریف مین گیا اور طواف کر رہا تھا کہ اپنے پیر سنا کہ ایک آدمی ملتزم کے پاس یون کہہ رہا ہے کہ الہی مین تیرے سامنے شکایت کرتا ہون کہ زمین مین سرکشی اور فساد ظاہر ہو گیا اور ظلم اور طمع حقداروں پر اور انکے حقوق حائل ہو گئے منصور یہ سنکر جھپٹا یہان تک کہ اسکا قول سب سنا پھر وہان سے نکلکر مسجد کی ایک طرف مین بیٹھ گیا اور اس شخص کو بلوایا قاصد نے اس سے کہا کہ چلو امیر المومنین بلاتے ہین اسنے دو رکعتین پڑھین اور حجر اسود کو بوسہ دیکر قاصد کے ساتھ ہو لیا اور منصور کو سلام کیا منصور نے پوچھا کہ تم جو یہ کہتے تھے کہ زمین مین سرکشی اور فساد ہو گیا اور حقداروں کے حق مین ظلم اور طمع حائل ہین یہ کیا بات ہے مین نے جو یہ سنا تو مین بیمار ہو گیا اور مجکو نہایت قلق ہوا اس شخص نے کہا کہ امیر المومنین اگر آپ میری جان مامون کر دین تب تو مین سب باتین مع انکی جڑون کے آپ سے کہدونگا اور نہین تو مین اپنے ہی نفس پر اکتفا کرونگا کہ مجکو اسی کے دھندے سے فرصت نہین منصور نے کہا کہ تو جان سے مامون ہے اسنے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ جس شخص مین اتنی طمع آگئی ہے کہ وہ اسکے اور حق کے درمیان مین حائل اور سرکشی اور فساد کی درستی کی مانع ہے وہ آپ ہی ہین منصور نے کہا کمبخت مجھ مین طمع کیسے آئیگی زر و سیم میرے ہاتھ مین ہے اور تلخ و شیرین میرے قبضہ مین اسنے کہا کہ اے امیر المومنین جتنی طمع تم مین گھس گئی ہے بھلا اور کسی مین بھی اسقدر

ہوئی ہو گی دیکھو تو خدائے تعالیٰ نے تمکو مسلمانوں کے معاملات اور اموال کا حاکم انکی حفاظت
کے لیے کیا تھا تم اُنکے معاملات سے غافل ہو کر انکے مال جمع کرنے مین پڑ گئے اور اپنے اور اُنکے درمیان
چونہ اور اینٹ کی دیوارین اور لوہے کے دروازے اور ہتھیار بند دربان مقرر کیے اور اپنے آپ کو
اُن مکانات مین محبوس کر لیا اے مسلمان تمھارے پاس نہ آئین اور اپنے عاملون کو مالون کے
اکٹھا کرنے اور خراج تحصیل کرنے کو بھیجدیا اور اپنے وزیر اور مددگار ظالم مقرر کیے کہ اگر تم بھولتے ہو تو
وہ یاد نہین دلاتے اور اگر اچھا کرتے ہو تو تمھاری مدد نہین کرتے اور تمنے اُنکو مال و سواری اور
ہتھیار دے کر ظلم پر قوی کر دیا ہی اور یہ حکم دیدیا ہی کہ تمھارے پاس بجز شخصون معین کے جنکا نام تمنے
بتلا دیا ہی اور کوئی نہ آوے اور اسکی اجازت نہین دی کہ کوئی مظلوم یا اندوہناک یا بھوکا یا
ننگا یا کم زور یا محتاج تمھارے یہان سے کچھ پاوے حالانکہ انمین سے کوئی ایسا نہین جسکا حق
اس مال مین نہو پس جب تمھارے ان نمایندون نے جنکو تمنے خواص مقرر کیا ہی اور رعیت پر ترجیح دے رکھی ہی
کہ اُنکو کوئی تمھارے پاس آنے سے نہ روکے یہ دیکھا کہ مال بیت المال سے بعض چیز ہم اپنے لیے کر لیتے ہین
اور اُسکو مسلمانون مین تقسیم نہین کرتے تو انھون نے دل مین کہا کہ خلیفہ تو اللہ تعالیٰ کی خیانت
کرتا ہی ہم خلیفہ کی خیانت کیون نہ کرین اسلیے آپس مین اتفاق کر لیا کہ جو لوگ کہ رعیت کی اخبار
خفیہ جانتے ہون اُنکی رسائی خلیفہ تک نہو لیکن جسکو وہ چاہین تو وہ پہونچ سکے اور ایک یہ کہ
تمھارا جو عامل کہین جائے اور اُنکے خلاف کوئی امر کرے تو اُسکو رہنے نہین دیتے یہان تک
کہ ذلیل و بیقدر ہو جاتا ہی جب تمھارا اور تمھارے خواص کا حال اسطرح پھیل گیا تو لوگون نے
آپ کے اراکین کو بڑا سمجھا اور اُنسے ڈرے اور سب سے پہلے تمھارے عاملون نے تمھے اور مال انکے
پاس بھیجکر اُنسے آشتی کی تاکہ تمھاری رعیت پر خوب ظلم کرین اور کچھ شنوائی نہو پھر جو اور لوگ
ذی اختیار مالدار تھے اُنھون نے آپکے مصاحبون کو رشوت دی کہ جو لوگ اُنسے کم ہون
وہ اُنپر اپنے دل کے پھپھولے پھوڑین اسی طرح اللہ تعالیٰ کے شہر سرکشی اور فساد کی طمع سے
بھر گئے اور یہ مصاحب سلطنت مین تمھارے شریک ہو گئے اور تمکو خبر بھی نہین اگر کوئی دادخواہ آتا ہی
تو اُسکو کوئی تمھارے پاس نہین جانے دیتا اور اگر وہ چاہتا ہی کہ جب تمھاری سواری نکلے
اسوقت اپنا حال عرضی مین لکھکر دیدے تو معلوم کرتا ہی کہ آپنے اس امر سے ممانعت کر دی ہی
اور تمنے جو ایک شخص کو مظلومون کے حق کا ناظر مقرر کیا ہی اگر مظلوم اُسکے پاس جاتا ہی اور
تمھارے معتمدون کو اُسکی اطلاع ہوتی ہی تو ناظر سے کہدیتے ہین کہ اسکی عرضی مت پیش کرنا

اور اگر نا ظر مذکور ذی حرمت ہی اور اُسکا قول مانا جاتا ہی تب بھی وہ آپکے معتمدون کے ڈر سے جو
چاہتا ہی وہ نہین کہہ سکتا غرض کہ مظلوم بیچارہ اُسکے پاس دوا دوش کرکے شکوہ یا فریاد کرتا ہی
اور وہ اُسکو نکال دیتا ہی یا بہانہ کرتا ہی جب باوجود کوشش کے وہ نکالا ہی جاتا ہی تو آپ کی سواری
نکلنے کے وقت آپکے سامنے فریاد کرتا ہی تو اتنا مارا جاتا ہی کہ اعضا بھی کہین کے کہین ہو جاتے ہین تاکہ
دوسرون کو عبرت ہو اور تم تاکتے رہتے ہو نہ تو ہاتھ روکتے ہو نہ زبان سے منع کرتے ہو تو اب ایسی صورت مین
مسلمانی اور اہل اسلام کی کیا چیز باقی رہی پہلے نبی اسیا و عرب کے لوگ تھے کہ جہان مظلوم
اُنکے پہونچا فوراً اُسکا مقدمہ پیش کرکے انصاف ہو جاتا تھا اور بعض اوقات آدمی ملکون کے
دوسرے کنارہ سے آکر بادشاہی دروازہ پر پہونچ کے پکارتا تھا کہ ای اسلام والو تو سب اُسکی
طرف دوڑتے تھے اور پوچھتے تھے کہ تجھے کیا ہوا اور اُسکا مقدمہ دربار شاہی مین پیش کرکے اُسکا
انصاف کرا دیتے تھے اور مین یا امیر المومنین بھین کی زمین مین سفر کیا کرتا تھا اور اُسمین ایک
بادشاہ تھا ایکبار جو سیر اُدھر کو گذر ہوا تو وہ بادشاہ بہرا ہو گیا تھا اپنی قوت سامعہ کے جانے سے
وہ رونے لگا وزیرون نے کہا کہ آپ کیون روتے ہین خدا نہ کرے کہ آپ روئین اُسنے کہا کہ
مین بہرا ہو گیا اسلیے روتا ہون ہر چند مجکو اپنی مصیبت پر رنج نہین مگر یہ تردد ہی کہ مظلوم دروازہ پر
کھڑا چیخیگا اور مین اُسکی آواز نہ سنونگا پھر اُسنے یہ کہا کہ میرے کان جاتے رہے تو کیا ہوا میری
آنکھین تو موجود ہین لوگون مین منادی کردو کہ کوئی سرخ لباس نہ پہنے صرف وہی پہنے جو
مظلوم ہو پھر وہ صبح شام ہاتھی پر سوار ہو کر پھرا کرتا تھا کہ کوئی مظلوم نظر پڑے تو اسکا انصاف
کرے ای امیر المومنین مقام تامل ہی کہ بادشاہ چین مشرک ہو کر اسطرح کی عنایت اور رحمت
مشرکون کے حال پر رکھتا ہی اور سلطنت مین اپنے نفس کے بخل پر ترس کرتا ہی اور تم
اللہ تعالی پر ایمان رکھتے ہو اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی اولاد ہو تم کو مسلمانون پر
مہربانی غالب نہین ہوتی اور اپنے نفس کے بخل پر ترس نہین آتا اور تمہارا بخل بیکار رہی اسلیے
کہ تم مال کو تین باتون مین سے ایک کے لیے جمع کرتے ہو اگر یہ کہو کہ مین اپنے لڑکے کے لیے جمع کرتا ہون
تو اللہ تعالی نے تکلو بچہ کے باب مین عبرتین دکھلا دی ہین کہ جب اپنی ماں کے پیٹ مین سے نکلتا ہی
تو روے زمین پر اُسکا کوئی مال نہین ہوتا اور دنیا مین ایسا کوئی مال نہین جسپر کسی کے
ممسک ہاتھ کا قبضہ نہو مگر اللہ تعالی اُسپر اپنی عنایت کرتا ہی یہان تک کہ لوگون کی رغبت
اُسکی طرف بڑھ جاتی ہی اور جو کچھ اُسکو ملتا ہی وہ آدمی نہین دیتے بلکہ اللہ تعالی اُسکو دیتا ہی

اور یہ بھی نہین کہ تمکو ہی لڑکا عنایت ہو بلکہ اللہ تعالی جسکو چاہتا ہی مرحمت کرتا ہی اور اگر یہ کہو کہ مین مال اسلیے جمع کرتا ہون کہ اپنی سلطنت کو مضبوط کرون تو اس باب مین بھی اللہ تعالی نے تمکو گذشتہ لوگون کی عبرتین دکھلاوین کہ جو کچھ زر و سیم انھون نے جمع کیا تھا اُنکے کچھ کام نہ آیا اور جاہ و حشم اور ہتھیار اور سواری سب بیکار ہو گئے اور جب اللہ تعالی کو تمکو اسطرح مالک کرنا منظور ہوا تو اس سے کچھ حرج نہوا کہ تمھارے پاس اور تمھارے بھائیون کے پاس مال کم تھا اور اگر یہ کہو کہ مال اسلیے جمع کرتا ہون کہ جس حال مین اب ہون اُس سے زیادہ عمدہ مطلوب ہاتھ آئے تو اسکو جان رکھو کہ جس مرتبہ پر تم اب ہو اُس سے بڑھ کر جو مرتبہ ہی وہ بدون اعمال صالحہ کے حاصل نہین ہوتا اے امیر المومنین بھلا تم عاصی کو قتل سے زیادہ بھی کوئی سزا دیتے ہو خلیفہ نے کہا کہ نہین اُس شخص نے کہا کہ پھر جو ملک خدا تعالی نے تمکو دیا ہی اور دنیا کا مالک کیا ہی اُسکو لیکر کیا کروگے خدا تعالی تو اپنے عاصیون کو قتل کی سزا نہین دیتا بلکہ عذاب الیم مین ابدالآباد رہنے کی سزا دیتا ہی اور وہی تمھارے دلون کے عزم اور جوارح کے باطنی امور کو دیکھتا ہی تو بھلا جب شاہنشاہ جل و علا سلطنت دنیا تمھارے ہاتھ سے چھین لیگا اور تمکو حساب کے لیے طلب کریگا تو سلطنت دنیا پر جو تم بخل کر رہے ہو یہ اللہ تعالی کے یہان کچھ تمھارے کام آئیگی یہ سنکر منصور بہت رویا یہانتک کہ ڈھاڑین مارنے لگا پھر کہا

مرا اے کاشکے مادر نمے زاد	وگر مے زاد کس شیرم نمے داد

پھر پوچھا کہ جو سلطنت مجکو عطا ہوئی ہی اسمین کیا تدبیر کرون آدمی تو مجکو خائن ہی نظر آتے ہین اُسنے جواب دیا کہ اے امیر المومنین تم بڑے اونچے مامون مرشدون کو اپنے ساتھ رکھو منصور نے کہا کہ وہ کون ہین اُسنے کہا کہ وہ علما ہین خلیفہ نے کہا کہ وہ تو مجھسے بھاگے پھرتے ہین اُسنے کہا کہ اُنکے بھاگنے کی وجہ یہ ہی کہ ڈرتے ہین کہ کہین تم اُنسے بھی زبردستی وہی کام لو جو تمھارا طریقہ اپنے عاملون کے ساتھ جاری ہی بلکہ دروازون کو کھولو اور دربانون کو کم کرو اور مظلوم کا استقام ظالم سے اور ظالم کو ظلم سے روکو اور چیز کو حلال اور طیب وجہ سے لو اور حق اور عدل کے ساتھ تقسیم کرو پھر مین ضامن ہون کہ جو کوئی تمسے گریز کرتا ہی وہ تمھارے پاس آئیگا اور تمھارے حال اور رعیت کی بہتری مین تمکو مدد دیگا منصور نے کہا کہ الہی اس شخص کے قول کے بموجب مجکو عمل کرنے کی توفیق کرامت کر تیتے مین حرم شریف کے موذنون نے منصور کو اکر سلام کیا اور نماز کی تکبیر ہوئی منصور نے نماز پڑھانے کے بعد محافظ دربار سلطانی کو حکم دیا کہ اُس شخص کو حاضر کرو اگر حاضر

تو تیری گردن اڑا دونگا اور اسپر نہایت غصہ ظاہر کیا محافظ اسکی تلاش مین نکلا پھرتے پھرتے کیا دیکھتا ہی کہ وہی شخص ایک گھاٹی مین نماز پڑھتا ہی یہ بیٹھ گیا جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا تو اسنے کہا کہ میان صاحب آپ خدا تعالی سے ڈرتے ہین اسنے کہا ہان محافظ نے کہا کہ خدا تعالی کو پہچانتے ہو کہا ہان محافظ نے کہا کہ تو اب میرے پاس سیر سے ساتھ چلین کہ اسنے قسم کھالی ہی کہ اگر تمکو نہ لیجاونگا تو وہ مجکو مار ڈالیگا اسنے کہا کہ اب جانے کی تو کوئی سبیل نہین محافظ نے کہا کہ وہ مجکو مار ڈالیگا اسنے کہا کہ قتل نہین کریگا محافظ نے کہا کہ کس طرح اسنے کہا کہ تجکو کچھ پڑھنا آتا ہی اسنے کہا نہین اسنے اپنے توشہ دان سے ایک پرچہ جسمین کچھ لکھا تھا نکالا اور محافظ سے کہا کہ اسکو اپنی جیب مین رکھ لے کہ اس مین دعا کشائش مرقوم ہی محافظ نے کہا کہ دعا کشائش کیا ہی اسنے کہا کہ وہ دعا ہی جسکے پڑھنے والون کے سوا اللہ تعالی اور کسی کو مرحمت نہین کرتا محافظ کہتا ہی کہ مین نے اس شخص سے کہا کہ آپ نے جہان مجھپر اور احسان کیا ہی ایک یہ بھی کرو کہ اگر مناسب جانو اسکو مجھے بتادو اور اسکے ثواب سے اگاہ کردو اسنے کہا کہ جو کوئی صبح و شام اس دعا کو پڑھے اسکے گناہ معاف ہون اور سرور دائم رہے اور خطائین محو ہون اور دعا مقبول ہو اور رزق مین کشادگی ہو اور اسکا عمل خالص ہو اور دشمن پر مدد ملے اور اللہ تعالی کے نزدیک صدیق لکھا جائے اور بخیر شہید ہونے کے اور طرح نہ مرے اور دعا یہ ہی اَللّٰهُمَّ كَمَا لَطَفْتَ فِي عَظَمَتِكَ دُوْنَ اللُّطَفَاءِ وَعَلَوْتَ بِعَظَمَتِكَ عَلَى الْعُظَمَاءِ وَعَلِمْتَ مَا تَحْتَ اَرْضِكَ كَعِلْمِكَ بِمَا فَوْقَ عَرْشِكَ وَكَانَتْ وَسَاوِسُ الصُّدُوْرِ كَالْعَلَانِيَةِ عِنْدَكَ وَعَلَانِيَةُ الْقَوْلِ كَالسِّرِّ فِي عِلْمِكَ وَانْقَادَ كُلُّ شَيْءٍ لِعَظَمَتِكَ وَخَضَعَ كُلُّ ذِيْ سُلْطَانٍ لِسُلْطَانِكَ وَصَارَ اَمْرُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ كُلِّهٖ بِيَدِكَ اجْعَلْ لِيْ مِنْ كُلِّ هَمٍّ اَمْسَيْتُ فِيْهِ فَرَجًا وَمَخْرَجًا اَللّٰهُمَّ اِنَّ عَفْوَكَ عَنْ ذُنُوْبِيْ وَتَجَاوُزَكَ عَنْ خَطِيْئَتِيْ وَسَتْرَكَ عَلَى قَبِيْحِ عَمَلِيْ اَطْمَعَنِيْ اَنْ اَسْاَلَكَ مَا لَا اَسْتَوْجِبُهٗ لِمَا قَصَرْتُ فِيْهِ اَدْعُوْكَ اَسْاَلُوَ اَسْاَلُكَ مُسْتَاْنِسًا وَاِنَّكَ الْمُحْسِنُ اِلَيَّ وَاَنَا الْمُسِيْءُ اِلٰى نَفْسِيْ فَمَا بَالِيْ وَبَيْنَكَ تَوَدُّدِيْ اِلَيْكَ بِالنِّعَمِ وَاِبْتِغَاضُكَ اِيَّايَ بِالْمَعَاصِيْ وَلٰكِنَّ الثِّقَةَ بِكَ حَمَلَتْنِيْ عَلَى الْجُرْاَةِ عَلَيْكَ فَعُدْ بِفَضْلِكَ وَاِحْسَانِكَ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ محافظ کہتا ہی کہ مین نے اس پرچہ کو لیکر اپنی جیب مین رکھ لیا پھر مین نے اور طرف پھر کر نہین دیکھا سیدھا امیر المومنین کے پاس آیا اور حاضر خدمت ہو کر سلام کیا اسنے سر اٹھا کر مجکو دیکھا اور تبسم فرمایا اور کہا کہ شاید تجکو سحر خوب آتا ہی مین نے کہا کہ امیر المومنین بخدا مین سحر سے واقف نہین مگر یون ماجرا ہوا خلیفہ نے کہا کہ وہ پرچہ جو تجکو اس بزرگ نے دیا ہی وہ لا مین نے حوالہ کیا اسکو دیکھکر رونے لگا اور کہا کہ بچ گیا

اور حکم دیا کہ اس پر چھری نقل کر لی جائے پھر مجکو دس ہزار درم کا حکم کیا اور کہا کہ تو جانتا ہی کہ یہ بزرگ کون ہین مین نے کہا نہین خلیفہ نے کہا یہ خضر علیہ السلام تھے - اور ابی عمران جونی کہتے ہین کہ جب ہارون رشید کو خلافت ہوئی تو علما اُسکی ملاقات کو گئے اور خلافت کی مبارکباد اُسکو دی اُسنے بیت المال کھول کر بڑے بڑے خلعت اور انعام دینے شروع کیے اور عہد خلافت سے بیشتر علما اور زاہدون کے پاس بیٹھا کرتا تھا اور بظاہر زہد اور خستہ حالی رکھتا تھا اور حضرت سفیان ثوری سے بھائی چارہ مدت سے رکھتا تھا حضرت سفیان ثوری رحمہ نے اُس سے خلافت کے بعد ترک ملاقات کی اور مبارکباد کو نہ آئے ہارون رشید اُنکے ملنے کا مشتاق ہوا کہ تنہائی مین اُنسے کچھ باتین کرے مگر حضرت سفیان تشریف نہ لائے اور نہ اسکی پروا کی کہ آپ ہارون کا کیسا منصب ہو گیا ہی یہ بات اُسپر شاق ہوئی اسلیے ہارون نے آپ کی خدمت مین ایک رقعہ اس مضمون کا لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم بندۂ خدا ہارون رشید امیر المومنین کی طرف سے اُسکے بھائی سفیان بن سعید ثوری کو بعد حمد و نعت و سلام کے معلوم ہو کہ برادرمن اللہ تعالی نے ایمان والون کے درمیان مین بھائی چارہ مقرر فرمایا اور اس بھائی چارہ کو اپنے لیے اور اپنے باپ مین ٹھہرایا اور جان لو کہ مین نے تم سے جو بھائی چارہ کیا ہی اُسکا رشتہ منقطع نہین کیا اور نہ آپ کی دوستی توڑی بلکہ اب تک مجکو آپ سے افضل محبت اور اکمل عقیدت حاصل ہی اور اگر خلافت کا بار میری گردن مین خدا تعالی نہ ڈالتا تو مین آپ کی خدمت مین گھنٹون ہی چلکر آتا کیونکہ میرے دل مین آپ کی محبت ہی اور میرے اور آپ کے دوستون مین سے ایسا کوئی نہین رہا جو مجکو مبارکباد دینے نہ آیا ہو اور مین نے بیت المال کھول کر بڑے بڑے انعام اسقدر دیے کہ میری آنکھون کو ٹھنڈک اور دل کو فرحت ہوئی مگر جب آپنے تشریف لانے مین دیر کی اور اپنا قدم رنجہ نہ فرمایا تو مین نے یہ خط اپنے سخت اشتیاق سے آپ کی خدمت مین روانہ کیا اور اے ابو عبداللہ تمکو معلوم ہی کہ ایماندار کے ملنے کا ثواب کیا کچھ آیا ہی تو جب یہ اشتیاق نامہ آپ کے پاس پہونچے تو زود از زود آپ قدم رنجہ فرمائین جب ہارون خط لکھ چکا تو جو لوگ اُسکے پاس موجود تھے اُنکی طرف متوجہ ہوا کہ کوئی خدمت نامہ بری اختیار کرے مگر سب کے سب حضرت سفیان ثوری کو جانتے تھے اور آپ کی تند مزاجی کو پہچانتے تھے اسلیے جرأت نہ کر سکے خلیفہ نے کہا کہ ایک شخص کو دربانون مین سے طلب کرو چنانچہ ایک شخص ابو طالقانی نام بلایا گیا خلیفہ نے کہا کہ اے عبادیہ میرا نامہ لے اور کوفہ کو لیجا بستی مین داخل ہو کر بنی ثور کا قبیلہ دریافت کر پھر سفیان ثوری کا حال پوچھنا اور جب اُنسے ملاقات ہو تو یہ میرا خط

انکو حوالہ کرنا اور خبردار اپنے کان اور دل سے جو حال اُنکا ہو ذرا ذرا یاد رکھنا اور سب کیفیت مین سے
کوئی دقیقہ فروگذاشت مت کرنا اور مین وہن مجھسے آکر کہنا عباد اُس خط کو لیکر منزل مقصود کو چلا
جب کوفہ مین پہونچا و قبیلہ بنی ثور کو پوچھا لوگون نے بتا دیا پھر حضرت سفیان کا حال دریافت کیا
تو لوگون نے کہا کہ مسجد مین تشریف رکھتے ہین عباد کہتا ہے کہ مین نے مسجد کا راستہ لیا پس جب
آپ نے مجکو دیکھا تو اٹھکر کھڑے ہوئے اور فرمایا پناہ مانگتا ہون اللہ تعالی سُنتے جانتے کی شیطان
مردود سے اور آپ ہی مین تیری پناہ مانگتا ہون اُس آنے والے سے جو ہمارے پاس خیر کے سوا اور
کسی طرح آوے آپ کے ان الفاظ نے مجھپر ایسی تاثیر کی کہ مین تنگ ہوگیا جب آپ نے مجکو دیکھا کہ مسجد
کے دروازہ پر سواری سے اترا تو آپ نماز پڑھنے لگے حالانکہ کسی نماز کا وقت نتھا مین نے اپنا گھوڑا
مسجد کے دروازہ سے باندھا اندر قدم رکھا دیکھا کہ آپکے جلیس گردن جھکائے بیٹھے ہین گویا چڑیان
کے اُنپر بادشاہ چلا آیا ہے اور اُسکی سزا سے ڈرتے ہین مین نے سلام کیا تو کسی نے سر اُٹھاکر مجکو
نہ دیکھا اور پورون کے اشارہ سے سلام کا جواب دیا مین جاکر کھڑا ہوگیا کسی نے مجھسے نہ کہا کہ
بیٹھ جاؤ اور اُنکی ہیبت سے مجھپر لرزہ چڑھ گیا مین نے اُن سب کو تاکا اور سوچا کہ سفیان ثوری یہی ہونگے
جو نماز پڑھتے ہین مین نے خط کو اُنکے سامنے پھینک دیا آپ خط کو دیکھ کر کانپے اور اُس سے ایسا
بچے کہ گویا مسجد گاہ مین سانپ سامنے آگیا پھر کمتبون کو پوکار کر سلام پھیرا اور اپنا ہاتھ آستین مین کر
چغہ مین لیا اور اُسی طرح خط کو لیکر پلٹا دیا پھر اُسکو پشت کی طرف لوگون مین پھینک دیا اور فرمایا
کہ تم مین سے کوئی اسکو لیکر پڑھے مین تو اللہ تعالی سے مغفرت چاہتا ہون کہ ایسی چیز کو ہاتھ
لگایا جسکو ظالم نے چھوا ہے پھر اُسکا ایک شخص نے اُن مین سے ڈرتے ڈرتے اُسکو کھولا گویا اُسمین بچھو
تھا کہ اُسکے کاٹنے کا خوف تھا اور اُسکو ابتدا سے انتہا تک پڑھا حضرت سفیان تعجب کرنے والون
کی طرح مسکراتے رہے جب مضمون تمام پڑھا گیا تو فرمایا کہ اسکو لوٹاؤ اور ظالم کے خط کی پشت پر جواب
لکھو لوگون نے کہا کہ اے ابو عبداللہ وہ شخص خلیفہ ہے مناسب ہے کہ آپ کسی صاف و
عمدہ کاغذ پر جواب لکھوائیے آپنے فرمایا کہ نہین اُسی کے خط کی پشت پر جواب لکھو اگر اُسنے
اس کاغذ کو وجہ حلال سے حاصل کیا ہوگا تو اُسکا ثواب پائیگا اور اگر حرام سے کمایا ہوا
تو عذاب بھگتیگا جس چیز کو ظالم نے چھوا ہے وہ ہمارے پاس نہ رہنی چاہیے ورنہ ہمارے دین
خراب کریگی لوگون نے دریافت کیا کہ جواب کیا لکھین فرمایا کہ یون لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم عبدہ
منیب سفیان بن سعید ثوری کی طرف سے اُس بندہ کو جو آمال پر مخالط کھائے ہوئے ہے

اور ایمان کا مزہ اُس سے چھین گیا ہے یعنے ہارون رشید کو بعد سلام و حمد خدائے منعام اور نعت سید رسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معلوم ہو کہ میں نے یہ خط تمکو اسی اطلاع کے لیے لکھا ہے کہ میں نے تمہاری الفت کا رشتہ توڑ دیا اور دوستی کا علاقہ کاٹ ڈالا اور اب میں تمہارا دشمن ہو گیا کیونکہ تمنے خود اپنے خط میں اقرار کیا کہ میں نے مسلمانوں کے بیت المال کو کھول خرچ کر ڈالا اور جبکہ اس بات کا گواہ کیا کہ تمنے مسلمانوں کا مال بیجا اور بے موقع اُٹھایا اور یہ بھی نہیں کہ جو کچھ تمنے کیا تمہارا اسی پر راضی رہنے بلکہ باوجود بعد سے خط لکھا کہ تم پر میں اور میرے ساتھ کے لوگ جنھوں نے تمہارا اقرار کی خط پر گواہ ہو جائیں تو یاد رکھو کہ ہم فردا قیامت میں خدائے تعالی کے روبرو تمہاری حرکت بیجا کی گواہی دینگے اے ہارون تمنے جو مسلمانوں کا بیت المال اٹھایا اسمیں تو موجب حکم قرآن مجید کے سات فرقوں کا حق ہے تمہارے اس فعل سے کونسا فریق راضی ہوا سوائے قلوب راضی ہوئے یا صدقات کے عامل یا اللہ تعالی کی راہ میں جہاد کرنے والے یا مسافر یا حافظان قرآن اور علما یا بیوہ عورتیں اور یتیم یا اور لوگ تمہاری رعیت میں سے اس فعل سے راضی ہوئے پس اب اس سوال کے جواب کے لیے مستعد ہو اور اپنی مصیبت کے دور کرنے کی فکر کرو اور جان لو کہ تم عنقریب حاکم عادل کے سامنے کھڑے ہوگے اور تمہارے نفس کے باب میں تم سے مواخذہ ہوگا کہ تمنے علم اور زہد اور قرآن مجید اور ابرار کے پاس بیٹھنے کا مزہ کھو دیا اور اپنے نفس کے لیے ظالم اور ظالموں کا امام ہونا پسند کیا اے ہارون تم سریر بیٹھے اور حریر پہنا اور اپنے دروازہ پر پردہ ڈالا اور ان حجابوں سے تم رب العالمین کی مشابہت پیدا کی پھر اپنے ظالم سپاہیوں کو دروازہ اور پردہ کے پاس بٹھلا دیا کہ لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور انصاف نہیں کرتے خود تو شراب پیتے ہیں اور جو اور کوئی پیے اُسکو مارتے ہیں اسی طرح آپ زنا کرتے ہیں اور دوسرے زانیوں کو حد لگاتے ہیں اور خود چوری کرتے ہیں اور دوسرے چوروں کا ہاتھ کاٹتے ہیں کیا یہ شریعت کے احکام تم پر اور تمہارے ساتھیوں پر نہیں ہیں اور لوگوں پر جاری ہوتے ہیں تمہارے زمرہ پر نہیں ہوتے اے ہارون کل کیا ہوگا جب ایک پکارنے والا اللہ تعالی کی طرف سے پکاریگا اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ ظالموں اور انکے مددگاروں کو جمع کرو انکو خدائے تعالی کے سامنے پیش کیا جائیگا اس صورت سے کہ تمہارے ہاتھ تمہاری گردن میں بندھے ہونگے اور انکو بجز تمہارے عدل کے اور کوئی نہ کھولیگا اور دوسرے ظالم تمہارے گرد ہونگے اور تم ان سب کے سردار ہو کر سب کو دوزخ میں لیجاؤ گے اے ہارون گویا تمہارا حال میرے سامنے کہ تمہاری گردن پکڑی گئی اور قیامت میں پیشی کے مقام پر حاضر کیے گئے اور تم اپنی نیکیاں

دوسرے کے پلۂ حسنات میں دیکھ رہے ہو اور اپنی برائیوں کے سوا غیروں کی برائیاں اپنے پلۂ میں دیکھتے ہو کہ مصیبت پر مصیبت اور اندھیرے پر اندھیرا ہے پس اے ہارون میری وصیت یاد رکھو اور جو نصیحت میں نے تمکو کی اُسپر کاربند ہو اور جان لو کہ میں نے تمہاری خیر خواہی کی اور کوئی دقیقہ نصیحت کا باقی نہیں چھوڑا تو اپنی رعیت کے باب میں خدائے تعالیٰ سے ڈرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لحاظ آپ کی امت کے باب میں رکھو اور خلافت کو اُنپر اچھی طرح کرو اور جان لو کہ اگر خلافت خلیفوں کے پاس رہتی تو تمہارے پاس نہ پہونچتی اور یہ تمہارے پاس سے بھی جانے والی ہے اسی طرح دنیا سب لوگوں کو ایک ایک کرکے لیتے چلی جاتی ہے تو اُنمیں سے بعضوں نے تو ایسا توشہ بہم کرلیا جو اُسکو مفید ہوا اور بعض لوگ دنیا اور آخرت دونوں میں خسارہ سے رہے اور میرے گمان میں یہی ہے کہ تم بھی اُنھیں لوگوں میں ہو جنکو دنیا اور آخرت دونوں میں خسارہ ہوا اب خبردار اسکے بعد مجھکو کوئی خط مت لکھنا اور نہ میں اسکا جواب تمکو تحریر نہ کرونگا والسلام عباد کہتا ہے کہ اس خط کو لکھوا کر بدون تہ کیے اور مہر لگائے میری طرف پھینک دیا میں اُسکو لیکر کوفہ کے بازار میں آیا اور آپ کی نصیحت مجھ میں اثر کر گئی تھی میں نے بازار میں پکارا کہ اے کوفہ والو حاضرین نے مجھکو کہا کہ فرمائیے میں نے کہا کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ سے بھاگا ہوا تھا اُسکی طرف اُسنے رجوع کیا کوئی تم میں سے اُسکا خریدار ہے لوگ میرے پاس روپیے اشرفیاں لائے میں نے کہا مجھکو مال کی حاجت نہیں بلکہ ایک موٹا جھوٹا صوف کا کرتا اور ایک کملی چاہتا ہوں لوگوں نے مجھکو دونوں چیزیں لادیں میں نے اُنکو پہن لیا اور وہ لباس کہ خلیفہ کے ساتھ پھبتا کرتا تھا اُتار ڈالا اور جو ہتھیار لگائے ہوئے تھا اُنکو گھوڑے پر رکھکر گھوڑے کو باگ ڈور پکڑکر پیادہ پا روانہ ہوا یہاں تک کہ جب میں خلیفہ ہارون کے دروازہ پر پہونچا اور لوگوں نے مجھکو بہ ہیئت پیادہ اُس ہیئت سے دیکھا تو خوب تمسخر کیا پھر اطلاع کے بعد مجھکو اجازت ہوئی جب میں خلیفہ کے سامنے گیا اور مجھکو اُس کیفیت پر دیکھا تو بیٹھا اور اُٹھا پھر کھڑا ہو کر اپنا سر اور منہ پیٹتا تھا اور واویلا اور واحسرتا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ افسوس ایلچی نے فائدہ اُٹھایا اور بھیجنے والا محروم رہا مجھکو دنیا سے کیا سروکار ہے سلطنت میرے کس کام آئیگی ڈھلتے سایہ کی طرح جلد چلی جائیگی پھر حضرت سفیان ثوری نے مجھکو جیسا کہلا بھیجا ہوا خط دیا تھا میں نے ویسا ہی نکالکر ہارون کو دے دیا وہ پڑھتا جاتا تھا اور گریہ وزاری اور فریاد و آواز بلند کرتا جاتا تھا اُسکے بعض ندیموں نے کہا کہ اے امیر المومنین سفیان ثوری نے آپ کی

شان مین بڑی گستاخی کی آپ اگر کسی کو اُنکے پاس بھیجین اور لوہے کی بیڑیان بھاری ڈالکر
محبس مین رکھین تو دوسرے لوگون کو عبرت ہوجائیگی ہارون رشید نے کہا کہ اے دنیا کے بندون
ہمکو اس حرکت سے معاف رکھو جو تمھارے مغالطہ مین آئے وہ بڑا بدبخت ہے ہمکو معلوم نہین کہ
سفیان ثوری ایک ہی متشرع یگانہ روزگار ہین وہ جانین اُنکا کام اُنسے مزاحم نہو پھر یہ خط
سفیان ثوری رح کا ہمیشہ ہارون کے پہلو مین رہتا ہر نماز کے وقت اُسکو پڑھلیا کرتا یہان تک
کہ انتقال کیا اللہ تعالی اُسپر رحم کرے پس جو شخص اپنے نفس پر ترس کرے اور خدائے تعالی
سے ڈرے اُس عمل مین جو کل کو اُسکے سامنے کیا جائیگا اور اُسی پر اُسکی بازپرس اور جزا
ہوگی اللہ تعالی اُسپر رحمت کرے کہ توفیق کا مالک وہی ہے۔ اور عبداللہ بن مہران کہتے ہین
کہ ہارون رشید نے حج کیا تو کوفہ مین آکر چند روز قیام کیا پھر کوس رحلت بجایا گیا جب آدمی
چلنے لگے تو بہلول مجنون بھی اُنکے ساتھ ہوئے اور کناسہ پر پہنچ گئے لڑکے اُنکو ستاتے اور چھیڑتے تھے
کہ اتنے مین ہارون کی عماریان نکلین لڑکے اُنکے چھیڑنے سے باز رہے جب ہارون آیا تو بہلول نے
باواز بلند پکارا یا امیرالمومنین ہارون نے پردہ اپنے منہ پر سے اُٹھاکر کہا لبیک یا بہلول انھون نے
کہا کہ یا امیرالمومنین ہمسے حدیث بیان کی ایمن بن نابل نے قدامت بن عبداللہ عامری سے
کہ اُنھون نے کہا مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفات سے واپس تشریف لاتے دیکھا
کہ اپنے ناقہ پر سوار تھے نہ زدوکوب تھی نہ دھکا دینا نہ بچو بچو کہنا اے امیرالمومنین اس سفر مین
تمھارا تواضع کرنا بہتر ہے بہ نسبت غرور اور ظلم کے ہارون اسکو سنکر رویا یہان تک کہ اُسکے آنسو
زمین پر گرے پھر کہا کہ اے بہلول خدائے تعالی تمپر رحم کرے کچھ اور فرمائو کہا بہتر یا امیرالمومنین
جس شخص کو اللہ تعالی مال اور جمال عطا کرے اور وہ اپنا مال خیرات کرے اور اپنے جمال
مین پارسا رہے تو وہ اللہ تعالی کے خالص دفتر مین ابرار کے ساتھ لکھا جاتا ہے ہارون نے کہا
کہ تمنے بہت خوب کہا اے بہلول پھر اُنکو کچھ انعام دیا بہلول نے فرمایا کہ اس مال کو جس شخص
سے لیا ہو اُسی کو واپس کردو کہ مجکو اسکی حاجت نہین ہارون نے کہا کہ اگر تمھارے ذمہ کچھ
قرض ہو تو ہم ادا کردین فرمایا کہ علما کوفہ مین بہت ہین سب کا اسپر اتفاق ہے کہ دین کا ادا کرنا
دین سے درست نہین ہارون نے کہا کہ ہم تمھارے لیے اتنا مقرر کردین کہ تمھارے قوت کو
کافی ہو بہلول نے اپنا سر آسمان کی طرف کو اُٹھاکر فرمایا کہ اے امیرالمومنین مین اور تم دونون
خدائے تعالی کے عیال مین سے مین تو محال ہے کہ وہ تمکو یاد رکھے اور مجکو بھول جائے پھر

ہارون

ہارون پردہ ڈالکر چلا گیا اور ابو العباس ہاشمی صالح بن مامون کی اولاد مین سے کہتے ہین کہ مین حارث محاسبی کے پاس گیا اور اُنسے کہا کہ آپ نے اپنے نفس سے محاسبہ کیا ہی فرمایا کہ ایسا کبھی ہوتا تھا مین نے کہا کہ اب کیا حال ہی فرمایا کہ اب تو مین اپنے حال کو چھپاتا ہون ایک آیت قرآن مجید کی پڑھتا ہون تو اُسمین بھی بخل کرتا ہون کہ میرا نفس نہ سُنے اور اگر مجکو اسمین سرور نہ غالب ہو جاتا تو مین اُسکو ظاہر نہ کرتا اور مین ایک رات اپنی محراب مین بیٹھا تھا کہ اتنے مین ایک جوان خوبصورت عمدہ خوشبو کا آیا اور مجکو سلام کرکے میرے سامنے بیٹھ گیا مین نے پوچھا کہ تو کون ہی اُسنے کہا کہ مین ایک سیاح ہون جو لوگ اپنی محرابون مین عبادت کرتے ہین اُنکے پاس جایا کرتا ہون مین تمکو کچھ محنت کرتے نہین دیکھتا تمھارا عمل کیا ہی مین نے کہ چھپانا معصیتون کا اور کشش فوائد کی اُسنے ایک چیخ ماری اور کہا کہ مشرق اور مغرب کے درمیان مین مجھسے کوئی نہین معلوم ہوتا کہ اُسکی صفت یہ ہو پھر مین نے چاہا کہ اُسکو کچھ اور سناؤن تو مین نے کہا کہ تجکو معلوم نہین کہ اہل دل اپنے احوال چھپاتے ہین اور اپنے اسرار ظاہر نہین کرتے اور خدائے تعالیٰ سے دعا مانگتے ہین کہ وہ حالات خود اُنسے بھی مخفی رہین تو تجکو اُنکا حال کہان سے معلوم ہوتا اور اُنکو کیسے پہچانتا اُسنے پھر ایسی چیخ ماری کہ بیہوش ہو گیا اور میرے پاس دو روز مدہوش رہا پھر جو افاقہ ہوا تو کپڑے اُسکے بول و براز سے نجس ہو گئے تھے مین نے سمجھا کہ اُسکی عقل جاتی رہی مین نے اُسکو دیا تھان نکالکر دیا اور کہا کہ یہ میرا کفن ہی مین نے تجکو اپنے نفس پر ترجیح دی اب تو غسل کر اور نماز کی قضا کر اُسنے پانی مانگا اور غسل کرکے نماز پڑھی اور اُسی کپڑے مین لپٹا ہوا باہر کو چلا مین نے کہا کہ کہان کا ارادہ ہی اُسنے کہا کہ میرے ساتھ چلو مین ساتھ ہو لیا وہ چلا چلا خلیفہ مامون کے پاس گیا اور اُسکو سلام کیا اور کہا کہ اے ظالم اور اگر تجکو ظالم نہ کہون تو مین ظالم ہون اور اگر تیرے باب مین تقصیر کرون تو خدائے تعالیٰ سے استغفار کرتا ہون کیا تو اللہ تعالیٰ سے نہین ڈرتا اُس باب مین کہ اُسنے تجکو اُسکا مالک کیا ہی اور بہت سی نصیحت کرکے باہر آنا چاہا اور مین دروازہ پر بیٹھا تھا مامون اُسکی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ تو کون ہی اُسنے کہا کہ مین ایک سیاح ہون مین نے اپنے پیشتر کے صدیقون کے اعمال مین فکر کیا تو اپنے نفس مین اُن اعمال کا پتا نہ پایا اسلیئے تیری نصیحت کو مغتنم سمجھا کہ شاید صدیقون مین ملجاؤن مامون نے اُسکی گردن اُڑانے کا حکم دیا چنانچہ وہ اُسی تھان مین لپٹا ہوا معہ سر باہر نکالا گیا اور مین دروازہ پر بیٹھا تھا اور ایک منادی کرتا تھا کہ جو اُسکا وارث ہو وہ اُسکو لیجائے

مین اُس سے مخفی ہو گیا اور اُسکو غربا نے لیکر دفن کر دیا دفن مین مین بھی شریک ہا مگر مین نے
اُنسے اُسکا حال نہ کہا بعد دفن کے مین گورستان کی ایک مسجد مین ٹھہر گیا اور اُس جوان
کا غم میرے دل مین تھا کہ اتنے مین میری آنکھ لگ گئی کیا دیکھتا ہون کہ وہ جوان ایسی لونڈیون
مین ہی کہ مین نے اُنسے زیادہ خوبصورت نہین دیکھی تھین اور مجھسے کہتا ہی کہ اے حارث
قسم ہی خدا کی تو وہ چھپانے والون مین ہی کہ جو اپنا حال چھپاتے ہین اور اپنے رب کی اطاعت
کرتے ہین مین نے کہا کہ وہ لوگ کہان ہین اُسنے کہا کہ اسی دم تجھسے ملینگے پھر مین نے
کچھ پرسوارون کا دیکھا اور اُنسے کہا کہ تم کون ہو اُنھون نے کہا کہ ہم اپنے حال کے چھپانے والے
ہین اس جوان کو تیری تقریر نے حرکت دی مگر اُسکے دل مین جو کچھ تو نے بیان کیا تھا اُسمین
سے کچھ نتھا اسلیے وہ امر و نہی کے واسطے نکلا اور اللہ تعالی نے اُسکو ہمارے ساتھ اُتارا اور اُسکی
خاطر اُسکے قاتل پر غصہ فرمایا۔ اور احمد بن ابرہیم مقری کہتے ہین کہ ابو الحسن نوری رحمہ اللہ فضول
کم کرتے اور بے فائدہ بات کا سوال نہ کرتے اور جس چیز کی اُنکو حاجت ہوتی اُسکی تفتیش نہ فرماتے
اور جب کسی منکر کو دیکھتے تو اُسکو بگاڑ ڈالتے گو جان ہی کیون نہ جائے ایک روز ایک چشمہ پر جو
مشرعۂ فحامین کے نام سے مشہور ہی نماز کے لیے وضو کرتے تھے کہ ایک کشتی دیکھی جسمین تمیس مٹکے
تھے ہر ایک پر دھونی سے لفظ لطف لکھا تھا آپنے اسکو پڑھکر نہ پہچانا کیونکہ تجارات اور خانگی
اشیا مین کوئی چیز آپ کو نہ معلوم ہوئی جسکو لطف کہتے ہون آپ نے ملاح سے کہا کہ ان مٹکون مین
کیا ہی اُسنے کہا کہ آپ کو کیا مطلب پڑا ہی آپ اپنا کام کیے جائیے جب آپ نے ملاح سے
یہ سنا تو شوق دریافت کا دوبالا ہوا اور فرمایا کہ مین یہی چاہتا ہون کہ تو مجکو بتا دے کہ اِنمین
کیا ہی ملاح نے کہا تمکو اس سے کیا فائدہ تم تو صوفی آدمی ہو یہ معتضد کے لیے شراب ہی
اُسکو منظور ہی کہ اس سے اپنی مجلس کی تکمیل کرے آپنے فرمایا کہ یہ شراب ہی ملاح نے کہا ہان
آپ نے فرمایا کہ مین چاہتا ہون کہ وہ موگری مجکو اُٹھا دے ملاح اُنپر خفا ہوا اور اپنے غلام سے
کہا کہ اِنکو موگری حوالہ کر دیکھین کیا کرینگے جب موگری اُنکے ہاتھ مین آگئی وہ کشتی پر سوار ہو
ایک ایک مٹکا توڑنے لگے یہان تک کہ بجز ایک مٹکے کے اور سب توڑ ڈالے اور ملاح فریاد
کرتا رہا حتی کہ حاکم اس پل کا جو یونس بن افلح تھا چڑھ دوڑا اور نوری کو آگر گرفتار کر کے معتضد
کے پاس روانہ کر دیا اور چونکہ معتضد کی تلوار پہلے چلتی تھی اور زبان پیچھے اسلیے لوگون کو یقین ہوا
کہ وہ بدون قتل کیے نہ چھوڑیگا ابو الحسین نوری فرماتے ہین کہ جب مجکو خلیفہ کے سامنے لیگئے

وہ کرسی پر بیٹھا تھا اور اُسکے ہاتھ مین ایک سونٹا تھا کہ اُسکو پلٹے دے رہا تھا مجکو دیکھکر کہا کہ تو کون ہے مین نے کہا کہ محتسب ہون اُسنے کہا کہ تجکو حسبت کا عہدہ کسنے دیا مین نے کہا جسنے تجکو امامت کا عہدہ دیا اُسنے تھوڑی دیر گردن جھکا لی بعد اسکے سر اُٹھا کر کہا کہ تو نے جو حرکت کی وجہ اُسکی کیا تھی مین نے کہا کہ مجکو تمھارے حال پر ترس آیا کہ جس برائی کو تمسے ٹال سکتا ہون اُسمین کوتاہی کیون کرون پھر خلیفہ سر نیچے کر سیری تقریر کو سوچتا رہا اور بعد اسکے سر اُٹھا کر کہا کہ سب مشکون مین سے یہ ایک مشکا کیسے بچ رہا مین نے کہا کہ اسکی ایک وجہ ہے اگر امیر المومنین مجکو اجازت دین تو مین بیان کرون کہا کہ بیان کرو مین نے کہا کہ اے امیر المومنین مین جسوقت مشکون کی طرف متوجہ ہوا تو میرے دل مین اللہ تعالی کا جلال بھرا تھا اور خوف مطالبہ الٰہی چھایا ہوا تھا اسلیے مین نے اُنکے توڑنے پر جرأت کی اور مخلوق کی ہیبت مجکو کچھ نہ تھی یہی حال سب مشکون کے توڑنے مین ہوا جب مین اس مشکے پر پہونچا تو میرے نفس مین اس بات کی شیخی مجکو معلوم ہوئی کہ مین نے خلیفہ کے مشکے توڑ دیے جبھی مین نے ہاتھ کھینچ لیا اور اگر اس مشکہ پر پہونچنے مین بھی مجکو وہی جوش ہوتا جو پہلے تھا تو ایک یہ کیا اگر روے زمین مشکون سے پر ہوتی تب بھی مین توڑتا چلا جاتا اور کچھ پروا نہ کرتا معتضد نے کہا کہ جاؤ ہمنے تمھارے ہاتھ کو بے روک کر دیا جونسا منکر چاہو اُسکو بگاڑ دو مین نے کہا کہ اے امیر المومنین اب منکر کے بگاڑنے کو مین برا جانتا ہون اسلیے کہ پہلے تو مین خدا ے تعالی کی طرف سے بگاڑتا تھا اور اب اس خدمت کی جہت سے بگاڑونگا معتضد نے کہا کہ تمھارا مطلب کیا ہے مین نے کہا یا امیر المومنین آپ حکم کر دین کہ مین سلامت چلا جاؤن خلیفہ نے حکم دیا کہ کوئی اُس سے مزاحم نہو غرضکہ بصرہ مین چلے آئے اور اکثر بصرہ مین ہی رہے اس خوف سے کہ مبادا کوئی ضرورت درپیش ہو تو نوبت معتضد سے سوال کرنے کی پہونچے جب معتضد مر گیا تب بغداد مین واپس آئے - حاصل یہ کہ علما کی عادت امر بالمعروف اور نہی منکر مین یہ تھی کہ بادشاہون کے دبدبہ کی پروا کم کرتے تھے بلکہ اگر اللہ تعالی انکو محفوظ رکھتا تھا تو اُسکے فضل پر تکیہ کرتے تھے اور اگر شہادت روزی کرتا تھا تو اُسکے حکم پر راضی تھے اور چونکہ اُنھون نے اپنی نیت خالص اللہ تعالے کے لیے کر لی تھی اسلیے اُنکے کلام کی تاثیر سخت دلون مین ہوتی تھی کہ دل نرم ہو جاتے تھے اور سختی دور ہو جاتی تھی اور اب تو طمع نے علما کی زبان روک دی ہے کہ وہ کچھ کہتے ہی نہین اور اگر کہتے ہین تو اسوجہ سے کہ اُنکا قول موافق اُنکے حال کے نہین ہوتا اُس سے کچھ فائدہ مترتب نہین اگر وہ سچے ہوتے

اور علم کا حق ملحوظ رکھتے تو فلاح پاتے کیونکہ رعیت کی ساری خرابی بادشاہون کے خراب ہونے سے ہی اور بادشاہون کی خرابی علما کی خرابی سے ہی اور علما کی خرابی مال اور جاہ کی محبت سے ہی تو جس شخص پر دنیا کی محبت غالب ہوگی وہ رذیلون اور ذلیلون پر بھی حسبت نہ کر سکیگا بادشاہون اور بڑے آدمیون کا تو کیا ذکر ہی اللہ تعالی ہر حال مین مددگار ہی وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّ اٰخِرًا وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ مُّصْطَفٰى

دسوان باب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آداب اور آپ کے اخلاق کے ذکر مین

احسن یہ بہار روضۂ احمدی ہی	شادابی نخل گلشن سرمدی ہی
یعنے شہ کونین کے ہی خلق کا ذکر	جنکا مداح خالق امجد ہی

واضح ہو کہ ظاہر کے آداب باطن کے آداب کے عنوان ہوتے ہین اور اعضاء ظاہری کی حرکات دلی باتون کے ثمرے اور اعمال نتیجے اخلاق کے ہین اور آداب انجام معرفتون کے اور رازہائے درونی افعال کے تخم اور منبع ہین اور ظاہر پر باطن ہی کا نور پڑجاتا ہی کہ اسکو زینت اور جلا دیتا ہی اور اسکی برائیون کو خوبیون سے بدل دیتا ہی اور جس شخص کا دل خشوع نہین کرتا اسکے اعضاء ظاہری بھی خشوع نہین کرتے اور جسکا سینہ انوار الہی کا محل نہین ہوتا اسکے ظاہر پر بھی چمک آداب نبوی کی نہین پڑتی اور میرا ارادہ تھا کہ اس جلد معاملات کے خاتمہ مین ایک باب متضمن تمامی آداب زندگی کا لکھون تاکہ طالبون کو انکا نکالنا سب بابون سے دشوار نہ ہو پھر مین نے دیکھا کہ جلد اول اور دوم کے ہر باب مین تھوڑے تھوڑے آداب مذکور ہو چکے ہین اسلیے مین نے اعادہ بارہ لکھنا ثقیل جانا کہ نفسون کی سرشت مین ہی کہ مکررات سے نفرت رکھتے ہین اور اعادہ کو گران سمجھتے ہین اس نظر سے مناسب معلوم ہوا کہ اس باب مین صرف آداب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور آپکے اخلاق جو اسناد کے ساتھ مروی ہین لکھون اور ان سب کو جدا جدا اسناد حذف کرکے بیان کرون تاکہ وہ سب ایک جگہ ہو جائین اور یہ فائدہ ہو کہ آپ کے اخلاق کریمہ دیکھ کر ایمان کی تجدید اور تاکید ہو جائے کیونکہ آپ کی ایک ایک شریف ایسی ہی جس سے قطعا معلوم ہوتا ہی کہ آپ اللہ تعالی کی مخلوق سے نہایت بزرگ اور رتبہ مین برتر اور قدر مین بزرگ تر ہین تو جس صورت مین سب آپ کی ذات اقدس مین

اکثہی ہین تو کیسے افضل و اعلی نمونے پھر اخلاق کے بعد آپ کا سراپا مذکور کرون پھر ان معجزات کو لکھون جو صحیح احادیث مین آئے ہین تاکہ مکارم اخلاق کا بیان کامل ہو اور بیہ غفلت منکرون کے کانون سے زائل اللہ تعالی توفیق دے کہ عادات اور احوال مین اور تمام امور دینی مین ہم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرین اور انکے اقتدا کا دم بھرین کہ وہی حیرت والونکا راہ نما اور مضطرون کے لیے مجیب الدعا ہی ہر چند یہ مطلب دریاے ناپیدا کنار ہی مگر ہم تیرہ بیانون مین اس مضمون کو لکھتے ہین

پہلا بیان اس ذکر مین کہ اللہ تعالی نے اپنے حبیب اور صفی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تادیب قرآن مجید سے فرمائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تضرع اور زاری بدرگاہ باری بہت کرتے اور ہمیشہ سوال کرتے کہ مجکو محاسن آداب اور مکارم اخلاق سے آراستہ کر اور یون دعا مانگتے اَللّٰھُمَّ حَسِّنْ خَلْقِیْ وَخُلُقِیْ اور فرماتے اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنِیْ مُنْکَرَاتِ الْاَخْلَاقِ تو اللہ تعالی نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور اپنے اس وعدہ کو پورا کیا اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ یعنے تم مجھ سے دعا مانگو مین قبول کرونگا اور آپ پر قرآن مجید نازل فرمایا اور اس سے آپ کو ادب سکھلایا تو آپ کا خلق قرآن مجید ہی چنانچہ سعد بن ہشام کہتے ہین کہ مین حضرت عائشہ رضی کی خدمت مین گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا حال انسے پوچھا انھون نے فرمایا کہ تو قرآن پڑھتا ہی مین نے کہا ہان انھون نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن مجید تھا - اور قرآن مجید سے آپ کو ادب اسطرح سکھایا کہ ارشاد فرمایا خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِیْنَ اور فرمایا اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ اور فرمایا وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ اور فرمایا وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ اور فرمایا فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ اور فرمایا وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَکُمْ اور فرمایا اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ کَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ اور فرمایا اَلْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ اور فرمایا اِجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا اور جب جنگ احد مین آپ کے دندان مبارک کی چوکڑی ٹوٹ گئی اور سر مبارک مین ضرب آئی تو خون چہرۂ مبارک پر بہتا تھا اور آپ خون کو پوچھتے جاتے تھے اور فرماتے تھے کیسے بھلا ہوگا اس قوم کا جسنے اپنے نبی کے چہرہ کو خون سے رنگین کیا حالانکہ وہ انکو انکے

اُنکے پروردگار کی طرف بلاتا ہو اُسوقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو ادب سکھانے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی
لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ اور اسطرح کی تادیبین
قرآن مجید مین بے شمار ہین اور تادیب اور تہذیب سے مقصود اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہین پھر
آپ کی ذات پاک سے سب خلق پر پرتو پڑتا ہو اسلیے کہ قرآن مجید سے آپ کو ادب سکھایا گیا
اور خلق کو آپ سے ادب تعلیم کیا گیا اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین اسلیے
بھیجا گیا ہون کہ مکارم اخلاق کو پورا کرون پھر آپنے خلق کو محاسن اخلاق کی اُن باتون کی ترغیب
دی جن کا ذکر ہم باب ریاضت نفس اور تہذیب اخلاق جلد ثالث مین کرینگے یہان مکرر لکھنے کی
ضرورت نہین - پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کا خلق کامل کر دیا تو تعریف فرمائی اور یہ ارشاد کیا
وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ سبحان اللہ اسکی کیا بڑی شان اور کتنا کامل احسان اور کیسا فضل
عظیم اور لطف عمیم ہو کہ آپ ہی اپنے نبی کریم کو خلق سے آراستہ کیا اور آپ ہی تعریف فرماتا ہو
اور خلق کو آپ کی طرف منسوب کرتا ہو کہ تو بڑے خلق پر ہو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
خلق سے بیان فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ مکارم اخلاق کو پسند فرماتا ہو اور اُنمین سے بُرے اخلاق سے
بغض رکھتا ہو - اور حضرت علی رضہ نے فرمایا ہو کہ مرد مسلمان سے تعجب ہو کہ اُسکے پاس کوئی اُسکا
مسلمان بھائی کسی ضرورت کو آوے اور اپنے نفس کو دوسرے کے ساتھ بھلائی کرنے کے قابل
نہ سمجھے بھلا اگر اُسکو توقع ثواب کی یا خوف عذاب کا نہو تو اُسکو یہ تو چاہیے کہ مکارم اخلاق کی
طرف مبادرت کرے کہ اُنسے راہ نجات کا پتا ملتا ہو ایک شخص نے عرض کیا کہ آپنے اسکو رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو حضرت علی رضہ نے فرمایا کہ ہان مع اور بات کے جو اس سے بھی بہتر ہو
یعنے جب طی کے قیدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر کیے گئے تو انمین ایک لڑکی
بھی تھی اُسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ اگر آپ مصلحت سمجھین تو مجکو
رہا فرماوین اور قبائل عرب کو مجھپر نہ ہنسائین کہ اپنی قوم کے سردار کی بیٹی ہون میرا باپ
اپنی قوم کی حمایت کرتا تھا اور قیدی کو رہا کرتا تھا بھوکے کا پیٹ بھرتا تھا اور کھانا کھلاتا تھا
اور سلام کا افشا کرتا تھا کبھی کسی حاجت کے طالب کو محروم نہین پھیرا مین حاتم طائی کی بیٹی ہون
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لڑکی یہ صفت سچے ایمانداروں کی ہو اگر تیرا باپ
مسلمان تھا تو ہمنے تجھپر رحم کیا اور لوگون سے ارشاد فرمایا کہ اسکو چھوڑ دو کہ اسکا باپ مکارم اخلاق
کو اچھا جانتا تھا اور اللہ تعالیٰ مکارم اخلاق کا دوستدار ہو پس ابو بردہ بن نیار کھڑا ہوا اور

وات
ترا اضطرار پکڑے
نہین بیانکو
تو یہ دلیل
یانکو عذاب
کرے کہ وہ
ناحق پر ہین
ح ا
حاکم و یہقی
بروایت
ابی ہریرہ
ا ح
اور تو پیدا
ح
ح
ح

عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کیا مکارم اخلاق کو دوست رکھتا ہے
آپنے فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے کہ جنت مین بجز خوش اخلاق کے
اور کوئی داخل نہوگا۔ اور حضرت معاذ بن جبل رضہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کا محیط مکارم اخلاق اور محاسن
اعمال کو کردیا ہے اور منجملہ اُنکے یہ باتین ہین باہم اچھی طرح رہنا عمدہ فعل کرنا پہلو کا
ملائم رکھنا خیرات دینا کھانا کھلانا سلام کا افشا کرنا مسلمان بیمار کو پوچھنا نیک ہو یا بد
مسلمان کے جنازہ کے ہمراہ جانا اور جس شخص کے ہمسایہ مین رہے خواہ وہ مسلمان ہو
یا کافر اُسکے ساتھ اچھی طرح رہنا اور بوڑھے مسلمان کی عزت کرنی اور دعوت کا قبول کرنا
اور دوسرے کی دعوت کرنی اور معاف کرنا اور لوگون مین صلح کرانی اور جود اور
کرم اور سماجت کرنا اور ابتدا السلام کرنا اور غصہ کا پی جانا اور لوگون سے درگذر
کرنی اور جو چیزین اسلام نے حرام کردی ہین اُنسے اجتناب کرنا یعنے کھیل اور باطل
اور غنا اور آلات لہو بتمامہا اور ہر کینہ اور عیب کی بات اور غیبت اور جھوٹ اور بخل
اور زیادتی کنجوسی اور جفا اور دغا اور فریب اور چغلی اور آپس مین بگاڑ ڈالنا اور قرابت
کو توڑنا اور بد خلقی اور تکبر اور شیخی اور اترانا اور بڑائی مارنی اور فحش کہنا اور فحش سننا
اور کینہ اور حسد اور بد فالی اور سرکشی اور حد سے گذرنا اور ظلم۔ حضرت انس رضہ فرماتے ہین
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عمدہ نصیحت ایسی نہین چھوڑی جسکی طرف ہمکو نہ بلایا ہو
اور نہ کوئی عیب اس قسم کا چھوڑا کہ جس سے ہمکو ڈرایا نہو یا منع نہ کیا ہو۔ اور
ان سب باتون سے یہ آیت کفایت کرتی ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ الآیہ
اور حضرت معاذ بن جبل رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو اسطرح
وصیت فرمائی کہ اے معاذ مین تجکو وصیت کرتا ہون خدائے تعالیٰ سے ڈرنے کی اور
سچ بولنے اور عہد پورا کرنے اور امانت ادا کرنے اور خیانت نہ کرنے اور ہمسایہ کا لحاظ
رکھنے اور یتیم پر رحم کرنے اور نرم گفتگو کرنے اور سلام کے فاش کرنے کی اور حسن عمل
اور کوتاہ کرنے امل کی اور ایمان پر جمے رہنے اور قرآن کی سمجھ پیدا کرنے اور آخرت کی
محبت اور حساب سے خائف رہنے اور بازو کو پست رکھنے کی اور مین تجکو منع کرتا ہون
کہ کسی حکیم کو گالی مت دینا اور سچے شخص کو جھوٹا مت ٹھیرانا اور کسی گناہگار کی اطاعت

نہ کرنا اور امام عادل کی نافرمانی مت کرنا اور زمین مین فساد مت کرنا اور تجکو وصیت کرتا ہون خدائے تعالی سے ڈرنے کی ہر چھوٹے اور درخت اور ڈھیلے کے پاس اور یہ کہ ہر گناہ کے لیے توبہ نئی کرنا پوشیدہ گناہ کے لیے پوشیدہ توبہ اور ظاہر کے لیے ظاہر غرضکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی کے بندون کو اسطرح ادب تعلیم فرمایا اور انکو مکارم اخلاق اور محاسن آداب کی طرف بلایا

دوسرا بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن اخلاق مین جنکو بعض علما نے احادیث سے چن کر جمع کیا ہی اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگون سے زیادہ حلیم تھے۔ سب سے زیادہ شجاع تھے۔ سب سے زیادہ عادل تھے۔ سب سے زیادہ پارسا تھے کبھی آپ کا دست مبارک ایسی عورت کے ہاتھ کو نہ لگا جو آپ کی ملک مین نہو یا آپ کی محرم نہو۔ سب سے زیادہ سخی تھے۔ آپ کے پاس دینار و درم رات کو نہ رہتا تھا اور اگر بچ رہتا اور ایسا شخص نہ ملتا جسکو عطا فرمائین اور یکایک رات ہو جاتی تو اپنے مکان مین تشریف نہ لاتے جبتک کہ بچے ہوئے کو کسی محتاج کو نہ دے چکتے جو کچھ اللہ تعالی نے آپ کو دیا تھا آسمین سے بجز سال بھر کی اپنی غذا کے نہ لیتے اور وہ بھی سب سے زیادہ ارزان اور سہل الوصول خرما اور جو کی ہوتی تھی اور باقی سب کو فی سبیل اللہ خرچ کرتے۔ جس چیز کا سوال کوئی آپ سے کرتا اسکو مرحمت فرماتے۔ پھر آپ اپنے سال بھر کے قوت مین سے بھی دے ڈالتے اور سائلین کو اپنے نفس پر ترجیح دیتے حتی کہ بعض اوقات برس گذرنے سے پیشتر قوت کی ضرورت پڑتی بشرطیکہ کوئی چیز آپ کے پاس نہ آجاتی اور آپ اپنا جوتا گانٹھتے اور کپڑے مین پیوند لگاتے اور اپنے گھر کی ٹہل کرتے۔ اور ازواج مطہرات کے ساتھ گوشت کاٹتے۔ سب لوگون سے زیادہ حیادار تھے کہ کسی کے چہرہ پر آپ کی نگاہ نہ جمتی۔ آزاد اور غلام کی دعوت منظور فرماتے۔ اور ہدیہ قبول فرماتے۔ گو ایک گھونٹ دودھ کا ہو یا ران خرگوش کی اور ہدیہ کی مکافات فرماتے۔ تحفہ کو تناول فرماتے اور صدقہ کو نہ کھاتے۔ سلونڈگی اور مسکین کی دعوت قبول فرمانے سے تکبر نہ فرماتے انکے ساتھ چلے جاتے۔ اپنے پروردگار کی خاطر غصہ فرماتے اور اپنے نفس کے لیے غصہ نہ فرماتے۔ حق کو جاری فرماتے گو اسمین آپ کا اور آپ کے اصحاب کا نقصان ہوتا مشرکون نے آپ سے درخواست کی کہ ہم آپ کے طرفدار ہو کر دوسرے

مشرکون سے عوض لین اور اُسوقت آپ کے پاس آدمیون کی اتنی قلت تھی کہ اگر ایک شخص بھی آپ کے ساتھیون مین زیادہ ہوتا تو اُسکی بھی ضرورت تھی مگر آپ نے انکار کیا اور فرمایا کہ مین مشرک سے مدد نہین لیتا ہون ۔ اور ایک شخص کو اپنے فضلاء صحابہ اور اخیار اصحاب مین سے یہودیون مین مقتول پایا مگر آپ نے اُونپر ظلم نہ کیا اور نہ تلخ حق سے زیادہ بڑھے بلکہ اُس مقتول کی دیت سوا دو تھنان دین حالانکہ اُسوقت اصحاب رضہ کو اونٹ کی نہایت ضرورت تھی کہ ایک بھی ملتا تو اُس سے قوت حاصل کرتے اور بھوک کے مارے اپنے شکم مبارک پر پتھر باندھے تھے جو موجود ہوتا وہ تناول فرماتے اور جو پاتے اُسکو نہ ہٹاتے اور حلال کھانے سے ورع نہ فرماتے اور اگر خرما بدون روٹی کے پاتے تو اُسکو ہی نوش جان فرماتے اور اگر بھنا ہوا گوشت ملتا تو وہی کھا لیتے اور اگر روٹی گیہون یا جو کی ملتی اُسکو کھا لیتے اور اگر بیجھا یا شہد پاتے تو اُسکو ہی کھا لیتے اور اگر دودھ بدون روٹی کے پاتے تو اُسی پر اکتفا فرماتے اور اگر خربزہ یا تر خرما ملتا تو وہی کھا لیتے ۔ تکیہ لگا کر نہ کھاتے اور نہ اُونچے خوان پر رکھ کر کھانا کھاتے ۔ آپ کا رومال دونون تلوے پائے مبارک کے تھے گیہون کی روٹی سے تا زیست تین دن پیہم پیٹ نہین بھرا اور یہ امر مفلسی اور بخل کی وجہ سے نہ تھا بلکہ نفس کو مطیع اور مغلوب رکھنے کے لیے ۔ ولیمہ کی دعوت قبول فرماتے بیمار کی عیادت فرماتے اور جنازہ کے ہمراہ تشریف لیجاتے ۔ دشمنون مین بلا نگاہبان تنہا پھرتے ۔ تواضع مین سب سے زیادہ اور وقار مین سب سے بڑھکر تھے بدون تکلف کے کلام مین سب سے زیادہ بلیغ بدون تطویل کے ۔ سب سے زیادہ خندہ پیشانی تھے ۔ امور دنیا مین سے آپ کو کوئی چیز تعجب مین نہ ڈالتی ۔ جو پہننے کو پاتے وہ پہن لیتے کبھی شملہ یعنے چھوٹا عمامہ اور کبھی پہن کی چادر اور کبھی صوف کا جبہ جو مباح مال سے ملتا اُسکو پہن لیتے ۔ آپ کی انگوٹھی چاندی کی تھی اُسکو دہنے ہاتھ اور بائین کی چھنگلیا مین پہنا کرتے تھے ۔ آپنے پیچھے اپنے غلام کو یا دوسرے شخص کو سوار کر لیتے تھے ۔ جو سواری بہم ہوجاتی اُسپر سوار ہوجاتے کبھی گھوڑے پر کبھی اونٹ پر کبھی سبزہ خچر پر کبھی دراز گوش پر اور کبھی پیادہ برہنہ پا بدون چادر اور عمامہ اور ٹوپی کے چلتے اور مدینہ منورہ کے پرلی کنارہ پر بیمارون کی عیادت فرماتے ۔ خوشبو کو آپ پسند فرماتے اور بدبو کو مکروہ جانتے فقیرون کے ساتھ بیٹھتے ۔ مساکین کو ساتھ کھلاتے ۔ جو لوگ اخلاق مین

افضل ہوتے اُنکا اکرام کرتے اور اہل شرف کے ساتھ سلوک کرکے اُنکو رجھاتے۔ صلہ رحم فرماتے نہ اسطرح پر کہ قریبون کو اُنسے افضل شخصون پر ترجیح دین۔ کسی پر جفا نہ فرماتے جو آپ کے سامنے عذر کرتا اُسکا عذر مقبول کر لیتے۔ آپ مزاح فرماتے مگر سچ کے سوا اور کچھ نہ کہتے۔ مسکراتے اور زور سے نہ ہنستے۔ مباح کھیل کو دیکھتے اور اُسکو منع نہ فرماتے اپنے اہل کے ساتھ دوڑتے کہ کون آگے نکلے۔ آپ کے سامنے آوازین بلند ہوتین اور آپ صبر فرماتے۔ آپ کے پاس دودھیل اُونٹنی اور بکری تھی کہ اُنکا دودھ آپ اور آپ کے گھر والے پیتے تھے۔ اور آپ کے پاس لونڈیان اور غلام تھے کھانے اور پہننے مین آپ اُنسے برتری نہ فرماتے۔ کوئی وقت آپ پر ایسا نہ گذرتا جسمین آپ اللہ تعالی کے لیے کام یا اپنے نفس کی بہتری کے لیے امر ضروری نہ کرتے ہونے اپنے اصحاب کے باغون مین تشریف لیجاتے۔ کسی مسکین کو اُسکے مفلس اور اپاہج ہونے کے سبب سے حقیر نہ جانتے اور نہ کسی بادشاہ سے اُسکی بادشاہت کی جہت سے ڈرتے بلکہ دونون کو برابر اللہ تعالی کی طرف بلاتے۔ اللہ تعالی نے آپ کے لیے سیرت فاضلہ اور سیاست تامہ جمع کر دی تھی آپ امی ہین کہ نہ پڑھے اور نہ لکھے جہل کے ملکون اور جنگلون کے اندر حالت فقر اور بکریان چرانے مین یتیم پیدا ہوئے کہ نہ باپ تھا نہ مان تھی مگر اللہ تعالی نے آپ کو سب محاسن اخلاق اور اچھے طریقے اور پہلون اور پچھلون کے حالات اور جن باتون سے آخرت مین فوز و نجات ہو اور دنیا مین لوگ رشک کرین اور واجب امر پر لازم رہنا اور فضول کو ترک کرنا سب کچھ تعلیم فرما دیا اللہ تعالی ہمکو توفیق دے کہ آپ کے امر کی اطاعت بجا لائین اور آپ کے افعال کی اقتدا کرین

آمین یارب العالمین

تیسرا بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن آداب و اخلاق مین جو منجملہ مروایات ابو البختری ہین۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کسیکو ایمانداروں مین سے گالی دی اُسکے حق مین اُسکو کفارہ اور رحمت ہونے کی دعا کی۔ کسی عورت کو نہ کبھی لعنت کی اور نہ کسی خادم کو۔ اور آپ سے اثنار قتال مین عرض کیا گیا کہ اگر آپ اعدا کو لعنت کرین تو مناسب ہے آپنے فرمایا کہ مین رحمت کے لیے مبعوث ہوا ہون لعنت کے لیے۔ اور جب آپ سے التماس کیا جاتا کہ کسی مسلمان یا کافر عام یا خاص

سکے لیے بددعا فرمائی تو آپ بددعا سے اعراض کرکے دعاء خیر فرماتے - آپ نے دست مبارک کا وار کسی پر نہین کیا بجز جہاد فی سبیل اللہ کے اور جو برائی آپ کے ساتھ کی گئی اُسکا بدلہ آپ نے کبھی نہین لیا مگر یہ کہ پردہ دری حرمت الٰہی کی ہو - اور جب کبھی دو امرون مین آپ کو اختیار دیا گیا تو دونون مین سے سہل تر کو پسند فرمایا بشرطیکہ اُسمین گناہ یا قطع قرابت نہو کہ ان دونون سے آپ سب سے زیادہ دور رہتے تھے - اور جو کوئی آزاد یا غلام یا لونڈی آپ کی خدمت مین حاضر ہوتی تو آپ اُسکے ساتھ اُسکی حاجت مین کھڑے ہو جاتے - حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ قسم ہے اُس ذات کی جسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ جو چیز آپ کو بُری لگی اُسمین مجھسے آپ نے کبھی یہ نہین فرمایا کہ یہ تو نے کیون کی اور جب کسی نے آپ کے گھر والون مین سے مجھکو ملامت کی تو آپ نے یہی ارشاد فرمایا کہ اسکو چھوڑ دو کہ تقدیر مین یون ہی ہونا تھا - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب گاہ مین عیب نہین لگایا اگر کسی نے بچھونا بچھا دیا تو لیٹ رہے اور اگر میسر نہوا تو زمین پر لیٹ رہے - اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف آپ کے نبی کرنے سے بیشتر توریت مین اول سطر اس طرح ارشاد فرمایا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا بندہ برگزیدہ ہے نہ درشت خو ہے نہ سخت گو نہ بازارون مین چیختا ہے نہ بدی کا بدلہ بدی سے دیتا ہے بلکہ معاف اور درگذر کرتا ہے اُسکی پیدائش کی جگہ مکہ معظمہ اور قیام ہجرت طابہ یعنے مدینہ منورہ اور اُسکا ملک شام مین ہے وہ اور اُسکے ساتھی تہمد باندھتے ہین قرآن اور علم کے حافظ ہین اور ہاتھ پاؤن کو وضو مین دھوتے ہین اور اسی طرح کا وصف انجیل مین مذکور ہے - اور آپ کی عادت یہ تھی کہ جس سے ملتے اول سلام کرتے - اور جو کوئی آپ کو کسی کام کے لیے کھڑا کر لیتا تو آپ توقف فرماتے جبتک کہ وہ شخص خود چلا نہ جاتا - اور جو شخص آپ کا ہاتھ پکڑ لیتا تو آپ اُس سے ہاتھ نہ چھڑاتے یہانتک کہ وہ آپ سے نہ چھوڑ دیتا - اور جب اپنے اصحاب رضہ مین سے کسی سے ملتے تو اول مصافحہ کرتے پھر اُسکی انگلیون مین انگلیان ڈالتے اور خوب مضبوط گرفت فرماتے - اور جب کھڑے ہوتے اور بیٹھتے تو ذکر اللہ ہی کرتے - اور اگر آپکے پاس نماز پڑھتے مین کوئی آبیٹھتا تو آپ اپنی نماز مختصر کر دیتے اور اُس سے پوچھتے کہ تمکو کچھ کام ہے اور جب اُسکے کام سے فارغ ہوتے تو پھر نماز پڑھنے لگتے - اور آپ کی اکثر نشست

یہ تھی کہ دونون ساقون کو کمر سے کرکے اُنکے گرد سے دونون ہاتھ کو ت مارنے کی طرح پکڑ لیتے تھے آپ کی نشست آپ کے اصحاب کی نشست سے متمیز نہ تھی۔ جہان آپ کو نشست کے لیے جگہ ملتی تھی اُسی جگہ بیٹھ جاتے تھے۔ کبھی آپ کو کسی نے نہین دیکھا کہ آپنے پاؤن اصحاب رضہ مین پھیلائے ہون اور اُنپر جگہ تنگ ہوگئی ہو ہان اگر مکان وسیع ہوتا اور پاؤن پھیلانے سے تنگی نہوتی تو کچھ مضائقہ نہ تھا اور آپ کی اکثر نشست قبلہ رخ ہوتی تھی۔ اور جو آپ کے پاس آتا تھا اُسکی خاطر و تعظیم فرماتے حتی کہ جنمین اور آپ مین کسی طرح کی قرابت اور دودھ پینے کا علاقہ نہ تھا اُنکے لیے اپنی چادر بچھاکر اُسپر اُنکو بٹھلاتے۔ اور جو تکیہ آپ کے نیچے رہتا تھا آنے والے کے لیے اُسکو نکالکر حوالہ فرماتے اور اگر وہ اُسکے لینے سے انکار کرتا تو آپ قسم دیتے کہ اُسی پر تکیہ لگاکر بیٹھے اور جس کسی نے آپ سے محبت کی اُسکو یہی گمان ہوتا کہ سب سے زیادہ آپ مجھپر کرم فرماتے ہین یہان تک کہ اپنے جلیسون مین سے ہر ایک کی طرف حصہ رسد توجہ فرماتے حتی کہ آپ کی نشست اور سننا اور بات کہنا اور بزم لطیف اور حلیمون کی طرف توجہ اور اُسکے ساتھ بیٹھنا حیا اور تواضع اور رازداری کی مجلس تھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ اسلیے آپنے اصحاب کو اُنکی خاطر اور دلداری کے لیے اُنکی کنیتون سے پکارتے۔ اور جسکی کنیت نہوتی اُسکی کنیت آپ مقرر فرماتے پھر لوگ اُسکو اُسی کنیت سے پکارتے۔ جن عورتون کے اولاد ہوتی اُنکی کنیت بھی مقرر فرماتے اور بے اولاد والی کی کنیت پہلے سے کردیتے۔ اور لڑکون کے لیے کنیت تجویز کردیتے تو اس سے اُنکا دل نرم ہوجاتا۔ اور سب لوگون سے زیادہ دیر مین آپ کو غصہ آتا اور سب سے جلد راضی ہوجاتے۔ لوگون پر نہایت درجہ کی رافت فرماتے اور اُنکے حق مین سب سے بہتر اور نافع تر تھے۔ آپ کی مجلس مین آوازین بلند نہوتین۔ اور جب مجلس سے اُٹھتے تو فرماتے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ اور فرماتے کہ یہ کلمات مجکو جبریل علیہ السلام نے سکھائے ہین

چوتھا بیان۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو اور خندہ کے ذکر مین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ فصیح اور شیرین تقریر تھے۔ اور فرماتے کہ مین عرب مین زیادہ فصیح ہون۔ اور جنت کے لوگ جنت مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بولی مین گفتگو کرینگے۔ آپ کم سخن نرم گفتار تھے جب بولتے تو بہت کلام نہ فرماتے آپ کی تقریر منظم موتیون کی سی

تری تھی۔ حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمھاری طرح بہت گفتگو نہ فرماتے تھے آپ کا کلام مختصر ہوتا تھا اور تم کسی طرح اسکو پھیلاتے ہو۔ سب سے زیادہ مختصر کلام آپ کا تھا اور اسی کو حضرت جبرئیل علیہ السلام آپکے پاس لائے اور باوجود اختصار کے جو چاہتے وہ جمع فرماتے۔ آپ کلمات جامع سے کلام فرماتے نہ زیادتی اُن مین تھی نہ کمی گویا موتیون کے دانون کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے چلے آتے ہین اور اثنار کلام مین گر نہ توقف ہوتا تھا کہ سننے والا اسکو یاد کرلے۔ آپ کی آواز بلند اور لہجہ سب سے اچھا تھا۔ سکوت بہت فرماتے اور بدون حاجت لب مبارک گفتگو کو نہ ہلاتے۔ لفظ نامعقول زبان پر نہ لاتے اور حالت رضا اور غضب مین بجز سچ کے اور کچھ نہ کہتے۔ جو کوئی برا لفظ بولتا اسکی طرف سے منھ پھیر لیتے۔ اور جو لفظ آپ کو مزا معلوم ہوتا اور بجبوری کہنا پڑتا تو اسکو صراحۃ نہ فرماتے اشارۃً ارشاد فرماتے۔ جب آپ خاموش ہوجاتے تو جلیس بولتے آپکے پاس کوئی دوسرے کی بات نہ کاٹتا۔ خیر خواہی کے ساتھ بدون ہنسی کے پند فرماتے ساتھ فرماتے کہ بعض قرآن کو بعض سے ست نکراؤ کہ وہ کئی طرح پر اترا ہے۔ آپنے اصحاب کے روبرو سب سے زیادہ تبسم اور خندہ فرماتے اور انکی باتون سے زیادہ تعجب فرماتے اور اُنمین اپنے نفس مبارک کو زیادہ مخلوط فرماتے۔ اور بعض اوقات اتنا خندہ فرماتے کہ آپ کی کچلیان کھل جاتین۔ اور آپ کے اصحاب کا خندہ آپ کے سامنے تبسم ہوتا تھا آپ کے اقتدا اور توقیر کی جہت سے۔ اور کہتے ہین کہ ایک روز ایک اعرابی آپ کی خدمت مین حاضر ہوا آپکا رنگ اُسوقت متغیر تھا اور صحابہ رضہ اسکو خلاف عادت شریف دیکھکر پہچان گئے تھے اُس اعرابی نے آپ سے کچھ پوچھنا چاہا صحابہ نے فرمایا کہ کچھ نہ پوچھو کہ ہم آپ کا رنگ متغیر دیکھتے ہین اُسنے کہا کہ مجھسے تعرض ست کرو قسم ہے اُس ذات کی جسنے آپ کو نبی برحق کرکے بھیجا ہے مین آپ کو بے ہنسائے نہ چھوڑونگا غرضکہ اُسنے غرضکہ اُسنے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمنے سنا ہے کہ دجال لوگون کے لیے شدید لائیگا تو فدا ہون آپ پر میرے والدین کیا آپ مجکو یہ اجازت فرماتے ہین کہ مین اُسکے شدید سے رکا رہون اور نہ مانگون یہانتک کہ لاغری سے ہلاک ہون یا یہ حکم دیتے ہین کہ اُسکے شدید پر ہتے لگاؤن اور جب خوب تن جاؤن تو اللہ تعالی پر ایمان لاؤن اور اُسکا منکر ہون آپ اُسکو سنکر اتنا ہنسے کہ آپ کی کچلیان کھل گئین پھر فرمایا کہ جس چیز سے اللہ تعالی اور ایمانداروں کو

اُس کافر سے غنی کر دیگا اُسی سے تجکو بھی اُسکی پروا نہ رکھیگا - اور آپ سب سے زیادہ تبسم فرماتے اور دل خوش رہتے بشرطیکہ آپ پر قرآن مجید نازل نہوتا ہوتا یا قیامت کا ذکر یا خطبہ اور وعظ نہ فرماتے ہوتے - اور جب آپ خوش اور راضی ہوتے تو سب سے بہتر رضا کی حالت مین ہوتے اور اگر وعظ فرماتے تو واقعی طور پر فرماتے نہ ہنسی کے طور سے اور اگر آپ غصہ ہوتے اور غصہ بجز حق کے واسطے کے ہوا نہ کرتے تھے تو کسی چیز کو آپکے غصہ کے سامنے ٹھہرنے کی تاب نہوتی اور آپ اپنے سب کامون مین ایسے ہی تھے - اور جب کوئی واقعہ آپ پر آتا تو اسکو سپرد خدا فرماتے اور طاقت قوت سے بری ہو جاتے اور اللہ تعالی سے ہدایت کی التجا کرتے اور یون فرماتے کہ الٰہی مجکو حق کو حق دکھلا کہ مین اُسکا اتباع کرون اور منکر کو منکر دکھلا اور مجکو اُس سے بچنا روزی کر اور مجکو اس بات سے پناہ مین رکھ کہ منکر مجھپر مشتبہ ہو جائے اور بدون تیری ہدایت کے مین اپنی خواہش نفس کا اتباع کرون اور تیری خواہش نفس کو اپنی طاعت کا تابع کر اور اپنی ذات پاک کی مرضی کا کام میرے نفس سے تندرستی کی حالت مین لے اور امر حق مین اختلاف پڑنے کے وقت مجکو اپنے حکم سے راستہ دکھلا کہ تو ہی جسکو چاہے سیدھا راستہ ہدایت کرتا ہے -

پانچوان بیان کھانے کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وآداب کے ذکر مین - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو موجود پاتے اُسکو کھا لیتے - اور جس کھانے پر بہت سے ہاتھ ہوتے وہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھا - اور جب دسترخوان بچھایا جاتا تو آپ یہ فرماتے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا نِعْمَةً مُشْكُوْرَةً تُصِلُ بِهَا نِعْمَةَ الْجَنَّةِ اور اکثر جب آپ تناول فرمانے کو بیٹھتے تو اپنے دونون زانو اور دونون قدم ملا لیتے جیسے نمازی بیٹھتا ہے مگر زانو پر زانو اور قدم پر قدم ہوتا تھا اور فرماتے تھے کہ مین بندہ ہون کھاتا ہون جیسے بندہ کھاتا ہے اور بیٹھتا ہون جیسے بندہ بیٹھتا ہے - اور گرم کھانا آپ نہ کھاتے اور فرماتے کہ اسمین برکت نہین ہوتی اور اللہ تعالی نے ہمکو آگ نہین کھلائی سو اسکو ٹھنڈا کر لو - اور اپنے قریب سے آپ کھایا کرتے - اور تین انگلیون سے کھانا تناول فرماتے - اور جس اوقات چوتھی سے سہارا لیتے - اور دو انگلیون سے نہ کھاتے اور فرماتے کہ یہ طریقہ شیطان کے کھانے کا ہے - اور ایک بار حضرت عثمان بن عفان آپ کے پاس بھنا ہوا لائے آپنے اسمین سے تناول فرمایا اور پوچھا کہ یا ابا عبداللہ یہ کیا ہے

---

۱ شروع ہے اللہ تعالے کے نام سے الٰہی آسلو تمام مشکور کر جس سے نعمت جنت تک پہنچاوے ۱۲

حضرت عثمان رضؓ نے عرض کیا کہ آپ پر میرے والدین فدا ہوں ہم شہد اور گھی دیگچی میں کر کے آگ پر پکاتے ہیں اور اسمیں گیہوں کا میدہ ڈال کر گھی اور شہد کو چمچہ سے دیگچی میں پھیرتے جاتے ہیں یہاں تک کہ پک کر ایسا ہو جاتا ہے جیسا آپ ملاحظہ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ غذا طیب ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدون چھنے جو کے آٹے کی روٹی کھایا کرتے تھے۔ اور لکڑی ترخربوزہ کے ساتھ اور نمک کے ساتھ تناول فرماتے۔ اور ترمیوؤں میں سے آپ کو خربوزہ اور انگور بہت محبوب تھا۔ اور آپ خربوزہ روٹی کے ساتھ اور مصری کے ساتھ تناول فرماتے۔ اور کبھی خربوزہ خرما رطب کے ساتھ کھاتے اور کھانے میں دونوں ہاتھوں سے مدد لیتے ایک روز آپ تر خرما داہنے ہاتھ سے کھاتے تھے اور گٹھلیاں بائیں ہاتھ میں جمع فرماتے تھے کہ اتنے میں ایک بکری آئی آپ نے اسکی طرف گٹھلیوں کا اشارہ کیا وہ آپ کے بائیں ہاتھ میں کھاتی رہی اور آپ دنبے ہاتھ سے کھاتے رہے یہاں تک کہ جب آپ کھا چکے تو بکری بھی چلی گئی۔ اور کبھی آپ انگوروں کا خوشہ منہ میں رکھ لیتے یعنی کئی کئی ایک دفعہ کھاتے اور آپ انگور آپ کی ریش مبارک پر موتیوں کی طرح اترتا معلوم ہوتا۔ اور آپ کا اکثر کھانا پانی اور خرما ہوتا۔ اور کبھی آپ ایک گھونٹ دودھ کا لیتے اور اوپر سے ایک خرما کھاتے پھر اسی طرح کرتے اور دودھ اور خرما کو طیبین فرماتے (یعنی دو عمدہ چیزیں) اور سب سے زیادہ محبوب کھانا آپ کے نزدیک گوشت تھا اور فرماتے تھے کہ گوشت شنوائی کی قوت بڑھاتا ہے اور دنیا اور آخرت میں کھانوں کا سردار ہے اور اگر میں اپنے پروردگار سے درخواست کرتا کہ مجکو ہر روز گوشت عطا کرے تو وہ بیشک عطا فرماتا۔ اور آپ ثرید کو گوشت اور کدو کے ساتھ کھاتے۔ اور کدو کو آپ پسند فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے کہ یہ پیڑ میرے بھائی یونس علیہ السلام کا ہے۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ آپ ارشاد فرماتے کہ جب تم ہنڈیا پکاؤ تو اسمیں کدو بہت ڈالا کرو کہ وہ غمگین دل کو تقویت دیتا ہے۔ اور جس پرند کا شکار ہوتا اسکو تناول فرماتے۔ اور شکار کا چھپا خود نہ کرتے اور نہ آپ شکار مارتے مگر کوئی شکار کر کے لا دیتا تو اسکے کھانے کو پسند فرماتے۔ اور جب گوشت کھاتے تو سر مبارک کو اسکے لیے نہ جھکاتے بلکہ اسکو منہ کے پاس لا کر دانت سے کاٹتے اور روٹی اور گھی تناول فرماتے اور بکری میں سے آپ کو دست اور شانہ پسند تھا

اور ہنڈیا مین سے کدو اور روٹی اگا کر کھانے کی چیزون مین سے سرکہ اور کھجور مین سے عجوہ پسند فرماتے - اور عجوہ کھجور کے باب مین برکت کی دعا فرمائی اور فرمایا کہ یہ جنت مین سے ہی اور زہر اور جادو سے شفا ہی اور ساگ کی قسم مین آپ کاسنی اور ریحان اور خرفہ جسکو رجلہ کہتے ہین پسند فرماتے - اور گردون کو آپ بُرا جانتے تھے اسوجہ سے کہ پیشاب کے قریب رہتے ہین - اور بکری مین سے سات چیزین نہ کھاتے تھے ذکر اور فوطہ اور پھکنا اور پتا اور غدہ اور فرج اور خون اور انکو بُرا جانتے تھے - اور کچا لہسن اور پیاز اور گندنا تناول نہ فرماتے تھے - اور کسی کھانے کو کبھی بُرا نہین فرمایا بلکہ اگر اچھا معلوم ہوا تو کھالیا ورنہ چھوڑ دیا اور اگر بُرا جانا تو دوسرے کی نظر مین اُسکو ناپسند نہین کیا اور ضب اور تلی سے آپ نفرت رکھتے تھے مگر اُنکو حرام نہ فرماتے - اور اپنی اُنگلیون سے رکابی چاٹتے اور فرماتے کہ پچھلے کھانے مین برکت نہت ہوتی ہی اور کھانے کے بعد اپنی انگلیان اتنی چاٹتے کہ سرخ پڑ جاتین - اور اپنا دست مبارک رومال سے نہ پوچھتے جبتک کہ ایک ایک اُنگلی چاٹ لیتے اور فرماتے کہ معلوم نہین کہ کون سے کھانے مین برکت ہی - اور جب کھانے سے فارغ ہوتے تو فرماتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَطْعَمْتَ فَاَشْبَعْتَ وَسَقَيْتَ فَاَرْوَيْتَ لَكَ الْحَمْدُ غَيْرَ مَكْفُوْرٍ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ اور جب آپ گوشت روٹی خاصکر کھاتے تو ہاتھون کو خوب دھوتے پھر بقیہ پانی کو مُنہ پر لیکر پھیر لیتے اور آپ پانی تین دفعہ مین پیتے اور اُنمین تین بسم اللہ اور آخر مین تین الحمد للہ کہتے (یعنی ہر بار کی ابتدا مین ایک بار بسم اللہ اور انتہا مین الحمد للہ ہوتی) اور پانی کو چوس چوس کر پیتے بڑے گھونٹ سے نہ پیتے - اور کبھی ایک ہی سانس مین پانی پینے سے فراغت پاتے - اور برتن مین اثنار شرب مین سانس نہ لیتے بلکہ اُس سے علیحدہ ہوکر سانس لیتے - اور اپنا اُس اُسکو مرحمت فرماتے جو آپ کے داہنی طرف ہوتا اور کبھی بائین طرف والا رتبہ مین بڑا ہوتا تو داہنی طرف والے سے اجازت لیتے کہ طریق سنت تو یہی ہی کہ تجکو ملے لیکن اگر تجکو پسند ہو تو بائین طرف والے کو اپنے نفس پر ترجیح دے اور ایک بار آپ کی خدمت مین ایک برتن آیا جسمین شہد اور دودھ تھا آپنے اُسکو پینے سے انکار کیا اور فرمایا کہ دو پینے کی چیزین ایک دفعہ مین اور دو سالن ایک برتن مین ہین پھر فرمایا کہ مین اُنکو حرام نہین کرتا ہون مگر مجھکو اور دینا کی فضول کا

قیامت مین محاسبہ ہونے کو جدا جانتا ہون اور تواضع کو پسند کرتا ہون کہ جو کوئی اللہ تعالے کے واسطے تواضع کرتا ہے اللہ تعالے اُسکو بلند کرتا ہے - اور آپ اپنے مکان کے اندر باکرہ عورت سے بھی زیادہ حیادار تھے - کھانا گھر والون سے نہ مانگتے اور نہ آپ کسی کھانے کی فرمائش کرتے اگر اُنھون نے کھلا دیا کھالیا اور جو سامنے لا رکھا قبول فرمایا اور جو پلایا وہ پی لیا - اور بعض اوقات اپنے کھانے یا پینے کی چیز خود کھڑے ہو کر لے لیتے -

صلی اللہ علیہ وسلم

چھٹا بیان لباس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اخلاق و آداب کے ذکر مین

کپڑون مین جو آپ کو ملتا تہمد یا چادر یا کرتہ یا جبہ یا اور کچھ وہی پہن لیتے - اور آپ کو سبز کپڑے اچھے معلوم ہوتے تھے - اور آپ کی اکثر پوشاک سفید ہوتی اور فرماتے کہ اسکو اپنے زندون کو پہناؤ اور اموات کو اسی مین کفناؤ - اور لڑائی کے وقت قباے پنبہ دار پہنتے اور بدون بھراؤ کی بھی پہنتے - اور ایک قبا دیبا کی آپ کے پاس تھی کہ اُسکو آپ پہنتے تو اُسکی سبزی آپ کی رنگ کی سفیدی مین اچھی معلوم ہوتی - اور آپ کے سب کپڑے ٹخنون سے اوپر چڑھے رہتے اور تہمد اُنسے بھی اوپر نصف ساق تک ہوتا اور آپ کے قمیص کے بند بندھے رہتے اور کبھی نماز مین اور غیر نماز مین بند کھول دیتے اور آپ کے پاس ایک بڑی چادر تھی زعفران سے رنگی ہوئی کبھی صرف اُسی کو پہن کر لوگون کو نماز پڑھا دیتے - اور کبھی آپ صرف چادر پہنتے کہ اور کوئی کپڑا بدن پر نہوتا - اور آپ کے پاس ایک چادر پیوند لگی تھی اُسکو پہنتے اور فرماتے کہ مین بندہ ہون پہنتا ہون جیسے بندہ پہنتا ہے - اور جمعہ کا جوڑا آپ کا خاص تھا سوائے اور دنون کے کپڑون کے - اور کبھی آپ ایک چادر تہمد کی پہنتے دوسری چیز بدن پر نہوتی اور اُسکے دونون کنارون کو دونون شانون کے درمیان گرہ لگاتے - اور کبھی جنازون پر اُس سے امامت کرتے - اور کبھی مکان کے اندر ایک ہی تہمد مین لپٹکر اور دونون کنارے شانون پر اِدھر کا اُدھر ڈال کر نماز پڑھتے اور یہ وہی تہمد ہوتا جسمین رات کو صحبت کی ہوتی - اور کبھی نماز تہجد تہمد کے ایک کنارہ کو اپنے بدن مبارک پر پہن کر اور باقی کو بعض ازواج مطہرات پر ڈال کر پڑھتے - اور آپ کے پاس ایک چادر سیاہ تھی اُسکو آپ نے کسی کو دے ڈالا حضرت ام سلمہ رضہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وہ سیاہ چادر کیا ہوئی آپ نے فرمایا کہ مین نے اُسکو ہبہ کر دیا اُنھون نے کہا کہ جیسی آپ کی سفیدی اُسکی سیاہی پر بھلی معلوم ہوتی تھی مین نے ایسی چیز کبھی نہین دیکھی اور حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض اوقات دیکھا کہ ہمکو نماز ظہر ایک چھوٹی چادر مین پڑھائی جسکے کنارون کو آپ نے گرہ دے لیا تھا - اور آپ انگوٹھی پہنتے - اور کبھی باہر تشریف لاتے اور آپ کی انگوٹھی مین چیز کی یاد داشت کے لیے دھاگا بندھا ہوتا - اُس انگوٹھی سے آپ خطون پر مہر لگاتے اور فرماتے کہ خط مہر کر دینی تہمت سے بہتر ہی اور ٹوپیان آپ عمامون کے تلے اور بدون عمامون کے پہنتے - اور کبھی ٹوپی کو سر مبارک سے اُتار کر اُسکا سترہ کرتے اور اُسکی طرف کو نماز پڑھتے اور کبھی عمامہ ہوتا تو سر اور پیشانی پر پٹی باندھ لیتے - اور آپ کے ایک عمامہ کا نام سحاب تھا اُسکو آپ نے حضرت علی مرتضی رضہ کو ہبہ کر دیا تھا حضرت علی رضہ کبھی اُسکو دے کر تشریف لاتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے کہ علی تمھارے پاس سحاب مین آئے - اور جب آپ کپڑا پہنتے تو دہنی طرف سے شروع کرتے اور فرماتے اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا کَسَوْتَنِیْہِ اَسْئَلُکَ خَیْرَہٗ وَخَیْرَ مَا صُنِعَ لَہٗ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَہٗ اور جب کپڑا اُتارتے تو بائین طرف سے ابتدا کرتے - اور جب نیا کپڑا پہنتے تو پرانا کسی مسکین کو عنایت فرماتے اور ارشاد کرتے کہ جو مسلمان کسی مسلمان کو اپنے پرانے کپڑے پہناتے اور پہنانا صرف خدا ہی تعالے کے واسطے ہو تو وہ حالت حیات و موت مین خدائے تعالے کی ضمان اور پناہ اور برکت مین رہیگا جبتک مسلمان کو پہنائیگا - اور آپ کا ایک چمڑے کا گدا تھا جسمین خرما کی چھال بھری تھی اُسکا طول دو گز کے قریب اور عرض ایک گز اور ایک بالشت کے قریب تھا - اور آپ کا ایک کمل تھا کہ اُسکو ہر جگہ اُٹھا کر آپ کے تلے دوتہ کر کے بچھا دیتے تھے - اور آپ بوریے پر سوتے کہ اُسکے سوا اور بستر نہوتا - اور آپ کی عادت شریف تھی کہ اپنے جانورون اور ہتھیارون اور چیزون کا نام رکھتے تھے چنانچہ آپ کے نیزہ کا نام عقاب تھا اور آپ کی تلوار کا نام جسکو لڑائی مین ساتھ رکھتے تھے ذوالفقار تھا اور ایک تلوار کا نام مخذم تھا - اور ایک اور کو رسوب کہتے تھے - اور ایک اور قضیب کے نام سے معروف تھی - اور آپ کی تلوار کا قبضہ چاندی بھرا ہوا تھا - اور آپ چمڑے کی پیٹی پہنتے جسمین تین کڑیان چاندی کی تھین - اور آپ کی کمان کا نام کتوم تھا اور

ترکش کا نام فور۔ اور آپ کے ناقہ کا نام قصوی تھا جسکو عضبا بھی کہتے تھے۔ اور آپ کے خچر کا نام دلدل تھا۔ اور آپ کے دراز گوش کا نام یعفور۔ اور آپ کی بکری کا نام عینہ تھا۔ اسکا آپ دودھ پیتے تھے۔ اور آپ کے پاس مٹی کا ایک لوٹا تھا جس سے آپ وضو کیا کرتے اور پانی پیتے پس آدمی اپنے چھوٹے بچون کو بھیجتے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آتے اور اگر لوٹے مین پانی پاتے تو اسکو پیتے اور اپنے چہرون اور بدن پر حصول برکت کے لیئے ملتے

ساتوان بیان اس ذکر مین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود قدرت کے مجرم کا قصور معاف فرماتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگون سے زیادہ حلیم اور باوجود قدرت کے عفو قصور مین سب سے زیادہ راغب تھے یہانتک کہ آپ کی خدمت مین سونے اور چاندی کے ہار آتے اور آپ انکو اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم مین تقسیم فرمایا اسوقت ایک بدوی شخص اٹھا اور اسنے کہا کہ ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم البتہ خدائے تعالی نے آپ کو عدل کرنے کا حکم فرمایا ہے مگر مین آپ کو عدل کرتے نہین دیکھتا آپ نے فرمایا کہ کم بخت میرے سوا پھر تجھپر کون عدل کریگا جب وہ پشت پھیر کر چلا تو آپ نے فرمایا کہ اسکو نرمی کے ساتھ میرے پاس واپس لے آؤ۔ اور حضرت جابر رضہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حنین کے روز لوگون کے لیے حضرت بلال رضہ کے کپڑے مین چاندی جمع کرتے تھے آپ کی خدمت مین ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عدل فرمائیے آپ نے اسکو فرمایا کم بخت اگر مین عدل نہ کرونگا تو اور کون کریگا تو محروم اور خسارہ مین رہیگا اگر مین عدل نہ کرون حضرت عمر فاروق رضہ کھڑے ہوے اور عرض کیا کہ اجازت ہو تو اسکی گردن اڑا دون کہ یہ منافق ہے آپ نے فرمایا معاذ اللہ لوگ یہ کہینگے کہ مین اپنے یارون کو قتل کرتا ہون اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک لڑائی مین تھے کہ کفار نے مسلمانون کی کچھ مخالفت دیکھی اتنے مین ایک کافر شمشیر برہنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پہ آگیا اور کہا کہ اب آپ کو مجھسے کون بچائیگا آپ نے فرمایا اللہ جلشانہ ہاوی کہتا ہے کہ اس کافر کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو اٹھا کر اس کافر سے فرمایا کہ مجھسے تجکو کون بچائیگا اسنے عرض کیا کہ آپ نے مجکو اسیر کر لیا آپ بہتر گرفتار کرنے والون مین سے ہو جیئے آپنے فرمایا کہ اشہد ان لا الہ الا اللہ

اُسنے کہا یہ تو نہین مگر مین آپ سے نہ قتال کرونگا نہ آپ کا ساتھ دونگا نہ اُن لوگون کے ساتھ ہونگا جو آپ سے لڑینگے مین آپ نے اُسکو رہا فرما دیا وہ اپنے ساتھیون مین آیا اور کہا کہ مین تمھارے پاس بہترین مردم کے پاس سے آیا ہون - اور حضرت انس رضہ روایت کرتے ہین کہ ایک یہودیہ عورت آپ کی خدمت مین ایک بکری زہر ملی ہوئی لائی تاکہ آپ اسمین سے تناول فرمائین اُس عورت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین لائے آپنے اُس سے زہر کا حال پوچھا اُسنے عرض کیا کہ مجکو منظور تھا کہ آپ کو مارڈالون آپ نے فرمایا کہ خدا تعالی کو منظور نہین - کہ تجکو اس امر پر قادر کرے لوگون نے عرض کیا کہ اُسکو ارشاد ہو تو قتل کرین آپ نے فرمایا کہ نہین - اور ایک یہودی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو اس حال کی اطلاع دی یہانتک کہ آپ نے اُس چاہ کنو کھلوا کر گرہ کھولی تو اُس سے افاقہ ہوگیا اور اُس یہودی سے کبھی اسکا تذکرہ نہ فرمایا اور نہ اُسپر یہ حال ظاہر کیا - اور حضرت علی رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو اور زبیر اور مقداد کو فرمایا کہ روضۂ خاخ کو جاؤ اور اُسمین ایک عورت مسافر ہوگی اُسکے پاس ایک خط ہوگا اُس سے وہ خط لے آؤ ہم بموجب ارشاد کے روضۂ خاخ مین (کہ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو جاتے ہوئے راہ مین پڑتا ہی) گئے اور اُس عورت سے کہا کہ تیرے پاس خط ہو وہ حوالہ کر اُسنے کہا کہ میرے پاس کوئی خط نہین ہمنے کہا کہ یا خط نکال ورنہ اپنے کپڑے نکالڈال آخر اُسنے خط اپنی چوٹی مین سے نکالا وہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے دیکھا تو حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکین مکہ کے نام تھا اور اُسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال لکھا تھا کہ آپ مدینہ منورہ سے باہر ہو چکے ہین خواہ تمپر آئینگے یا کسی اور پر آپ نے حاطب سے پوچھا کہ یہ کیا حرکت کی اُسنے عرض کیا کہ آپ جلدی نہ فرمائین اصل یہ ہی کہ مین اپنی قوم مین مل گیا ہون (یعنے قریش مین مقیم ہون نسب مین شریک نہین) اور آپ کے ساتھ اور مہاجرون کے رشتہ دار مکہ مین بہت ہین وہ اُنکے گھر والون کو بچا لینگے تو مین نے یہ چاہا کہ مجکو اگر قرابت نسبی حاصل نہین تو قریش پر کچھ احسان کرون جس سے میرے قریبون کو بچائین اور یہ امر مین نے کفر کی راہ سے نہین کیا اور نہ اسلام کے بعد کفر سے

ح ۲ روایت بخاری و روایت ابوداؤد ح ضمائی روایت ابن اسحاق اور قصہ یہودیہ کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ح ابن ہشام و واقدی و ابن سعد و ابن اسحاق اور واقعہ حاطب کو بخاری و مسلم نے روایت کیا علامہ قسطلانی

ماضی ہوکر اور نہ اپنے دین سے مرتد ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے تمسے سچ کہا حضرت عمر فاروق رضہ نے عرض کیا کہ مجکو اجازت فرمائیے کہ اس منافق کی گردن اڑادون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص بدر کی لڑائی مین شریک تھا اور تمکو کیا معلوم ہے شاید اللہ تعالی نے بدر والون کے حال پر اطلاع ہوکر یہی فرمادیا ہو کہ جو چاہو وہ عمل کرو کہ مین نے تمھاری مغفرت کی - اور ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مال تقسیم فرمایا ایک شخص نے انصار مین سے کہا کہ یہ وہ قسمت ہے جس سے رضاء الٰہی ارادہ نہین کی گئی یہ بات کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین ذکر کی آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا اور فرمایا کہ رحم کرے اللہ میرے بھائی موسی علیہ السلام پر کہ انکو اس سے بھی زیادہ ایذا دی گئی مگر انھون نے صبر فرمایا - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے کہ تم مین سے کوئی میرے اصحاب رضہ کی طرف سے کوئی بات مجھسے نہ کہا کرے کہ مین یہ چاہتا ہون کہ

تمھارے پاس سینہ صاف ہوکر آؤن

آٹھوان بیان اس ذکر مین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو باتین بری معلوم ہوتی تھین انکو دیکھکر چشم پوشی فرماتے تھے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جلد پتلی اور آپ کا ظاہر و باطن صاف تھا آپ کی خفگی اور رضامندی آپ کے چہرہ سے معلوم ہوجاتی تھی - اور جب آپ کو غصہ بہت ہوتا تو آپ اپنی ریش مبارک کو بہت ہاتھ لگاتے - کسی کے سامنے وہ بات نہ فرماتے جو اسکو بری معلوم ہو ایک شخص آپ کی خدمت مین حاضر ہوا اور زرد خلوق لگائے تھا آپ کو بری معلوم ہوئی مگر اس سے کچھ نہین فرمایا جب وہ چلا گیا تو لوگون سے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اس سے کہدو کہ اسکا استعمال نہ کرے تو اچھا ہو - اور ایک اعرابی نے مسجد مین پیشاب کرنا شروع کیا صحابہ رضہ اسپر جھپٹ پڑے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکا پیشاب مت روکو پھر اس سے ارشاد فرمایا کہ یہ مسجدین اس قابل نہین کہ کوئی کوڑا یا پیشاب یا پاخانہ ان مین ہو - اور ایک روایت مین ہے کہ آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ لوگون کو پاس بلاؤ بدکا ؤ نہین - اور ایک اعرابی آپ کی خدمت مین ایک روز کچھ سوال کرنے آیا آپ نے اسکو کچھ دیا پھر فرمایا کہ مین نے تجھپر احسان کیا اسنے عرض کیا کہ نہ آپ نے احسان کیا نہ نیکی کی صاوی کہتا ہے کہ مسلمان اس بات سے غصہ ہوئے

اور اُسکی طرف چلے آپنے اُنکو اشارہ فرمایا کہ باذر ہو پھر آپ اُٹھکر اپنے مکان مین تشریف لیگئے اور اُس اعرابی کو بلوا کر کچھ اور دیا پھر پوچھا کہ مین نے تجھپر احسان کیا اُسنے عرض کیا ہان اللہ تعالی آپ کے اہل و عشیرہ کو جزاے خیر دے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو فرمایا کہ تو جو لفظ اول کہ چکا ہی میرے اصحاب کے دل مین وہ کھٹکتا ہی اگر تیرا دل چاہے تو جو میرے سامنے کہتا ہی وہی اُنکے سامنے کہ دیتا تاکہ اُنکے دلون سے جو تجھپر غبار ہی وہ نکلجائے اعرابی نے عرض کیا کہ بہت بہتر دوسرے روز صبح کو یا شام کو وہ اعرابی آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس اعرابی نے کہا تھا جو کہا تھا مگر ہمنے اُسکو زیادہ دیا تو اُسنے کہا کہ مین راضی ہوگیا پھر اعرابی سے پوچھا کہ کیون بھلا یون ہی ہی اُسنے کہا ہان آپ کے اہل و عشیرہ کو خدا ے تعالی جزا ے خیر دے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور اس اعرابی کی مثال ایسی ہی جیسے کسی شخص کی اُونٹنی بدک گئی اور لوگ اُسکے پیچھے ہوئے تو اور زیادہ بھاگی پھر اُونٹنی کے مالک نے اُنکو آواز دی کہ تم سب علیحدہ ہوجاؤ مین جانون اور میری اونٹنی مین اُسپر زیادہ شفیق اور اُسکے حال سے زیادہ واقف ہون پھر وہ سامنے کی طرف سے اُسی کی طرف چلا اور زمین کا خشک چارہ لے کر اُسکو دکھلایا اور آہستہ آہستہ اُسکو پاس بلالیا یہانتک کہ جب وہ آئی تو اُسکو بٹھلایا اور اُسپر کاٹھی باندھکر سوار ہوگیا جب اس شخص نے وہ لفظ کہا تھا اور مین تمکو منع نکرتا اور تم اُسکو مار ڈالتے تو وہ دوزخ مین جاتا

تو ان بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جود و سخاوت کے ذکر مین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگون سے زیادہ سخی اور جواد تھے اور ماہ رمضان المبارک مین آندھی کی طرح ہوتے کہ کوئی چیز بدون دیے نہ چھوڑتے۔ اور حضرت علی رضہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف کرتے تو فرماتے کہ کف مبارک سب سے جواد اور سینہ سب سے زیادہ وسیع اور گفتگو سب سے زیادہ راست اور عہد کے زیادہ پورا کرنے والے نرم ترعادت مین بزرگ ترین خاندان مین تھے جو کوئی آپ کو دفعۃً دیکھتا تو آپ سے خوف کھاتا اور اگر خوشنا سائی کے طور پر آپ سے اختلاط رکھتا تو عاشق ہوجاتا آپ کا وصف کرنے والا کہتا کہ مین نے نہ ایسا آپ کے پیشتر دیکھا نہ آپکے بعد آپ جیسا نظر آیا اور مسلمان ہمیشہ نے پر جو چیز کسی نے کبھی مانگی وہی اُسکو عطا فرمائی چنانچہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا

بخاری و مسلم بروایت انس رضہ ۱۲ منہ

صح بخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ ابلیس و جنودہ

صح بخاری کتاب الادب باب حسن الخلق والسخاء

صح بخاری کتاب الادب باب حسن الخلق والسخاء

صح بخاری کتاب الادب باب حسن الخلق والسخاء

صح بخاری کتاب الادب باب حسن الخلق والسخاء

صح بخاری کتاب الادب باب حسن الخلق والسخاء

تو آپ نے اتنی بہت بھیڑ بکریان دین کہ دو پہاڑون کے درمیان مین بھر جائین وہ شخص اپنی قوم کو لوٹ گیا اور اُنسے کہا کہ مسلمان ہو جاؤ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس شخص کی طرح عطا عنایت فرماتے ہین جو فاقہ سے نہ ڈرتا ہو۔ اور کبھی کسی چیز کا سوال آپ سے نہین ہوا کہ آپ نے اُسکو نہین فرمایا ہو۔ اور آپ کی خدمت مین نو سے ہزار درم آئے آپ نے اُنکو بوریے پر رکھ دیا پھر اُنکو تقسیم کرنا شروع کیا اور کسی سائل کو نہ پھیرا یہانتک کہ اُنسے فراغت پائی۔ اور ایک شخص نے آپ کی خدمت مین حاضر ہو کر سوال کیا آپ نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ نہین مگر تجکو جو ضرورت ہو وہ کسی شخص سے میرے نام پر قرض لے لے جب ہمارے پاس کچھ آئیگا ہم اُسکو ادا فرما دینگے حضرت عمر فاروق رضہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز پر آپ کو قدرت نہین اُسکی تکلیف خدائے تعالے نے آپ کو نہین دی آپ کو یہ بات بُری معلوم ہوئی اُس شخص نے عرض کیا کہ آپ خرچ کیے جائیے اور مالک عرش برین سے خوف مفلسی کا نہ فرمایئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور آپ کے چہرۂ مبارک پر سرور معلوم ہوا۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین سے مراجعت فرمائی تو اعراب نے حاضر خدمت ہو کر مانگنا شروع کیا یہانتک کہ ایک ببول کے درخت کی طرف بجبوری جانا پڑا اُس درخت مین آپ کی ردا مبارک رہ گئی پس آپ نے توقف فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ مجکو میری چادر دو اگر میرے پاس ان درختون خاردار کی مقدار اونٹ ہون تو مین تم مین اُنکو تقسیم کر دون پھر تم مجکو بخیل اور جھوٹا اور نامرد نہ بناؤ گے

دسوان بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت کے ذکر مین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگون سے زیادہ قوی اور بہادر تھے۔ حضرت علی مرتضی رضہ فرماتے ہین کہ جنگ بدر مین ہمنے اپنے آپ کو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ پکڑتے تھے اور آپ ہم سب کی نسبت کر دشمن سے قریب تر تھے اور اُس روز سب لوگون سے زیادہ آپ سخت لڑنے والے تھے۔ اور یہ بھی حضرت علی مرتضی کا قول ہے کہ جب ہنگامۂ کارزار گرم ہوتا تھا اور دونون صفین ملجاتی تھین تو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آڑ مین ہو جاتے تھے پس آپ کی نسبت کر دشمن سے زیادہ قریب کوئی نہوتا تھا۔ اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کم سخن اور خلیل الکلام تھے اور جب لوگون کو

قتال کا حکم فرماتے تو آپ بنفس نفیس مستعد ہوتے اور سب لوگون سے زیادہ لڑاک تھے۔ اور بہادر وہی ہوتا تھا جو لڑائی مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوتا کیونکہ آپ دشمن سے قریب رہتے تھے۔ اور عمران بن حصین رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس ٹولی سے بھڑتے ہین تو اول وار آپ ہی نے فرمایا ہے۔ اور آپ قتال مین نہایت قوی تھے۔ اور جب آپ کو مشرکون نے گھیر لیا تو آپ اپنے خچر سے اُتر پڑے اور فرمانے لگے اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ تو اُس روز کوئی اب نہین نظر آیا کہ آپ سے زیادہ قوی دل ہو

گیارھوان بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کے ذکر مین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے علو منصب مین سب لوگون سے زیادہ تواضع اور انکسار فرماتے۔ ابن عامر رضہ کہتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ اُنٹنی پر سوار جبرہ پر کنکریان مارتے دیکھا ہے کہ کوئی کسی کو نہ مارتا تھا نہ دھکے دیتا تھا نہ ہٹو بچو کہتا تھا۔ اور آپ دراز گوش پر چادر کا زین ڈالکر سوار ہوتے باوجود اسکے دوسرے کو اپنا ردیف کر لیتے۔ اور آپ بیمار کی عیادت فرماتے اور خبارہ کے ساتھ جاتے اور غلام کی دعوت منظور فرماتے اور پاپوش مبارک کی مرمت کر لیتے اور کپڑے مین پیوند لگاتے اور اپنے مکان مین گھر والون کی حاجت مین اُنکے شریک ہوکر کام کرتے۔ اور آپ کے اصحاب آپ کا کام نہ کرتے اسلیے کہ اُنکو معلوم تھا کہ اس بات کو آپ بُرا جانتے ہین۔ اور آپ کا گذر جب لڑکون پر ہوتا تو اُنکو سلام کرتے۔ اور ایک شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین لائے تو وہ آپ کی ہیبت سے کانپ گیا آپ نے فرمایا کہ خوف مت کر مین بادشاہ نہین ہون مین تو قریش مین کی ایک عورت کا فرزند ہون جو خشک گوشت کھایا کرتی تھی۔ اور آپ اپنے اصحاب مین ایسے مل جل کر بیٹھتے کہ گویا اُنھین مین سے ایک آپ بھی ہین اجنبی شخص آتا تو بدون پوچھے نہ معلوم کرتا کہ آپ کونسے ہین یہانتک کہ صحابہ نے التماس کیا کہ آپ ایسی جگہ پر بیٹھا کرین کہ اجنبی آپ کو پہچان لیا کرے چنانچہ آپ کے لیے مٹی کا ایک چبوترہ بنا دیا گیا سو آپ نشست فرماتے۔ اور حضرت عائشہ رضہ نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ خدائے تعالیٰ مجکو آپ پر قربان کرے آپ تکیہ لگا کر تناول فرمایا کیجیے کہ یہ آپ کو آسان پڑیگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اتنا

مسلم بروایت ابن ابن حسین سند ایک راوی مجہول ہے ۱۲ ابن عامر رضہ طبرانی در اوسط بروایت ابن عمر بلفظ دیگر بسند ضعیف ۱۲ بخاری و مسلم بروایت براء بن عازب مرفوعاً بلفظ انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب ۱۲ ابو یعلی بسند ضعیف بروایت انس ۱۲ ابن ماجہ بسند ضعیف بروایت ابو امامہ ۱۲ بخاری و مسلم بروایت ابن زمعہ ۱۲ ابن ماجہ بسند ضعیف بروایت ابو امامہ ۱۲ ابو یعلی بسند ضعیف بروایت انس رضہ ۱۲ ابو داؤد و نسائی بسند صحیح بروایت ابو جحیفہ رضہ ۱۲ ابن ماجہ بسند ضعیف بروایت ابو امامہ ۱۲ عائشہ رضہ

جھکایا کہ قریب تھا کہ پیشانی زمین سے لگجائے فرمایا کہ مین ایسے کھاؤنگا جیسے بندہ کھاتا ہے اور ایسے بیٹھونگا جیسے بندہ بیٹھتا ہے۔ اور آپ کھانا خوان اور کشتی مین نہ کھاتے تھے یہانتک کہ اللہ تعالی سے ملے اور جو کوئی آپ کے اصحاب مین سے یا دوسرے لوگون مین سے آپ کو پکارتا تو آپ جواب مین لبیک ارشاد فرماتے اور جب آپ لوگون کے ساتھ بیٹھتے تو اگر وہ آخرت کے باب مین گفتگو کرتے تو آنکے ساتھ وہی تقریر فرماتے اور اگر وہ کھانے یا پینے کی بات کرتے تو ویسا ہی ذکر فرماتے اور اگر وہ دنیا کے باب مین کلام کرتے تو آپ بھی وہی کرتے کہ آپ کو آنکے ساتھ نرمی اور تواضع کرنی منظور تھی۔ اور کبھی اصحاب آپکے سامنے شعر پڑھتے اور کچھ باتین عہد جاہلیت کی ذکر کرتے اور ہنستے تو آنکے ہنسنے کے وقت آپ بھی تبسم فرماتے اور بجز حرام کے آنکو اور چیز سے زجر نہ فرماتے۔

بارھوان بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا کے ذکر مین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک نہ بہت سا طویل اور نہ کوتاہ بونا تھا بلکہ جب تنہا چلتے تو لوگ میانہ قد کہتے اور باوجود اسکے اگر کوئی شخص طویل القامت آپ کے ساتھ چلتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا قد مبارک اس سے نکلتا معلوم ہوتا اور کبھی دو لمبے قد والے آپ کے ادھر ادھر ہوتے تو طول قامت مین آپ انپر غالب ہوتے اور جب وہ آپسے علیحدہ ہوتے تو انکو لوگ طویل کہتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میانہ بتاتے اور آپ فرمایا کرتے کہ بالکل خیر میانہ پن مین کردی گئی ہے۔ اور آپ کا رنگ مبارک از ہر یعنے گورا چٹا تھا نہ آپ گندم گون تھے اور نہ سخت سفید اور از ہر وہ سفید خالص ہے جسمین آمیزش زردی اور سرخی اور دوسرے کسی رنگ کی نہو اور آپ کے وصف مین آپ کے چچا ابو طالب نے اس مضمون کا شعر کہا ہے

وہ نورانی بدن جسکے سبب مانگے ملے باران	یتیمون اور بیوون کا وہ ملجا اور ماوی ہے

اور بعضون نے آپ کا وصف یہ بیان کیا ہے کہ آپ سرخی مائل تھے تو اسکی تطبیق مین یہ کہا ہے کہ جو اعضاء مبارک دھوپ اور ہوا مین کھلے رہتے تھے جیسے چہرہ اور گردن مین وہ تو سرخی آمیز تھے اور جو اعضا کپڑے کے تلے رہتے تھے وہ از ہر بے سرخی کے تھے۔ اور عرق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک پر موتی کی طرح مشک خالص سے بھی زیادہ خوشبودار تھا اور آپ کے موے مبارک عمدہ گھنگھریالے ہوتے تھے نہ بالکل لٹکے ہوئے

نہ بہت گھونگریالے۔ جب آپ آئینہ کنگھی کر چکتے تو جیسے ریت میں ہوا سے لہریں پڑ جاتی ہیں ویسی ہی آئینہ میں معلوم ہوتیں اور مروی ہے کہ آپ کے بال شانوں سے لگتے ہوئے تھے اور اکثر روایت یہ ہے کہ کانوں کی لو تک تھے اور کبھی آپ انکو چار پٹھے کر دیتے اور ہر گوش مبارک دو لٹوں کے بیچ میں نکلا رہتا اور کبھی آپ بالوں کو کانوں کے اوپر کر دیتے تو آپ کی گردن کا کنارہ چمکتا اور جھلکتا معلوم ہوتا اور آپ کے سر مبارک اور داڑھی شریف میں سترہ بال سفید تھے اس سے زیادہ نہیں ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک سب سے زیادہ خوبصورت اور روشن تر تھا جنے آپ کے چہرہ کا وصف بیان کیا اسنے اسکو چودھویں رات کے چاند سے ہی تشبیہ دی اور چونکہ آپ کی جلد صاف تھی تو آپ کی رضا اور خفگی چہرہ سے معلوم ہو جاتی تھی اور لوگ یوں کہا کرتے تھے کہ آپ ایسے ہی ہیں جیسے آپ کے یار غار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کی مدح کی ہے اور اس مضمون کا شعر کہا ہے ؎

امین مصطفے داعی بخیر است	چو نور بدر کز ظلمت بر آید

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی وسیع اور بھوئیں باریک پوری اور دونوں بھوؤں کے درمیان نور تابان گویا خالص چاندی ہے انکے درمیان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھیں کشادہ اور حسین اور انکی سیاہی خوب گہری تھی اور آپ کی آنکھوں میں گونہ سرخی کا اختلاط تھا مژہ طویل اور اس کثرت سے تھیں کہ قریب ملنے کے ہو گئی تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناک مبارک پتلی اور لمبی برابر تھی اور آپ کے دندان مبارک کچھ جدا جدا سے تھے جب آپ خندہ شیریں فرماتے تو انکی چمک بجلی کی دمک معلوم پڑتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک سب انسان کے بدنوں سے حسین اور لطیف تر تھے اور آپ کے رخسار مبارک غیر مرتفع اور سخت تھے آپ کا چہرہ مبارک نہ لمبا تھا نہ نہایت مدور بلکہ کسیقدر گولائی تھی ریش مبارک گھنی تھی اور اسکو آپ نہ کتراتے چھٹی رکھتے اور مونچھیں کتراتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھی نہ لمبی نہ چھوٹی جسقدر پر دھوپ اور ہوا لگتی تھی وہ گویا چاندی کی صراحی جسمیں سونا ملا ہو معلوم پڑتی اور اسکی چمک میں چاندی کی جھلک اور کندن کی دمک نظر آتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ بے کینہ چوڑا تھا

کسی جگہ کا گوشت دوسری جگہ سے اُبھرا ہوا نہ تھا برابر آئینہ کی طرح اور سفید چاندی کی طرح تھا سر سینہ سے ناف مبارک تک ایک بالون کا خط باریک دھاگے کی طرح کا تھا اور اُسکے سوا پیٹ اور سینہ پر اور بال نہ تھا آپ کے شکم مبارک مین تین شکن تھے ایک تہمد کے تلے چھپ جاتا اور دو کھلے رہتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونون شانے بڑے تھے اور اُنپر بال کثرت سے تھے اور آپ کے شانون اور کہنیون اور تہیگاہ کے جوڑ پر گوشت تھے اور پشت مبارک وسیع اور دونو شانون کے درمیان شانہ راست کے متصل مہر نبوت تھی جسمین ایک سیاہ داغ مائل بہ زردی تھا اور اُسکے گرد کچھ بال بہیم گھوڑے کے بال کی طرح کے تھے اور آپ کے دونو بازو اور ہاتھ پر گوشت تھے اور دونون بند دست لمبے اور کف دست وسیع اور ہاتھ پانون کشیدہ اور آپ کی انگلیان گویا چاندی کی شاخین تھین ہتھیلی آپ کی خز سے بھی زیادہ نرم گویا کہ خوشبو مین عطر فروش کی ہتھیلی تھی خواہ آپ اُسپر خوشبو لگائین یا نہ لگائین مصافحہ کرنے والا جو آپ سے مصافحہ کرتا تو دن بھر اُسکی خوشبو سے معطر رہتا اگر کسی لڑکے کے سر پر اپنا دست شفقت پھیرتے تو ہاتھ کی خوشبو کے باعث اُسکے سر مین ہوتی وہ دوسرے لڑکون سے پہچانا جاتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تہمد کے نیچے کا بدن یعنے رانین اور پنڈلیان پر گوشت تھین اور آپ کا بدن فربہی مین معتدل تھا آخر عمر مین کچھ فربہ ہو گئے تھے مگر گوشت ایسا چست تھا کہ گویا اول ہی خلقت پر تھے فربہی سے آپ کو کچھ ضرر نہین ہوا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار ایسی تھی کہ گویا پانون کو جما کر اُٹھاتے ہین اور اُنچان سے نیچے کو تشریف لاتے ہین قدم آگے کو جھکا کر رکھتے اور پانون پاس پاس رکھ کر چلتے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ مین اورون کی نسبت کر آدم علیہ السلام سے زیادہ مشابہ ہون اور میرے باپ ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم خلقت اور اخلاق مین مجھ سے زیادہ مشابہ تھے۔ اور فرماتے کہ میرے پروردگار کے یہان میرے دس نام ہین مین محمد ہون مین احمد ہون مین ماحی ہون کہ میرے سبب سے اللہ تعالی کفر کو محو فرمائیگا مین عاقب ہون یعنے پیچھے آنے والا کہ میرے بعد اور کوئی نبی نہین اور مین حاشر ہون کہ اللہ تعالی بندون کو میرے آنے کے بعد حشر فرمائیگا اور مین رسول رحمت اور رسول توبہ اور رسول ملاحم اور مقفی ہون کہ سب لوگون کے بعد آیا یعنے انبیا علیہم السلام کے خاتمہ پر آیا ہون اور

مین مخشم ہون - ابو البختری نے کہا کہ مخشم کے معنے کامل اور جامع جمیع اوصاف کے ہین -

تیرھوان بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور اُن نشانیون کے ذکر مین جنسے آپ کا صدق معلوم ہوتا ہے - واضح ہو کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کا مشاہدہ کرے اور آپ کے اخلاق اور افعال اور احوال اور عادات اور خصال اور اقسام خلق کی سیاست اور اُنکے انتظام کی کیفیت اور تمام مخلوق کو پہچانکر اپنی جماعت پر کھینچ لانے کے اخبار سنے اور نیز جو عجائب جوابات آپنے رقیق سائلون مین ارشاد فرمائے اور خلق کی بہتری مین تدبیرات عجیب نکالین اور ظاہر شرع کی تفصیل مین عمدہ اشارات فرمائے جنکی ادنی باریکیون کے دریافت مین فقہا اور علما عمر بھر حیران اور عاجز رہتے ہین اُن سب پر غور کرے تو اُسکو اس بات مین کچھ شک اور شبہہ باقی نہ رہیگا کہ یہ امور ایسے نہین کہ قوت بشری کی تدبیر سے حاصل ہون بلکہ بدون تائید غیبی اور قوت لاریبی کے ممکن نہین اور کسی جھوٹے یا فریبی سے ایسی باتین ہونی محال ہین آپ کے علامات ظاہری اور احوال ہی آپ کے صدق کی قطعی دلیلین ہین یہانتک کہ خالص عرب آپ کو دیکھکر کہتا کہ یہ صورت جھوٹون کی نہین یعنے بجز علامات ظاہری کے نظر کرنے کے آپ کے صدق کی شہادت دیتا تھا تو جس شخص نے آپ کی عادات کا مشاہدہ کیا ہو اور سب حالات نشست و برخاست مین برتے ہون وہ کیسے شہادت نہ دیگا اور ہمنے کسی قدر آپ کے اخلاق اسلیے بیان کیے تاکہ محاسن اخلاق معلوم ہون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ کا صدق اور عالی منصب اور خدا تعالی کے نزدیک بڑا درجہ ہونا مفہوم ہو کہ خداوند کریم نے آپ کو یہ سب باتین عنایت کین حالانکہ آپ اُمی محض تھے نہ علم کی مزاولت کی نہ کتابون کا مطالعہ کیا نہ علم کی طلب مین کبھی سفر کیا ہمیشہ جہال عرب مین رہے اور باینہمہ یتیم اور بیکس اور لوگون کی نظرون مین بے بس تھے ایسی بے سروسامانی مین آپ کو محاسن اخلاق اور آداب اور مصالح فقہیہ کی شناخت کہان سے حاصل ہوئی دوسرے علوم اور معرفت الہی اور فرشتون اور گناہون آسمانی کے جاننے کو جانے دو اگر صریح وحی نہوتی تو یہ سب چیزین کیسے آتین اور قوت بشری ان اُمور کو خود بخود کیسے جان سکتی ہے پس اگر بجز ان امور ظاہری کے اور باتین آپ مین نہوتین تو یہی کافی تھین مگر آپ کے ہاتھون معجزے اور نشانیان بھی اُمی ظاہر ہوئی ہین

کہ اُنکے بعد پھر کسی طرح کا شبہہ عاقل کو نہین رہتا اور ہم آپ کے معجزات مین سے وہ ذکر کرتے ہین جو احادیث مین شائع ہین اور صحاح مین ثابت اور اُنکو بطور اجمال بدون سب قصہ کے نقل کیے لکھتے ہین منجملہ اُنکے چاند کا پھٹ جانا مکہ مین جبکہ آپ سے قریش نے معجزہ طلب کیا اور حضرت جابر رضہ کے مکان پر روز خندق مین بہت سے لوگون کو سیر بھر جو مین کھانا کھلایا اور اسی طرح حضرت ابوطلحہ رضہ کے مکان پر تھوڑی سی غذا سے بہت کو شکم سیر کر دیا - اور ایکبار ایک صاع جو اور ایک بکری کے بچہ سے اسی آدمیون کو کھانا کھلایا - اور ایکبار حضرت انس رضہ جو کی چند روٹیان اپنے ہاتھ مین لیکر اُنکو اسی آدمیون سے زیادہ کو کھلایا اور ایکبار تھوڑے سے خرمے بشر کے بیٹے اپنے ہاتھون مین لائے اُنسے آپنے سب لشکر والون کا پیٹ بھر دیا اور پھر بھی بچ رہے - اور ایک چھوٹا پیالہ تھا کہ جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پھیل نہ سکتا تھا اُسمین اپنا دست مبارک رکھا تو آپ کی انگلیون مین سے پانی پھوٹ نکلا جس سے تمام لشکر نے وضو کیا اور پانی پیا اور سب پیاسے تھے - اور آپ نے ایک بار وضو کا پانی تبوک کے چشمہ مین ڈالدیا اور اتنا پانی نہ تھا تو اسمین اتنا پانی چڑھ آیا کہ لشکر والون نے جو ہزارون تھے پانی پیا اور چھک گئے اور ایکبار حدیبیہ کے کنوئین مین بقیہ وضو ڈالا تو اسمین باوجودیکہ پانی نہ تھا مگر ایسا پانی جوش کر آیا کہ پندرہ سو آدمیون نے پیا - اور حضرت عمر فاروق رضہ کو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تھوڑے سے خرمے جو سب ملکر سینہ شتر کے گٹھے کے برابر تھے چار سو سوارون کو زاد راہ کر دو فاروق رضہ نے سب کو زاد بھی دیدیا اور اُسی قدر بچ رہے - اور آپ نے ایک مٹھی مٹی کی لشکر کی طرف پھینکی اور سب کی آنکھون مین پڑی اور بیکار کر دیا چنانچہ اسکا ذکر قرآن مجید مین بھی ہے وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ اور اللہ تعالیٰ نے کہانت کو آپ کے مبعوث ہونے سے باطل کر دیا کہ بالکل نیست ہو گئی حالانکہ پیشتر علانیہ موجود تھی - اور جب آپ کے لیے ممبر طیار ہوا تو جس ستون کے سہارے آپ خطبہ پڑھا کرتے تھے اُسنے ناکہ کیا یہانتک کہ اُسکی آواز مثل آواز شتر کے سب اصحاب رضہ نے سنی آپ نے اُسکو اپنے سینہ سے لگایا وہ خاموش ہو گیا - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو ارشاد فرمایا کہ موت کی تمنا کرو اور اُنکو آگاہ کر دیا کہ تمنا نہ کر سکین گے تو ایسا ہی ہوا کہ بول ہی نہ سکے اور اظہار تمنا سے عاجز ہو گئے اور یہ قصہ سورۂ جمعہ مین مذکور ہے جو جامع مسجدون مین

ح ابن ماجہ و مسند احمد و دارمی و ابن حبان و حاکم و بیہقی و ابن سعد و ابو نعیم و ابن عساکر و ابن مردویہ و ابن اسحاق و ابن جریر و ابن ابی شیبہ و ابن ابی حاتم و ابن منذر و طبرانی و ابن عدی

مشرق سے مغرب تک جمعہ کے روز پکار کر اسی آیت کی عظمت کے لیے پڑھی جاتی ہے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی باتون کی خبر دی مثلاً حضرت عثمان غنی رضہ کو
خبر دی کہ تمکو بلوہ پہونچیگا جسکے بعد جنت ہے۔ اور حضرت عمار کو فرمایا کہ انکو باغی گروہ قتل کریگا
اور حضرت امام حسن رضہ کے باب مین ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی انکے سبب سے
مسلمانون کی دو بھاری جماعتون مین صلح کریگا۔ اور ایک شخص کو جسنے اللہ تعالی کی راہ
مین جہاد کیا تھا آپ نے فرمایا کہ یہ دوزخی ہوگا تو ایسا ہی ہوا یعنے اس شخص نے خود
اپنے آپ کو ہلاک کیا۔ اور یہ سب باتین اسی ہین کہ جن وجہون سے معرفت پیشتر
ہوجاتی ہے ان سے کسی طرح نہین معلوم ہوسکتین نہ نجوم سے نہ کہانت سے نہ رمل سے
نہ فال سے بلکہ صرف اللہ تعالی کے آگاہ کرنے اور وحی سے آپ کو معلوم ہوتی تھین۔
اور سفر ہجرت مین سراقہ بن جعشم نے آپ کا تعاقب کیا تو اسکے گھوڑے کے پانو زمین مین
اتر گئے اور ایک دھوان اسکے پیچھے آیا یہانتک کہ اسنے آپ سے فریاد کی آپ نے
اسکے لیے دعا فرمائی تو گھوڑا چھوٹ گیا اور آپ نے اسکو خبر دی کہ تیرے ہاتھون مین
کسریٰ بادشاہ کے کنگن پہنائے جائینگے اور ایسا ہی ہوا کہ آپ نے اسود عنسی کے قتل
کی خبر جسنے نبوت کا دعوی جھوٹا کیا تھا اسی شب بیان کی جس رات وہ مارا گیا
حالانکہ وہ صنعاء یمن مین قتل ہوا تھا اور قاتل کا نام بھی ارشاد فرمادیا۔ اور قریش کے
سو آدمی جو آپ کی گھات مین بیٹھے تھے آپ انکے پاس تشریف لیگئے اور سب کے سر پر
خاک ڈال آئے مگر انھون نے آپ کو نہ دیکھا۔ اور اصحاب رضہ کے روبرو اونٹ نے آپ کی
خدمت مین شکایت کی اور آپ کا منقاد ہوگیا۔ اور چند اصحاب رضہ آپ کی خدمت مین
مجتمع تھے آپ نے فرمایا کہ تم مین سے ایک شخص دوزخ مین جائیگا اسکی ڈاڑھ کوہ احد جیسی
ہوگی تو ایسا ہی ہوا کہ اور لوگ اسلام پر سرے اور ایک مرتد ہوگیا اور اسی بے دینی
کی حالت مین مارا گیا۔ اور چند اصحاب سے فرمایا کہ تم مین سے جو سب کے بعد مریگا
آگ مین ہوگا اور ایسا ہی ہوا کہ جو سب سے پیچھے مرا وہ آگ مین گر کر جل گیا اور مر گیا
اور آپ نے قضاء حاجت کے لیے دو درختون کو بلایا وہ دونون آپ کے پاس حاضر ہوگئے
اور ملگئے پھر آپنے حکم فرمایا تو وہ جدے ہوکر جہان کے تہان ہوگئے۔ اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم میانہ قد تھے مگر جب لنبون کے ساتھ چلتے تو طول قامت مین ممتاز

غالب رہتے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار ہی کو مباہلہ کے واسطے بلایا وہ نہ آئے اور اُنسے فرمادیا تھا کہ اگر مباہلہ کروگے تو سب ہلاک ہوجاؤگے اُنھون نے جان لیا کہ آپ درست فرماتے ہین اسلیے نہ آئے - اور عامر بن طفیل اور اربد بن قیس جو عرب کے شہسوار اور شجاع تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے عزم سے آئے مگر اُنسے بن نہ پڑا اور آپ نے اُنکے حق مین دعاء بد فرمائی تو عامر تو طاعون مین ہلاک ہوا اور اربد پر بجلی گری اُسنے اُسکو پھونک دیا - اور آپ نے فرمایا تھا کہ ابی بن خلف کو مین قتل کرونگا پس جنگ اُحد مین آپنے اُسکے ایک لطیف کو چادیا کہ اُسمین اُسکی موت ہوئی - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر کھلایا گیا تو جس شخص نے آپ کے ساتھ کھایا تھا وہ تو مرگیا اور آپ چار برس تک اُسکے بعد زندہ رہے اور بکری کے دست مین جو زہر ملا ہوا تھا اُسنے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھ مین زہر ہے - اور جنگ بدر کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سرداران قریش کے پچھڑنے کی جگہ بیان فرمائی اور ایک ایک کا نام لیکر فرمادیا کہ فلان یہان گریگا اور فلان یہان تو جو جگہ جسکے لیے فرمائی تھی اُس سے اُسنے تجاوز نہ کیا - اور آپ نے آگاہ کردیا تھا کہ میری امت کے کچھ لوگ سمندر مین جہاد کرینگے اور ویسا ہی ہوا - اور آپ کے لیے زمین یکجا کردی گئی اور اُسکے مشارق اور مغارب دکھلائے گئے اور آپنے فرمادیا کہ میری اُمت کا ملک عنقریب وہان تک پہونچیگا جہان تک میرے لیے زمین ایکجا کی گئی ہے اور ایسا ہی ہوا کہ مسلمانون کی سلطنت ابتداء مشرق یعنے بلاد ترک سے آخر مغرب یعنے بحر اندلس اور بلاد بربر تک پھیلی اور دکن اور شمال مین نہ پھیلی جیسا فرمایا تھا ہو ویسا ہی ہوا - اور اپنی لخت جگر فاطمہ زہرا علیہا السلام کو ارشاد فرمایا کہ میرے خاندان مین سے اول تم مجھسے ملوگی اور ایسا ہی ہوا - اور آپ نے ازواج مطہرات سے فرمایا کہ جو تم مین خیرات یا دہ کرتی نہوگی وہ مجھسے جلد تر ملیگی تو حضرت زینب بنت جحش جو دستکاری کرکے خیرات کیا کرتی تھین سب سے اول واصل بحق ہوئین - اور آپنے ایک بُھلا بکری کے تھن کو ہاتھ لگادیا جسنے کبھی دودھ نہ دیا تھا پس وہ دودھ دینے لگی اور یہی امر حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ کے مسلمان ہونے کا سبب ہوا - اور ایسا ہی اُم معبد خزاعیہ کے خیمہ مین آپ نے ایسا ہی کیا تھا -

ح
ح بخاری و مسلم بروایت ابن عباس رضہ ۱۲
ح بخاری و مسلم بروایت انس رضہ ۱۲
ح بخاری و مسلم بروایت عائشہ رضہ ۱۲
ح بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ رضہ ۱۲
ح بخاری و مسلم بروایت عبداللہ بن عباس رضہ ۱۲
ح بخاری و مسلم بروایت عائشہ رضہ ۱۲
ح بخاری و مسلم بروایت عمر رضہ ۱۲
ح بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ رضہ ۱۲
ح بخاری و مسلم بروایت ام سلمہ رضہ ۱۲
ح بخاری و مسلم بروایت فاطمہ رضہ ۱۲
ح بخاری و مسلم بروایت عائشہ رضہ ۱۲
ح بخاری و مسلم بروایت انس رضہ ۱۲
ح بخاری و مسلم بروایت عبداللہ بن مسعود رضہ ۱۲
ح بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ رضہ ۱۲
ح بخاری و مسلم بروایت ابن عباس رضہ ۱۲
ح بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ رضہ ۱۲
ح بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ رضہ ۱۲
ح بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ رضہ ۱۲
ح بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ رضہ ۱۲
ح بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ رضہ ۱۲
ح بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ رضہ ۱۲
ح بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ رضہ ۱۲
ح بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ رضہ ۱۲

اور کسی صحابی کی آنکھ نکلکر گر پڑی تھی آپ نے اُسکو اپنے دست مبارک سے اُسی جگہ رکھدیا تو وہ آنکھ دونون مین صحیح اور خوبصورت زیادہ ہوگئی۔ اور خیبر مین حضرت علی مرتضی رضہ کی آنکھین دکھتی تھین آپ نے اپنا لب مبارک لگادیا اُسی وقت اچھی ہوگئین اور آپ نے انکو جھنڈا دیکر روانہ فرمایا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اصحاب رضہ کھانیکی تسبیح سنا کرتے تھے۔ اور ایک صحابی کی ٹانگ مین ضرب آئی تھی آپ نے اُسپر اپنا دست مبارک پھیر دیا وہ فوراً اچھی ہوگئی۔ اور ایکبار جو لشکر ہمراہ رکاب تھا اُسمین زاد کی کمی ہوئی آپ نے جسقدر زاد لوگون کے پاس رہگیا تھا اُسکو منگایا تو وہ بہت ہی تھوڑا تھا آپ نے اُسمین برکت کی دعا مانگی پھر اہل لشکر کو اجازت دیدی کہ لیجاؤ انھون نے اتنا لیا کہ کوئی برتن نہ رہا کہ اُس سے بھر نگیا ہو۔ اور حکم بن ابی العاص خبیث نے آپ کی رفتار کی نقل تمسخر کے طور پر کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو ایسا ہی رہیو پس وہ ہمیشہ لڑکھڑاتا چلتا یہانتک کہ مرگیا۔ اور ایک عورت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیام نسبت کیا اُسکے باپ نے بہانہ کردیا کہ اسکو برص ہے اور واقع مین نہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی ہی ہوگی تو اُس عورت کو برص ہوگیا وہ شبیب بن برصا شاعر کی والدہ تھی۔ اور اُسکے سوا آپ کے معجزات اور آیات بہت ہین ہمنے صرف مشہور پر اکتفا کیا اور جو شخص آپ کے ہاتھون خرق عادت ہونے مین شک کرے اور کہے کہ ان وقائع مین سے ہر ایک بنقل متواتر مروی نہین اور متواتر صرف قرآن مجید ہے تو وہ ایسا ہے کہ حضرت علی مرتضی رضہ کی شجاعت اور حاتم طائی کی سخاوت مین شک کرے اور یہ تو ظاہر ہے کہ ان دونون کے حالات غیر متواتر ہین مگر مجموع واقعات ملکر بیشک علم بدیہی شجاعت و سخاوت کا پیدا کرتے ہین۔ پھر قرآن کے متواتر ہونے مین کسی طرح کا شک نہین اور یہ بڑا معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق ہے۔ قطع نظر اور آپ کے سوا کسی نبی کا معجزہ باقی نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خلق کے بلیغون اور عرب کے فصیحون کو تلاش کیا اور اُسوقت جزیرہ عرب مین اس قسم کے لوگ ہزارون تھے اور فصاحت اُنکا پیشہ تھا اور اُسی سے آپس مین فخر کرتے تھے اور سب سے آپ نے علانیہ فرمایا کہ اگر تمکو قرآن مجید مین شک ہے تو اُسکا مثل لے آؤ یا دس سورتین یا ایک سورت اس جیسی

ابو نعیم و بیہقی بروایت قتادہ بن نعمان وہی صحابی ہین جنکی آنکھ آپکے دست مبارک سے اچھی ہوئی تھی ۱۲ منہ بخاری و مسلم بروایت علی رضہ و مسلم بروایت سلمہ بن الاکوع ۱۲ منہ بخاری بروایت ابن مسعود ۱۲ منہ بخاری و قصہ قتل ابی رافع ۱۲ منہ بخاری و مسلم بروایت سلمہ بن الاکوع ۱۲ منہ بیہقی و ابو نعیم بروایت ابن عباس ۱۲ منہ

بنالاؤ اور اُنکے سامنے فرمایا لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا اور یہ آپ نے اُن لوگون کے عاجز کرنے کو ثابت فرمایا تھا چنانچہ اس سے عاجز ہوئے اور اپنی جانون کو قتل کرایا اور عورتون اور بچون کو قید مین ڈالا مگر یہ نہو سکا کہ قرآن مجید کا معارضہ کرین یا اُسکی خوبی اور فصاحت مین اعتراض وطعن کرین پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قرآن مجید اطراف عالم مین شرقاً غرباً پھیلا اور قرن بقرن اور زمانہ بزمانہ گذرتا چلا گیا یہانتک کہ آج قریب پانسو برس کے گذرے کہ کوئی اسکے معارضہ پر قادر نہوا اس صورت مین بڑا غبی ہو وہ شخص کہ آپ کے احوال اور اقوال اور افعال اور اخلاق اور معجزات کو دیکھے اور معلوم کرے کہ آپ کی شریعت ابتک قائم ودائم ہو اور اطراف عالم مین شائع وذائع اور باوجود آپ کی یتیمی اور ضعف کے تمام روے زمین کے بادشاہ آپ کے عہد مبارک مین اور اسکے بعد آپ کے حلقہ بگوش ہوئے اور ان سب باتون کے معلوم کرنے کے بعد پھر کسی طرح کا شک آپ کے صدق مین کرے اور بڑا توفیق یافتہ وہ شخص ہو جو آپ پر ایمان لائے اور تصدیق آپ کی صدق دل سے کرے اور ہر فعل مین آپ کے قدم بقدم چلے ہم اللہ تعالے سے سوال کرتے ہین کہ وہ ہمکو توفیق آپ کے اتقا کی اخلاق اور افعال اور احوال اور اقوال مین اپنی عنایت وکرم سے مرحمت کرے کہ وہی سننے والا اور دعا کا قبول کرنے والا ہو

دسوان باب خدائے تعالی کے فضل سے تمام ہوا اسکے بعد جلد ثالث کا اول باب شرح عجائب قلب کا مذکور ہوگا انشاء اللہ تعالی وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَّظَاهِرًا وَّبَاطِنًا وَّصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ مُّصْطَفٰى

قطعۂ تاریخ اختتام ترجمہ از مترجم

ہوئی ختم جب یہ کتاب نفیس	جو ہر اک کو مرغوب ومطلوب ہی
تو احسن سے ہاتف نے تاریخ کو	کہا لکھ دے یہ ترجمہ خوب ہی

۱۲۸۶ھ

حاشیہ: آدمی اعلی درجہ کا ہو سکتا ہے جب قرآن کا معارضہ کرنا ایسا ہی ہے